ماشاء الله لا قوة الا بالله

کتاب فیض انتساب جامع حالات ریاستہائے راجپوتان و اقوام راجپوتان

موسوم بہ

کارنامۂ راجپوتاں

مؤلفہ

فاضل اجل ماہر اکمل مسلم الثبوت مورخ ہندوستان مولوی حکیم
محمد نجم الغنی خاں صاحب رامپوری ابن مولوی محمد عبد الغنی خاں
مرحوم ابن مولوی محمد عبد العلی خاں ابن مولوی محمد عبد الرحمٰن خاں
ابن مولانا حاجی محمد سعید خاں مصنف خزانۃ الادویہ و خزاین الادویہ
و قرابادین نجم الغنی و اخبار الصنادید و تاریخ اودھ و منزل الغواشی و
تہذیب العقائد و تقلیم الایمان و بحر الفصاحت و مفتاح البلاغت
و نہج الادب و مذاہب الاسلام و تذکرۃ السلوک و مختصر الاصول و
قواعد حامدی وغیرہ

کارخانہ روزانہ اخبار پنجابی گزٹ
پریس میں چھپکر شائع ہوئی

(بار اول ۵۰۰ جلد)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پس از حمد کبریا و نعت رسول دوسرا و منقبت ائمہ ہدا و اصحاب اتقیا۔ شائقین کی خدمت میں
التماس کیا جاتا ہے کہ مجھے عرصہ دراز سے یہ اشتیاق تھا کہ راجپوتانہ کی راجپوت ریاستوں
کی تاریخ لکھوں جن لوگوں نے آج تک یہاں کی تاریخیں لکھی ہیں انھوں نے مرحوم شاہان
اسلام کی تصویریں بدنما طور پر دکھائی ہیں اور انکے اور راجپوت فرمانرواؤں کے باہمی
معاملات کو اکثر جنگ وجدل اور عداوت و منافرت کا لباس پہنایا ہے۔ حالانکہ
بادشاہوں نے راجپوتوں سے حرب وقتل اور جنگ وجدل کے وقت تو قہر وغضب
اپنا ظاہر کیا مگر جب تلوار کو نیام میں کیا تو ان راجپوتوں کو اپنا عزیز سمجھا اور انکی عزت
اور جان و آبرو کا خیال ویسا ہی کیا جیسا کہ اپنا کیا اور انکے آپس میں الفت ایسی رہی
کہ راجپوت والیان ملک بادشاہوں کے کام کے انصرام میں بدل و جان کوشش کرنے لگے
غرض وہ پدر مہربان کی طرح اُن پر شفقت کرتے اور یہ اولاد رشید کی طرح اُنکی متابعت کرتے
میں نے اس تاریخ کے لکھنے کے لیئے وہ تواریخ لی ہیں جنکے مؤلف عمدہ نویس تھے
وہ سب زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہیں اور میں نے اُن لوگوں کی تاریخوں کا اعتبار نہیں کیا جنھوں نے
جھوٹے غلط قصوں اور خوشامدانہ بیانات کو اپنی کتابوں میں جمع کرکے بے اعتباری کے
درجے پر پہنچایا ہے کرنل جیمس ٹاڈ نے جو راجستان کی تاریخ لکھی ہے اسمیں بھی ویسی ہی
روایتوں کے بھروسے پر بہت سی باتیں خلاف واقعہ درج ہو گئی ہیں۔ کرنل مذکور کے وقت
تک ۱۸۵۷ء کا واقعہ فساد ہند نہ ہونے سے دہلی اور نیز لکھنؤ اور دوسرے مسلمان رئیسوں کے
کتب خانے قائم تھے جو بعد اسکے زیادہ تر ریاست رامپور ملک روہیلکھنڈ میں آکر جمع ہو گئے۔

ٹ کی کتاب پرتھی راج راسا بھی شاعری کا ایک بڑا ذخیرہ ہونے کے سوا تاریخی
ت میں کچھ بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ اسی طرح اور بعض فرنگیوں نے جو اپنی
زبانوں میں یہاں کی تاریخیں لکھیں انھوں نے ناواقفیت اور حقیقت حال کا پتہ نہ لگنے
سے غلط واقعات کو صحیح حالات کے ساتھ گڈمڈ کرکے تحریر کیں۔ اس لیے اب کوئی محقق و
واقعات نگار جس کا مذاق تاریخ صحیح ہو انکو ہاتھ تک نہیں لگاتا۔ وہ اس زمانے بوجہ اپنے
متعصبانہ رنگ اور غلط بیانیوں سے لبریز ہونے کے پایہ وقعت سے ساقط ہو گئی ہیں
لیکن اونکے سبب سے جو اہل یورپ کے دل و دماغ میں غلط خیالات جم کر نقش کالحجر ہو گئے ہیں
وہ کسی طرح مٹائے سے نہیں مٹ سکتے اگر اب کوئی محقق خواہ کیسا ہی اس ملک تاریخ کا
عالم و فاضل ہو وہ اسپر کز لک حمک لگائے تو اہل فرنگ درکنار خود اپنے ملک کے نزدیک
جاہل بے فرہنگ سمجھا جاتے۔

میرے والد مرحوم نے شیام داس چارن ساکن اودیپور ملک میواڑ کو جو مہارانا سجن سنگھ کا
موید کرم تھا مدد دیکر راجپوتانے کی تاریخ بیر بنود نام ہندی میں بنوادی ہے۔ جس کا اعتراف
اُس کے انتخاب موسومہ بتحفہ راجستان میں کیا گیا ہے۔

اس لیے مجھے حق حاصل ہے کہ میں اون مقامات پر توجہ کر کے پبلک کے سامنے روشنی میں
لاؤں جو بوجہ ایک راجپوت ریاست کی نمک خواری اور ذاتی تعصب کے انکو بدلکر تاریخ
لکر کے شیام داس نے مرتب کراکے اپنے نام سے منسوب کیا۔

تنبیہ۔ بعض لوگ تعصب یا غلط فہمی سے ہندوستان اور اوس کے غرب و وسطی حصہ
راجستان کی تاریخ قدیم کے انقلابات کا الزام بوجہ تغیرات عظیم غیر اقوام خصوصاً مسلمانوں پر
لگانا چاہتے ہیں لیکن یہ رائے تحقیق کے خلاف ہے کیونکہ اس صورت میں ہندوؤں کی مذہبی کتب
معتبرہ میں سے تاریخ کی طرح ایک کا بھی پتہ نہ ملتا حق یہ ہے کہ خود اگلے زمانے سے ہندوؤں
نے باوجود متعدد علوم میں دستگاہ کافی بہم پہونچانے کے شعبہ تاریخ نگاری پر کچھ توجہ
نہ کی یہ کام بھاٹوں کے قابل سمجھ کر انکی روایات پر منحصر رکھا جس سے انکی مشہور
و قدیم کتب مثل وید پران قوانین منو مہابھارت اور رامائن وغیرہ کے سوا جو اونکے

مذہبی اعتقادات قومی رسمیات اور ذاتی خیالات کا بڑا نمونہ ہیں ملکی واقعات کی یادگار مفقود ہوگئی اور فرقۂ اسلام کے زمانہ تسلط و قیام سے یہاں کے کاروبار نے سلسلہ وار بہتر صورت پیدا کی اور یہاں کی تواریخ قدیم کو بھی ایسا شائستگی کے ساتھ ترتیب دیا کہ ہندوؤں اور فرنگیوں کی تواریخ نے اُن سے اعانت جوئی کی اور اون سے فوقیت حاصل نکرسکیں۔ الغرض جس وقت سے دہلی کی سلطنت میں زوال کے سبب سب باتوں کے ساتھ تاریخی کتابیں اور روزنامچے بھی لکھنا بند ہوا اس لیے اس وقت آگے فارسی کتابیں راجپوتانے کے احوال میں مدد نہیں دیتیں"

ٹاڈ صاحب اگرچہ ایک فوجی آدمی تھا مگر بوجہ یورپین نژاد ہونے کے دماغ انوکھی باتوں کا مخترع پایا تھا چنانچہ اوس نے سلطان خرم کے نام کی وجہ تسمیہ میں لکھا ہے کہ غالباً وہ اصل میں کورم تھا جسکے معنی کچھوا ہے کے ہیں جو اسکی رجپوتنی ماں کی قوم کا نام تھا شاید اس سبب سے درست معلوم نہیں ہوتا کہ مسلمانوں میں بیٹے کے نام میں ماں کی قوم کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ باپ دادا کا نام رکھا کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ خرم فارسی کا لفظ ہے تازہ کے معنی ہیں مجازاً شادو خوش کے معنے میں استعمال پاتا ہے۔

راجپوتانے کا ہر ایک علاقہ مختلف ناموں سے مشہور ہے لیکن در اصل چار بڑے حصے میواڑ۔ ڈھونڈھار۔ مارواڑ اور ہاڑوتی سمجھنے چاہئیں۔ باقی انھیں کی شاخیں ہیں اس لیے میں نے اس کتاب میں چار باب باندھے ہیں۔ اور ایک خاتمہ بھی شامل کیا ہے۔

انسان کی ہستی۔ اقوام عالم کی نسل بندی

محققین نے انسان کی تین قسمیں کی ہیں

(۱) چرکسی ان کا سر بیگن کیطرح گولائی لیے ہوئے ہے اور بال رنگ برنگ کے اور چہرہ سرخ و سفید یہ فرقہ اس لیے چرکسی کہلایا کہ اسکی اصل کوہ قاف کے نواح میں ہوئی ہوگی۔ انگریز فرنگی اور چرکسی سب قوموں میں خوبصورت مشہور ہیں۔ اس قوم کی متفرق قرابتیں زبانوں کی میل سے پہچانی جاتی ہیں چنانچہ ایک فرقہ ہے جو سوریانی اور ارمنی کہلاتے ہیں انھیں سے

اسوری کالدی عرب فنیکی یہودی حبشی اور شاید مصری بھی پیدا ہوئے۔ پھر دوسرا فرقہ جسے ہند والا اور جرمن بھی کہتے ہیں اس سے سنسکرت بولنے والے۔ یونانی لیٹنی اور فرنگستانی ملکوں کی اکثر قومیں پیدا ہوئیں۔

افغان بنی اسرائیل ہونے کا دعوے کرتے ہیں اور انکو ان قبائل کی نسل ہونے پر اصرار ہے جنکو فلسطین سے نبوچد نزار نامی شخص قید کرکے میڈیا (بابل) لے گیا تھا۔ لیکن انکو اپنے اوپر یہود کے لفظ کا اطلاق ناگوار گذرتا ہے کیونکہ یہ فرقہ کفار ہی اسرائیل سمجھا جاتا ہے۔ ٹاڈ نے طرفگی بیچلی ہے کہ پٹھانوں جادو را جپوتوں میں سے نکلا ہوا بتایا ہے اور سا تھ ہی یہ بھی قیاس کیا ہے کہ جادو اور جیودی ایک لفظ ہو سکتا ہے جسکو بولتے ہیں زیادہ زمانہ گذرنے کے سبب فرق آگیا ہو اور یہ نہایت بعید اور لغو خیال ہے کوئی افغان اسکو تسلیم نہیں کریگا

(۲) مغلی اونکے گال کی ہڈیاں ابھری ہوئیں چہرے چپٹے۔ آنکھیں عرض میں طول کی نسبت بہت ہی کم اور ترچھی۔ بال کالے اور سیدھے۔ داڑھی چھوٹی اور رنگ زرد اسکی اصل کوہ قاف کے پورب ہے اس سے چین تاتار اور جاپان کے باشندے ہوئے ہیں۔

(۳) نیگرو ان کا چہرہ کالا۔ بال بھیڑ کے پشم کیطرح کھوپڑی دبی ہوئی ناک چپٹی جبڑا کچھ ابھرا اور ہونٹ موٹے۔ ان باتوں میں وہ کچھ بن مانس اور بندر سے مشابہت رکھتے ہیں۔ بلومنباک صاحب نے ملایا والوں کا ذکر کیا ہے اور امریکا اصلی باشندوں کا کہ انکا رنگ تامیرا ہے لیکن اور باتوں میں اہل امریکہ چینیوں سے ملتے ہیں اور ملایا والے ان سے متفرق نہیں ہیں کہ ہندوؤں اور اہل چین سے جدا کیے جائیں۔

اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ آریہ لوگ اس وقت سے چار ہزار برس پیشتر وسط ایشیا کے سرسبز مقامات سے نکلکر جہاں سے بہت سے نامور قومیں علیحدہ ہوئی ہیں مغربی شمالی دروں یعنی افغانستان کے رستے سے پنجاب میں سندھ دریا کے کنارے آئے جس کے سبب انکو ہندو یعنی سندھو یا انڈو کہا گیا کیونکہ باہر سے آنے والے کو سب سے پہلے یہی دریا ملتا ہے جس کے نام سے ایک علاقے کو بھی اب سندھ کہتے ہیں۔ پھر یہ لوگ ہند کے قدیمی باشندوں یعنی بھیل گونڈ موگیہ مینا اور دھانگر وغیرہ کو جو کم عقل اور وحشی تھے اور انکا بھی

اکثر ایسی حالت میں پائے جاتے ہیں عمدہ اور آباد مقامات سے [illegible] اور پہاڑوں میں
ہٹا کر آپ جا بسے۔ ایسے پھیلتے گئے کہ تقریباً کل ہندوستان کی زرخیز ملک حکومت انہی کو حاصل
ہوگئی شمالی و مغربی آبادی ان کا سلسلہ ابھی ہی وقت میں ختم نہ ہوگیا بلکہ [illegible] تک
جاری رہا جسکی ظاہری اظہر خود ہندو مسلمان اور انگریز ہیں۔

ہندوؤں کو یہ کہنے کا حق کسی طرح حاصل نہیں کہ مسلمان یا کوئی اجنبی لوگ آگئے ہیں
اور ہندو اصل زاد و بوم ہماری ہے اس لیے کہ جب غور سے نظر ڈالی جاتی ہے تو انکا بھی کوئی
حقیقی حق نہیں ہے اصلی حق ہندوستان کے اصلی باشندوں کے ہیں۔ فارسی کی کتابوں میں
ہندو کے معنی سیاہ رنگ چور اور غلام وغیرہ [illegible] لکھے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
یہاں کے قدیم باشندے بھیل اور موگیہ وغیرہ جو خانہ بدوش اور حالت رکھتے تھے
اور اب بھی رکھتے ہیں جن میں پیچھے آنے والے بھی خواہ نخواہ شامل ہوگئے۔

بعد اس کے آریہ نسل کے ہاتھ سے چار ذاتیں قایم ہوگئیں۔

(۱) پوجاری یا برہمن
(۲) سپاہی یا بادشاہ کے رفیق جو اسکے ہمرکاب رہتے اور راجپوت یا چھتری کہلاتے ہیں یہ شاہی نسل والا ہے
(۳) کاشتکار جو ویش (بواو مکسور و یائے مجہول) کہلاتے تھے اسی اصطلاح سے مشہور ہیں۔
(۴) شودر (بضم شین نقطہ دار و واو ملفوظ و سکون دال مہملہ و راے مہملہ) یعنی غیر آریہ
وہ فرقے جو غلام کر لیے گئے تھے۔

پہلی تینوں ذاتیں آریہ نسل سے تھیں اور چوتھی ذات اپنی ذلیل حالت سے کسی اعلیٰ
رتبے کو نہیں پہونچ سکتی تھی بلکہ اون سے کھیتوں میں سخت محنت لیجاتی تھی اور گاؤں کے
باشندوں کے کل نجس کام اون ہی سے متعلق تھے۔ انہیں بھی دو تفریق کی تھیں۔
(الف) جو برتن چھونے کے قابل تھے جیسے کہار کمہار وغیرہ
(ب) جو برتن چھونے کے قابل نہ تھے جیسے بھنگی چمار اور کنجر وغیرہ۔

راجپوت

اس لفظ کے معنی راجہ کا بیٹا ہیں یہ لوگ چھتری ذات سپاہی پیشہ ہیں اور ابتدا سے عمرے

یہی تعلیم پاتے ہیں۔ اگلے زمانے میں یہ لوگ ابتدا سے بہت افیم کھانے کے عادی ہوتے تھے اور اس کے بڑے بڑے انٹے کھاتے تھے اور لڑائی کے دن تو بہ معمول سے دگنی افیم کھا کر اپنے تئیں مدہوش ہو جاتے تھے کہ بے فکر و اندیشہ اپنے آپ کو ہر ایک جان جوکھوں کے میں ڈال دیتے تھے یا افیون کے نشے میں جھومتے ہوئے مرنے کے یقین سے ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر رخصت ہوا کرتے تھے لڑائی کے وقت شاید یہ لوگ اتنی بات کے تو محتاج ہیں کہ کوئی انکا پیش رو اور لڑنے والا ہو۔

مسلمانوں کے راجپوتوں پر حملے اور
ہندوستان پر اسلامی شہنشاہت قائم ہونا

علم تواریخ کی بزرگی۔ اس کے فوائد۔ اوس سے گذشتہ حالات معلوم کرنے کی فکر۔ اس سے آئندہ زمانے میں کامیابی حاصل کرنے کی تدابیر جس نے سب سے پہلے سوچی اور معلوم کی وہ مسلمانوں کی قوم ہے۔

جسوقت خدا وند جل و علا شانہ نے چند ملکوں کی عنان سلطنت اونکے ہاتھ میں سپرد فرمائی تو انھوں نے علم سیر اور تواریخ سے دلچسپی حاصل کی یہی سبب ہے کہ علم تواریخ اگر واضح اور مفصل دنیا میں ملتا ہے تو اسی زمانے تک کہ جسکو مسلمانوں سے نسبت ہے اونکے زمانے میں ایک نہ ایک شخص ایسا ضرور رہا جو اپنے عہد کے حالات قلم بند کرتا رہا اور وہی حالات تمام ملکوں کا آئینہ بن کر سامنے نظر آتے تھے جس سے وہ گھر بیٹھے پرائے گھر کے حالات معلوم کیا کرتے تھے۔ ایسی حالت میں ملک ہند جو دنیا کے تمام ملکوں سے زیادہ خوشنما تھا غیر ممکن تھا کہ اس پر انکی طبیعت نہ لہراتی۔

اہل اسلام میں سے جس نے پہلے یعنی سنہ ۳۶ھ میں ہند پر حملہ کیا وہ ابو العاص عامل یمن تھا اوس کے بعد سنہ ۴۶ھ میں عرب کا امیر مہلب نام ایک شخص ملتان تک فتح کرکے لوٹ گیا۔ اوس کے بعد اور بھی کئی حملے ہوئے مگر اسی طرح کہ آئے اور چلے گئے۔

جب سبکتگین کو تخت غزنی میسر آیا اور وہ شاہ افغانستان کہلایا تو اس کے عہد میں راجہ جے پال والی لاہور کو بیٹھے بیٹھے یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں پر فتح حاصل کرنا اس

زمانے میں اس سے زیادہ کوئی ناموری کی بات نہ ہوگی اور یہ نعمت عظمیٰ پہلے پہلے میرے حصے میں آجائے تو خوب ہو فوراً اپنی فوج کو سندھ پار آتا کے خراسان تک دوڑا دیا۔ مشیت ایزدی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ غرور کا سر نیچا ہو جے پال کی فوج شکست کھا گئی۔ اسوقت سبکتگین نے ہندوؤں کے ان راستوں کو جدھر سے وہ آئے تھے واپسی کے وقت بالکل مسدود کردیا۔ اور اسوقت تک نہ کھولا جب تک جے پال نے ۵۰ ہاتھی اور ڈھائی لاکھ روپیہ نذرانہ دینا قبول نہ کیا۔

جب جے پال افغانستان سے رہائی اور اپنے کیے کی سزا پاکر ہندوستان واپس آیا تو اوس کو اپنے اوس وعدہ وفا کرنے کا خیال ہوا جسکی بدولت سبکتگین سے پیچھا چھوٹا۔ مگر وہ متعصب برہمن جو امور سلطنت میں دخیل تھے راجہ کے وعدہ وفائی میں حارج ہوئے اور کہا کہ مہاراجہ ایک جنگلی منش کو اتنا بڑا ڈنڈ دینا یہ جوانمرد جوان کا کام نہیں۔ اس قسم کے فقرات سنکر راجہ کی نیت میں فتور ہوگیا نتیجہ یہ ہوا کہ سبکتگین اپنے فدیہ کا روپیہ وصول کرنے کی غرض سے ہندوستان آیا اور جے پال اور اوس کے تمام راجپوت رئیس اور دہلی اور اجمیر اور قنوج کے راجے جو اس وقت اسکی مدد کو آئے تھے سب کو شکست فاش دیکر اور بیشمار مال لیکر غزنی کو واپس چلا گیا۔

چونکہ جنگ مذکور میں سبکتگین کا بیٹا محمود بھی ہمرکاب تھا اس لیے اسکے دل کو یقین کلی ہوگیا کہ ہندوستان کے راجپوتوں کی بہادری ایک خیالی افسانہ ہے۔ افغانی قوم کے مقابلے میں انکو قدم جمانا دشوار ہوجائے گا اس لیے سبکتگین کے مرنے کے بعد تخت پر بیٹھتے ہی زرخیز ہندوستان پر اتنے حملے کیے کہ راجپوتی قوت میں سکت باقی نہ رہا۔

خاندان چوہان کا آخیر فرمان روا پرتھی راج تھا جسکو رائے پتھورا بھی کہتے ہیں دہلی اور اجمیر دونوں کی ریاستیں اسی کے زیر نگین تھیں اجمیر کی سلطنت تو موروثی تھی مگر دہلی کی سلطنت راجہ انگ پال سے جو اس کا نانا تھا میسر آئی۔ اننگ پال کے بجز لڑکیوں کے کوئی فرزند نہ تھا۔ چنانچہ ایک بیٹی سے پرتھی راج تھا اور دوسری سے راجہ جے چند والی قنوج پرتھی راج کو اننگ پال نے متبنٰی بھی کیا تھا اس لحاظ سے جے چند کو اوس پر رشک رہا کرتا تھا۔

پرتھی راج نے اجمیر کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا دہلی کی حکومت اپنے سردار کھانڈے رائے
کو سپرد کی تھی یہ کھانڈے رائے راجپوت تھا اور اصلی نام اس کا چاونڈ رائے ہے۔
اسی عہد میں سلطان غیاث الدین غوری بادشاہ اور اس کا چھوٹا بھائی شہاب الدین امیر
لشکر اور حاکم غزنی تھا۔ شہاب الدین غزنی کا انتظام کرکے ملک ہند کی تسخیر پر آمادہ ہوا۔ اول
لاہور۔ بادشاہ نے سرحد ملتان کو اسی وقت تسخیر کرکے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ پھر ہندو راجاؤں کی
عملداری میں قدم بڑھایا اور قلعہ سرہند کو سر کیا۔ اب سلطان مراجعت کی تیاری کر رہا تھا
رائے پتھورا کی لشکر کشی کا غلغلہ سنا خود پیش قدمی کرکے آگے بڑھا۔ ادھر سے رائے کا لشکر
پہونچا۔ تراوڑی کے میدان میں ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ جس وقت سلطانی فوج راجپوتوں کے
مقابلے میں جھکی ہوئی تھی اوس کا دایاں اور بایاں بازو شکست کھا کر بھاگ گیا۔ سلطان کچھ
رفیقوں سمیت میدان میں ٹھہرا کھڑا تھا کھانڈے رائے نے ہاتھی اوس پر پیلا۔ سلطان نے بھی گھوڑا چمکا کر
اوس پر بڑھایا اور نیزہ کا ایسا ہاتھ مارا کہ دانت توڑ کر اوس کے منہ میں آ گرا۔ مگر سلطان
کے بھی زخم کاری لگا قریب تھا کہ پشت زین سے جدا ہو جائے یہ کیفیت دیکھ ایک خلجی بچہ
اوس کے پیچھے بیٹھا۔ گھوڑے کو مہمیز کرکے معرکۂ عداوت سے صاف نکال لے گیا۔ پھر تو باقی فوج
کے قدم بھی اوکھڑ گئے اور ہزیمت خوردہ لشکر تباہی کے ساتھ لاہور میں داخل ہوا۔ چندے
قیام کرکے سلطان نے غزنی کی جانب کوچ کیا اور وہاں فراریوں کو سخت سزائیں
دیں جن سرداروں نے جنگ گذشتہ میں پیٹھ دکھائی تھی انکو یہ سزا دی کہ جو کے توبڑے
اونکے منہ میں بندھوا کر شہر غور کے چاروں طرف گشت کروایا جس سے یہ مطلب تھا کہ
یہ لوگ آدمی نہ تھے بلکہ گدھے تھے جن لوگوں نے جو کھانے سے انکار کیا اونکے سر قلم
کر دئیے گئے۔

رائے پتھورا غنیم کے خطرے سے فارغ البال ہوکر فتح کا نقارہ بجاتا اپنی راجدھانی میں آ بیٹھا
اور اس خیال سے کہ مبادا ہیبت ناک مخالف افغانستان کہیں پھر ظہور پکڑے تمام راجپوت
راجاؤں کو متفق کرکے ایک لشکر زبردست جتھا یا تدھنا شروع کیا۔ [illegible]
ہوا کہ جب شہاب الدین دوبارہ ہند پر آیا تو پرتھی راج کے ساتھ ڈیڑھ سو سے زیادہ راجپوت تھے

اپنی فوجوں کے ہمرکاب تھے۔

اسی اثنا میں قنوج کے راجہ جے چند راٹھور نے جگ راجسو کا ارادہ کیا۔ اس جشن کا
آئین یہ تھا کہ گرد و نواح کے راجے طلب ہوتے ہر قسم کی خدمتیں اپنے ہاتھ سے بجالاتے۔ اسی
جلسے میں راجہ کی لڑکی کا سویمبر بھی قرار پایا تھا رائے پتھورا اس تقریب کی شرکت پر آمادہ تھا
اتفاقاً کوئی ہم نشین بول اٹھا چوہانوں کے ہوتے جے چند کو یہ حوصلہ زیب نہیں دیتا۔ رائے کو
بھی راجپوتی غیرت آگئی جانا ملتوی کر دیا جے چند راو اس کے نہ آنے سے ایسا برہم ہوا کہ رائے
کی طلائی مورت بنوا کر ایام جشن میں بجائے دربان کے کھڑی کرا دی۔ پتھورا [illegible] کو تاب
نہ رہی کچھ چیدہ جوان ہمراہ لے تماشائیوں کے لباس میں جا دھمکا اور اس مورت کو لے کر
اٹھا لایا۔ قنوج والے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ راجہ کی دختر جوگنی ہو داستان سن کر اسکی
کی دلیری پر شیفتہ ہو گئی اور اس کے سوا کسی کو پسند نہ کیا باپ سخت آزردہ ہوا دو وقت زمانہ
سے نکال کر ایک جدا مکان میں اسکو بند کر دیا جب رائے کو یہ خبر پہنچی تو آیا۔ [illegible]
ساتھ لے بھاگا۔ فوج پر ٹوٹ پڑا اور دن دہاڑے جوگنی کو لے چلا۔ قنوج کے سورماؤں کی [illegible]
بھی جوش میں آئی تعاقب کر کے راہ میں جا لیا۔ وہ رن پڑا اور گھمسان مچا کہ دلاوروں کے خون سے
زمین رنگین ہو گئی اگرچہ رائے کے چونسٹھ جان نثار کام آئے الا اس لعل بے بہا کو ہاتھ
سے نہ دیا۔ مرکٹ کر دہلی تک لے ہی پہونچا۔ اس معرکے سے ایک سال بعد سلطان نے انتقام کی
پرورش کی لیکن سرداران لشکر سے اپنا منصوبہ پوشیدہ رکھا پشاور میں پہونچ کر ایک بوڑھے
سپاہی نے عرض کیا خداوندا اس لاو لشکر سے تو کسی مہم عظیم کے آثار نمایاں ہیں۔ پھر امرا سے اس
راز مخفی رکھنے میں کیا مصلحت ہے۔ سلطان نے آہ سرد بھر کر کہا سن پیر مرد جس دن سے میں نے
راجپوتوں کے مقابلے میں زک پائی حریم دولت میں بستر پر پیٹھ نہیں لگائی۔ ہنوز وہ خون آلودہ
پیراہن نہیں بدلا جو لڑائی کے وقت جسم پر تھا آج تک ان امیروں کا منہ نہیں دیکھا
جو مجھکو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اب غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو دشمن سے انتقام لوں یا
سر میدان لڑ کر جان دوں۔ پیر مرد نے دعائے خیر دیکر کہا صلاح وقت یہ ہے کہ امرا کی
تقصیر معاف فرمایئے انکا دل بڑھایئے تاکہ آیندہ سرخرو بنیں اور گذشتہ تقصیرات کی

نمایاں کریں۔ سلطان نے اوسکی صلاح مان لی۔ ملتان پہونچکر ایک دربار کیا سرداران
لشکر کو جمع کر کے انکے حال پر مہربانی فرمائی اور اپنا منشا سمجھایا۔ سب نے تلوار کے قبضہ پر
ہاتھ رکھکر عہد و پیمان کو تازہ کیا۔

اب لاہور پہونچکر رائے کے نام نامہ لکھا گیا کہ یا تو ہماری اطاعت قبول کرو یا جنگ
پیکار کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب پیک سلطانی رائے کے در دولت پر حاضر ہوا تو کسی کو تاب
نہ تھی کہ یہ خبر گوش گذار کرے۔ چند بھاٹ سات ڈیوڑھیاں طے کر کے راجہ کے حضور میں پہونچا
اور سلطان کی یورش کا حال بیان کر کے اوسکو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ رانی سنجوگنی بھی
جسکی بدولت رائے کی یہ بری گت ہوگئی تھی کہنے لگی۔ اے راجہ بزم عیش ختم ہوئی اب میدان
رزم کو آراستہ کر۔ ملک و مال کو ترکوں کی ترکتاز سے بچا۔ آلغرض رائے نے سلطان کے
سفیر کو جواب سخت دیکر رخصت کیا اور ہمہ تن تیاری جنگ میں مصروف ہوا۔ قرب و جوار
کے راجاؤں کو خبر پہونچائی۔ عرصہ قلیل میں لاکھوں سورما راجپوت اوس کے جھنڈے تلے
جمع ہو گئے۔ پرتھی راج کو اس وقت جے چندر کی مدد کا بسبب عداوت کے مطلق بھروسہ نہ تھا
تاہم اس زعم میں کہ تین ہزار ہاتھی اور تین لاکھ سوار اور پیدل بیشمار اپنے پاس موجود ہیں اور
ڈیڑھ سو جواں مردوں کی فوج کی اپنے ہاتھ میں کمان ہے ایک جے چند نہیں ہے تو نہ سہی سلطان
شہاب الدین کے مقابلے پر تیار رہا۔ جب کوچ کی ساعت نزدیک پہونچی رانی سنجوگنی نے
اپنے ہاتھ سے زرہ بکتر پہنا ہتھیار بدن پر سجا رائے کا آخری دیدار دیکھا اور آنکھوں میں آنسو
بھر لائی۔ ادھر کوچ کے نقارے پر چوٹ پڑی ادھر رانی کا کلیجہ ہل گیا۔ راجہ اہل خاندان کو
وداع کر کے راجپوت سرداروں کے ساتھ رنجیت دروازے سے برآمد ہوا لشکر کو کوچ کا
حکم دیا اور منزل بمنزل عرصہ گاہ تھانیسر میں جا پہونچا دریائے سرستی کے وار پار دونوں
لشکر خیمہ زن ہوئے۔ پرتھی راج نے اپنی بے تعداد فوج کے مقابلے میں مخالف کی تھوڑی فوج
دیکھکر ایک نامہ تہدید بایں مضمون شہاب الدین کے نام روانہ کیا کہ اے بادشاہ غالباً تجھکو
ہماری سپاہ کی تعداد معلوم ہو گئی ہو گی مگر اس کے علاوہ ہر روز اطراف و جوانب سے
لشکر آتا جاتا ہے اور ہماری فوج میں شامل ہوتا جاتا ہے اگر اس خوفناک حالت کو دیکھکر تجھکو

اپنی حالت پر رحم نہیں آتا ہے تو نہ سہی مگر اس نامراد فوج پر جسکو تو اپنے ہمراہ لایا ہے ذرا رحم کر اگر تو اراوہ بیجا سے پشیمان ہو کر واپس جانا چاہتا ہے تو ہم اپنے دیوتا وُں کی سوگند کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی فوج کا تعاقب اور اس سے کسی طرح کی مزاحمت نہ کرینگے اور اگر تو نے ارادہ جنگ ٹھہرایا تو یاد رہے کہ ہماری بے تعداد فوج مع تین ہزار ہاتھیوں کے تیرے لشکر کو تباہ کر دے گی۔

بجواب اس کے شہاب الدین نے لکھا کہ جو نامہ میرے پاس پہونچا اوس سے نہایت مروت و شفقت ظاہر ہوتی ہے مگر واضح ہو کہ میں نے جو ہندوستان پر لشکر کشی کی وہ بحکم اپنے برادر کے کی ہیں میں اگر یہاں کے حالات سے اوسکو پورا آگاہ کروں تو شاید وہ مجھکو تمھارے ساتھ اس شرط پر صلح کرنے کی اجازت دے دیگا کہ پنجاب اور ملتان ہمارا اور باقی ہندوستان تمھارا۔

پرتھی راج جواب پاتے ہی خوش ہو گیا اور اپنے لشکر میں فتح کا شادیانہ اور طبل بازگشتی بجوا دیا تمام لشکر نے کمریں کھولدیں شہاب الدین نے اوسی رات کو لشکر آراستہ کر کے اور دریا کو عبور کر کے صبح دم طبل جنگ آ بجا دیا۔ راجپوتوں نے آنکھ کھولی تو غنیم کو سر پر موجود پایا۔ ایک گروہ نے جھٹ پٹ بڑھکر دشمن کو روکا اتنے میں سارا لشکر صف بستہ ہو کر سامنے آ گیا۔ سلطان کا لشکر چار حصوں میں منقسم تھا ہر حصہ باری باری سے حملہ کرتا تھا مگر دلاور راجپوت بھی ایسے جی توڑ کر لڑے کہ ترکوں کے دل پر ہیبت بیٹھ گئی۔ اب سلطان ظاہرا شکست کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا راجپوتوں نے جو تعاقب شروع کیا تو انکی ترتیب باہم برہم ہو گئی اوسوقت سلطان نے پلٹ کر تازہ دم حملہ کیا لیکن یہ تدبیر بھی راس نہ آئی فتح و شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔

جب ہوا نہایت گرم ہو گئی اور سورج سر پر آ گیا تو رائے نے درختوں کے سایہ میں پناہ لی ڈیڑھ سو راجہ مہاراجہ اوس کے گرد اگرد جمع ہوئے سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھکر عہد و پیمان کیا اخیر دم تک لڑنے کی قسم کھائی شربت پیلا۔ پان کا بیڑا چبایا تلسی کے پتے زبان پر رکھے پیشانی پر قشقہ زعفرانی کھینچا اور ذرا دم لیا۔ اب کسی قدر دن ڈھل گیا تھا۔ سلطان غوری

بارہ ہزار سوار خاصہ لیکر اپنی جگہ سے ہلا جنکے سروں پر مرصع خود بدن میں فولادی جوشن ایک ہاتھ میں تلوار ایک میں نیزہ باگیں اوٹھائے کنوتیوں سے کنوتیاں ملائے دریائے مواج کیطرح امنڈ آئے۔ اس پرزور حملے نے راجپوتی سپاہ میں کچھ ایسا زلزلہ ڈالا کہ یکایک ہوا پلٹ گئی چشم زدن میں کچھ سے کچھ ہو گیا۔ وہ شاندار فوج جو پہاڑ کی طرح جمی کھڑی تھی دم میں تہ و بالا ہو گئی۔ بڑے بڑے نامی سردار میدان میں کام آئے۔ رائے پتھورا گرفتار ہو کر مارا گیا۔ جب سرداروں کا یہ حال ہوا تو پھر سری فوج کیا لڑتی اور کس کا سہارا پکڑتی۔ جس طرف جس کا منہ اوٹھ گیا بھاگ گیا۔

راجپوتوں اور مسلمان بادشاہوں کا تعلق

مسلمان بادشاہوں کی رکابوں میں راجپوتوں نے جو بڑے بڑے کام کیے اور ہندوستان میں انکا لوائے شاہی کے ساتھ اپنی راجدھانیاں چھوڑ کر جانا چنداں تعجب خیز نہیں تعجب اس پر ہے کہ مسلمانوں کے حکم سے راجپوتوں کا دریائے سندھ سے پار اترنا جو مذہبا انکو منع تھا۔ دوم ایسے بے راہ کوہستانی راہوں پر چلنا جن کا کاٹنا پہاڑ کے کاٹنے سے زیادہ مشکل تھا۔ سوم ان راہوں میں مشقت شاقہ ایسی اوٹھانی کہ خود راجاؤں نے ہاتھ میں کدال کندھی پر پھاؤڑا رکھکر کام کیا اور سپیروں اور دامنوں میں برف کو اوٹھا کر ڈھویا۔ چہارم برف و باران کی شدت کی برداشت کرنا جسکے عادی یہ لوگ نہ تھے پنجم جنگ جو وحشی خونخوار پٹھانوں و ازبکوں سے لڑنا ششم۔ اپنے بچاؤ اور حفاظت کے لیے قلعوں کا تیار رکھنا۔

(۲) مسلمان بادشاہ بہت سے راجاؤں کو اپنی ملازمت میں اور اکثر اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اونکے ساتھ ویسی ہی سلوک کرتے جیسے کہ اپنے مسلمان امیروں اور سرداروں کے ساتھ اور مسلمان امیروں کی مانند اونکو بھی فوج کی حکومت اور سرداریوں پر مقرر کرتے اگرچہ ابتدا میں مسلمانوں کا تخت سلطنت صرف اونکے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں کے کندھوں پر قائم تھا لیکن بادشاہوں نے ہندوستان میں اپنا قدم جماتے ہی راجپوتوں اور تمام ہندوؤں سے دوستی و محبت پیدا کر کے اونکے دلوں میں وہ مسلمانوں کی محبت و مواسات

پیدا کی کہ ان بادشاہوں پر راجپوت جان و مال اور اولاد کو قربان کرنے لگے انکے تابع ہو کر اپنی قوم سے لڑنے لگے۔ مل صاحب لکھتے ہیں کہ غلطی رسمیں مسلمانوں کے ہاں ہندوستان میں اکثر بڑھ گئیں ہیں یہ سب اس سبب سے زیادہ ہوئی ہیں کہ مسلمان بادشاہوں کے ہاں رانیاں تھیں وہ اپنے سب تہوار ہندوانی کیا کرتی تھیں اس لیے عوام عورتوں میں گو وہ مسلمان تھیں یہی ہندوانی رسمیں جاری ہو گئیں۔

(۳) مسلمانوں کی زوال سلطنت کا سبب راجپوتوں کی مخالفت نہ تھی بلکہ اصل سبب یہ تھا کہ کوئی بادشاہ خاندان تیموریہ کا عالمگیر کے بعد سلطنت کے لایق پیدا نہیں ہوا اس کے بعد بہادر شاہ عالم جانشین ہوا اوسکی عقل و لیاقت باوجودیکہ اوس نے باپ دادا کی سلطنت کا زمانہ دیکھا تھا ایسی نہ تھی کہ وہ اس سلطنت وسیع کا انتظام کرتا جسکو اکبر جہانگیر شاہجہان اور عالمگیر جیسے دانشمند بادشاہوں اور اون کے عاقل فرزانہ امیروں وزیروں نے قائم کیا ہوا تھا ان چاروں بادشاہوں نے جس شان و شوکت و سطوت و حشمت و عدالت و نصفت کے ساتھ سلطنت کی اسکی نظیر ایشیا کی تاریخ میں کم ملتی ہے۔ اس سلطنت کا انتظام تو وہی بادشاہ کر سکتا تھا جو دوسرا اکبر یا شاہجہان ہوتا۔ عالمگیر کے نالایق بیٹوں سے سلطنت نہ سنبھل سکی جس کا ناحق الزام باپ پر لوگ لگانے لگے۔

تنبیہ۔ دہلی کی سلطنت ضعیف ہو جانے پر جو محمد شاہ کے عہد سے ہی جاتی ہے راجپوتانے کی اکثر ریاستیں خودسر ہو گئیں تھیں لیکن مغلوں کی جگہ مرہٹوں نے ہجوم کر کے بہت تباہی کے درجے پر پہنچا دیا۔

مجمل حالات کل راجپوتانہ

راجپوتانہ جسے راجستھان اور رجواڑہ بھی کہتے ہیں راجپوت قوم کی ریاستوں کا مجموعی نام ہے کل قطعہ ہندوستان کا مغرب میں دریاے سندھ تک مشرق میں بندیل کھنڈ تک اور شمال میں جنگل دہلی واقع جنوب دریاے ستلج تک اور جنوب میں کوہ بندھیاچل تک پھیلا ہے یہ ملک ساتھ خطوط عرض بلد شمالی ۲۳ درجہ ۳ دقیقہ اور ۳۰ درجہ اور خطوط طول بلد شرقی

۲۹ درجہ ۳۰ دقیقہ اور ۷۸ درجہ ۱۵ دقیقہ کے درمیان واقع ہے اُس کا عرض غایت بیکانیر سے بانسواڑہ تک ۴۰۰ میل اور طول غایت دھولپور سے جیسلمیر تک ۵۳۰ میل ہے۔ اسکے شمال میں بھٹیانہ دہریانہ دہتک وگورگانوہ کے ضلاع انگریزی واقع ہیں مشرق میں گورگانوہ متھرا اور آگرہ کے اضلاع انگریزی اور راج گوالیار جنوب میں علاقہجات مہاراجگان سیندھیا و ہولکر گائیکواڑ جاورہ و اضلاع انگریزی متعلقہ احاطہ بمبئی مغرب میں سندہ اور مغرب و شمال میں ریاست بہاولپور اور ملک بھٹیانہ اس وسیع ملک کا رقبہ بقدر ۱۲۳۵۶۶ مربع میل ہے۔

جغرافیہ راجپوتانہ

کل ممالک جو کہ آراولی[1] سے شمال اور شمال مغرب میں واقع ہیں اور انکا رقبہ قریب ستر ہزار مربع میل ہے اور مارواڑ و بیکانیر و جیسلمیر و شیخاواٹی انمیں داخل ہیں یہ کل ملک ریت انگیز ریگستان ہی البتہ اسمیں بعض جا پر خطہ جات سیراب ہیں مگر علی العموم یہ کل ملک ویران بیابان ہے کہ بجا بجا ریت کے ٹیلے اور کہیں کہیں پہاڑیاں ہیں اور جوں جوں مغرب کیطرف بڑھتے جاویں یہ ویرانی زیادہ نمایاں ہوتی ہے بخلاف اس کے جنوب و مشرقی ممالک میواڑ اور بانسواڑہ و ڈونگرپور و پرتاب گڈھ اور ہاڑوتی کی ریاستونکی زمینیں زرخیز اور چکنی سیاہ مٹی کی ہیں اگرچہ یہ حصہ بھی کوہستان ہی مگر قطعات آراضی جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہیں چکنی سیاہ مٹی کے ہیں اور انمیں روئی افیم نیشکر گیہوں اجناس اعلی پیدا ہوتی ہیں۔ ہاڑوتی کی ریاستوں میں کہ جنوب و مشرقی قسمت ہے پہاڑ اور میدان قریب برابر ہیں اور میواڑ کے پہاڑ کے مقابلے میں یہ پہاڑ کم بلند ہیں تاہم اون سے آمد و رفت کی راہ بند ہے۔ ہاڑوتی کے مشرقی اور متوسط حصے میں غلہ بکثرت پیدا ہوتا ہے۔

شمال میں الور کے قریب اور جنوب میں قرولی کے گرد و نواح کی زمین پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے مگر درمیان میں بہت کشادہ و خوشنما پہاڑ ہیں اور زمین نرم ممالک یورپ کی زمین سے بہت مشابہ ہے۔

قلعے سب جگہ ملتے ہیں بعض چھوٹی چھوٹی متفرق پہاڑیوں پر ہیں بعض بڑے سلسلہ پہاڑوں کے

[1] مشہور بلفظ اراولی ۱۲

ہیں اور بعض صرف زمین پر مشہور قلعے رنتھنبور، جالور، کاگرون، نمیدگڈھ، شاہ آباد سلومبر اور چتوڑ ہیں۔

راجپوتانے کا اربلی پہاڑ

کوہ اربلی یا اراولی کہ جنوب و مغرب میں حدود سروہی و میواڑ سے شمال مشرق میں اجمیر سے تین سو میل تک پھیلا ہوا ہے راجپوتانہ کو دو غیر مساوی حصوں میں تقسیم کرتا ہے اور درمیان مغربی بے برگ ریگستان اور مغربی و جنوبی زرخیز سیراب ملک زمین کی فاصلی حد ہے۔

جنوبی سمت میں وہ کئی شاخوں سے مشرق کی طرف پھیلتا ہے اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں سے مسلسل ہو کر بندھیاچل سے جا ملتا ہے اور شمال میں اجمیر سے آگے پست ہو گیا ہے اور علیحدہ علیحدہ حصوں واقع شیخاواٹی و راج الور میں متفرق بطرف ریاست جمنا دہلی کے قریب ختم ہوا ہے۔ اربلی کا آغاز عرض بلد شمالی ۲۴ درجہ ۴۰ دقیقہ اور طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ قریب و دو اودیپور سے سمجھا جاتا ہے اور انجام عرض بلد شمالی ۲۶ درجہ ۵۰ دقیقہ اور طول بلد مشرقی ۷۵ درجہ پر متصور ہوتا ہے۔ ریاست سروہی میں اربلی پہاڑ زیادہ ارتفاع پا کر کوہ آبو کے نام سے مشہور ہوا ہے اسکی بلندی کوہ اربلی سے پندرہ سو فیٹ زیادہ سمجھی جاتی ہے مگر کوہ آبو اربلی سے بالکل ملا ہوا نہیں ہے اور اسکے اور اربلی کے درمیان شمال میں پست پہاڑیاں واقع ہیں اور مشرق میں روہیڑا کا میدان عظیم ہے مغرب کی طرف سے کوہ اربلی سروہی اور اجمیر کے درمیان دیوار ناقابل گذار نظر آتا ہے۔ میواڑ کی طرف اسکی بلندی بہت کھڑی ہموار ہے مشرق کی طرف سے ایسا نہیں ہے۔ ان پہاڑوں میں درے بہت کم ہیں اور جو ہیں سب دشوار گذار ہیں برا اور ایڈر کے درمیان کہ ڈھائی سو میل کا فاصلہ ہے صرف دیسوری گھاٹی میں ہو کر ایک راستہ ہے جس پر گاڑیاں چل سکتی ہیں بیاور کے قریب کوہ اربلی دو علیحدہ سلسلوں میں منقسم ہو گیا ہے جنوبی تو مشرق کی طرف پھیل کر [illegible] جے پور کو چلا گیا ہے اور شمالی اجمیر کے شمال میں بشکل متفرق پہاڑیوں کے

کشن گڈھ وسانبھر کی طرف گیا ہے سیلسیل سے اودے پور تک سلسلۂ ارابلی کہیں پچیس میل اور کہیں تیس میل عریض ہے سیلسیل سے فروتر کوہ ارابلی جنوب کیطرف رجوع ہوا ہے اور میواڑ و ڈونگر پور کے پہاڑوں سے مل گیا ہے۔ اودے پور سے جنوب کی طرف گذر کر کوہ بندھیاچل سے کہ ہندوستان و دکن کی سرحد ہے چھپا نیر کے قریب مل گیا ہے۔ اگرچہ ارابلی کی بلندی شمال کی طرف بھی زیادہ ہے مگر لیتا واڑہ ڈونگر پور واپڑ واقع جنوب سے انبا بھوانی اور اودے پور تک بھی بہت بلند ہے۔ اس نواح میں مالوے کی سب ندیاں شمالی سمت میں بہ کر اور بیچ و تاب کھا کر چنبل میں شامل ہوتی ہیں۔ ارابلی کے نہایت جنوبی حصے واقع سرحد میواڑ کے شمال میں سنگ مرمر کثرت سے ہے اسکے پہاڑوں کے قریب نوٹ ہیں سیراب ہیں مگر فاصلہ دراز پر بتدریج علی الخصوص شمال کی طرف کم ہوتی گئی ہے۔ یہ پہاڑ لونی ندی کے شمال مغربی سمت میں واقع ہیں اور ان کا ارتفاع آٹھ سو سے گیارہ سو فیٹ تک ہے اکثر کی ساخت نہایت عجیب اور آتشی پہاڑوں سے نہایت مشابہ ہے۔ شمال و مشرق میں لال سوٹ علاقہ جیپور سے لیکر ہنڈون ہو کر بیانہ و روپ واس واقع راج بھرت پور تک سرخ و سفید پٹوں کے پتھر کا پہاڑ ہے اس سے شمال میں ریتیلی زمین ہے۔ ارابلی سے مغرب کا ملک تھل کا ٹیلہ ہے اس لیے آب سرزمین میں نہایت دلچسپ شے لونی ندی ہے کہ کوہ ارابلی سے مغرب میں گر کر کتنی ہی شمالی حصے ریاست جودھپور کے عمدہ قطعات کی آب پاشی کرتی ہے اگرچہ کل ملک مارواڑ یعنی سرزمین آب کہلاتا ہے۔ مگر اصل میں یہ نام صرف اسی ملک کا ہے جو راٹھور نسل کے راجپوتوں کی تحت حکومت میں ہے۔ ارابلی کی بلندی بہت بڑی ہے جنوب مغرب میں سیلسیل پر پہاڑیاں بصورت سطح پھیلی ہوئی ہیں یہ میدان سے تین سو فٹ بلند ہے اور قرب و جوار کی چوٹیاں ہاتھی سو فٹ سے زیادہ بلند ہیں اربلی اور کوہ آبو کی ساخت قریب قریب ایک وضع کی ہے صرف اتنا فرق ہے کہ جنوب مشرق اربلی میں بہ کثرت اور ر... ذرہ زیادہ ملتا ہے اور کالا ...لی میں سفید سنگ مرمر ملتا ہے گھاٹ راؤ سے پانچ میل پر بھی ایک ناہموار سفید سنگ مرمر کی کان ہے

کوہ آبو

پہاڑ سروہی سے دس کوس پچھم کی طرف سطح سمندر سے پانچ ہزار فیٹ بلند۔ راجپوتانے

کے تمام پہاڑوں سے اونچا ہے۔ اسکی چڑھائی قریب تین کوس کے شمار کی جاتی ہے اس کی
اوپر عجیب قدرتی نظارہ ہے جس سے دل کو ایک بےنظیر خوشی اور تازگی حاصل ہوتی ہے جا بجا سرسبز
اور شاداب درخت قسم قسم کے خودرو خوشبودار پھول اور صاف شفاف پانی کے چشمے نظر آتے
ہیں ہوا ہمیشہ تازہ اور ٹھنڈی چلتی رہتی ہے یہاں تک کہ گرمیوں میں بھی گرم ہوا یا لو کبھی
نہیں چلتی۔ اس پہاڑ میں کیوڑہ کیتکی اور گلاب کے جنگل ہیں۔ چنبیلی اور موتی بکثرت پھولتی
ہے۔ دیلواڑہ میں جین دھرم کے کئی مندر بہت خوبصورت اور بیش قیمت بنے ہوئے ہیں جنکی نقاشی
اور نازک سنگتراشی اپنا نظیر نہیں رکھتی ان مندروں کے بیل بوٹوں اور تصویروں
کی تراش وخراش میں سنگتراشوں نے اپنی صناعی کے خوب خوب جوہر نمائیاں کی ہیں خصوصاً
مورتوں کے ناز و ادا نوک پلک بانکپن اور سینوں کے ابھار ظاہر کرنے میں تو کاریگروں نے
وہ اعجاز دکھایا ہے کہ جس کا کلمہ بڑے بڑے نازک خیال مصور اور شعرائے اہل دانش و بینش
پڑھتے ہیں ازانجملہ نیم ناتھ کے مندر میں ایک ایک طاق اور چھت کے گوشوں میں وہ وہ
نازک اور باریک سنگتراشی اور نقش کاری کی ہے کہ اسکی تعریف کرنے کے لیے بڑے بڑے
خلیق اللسان اور شیوا زبان شاعروں کو الفاظ اور استعارے نہیں ملتے۔ یہ مندر گجرات کے
دولتمند ساہوکاروں کے بنائے ہوئے ہیں ان میں جو مندر آدی ناتھ کا ہے اسکو سمت ۱۰۸۸ میں بمل شاہ
نے بنوایا تھا اور سمت ۱۳۷۹ میں اسکی مرمت ہوئی تھی اس مندر کے سبھا منڈپ میں خوب خوب کاریگری
پتھروں کے کھودنے اور مورتوں کے بنانے میں کی گئی ہے مگر نیم ناتھ کا مندر جسکو تیجپال
اور بسنت پال نے جو اہنل پور پاٹن کے راجہ بیر دھول باگھیلا کے وزیر تھے سمت ۱۲۸۷ تک بنایا ہے
قیمت اور صناعی میں سب سے بڑھ کر ہے اسکی تیاری میں اٹھارہ کروڑ روپیہ علاوہ چھپن لاکھ خرچ
صفائی زمین کے صرف ہوئے تھے اور عجیب یہ ہے کہ سفید سنگ مرمر جو کثرت سے یہاں کام آیا ہے
اسکی کھان مطلق اس پہاڑ میں نہیں ہے اور وہ غالباً دور دراز مقامات سے بصرف کثیر یہاں
آیا ہوگا۔ ان مندروں کے سوائے رکھب دیو سوامی اور پارسناتھ کے مندر بھی اچھی کاریگری کے ہیں مگر کام
ان کا سادہ ہے۔ اس پہاڑ پر سب سے آثار قدیم اور تاریخی نشانات بھی موجود ہیں ان یادگاروں
میں سب سے قدیم یادگاریں پرمار۔ انھوں کی ہیں جو اس پہاڑ کو اپنا مولد و مسکن سمجھکر

یہاں مرنا یا اوس کے واسطے مرنا پسند کرتے تھے اوس کے بعد سولنکھیوں کو اپنی یادگار چھوڑنے کا موقع ملا۔ پھر چوہان آئے اور میواڑ کے سیسودیوں نے بھی اپنی یادگاریں قایم کیں۔ بوجہ بودوباش اہل ہنود کے آبو پہاڑوں کا گرو سمجھا جاتا ہے اوسپر ایک روز برت کرنے سے انسان کے کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک سال وہاں رہنے سے نوع انسان کا گرو ہو جاتا ہے۔

سانبھر کی جھیل

راجپوتانہ میں قدرتی جھیل صرف سانبھر ہے۔ یہ جھیل جے پور و جودھپور کے علاقہ میں خطوط عرض بلد شمالی ۲۶ درجہ ۵۲ دقیقہ و ۲۷ درجہ اور خطوط طول بلد شرقی ۷۴ درجہ ۴۶ دقیقہ و ۷۵ درجہ ۱۸ دقیقہ کے درمیان واقع ہے۔ مشرق سے مغرب تک بائیس ۲۲ میل طول اور چھ میل عرض اور ۵۰ میل محیط ہے مگر وسعت اسکی موسم برسات کی ہے اسوقت پانی کی شوریت کم ہو جاتی ہے موسم گرما میں پانی بہت خشک ہو جاتا ہے اور نمک بکثرت جمتا ہے۔ نمک دھوپ میں رکھا جاتا ہے اور خشک و سخت ہو جاتا ہے۔ ابتدا میں سرخی آمیز ہوتا ہے آخیر میں بہت صاف اور خوش ذائقہ ہو جاتا ہے۔ اس جھیل میں نو لاکھ من سالانہ نمک پیدا ہوتا ہے۔ شروع زمانے میں چوہانوں اور پھر شیخاوتوں کے قبضے میں تھی اکبر کے عہد سے عالمگیر کے عہد تک بادشاہی خالصے میں رہی اور شاہ عالم اول کے عہد میں جس نے جے پور و جودھپور کو تھوڑے عرصے کے لیے ضبط کر لیا تھا سوائی جے سنگھ اور جیت سنگھ نے اپنے ملکوں کے ساتھ اس جھیل کو بھی چھین کر نصفا نصف بانٹ لیا شروع انیسویں صدی عیسوی میں نواب امیر خان نے اسپر اپنا تھانہ قائم کیا تھا جو سرکار انگریزی کا عہد نامہ ہونے کے بعد اوٹھا دیا گیا اوسوقت سے پھر دونوں ریاستوں کا اسپر مشترک قبضہ چلا آتا تھا لیکن اب سانبھر جھیل مدت سے سرکار انگریزی کا قبضہ و انتظام ہے۔ جس کے منافع کے عوض ریاستوں کو نقد روپیہ دیا جاتا ہے اس کے علاوہ اکثر رئیسوں کو ہرجانے کی بابت زر نقد دینا گوارا کر کے سرکار نے تمام جگہ سے نمک بننے کی کارروائی موقوف کرا دی ہے۔

راجپوتانے کا ریگستان

جنوب میں لونی ندی کے کنارے سے اور مشرق میں سرحد پنجاب والی سے ریگستان شروع ہوا ہے بیکانیر وجودھپور جیسلمیر ریگستان میں ہیں اور جسقدر مغرب کو بڑھتے ہیں اوسیقدر ریت کثرت سے آتا ہے اور پہاڑ بہت کم ہیں۔ البتہ جیسلمیر کے شمال میں ایک پہاڑ چٹی کے پتھروں کا مشرق سے مغرب میں واقع ہے۔ اصل میں یہاں سمندر تھا جنوبی راجپوتانہ کا پہاڑی سلسلہ جس سے اربلی پہاڑ اور میواڑ وغیرہ کی گھاٹیاں مراد ہے۔ زمین سے برآمد ہوا تو یہاں کی زمین کے بلند ہوجانے سے شمالی مغربی علاقے کا سمندر بحر ہند وغیرہ کی صورت میں تبدیل ہوگیا جس کا نشان تمام مارواڑ اور سندھ کا ریگستان بتلاتا ہے۔ بقول کرنل جان برک اسی سمندر کا جو کھاری پانی بعض مقامات سانبھر اور پچپدرہ وغیرہ کی گھاٹیوں میں باقی رہگیا وہی نمک بننے کا ذریعہ ہوا۔

ندیاں

چنبل راجپوتانے میں سب سے بڑی ندی چنبل ہے کہ وسط ہند سے قلعہ ہنگلاج گڑھ کے قریب اس ملک میں داخل ہوئی ہے کوٹہ اور بوندی کی ریاستوں کو علیحدہ کرکے یہ ندی جےپور قرولی ودھولپور اور ممالک سیندھیا کے سرحدی خط بنی ہے اس کا منبع مالوہ میں چھاؤنی مئو سے آٹھ میل جنوب مغرب میں ہے اور چھاؤنی مذکور سطح سمندر سے ۲۰۱۹ فٹ بلند ہے اول شمال کو رواں ہوتی ہے۔ کوہ بندھیاچل کا سلسلہ جہاں سے چنبل نکلی ہے جانا پاؤ کہلاتا ہے شہر کوٹہ کے نیچے چنبل بہت گہری ندی ہے کہ ہر موسم میں اس کا عبور بذریعہ کشتی ہوتا ہے اور شہر دھولپور کے نیچے جنوب مشرق میں گذری ہے اور اتصال بناس سے دریائے عظیم ہوگئی اور جانب راست جمنا میں شامل ہوتی ہے اس کا طول ۵۷۰ میل بشکل نصف دائرہ ہے اور قطر قریب قریب ۴۰۰ میل زیادہ تر تا وہ ناک ۳۳۰ میل کا ہے۔ پانی اس کثرت سے آتا ہے کہ اتصال جمنا پر چنبل موسم بارش میں بارہ گھنٹے کے اندر سات آٹھ فٹ چڑھ جاتا ہے۔ اسمیں کشتی رانی کبھی نہیں ہوتی سبب یہ کہ فی میل ڈھائی فٹ کا ڈھال ہے اس سے پانی بہت زور سے جاتا ہے اور نہ زمین کی پہاڑی ناہموار ہے۔

کالی سندھ۔ یہ ندی مالوے میں بندیاچل پہاڑ کے جنوب میں نکلی ہے اور کئی ندیاں اس میں شامل ہوکر نود ۲۲۵ میل طے کر کے جانب راست سے چنبل میں شامل ہوگئی ہے۔ اس ندی کا اثنائے راہ کوٹہ و ساگر عبور ہوتا ہے۔

آہو۔ مالوہ میں ایک چھوٹی ندی ہے اور شمالی سمت میں رواں ہوکر اور مجار سے شامل ہوکر گاگرون سے بجانب چپ کالی سندھ میں شامل ہوئی ہے اثنائے راہ نصف آباد ساگر بلواڑہ پر آہو کا عبور کیا جاتا ہے۔

امجار یہ بھی چھوٹی ندی ہے کہ کوہ مکندرہ میں گھاٹے سے بارہ میل مغرب میں نکلی ہے پچیس میل شمال مشرقی سمت میں اور بعد ازاں پندرہ میل جنوب مشرقی سمت میں بہکر اور مکندرہ کے جنوب مغربی گھاٹے سے گذر کر اتصال کالی سندھ سے بارہ میل پر نہر آہو میں شامل ہوئی ہے۔

نیوج موز سوگری و مگروہ سے نکلی ہے اس کا نام جمیری بھی ہے۔

تیج یہ ندی ملک مارواڑ میں نکلکر اور مشرقی رخ سے زیادہ سمت بوندی میں گذر کر بعد طے سو میل کے دریائے چمبل میں شامل ہوئی ہے۔

پاربتی مغربی مالوے میں بھی ایک پاربتی ندی ہے اس لیے اسے مغربی اور اسے مشرقی بولتے ہیں۔ بندیاچل پہاڑ کے شمال سمت سے قصبہ آشتہ کے جنوب میں ۱۲ میل پر نکلی ہے کل دوسو بیس ۲۲۰ میل کے طول میں بہکر جانب راست سے چمبل میں شامل ہوئی ہے۔ اس میں اثنائے راہ میں اور بھی برساتی پانی شامل ہوتے ہیں اور شاہ راہ کوٹہ و ساگر پر بمقام گنگاسن مونج سے ڈیڑھ سو میل اس کا عبور کرتے ہیں اوسکی دو شاخیں ایک املا کھیڑہ سے اور دوسری دولت پورہ سے نکل کر فرہری میں ملی ہے۔

بناس مشرقی کوہ اراولی کے سلسلے واقع میواڑ سے نکلی ہے ملک میواڑ میں ایکسو بیس ۱۲۰ میل کے فاصلہ تک بہتی ہے اور اسمیں جانب راست سے بیرچ اور جانب چپ کے کوٹھاسری شامل ہوئی ہیں شمال مشرقی سمت میں بہتی ہے۔ شہر ٹونگ پر منبع سے ۲۲۵

میل کے فاصلہ پر اس کا راستہ جنوب مشرق کو بدلا ہے پھر ان پہاڑوں سے جنمیں
قلعہ رنتھنبور ہے گذر کر بعد طے ۳۲۰ میل چمبل میں شامل ہوئی ہے۔

بیرطرح جسکو بیرس بھی کہتے ہیں سلسلۂ اراولی پہاڑ سے ملک میواڑ میں قصبہ گوگوندا کے
چند میل مغرب میں نکلی ہے اول شمال مشرق میں اور بعدہ جنوب مشرق میں بہتی ہے
اور اودے ساگر میں مغرب کیطرف سے داخل ہوتی ہے اور اوس کے جنوب مشرقی
گوپ سے نکلکر خصوص چتوڑ گڑھ تک زیادہ تر شمال مشرق میں بہتی ہے چنانچہ آگے
شمال کیطرف زیادہ رجوع ہوئی ہے اور جانب راست سے بناس میں شامل ہوئی ہے

گمبھیر۔ مالوہ میں قصبہ نیا سیرہ سے ۲۲ میل جنوب مغرب میں بیرطرح ندی میں شامل ہوئی

بان گنگا جسکو اتنگن بھی کہتے ہیں شمال مشرقی سرحد راج جے پور کے پہاڑوں میں
مقام نند کنڈ سے قریب قصبہ بیراٹھ کے نکلی ہے۔ فاصلۂ دراز تک تو صرف بطور برساتی نالے
کے بہتی جاتی ہے مگر بعد اسکے اسّی میل کے فاصلے پر قریب مان پور چھ سو گز عریض ہے۔ یہاں سے
ساٹھ میل پر اوسمیں گمبھیر جانب راست سے شامل ہوئی ہے اس موقع اتصال سے ۳۳
میل اور بعد اسکے ۱۷۳ میل پر اس سے سڑک آگرہ و گوالیار منقطع ہے۔ آخرکار یہ جانب
راست سے ۲۰ میل طے کرکے جمنا میں شامل ہوئی ہے یہ ندی صرف برسات میں بہت
زور سے بہتی ہے۔ گرمی میں خشک رہتی ہے اور ریت بکثرت ہو۔

لونی قصبہ پوہکر کے قریب اجمیر سے مغرب میں کوہ اراولی کی مغربی سمت سے نکلی ہے اور
بسبب شوریت پانی کے لونی یعنی نمکین نام پایا ہے۔ کوہ اراولی سے متوازی جنوب مغرب
کی طرف بہتی ہو اور راستے میں اس میں بہت سی ندیاں اور نالے شامل ہوتے ہیں
اسیطرح علاقہ جودھپور کے جنوب مشرقی زرخیز ملک میں رواں ہو کر بعد طے تین سو میل کے
کچھ کے رن میں شامل ہوئی ہے۔ اس کا طول ۳۲۰ میل ہے۔

سابرمتی یہ ندی قصبہ میرپور علاقہ اودیپور میں نکلی ہے اور دو سو میل جنوبی سمت میں بہکر
کر کے خلیج کھنبایت میں گری ہے۔

سلوکری یہ ندی مغربی سمت میں علاقہ گوڈوار اور جودھپور میں ۱۳۰ میل کا فاصلہ طے کرکے

اونی ندی میں شامل ہوئی ہے۔

بناس مغربی کوہ اراولی کی مغربی سمت میں حدود اودے پور گوڈوار علاقہ جودھپور میں شہر اودے پور سے چالیس میل شمال مغرب میں نکلی ہے اور ۱۸۰ میل جنوب مغربی سمت میں بہکر کچھ کے رن میں داخل ہوئی ہے ان کے سوا کوٹا سری، کھارسی، ڈولی، باندی، سپالی اور کائلی وغیرہ چھوٹی اور برساتی ندیاں اور بہت ہیں کہ ذکر انتظام ریاست کے ساتھ ان کا بیان اپنے موقع میں آویگا۔

ٹکشک جسے ٹاک بھی کہتے ہیں

ہندوستان پر جو لوگ اول حملہ آور ہوئے علی العموم بنام ٹکشک مشہور ہیں ان سے دیگر اقوام بطور شاخ نکلی ہیں۔ یہ لوگ تاتار کی طرف سے آئے تھے اور ہندوستان کے مختلف حصوں پر عزت پاچکے ہیں۔ ان کا آخری دورہ تھا جبکہ محمد شاہ تغلق کے عہد میں اوس کے بھتیجے فیروز جنگ نے سہارن نام ٹاک کی بہن کے ساتھ شادی کرکے مذہب اسلام اختیار کرنے پر اوس کو وجیہ الملک خطاب دیا۔ اوس کا بیٹا ظفرخان جو گجرات کا صوبہ دار کیا گیا تھا۔ دہلی کی سلطنت ضعیف ہونے پر خود مختار ہوکر مظفر شاہ خطاب سے گجرات کا بادشاہ بن گیا۔ اوس کے پوتے احمد شاہ اول نے قدیم دار الریاست انہل واڑہ کے عوض اپنے نام پر شہر احمد آباد تعمیر کرایا۔ راجپوتانہ میں ناگور ان کے ماتحت تھا اور میواڑ کے ساتھ اکثر ان کی لڑائیاں رہی ہیں۔ ان میں سے بہادر شاہ گجراتی نے اودے سنگھ کے بڑے بھائی رانا بکرماجیت کے وقت میں ایک بار قلعہ چتوڑ فتح کرلیا تھا۔ جو ہمایوں کے دباؤ سے واپس میواڑ والوں کے قبضے میں آیا۔ گجرات کی بادشاہی شہنشاہ اکبر کے عہد میں برباد ہوکر خالصہ دہلی میں شامل ہوگئی جس کے ماتحت سرداروں میں سے نواب پالن پور باقی رہ گئے ہیں اور اب اس خاندان کا کہیں پتہ نہیں لگتا۔ زبان سنسکرت میں لفظ ناگ و تکشک سانپ کے ہم معنے ہیں اور قدیم ہندوستان کا ناگ بنس تکشک کہلاتا ہے۔ جب سکندر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اوس کو بی ڈیاس پر ٹیکسلا اور ٹاک اقوام ملی تھیں۔ ابو الغازی نے لکھا ہے ٹاک خلف ترک یا ترکے کی ولدیت تھا۔ جس کو پورانوں میں ترشک لکھا ہے۔ اور چینی مورخوں کا ٹانگ ٹیک جس نے یونان کی بیکٹریا سلطنت کی تباہی میں اعانت کی اور اوس

ملک کا اپنے نام سے ترکستان نام رکھا وہی ہے اور تاجک نسل جو اس ملک میں پھیلی ہوئی ہے اوسکی تاریخ مفقود ہے۔ تک فلک کی اولاد میں معلوم ہوتی ہے یالی یعنی یوچیوں کے حروف کے کتبہ جات اطراف راجستان میں بہت ملتے ہیں اور نسل معروف تکشک و تاک کی اقوام مورے و پرمار وغیرہ کے حالات اونہیں پائے جاتے ہیں۔

راجپوتوں کے خاندانوں کا حال

ہندو کی ابتدائی چار قسموں میں سے دوسری قسم یعنی چھتریوں کی ایک شاخ راجپوت ہیں خاندان راجگان جیسے راج کل کہتے ہیں تعداد میں علی العموم چھتیس مشہور ہیں ہر ایک نسل کا گوترا چار یعنی قاعدہ خاندانی پیشہ رسمیات مخصوص و عقائد مذہبی و مسکن قدیم ہوتا ہے کرنل جیمس ٹاڈ نے تاتاری مورخ ابوالغازی اور پرانوں کے بیان کو مطابق کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ ابتدا میں اکثر لوگ مختصر لفظ اور کسی نشاندار چیز پر نام رکھا کرتے تھے جیسا کہ ایلا معنی زمین وغیرہ اکشواک کی بیٹی کا نام ہے۔ اسی طرح وہ بیان کرتا ہے کہ ایک ستارے نام منگل یعنی منگل (مریخ) ایک قدیم تاتاری سردار کا نام تھا جس کے بیٹے اوگز کی اولاد چھ شخص ہوئے اونہیں سے ایک کین یعنی سورج دوسرا آیو یعنی چاند اور باقی زمین پانی ہوا اور آگ کہے جاتے تھے۔ انھیں کی نسل میں سورج بنسی چاند بنسی اور اگنی کل کے چار چھتری یعنی پرمار۔ چوہان۔ سولنکھی و پڑہار پیدا ہوئیں ہونگی بلکہ چینی اور ترکستانی قومیں بھی انھیں کی رشتہ دار شمار ہوتی ہیں۔

دوسرے بیانات سے یہ پایا جاتا ہے کہ اول ہندوستان میں اکشواک نے جس کے کسی بزرگ کا نام سورج تھا۔ اپنا راج قائم کیا اور اوسکی اولاد سورج بنسی کہلائی۔ اس کے بعد بدھ جو کسی شخص چاند نامی کی اولاد میں تھا آیا اور اوس نے اکشواک کی بیٹی ایلا کو اپنی عورت بنا کر چاند بنسی نسل کو پھیلایا ان دونوں کے بہت عرصے پیچھے کئی قومیں یہاں تاتار کی طرف سے آئی کہیں اور اسی کے سبب راجپوتوں کی چھتیس قومیں تعداد میں گنی جاتی ہیں سورج بنسی خاندان ہمیشہ سبھوں کو بزرگ مانتا رہا لیکن چاند بنسی نسل کسی اور فرقے نے

کچھ عرصہ کے لیے بودھ مذہب اختیار کر لیا تھا جس کے سبب برہمنوں نے جو مذہبی مختار تھے اونکو ذات سے خارج کر دیا تھا۔ مگر پھر ضرورت کے باعث انھیں کے چار سردار یعنی قوم کے چار آدمی اگنی ہوتر یعنی ایک خاص پوجا کے ذریعہ سے جو کفارے کے طور پر کیجائے تعریف ہندوؤں میں شامل کر کے اُنکو چار اگنی کل یعنی آگ کی اولاد قرار دیا۔ ان چار خاندانوں کو ہندو مورخوں نے اگنی کل یعنی آتشی نسل قرار دیا ہے۔ (۱) پرمار (۲) پریہار (۳) چالوک جسے سولنکی کہتے ہیں (۴) چوہان۔ روسائے اگنی کل کے نہایت قدیمی کتبے پالی حروف میں جہاں کہیں بودھ مذہب تھا ملتے ہیں اُنکو خوشکاک کی نسل میں بتلاتے ہیں اسکی تصدیق اسطرح پر ہوتی ہے کہ اگنی کل وہی نسلیں جنھوں نے حضرت علیہ السلام سے دو صدی پیشتر ہندوستان کو فتح کیا تھا۔

اگنی کل کے چند رئیس مسلمانوں کی فتح کے وقت تک بودھ دھرم رکھتے تھے ابتدا میں صرف دو کل ایک سورج کل اور دوسرا چندر کل تھے اُنھیں چار اگنی کل شامل ہوکر سب چھ کل ہوگئے۔ وہ کل سورج اور چندر کاوں کی شاخیں ہیں۔ کل سے مراد نسل ہے۔

تنبیہ۔ راجپوت عمدہ انسانی پیدایش سے عار کرکے اس قدر اڑنے لگے کہ خود کو آسمانی اولاد قرار دیئے جانے بغیر انھوں نے صبر نہ کیا اور جن کا سلسلہ کہیں نا تمام رہا اُنھوں نے آگ پانی اور شیطان و سانپ وغیرہ کی نسل میں ہونے کو اپنا فخر سمجھا اس کا سبب یہی کہ جب اُنکو جا بجا پریشان پھرنے اور سابقہ حالات معلوم نہ رہنے سے جہالت نے گھیرا تو نئی جگہ صاحب اختیار ہونے پر اُنکے خوشامدی ثناخوان لوگوں نے جسطرح کا جوڑ توڑ بنا دیا اُسی کو انھوں نے قدیم ہونے کے خیال میں خوشی کے ساتھ مان لیا۔ روز بروز زمانے کے نیک و بد کی پہچان ہونے سے اصلیت خاندان کو نسل انسان میں ہی بہتر جانیں گے۔

سورج بنسی

اول سورج بنسی راجہ اشواک سے ستاون پشت میں بڑے نامور اجودھیا کے رجہ

رام چندر پیدا ہوئے جنکی لنکا پر چڑھائی اور وہاں کے راجہ راون کے ساتھ لڑائی مشہور ہے
انکی چھپن پیڑھی کے بعد راجہ سومتر کے مرجانے پر اس گھرانے کا دخل شمالی ہندوستان سے
اٹھ گیا۔ اسی راجہ تک گہلوت۔ اور کچھواہے اور راٹھور اپنے نسب نامے پہنچاتے ہیں اس
راجہ کا پرانوں کے اخیر کرسی نامے میں ذکر ہے۔ مہابھارت میں بھی اس سومتر کو راجہ
رام چندر کے بیٹے کش کی نسل میں لکھا ہے اسکی اولاد تمام سورج بنسی راجہ مانے جاتے ہیں
شمسو خاندانوں کی تفصیل ذیل میں دیکھو۔

(۱) گہلوت خاندان

یہ خاندان سورج بنسیوں میں سے اول تھا شہر اجودھیا جو ملک اودھ میں واقع ہے
ایک نامعلوم مدت دراز سے مہاراجہ بکرماجیت کے عہد تک سورج بنسیوں کا پایہ
تخت تھا گر بسبب غلبہ فتوحات ملک مہاراجہ موصوف کے اس خاندان کی سلطنت جاتی
رہی اور اسکی شاخیں منتشر ہو کر دوسرے ملکوں کو چلی گئیں انمیں سے ایک گجرات
میں آئی اور یہیں چار سو برس تک شہر بلبھی پور میں حکمران رہی۔ جہاں کا آخری راجہ سنہ
سمت ۵۰۰ (یعنی شروع چھٹی صدی عیسوی) میں دشمنوں کے (جنکو ایران کے بادشاہ
نوشیروان وغیرہ کی فوج یا گجرات کے وحشی باشندے گوجر وغیرہ خیال کیا گیا ہے)
ہاتھ سے مارا گیا اور اسکی راجدھانی بلبھی برباد ہوگئی صرف ایک رانی جو حمل سے تھی جان
بچا کر کوہ آبو کے قریب وجوار میں چھپ رہی۔ اسکے جو لڑکا پیدا ہوا اوس کا نام کیشوادت
رکھا گیا۔ (ریاست اودیپور کے نسب نامے کے موافق جو تلاش کے ساتھ کتبوں وغیرہ
سے تیار کیا گیا ہے گوہ کا نام یہاں غلط معلوم ہوتا ہے) کیشوادت اور اوس کے جانشینوں
نے دو سو برس کے قریب ایڈر میں راج کیا اوسوقت سروہی کا علاقہ بھی انکے قبضہ میں
رہا بعد اس کے ایک اور حملہ دشمنوں کا انپر ہوا اور وہ یہاں سے بھی نکالے گئے انمیں
سے آشادت نے جو کیشوادت کی چوتھی پشت میں تھا مقام اہاڑ یا آڑ واقع میواڑ میں
قیام کیا۔ جہاں سے یہ لوگ اہاڑیہ کہلائے۔ پھر اوسکی چوتھی پشت میں سے باپّے

شروع آٹھویں صدی عیسوی میں چتوڑ لیا جس کے بڑے بھائی گہلوت کے نام سے یہ نسل
گہلوت کہلائی باپا راول کی اولاد میں سے شروع چودھویں صدی عیسوی میں بڑے
بھائی ماہپ نے چتوڑ کی گدی سے محروم رہکر میواڑ کے جنوبی علاقے ڈونگر پور پر قبضہ کیا جسکی چھوٹی
شاخ میں سے شروع سولھویں صدی عیسوی میں پرتھوی راج کے چھوٹے بھائی جگمال نامی
کو بانسواڑہ کی علاحدہ ریاست ملی۔

(۲) سیسودیہ نسل

ماہپ کے چھوٹے بھائی راہپ نے بہادری سے اپنے بزرگوں کی راجدھانی چتوڑ کو دوبارہ
حاصل کیا اور منڈور واقع مارواڑ کے رانا موکل پرہار کو جو اوس کے خاندان کا دشمن تھا
گرفتار کرکے اُس کا رانا خطاب اپنے نام پر داخل کیا۔ راہپ نے ایک سیسودا گانوں
بساکر اُس میں رہنا اختیار کیا تھا۔ جہاں کہ اوس کو ایک سسّہ یعنی خرگوش شگون کے
طور شکار ہوا تھا اور ایک بیان ایسا بھی ہے کہ بیشتر راجپوت لوگ شراب سے بڑا پرہیز
رکھتے تھے اتفاقاً ایک سخت بیماری میں کسی طبیب نے رانا راہپ کو دوا کے شامل شراب دی
جس کا حال دریافت ہونے پر وہ رنج کے مارے گرم سیسہ نگل کر مر گیا۔ اس کے بعد چتوڑ کی
گدی پر بیٹھنے والوں کا خطاب راول کے عوض رانا ہوا اور اُنکی عام قوم سیسودیہ کہلائی
اور سیسودیہ خاندان گہلوت اور اہاریہ دونوں پر فائق ہوا اگرچہ اب ساری نسل سیسودیہ کہلاتی
ہے مگر کلون یعنی نسلوں میں گہلوت ہی شمار کیا جاتا ہے۔ خاص سیسودیہ نسل میں اودیپور اور
پرتاب گڑھ کے رئیس اور اہاریہ شاخ میں ڈونگر پور اور بانسواڑے والے ہیں۔
غرضکہ میواڑ والے رانا رام چندر کے دوسرے بیٹے کش کی نسل سے ہیں اور جنھوں نے اُنکو بڑے
بیٹے لَو کی اولاد مانکر لیا ہے لکھا ہے یہ درست نہیں کش کے سوا لَو کی اولاد بھاگوت وغیرہ
میں کہیں نہیں پائی جاتی اگر کش کا کوئی بیٹا لَو کے متبنّیٰ مانا جائے تو اوس کے لیے کوئی ثبوت
نہیں ملتا۔ گہلوت کل چوبیس شاخوں پر منقسم ہے منجملہ اُنکے چند موجود ہیں

(۳) راٹھور نسل

یہ لوگ بھی سورج بنسی سومتر تک اپنا نسب نامہ پہنچاتے ہیں مگر انکے بھاٹ اس بات کو
قبول نہیں کرتے اور ماں کیطرف سے ان میں نقص بیان کرتے ہیں اگرچہ واقعی
راجہ رام چندر کے بیٹے کش کی اولاد میں ہیں مگر کش بسبب نسل شمسی کی اولاد دختر
ہونے سے سمجھے جاتے ہیں۔ پس کش نیپ کی اولاد دیتے کی پیدایش سے ہوتا ہے۔
اون کا اجمد کی اولاد کش نپ نسل کے جانشین ہوکر بانی شہر قنوج ہونا عجب بلکہ بعض
مورخوں نے راٹھوروں کو کشیاپ نسل میں سے لکھا ہے اکثر مورخ پانچویں صدی عیسوی
سے انکا راج قنوج میں شروع ہونا بیان کرتے ہیں لیکن ایک چینی سیاح ہیون تسانگ جس نے
ساتویں صدی عیسوی میں ہندوستان کا سفر کیا ہے وہ اپنے سامنے گدھی پور یعنی قنوج
میں بیس راجپوتوں کا راج لکھتا ہے اب یہ تحقیق ہوگیا ہے کہ انکی حکومت وہاں پہنچی
گیارھویں صدی عیسوی میں ہوئی اور ۱۱۹۵ء میں شہاب الدین محمد غوری کے
ہاتھ سے جو دو برس پہلے راجہ پرتھی راج چوہان کو قتل اور اوس کا ملک ضبط کرچکا
تھا قنوج کی ریاست برباد ہوئی اور وہاں کے آخری راجہ جے چندر کے دریائے گنگا
میں غرق ہونے کے بعد اوس کے پڑپوتے شیوجی نے مروستھل یعنی سرزمین بے آب
یعنی مارواڑ میں درمیانی تیرھویں صدی عیسوی میں پناہ لی اور اوسکی اولاد میں سے آخر
چودھویں صدی عیسوی میں راو چونڈا نے منڈور کے پرہیار راجپوتوں کو نکالکر وہاں
اپنا قبضہ حاصل کیا جس کے بعد وہ راجپوتانے کے رئیسوں میں شمار ہوئے۔ انھیں کی شاخ میں
ایدر واقع گجرات کے رئیس ہیں۔ درمیانی پندرھویں صدی عیسوی میں منڈور کے عوض
راو جودھا نے اپنے نام پر راجدھانی جودھپور کو آباد کیا اور اوس کے ایک بیٹے
بیکا نے شمالی بیکانیر میں حکومت جمانے بعد شہر بیکانیر بسا کر جدا ریاست قائم کی
شروع سترھویں صدی عیسوی میں جودھپور کے راجہ اودے سنگھ کے ایک بیٹے کو جہانگیر
شہنشاہ ہندوستان نے ضلع اجمیر میں سے علیحدہ جاگیر دی جہاں اوس نے اپنے
نام پر شہر کشن گڑھ بسا کر راجدھانی بنایا درمیانی سترھویں صدی عیسوی شاہ جہان

شہنشاہ نے راجہ اودے سنگھ کے ایک پوتے رتن سنگھ کو صوبہ مالوہ میں سے جاگیر عنایت کی تھی اوس نے وہاں رتلام شہر آباد کیا جو ابتک اوسکی اولاد کے قبضے میں چلا آتا ہے۔ راٹھوروں کی چوبیس شاخیں ہیں لفظ راٹھور اصل میں راشٹر تھا جس کے معنی سنسکرت میں پیٹھ کی ہڈی کے ہیں اس کا قصہ اس طرح پر مشہور ہے کہ ان لوگوں کے بزرگوں میں سے کوئی شخص اولاد کی امید پر کسی کامل رشی کے پاس گیا جس نے اسکو ایک ایسا پانی عنایت کیا جسکو پینے سے اولاد پیدا ہو راجپوت نے وہ پانی پی لیا لیکن جنگل میں وہ اپنی بیوی سے دور تھا اس لیے خود اوس کے پیٹ میں بچہ حمل رہ گیا معمولی میعاد گذرنے پر اوسکی پیٹ کی ہڈی یعنی راشٹر چیر کر بچہ نکالا گیا جسکی نسل راٹھور مشہور ہوئی۔

(۴) کشواہہ یا کچھواہہ

رام چندر کے بیٹے کش سے کشواہہ (کچھواہہ) نسل پیدا ہوئی جن کا سلسلہ سومتر تک جا ملتا ہے۔ کوسلہ یعنی اجودھیا سے دو خاندانوں نے نقل وطن کیا تھا ایک نے سون ندی پر روہتاس آباد کیا۔ دوسرے نے کوہاری ندی کے نالوں پر بمقام لاہر سکونت اختیار کی کچھ عرصہ بعد انہوں نے قلعہ نرور تعمیر کیا جو مشہور راجہ نل کا مسکن تھا۔ درمیانی دسویں صدی عیسوی میں اس نسل میں سے دلہا رائے نرور سے خارج ہوکر راجور کے قدیم باشندگان قوم مینہ و بڈگوجر راجپوتوں کو بے دخل کرکے آنبیر کی ریاست قائم کی بارھویں صدی میں کچھواہہ راجپوت دہلی کے چوہان بادشاہ کے امرا میں داخل تھے اور درمیانی سولھویں صدی عیسوی میں شہنشاہ اکبر کے عہد سے کچھواہے بہت بڑھ گئے۔ راجہ بہارمل کے بیٹے اور پوتے بھگوان داس اور مان سنگھ بڑے کارگذار نکلے جنہوں نے آنبیر کی ریاست کو میواڑ اور مارواڑ کے موافق اول درجے پر پہنچایا۔ شروع اٹھارھویں صدی میں جبکہ مغلیہ سلطنت ضعیف ہوگئی تھی مہاراجہ سوائی جی سنگھ نے ریاست کو بڑھایا اور آنبیر کے عوض راجپوتانہ بلکہ تمام ہندوستان میں بے نظیر خوبصورت شہر جے پور بسا کر راجدھانی قرار دیا کچھواہوں کی نرور کی شاخ میں سے درمیانی اٹھارھویں صدی عیسوی میں راؤ پرتاپ سنگھ نے

بہادری کے ساتھ جیپور اور بھرت پور نواقد دبا کر علیحدہ ریاست الور کی بنیاد ڈالی جو کہ اوسکی اولاد کے قبضے میں ابتک قائم ہے نرور کا کچھواہہ خاندان تو آخری اٹھارہویں صدی عیسوی میں مرہٹوں کے ہاتھ سے تباہ ہوگیا لیکن جیپور اور الور دو خود مختار ریاستیں اس وقت تک باقی ہیں۔

چندر بنسی

اول چندر بنسی راجہ یودہا کے پرپوتے یہاتی کے تین بیٹوں میں سے ایک کا نام یدو تھا جسکی اولاد یادو یا جادو کہلاتی ہے شری کرشن اور بلرام دو بھائی مہابھارت کے وقت اسی نسل میں سے تھے۔ شری کرشن کے مارے جانے کے بعد جب بھیلوں نے حملہ کیا تھا جب یودھشٹر اور بلدیو دہلی اور دوارکا سے کہ انکے مقامات حکومت تھے نکالے گئے تو ملتان ہوکر سندھ کے پار چلے گئے۔ چنانچہ وہ دونوں مفقود الخبر ہوگئے مگر پسران کرشن جو انکے ساتھ گئے تھے سندھ کا عبور کرکے خراسان چلے گئے جہاں اونمیں سے ایک شخص نے سمرقند یا سمیر وکھنڈ اور گیج نامی نے غزنی کو آباد کیا پھر وہاں سے انکو کسی یونانی حاکم یا مسلمانوں کے دباؤ سے پنجاب میں واپس آنا پڑا وہاں سے بھی نکالے جانے بعد وہ ستلج ندی اتر کر راجپوتانے کے مغربی ریگستان میں درمیانی آٹھویں صدی عیسوی کے قریب آبسے جہاں سے اونھوں نے بھیلی قوموں کو نکالکر جیسلمیر آباد کیا اور وہ ابتک کرشن کی عزت دار اولاد کا دار الحکومت سمجھا جاتا ہے۔ خراسان سے واپس آنے والے شخص کا نام بھاٹی تھا اس لیے یادو خاندان کی ایک شاخ کا نام بھاٹی ہوگیا جیسا کہ ہر قوم میں ایسی بہت الفاظ کے سبب ہوجایا کرتا ہے۔ بھاٹیوں کی حکومت پہلے بہت بڑی تھی راٹھوروں کے دبانے سے کم رہ گئی ہے۔ کہتے ہیں بٹنیر جو اب ریاست بیکانیر کا حصہ ہے بھاٹیوں کی آبادی کی وجہ سے اس لیے یہ نام پایا۔ مردم شماری کے قدیم جغرافیہ کے بموجب شمالی حصے کا نام بیر ہے اور جب بھاٹیوں کی چند شاخوں نے مذہب اسلام اختیار کیا تو تمیز کے واسطے اپنی قوم کے نام سے الف محذوف کردیا کہ اس طرح بھٹ اور بیر ملکے بھٹ بیر ہوگیا۔ یادو نسل کی آٹھ بڑی شاخیں ہیں جنمیں جیسلمیر کو

بھاٹی۔ قرولی کو یادو کچھ بھج کو جاریجہ اور سندھ کے نو مسلم جاگیرداروں کو سمّہ کہا جاتا ہے یادو خاندان کے بعض لوگ متھرا کے پاس سے کہیں نہیں گئے تھے شروع میں وہ بیانہ پر قابض رہے وہاں سے نکالے جانے کے بعد قرولی میں جا رہے جہاں سندھیا کے ہاتھ سے بچکر اب تک حکومت کرتے ہیں۔ مرہٹوں کے بعض سردار اسی نسل میں سے سمجھے جاتے ہیں۔

اگنی بنسی

چار خاندانوں کو اگنی کل یعنی آتشی نسل قرار دیا جاتا ہے اور سب سے علیحدہ آگ کی پیدائش بتایا ہے جنگ عظیم مہابھارت کے بعد جیسے قدیم راجگان سورج بنسی و چندر بنسی وغیرہ قریباً تمام کے نیست و نابود ہو گئے تھے بودھ مذہب کے ہندوستان میں پھیل جانے اور کروڑوں لوگوں کے ناستک دستگر ہو جانے سے لوگ خوف کھانے لگے۔ اس زمانے سے تقریباً ڈھائی ہزار برس پیشتر وششٹ منی نے آبو پہاڑ کے اوپر ہوم کرکے اگنی کنڈ سے پنوار، پریہار، سولنکھی اور چوہان نام چار راجپوتوں کو پیدا کیا انہوں نے بودھ مذہب اور ناستک ماننے والوں کو جو اکثر رذیل خاندانوں یا اقوام غیر مثل ترکستان تکشک ناگ اور یون وغیرہ کے تھے لڑائیوں میں مغلوب کر کے ویدک دھرم کو پھر اس کے اصلی مرکز اور برہمنوں کو دوبارہ انکے مذہبی منصبوں کے اوپر قائم کیا یہ ایک قصے کی بات ہے لیکن تاریخ والوں نے انکو ایک نئی شمالی قوم یا قدیم باشندوں میں سے خیال کیا ہے جو بودھ لوگوں سے مقابلے کی ضرورت کے سبب آگ کی پوجا کے ذریعہ سے راجپوتوں میں شامل کیے گئے۔

پرمار یا پنوار

پرمار خاندان میں سنہ عیسوی سے ستاون برس پہلے راجہ بکرماجیت مقام اجین مالوہ میں بڑا نامی گذرا ہے اس وقت پرماروں کی کوئی خود مختار ریاست موجود نہیں ہے جو اس خاندان میں ہونے کا ثبوت رکھتی ہو۔ پرمار قوم کی ۳۵ شاخیں ہوئی ہیں اور اکثر نے انہیں سے بڑے ملکوں پر راج کیا ہے قدیم منقولہ ہے کہ دنیا پرماروں کی ہے اگرچہ

پرماروں کا خاندان انہل واڑہ کے سولنکی راجگان کی برابر دولت مند اور جوہالی کے برابر باعمل کبھی نہیں ہوا مگر انکی سلطنت دونوں سے وسیع تر تھی اور زیادہ استقلال پا گئی تھی اور پرمار ویسے کہ انکی کل چوں سب سے اخیر اور کمتر ہیں بہر صورت فائق تھے کہ آج تک آنکو اپنے تحت میں خراج گذار رکھا ہے پنوار ونمیں مثل بکرم اور بھوج کے ایسے بڑے اور بے نظیر اور لاثانی راجہ مہاراجہ ہوئے ہیں جو اس قوم کے لیے ہمیشہ موجب فخر ہیں میواڑ میں مانڈھاتا پنوار بڑا فیاض اور مشہور ہوا ہے جس نے کئی لاکھ بیگہ زمین برہمنوں کو خیرات کردی اور مارواڑ میں دھرنی باراہ پنوار بہت نامی ہو گذرا ہے جس نے کل ملک نو حصہ کرکے اپنے نو بھائیوں کو مع ایک ایک سنگین قلعہ کے بانٹ دیا تھا کہ اس وقت نو کوٹی مارواڑ مشہور ہے۔ انکی حدود دارالحکومتیں حسب تفصیل ذیل تھیں۔

(۱) مہیشر (۲) دھار (۳) منڈو (۴) اجین (۵) چندربھاگا (۶) چتوڑ (۷) آبو (۸) چندراوتی (۹) موسیانہ (۱۰) پرماوتی (۱۱) امرکوٹ (۱۲) بیکھر (۱۳) لودروہ (۱۴) پٹن انمیں سے بعض کو انھوں نے فتح کیا تھا اور بعض کو آباد کیا تھا۔

پرماروں کی ۳۵ شاخیں ہیں ذیل مقدم ہے کہ اس شاخ کے رئیس چندراوتی واقع دامن کوہ ارابلی کے حکمران رہے ہیں چندراوتی کے پرمار راجہ بھوج کی اولاد سے تو درکنار بکرم کی اولاد سے نہ پایا ہوں اب ہمکو یہ بیان کرنا چاہیے کہ چندراوتی کب ویران ہوئی اس کا ابھی کوئی صحیح پتہ نہیں ملتا مگر البتہ اتنے ہیں کہ جب محمود غزنوی گجرات کو جاتا تھا تو اول وہ اجمیر کے دیرانی اور اجمیر کو خراب کرکے مارواڑ کی طرف روانہ ہوا مارواڑ اور میواڑ اور چندراوتی کے رئیس آبو کے پاس جمع ہوئے محمود نے نا ڈول کو ویران کرکے ان رئیسوں کے اوپر دھاوا کیا اور انکو شکست فاش دیکر کے آبو کے اوپر چڑھ گئے اور محمود نے چندراوتی لوٹ کر بہت مال اور دولت ہاتھ لیا اور وہاں سے گجرات کی طرف روانہ ہوا اس دن سے چندراوتی غارت ہوئی اور پھر کبھی مثل سابق کے آباد نہ ہوئی دو سو برس کے بعد قطب الدین ایبک نے بھی حملہ کیا اور لوٹ کھسوٹ کر تمام شہر کو برباد کردیا۔

بجولیا کا راو جو رانا کی میواڑ کے سولہ سرداروں میں سے ہے اور میواڑ کا ماتحت سردار ہے

پنواروں کی نسل کا عزت دار یادگار باقی رہا ہے مالوہ میں اوسٹ واڑہ وغیرہ کئی جاگیردار اس نسل کے ہیں اور اکثر دریائے سندھ پار مسلمان ہو گئے ہیں اگرچہ دھارا اور دیواس وغیرہ کے رئیس پنوار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن مرہٹوں کے ساتھ رشتہ داری پیدا کر لینے کے سبب راجپوت لوگ ان کو علیحدہ سمجھتے ہیں

چوہان

آتشی پیدائش میں سب سے زیادہ بہادر چوہان ہیں۔ بلکہ کل راجپوتوں سے انکی دلیری و جوانمردی فائق ہے اگرچہ راٹھور بہت بہادری کا دم بھرتے ہیں۔ مگر چوہان ان سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔ چوہان کے کرسی نامے میں اہل سے جس کو انکی پال کہتے ہیں اٹھ بکرماجیت سے ۶۵۰ سال قبل ہوا ہے۔ پرتھی راج تک انتالیس پشتیں لکھی ہیں۔ مگر یہ سلسلہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ ان کی پیدائش بکرماجیت سے صدہا سال پیشتر ہوئی بتلاتے ہیں۔ پس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ تکشک نسل میں سے ابتدائی زمانے میں ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تھے چوہانوں کے نامور راجہ اجے پال نے اجمیر آباد کیا تھا۔ اجمیر میں بڑے بڑے چوہان راجہ اور مہاراجہ مثل بیسل دیو اور پرتھی راج وغیرہ کے ہوئے جنکی فتوحات کا سلسلہ شمال میں دہلی تک اور دکن میں گجرات تک پہنچا۔ تا وقتیکہ پرتھی راج نے دہلی کو منتقل دار الحکومت کر کے اپنا آخرین عظمت و جلال حاصل کیا چوہانوں کی حکومت کے یہی دو بڑے مقامات تھے۔

سب سے اول مانک رائے چوہان پر جسکی اولاد سانبھری راؤ کہلاتی ہے کیونکہ اس مانک کی جھیل پر قصبہ سانبھر آباد کیا تھا قاسم (؟) جو ولید کا سپہ سالار تھا اول صدی کے اختتام پر حملہ کیا اور دوسرا حملہ چوتھی صدی میں ہوا۔ اس مقابلے میں اودے دت پرمار چوہانوں کا مددگار تھا۔ چونکہ اس کی وفات ۱۰۹۶ء میں تحقیق ہوئی ہے یہ احتمال ہے محمود غزنوی سے جو جھے بادشاہ مودود کے مقابلے کے واسطے ہوا تھا اور اسی فتح کا ذکر دہلی کی قدیمی لوہے کی لاٹھ کے کتبے پر ہے۔ یہ لاٹھ پہلے نگمبود واقع لب دریائے جمنا دہلی سے چند میل فرد تر تھی پھر وہاں سے مقام حال پر رکھی گئی۔ اس لاٹھ کا کتبہ بیسل دیو سے شروع ہو کر خاتمہ اس کا پر تھی

واج چوہان پر ہوا ہے بیسل دیو ۶۴ برس زندہ رہا اور وہ دہلی کے تنور راجہ جے پال کا ہم زمانہ تھا اور آخر کار اس نے مذہب اسلام قبول کرلیا تھا۔ بیسل دیو اہنل سے دسویں پشت میں بتایا جاتا ہے بعض لوگ یہ بات کہتے ہیں کہ سلطان معزالدین محمد بن سام نے جس نے رائے پتھورا کا بت خانہ توڑ کر مسجد قوۃ الاسلام بنائی تھی اور جس کا ایک مینار قطب صاحب کی لاٹھ مشہور ہے، اس لوہے کی لاٹھ کو بطور نشان کے لگایا تھا۔ چوہانوں کی چوبیس شاخیں ہوئی ہیں۔ ان میں سے بوندی اور کوٹے کے رئیس ہاڑے کہلاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ایک بزرگ استپال کی پیدائش ہاڑ یعنی ہڈیوں سے قصے کے طور پر مانی گئی ہے۔ مغل بادشاہوں کے ماتحت بڑے بہادر کارگزار تھے درمیانی چودھویں صدی عیسوی میں انھوں نے میواڑ کی مدد سے بوندی پر قبضہ کیا اور درمیانی سولھویں صدی عیسوی میں میواڑ کی اطاعت چھوڑ کر اکبر بادشاہ کی ماتحتی قبول کی۔ درمیانی سترھویں صدی عیسوی میں شاہ جہان نے بوندی کا ایک پرگنہ جدا کر کے بطور جاگیر اپنی طرف سے دیکر کوٹے کی علیحدہ ریاست بنائی۔ ضعیف العمر شاہ جہان شہنشاہ کے بڑے بیٹے دارا شکوہ کی رفاقت میں بمقابلہ اورنگ زیب کے چھ بھائیوں نے جان دی مگر انمیں سے صرف ایک اتفاقاً جانبر ہوگیا۔ درمیانی انیسویں صدی عیسوی میں سرکار انگریزی کے حکم سے جھالراپاٹن کے لئے تہائی علاقہ تقسیم ہوا۔

چوہانوں میں سے ایک شاخ دیوڑہ بھی ہے جنکے بزرگوں میں سے دیو راج نامی نے آخر چودھویں صدی عیسوی میں پرمار راجپوتوں سے آبو کا قلعہ لے لیا تھا اسکی اولاد اب ریاست سروہی پر قابض ہے راجپوتانہ میں ان تین خودمختار ریاستوں کے سوا چوہانوں کی پوربیہ شاخ میں اول درجے کے تین سردار بیدلہ۔ کوٹھاریہ اور پارسولی میواڑ کے ماتحت جاگیردار ہیں۔ اکثر چوہان لوگوں نے زمین نہ دینے کی غرض سے مذہب اسلام اختیار کرلیا ہے۔

اول شخص جس نے جاگیر کے عوض اپنا مذہب تبدیل کیا۔ پرتھی راج

کا بھتیجا الشیر داس تھا۔ قائم خانی وغیرہ کئی شاخیں بھی چوہانوں میں سے مسلمان ہو گئی ہیں جو شیخاواٹی کیطرف زیادہ آباد ہیں۔ ٹاڈ صاحب کہتا ہے کہ یہ تبدیل مذہب کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ منو کے قانون میں زمین کے واسطے ہر چیز دینی روا لکھی ہے۔

فائدہ۔ ان چوہانوں میں سے اوسوال مہاجن نکلے ہیں۔

سولنکھی جنھیں چالک بھی کہتے ہیں

بھاٹوں کی روایت کے بموجب سولنکھی قبل اس کے کہ راٹھوڑ قنوج پر قابض ہوئے مشہور شہر لب دریائے گنگ کے راجہ تھے۔ اس خاندان کے لوگ۔ لاہور دکھن اور گجرات میں زبردست راجہ رہے ہیں۔ ان میں سے مولراج نے انہل واڑہ میں اٹھاون برس حکومت کی اس کے پسر چاونڈ رائے کے عہد حکومت میں محمود غزنوی انہلواڑہ پر حملہ آور ہوا اور اسکی دولت سے چند مکانات بطور یادگار فتوحات خود تعمیر کئے منجملہ ان کے ایک تعمیر بنام بہادرعروس بہشتی ایسی عمدہ تھی کہ اس کی عظمت کو انسان کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے شاید کوئی پہنچ سکے۔ مسلمان مورخوں نے دولت منفردہ کی تعداد نہایت کثیر لکھی ہے بعد معاودت محمود کے انہل واڑہ میں پھر وہی رونق ہوئی۔ اور سدھ رائے جے سنگھ کہ بانی ریاست سے ساتویں پشت میں تھا۔ پھر فرماں روا ہو کر کرناٹک سے دامن کوہ ہمالیہ تک بائیس ریاستیں اس کے تحت حکومت ہو گئیں لیکن پرتھی راج چوہان سے مخالفت کر کے سدھ رائے جے سنگھ سولنکھی کا بیٹا راج سے محروم رکھا گیا۔ اور کمار پال چوہان انہل واڑے کی گدی پر بیٹھایا گیا۔ سدھ رائے اور کمار پال دونوں بودھ مذہب کے معتقد تھے ان کے زمانے کی تعمیرات صنعت و عظمت میں تعریف کے لائق ہیں کمار پال کے جانشین بالو مالدیو کی ریاست تیرھویں صدی عیسوی میں شہاب الدین غوری کی فوج سے غارت ہوئی۔ یہ خاندان ختم ہوا لیکن سدھ رائے کی اولاد میں سے نیا خاندان بسیلدیو سے قائم ہوا۔ اور مسلمانوں کے

ہاتھ سے جو نقصانات نمایاں ہوئے تھے انکا دفعیہ ہوتا گیا۔ اور سند سومنات نے
دوبارہ رونق پائی۔ چوتھے راجہ کہیل کرن کے وقت میں علاؤالدین محمد شاہ خلجی نے
انہلواڑہ کو دوبارہ اجاڑ دیا۔ سنہ ... واقعہ کو سومنات کے مندر کو اسلامی قربان گاہ قرار دیکے
ایک مسلمان درویش مستقر کیا جو دعا کی سورتوں کو ... کر دیا۔ انہلواڑے
کی فصیل مسمار ہوکر بنیاد کھودی گئی۔ اور قدیم اندرون کے کھنڈرات سے کچھ ہی ... سولنکھی
نسل کے باقی ماندہ لوگ ملک میں ہر طرف پریشان پھرتے رہے اور ... اب ... کے
سرپرست رہے ان میں سے ایک شاخ باگھیلا ہے جو ... باگھیلا ... راٹھور کی
اولاد میں سے ہے ملک کے ایک حصے پر قبضہ کیا جو باگھیل کھنڈ کے نام ... ہے
مہاراجہ ریوان اسی نسل سے خودمختار رئیس ہیں اور اس خاندان ... باگھیلا ریاست میں
اور ایک روپ نگر کا ٹھاکر میواڑ کے ماتحت دوسرے ... کے جاگیردار ... شامل
جو خاص سدھ راج کی اولاد میں ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ سولنکھی کی سولہ ہی شاخیں
ہیں جنہیں سے اکثر راجپوتانہ وغیرہ میں بستے ہیں اور کسقدر سندھ ... مسلمان ہوگئے ہیں۔

پرہار یا پرھیار

پرہار لوگ اگنی بنسیوں میں کمنام ہو رہے ہیں۔ یہ ہمیشہ دہلی کے تنور اور اجمیر کے
چوہان راجاؤں کے تابع رہے ایک دفعہ راجہ پرتھی راج کی اطاعت سے پرہار کے راجہ
ناہر راؤ نے نکلنا چاہا۔ اور اسکا مقابلہ کیا۔ اگرچہ وہ کامیاب نہ ہوا۔ مگر اس کے نام کے ساتھ
کوہ اراولی کا ایک گھاٹ جہاں معرکہ ہوا تھا۔ مشہور ہوگیا ہے۔ منڈاور (منڈور) پرہاروں کا
دارالحکومت اور مارواڑ کا مقدم شہر تھا جو جودھپور سے پانچ میل شمال میں ہے۔ اور جنھوں
نے راٹھوروں کو قنوج سے خارج ہونے کے بعد اپنے ملک میں پناہ دی تھی مگر راٹھوروں
نے اس کا بدلہ دغابازی سے کیا یعنی چونڈا نامی راٹھور نے آخر چودھویں صدی عیسوی پر
پرہاروں کو نکال کر منڈور پر قبضہ کر لیا۔ میواڑ کے راجاؤں نے پرہاروں کو پہلے ہی سے
کمزور کر دیا تھا۔ ان کا اکثر علاقہ دبا کر رانا کا خطاب جو سابقاً صرف انہیں کو حاصل
تھا چھین کر اپنے خاندان میں جاری کیا۔ پرہاروں کی بارہ شاخیں ہیں۔ مگر کوئی خودمختار

ریاست نہیں رکھتی۔ راجپوتانہ کے متفرق مقامات پر رعایا کے طور پر آباد ہیں موقع اتصال
کوہاری سندھ اور چمبل پر ان لوگوں کی ایک آبادی ہے کہ علاقہ تنگہ جات واقع
نالوں کے چوبیس دیہات میں بستے ہیں۔ یہ برائے نام مہاراجہ سیندھیا کے تحت
حکومت تھے۔ وقت اجرائے سررشتہ انتظام ٹھگی ڈکیتی بنظر حفظ امن و عافیت ممالک
لب دریائے چمبل دیہات مذکور علاقہ انگریزی میں داخل کئے گئے۔

متفرق راجپوت قومیں

تنور قدیم مشہور قوم ہے جسکو بعض لوگ یادو کی شاخ اور بعض علیحدہ کہتے ہیں لیکن
صحیح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پانڈوؤں سے نکلے ہیں بکرماجیت جس کا سمت قبل عیسوی
سن سے چھپن برس پیشتر شروع ہوا ہے اس خاندان سے تھا ان میں سے
آخری راجہ اننگ پال تنور جس کے پہلے بیس راجہ دہلی میں ہو چکے تھے سمت ۱۲۲۰
مطابق سنہ ۱۱۶۴ء میں لاولد تھا اس لئے اپنے نواسے پرتھی راج چوہان کو گود لیا جس
سے تنور خاندان کا راج اجمیر کے چوہانوں میں شامل ہوگیا۔ اب انکی کوئی خودمختار
ریاست نہیں ہے صرف نورپور وغیرہ کے جاگیردار پنجاب میں انگریزی وظیفہ خوار ہیں
جن کے بزرگوں میں سے راجہ باسو وغیرہ نے شاہ جہان کے عہد میں کئی بار اطاعت
و سرکشی کی تھی۔

اب تنوروں کی صرف دو ریاستیں ہیں ایک تنور گڈھ کنارہ راست دریائے
چمبل پر جہاں اس کا جمنا سے اتصال ہوا ہے دوسری پاٹن تورا والی علاقہ جیپور جس کا
رئیس راجگان دہلی کے خاندان سے قربت کا دعویٰ کرتا ہے۔

چاورا یا چورا کسی وقت میں یہ قوم نامور تھی اب برائے نام رہ گئی ہے اور وہ بھی
صرف بھاٹوں کی کتابوں میں اس کی اصل کا کچھ حال معلوم نہیں نہ سورج بنسی نسل
سے ہے اور نہ چندر بنسی پس خیال ہے کہ سیتھیا نسل میں سے ہیں جو ہندستان
کی قدیم آنے والی قوم ہے اگرچہ یہ لوگ غیر ملک کے ہیں۔ لیکن بہت قدیم زمانہ میں آکر

رہے ہون گے کیونکہ ان کے اکثر اشخاص کی میواڑ کے سورج بنسی رئیسون سے
جس زمانے مین والئی میواڑ ولبھی کے مالک تھے۔ رشتہ داری ہوئی ہے انکا دارالحکومت
پہلے دیو بندر ساحل سوراشٹر (جسے سیارشترہ بھی لکھتے ہین اور بعد کو کاٹیاواڑ
کہلایا) ہوا۔ ہنود یقین کرتے ہین کہ دیو کے رئیس نے بجری چوری اختیار کی تو سمندر
کے ذریعہ سے اُسپر یہ آفت نازل ہوئی کہ اُسکا دارالریاست دریا برد ہو گیا۔ اور تحقیق
سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ یہ کل ساحل بہت پست ہے۔ اسلئے سمندر نے چڑھ کر
اسکی دارالریاست کو غرق کر دیا اور شاید ایسا ہوا ہو کہ عرب کے لوگون نے جو اُس ملک
مین تجارت کرتے تھے اپنے جہازون کی غارتگری کی علت مین اُن کو تنگ کر
نکالدیا ہو۔ چنانچہ اسکی تصدیق تاریخ میواڑ سے ہوتی ہے کہ وہان کے رئیس نے چورا
راجپوتون کو برا عظم اور جزیرہ تھا سوراشٹر مین جہان سے وہ نکالے گئے تھے پھر قایم کیا پھر دوبارہ
آٹھوین صدی عیسوی مین انہل واڑہ پٹن کی بنیاد قایم کی۔ کتاب کہیان راسہ سے یہ
بھی تحقیق ہوا ہے کہ قلعہ چیتوڑ پر مسلمانون نے اوّل حملہ کیا تو اسکے مقابلے مین قوم چورا کے سرگروہ
چانشنسی نے والی میواڑ کو بہت مدد دی تھی۔

تحریر فرشتہ سے معلوم ہوا کہ محمود غزنوی نے سوراشٹر
پر حملہ کرکے آخر دسوین صدی عیسوی مین اسکی دارالحکومت انہل واڑہ کو فتح کیا تھا اسکے
رئیس کو بھی خارج کرکے بجائے اُسکے خاندان سابقہ سے کہ قدامت و حسب نسب مین مشہور
تھا۔ ایک شخص کو مسند نشین کیا۔ اب خاندان چورا مین کوئی بڑا رئیس نہین ہے صرف
مانسہ وغیرہ چھوٹے جاگیردار گجرات مین باقی ہین۔ لیکن باوصف انکی مفلسی و بیقدری
کے اب تک سورج بنسیون کیساتھ رشتہ داری کے لایق سمجھے جاتے ہین۔ چنانچہ
رانا سردار سنگھ کی والدہ کسی چھوٹے سے چورا سردار کی بیٹی تھی۔

جھالا یہ لوگ کاٹھیاواڑ کے رہنے والے ہین۔ اور اس قوم کے نام سے اس ملک کا ایک
حصہ جھالاواڑ کہلاتا ہے۔ ان کو میواڑ والونکی بدولت راجپوتانہ مین عزت حاصل ہوئی
اور یہ سورج بنسی اور چندر بنسی یا اگنی کل نسل سے نہین سمجھے جاتے۔ لیکن وہ چندر بنسی

راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا غالباً یہ شمالی ملک سے آئے ہوئے بالا وغیرہ کے ہم قوم ہیں جو اپنی طاقت اور لیاقت کے سبب راجپوتوں میں شامل ہوئے۔ راجپوتانہ میں اس وقت ایک ریاست جھالراپاٹن جس کو جھالاواڑہ کے ساتھ بھی پکارتے ہیں۔ اس قوم والوں کے قبضے میں ہے جو کہ کوٹے سے نکال کر بنائی گئی ہے اول درجے کے تین جاگیردار سادڑی۔ دیلواڑہ اور گوگندہ جھالا النسل ہیں سے میواڑ کے ماتحت ہیں انکی رشتہ داریاں راجپوتوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔

جب رانا پرتاب کو شہنشاہ اکبر نے بالکل دبالیا اور جھالا سردار نے اسکی بڑی وفاداری اور خیرخواہی کی تو اسکے صلہ میں رانا نے اسکے ساتھ اپنی دختر کی شادی کردی اور اپنے دست راست پر نشست دی۔ مگر یہ امر کہ یہ عزت اوسکو صرف بعوض جان فشانی کے حاصل ہوئی تھی نہ بوجہ حصیتیس راج کلوں میں شمار ہونیکا اس سے بخوبی ثابت ہے کہ زمانۂ مابعد کے ایک رانا نے ظالم سنگہ جھالا کیساتھ جو راج کوٹہ کا منتظم حکمران تھا اپنے ایک سردار کی دختر کی شادی بمشکل تمام منظور کی تھی۔ اور ظالم سنگہ اور رانا دت رانی کے خلف مادھو سنگہ کو اس رشتہ داری کیوجہ سے اپنے ہم مرتبہ لوگوں سے اعلیٰ ترین رشتہ داری کرنیکا منصب حاصل ہوا۔

گوڑ ۔ یہ نسل اگرچہ راجپوتانہ کبھی ترقی پر نہیں ہوئی مگر بزرگ سمجھی جاتی ہے اس نسل سے قدیم راجہ بنگالہ کے فرمان روا تھے اور ان کے نام سے وہاں کا دار الحکومت لکھنوتی گور مشہور ہوا۔ یہ لوگ بنگالے کے بعد اجمیر کی طرف نامور ہوئے۔ پرتھی راج کے معرکوں میں ان کا ظہور مشہور سرداروں کے ذکر سے شاہ جہاں شہنشاہ نے راجہ بیٹھلداس گوڑ کو جس کی اولاد میں راجگڑھ ضلع اجمیر کے جاگیردار ہیں۔ اسکی بہادرانہ خدمتوں کے سبب قلعہ رنتھنبور عطا کر کے مثل دوسرے راجاؤں کے پانچہزاری منصب دیا تھا۔

سنہ ۱۸۰۹ء میں راجپوتانہ کے سوا ان کا مالوے کا راسپہا ملک بھی مرہٹوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اب وہاں صرف پچاس ہزار سالانہ کی جاگیر ان کے پاس رہ گئی ہے گوڑوں کی پانچ شاخیں ہیں۔

جاٹ یا جٹ

یہ قوم بت پرستی کی حالت میں سب سے پچھلی حملہ کرنیوالی ہندوستان میں سمجھی جاتی ہے اور یہ انہی سے اگلے آنیوالے راجپوتون کے ساتھ شادی وغیرہ رسموں میں شریک اور رشتہ دار بنے ہیں سوائے ایک دو مرتبہ کے یہ عزت حاصل نہ کرسکے۔ اور ہمیشہ بیاہ شادی وغیرہ کاموں میں عام راجپوتون سے علیحدہ شمار کئے گئے گو ان کو راجپوتون کی چھتیس قوموں میں لکھا ہے۔

جاٹ قوم کی روایتوں سے اُن کا مسکن مغرب دریائے سندھ پایا جاتا ہے اور یادوں میں سے انکا نکاس دریافت ہوتا ہے اس سے واقعات یادو کے گروہ زابلستان سے آئے تھے تائید پاتی ہے اور اس قوم کے کرشن سے پیدا ہونے کا گمان رفع ہوتا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حملہ آوران ہندوستان کی مختلف اقوام معروف بہ سیتھک کے نکلنے کے وجوہ میں جاٹ و تکشک شریک ہیں۔ پانچویں صدی عیسوی کے ایک کتبے سے پایا جاتا ہے کہ ایک ہی رئیس کے دونوں لقب تھے اور اسی کی نسبت شمس پرستی کے سیتھک اوصاف بھی لکھے ہیں۔ اسی طرح اُس میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس جٹ رئیس کی والدہ یادو نسل کی تھی۔ اس سے اُن کے راجپوتوں کی چھتیس نسلون اور یادو نسل میں ہونے کے دعوے کو استحکام ہوتا ہے۔ مگر بعد کو جاٹون کی اور راجپوتوں کی قومی نسل میں بڑا فرق ہو گیا جٹ سوار آخر میں بھی سیتھک قوم کی وضع رکھتا تھا اور زمانہ سابق میں چونکہ یادو کرشن کا ہتھیار تھا اُس سے مسلح رہتا تھا۔

یہ لوگ سلطان محمود غزنوی کی حملہ آوری کے وقت غارتگر دن کا ایک گروہ کی مثال سندھ پار پھیلے ہوئے تھے جن کو مقابلے میں پیش آنے کے سبب سلطان نے بہت تباہ کیا پھر یہ سپاہگری اور کاشتکاری میں مصروف ہوئے اور اب تک پنجاب۔ روہیلکھنڈ اور راجپوتانہ وغیرہ کیطرف اکثر اسی حالت میں پائے جاتے ہیں۔ شہاب الدین نے ہندوستان کو فتح کیا اُس سے صرف بارہ برس کے بعد اُس کے جانشین قطب کو شمالی جنگل کے جاٹون سے بذات خود لڑنا پڑا۔ کر

انھوں نے ہاتھی کو سلطنت علیحدہ کرنا چاہا اور جب بیگم فیروز اعظم کی وارثہ نے دشمن کے خوف
سے تخت چھوڑ کر جاٹوں کی پناہ لی۔ انھوں نے باتفاق انگریزوں کی فوج جمع کر کے ملکہ مذکور کی
امداد میں دشمن پر فوج کشی کی اور مارے گئے۔ شروع انیسویں صدی عیسوی میں دہلی
کی مغلیہ سلطنت کے تباہ ہونے کے بعد احمد شاہ درانی نے جو قندھار کا بادشاہ تھا اور جس نے
پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو بڑی بھاری شکست دی تھی ایک شخص رنجیت سنگھ
جاٹ کو اسکی عمدہ کارگذاری کے سبب لاہور کی حکومت پر مقرر کر دیا تھا وہ ہندوستان
اور افغانستان کے فسادوں سے موقع پاکر مستقل ہو بیٹھا اور ۳۵ برس تک پنجاب
کے علاقے پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نام سے قابض رہا۔ اس کے مرنے کے چند سال کے اندر
اسکی اولاد و قوم میں اعلیٰ درجے کا ظالمانہ فساد اور سرکار انگریزی کی بدخواہی ثابت ہو کر
پنجاب کا ملک سرکار میں منضبط ہوا۔ اور اسکا ایک مشہور بیٹا دلیپ سنگھ ساڑھے
چار لاکھ سالانہ پنشن پر انگلستان بھیجا گیا۔ پنجاب کی ریاست کا ایک بڑا رکن سردار
گلاب سنگھ تھا جو اصلی سبب جاٹوں کی تباہی اور انگریزی فتح کا تھا اُس کو سرکاری
منظوری سے تین کروڑ روپیہ دیکر جموں و کشمیر کا خودمختار رئیس مانا گیا اُسکی اولاد اب
تک وہاں قائم ہے اس کے سوا پنجاب میں پٹیالہ۔ جیند۔ نابھہ اور کپورتھلہ وغیرہ کئی
ریاستیں جاٹ لوگوں کی ہیں۔ راجپوتانہ میں اس وقت بھرت پور اور دھولپور دو ریاستیں
اس قوم کی ہیں جن میں سے بھرت پور کی بنا ۱۷۲۳ء میں پڑی۔ اور دھولپور کی ۱۸۰۵ء
میں قائم ہوئی۔

کاٹھی

راجپوتانہ اور سارشترہ ہر دو ممالک کے مورخ متفق ہیں کہ کاٹھی قوم ہندوستان
کی شاہی نسل سے ہے جزیرہ نما مغربی کی نہایت مشہور اقوام میں سے یہ قوم ہے۔
اس ملک کا نام سارشترہ ہے جسے سوراشٹر بھی کہتے ہیں کاٹھیاواڑ کر دیا ہے اور عوام میں
اس کا تلفظ کاٹھیاواڑ ہے اسی ملک کے کل باشندوں میں سے صرف کاٹھی لوگوں نے
ہی مذہب اوضاع و اطوار سے اپنی سنگت اصل کو قائم رکھا ہے سکندر کے زمانے

میں اُنکی بود و باش اُس گوشے میں تھی جہاں پنجاب کی پانچون ندیون کا اتصال ہوا ہی افغانون کے مقابلے میں سکندر خود چڑھ کر آیا تھا اور ایسا سخت مقابلہ ہوا کہ اُسکی جان مشکل بچی پرتھی راج کی لڑائی میں کاٹی بہت نامور رہی جیسلمیر کی روایتون میں مذکور ہو کر بھاٹیون کا کاٹیون سے مقابلہ ہوا تھا اور خود کاٹیون کی تاریخ میں درج ہے کہ دریائے سندھ کے جنوب مشرقی کنارے سے وہ آٹھوین صدی میں اس ملک میں آئے تھے اور کاٹی اب بھی سورج کی پرستش کرتے ہیں۔

ہُن

چھتیس اقوام راج کل میں ہن بھی داخل ہیں۔ یورپ میں اس قوم نے بڑی بربادی و تباہی کی ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ ہندوستان میں کب آئی ہے البتہ کاٹی و بالہ و ماکوانہ کے ہم زمانہ ملک سائشترہ میں رہی ہی چتوڑ پر مسلمانون کا حملہ ہوا تب انگتسی نامی ہن کا سردار بھی مع اپنی جمعیت کے مقابلے کے واسطے دیگر ہنود کے شامل ہوا تھا۔ قدیم روایت سے سکونت اس قوم کی دریائے چمبل کے مشرقی کنارے پر قدیم مقام معروف باڑولی پر تھی اور ست گرچا وری کا مشہور مندر ایک ہن رئیس کی شادی کا مقام ہے۔

اس قوم کے چند گھر تری سائی میں بڑودہ سے تین کوس اور ایک گاؤں جنبیہ نما ہنے میں موجود ہیں گو ذلیل ہو کر دیگر اقوام میں شامل ہو گئے ہیں

بالا

مورخون نے اس قوم کو راج کل میں لکھا ہے اُن کا دعویٰ ہے کہ ہم سورج بنسی ہیں اور بالا یا بالا نامی ہمارا مورث اعلیٰ رام کے ایک بیٹے کی اولاد میں تھا اُنکی اوّل آبادی سوراشٹر (کاٹیاواڑ) کے اُس مقام پر تھی جو نہایت قدیم زمانے میں ڈھانک کہلاتا تھا بعد ازاں مونگی پٹم کہلایا۔ قرب جوار کا ملک فتح کر کے اُس کا بالا کھیتر نام رکھا اس ملک کا دارالحکومت بلبھی پورہ تھا اور خود بلقب بالا رائے مشہور ہوئے۔ اس طرح ان کو میواڑ کے گہلوتون سے قربت کا دعویٰ ہے۔ مگر بالا اندر نسب میں جو ان کا دعوے کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اُرور واقع دریائے سندھ کے حکمران تھے۔ کاٹی بھی بالا اُن سے نکلنے کا دعوے کرتے ہیں الخ

ان کا لقب فرمانروایان ملتان دستھنڈ ہے ستر ہویں صدی میں بالاؤں کو میواڑ پر حملہ کرنیکی طاقت تھی اور مشہور رانا ہمیر کی اوّل مہم یہ ہوئی کہ اس نے جی تولہ کے بالا رئیس کو مارا تھا ڈھانک کا رئیس بھی بالا ہے اور یہ قوم اب بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔

جیتوہ یا کمری

یہ قدیم نسل ہے اور اس کو راجپوت کہتے ہیں اگرچہ مثل جھالا کے کاٹھیا واڑ سے باہر اسکو بھی کم جانتے ہیں مگر اُسی کیطرح اُس کے نام سے بھی اُس ملک کا ایک حصہ جیتواڑہ کہلاتا ہے اس قوم کے رئیس کے قبضے میں جزیرہ نما کا مغربی ملک ہے رئیس رانا کہلاتا ہے اور اسکا مسکن پوربندر ہے جیتواڑہ کے بھاٹ کہتے ہیں کہ اس نسل کے ایک سو تیس راجہ زمانہ سلف میں ہوئے ہیں اور آٹھویں صدی عیسوی میں اُن میں سے ایک کی شادی دہلی کے تنور خاندان میں ہوئی تھی۔ اُس زمانے میں جیتوہ کا نام کمر تھا اور دارالحکومت گوملی تھا کہتے ہیں کہ بارہویں صدی میں سہل کمر رئیس کو گوملی سے شمال کے حملہ آوروں نے نکالا تھا۔ اُس وقت سے کمر نام جاتا رہا اور جیتوہ رکھا گیا یہ قوم ہنومان سے کہ نسبکل بندر ہوا ہے پیدا ہونے کا دعوی کرتی ہے اور اسکی تصدیق میں کہتے ہیں کہ ہمارے رئیس کاٹھیا واڑ کے رانا پونچھیرہ یعنی دُم دار ہوتے ہیں۔

اور یہ اُن کی جہالت ہے ہنومان عَلَم ہے راجہ کرناٹک کے بھائی سگریو کے وزیر اعظم اور سپہ سالار کا جبکہ رامچندر کی بی بی سیتا کو جنگل سے لنکا کا راجہ راون جبر اً اپنے ساتھ لے گیا تو رامچندر نے آغاز جنگ سے پیشتر ہنومان کو راون کے سمجھانے کو بھیجوایا جب صلح و صلاح سے راون راہ راست پر نہ آیا تو ہنومان سیتا کو تسلی و تشفی دیکر واپس چلا آیا۔

گوہل

یہ ممتاز نسل کسی قدر واجبیت سے سورج بنسی ہونیکا دعوی کرتی ہے گوہلوں کی بود و باش جونا کھیر گڑھ میں لونی ندی کے خم واقع میواڑ پر تھی۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ کتنی مدت تک رہی۔ انھوں نے اس مقام کو اصلی بھیل رئیس مسمے کھیر ولے سے لیا تھا۔ اور بیس

پشت تک قابض رہے بعد ازان پانچوین صدی عیسوی میں راٹھورون نے اُن کو بیدخل کیا وہان سے سارشترہ یعنے کاٹھیاواڑ مین جا کر اُنھون نے پیرم گڑھ مین قیام کیا۔ یہ مقام بھی تباہ ہوا تب ایک شاخ بگ وامین ٹھہری اور دوسری شاخ سیہور میں مقیم ہوئی اور بھون نگر اور گوگو شہر آباد کئے۔ گوہلون کا مسکن بھون نگر خلیج کمبے ہی کے کنارے پر واقع ہے اور سارشترہ کا مشرقی حصہ گوہلواڑہ کہلاتا ہے۔

ڈوڈیہ

اگرچہ اس نسل کا نام کل کرسی نامون میں ہے مگر اس کی تاریخ سابقہ بالکل مفقود ہوگئی ہے البتہ اس قدر معلوم ہے کہ پرتھی راج نے اُن کو فتح کرنے میں اپنا بڑا فخر سمجھا تھا۔ ایک ڈوڈیہ نسل کا ٹھاکر سردار گڑھ میواڑ کے ماتحت ... جن میں پچیس ہزار سالانہ کی جاگیر رکھتا ہے۔

چندیلہ

ان کو بعض مورخون نے راجپوتون کی چھتیس نسلون میں سے لکھا ہے یہ لوگ بارہوین صدی عیسوی میں بہت زبردست تھے اور کل سرزمین واقع دریائے جمنا و نربدا جو اب بندیلون اور بگھیلون کے قبضے میں ہے ان کے تحت میں تھی۔ اُن کی پرتھی راج سے لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی سے چندیلے پست ہو گئے اور گہیرؔوالون (بندیلون) کو فتح آسان ہوگئی۔

گہیروال یا بندیلہ

راجستان کے راجپوتون میں گہیروال نسل کا حال معلوم نہیں ہے اور اگرچہ اوہ بہادری کے اُن کو اپنی صحبت کے لائق سمجھتے ہیں۔ مگر اُن کی اصل میں اعتراض کر کے رشتہ داری کے لائق نہیں سمجھتے ہیں۔ گہیروال نسل کی قدیم ریاست کاشی یعنی بنارس میں تھی اونکا مورث اعلیٰ کھور تاج دیوتھا اُس سے ساتوین پشت میں جسونت نے بڑا جگ بندو باسنی پر کر کے اپنی اولاد کو بندیلہ کا لقب دیا۔ اس سے گہیروالون کا نام بندیلہ

ہوگیا۔ اور جس ملک میں اسی نسل کی مختلف شاخیں بجائے چندیلوں کے مسکن گزین ہوئیں وہ بندیل کھنڈ کہلاتا ہے۔ بندیلوں نے بڑی طاقت حاصل کی۔ ان میں سے مدھوکر شاہ نے بیتوہ ندی پر شہر اورچہ آباد کیا۔ اور نرسنگھ دیو راجہ اورچہ نے جہانگیر کے ایما سے اکبر اعظم کے وزیر ابوالفضل کو ہلاک کیا۔ زمانۂ اکبر سے انتہائے سلطنت مغلیہ تک بندیلوں نے کل بڑی مہمات میں ناموری حاصل کی۔ اورچہ کا بھگوان شاہ جہان کی فوج کا سرادل تھا اس کا بیٹا شب کرن اورنگ زیب کی مہم دکن میں نہایت ممتاز سپہ سالار تھا۔ اور دلپت میدان جاجو میں مارا گیا۔ اب بندیلے بندیلکھنڈ میں پنا۔ چرکھاری۔ اورچھہ۔ اور دتیا وغیرہ ریاستوں پر خود مختار ہیں۔ مگر لقب گھیروال انکے صرف اصلی گھروں میں ہے۔

بڑگوجر

یہ نسل سورج بنسی ہے۔ اور صرف یہی ایک نسل رام کے خلف کلان لو کی اولاد میں ہونیکا دعویٰ کرتی ہے لیکن بھاگوت وغیرہ سے لو کے اولاد ہونے کا پتہ نہیں چلتا اسلئے بڑگوجروں کے اس دعوی کیلئے ثبوت درکار ہے۔ بڑگوجروں کے قبضے میں ڈھونڈار کا بہت ملک تھا اور قلعہ راجور کہ راج گڑھ واقع راج الور سے پندرہ میل مغرب میں ہے انکا دار الحکومت تھا راج گڑھ اور الور بھی ان کے قبضے میں تھے راجور دیوتی کی قلیل ریاست کا بہت قدیم دار الحکومت تھا وہاں کے حاکم بڑگوجر نسل کے راجپوت تھے۔ راجہ کے بڑگوجروں کو مسلمان بادشاہوں کیساتھ رشتہ داری کا موقع نہ ملا۔ جس زمانے میں راجہ سوائی جے سنگھ بطور صوبہ کے ملکوں کی حکومت کرتا تھا بڑگوجر اپنے مختصر پالیسی سے سلطنت کی نوکری کرلیے تھے اور اس زمانے میں انوپ شہر لب دریا گنگ میں متعین تھے ایک بار راجہ جے سنگھ نے ایک بڑگوجر کے ہاتھ سے بھالے کا زخم اٹھاکر فتح سنگھ بن بیر پوتہ کو کہ ڈیڑھ سو ٹھاکروں کا افسر تھا پانچہزار سواروں کے ساتھ بڑگوجروں کی تباہی کے لئے بھیجا اس نے خیر سن کر کہ بڑگوجر رئیس گنگو رمنانے کے واسطے راجو سے جاتا ہے وہ بھی روانہ ہوا اور قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ فتح سنگھ بن بیر پوتہ نے سلام کہا ہے اور خود بھی آتا ہے نوجوان بڑگوجر لنے کہ لڑائی سے بالکل بے خبر تھا اور تہوار کی خوشی میں مصروف تھا۔ قاصد کو مرواڈالا۔ اور

فوج کے پہنچتے ہی خود بھی مار کر قتل ہوا۔ اس طرح جے سنگھ نے دہلی اور راجوری بڑگوجروں
کو لیے دخل کیا اور اُن کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ کل ملک جواب الور کی ریاست میں داخل ہے
اُن کے قبضے میں تھا راجور بہت قدیم مقام اور بڑگوجروں کا دار الحکومت ہے چند بھاٹ
نے اُسکا حال بہت لکھا ہے اور پرتھی راج کی لڑائیوں میں بڑگوجروں کا بہت ذکر ہے۔
کچھواہوں نے بڑگوجروں کو اس ملک سے خارج کیا تب ایک گروہ نے الوپ شہر لب
دریائے گنگ میں پناہ لی اور وہاں سکونت اختیار کی۔

سکروال

یہ قوم راجپوتانہ میں کبھی مشہور نہیں ہوئی ہے اور نہ اب کوئی اُن میں سے
خود اختیار رئیس باقی ہے اگرچہ اُن کے نام سے کنارہ راست دریائے چمبل پر ضلع
جادونی سے ملحق ایک ضلع سکروار مشہور ہے اور اُسی طرح مہاراجہ سیندھیا کے علاقے
میں داخل ہے یہ لوگ اب صرف زراعت پیشہ رہ گئے ہیں۔ اس قوم کی وجہ تسمیہ
قصبۂ سیکری قریب فتح پور سے ہے کہ وہاں کسی زمانے میں اُن کی خود اختیار ریاست تھی

بیس

یہ قوم چھتیس راج کل میں سے سمجھی جاتی ہے مگر چند کی فہرست میں نہیں
ہے اور کمارپال چرتر میں اس کا کچھ ذکر ہے اس سے سورج بنس کی ایک شاخ
معلوم ہوتی ہے۔ اب یہ لوگ بکثرت ہیں۔ اور ایک وسیع ضلع واقع ملک دوآبہ
گنگا و جمنا میں اُن کے نام سے بیسواڑہ کہلاتا ہے۔

داہیہ

یہ قدیم قوم ہے اور اُسکی بود و باش لب دریائے سندھ جہاں اُس
کا ستلج سے اتصال ہوا ہے تھی۔ اگرچہ اس قوم کے لوگ چھتیس کلوں میں سمجھے جاتے
ہیں۔ مگر اب اُن کا کچھ پتہ و نشان نہیں ہے جیسلمیر کے بھاٹوں کی تاریخ میں اُن کا

ذکر ہے اُن کے نام اور مقام مسکن سے گمان ہوتا ہے کہ وہ یہی لوگ تھے جن کو سکندر نے داہیہ لکھا ہے۔

جوہیہ

یہ قوم اُسی سرزمین میں رہتی تھی جہاں داہیہ تھی۔ اور ہمیشہ اُس سے متفق رہی ہے۔ مگر گاڑھا میں ہو کر ہندوستان کے شمالی جنگل میں پھیلی تھی اور قدیم تاریخ میں جنگل دیس یعنی ہریانہ۔ بھٹ نیر اور رانگو کے راج کہلاتے ہیں۔ یہ قوم بھی اب معدوم ہے جوہیہ اور داہیہ جو بیکانیر میں ہیں کسی زمانے میں راجپوت تھے۔ اب اہل اسلام ہیں۔

موہل

اس قوم کا صرف اسی قدر حال معلوم ہے کہ ریاست حال بیکانیر قائم ہوئی اُس وقت تک بڑے خطہ ملک پر آباد تھی کہ راٹھوروں نے ان کو تباہ کر کے نکال دیا باتفاق اقوام مالن و ملائی۔ و مالیہ کے اب سب یہ قوم ملی ہوئی موہل مالی کی اولاد میں تھی۔ اور مالی جنکا دار الحکومت ملتان تھا سکندر کی دشمن تھی۔ ملتان اصل میں موہل تھان تھا۔

داہریہ

کمار پال چرتر کے بموجب پنیل چھتیس کلوں میں سے ہے جن رئیسوں نے مسلمانوں کی حملہ آوری پر چتوڑ کی مدد کی داہر دیس پتی نامی دیبل کا داہر تھا تاریخ چتوڑ میں اس رئیس کا ذکر اگرچہ مختصر ہے مگر بڑی عزت کیساتھ لکھا ہے کیونکہ یہی داہر ملک سندھ کا کلی مالک تھا۔ اور اُس کے دغا سے مارے جانے کا حال ابوالفضل نے مفصل لکھا ہے ۹۹ سنہ ہجری میں خلیفہ بغداد کے سپہ سالار قاسم نے اُس پر حملہ کیا۔ اور کمال سختی سے پیش آیا۔ مگر معلوم نہیں کہ داہر اُسی رئیس کا نام تھا۔ یا اُسکی

قوم کا نام تھا"

داہمہ

اس قوم کا صرف بڑا نام باقی رہ گیا ہے جن کی مہمات و سخاوت کو بھاٹ بڑے فخر سے مشہور کیا کرتے تھے۔ انکا نام اقتضائے مدت سات صدی سے صرف کتابوں میں رہ گیا ہے داہمہ بیانہ کا راجہ اور پرتھی راج چوہان کے زیردست سرداروں میں سے تھا۔ اس خاندان کے تین بھائی سلطنت میں بڑے عہدوں پر ممتاز تھے اور جس زمانے میں کہ ان میں سے بڑا بھائی کنٔماس وزیر رہا ہے چوہانوں کی تاریخ میں نہایت عمدہ زمانہ گذرا ہے۔ وہ دشمنوں کے حسد سے مارا گیا دوسرا بھائی پُن ڈیر سرحد پر بمقام لاہور سپہ سالار تھا اور تیسرا چاؤنڈ۔ شہاب الدین غوری کیساتھ پرتھی راج کی پہلی لڑائی میں یہ اسکی فوج کا افسر تھا۔ اسی جنگ میں کام آیا۔ شہاب الدین کے مؤرخوں نے بھی داہمہ چاؤنڈ رائے کی شجاعت کی داد دی ہے اور اسکا نام کھانڈے رائے لکھا ہے۔ چوہانوں کی سلطنت کیساتھ یہ نسل بھی معدوم ہوگئی۔

ان کے سوا سُرویا۔ دالیے۔ سنگار۔ سکروال۔ بکمیٔہ۔ راج پالے۔ سلار یا سیلار۔ یہ قومیں بھی راجپوتوں کی کہلاتی ہیں اور بھاٹوں کی فہرست میں درج ہیں۔ مگر اب انکا حال معلوم نہیں۔ شاید اگلے زمانے میں مشہور ہوں نہ ان میں سے کسی کے پاس ملک ہے نہ تعداد میں زیادہ ہیں صرف قوم سنگار کی ایک ریاست لب دریائے جمنا پائی جاتی ہے۔

مسند نشینی کا قاعدہ

راجپوتوں میں یہ رواج ہے کہ اگر چھوٹا لڑکا ایک دفعہ بجائے بڑے کے قابض ریاست ہوجائے تو گو ہمیشہ ایسا نہ ہو مگر عمداً بڑے کی اولاد ہمیشہ کو اس سے محروم ہوجاتی ہے اور بڑی اولاد کو عمداً چھوٹا تینے نہیں لے سکتا۔

ساکھا یعنی شاخیں۔ راجپوتوں کی قوم کے ہر ایک نامور آدمی کے نام سے اوس

کی اولاد علیحدہ گوتر سے مشہور ہوتی ہے۔ جیسے کچھواہوں میں بن بیر کی اولاد بنویر پوتہ کہلاتی ہے اور شیخ جی بسر مول کچھواہے کی اولاد شیخاوت کے نام سے پکاری جاتی ہے اور سیسودیہ چونڈا کی اولاد چونڈاوت کہلاتی ہے کبھی کسی ملک اور خاص مقام سے بھی نام پڑجاتا ہے جس طرح مارواڑ میں رہنے والے مارواڑ اور اسٹور اور میرتہ والے میرتیہ کہلاتے ہیں اور سیسودا گاؤں کی بود و باش سے سیسودیہ مشہور ہوئے ہیں۔

سردار یا جاگیردار

راجپوتانہ کی ہر ایک ریاست میں تین چار درجے کے جاگیردار ہوتے ہیں جن کو کسی فوجی کارگذاری یا رئیس کی رشتہ داری سے جاگیریں ملی ہیں اول گروہ کی جاگیریں پچاس ہزار روپیہ سالانہ سے لاکھ یا اُس سے بھی زیادہ تک ہوتی ہیں۔ ان کو سال بھر میں دسہرہ وغیرہ جشنوں میں یا کسی خاص شادی و غمی کے موقع پر راجدہانی میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ میواڑ میں تین چار مہینہ جے پور اور جودھپور میں سالتمام فوج کی معمولی جمعیت حاضر رکھنی پڑتی ہے۔ پہلے زمانے میں یہ لوگ فوجی افسر مقرر کئے جاتے تھے جس کے ذریعہ سے عمدہ کارگذاری دکھلانے پر جاگیر و انعام پاتے تھے اب جنگ و فساد کا کم اتفاق ہوتا ہے کسی بڑے معاملے میں صلاح لینے اور سرکاری عہدہ داروں کی پیشوائی کا کام ان کے سپرد کیا جاتا ہے ان کی تعداد دس سے بیس تک ہوتی ہے جیسے اودیپور میں سولہ جیپور میں بارہ اور جودھپور میں آٹھ گنی جاتی ہے اب کسی قدر تبدیلی سے ان میں کمی بیشی ہوگئی ہے کیونکہ ریاستیں چاہتی ہیں کہ ان کی لاولدی میں جاگیریں خالصہ ہوجائیں اور بیٹے نہ رکھا جائے ان تینوں اول درجہ کی ریاستوں کے سوا لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیریں کسی اور جگہ نہیں ہیں۔ صرف کوٹے کے راج میں اس قسم کے دو تین سردار ہیں۔

ایک درمیانی یا منجھولہ درجہ اس قسم کے سرداروں کا ہوتا ہے جو رئیس کے اہل خاندان ہونے کے سبب خاص عزت رکھتا ہے اور جن کو بابا اور مہاراج خطاب

سے پکارا جاتا ہے ان کی جاگیریں بیس ہزار روپیہ سے پچاس ہزار روپیہ سالانہ تک ہوتی ہیں اور
ان کی تعداد میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے رئیس کے اہل گرد - چنانچہ صورت میں اکثر قریب
قریب رشتہ دار اور مناسب معلوم ہوتا ہے بڑے درجے کے سردار و اہلکار لوگوں کی
صلاح اور سرکار انگریزی کی منشاء سے والی ریاست کا جانشین بنایا جاتا ہے -
دوسرا گروہ دس ہزار سے پچاس ہزار روپیہ سالانہ تک جاگیریں پاتا ہے
بعض وقت ان میں سے بھی رئیس کے صلاح کار اور ملکی یا فوجی عہدہ دار بنجاتے ہیں یہ
یہ پہلے گروہ کی بہ نسبت صدر میں زیادہ حاضری دیتے ہیں اور ان کی تعداد چالیس پچاس
تک ہوتی ہے -
تیسرے درجے کے جاگیرداروں کی زمین پانچ ہزار روپیہ سالانہ یا اس سے
کم گذر کے لائق تک ہوتی ہے یہ اکثر ریاست کے علاقوں میں حاکموں کے پاس بطور مددگار
فوج کے حاضر رہتے ہیں اور کسی ضرورت پر صدر میں بھی طلب کئے جاتے ہیں - جہاں
ان سے کوئی حضوری نوکری لی جاتی ہے یا کسی دوسرے سردار وغیرہ کا فساد روکنا ہو
انہیں ریاست کی فوج کے شامل بھیجا جاتا ہے ان کا شمار بڑی ریاستوں میں کئی سو تک
ہوتا ہے -
یہ سب جاگیردار ریاست کو معمولی خراج اور ضرورت کے وقت معمولی امداد
دیتے ہیں بڑا قصور یا فساد کرنے کی سزا میں جاگیر تغییر یا کسی دوسرے رشتہ دار کو دیجاتی ہے یا
کوئی حقدار نہ ہونے کی حالت میں خالصہ ریاست کے شامل کی جاتی ہے -
سرداروں کے سوا دوسری قسم میں خیرات یعنی مندر - برہمنوں اور پوجاریوں
وغیرہ کی جاگیریں سمجھی جاتی ہیں - جن سے اکثر محصولات معاف ہیں - تیسری قسم میں اہلکاروں
کی جاگیریں گنی جاتی ہیں - جن کی سالانہ آمدنی دس یا بیس ہزار سالانہ سے زیادہ نہیں ہوتی
ان جاگیروں کے عوض بعض جگہ حاضری و ملکی کام لیا جاتا ہے - اور بڑے قصور
پر آسانی سے ضبط کرلیجاتی ہیں -
تنبیہ بڑے بڑے جاگیرداروں سے بہت دفعہ ریاستوں کو فائدہ اور نقصان پہنچا ہے

کیونکہ صرف دشمن کے مقابلے میں جاگیردار ریاستوں کے مددگار پائے گئے ہیں لیکن وہ خود اپنے معاملات میں ریاستوں کا زیادہ دباؤ پسند نہیں کرتے اس طرح آپس کی رنجش و فساد میں جو خرابیاں اور نقصان ظاہر ہوتے ہیں اُن سے باہر کے دشمنوں کو فائدہ اٹھانے کا خوب موقع مل جاتا ہے سرداروں کو سزائے سرکشی دینے کی ریاست کو قوت نہیں اس علم سے اُن کے غرور و تمرد و لاپروائی میں اضافہ ہوتا ہے بعض سردار سارقوں کو پناہ دیتے ہیں اور مال مسروقہ میں سے حصہ لیتے ہیں ہر ایک جاگیردار اپنے علاقے کا حاکم مطلق ہے اور فوجداری و دیوانی میں اختیارات کلی استعمال کرتا ہے۔

باب اوّل تاریخ میواڑ میں

اس میں ریاست ہائے اودیپور۔ شاہپورہ۔ ڈونگرپور۔ بانسواڑہ اور پرتاب گڑھ کا حال ہے

فصل اودیپور کے بیان میں

جغرافیہ

ریاست اودے پور جسے میواڑ کہتے ہیں اوّل درجے کی ریاست ہے اُسکے شمال میں اجمیر کا انگریزی ضلع دمیہ واڑ اور گوڈواڑ علاقہ جودھپور۔ مغرب میں گوڈواڑ۔ سروہی۔ مہی کانٹھ۔ جنوب میں بانسواڑہ۔ ڈونگرپور۔ پرتاب گڑھ۔ مشرق میں جاوہ اور نیمچ علاقہ گوالیار۔ نیاہیڑہ پرگنہ ٹونک کوٹہ بوندی اور جیپور کے چند دیہات واقع ہیں خطوط عرض البلد شمالی ۲۳ درجہ ۴۶ دقیقہ اور ۲۵ درجہ ۵۶ دقیقہ۔ اور طول البلد مشرقی ۷۲ درجہ ۵۰ دقیقہ اور ۷۵ درجہ ۳۰ دقیقہ کے درمیان۔ اس کا طول شمال سے جنوب کو ۱۵۰ میل اور عرض ۱۳۰ میل رقبہ ۱۲ ہزار چھ سو اکانوے میل مربع اور ایک روایت کے بموجب گیارہ ہزار چھ سو چودہ میل مربع اور یہ بھی دیکھا ہے کہ اس کا رقبہ تخمیناً ۱۲۷۵۳ میل مربع ہے آبادی ۱۹۱۱ء میں ۱۲۷۲۵۱۸ متنفس تھی۔ اس ملک کے شمال سے مغرب کو اربلی پہاڑ دیوار کی طرح چلا گیا ہے جس کے سلسلے ہوئے

مشرقی علاقے کے سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں اب آمدنی اودیپور کی چالیس لاکھ روپیہ سالانہ کی ہے۔ شمالی مغربی علاقہ جس کو ضلع کوبھل میر کہا جاتا ہے پہاڑیوں سے گھرا ہوا اور بلند ہے لیکن اُسکی زمین نہایت سرسبز ہے جس میں گنا اسقدر کثرت سے پیدا ہوتا ہے کہ دوسری جنس کے لئے جگہ کم ملتی ہے اور بعض طرف پہاڑی چشمے ہمیشہ جاری رہتے ہیں جن کے گرد سایہ دار درخت عمدہ معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ آم کے درخت شریفے کے جنگل اور مختلف پھل پھولوں کے جھاڑ آدمیوں بغیر عجب لاوارث نظر آتے ہیں۔ جن میں بے شمار لنگور اور ریچھ وغیرہ جانور اپنا گذر کرتے ہیں۔ ویران مقامات کے میوے اکثر اپنے درختوں پر سے بلا قیمت لے لئے جاتے ہیں جو آبادی میں جاکر بکتے ہیں۔ میواڑ کے مغرب و جنوب میں بھی کثرت سے پہاڑ اور جھاڑیں ہیں۔ لیکن زمین شمالی علاقے کے موافق سرسبز و عمدہ نہیں ہے بھیلوں وغیرہ کی آبادی اُسی طرف زیادہ ہے مغربی علاقے میں انکی سرحد پر جوڑہ۔ اوگھنا اور پانڑوہ وغیرہ ایسے سرداروں کی جاگیریں ہیں۔ جو خراب علاقے اور جنگلوں کے سبب قوانین خدمت گذاری کے کم پابند ہیں۔ اس خاص علاقے کو بھومٹ یعنی زمیندارہ کہتے ہیں۔ اوران کی کاروائی چھاونی کھیرواڑہ کے کمانیر کی معرفت راج کے متعلق ہوتی۔ جنوبی علاقے سے مشرق کیطرف بھی پہاڑ اور جھاڑی چلی گئی ہے جس میں سلونبر۔ سادڑی اور کانوڑ وغیرہ سرداروں کے علاقے ہیں۔ ان کے بعد کسی قدر پرتاب گڑھ اور اکثر جاوَد نیمچ کا علاقہ حائل ہو کر بیگم بھینسروڑگڑھ اور بکولیا وغیرہ کی جاگیریں اور مانڈلگڑھ و جہازپور وغیرہ خالصہ کے پرگنے آجاتے ہیں۔ جن کے مشرق طرف کوٹہ و بوندی کی ریاستیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان تمام مقامات میں کثرت سے اجاڑ اور پہاڑ ہونیکے سبب بغیر ضابطے کے امن نہیں مل سکتا۔ گوشہ مشرق و شمال یعنی پرگنہ جہازپور۔ شاہپورہ و اجمیر کیطرف سے اکثر ہموار اور زیادہ آباد و عمدہ زمین آئی ہے جس کو اس ملک کے لوگ خاص میواڑ کہتے ہیں اور جس میں بہت کچھ پیداوار کی ترقی ہو سکتی ہے اس صاف علاقے میں بھیلواڑہ۔ راسمی۔ چتوڑ۔ دیاکور وغیرہ خالصے کے پرگنے اور بنیڑہ کا چھوا جاگیر شاہپورہ وغیرہ کئی سرداروں کے ٹھکانے واقع ہیں۔ یہ ہموار زمین

جنوب و مغرب کی طرف چلکر سو میل لمبائی کے بعد خاص اودے پور سے آٹھ میل فاصلے
پر ختم ہوتی ہے۔

تالاب

تالاب بھی میواڑ کی خوبیوں میں سے ہیں جن کی اس ملک کو بڑی ضرورت
تھی ان میں سے بہت بڑے چار تالاب ہیں۔

اودے ساگر۔ دارالریاست سے چھ میل مشرقی طرف ایک ندی کے بہاؤ پر دیباری گھاٹے
کے پاس بہاؤ میں رانا اودے سنگھ نے بندھ بندھوا کر یہ تالاب بنوایا۔ جو گرمی میں سرد اور
سیر کی جگہ سمجھا جاتا ہے جس سے نام تالاب کا اسی رانا کے نام پر رکھا گیا ہے اسکو تین طرف
پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے اور چوتھی طرف اودے سنگھ نے ایک دیوار مضبوط و بلند و لمبی چوڑی
بنائی ہے آبشار ہائے عجیب نظارہ فریب کرتے ہیں۔ جن سے دہشت و حیرت
ہوتی ہے۔

راج سمدر۔ تیس میل مشرق و شمالی جانب ہے۔ اسکو رانا راج سنگھ نے اپنے راج کے
ساتویں برس میں جبکہ قحط اور وبا پھیلی ہوئی تھی رعایا کی مدد کے واسطے ایک ندی کو روکنے
کے بعد ننانوے لاکھ روپے کا چندہ جمع کرکے سات سال میں تیار کرایا روپیہ کا زیادہ حصہ
خوشی اور خیرات میں صرف ہوا۔ اگر سب رقم تالاب میں لگتی تو بہت زیادہ رونق دار بند
وغیرہ بن جاتے ہیں تالاب کے کنارے پر ایک قصبہ راج نگر بھی رانا کے نام پر بسایا گیا جو
اب ایک پرگنے کا صدر مقام گنا جاتا ہے اس تالاب کی پال کو نوچوکی کہتے ہیں۔ اور
جس کے برجوں میں رانا کی تعریف کے شعر کالے پتھروں پر کھدے ہوئے لگے ہیں۔ اس سے
میواڑ کی پرانی تاریخ بھی معلوم ہوتی ہے اور جسکو دیکھنے کے لئے انگریز لوگ اور دوسرے
مالدار آدمی کئی ملکوں سے آتے ہیں۔

جے سمدر تالاب جسکو ڈھیبر بھی کہتے ہیں اور جس سے بڑا کوئی تالاب ہندوستان میں
نہیں ہے اودے پور سے چونتیس میل جنوبی طرف پہاڑی علاقے میں رانا جے سنگھ
نے بنوایا ہے مگر یہ تالاب باعتبار صنعت راج نگر کے تالاب سے عمدہ نہیں ہے اس

بند کی دیوار طول میں دو میل سے کم نہیں ہے بڑے آثار و بلندی و عمدہ مسالے سے تعمیر ہوا ہے اور اُسکے استحکام کے واسطے خام پشتہ ہے بعض مقام پر اس دیوار کی بلندی چالیس فیٹ ہے اور کنارے سے پر سنگین ہے اس تالاب کا رقبہ بارہ میل مربع ہے اور عمق بھی بہت ہے پچھولا یہ بڑا تالاب خاص اودیپور شہر کے مغربی طرف کئی میل کی لمبائی میں پھیلا ہوا ہے ابتدا میں اسکو ایک بنجارے نے ایک پہاڑی نالے کو روک کر بنوایا تھا پھر پچھلے والیان ملک نے اُس پر اضافہ کیا یہ اگرچہ بہت دلپذیر اور عدیم النظیر ہے بہت چوڑا چکلا گہرا ہے بڑی پُر فضا جگہ ہے۔ اس تالاب کے اندر پہاڑی قطعات پر بنے ہوئے چند مکانات جو جگ منا اور جگ نواس کے نام سے مشہور ہیں بہت عمدہ معلوم ہوتے ہیں جگ مندر کو مہارانا جگت سنگھ اول نے اور جگنواس کو مہارانا جگت سنگھ دوم نے بنوایا ہے۔ اسکے شمال میں ایک اور بڑا تالاب ہے جو فتح ساگر کے نام سے مشہور ہے اسکی پال پر اچھے محل و برج بنے ہیں اگرچہ یہ تالاب پہلے سے تھا۔ مگر پال کے ٹوٹ جانے سے پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔ مہارانا فتح سنگھ نے اسکی پال از سر نو بنوا کر فتح ساگر سے موسوم کیا اسکی پال کے نیچے ہی سہیلیون کی باڑی دیکھنے کے لائق ہے ان کے سوا گھاسا کا تالاب اور بڑی کا تالاب اور مانڈل کا تالاب اور کھپاسن کا تالاب وغیرہ ہیں۔

ندیون کا حال

میواڑ میں خاص اتنی ندیان ہیں۔ کھاری۔ کوٹھاری۔ بناس۔ بیڑچ گمبھیری چندربھاگا۔ مانسی۔ گومتی۔ چمبل۔ آڑ کی ندی۔ دوسری گومتی۔ جام اور سوم ندی یہ دہ ندیان بڑی اور کھیتی کے لئے مفید ہیں جو اریلی پہاڑ سے نکلکر مشرقی حصے میں بہتی ہوئی چمبل دریا سے جا ملتی ہیں۔ ان کے نکاسون کی تفصیل اسطرح ہے۔

کھاری۔ ندی دیوگڑھ کے پاس سے نکل کر آسیندہ اور بنورڑھ سے ہوتی ہوئی ہو کر اجمیر کے علاقے میں جا نکلی ہے۔

مانسی ندی سیلے سے نکل کر گھوچے ہوتی ہوئی پھولیہ کے پاس کھاری ندی میں جا

ہے۔
کوٹھاری کھیٹر اور کھیڑی کے پاس سے نکلکر باگور ہوتی ہوئی سانگانیر اور کودوکوٹا کے قریب نکلکر نند رائے کے پاس بناس میں جا ملی ہے۔

بناس گالو تلسیر اور ایک بھاگل کے بیچ میں نکلکر ناتھ دوارا ناتھدی کنڈیان راسملی اور ریلوے ہوکر ہمیر گڑھ اور بیگو کے پاس بہتی ہوئی راجمحل کے پاس جا نکلی ہے۔ اور میواڑ کے علاقے میں ایک سو بیس میل بہی ہے۔

بیڑچ اودے ساگر سے نکل کر اونٹالا آکولہ اور دھنیت ہوتی ہوئی چتوڑ کے پاس گمبھیری ندی میں آملی ہے اور اودے ساگر کا نالہ بھی اسی کو کہتے ہیں۔

گمبھیری ندی جو چتوڑ کے پاس بہتی ہے نیماہیڑے کے پاس سے نکلکر چتوڑ کے قریب بیڑچ میں مل گئی ہے۔

چمبل ندی بھینسروڑ گڑھ کے پاس ہوتی ہوئی کوٹے کے راج میں جا نکلی ہے۔

چندربھاگا ندی امیٹ کے قریب کے گاؤں سے نکلکر لوٹلا ہوتی ہوئی ناتھدی کنڈیان کے پاس بناس میں آملی ہے۔

آڑ کی ندی بیدلے کے پاس مچھلواس سے نکلکر اودیپور کے پاس آڑ اور گنگو بھے کے نیچے بہتی ہوئی اودے ساگر میں جا گری ہے۔

گومتی روپ جی چار بھجا جی کے پہاڑوں سے نکلکر راج سمند میں آ گری ہے۔

سوم ندی کھیرواڑے کے پاس کے پہاڑوں سے نکلکر گجرات کے علاقے میں جا نکلی ہے۔

جام اور دوسری گومتی وغیرہ کتنی ندیاں انہیں پہاڑوں سے نکلکر ڈھیبر میں جا گری ہیں۔

قلعے

کومبھلمیر میواڑ کی شمالی حد میں اودے پور سے پچاس میل اور جودھپور سے جنوب و مشرقی طرف نوے میل ایک بلند گھاٹے پر جہاں سے ایک پیچدار راستہ آدمی گھوڑی اور بیل وغیرہ کے گذرنے کے لائق نکلتا ہے۔ یہ قلعہ رانا کومبھا کا بنایا ہوا موجود ہے۔ جو دیوار نما

پہاڑ پر دو میل طول میں چلا گیا ہے اور سطح سمندر سے تین ہزار تین سو تیرہ فٹ بلند ہے اسکا محاصرہ طول طویل ہونے کے سبب مشکل ہے۔ اکبر کے فوجی بخشی شاہ باز خاں کے سوا کسی نے اسکو مقابلے میں فتح نہیں کیا اسکے مشرقی طرف آمیٹ۔ دیوگڑھ اور بدھنور وغیرہ کی جاگیریں واقع ہیں اسکو کنبھل گڑھ بھی کہتے ہیں

مانڈل گڑھ

قلعہ عمدہ طور سے ایک پہاڑ پر بنا ہوا ہے ذات میں دو پانی دار ساگر اور ساگری تام سے مشہور ہیں قلعہ پر اونچی بستی ہے قلعہ کی چڑھائی میں پانچ دروازے بنے ہوئے ہیں۔

بھینسروڑ گڑھ

یہ زمین سے کچھ اونچی ٹیکری پر بہت اچھا اور مضبوط اور عمدہ بنا ہوا ہے جسکے مغرب برامہنی ندی اور جنوب پورب حصے میں چمبل ندی ہے اسکے شمال میں اچھی کھائی ہے یہ ندیاں تینوں طرف کھائی کی طرح اس گڑھ کا بچاؤ کرتی ہیں گڑھ پر بیٹھے ہوئے آدمی چمبل ندی سے پانی بھر سکتا ہے پورب کیطرف کوٹے کو جانے کے لئے چمبل ندی اترنی پڑتی ہے۔

چتور گڑھ

اس قلعہ کو چھٹی صدی عیسوی میں راجہ چترنگ موری وغیرہ کا بنوایا خیال کرتے ہیں۔ اودے پور سے ۶۵ میل شمال و مشرقی طرف اور نصیر آباد سے سو میل جنوب میں ہے اس پر ترک و مغل بادشاہوں کے زبردست حملے تین بار سخت خونریز لڑائیاں ہونے کا ثبوت ملتا ہے یہ قلعہ تین ہزار فیٹ بلند پہاڑی پر پھیلا ہوا ہے جس کا طول شمال سے جنوب کو تین میل کے قریب اور عرض مشرق سے مغربی طرف سوا دو میل تخمینہ کیا گیا ہے آبادی کے اندر سے اس کا ایک نہایت صاف اور چوڑا راستہ ہے جس میں دو جگہ موڑ یعنی پیچ آجانے سے چڑھائی کے تین حصے ہو جاتے ہیں اس راستے میں ایک سب سے شروع دوسرا درمیانی اور تیسرا آخری دروازہ ہے ان کے سوا مشرقی طرف ایک علیحدہ

چھوٹا دروازہ ضرورت کے واسطے رکھا گیا تھا جو اب بند کر دیا گیا ہے قلعہ پر فتح کی یادگار کے طور دو مینار بنے ہوئے ہیں۔ جن میں سے مشرقی سمت والا بہت پرانا ہے۔ اور مغربی حصے کا اُس سے زیادہ بلند و خوش نما ہے جسکو درمیانی پندھروین صدی عیسوی میں رانا کونبھا نے مالوے کے محمود خلجی پر ایکبار فتح پانے کی یادگار میں بنایا تھا یہ مینار چھبیس فیٹ مربع چبوترے پر ایک سو بائیس فیٹ بلند ہے۔ اس کے اندر زینے اور دریچے بنے ہوئے ہیں۔ جن سے کئی میل دور تک کی سیر ہو سکتی ہے بیرونی سطح پر کھدائی یعنی کندہ کاری اور مورتیں کثرت سے ہیں۔ جن کے چہرے مسلمان لوگوں نے قبضہ پانے کے وقت بگاڑ دئے ہیں۔

کھانیں وغیرہ

میواڑ میں دیہات کی کھانیں اور کئی تعریف کے لائق چیزیں پائی جاتی ہیں۔

لوہے کی کھان گاؤں گنگرال اور بیگوں کے نزدیک ہے سنار لوگ اپنے اوزاروں کو جس پتھر پر رگڑ کر تیز کرتے ہیں۔ وہ مانڈل گڑھ کے قلعہ پر ایک کھان سے نکلتا ہے اور استرے سدھارنے کی سلّی کا پتھر کا چھولا کے پاس سر تھلا اور چار بھوجا کے نزدیک ایک کھان سے نکلتا ہے۔ اچھی قسم کی چکنی سفید کھریا مٹی گاؤں منگروپ میں کھان سے نکلتی ہے ضلع بھیلواڑہ قصبہ پور میں تامڑے کی کھان ہے یہاں اچھی کالی تماکو بھی ہوتی ہے۔ لاوہ کے پاس گاؤں اگریا میں اور سراڑا ضلع کے گاؤں ہواڑے کی کھان کے پتھروں کی بہت اچھی پٹیاں ہوتی ہیں۔ چتوڑ کے پاس ماول وغیرہ میں بڑی مضبوط لال رنگ کی پٹیاں ہوتی ہیں۔ جو عمارتوں کی چھت پاٹنے میں کام آتی ہیں۔ راج نگر اور پارولی ضلع جہازپور میں آرائش یعنی قلعی کا چونہ اچھا ہوتا ہے جو عمارتوں کی سفیدی میں کام آتا ہے۔ راج نگر کا سفید پتھر بھی مشہور ہے بھیلواڑہ میں قلعی کے برتن اور چتوڑ میں مہندی اور بیگون میں ہرے رنگ کے کپڑے اور کالوڑ میں برگ تنبول اور دیوگڑھ کے کمبل اچھے ہوتے ہیں۔ بانسی اور دھریاواڑ ان دونوں علاقوں کے پہاڑوں میں اچھی قسم کی لکڑی ہوتی ہے انھیں پہاڑوں سے کباڑہ یعنی بانس و بلینڈے اور

سا گیٹیاں ابھی آتی ہیں۔

شہر اودے پور اور اُس کا گرد و نواح

اودے پور سے آٹھ میل مشرق طرف ایک گھاٹا آتا ہے اسکے اندر راستے پر ایک بڑا دروازہ جس کو دیباری یعنی دیوباری کہتے ہیں بنا ہوا ہے دروازے سے مغربی طرف پندرہ میل عرض اور بائیس میل طول میں ایک ناہموار طبقہ زمین کا ہے ان کی سطح مرتفع آتا ہے جس کو یہاں کے لوگ گیرو یعنی خفیف پہاڑ یا گرد و نواح یعنی شہر کے آس پاس کا علاقہ کہتے ہیں۔ اس قطعہ زمین کے وسط میں جس کے شمال، جنوب اور مغرب میں تمام خشک سخت پہاڑوں سے گھرا ہوا اور مشرق میں صاف اسی گھاٹی کی حد پر دیباری کا دروازہ بنا ہوا ہے خاص شہر اودے پور تالاب پچھولا کے مشرقی کنارے پر بسا ہوا۔ اس کو سمبت ۱۶۱۶ مطابق سنہ ۱۵۶۰ء میں رانا اودے سنگھ نے اکبر بادشاہ کے زور سے قدیم دارالریاست چتوڑگڑھ پر رہنا محال سمجھکر آباد کیا تھا شہر کے مغربی جنوبی سمت میں تالاب کے کنارے پر والئی ریاست کے محلات سنگ مرمر وغیرہ کے بنے ہوئے ہیں اودے پور کے پاس ایک وسیع میدان ہے۔ اس کے گرداگرد دیوار سنگین کھچی ہوئی ہے وہ چوگان بازی کے لئے بنایا گیا ہے۔ عرض البلد شمالی ۲۴ درجہ ۵۲ دقیقہ طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ ۴۱ دقیقہ ہے۔

نامی مندر

اودے پور کے شمال میں ایکلنگ کا مندر ہے جس میں مہادیو کی مورت ہے اور اسکو باپا راول نے آٹھویں صدی عیسوی میں بنایا تھا۔ مہادیو کو دنیا کا پیدا کرنے والا مان کر پوجا کرتے ہیں اس مندر کی تیاری کے بعد سے اودے پور کے رانا ایکلنگ کے دیوان یعنی نائب کہلانے لگے۔ پچھلے زمانے میں غیر ملک کے دیوتا یعنی سری کرشن کی مورت میواڑ میں آنے سے ایکلنگ کی پوجا میں کچھ کمی ہو گئی ہے۔ اسی سبب ناتھ دوارہ مقام میں سری کرشن کی پرانی مورت شہنشاہ عالمگیر کے خوف سے رانا راج سنگھ اول کے وقت میں متھرا سے لاکر تبرک کے طور پر قائم کی گئی ہے جب عالمگیر نے بنارس

اور متھرا کے اکثر بڑے مندر توڑ ڈالے تو پجاری لوگ سری کرشن کی مورت کو ہر جگہ لئے پھرتے تھے رانا راج سنگھ نے ان لوگوں کی سفارش میں بادشاہ کو عرضی لکھی تھی کہ ہر مذہب کے فقیر رعیت سے زیادہ حضور کو دعا دیتے ہیں۔ ان کو تکلیف دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ بادشاہ نے اپنے ارادے کو نہ روکا اور جب متھرا کے پوجاری ہر طرف سے نا امید ہو کر میواڑ میں آئے تو رانا نے ان کو ایک گاؤں سیہاڑ نام میں جس کو آج کل ناتھ دوارہ کہتے ہیں دے کر ٹھہرایا یہ وہی مورت ہے اور اسی جانب کانکرولی میں دوارکا دھیش کی مورت رکھی ہے۔ اور اسی جانب رد پ جی اور چار بھوجا میں وشنو بھگوان کے مندر ہیں۔ ان مندروں میں قسم قسم کے ملکوں کے آدمی پوجا کو آتے ہیں۔

میواڑ کے جنوبی پہاڑوں میں اودیپور سے چالیس میل پر رکھب دیو جین مت کا مشہور تیرتھ ہے۔ کریڑا گاؤں میں جو اودے پور کے مشرق میں کپاسن کے پاس ہے جین پارکھ ناتھ کا پرانا مندر ہے۔

چیتوڑ شہر میں بھی جو جہازپور کے نزدیک ہے جین پارکھ ناتھ کی مورت ہے اور یہ مندر ایک پہاڑ پر اچھا بنا ہوا ہے۔ پوس بدی دسمی کو یہاں اور کریڑا دونوں جگہ میلا ہوتا ہے شہر میں کئی وشنو اور جینیوں کے خوبصورت مندر ہیں۔ جن میں جگدیش کا مندر جو محلوں کے نزدیک شمال کیطرف بڑی اونچائی پر بنا ہے بڑا ہی قابل تعریف ہے۔

شہر کے شمال میں فتح ساگر تالاب کے نزدیک ایک پہاڑ کی چوٹی پر نیمچ ماتا کا مندر ہے۔ جہاں پر ساون بدی اماوس کو بڑا میلا ہوتا ہے۔

میواڑ کے خاندان کا بیان

یہ ملک سیسودیہ خاندان کے راجپوتوں کے تحت میں ہے اور سورج بنس کی بڑی شاخ میں شمار ہوتا ہے جو اودھ کے راجہ رامچندر کی اولاد سے ہے وہ شمالی ہندوستان میں سورج بنسی بولے جاتے ہیں اور شروع آٹھویں صدی عیسوی کے اندر چیتوڑ پر قبضہ کر لینے سے باپا راول کے بیٹے گہل کی اولاد میں ہونے سے گہلوت کہلائے پھر راہپ

کے سیسودا گاؤں بسا کر وہاں رہنے کے سبب سیسودیہ مشہور ہوئے۔ اس خاندان کا لقب چتوڑ لے لینے کے بعد راول قرار پایا تھا لیکن شروع چودھوین صدی عیسوی میں راہپ نے منڈور واقع مارواڑ کے پرہار رئیس کو جو رانا کہلاتا تھا۔ شکست دیکے رانا کا لفظ اپنے نام پر شامل کیا اور وہ اب تک اسکی قائم مقام اولاد کے لئے جاری چلا آتا ہے بہادر شاہ بن اورنگ زیب کی مہربانی سے مہارانا کا خطاب حاصل ہوا۔ جس نے امر سنگھ دوم پسر راناجے سنگھ دوم کے نام پر رانا کے عوض مہارانا کا لفظ اپنے فرمانوں وغیرہ میں لکھنا جاری کیا۔ اور اس خطاب کو اب تک فخر کے ساتھ یہاں کے والیان ملک اپنے ناموں کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

سورج بنسی کی وجہ تسمیہ

گہلوتوں نے مہادیو کی پرستش شروع کی اُس سے پیشتر سورج کی پرستش کرتے تھے اسلئے وہ سورج بنسی کہلاتے تھے بعض لیتے ہیں کہ بالے نے چتوڑ پر قبضہ پانے کے بعد اپنا لقب ہندوؤں کا سورج یعنی ہندو سورج لکھا۔ یہیں سے یہ بچے پڑے کچھوا ہے اور چودھیور کے راٹھور بھی تو سورج بنسی ہیں مگر ان کا بابا سے کوئی رشتے کا تعلق نہیں ہے اور یوں تو ہر ایک سورج بنسی شاخ اودھ کے راجہ نام چندر کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

والیان میواڑ کی مسلمان بادشاہوں سے قرابت

یہ شرف خاندان اودے پور ہی کو حاصل ہے کہ اُس نے مسلمانوں سے قرابت گوارا کی لیکن کتب تواریخ میں مفصلۂ ذیل باتیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) آخر وقت میں عالمگیر نے بیٹے کو ایک خط لکھا تھا جس میں یہ فقرہ ہے اودے پوری والدہ شما در بیماری با من بودہ۔ ارادہ رفاقت دارد۔ اس رقعہ کے لفظ اودے پوری نے بڑے تماشے دکھائے ہیں کوئی تو کہتا ہے کہ اودے پور کے خاندان میں سے کوئی لڑکی اُس کے نکاح میں آئی تھی۔ کوئی کہتا ہے اودے پوری کی جگہ جودھپوری ہے۔ سب سے زیادہ لطیفہ یہ ہے

جو فرنگستانی تاریخوں میں لکھا جاتا ہے کہ اودیپوری ایک عیسائی عورت کا نام تھا وہ گوری بہت تھی۔ وہ جارجیا کی رہنے والی تھی ایک بردہ فروش سے داراشکوہ نے اسکو خریدا تھا دارا کی محبوبہ بھی تھی یہی محض سبب تھا کہ دارا نے عیسائی مذہب اختیار کیا تھا جب دارا مارا گیا تو عالمگیر نے اپنے بڑے بھائی کی دو بیووں سے شادی کرنی چاہی اُن میں سے ایک راجپوتن تھی۔ وہ تو زہر کھانے کو موجود ہوگئی۔ عالمگیر نے اُس سے نکاح نہ کیا۔ مگر اس کرسچن لیڈی نے بادشاہ سے نکاح کر لیا فرنگستانی تاریخوں میں بہت سی ایسی دل لگی کی باتیں ہیں جیسا کہ مولوی ذکاء اللہ صاحب نے لکھا ہے۔ تذکرۂ عالم میں لکھا ہے کہ عالمگیر کی تیسری بیگم سہ روپی اودیپور والی مشہور تھی اسی کے بطن سے اکبر پیدا ہوا تھا یہ ایک بڑی بات تھی۔ کہ اس نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا تھا عالمگیر نے ہر چند چاہا کہ مسلمان ہو جائے لیکن وہ نہیں ہوئی۔ اور اپنے آبائی مذہب پہ رہی۔ حسن میں اگر لاثانی نہ تھی تو کسی سے بُری بھی نہ تھی۔ عالمگیر کی چوتھی بیگم مسیحی عورت تھی یہ کشمیر کی رہنے والی تھی کوئی کہتا ہے کہ یہ شاہزادی تھی اور کوئی کہتا ہے کہ پادری کی لڑکی تھی کسی نے اسکے باپ کو متاجر لکھا ہو اول اس سے داراشکوہ نے نکاح کیا تھا اُسکے بعد عالمگیر کے نکاح میں آئی کسی مورخ نے سوائے ویلیم اور جلال الدین شروانی کے متعلق عالمگیر کی مسیحی بیوی کا ذکر نہیں کیا اس سبب سے ہمارے ہندوستانی بھائی کم جانتے ہیں

(۲) اودے سنگھ خلف رانا کو بھالے اپنی بیٹی مانڈو کے بادشاہ کو دی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ صرف دینے کا وعدہ کیا تھا۔

(۳) جھونداس نے ناصر الدین بادشاہ مالوہ کو اپنی بیٹی دی جسکا نام رانی چوہڑی رکھا گیا۔

والیان میواڑ کو نوشیروان شاہ ایران کی نسل میں داخل کرنا

مسٹر مارشمن اور کرنل ٹاڈ نے خاندان میواڑ کو ایران کے بادشاہ نوشیروان کی نسل میں داخل کیا ہے جس کے پوتے خسرو پرویز کو جبکہ وہ اپنی قدیمی سلطنت سے خارج ہو کر ملک روم میں چلا گیا تھا۔ روم کے عیسائی بادشاہ کی بیٹی بیاہی تھی اسوقت

سے پونے دو سو برس پہلے محمد ہاشم خفی خان نے بھی اپنی کتاب میں اس با[ت]
کا ذکر کیا ہے لیکن وہ اس کو غلط بتاتا ہے۔ کرنل جیمس ٹاڈ نے مسلمانوں کے ہاتھ سے
ایران تباہ ہونے کے وقت کسی لڑکے یا ایک دختر ماہ بانو کا ہندوستان میں بھاگ
آنا قرار دیکر اس بات کو پختہ مان لیا ہے کہ اسکی اولاد یہاں ہے لیکن جبکہ درمیان
ساتویں صدی عیسوی میں بہ عہد خلیفہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ تمام ایران مسلما[ن]
عربوں کے ہاتھ سے فتح اور وہاں کا خاندان قید و قتل ہوا۔ تو اگر اس وقت کوئی ما[را]
بچا کر سوراشٹر (کاٹھیاواڑ) میں آئی بھی ہو تو بہ قول ٹاڈ کسی طرح داخل بلبھی نسل نہیں ہو[سکتا]
کیونکہ وہ ۵۲۴ء میں برباد ہوئے ایران سے سو برس پہلے تباہ ہو کر سوراشٹر [چھوڑ]
چکا تھا اور اگرچہ دو ہزار برس پہلے غیر ملک والوں کی یہاں آمد و رفت خواہ رشتہ دا[ری]
جاری تھی لیکن جب مسلمان اور دوسرے لوگوں نے آتے ہی یہاں کے باشندو[ں]
دبانا شروع کیا تو ہندوؤں نے بیاہ شادی تو درکنار غیر لوگوں بلکہ اپنی بھی غیر خاندا[ن]
کے ساتھ کھانا پینا تک چھوڑ دیا پس یہ قرابت پچھلے زمانے میں جبکہ ان پر ایرانیوں کا
دباؤ بھی نہ تھا کیونکر جائز مانی جائے۔

تاریخی حالات

اودھ کے ایک نامی [illegible] کا حال جسکو اول [illegible] راجہ اکشواک کی ستا[illegible]
پشت میں گنتے ہیں کتاب رامائن وغیرہ میں سب نے لکھا ہے انکے بڑے بیٹے لو کا نام[؟]
میں جا کر لاہور آباد کرنا جسکو پہلے لوکوٹ کہتے ہیں اکثر لوگوں نے بیان کیا ہے لیکن لو کی
اولاد کہیں سے ثابت نہیں ہوتی جسکا ذکر پہلے کیا گیا ہے اس سبب سے راجہ کنک
یا بلبھی سین کو کش کی نسل میں سمجھنا چاہیے جس کو واقفی سے دوسرے لوگوں
لو کی اولاد میں لکھ دیا ہے کنک سین نامی جس نے سورج بنسی ہونیکا دعوے [کیا]
شمالی ہندوستان سے نقل مکان کرکے حسب بیان ٹاڈ سمت ۲۰۱ مطابق ۱۴۵ء
میں سوراشٹر کیطرف جو قدیمی نام علاقہ سورٹھ یعنی کاٹھیاواڑ کا ہے جا بسا۔ اس

نے وہاں کی حکومت پر مار قوم کے راجہ سے چھین کر ٹنکر آباد کیا۔ اُسکی چار پشت بعد دھ
بلیاسین نے وجیاپور اور مشہور دار الریاست بلبھی کو تعمیر کرایا جس کا موقع دس میل بھاؤنگر
سے شمال و مغرب کیطرف ہے بلبھی کا شمالی علاقہ بھال کہلاتا ہے وہ غالباً قوم بالا وغیرہ کے نام
سے نکلا ہے جس میں کاٹی وجھالا وغیرہ کے ستھیا نسل میں سے ہیں یہ لوگ تاتار سے پنجاب اور
وہاں سے سوراشٹر میں کنک سین کیطرح چلے آئے ہیں سورج بنسی راجپوتوں کے ساتھ
بھی رفاقت اور بیاہان کے سبب راجپوتانہ میں بھی آکر شریک حال ہوئے۔

سنہ ۱۴۵ء سے سنہ ۵۲۴ء تک تین سو اسی برس کے اندر بارہ پشت اس خاندان
کا راج سوراشٹر میں رہا۔ جبال کے آخری سلادت کے وقت بلبھی سمت ۵ مطابق
سنہ ۵۲۴ء میں کسی دشمن کے ہاتھ سے جس کو اکثر مورخ ایران کے ساسانی بادشاہ نوشیروان
وغیرہ کی فوج اور ڈاکٹر بھاؤ دا اور مسٹر فاربس وغیرہ گوجر قوم کے لوگوں کو جن کے نام سے
ایک علاقے کا نام گجرات مشہور ہوا۔ خیال کرتے ہیں غارت ہوا شہر بلبھی تباہ ہوئی
سوائے ایک رانی کملاوتی کے جس کو بعض لوگ پشپ یعنی کنول سمجھکر پشپاوتی لکھتے
ہیں اور جو اُس وقت اولاد کی آرزو میں ایک دور مندر کے اندر نذر چڑھانے گئی تھی
راجہ کا تمام خاندان قتل ہوا۔ رانی جنیر سنگر پہاڑی علاقے میں جا چھپی۔ جہاں کچھ عرصہ بعد اُس
کے ایک لڑکا پیدا ہوا اور اُسکا نام گیشو ادت رکھا گیا اسکو بھی غلطی سے لوگوں نے گوہ لکھدیا
ہے۔ وہ بیٹے کو ایک برہمنی لکھماوتی نام کے حوالے کر کے خود چتا پر جل گئی یعنی ستی ہو گئی۔ بعض
کتابوں میں یوں لکھا ہے کہ مہاراشٹر میں ایک راج تھا جس کی راجدھانی ناگار تھی۔ یہاں کے
راجاؤں کی قوت کو شالباہن نے خاک میں ملا دیا۔ شالباہن ایک رذیل قوم کا آدمی
تھا۔ اس لئے اُس راجہ کا ملک فتح کر لیا جو قوم کا راجپوت سیسودیہ کی نسل سے تھا۔ شالباہن
نے اس راجہ کے سارے خاندان کو قتل کیا مگر ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ جان سلامت لیکر نکل
گئی اور ست پوری کے پہاڑوں میں اُس لڑکے نے پرورش پائی اور یہی لڑکا چتوڑ کے رانا
کے بنس کا بانی ہوا۔ چتوڑ کے رانا سے اودیپور کے رانا پیدا ہوئے یہ بیان بہت گڈمڈ اور
غلط و خبط ہے۔

کیشوادت کا راجپوتانہ کے پہاڑوں میں عزت پانا

کیشوادت گیارہ برس کی عمر میں کسی کا کہنا نہ مانتا تھا اور جنگلی بھیلوں وغیرہ کے ساتھ رہ کر اکثر جانوروں کے شکار سے اپنا دل خوش کیا کرتا تھا اس کو چالاک دیکھ کر میواڑ کے مغربی علاقے کے اندر آرائش کی انبا کے گرد و نواح بھیلوں نے اپنا حاکم و راجہ بنایا اکہ بھیل کے ہاتھ سے انگوٹھے کا ٹیکا لگانا ٹاڈ وغیرہ نے غلط لکھا ہے اس کا موقع راناہمیر کے وقت آویگا کیشوادت کی اولاد آٹھ پیڑھی تک پہاڑی علاقے میں بطور سردار کے گذر کرتی رہی اور کئی مقامات پر اپنے نام سے گاؤں آباد کئے جو میواڑ کے شمالی حصے پر تیرتھگاہ ایکلنگ کے آس پاس پائے جاتے ہیں۔

گرہ دت کے وقت میں جو کیشوادت سے آٹھویں پشت میں تھا پہاڑی بھیلوں نے جنکی دوستی اور دشمنی پر کچھ اعتبار نہ کرنا چاہئے حملہ کر کے سب گھر والے کو قتل کیا صرف رانی مع اپنے بیٹے باپا کے جو اس وقت دو تین برس کا تھا نہ بہت سینی پجاری برہمن کے گھر چھپ رہی اور وہاں سے ناگدا گاؤں میں آکر جو اودیپور سے دس میل شمالی طرف ہے باپا نے پرورش پائی۔

نسب نامہ خاندان میواڑ

(۱) باپا راول (۲) راول کہل (۳) بھوج (۴) شیل (۵) کال بھوج (۶) بھرتری بھٹ (۷) اودیت (۸) سمبایک (۹) کھمان (۱۰) الٹ (۱۱) نرباہن (۱۲) شکتی کمار (۱۳) بچی درمہ (۱۴) نرورمہ (۱۵) کیرتی ورمہ (۱۶) ویرینڈ (۱۷) ویرسنگھ (۱۸) بجے سنگھ (۱۹) ارسی راول (۲۰) چوڈ سنگھ (۲۱) کرم سنگھ (۲۲) کھیم سنگھ (۲۳) سامنت سنگھ (۲۴) سنگھا (۲۵) کھمن سنگھ (۲۶) پدم سنگھ (۲۷) جیت سنگھ (۲۸) تیج سنگھ (۲۹) سمرسی (۳۰) رتن سی اول (۳۱) کرن سی اول (۳۲) راناراہپ (۳۳) نرپاہا (۳۴) دن کرن (۳۵) جس کرن (۳۶) ناگ پال (۳۷) پورن پال (۳۸) پرتھی پال

(۳۹) بھون سی (۴۰) بھیم سنگہ اول (۴۱) جے سنگہ اول (۴۲) گرلکھمن سنگہ
(۴۳) ارسی دوم (۴۴) اجے سی (۴۵) ہمیر اول (۴۶) کھیت سی
(۴۷) لاکھا (۴۸) موکل (۴۹) کونبھا (۵۰) رائے مل (۵۱) سانگا یا سنگرام
(۵۲) رتن سی اول (۵۳) بکرمادت (۵۴) اودے سنگہ (۵۵) پرتاب سنگہ اول
(۵۶) امر سنگہ اول (۵۷) کرن سنگہ دوم (۵۸) جگت سنگہ اول (۵۹) راج سنگہ اول
(۶۰) جے سنگہ دوم (۶۱) امر سنگہ دوم (۶۲) سنگرام سنگہ دوم (۶۳) جگت سنگہ دوم
(۶۴) پرتاپ سنگہ دوم (۶۵) راج سنگہ دوم (۶۶) ارسی سوم (۶۷) ہمیر سنگہ دوم
(۶۸) بھیم سنگہ دوم (۶۹) جوان سنگہ (۷۰) سردار سنگہ (۷۱) سروپ سنگہ
(۷۲) شنبھو سنگہ (۷۳) سجن سنگہ (۷۴) مہارانا فتح سنگہ جی

باپا راول کا حال

باپا راول شخص ہے جس نے موجودہ خاندان یعنی ریاست میواڑ کی بنا ڈالی۔ اُسکی اولاد کے قبضے میں اودے پور۔ ڈونگر پور۔ بانسواڑہ۔ اور پرتاب گڑھ چار ریاستیں راجپوتانے کے اندر موجود ہیں جن کے سوا اور بھی کئی رئیس اس خاندان میں سے ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں باپا کو ہوش سنبھالنے پر گائیں چرانے کا کام سپرد ہوا جسکا راجپوت اور دوسری قوموں میں کچھ عیب نہیں گنا جاتا۔ اُس نے اپنی ماں سے سُنا تھا کہ میں چیتوڑ کے موری راجہ کا رشتہ دار ہوں۔ اس واسطے اس نے چرپائی کے پیشے کو چھوڑ کر چیتوڑ کا راستہ لیا جہاں کہ خوبی قسمت نے اسُ کو پریشانی کی بڑے درجے پر پہنچایا۔

چیتوڑ آنے پر رشتہ داری کے سبب باپا کی بڑی قدر ہوئی اور وہ گذر کے لائق جاگیر پاکر فوج میں ایک افسر بنایا گیا۔ تھوڑے عرصے میں موری راجہ کو کسی بڑے دشمن سے مقابلے کی ضرورت ہوئی جس پر اُسکے تمام ماتحت سرداروں نے راجہ کی بدمزاجی اور باپا کی جلد ترقی سے جلکر کنارہ کیا۔ باپا کو عمدہ موقع ملا کہ وہ تمام فوج کا افسر اعلےٰ کیا گیا سرداروں کی جاگیریں ضبط ہوئیں اور وہ شرمندگی اٹھا کر باپا کے شریک حال ہوئے دشمن

کو شکست دینے سے باپا نے تازہ ناموری اور قوت حاصل کی۔ اور تمام سردار موری
راجہ کو چھوڑ کر باپا سے مل گئے جن کی مدد سے اُس نے واپسی کے وقت چتوڑ پر حملہ کر کے
وہاں قبضہ کر لیا۔

ٹاڈ نے لکھا ہے کہ راجہ موری کے جن دشمنوں کو باپا نے شکست دی وہ عرب کے
مسلمان معلوم ہوتے ہیں جن کا افسر محمد قاسم تھا لیکن یہ غلط ہے کیونکہ محمد ابن قاسم نے سنہ ۷۱۲ء
میں خلیفہ ولید کی طرف سے صرف سندھ وغیرہ پر حملہ کیا تھا اور کامیابی کے بعد واپسی پر
ایک الزام کے سبب وہ ہلاک ہوا۔ باپا کی پیدائش بقول کرنل ٹاڈ اس سے کچھ دنوں پہلے
اس واسطے چتوڑ کے دشمن مغربی میواڑ کے فسادی بھیلوں کو سمجھنا چاہیے جنھیں کہ
لوٹ مار کے عوض سزا دی گئی۔

چتوڑ پر باپا کا قبضہ

بیان کیا جاتا ہے کہ باپا جب سنہ [illegible] مطابق سنہ ۷۲۸ء میں اپنے ماموں راجہ مان موری
کو نکال کر [illegible] سرداروں کی سازش سے چتوڑ پر قابض ہوا۔ تو پون پندرہ برس کا تھا
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غالباً [illegible] ایک سو [illegible] برس بعد سنہ ۷۱۳ء یا ۷۱۴ء میں
پیدا ہوا یہ وقت ایسا تھا کہ مسلمان بادشاہ ہندوستان میں موجود نہ تھے غرضکہ اس خاندان کو
میواڑ میں قائم ہوئے بارہ سو برس کے قریب زمانہ ہوا۔

چتوڑ پر قبضہ پانے کے بعد باپا کا [illegible] کرنل ٹاڈ وغیرہ زبانی روایتوں سے لکھتے ہیں
کہ باپا نے سو برس کی عمر میں وفات پائی اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ وہ آخر عمر میں خراسان
کی طرف چلا گیا جہاں غیر قوم کے لوگوں میں بیاہ شادی کر کے بہت سی اولاد چھوڑ مرا لیکن
یہ غلط ہے ایک مذہبی کتاب سے جس کا نام ایکلنگ ماہاتم ہے [illegible] وقت [illegible]
چار سو برس کی بنی ہوئی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ باپا نے سنہ [illegible] مطابق سنہ ۷۵۳ء میں سنیاس لیا
یعنی دنیا داری کو ترک کیا یہ اسی حالت میں گوارا کیا جاتا ہے جبکہ زندگی کی امید نہیں رہتی
پس اس کے برس دو برس بعد باپا کا انتقال سمجھ لینا چاہیے جس کے حساب سے

اکتالیس سال کی عمر ہوتی ہے سو برس کی تعداد بے ثبوت مبالغے کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے جیسے کہ پرانے زمانے کے نامور لوگوں کی عمریں ہزاروں تک کنبہا اولاد کا نمبر سیکڑوں تک پہنچانا اور اُن کی ذات میں خدائی اوصاف قائم کر دینا ایک معمولی بات ہے

ٹاڈ صاحب لکھتا ہے کہ اپراجیت باپا کا چھوٹا بیٹا جو چتوڑ کی پیدائش تھا۔ باپ کے بعد مسند پر بیٹھا اور بڑا بیٹا اسیل یا اسیر جو راج ملنے سے پہلے پیدا ہوا تھا حکومت سے محروم رہکر سوراشٹر کا مالک جا بنا۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے اس طرح کہ چودہ یا پندرہ برس کی عمر میں باپا کا چتوڑ لینا مانا جاتا ہے۔ یقین نہیں آتا کہ اسکے پہلے سے کوئی بیٹا موجود ہو کیونکہ باپا کی نابالغی کے علاوہ راجپوت لوگ کم عمری میں شادی بھی نہیں کرتے تھے۔ باپا کا بیٹا گہل درج ہے جس سے یہ قوم گہلوت یعنی گہل کی اولاد کہلاتی ہے۔

اسیر کی بابت شاہ جہان نامے میں لکھا ہے کہ اسکو آسا اہیر نامی نے بنایا تھا جس سے اسکا نام آسا اہیر گڑھ رکھا گیا تھا اور اب اسکو لوگ کثرت استعمال سے آسیر بولنے لگے ہیں۔

(۹) راول کھمان وغیرہ

راول کھمان کو کرنل ٹاڈ نے باپا سے چوتھی پشت پر ۸۱۲ء میں راجہ ہونا لکھدیا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ راول کھمان کو باپا سے نویں پشت میں گنا جاتا ہے اور باپا راول کی موت درمیانی آٹھویں صدی عیسوی میں صحیح مانی جاتی ہے اگر کرنل ٹاڈ کے قول پر یقین لاکر باپا کی عمر سو برس قبول کیجائے تو ۸۱۲ء میں اسکو زندہ ماننا پڑیگا کیونکہ باپا کا سال پیدائش ۷۱۳ء لکھا گیا ہے پس اس طرح باپا کے سامنے جبکہ کوئی بڑا فسادبھی درپیش نہ تھا آٹھ پشت گذر جانا اور کھمان کا راج پانا صریح غلط ٹھہرتا ہے ایک کتبے سے کھمان کے پوتے نرباہن کا عہد سمت ۱۰۰۸ مطابق ۹۵۲ء ظاہر ہوتا ہے پس کھمان کا وقت نرباہن سے پچاس برس پہلے یعنی شروع دسویں صدی عیسوی میں سمجھنا چاہیے جس سے باپا کے عہد تک پورے دو سو برس کا زمانہ اندازے کے ساتھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔

کسی ہندی کتاب میں محمود خراسانی کا حملہ چتوڑ کیطرف لکھدیا ہے جسکو کرنل ٹاڈ نے اس

خیال ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے شروع گیارہویں صدی عیسوی میں کھمان سے بہت عرصہ بعد ہندوستان پر چڑھائی کی ہے خلاف سمجھ کر اپنے قیاس سے ماموں بنا لیا ہو اسی بے ثبوت بات کو راجہ شیو پرشاد وغیرہ نے بھی جنکے پاس کوئی بڑا رسالہ تاریخ کا الفنسٹن وغیرہ کی نقل کرنیکے سوا نہ تھا کرنل ٹاڈ سے لیکر اپنی پر تعصب کتابوں میں درج کر دیا ہے کہ چوبیس لڑائیاں ہونے پر ماموں چتوڑ سے ہٹایا گیا یہ بیانات محض غلط ہیں خلیفہ ماموں کا عہد کھمان کے سو برس پہلے ہے وہ ۸۱۳ء سے ۸۳۳ء تک بیس برس حکومت کرکے گذر گیا کوئی خلیفہ فوج لے کر ہندوستان یا کسی دُور ملک میں نہیں گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے زمانے میں محمود اور کھمان کی شہرت و بہادری کا حال سنکر لوگوں نے غلط قصہ بنایا۔ جسکو اوروں نے بغیر سوچے سمجھے کتابوں میں لکھدیا۔

(۲۹) راول سمرسی وغیرہ

سمرسی راول باپا سے اکتیسویں پشت میں تھا جسکی بابت کرنل ٹاڈ نے راجہ پرتھی راج کے ہمراہ سندھ پار جا کر شہاب الدین غوری کے مقابلہ پر قتل ہونا لکھدیا ہے سمرسی کا اس جنگ میں شریک ہونا پرتھوی راج راسہ نام کتاب سے بیان کیا گیا ہے جو شاعری کا ایک نیا ذخیرہ ہونیکے سوا تاریخی معاملات میں کچھ بھی قابل اعتبار نہیں ہے۔ راسہ میں لکھا ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی کے اندر سندھ پار پرتھی راج نے شہاب الدین سے آخری جنگ کی سو یہ محض غلط ہے وہ لڑائی آخری بارہویں صدی عیسوی میں سرہند مقام کے پاس جو شہاب الدین غوری کی سرحد تھا واقع ہوئی اور کامیابی کے بعد شہاب الدین نے پنجاب کے سوا جو پہلے سے اُسکے قبضے میں تھا تمام شمالی ہندوستان فتح کر لیا۔ اگر پرتھوی راج راسہ کا بنانے والا چند نام بھاٹ اُس زمانے میں موجود ہوتا۔ تو لڑائی کے موقع اور وقت میں ہرگز ایسی غلطی نہ کرتا جو دوسری سندوں کے مقابل صاف غلط معلوم ہوتی ہے۔ سمرسی کو اس واقعہ میں شریک کرنے کی دوسری غلطی ہے کیونکہ اسکے عہد کے تین صحیح کتبات سمت ۱۳۳۱ و سمت ۱۳۴۲ اور سمت ۱۳۴۴ یعنی ۱۲۷۴ء سے ۱۲۸۷ء تک کے دستیاب ہوئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پرتھی راج کے ہمراہ ان کتبوں کے لکھے جانے سے سو برس پہلے ۱۱۹۳ء کی لڑائی میں کوئی اور

شخص سمرسی راول کے بزرگوں میں سے کام آیا ہوگا۔ اگر سمرسی اوس وقت میں مارا جاتا تو
سو برس کے بعد کتبات کندہ کرانے کو اوسکی روح نہیں آسکتی تھی۔

(۳۰) راول رتن سی اول

سمرسی کے دو بیٹوں رتن سی اور کنبھ کرن میں سے پہلا راج کا مالک ہوا اور دوسرا کرن
اور وہاں سے نیپال کی طرف چلا گیا جسکی اولاد میں ہونیکا دعوے نیپال کے راجہ کرتے ہیں
رتن سی کا عہد آخر تیرہویں صدی عیسوی میں سمجھنا چاہیے کیونکہ اوسکے باپ سمرسی کا وقت
اسی عرصے میں ختم ہونا خیال کیا جاتا ہے جیسا کہ سمت ۱۳۴۴ مطابق ۱۲۸۷ء کے کتبے سے ظاہر ہوتا ہے
رتن سی اول کے عہد میں علاء الدین محمد شاہ کی چڑھائی جو خلجی خاندان کا دوسرا بادشاہ
تھا اس طرح تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے۔

علاء الدین خلجی الملقب بہ سکندر ثانی نے قلعہ چتوڑ پر چڑھائی کر کے چھ ماہ کے محاصرے کے بعد
۷۰۳ہجری میں جبراً و قہراً فتح کر لیا (زبانی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چتوڑ گڑھ کے پہاڑ کے
جنوبی طرف جو اوس سے لگا ہوا اونچا اور چوڑا ٹیلا ہے۔ وہ اس بادشاہ نے بنوا کر ادہر سے حملہ کرایا
تھا نام اس ٹیلے کا چتوڑی مشہور ہے اور چونکہ اوپر سے راجپوت مارتے تھے بہت سے مزدوروں
کے کام آنے اور اونکو فی ٹوکری مٹی خاطر خواہ مزدوری دینے کے بعد ٹیلہ تیار ہوا۔ یہاں تک مبالغہ
کرتے ہیں کہ آخر میں جب بہت مزدور کام آنے لگے تو فی ٹوکری ایک اشرفی دی جاتی تھی)
شہنشاہ یہاں کچھ دنوں قیام کر کے اپنے بڑے بیٹے خضر خاں کو چتوڑ کی حکومت پر چھوڑ گیا
اور راجہ رتن سی والی چتوڑ کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ خضر خاں نے اس مقام
کا نام خضر آباد کہا اور قلعہ کے قریب والی ندی پر پل بنوایا۔ جو اب تک سوائے
دو طرفہ کنارے ٹوٹ جانے کے موجود ہے۔ علاء الدین محمد شاہ کی حکومت کے وقت
کا ایک کتبہ جس میں تاریخ ۱۰ ذی الحجہ ۷۰۹ ہجری درج ہیں آبادی چتوڑ سے باہر پارسولی
کے راستے پر ایک مقبرے کے اندر ملا ہے اوس مقبرے میں کسی سردار کی قبر معلوم ہوتی ہے
جو چتوڑ کی لڑائی کے بعد وہاں مرا۔ اوس کتبے کے اشعار یہ ہیں۔

شہریار جہاں محمد شاہ ÷ آفتاب زمان ظل اله ÷ بوالمظفر سکندر ثانی ÷ شد مسلم برو جہاں بانی

عشر ذی الحجہ سو مسلم قرباں　　سال بد ہفصد و نہ از ہجران
تا بود کعبہ قبلۂ عالم　　باد ملک شہ بنی آدم

فرشتہ کہتا ہے ایک عرصے بعد بادشاہ کو خبر ملی کہ راجہ کے گھر میں ایک بیٹی ہے جو نہایت
خوبصورت اور پدمنی ہے۔ راجہ کو بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ اگر اپنی رہائی چاہتے ہو تو اس عورت
کو یہاں بلا دو۔ راجہ نے اپنی اہل و عیال کو جو میواڑ کے کوہستان میں رہتے تھے کہلا بھیجا کہ اس
لڑکی کو یہاں بھیج دیں جب یہ بات راجپوتوں کو معلوم ہوئی تو اونھوں نے راجہ کی بے حمیتی
پر نفریں کی اور چاہا کہ تھوڑا سا زہر بھجوا کر لوٹیا اسکے پاس بھیجیں کہ اسکو کھا کر مر جائے اور اپنے
غیرت کا دھبہ اپنے اوپر نہ لگائے۔ راجہ کی بیٹی نہایت عقلمند تھی اس لئے یہ صلاح ناپسند کی۔
اور کہا کہ میں جو تدبیر بتاتی ہوں اسکو کرنا چاہئے۔ راجہ بھی چھوٹ جائے گا اور اپنی غیرت تک
بھی نوبت نہ پہنچے گی اور وہ تدبیر یہ تھی کہ بہت سے میانے اور ڈولیاں تیار کرا کے انہیں
مسلح راجپوتوں کو بٹھایا جائے اور دہلی کو بھیجا جائے اور یہ مشہور کیا جائے کہ پدمنی اور راجہ کی
تمام اہل و عیال لشکر شاہی میں آتے ہیں جب شہر میں پہنچ جائیں تو محبس کے دروازے
پر رات کو راجپوت نکل کر میرے باپ کو چھڑا کر اور گھوڑے پر بٹھا کر بھگا دیں اور جو کوئی
مانع آئے اسکا کام تمام کر دیں سب نے یہ رائے پسند کی اور بہادروں کی ایک جماعت
سوار کر کے دہلی کو اسی طرح بھیجی پہر رات گئے یہ تمام میانے اور ڈولیاں شہر میں
پہنچیں اور یہ بات مشہور کر دی کہ پدمنی راجہ کے تمام متعلقین کے ساتھ آئی ہے جب محبس
کے پاس پہنچے تو راجپوتوں نے کود کود کر اور تلواریں سونت کر محافظان جیل کو قتل کرنا شروع
کیا اور رائے کی زنجیر کاٹ کر اسے گھوڑے پر سوار کرا کے نکال دیا جو راجپوت شہر کے باہر
انتظار میں کھڑے تھے۔ رائے انکے ساتھ اپنے ملک کو چلا گیا بادشاہ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی
تو سوار تعاقب کو دوڑائے جہاں مقابلہ ہوا راجپوتوں نے لڑ کر پسپا کر دیا اور رائے بہزار خرابی
اپنے ملک میں داخل ہو گیا اور اب چتوڑ کے آس پاس لوٹ مار شروع کر دی۔
بادشاہ کے پاس رائے کا بھانجا حاضر تھا بادشاہ نے خضر خاں کی حکومت سے قلعے کو نکال کر
اس شخص کو دیدیا اس نے وہاں پہنچ کر قبضہ جما لیا اور تمام راجپوت اسکی حکومت سے راضی

ہو گئے اور مرتے دم تک بادشاہ کا وفادار رہا اور ہر سال بہت سے تحائف لے کر دہلی میں بادشاہ کے پاس حاضر ہوتا۔ خلعت اور گھوڑا اور ہاتھی پاکر لوٹ جاتا اور بادشاہ جہاں اُسے بھیجتا پانچہزار پیادے اور دسہزار سوار لیکر وہاں جاتا۔

۳۱۔ راول کرن سنگھ وغیرہ

کرن سنگھ نے راج پاکر اپنا وقت پہاڑی علاقے کی لڑائیوں میں صرف کیا مختلف ہندی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسکے دشمنوں میں سے منڈور کا رانا موکل پر ہار اکثر میواڑ کا علاقہ لوٹ لے جایا کرتا تھا جسکی سزادہی کے واسطے کرن نے اپنے بیٹوں کو ہدایت کی بڑے بیٹے راہپ سے اسکا کچھ بندوبست نہ ہو سکا لیکن چھوٹا کنور راہپ چڑھائی کر کے موکل کو منڈور سے گرفتار کر لایا جس سے باپ نے خوش ہو کر اُسے ولی عہد قرار دیا اور رانا کا خطاب بھی منڈور والے سے ضبط کر کے اُسے عنایت کیا وہی اب تک خاندان میواڑ میں جاری چلا آتا ہے۔

کرن کے بڑے بیٹے ماہپ نے جو بڑے دشمنوں کے مقابل زور آزمائی کی طاقت نہ رکھتا تھا پنج ونا اسیدی کے ساتھ تنہائی کی اختیار کر کے میواڑ کے جنوبی ویران علاقے میں جہاں اب ڈونگر پور آباد ہے رہنا اختیار کیا اور قدیم خطاب راول اُسی کے لئے رہا جو اب تک اُسکی نامور اولاد یعنی ڈونگر پور اور بانسواڑے والوں کے نام پر بولا جاتا ہے۔

۳۲۔ رانا راہپ

رانا راہپ کو درمیانی چودھویں صدی عیسوی میں ملک حاصل ہوا۔ وہ پہلا شخص ہے جو راول کے عوض میواڑ کا رانا کہلایا اور جسکی اولاد نے سیسودہ مقام میں قیام رکھنے کے سبب سیسودیہ نام پایا۔

کرنل ٹاڈ نے راہپ کی مسند نشینی سمت ۱۲۵۷ مطابق سنہ ۱۲۰۱ء لکھدی ہے جو صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ایک کتبے سے سمت ۱۳۴۳ مطابق سنہ ۱۲۸۶ء تک راول سمرسی کا عہد ثابت ہوتا ہے جو راہپ سے تین پشت پہلے تھا۔

۳۴۔ رانا بھون سی وغیرہ

راہپ کے بعد جیند رسنہہ۔ ۳۳ نرپت ۳۴ دِن کرن۔ ۳۵ جس کرن۔ ۳۶ ناگ پال

٣٧ پورن پال۔ ٣٨ پرتھوی پال۔ لڑائی جھگڑوں میں مارے گئے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے چتوڑ لینے کے واسطے مسلمانوں سے مقابلہ کر کے جانیں دیں اور اجد ھانی کو ساتویں شخص ٣٩ بھونسی نے کوشش کر کے واپس لیا بھون سی کے بعد ٤٠ بھیم سنگھ اول اور ٤١ جے سنگھ اول کے وقت میں بھی فساد برپا رہا۔

٤٢۔ راناگڑھ لچھمن سنگھ وغیرہ

لکھ سی یعنی گڑھ لکشمن سنگھ کے وقت میں چتوڑ دوبارہ ہاتھ سے نکل گیا اور وہ مع اپنے ولیعہد ٤٣ ارسی وغیرہ کے لڑکر مارا گیا۔ رانا کا دوسرا بیٹا اجے سی کیلواڑہ کی طرف بھاگ گیا اس جھگڑے کو کرنل ٹاڈ نے علاء الدین خلجی کی لڑائی خیال کر لیا ہے لیکن یہ غیاث الدین تغلق شاہ کا حملہ ہے سلطان علاء الدین بیس برس سلطنت کر کے ١٣١٦ء میں گذر گیا تھا اور اسکے بیٹے مبارک شاہ خلجی کے قتل ہونے بعد ١٣٢١ء میں تغلق خاندان نے دہلی کی سلطنت سنبھالی تھی۔

ایک فارسی کتبہ جو قلعہ چتوڑ سے ملا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ قلعہ چتوڑ علاء الدین کے علاوہ کچھ عرصے کے لئے دوبارہ مسلمانوں کے قبضے میں گیا جہاں تغلق شاہ کے شحنتی الملک اسد الدین ارسلان کی تجویز سے کوئی مکان تعمیر ہو کر ایک کتبہ بطور یادگار اس میں لگایا گیا اسکے تین مصرعے جو سند و سال ظاہر کرتے کسی بے احتیاطی کے سبب جو مسلمانوں کا دخل اٹھ جانے بعد عمل میں آئی ضائع ہو کر دو حصے پتھر باقی رہ گیا ہے۔ اس میں بادشاہ اور وزیر کی تعریف کے چند اشعار کندہ ہیں جو یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

. . . .　　خدائے ملک سلیمان و تاج و تخت و نگین
چو آفتاب جہان تاب ملکہ ظل الٰہ　　یگانہ ختم سلاطین عصر تغلق شاہ
. . . .　　سواد مملکت از رائے او مزین باد
ملاذ ملک اسد الدین ارسلان جواد　　کہ گشت محکم ازو عدل و داد را بنیاد
. . . .　　سہ از جمادی الاولے گذشتہ بالا یام
خدا بفضل ہریں خیر را قبول کناد　　جزائے حسن عمل را یکے ہزار دہاد

ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ شہنشاہ غیاث الدین تغلق کی طرف سے جس کا عہد ۱۳۲۱ء سے ۱۳۲۵ء تک رہا۔ جالور کا راؤ مالدیو چتوڑ کی حکومت پر رکھا گیا جیسا کہ رانا ہمیر کے بیان میں ظاہر ہوگا۔

۴۴۔ رانا اجے سی

معلوم ہوتا ہے کہ جب رانا لکم سی مع اپنے ولیعہد ۴۳ ارسی اور دوسرے لوگوں کے لڑائی میں کام آیا۔ تو اسکا چھوٹا بیٹا ۴۴ اجے سی چتوڑ سے نکلکر میواڑ کے مغربی پہاڑوں میں حکومت اور وہاں کے فسادی بھیلوں سے مقابلہ کرتا رہا۔ پہاڑی دشمنوں میں سے ایک مونجا بالیچا بھیل بڑا زبردست تھا جسکو اجے سی اور اسکے بیٹے زیر نہیں کرسکتے تھے۔ اتفاق سے کنور ہمیر جو اجے سی کے اس بڑے بھائی ارسی کا بیٹا تھا جو چتوڑ کی لڑائی میں کام آچکا تھا۔ مونجا کا سر کاٹ لایا۔ اجے سی اپنے بھتیجے کی بہادرانہ کارروائی سے نہایت خوش ہوا اور اس نے مونجا کے سر کے خون سے ہمیر کی پیشانی پر ٹیکا لگا کر راج کا مالک قرار دیا جس لئے پرانے وحشیانہ دستور کے موافق اس پاس کا علاقہ بطور شگون لوٹ کر اپنا دل خوش کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اجے سی کے دو بیٹوں میں سے ایک تو اپنی موت سے مر گیا اور دوسرا دکن کی طرف چلا گیا۔ جسکی اولاد میں ہونے کا مرہٹوں نے دعوے کیا۔

چھتریوں کا یہ دعوے ہے کہ ہم ماں کے پیٹ سے سپاہی پیدا ہوتے ہیں اور خدا نے سپہ گری کا کام ہماری نسل سے مخصوص کیا ہے اسلئے مرہٹوں نے بھی جو سپاہیوں کا فرقہ ہے چھتری ہونے کا دعوے کیا اس دعوے کو جھوٹا یا سچا ثابت کرنا نہایت مشکل ہے۔ تاریخ میں مرہٹوں کا ذکر اس طرح نہیں آتا۔ جب اول اول مسلمانوں نے دکن پر حملہ کیا ہے تو کہیں مرہٹوں کا نام نہیں آیا۔ اور ایسی ان پر کم توجہی تھی کہ سترہویں صدی میں جب وہ اپنی کوہستانی و میدانی وطن سے نکلے۔ تو اور لوگ انکو ایسا اجنبی اور نئی قوم سمجھتے تھے۔ دکن کی مسلمان سلاطین کے وقت میں اکثر کوہستانی قلعوں میں مرہٹے متعین کئے جاتے کبھی وہ سرکار شاہی سے تنخواہ پاتے اور کبھی جاگیریں انکو ملتیں کبھی وہ دیس مکھ (چودہری یا زمیندار) ہوتے پھر مرہٹے منصب دار ہونے لگے ان بادشاہوں نے ان مرہٹوں کو ان کے قدیمی خطاب

راجہ دنایک وراؤ کے دئے مغلوں نے جو گولکنڈہ و احمد نگر و بیجاپور کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں داخل کرنیکا ارادہ کیا۔ اس سبب سے مرہٹوں کا بڑا عروج ہوا۔ اس سے دکن کے مسلمان سلاطین کی قوت ٹوٹ گئی۔ مرہٹوں کی طاقت بڑھ گئی۔

مرہٹہ کیا چیز ہے اسکو سمجھنا چاہیئے؟

ہندوؤں کے جغرافیے کے موافق دکن عبارت اوس ملک سے ہے جو نربدا اور مہاندی دریاؤں کے جنوب میں واقع ہے اگرچہ دکن کے حصے بہت سے ہیں مگر ان میں پانچ بڑے حصے ہیں۔ (۱) ڈراویڈ (۲) کرناٹک (۳) اندریا تانگانہ (۴) گونڈ واند (۵) مہاراشٹر جب غیر ملکوں کے باشندوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو ہم مہاراشٹر کے رہنے والوں کو مرہٹہ کہتے ہیں۔ مہاراشٹر کا باشندہ اپنے ملک میں مرہٹہ نہیں کہلاتا۔ مہاراشٹر کی حدود ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہیں۔ مرہٹوں کی قوم اس سرزمین میں بستی ہے جو کوہستان کے سلسلے اور ایک خط کے درمیان واقع ہے یہ کوہستان کا سلسلہ وہ ہے جو نربدا کے جنوب کی الٹی سمت میں سلسلہ سندھیاچل کے متوازی پھیلتا ہے اور خط وہ ہے جو گوا سے ساحل بحر پر سیدر اور چاندا کے درمیان دارادہ پر گذرتا ہوا کھینچا جائے یہ دریا اسکی مشرقی حد اور سمندر اسکی مغربی حد ہے۔

۴۔ رانا ہمیر

ہمیر کی پیدائش کے باب میں ایک قصہ مشہور ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اُسکا باپ ارسی لیعہدی کے دنوں میں شکار کھیلنے کی غرض سے کیلواڑہ کی طرف گیا تھا جہاں اُسکو ایک غریب چنداتہ راجپوت کی بیٹی (چوہانوں کی ایک شاخ ہے) جنگل میں پھرتی ہوئی پسند آئی اُس سے ارسی نے شادی کرکے اپنے باپ سے پوشیدہ پہاڑوں میں رکھا۔ جس سے ہمیر پیدا ہوا اور وہ اپنے رشتہ داروں یعنی چچا اجے سی وغیرہ کے پہاڑی علاقہ میں چلے آنے پر اونکا شریک ہوگیا ہمیر کی سند نشینی کرنل ٹاڈ نے ۱۳۰۱ء میں بیان کی ہے جسکو غلط اور کم سے کم پچاس برس بعد (جسکا خاص وقت معلوم نہیں ہوا) سمجھنا چاہیے اسواسطے کہ علاءالدین خلجی کا حملہ صحیح طور پر ۱۳۰۳ء میں ثابت ہو چکا ہے۔ چتوڑ کی تباہی اور ایک بڑے مسلمان شہنشاہ کی موجودگی کے وقت ہمیر کی سند نشینی جسکے پاس کوئی مقابلے کا سامان نہ تھا خیال میں نہیں آسکتی ہمیر کو

اجے سی نے بہت عرصہ بعد پہاڑی علاقے میں اپنا ولیعہد بنایا تھا۔

ہمیر اپنے چچا اجے سی کے مرنے بعد میواڑ کے مغربی علاقے میں رہ کر چتوڑ کے حاکم راؤ مالدیو کا ملک لوٹتا رہا۔ جس نے کسی مصلحت سے اُسکے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کا پیغام بھیجا اور اس نے باوجود تمام سرداروں کی بد خلافی کے قبول کر لیا۔ ہمیر نے شادی کے بعد اپنی رانی کی صلاح اور ایک مہتا قوم کا مدار کی ملاوٹ سے راؤ مالدیو کی غیر حاضری میں قلعہ چتوڑ دبا لیا۔ اور راؤ کو لاچار اپنے قدیم علاقے پر صبر کرنا پڑا۔

کرنل ٹاڈ نے مالدیو کی مدد کے واسطے علاءالدین کے جانشین محمود خلجی کا میواڑ پر آنا۔ اور شکست کھانا لکھدیا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے خلجی خاندان میں دہلی کی سلطنت پر کوئی محمود نہیں ہوا۔ شاید کوئی سردار ہو جسکو بادشاہ سمجھ لیا۔ محمد بن تغلق کے بعد دہلی کی قوت کم ہو کر بنگالہ۔ جونپور۔ مالوہ۔ گجرات اور دکن وغیرہ میں مختلف سردار اور صوبہ دار خود مختار بن بیٹھے جو مغلوں کے عہد تک قائم رہے۔ اور یہی میواڑ کی لیے ترقی کا موقع تھا۔ ہمیر کے بعد جسکی موت کا وقت معلوم نہیں۔ رانا سانگا کے عہد تک دو سو برس کے عرصے میں مالوہ اور گجرات کے زبردست بادشاہوں نے میواڑ پر حملے کر کے اُسکو تاخت و تاراج کیا۔

جیسا کہ قاسم فرشتہ کے بیانوں سے ثابت ہے اور جسے ٹاڈ دیسی روایتوں کے ذریعہ سے ہندوؤں کی تعریف بیان کرتا ہے۔

۴۶۔ رانا کھیت سی یا کشیتر سنگھ

اٹھارہ برس راج کر کے اپنے ایک چارن کے ہتک کئے جانے پر بناودا کے سردار کو لڑائی میں مار کر مارا گیا۔ اسنے اپنے ملک کے مشرقی علاقے جہازپور اور مغربی کوہستان چوڑا وغیرہ کو فسادی لوگوں سے چھین کر اپنے قبضے میں کیا تھا۔

۴۷۔ رانا لاکھا یا لکش سنگھ

آخر چودہویں صدی عیسوی میں لاکھا چتوڑ کی گدی پر بیٹھا۔ جسکا عہد ایک تامبا پتر (یعنی سند تامہ تھی) سے سمت ۱۴۶۲ مطابق ۱۴۰۶ء میں پایا جاتا ہے لیکن اسکے بعد اُسکی موت کا خاص وقت معلوم نہیں۔

کرنل ٹاڈ نے اسکو محمد لودھی کے مقابل چڑھائی کرکے بنگال میں مارا جانا لکھا ہے لیکن یہ محض غلط ہے محمد نام لودھی خاندان میں کوئی نہیں گذرا۔ بلکہ اس وقت لودھیوں کی دہلی میں حکومت بھی نہ تھی وہ لوگ سنہ ۱۴۵۰ء میں سلطنت کے مالک ہوئے ہیں۔

کہتے ہیں کہ لاکھا نے بہت بہت سی اولاد چھوڑی۔ اوسکے بڑے بیٹے چونڈا کی نسل میں سلومبر راوت ہیں جن میں سے ایک بھنڈر کے سوا جو راناؤں کے بیٹے سکت سنگ کی اولاد میں ہے اول درجے کے تمام موجودہ سیسودیہ سرداروں نکلے ہیں۔ لاکھا کے دوسرے بیٹے اجا اور پوتے سارنگدیو کی اولادیں کانوڑ راوت ہیں جنکی شاخ میں ایک دوسرے درجے کا ٹھکانا باٹھیڑے ماؤ وغیرہ گنا جاتا ہے سلومبر اور کانوڑ کو میواڑ کے کل سرداروں سے پرانا سمجھنا چاہئے۔

۴۸۔ رانا موکل

لاکھا رانا کی اولاد میں سے ایک اتفاقیہ معاملے کے سبب بڑا بیٹا چونڈا راج سے محروم اور کم عمر موکل ریاست کا مالک ہوا جسکی مختصر کیفیت یہ ہے۔

لاکھا رانا پیر ضعیف ہو گیا تھا اور اسکے بیٹے پوتے راج کے مناسب کاموں پر مامور تھے رنمل والی مارواڑ کے ہاں سے اسکی دختر کی نسبت چونڈا ولیعہد میواڑ کے ساتھ کرنیکے واسطے ناریل آیا جسوقت لانیوالے پہنچے چونڈا کہیں گیا تھا عمر رسیدہ راجہ نے جو اپنے امرا میں بیٹھا ہوا تھا ناریل والوں کو خاطر داری سے بیٹھا کر کہا کہ چونڈا ابھی آنیوالا ہے۔ آوے تب وہی اس ناریل کو لیگا۔ اور مونچھوں کو تاؤ دیکر یہ بھی کہا کہ یہ کھلونا تم مجھ سے سفید ریش کو تو کچھ دیکر نہیں اسکے مذاق کی لوگوں نے تعریف کی اور اس نے کئی مرتبہ کہا۔ چونڈا نے اس غیرت سے جو خانگی معاملات میں راجپوتوں کو ہوتی ہے۔ اپنے باپ کے طعنے کے سبب اس شادی سے انکار کیا۔ چونکہ ناریل کی واپسی میں رنمل کا ہتک تھا اس واسطے ضعیف و بوڑھے رانا نے اپنے بیٹے کی سینہ زوری سے تنگ آکر خود لینا قبول کیا مگر اس شرط سے کہ اگر اس شادی سے میرے لڑکا پیدا ہو تو چونڈا دعوے مسند نشینی سے دست بردار ہوکر اوس کا اول درجے کا فرمانبردار سردار ہے چنانچہ چونڈا نے اپنے باپ کی خواہش کے موافق قسم کھائی اور بڑی وفاداری سے اوس پر عمل کیا۔

سلونبر کا ٹھ کا ناب اسکی اولاد کے قبضہ میں ہی اور ریاست سے ہر ایک سختی ہوئی جاگیر کے پروانے پر اُن کے بھالے کا نشان تصدیق کے طور پر کیا جاتا ہی۔ نئی شادی سے ضعیف رانا لاکھا کے جو ایک بیٹا پیدا ہوا اُس کا نام موکل رکھا گیا۔ اور ولیعہد چونڈا کو اقرار کے موافق گدی کے حق سے علیحدہ ہونا پڑا۔

موکل کی مسند نشینی کرنل ٹاڈ نے سنہ ۱۳۹۷ء میں لکھی ہی جس میں بڑا فرق ہی کیونکہ ایک تانبا پتر (سند نامہ مسی) سے جو ایک پتھر کی کھان کے لئے لکھا گیا تھا لاکھا کا عہد سمت ۱۴۶۲ مطابق سنہ ۱۴۰۶ء میں پایا جاتا ہی اور ایک دوسرا کتبہ جس میں سمت ۱۴۶۹ مطابق سنہ ۱۴۱۳ء درج ہی۔ موکل کے وقت کا مقام دیلوارہ واقع شمالی میواڑ کے جین مندر میں ملا ہے اس واسطے سنہ ۱۴۰۶ء اور سنہ ۱۴۱۳ء کے درمیان رانا لاکھا کی وفات اور موکل کی مسند نشینی سمجھنی چاہئے جس کا خاص وقت ابھی دریافت نہیں ہوا۔ موکل نے اپنی حکومت میں چتربھج یعنی چار ہاتھ والے دیوتا کا ایک مندر میواڑ کی شمالی سرحد پر بنوایا جسکی پوجا اب تک اُس ملک میں زیادہ ہوتی ہی۔

رانا موکل اپنے دو کنیزک زاد چچاؤں کے ہاتھ سے پوجا کرتے وقت مارا گیا لیکن اُسکے بیٹے کوبنھا نے مارواڑ والوں کی مدد سے اپنے باپ کے قاتلوں کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ یہ واردات سمت ۱۴۹۰ مطابق سنہ ۱۴۳۳ء میں سمجھنی چاہئے جس کے ایک برس پہلے فرشتہ کے بیان سے موکل کی موجودگی ثابت ہوتی ہی۔

۴۹ ـ رانا کوبنھا

اس رانا کی مسند نشینی سمت ۱۴۹۰ مطابق سنہ ۱۴۳۳ء میں خیال کی گئی ہی اور یہ پہلا موقع ہی کہ یہاں سے میواڑ کی تاریخ میں سلسلہ وار سال وسمت کا دور شروع ہوتا ہی۔ اس رانا کے وقت میں گجرات و مالوہ کے حاکموں سے جو خود مختار بادشاہ کہلانے لگے تھے۔ اکثر لڑائیاں ہی ہیں۔ بعض فارسی کتابوں میں لکھا ہی کہ سمت ۱۵۹۶ مطابق سنہ ۱۴۴۰ء میں محمود مالوی کو بنھا کے مقابلے پر کسی جگہ شکست کھا کر پسپا ہو گیا تھا۔ اسی کی یادگار میں قلعہ چتوڑ پر بڑا کیرتی ستنبھ یعنی ستون نامورسی بنایا گیا۔ جو اب تک درست وقائم ہے۔

اس راناکے وقت سے مارواڑ کا راؤ رنمل اور اسکا بیٹا جودھا جسکے نام پر شہر جودھپور آباد ہوا۔ میواڑ کے ریاستی کاروبار میں زیادہ دخیل رہتے تھے لیکن کونبھا کے عہد سمت ۱۵۰۰ مطابق ۱۴۴۳ء میں راٹھوڑون کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوگیا اسلئے چونڈا واپس چتوڑ بلایا گیا جو کچھ عرصہ پہلے رنجیدہ ہوکر مالوہ کے بادشاہ کے پاس جا رہا تھا چونڈا بڑی ہوشیاری کے ساتھ رات کے وقت قلعہ میں داخل ہوا جسکے مقابل راٹھوڑوں کو چتوڑ چھوڑنا پڑا۔ مارواڑ کا راؤ رنمل جسکو لیٹنے کی حالت میں ایک عورت نے چارپائی سے باندھ دیا تھا ہمت کے ساتھ کئی مخالفون کو مارکر کام آیا۔ اسکا بیٹا جودھا چالاکی سے جان بچاکر اپنے وطن پہنچا۔ چونڈا پیچھا کرتا ہوا مارواڑ کی راجدھانی تک چلا گیا۔ اور جودھا اگرچہ اسکے ہاتھ نہ آیا لیکن منڈور کو اس نے جا دبایا۔ جہاں اپنے دو بیٹوں کونتل اور مانجا کو چھوڑکر واپس میواڑ میں چلا آیا۔ راٹھوڑون نے موکل کی ماں کے اشارے سے کچھ غیر لوگوں کو ساتھ لیکر منڈور پر حملہ کیا۔ جہاں چونڈا کا بڑا بیٹا مارا گیا اور دوسرا لڑکا میواڑ کی طرف بھاگتے ہوئے گوڈواڑ کے علاقے میں گرفتار ہوکر قتل کیا گیا۔ اس طرح سات برس بعد راؤ جودھا نے اپنی آبائی ریاست کو واپس لیا اور پھر اطمینان سے سمت ۱۵۱۵ مطابق ۱۴۵۹ء میں شہر جودھپور کی بنا ڈالی جو اب تک اسکی اولاد کا دارالحکومت ہے۔

سمت ۱۵۱۳ مطابق ۱۴۵۶ء میں گجرات و مالوہ کے بادشاہون نے جو پہلے آپس میں دشمن تھے صلاح کرکے میواڑ پر دو طرف سے چڑھائی کی اور رانا کو بہت تنگ کیا۔ لیکن قطب الدین گجراتی اور رانا کونبھا سے کیلواڑہ مقام پر صلح ہوگئی جس سے محمود مالوی بانسواڑہ کی طرف سے کچھ علاقہ لوٹ کر چلا گیا۔

مرآت سکندری اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ گجرات کا بادشاہ قطب الدین سروہی کے راستے سے میواڑ پر چڑھائی کرتا اور لوٹ مار کرکے ملک میواڑ کو برباد کر دیتا۔ آخرکار رانا نے سبب کے لئے سروہی پر فوج بھیجی جو نرسنگہ کی ماتحتی میں تھی۔ اس نے دیوڑوں سے آبو کا پہاڑ چھین لیا۔ رانا نے آبو کی آب و ہوا کو پسند کرکے وہاں محل تالاب اور مہادیو کا مندر بنایا جو اب تک آبو کے اوپر موجود ہے اور ایک بڑی فوج اسکی حفاظت کے لئے وہاں رکھی۔ سروہی کے راؤ لاکھا کو بجز اسکے اور کچھ چارہ نہیں آیا۔ کہ اس نے سنہ ۸۶۰ ہجری مطابق سمت ۱۵۱۳ میں

سلطان قطب الدین گجراتی سے جبکہ وہ میواڑ پر آتا تھا فریاد کی سلطان نے ملک شعبان نام ایک امیر کو اسکی مدد پر مقرر کیا مگر ملک مذکور نے کوہ آبو پر چڑھ کر راناکے سپاہیوں سے شکست کھائی اور اس لڑائی میں بہت سے مسلمان مارے گئے۔ ملک شعبان ہار کر قطب الدین کے پاس چلا گیا۔ قطب الدین خود سروہی میں آیا وہاں راناکے رشتہ داروں سے لڑا اور فتح پاکر میواڑ کو گیا مگر پھر آبو بدستور راناکے قبضے میں رہا۔ دس برس کے بعد جب ۸۷۱ھ ہجری مطابق سمت ۱۵۲۴ میں قطب الدین گجراتی اور محمود شاہ بادشاہ مالوہ بالاتفاق میواڑ پر چڑھ آئے تو قطب الدین نے سروہی پہنچکر آبو راناکے سپاہیوں سے چھین لیا اور سروہی کے رئیس کے حوالے کیا۔ بعض لکھتے ہیں کہ راناکوبھا داالی چتوڑ بخوف افواج شاہی بسبب رفاعے راؤ سروہی کے بطور پناہ پذیری واسطے چند ماہ کے آبو کے اوپر اچل گڑھ میں ٹھہر اتھا۔ بعد واپسی فوج شاہی کے راؤ سروہی نے چاہا کہ رانا واپس چلا جائے مگر اُس نے ایک ایسے مضبوط مقام کو پاکر اُسکے چھوڑنے سے انکار کیا۔ تب راؤ کے بیٹے نے فوج جمع کی اور پہاڑ کے اوپر جاکر رانا اور اسکے آدمیوں کو نکال دیا۔

راناکوبھا بتیس برس راج کرنے کے بعد سمت ۱۵۲۵ مطابق ۱۴۶۹ء میں اپنے بیٹے اودے سنگھ کے ہاتھ سے جو حکومت کے لئے بے صبر تھا قتل ہوا۔

اُس نے اپنی زندگی میں بتیس قلعے اور کئی مندر بنوائے ان میں سے قلعہ کوبھلمیر جو میواڑ کی شمالی و مغربی سرحد پر اربلی پہاڑ کے سلسلے میں دو کوس پھیلا ہوا ہے میواڑ میں چتوڑ سے دوسرے نمبر پر سمجھا جاتا ہے۔ مذہبی مکانات میں سے رکھبت دیو کا جینی مندر بھی میواڑ کے جنوبی پہاڑی علاقے میں جہاں اگلی ہو تر والوں سے جینی مورت چھپاکر رکھی گئی ہوگی۔ اسی راناکی مدد خرچ سے بنا ہے۔

جو الا سہائے نے جو نہایت تعصب سے تاریخ لکھی ہے اُس میں اوٹ پٹانگ لکھ مارا ہے۔ کہ کوبھا نے بادشاہ دہلی کو شکست دی۔ اس بوالعجب کو یہ بھی تحقیق نہ ہوا کہ دہلی کے کون سے بادشاہ نے کوبھا پر چڑھائی کی تھی۔ یہ کوبھا دہلی پر چڑھ کر کب گیا تھا۔

کہتے ہیں کوبھا خود شاعر تھا۔ اور اسکے لئے نہایت حسین رانی سے شادی کی تھی۔

اودے سنگھ

اودے سنگھ جس کا نام ریاست کے نسب نامے سے خارج کر دیا گیا ہے اپنے والد کو قتل کر کے گدی پر بیٹھا لیکن اسکے رشتہ دار اسکی خراب عادتوں سے اور اس سبب سے کہ اس نے باپ کو مار ڈالا تھا جو بڑا گناہ ہے جلد ناراض ہو گئے اودے سنگھ نے مدد کی امید پر انبیر وغیرہ کا علاقہ جودھپور والوں کو دیکر سیرہی کے دیوڑہ سردار کو آزاد مان لیا۔ پانچ برس کے اندر سمت ۱۵۳۰ مطابق ۱۴۷۳ء میں اودے سنگھ کو تخت سے سرداروں نے خارج کر کے اسکے چھوٹے بھائی رائے مل کو مسند پر بٹھا دیا اور وہ لاچار مانڈو کو چلا گیا۔ جہاں کے بادشاہ کو اس نے اپنی بیٹی بیاہ دی اور بعوض لے لینے کے اپنی مدد کا وعدہ کیا تھا کہ اتفاقاً مانڈو سے دربار سے رخصت ہو کر نکلتے وقت بجلی گرنے سے ہلاک ہوا۔

۵۰۔ رانا رائے مل

سمت ۱۵۳۰ مطابق ۱۴۷۳ء میں اودے سنگھ کے میواڑ سے نکالے جانے کے بعد چتوڑ کی گدی پر بیٹھا اس رانا نے اپنی ایک بیٹی کی شادی سرہی کے راو جے مل دیوڑہ کیساتھ کر کے اسکو آبو پہاڑ جہیز میں دیدیا جو اب تک دیوڑوں کے قبضے میں چلا آتا ہے ۸۹۰ ہجری مطابق سمت ۱۵۵۹ میں فرشتہ نے لکھا ہے کہ ناصر الدین مالوہ کا بادشاہ انبیر کا علاقہ لوٹ کر چتوڑ کی طرف آیا۔ جہاں رانا رائے مل نے اسکی اطاعت کر لی اسلئے چتوڑ لوٹ اور برباد ہی سے بچ گیا اور رانا کے رشتہ دار بھائی جیوندا اس نے ناصر الدین کو بیٹی دی جسکا نام رانی چتوڑنی رکھا گیا۔

رانا رائے مل کے وقت میں ان کے تینوں بیٹوں پرتھوی راج۔ جیمل۔ سانگا اور عم زاد بھائی یعنی رانا موکل کے پوتے اور کھیم کرن کے بیٹے سورج مل کے فسادوں سے ملک بہت خراب ہوا۔ یہ چاروں شخص رائے مل کے بعد راج لینا چاہتے تھے جن میں سے پرتھوی راج کو اسکے بہنوئی نے جو آبو پر رہتا تھا زہر دیکر مار ڈالا۔ جیمل کے ساتھ ایک راجپوت نے اپنا کھویا ہوا علاقہ دلانے کے وعدے پر اپنی بیٹی کی شادی کر دینی چاہی تھی۔ لیکن جے مل کو اقرار اور لڑکی بغیر شادی کے دیکھنے پر تیار دیکھکر اوس نے قتل کر ڈالا۔ رانا کا عم زاد بھائی سورج مل پریشان ہو کر میواڑ کے جنوبی مشرقی جنگل میں جا رہا۔ جہاں اوس نے ایک دیولیہ نام قلعہ بنا کے

اور بہت سے وحشی لوگوں کو اپنا تابع کر کے ایک ریاست کی بنا ڈالی جو اب بھی پرتاب گڑھ کے نام سے اسکی اولاد کے قبضے میں چلی آتی ہے۔

جبکہ سب دعوے دار ٹھکانے لگ گئے تو رائے مل کے بعد ایک کنور سانگا سارے راج کا مالک اور حقدار رہ گیا جس نے خانگی لڑائی جھگڑوں کے سبب تکلیفیں بہت اٹھائیں اٹھانے میں دن کاٹے تھے یہی سانگا ہے جسکی لڑائی بابر کے ساتھ مشہور چلی آتی ہے۔

رائے مل نے سمت ۱۵۶۵ مطابق ۱۵۰۹ء میں وفات پائی۔

۱۵۔ رانا سانگا یا سنگرام سنگھ اول

رانا سنگرام نے جو عام طور پر سانگا مشہور ہے اپنے والد کے بعد سمت ۱۵۶۵ مطابق ۱۵۰۹ء میں راج پاکر میواڑ کو ہر طرح ترقی پر پہنچایا۔ راجپوتانے کا بڑا حصہ اسکے قبضہ میں تھا۔

سمت ۱۵۷۶ مطابق ۱۵۱۹ء میں مالوے کے محمود ثانی کا میواڑ پر حملہ ہوا اور ایک لڑائی میں وہ زخمی ہو کر قید میں آیا۔ سانگا نے اس وجہ سے کہ ایک مسلمان بادشاہ کو اس طرح اسیر رکھنے سے دوسرے بادشاہوں کی رگ حمیت جوش میں آجائیگی اور وہ متفق ہو کر لڑائی چھیڑیں گے اسکے ساتھ ایک ہزار سوار دیکر مانڈو بھیجدیا جہاں پہنچکر دوبارہ اس نے اپنی حکومت پائی۔

سانگا کے وقت میں ہمیشہ گجرات و مالوہ وغیرہ کے بادشاہوں سے لڑائیاں رہی ہیں جنمیں طرفین فتح کا دعوے کرتے ہیں مظفر شاہ گجراتی کے مرنے کے بعد شاہزادہ چاند خان اور ابراہیم خان رانا سانگا کے پاس حفاظت کے لئے آرہے تھے جو اپنے بڑے بھائی بہادر شاہ کے جلوس پر واپس چلے گئے۔

دہلی کی سلطنت اس وقت لودہی پٹھانوں کے قبضے میں تھی جنکی کم لیاقتی سے بنگال۔ اودھ اور ملتان وغیرہ کے صوبہ دار اطاعت سے نکل گئے تھے باہمی رنج و فساد کے سبب ملتان کے صوبہ دار دولت خان نے ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کو جو ترکستان سے بیدخل ہو کر افغانستان میں آ جما تھا ہندوستان میں بلایا اس نے بارہ ہزار تیرانداز اور توپخانہ کے ذریعہ سے ابراہیم لودہی کو جس کی فوج ایک لاکھ تعداد میں تھی سمت ۱۵۸۲ مطابق ۱۵۲۶ء میں قتل و غارت کر کے دہلی و آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ بابر سے لودہیوں کے عوض جنمیں کے

تین بادشاہوں نے چہتربرس دہلی کی حکومت کی مغل خاندان کا دور شروع ہوا شمالی ہندوستان فتح ہونے بعد مختلف علاقوں کے سردار مقابلے کو تیار ہوگئے کیونکہ وہ مغلوں کی نام سے جنکا بڑا نمونہ چنگیز خان اور تیمور گذرے ہیں سخت بیزار تھے اس لئے شمالی علاقے کی پریشان قومیں اور اکثر جگہ کے ہندو رئیس سانگاہ کے پاس جو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ بلند حوصلہ تھا جمع ہوئے رانا سانگا نے بھی ایسے شخص کے ساتھ جو دہلی وغیرہ دبا کر ہر طرف اپنی طاقت بڑھاتا جاتا تھا اور جسکا مقابلہ کچھ عرصہ بعد دشوار ہو جاتا جلد لڑائی کرنا مناسب سمجھا کیونکہ اس وقت اسکی ترقی رک جانی آسان تھی۔

بابر لکھتا ہے کہ جب میں کابل میں تھا تو رانا سانگا نے ایلچی بھیجا اور دولت خواہی کا اظہار کیا تھا اور یہ اقرار کیا تھا کہ اگر بادشاہ ہندوستان میں نواح دہلی تک آئے گا تو میں آگرہ کو روانہ ہونگا میں نے دہلی کو زیر کر لیا اور آگرہ کو لے لیا۔ اسوقت تک رانا نے کوئی حرکت نہ کی۔ بعد ازیں اس نے آن کر گندھار (مضبوط قلعہ نتھنبور سے مشرق کو چند میل پر تھا) کا محاصرہ کیا یہ قلعہ حسن پسر مکن کے تصرف میں تھا۔

الفنسٹن صاحب کہتے ہیں کہ بابر کے مستقل ارادے کا اثر اسکے دوستوں پر یہ ہوا کہ جب وہ یہ سمجھ گئے کہ بابر اپنے دادا تیمور کی طرح ممالک مقبوضہ کو چھوڑ چھاڑ کر نہیں چلا جائے گا بلکہ یہاں جماؤ کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ بابر کے پاس آنے شروع ہوئے اور چار مہینے کے اندر جو سلطان ابراہیم شاہ کے قبضے میں ملک تھا وہ اور اسکے سوا وہ تمام صوبے جو ابراہیم کے قبضے سے نکل گئے تھے جونپور کی سلطنت سمیت بابر کے قبضے میں آگئے۔

اب سانگا کو بابر کی اس ترقی سے رشک پیدا ہوا اور سمجھا کہ آخر کار راجپوتانہ بھی اسکی زد میں آئے بغیر نہ چھوٹے گا۔ جبکہ سانگا بابر کے ہاتھ سے ہندوستان خالی کرانے کے ارادے پر شمالی ہندوستان کی طرف چلا تو اسکے ساتھ اپنی ایک لاکھ جمعیت کے سوا رائے سین کے راجہ سلہدی کی تیس ہزار ڈونگرپور کے راول ادے سنگھ کی بارہ ہزار لودھی چندیری کے راجہ میدنی رائے کی بارہ ہزار میوات کے جاگیردار حسن خان کی بارہ ہزار لودھی خاندان کے شاہزادہ محمود کی دس ہزار بوندی کے راو نربت ہاڈا کی سات ہزار سردی کھیچی

کی چھ ہزار ایڈر کے راؤ بھارامل کی چار ہزار اور بیرم دیو میرتھیہ کی چار ہزار تھی ۔ جمعیت
دوسرے ماتحت لوگ ملا کر دو لاکھ اور ایک ہزار آدمی کی بھیڑ بھاڑ تھی بھی سانگا
نے لشکر اسلام سے لڑنے کے لئے ہاتھی بھی بہت سے جمع کئے تھے ۔ بابر کہتا ہے کہ بہت
سردار اور امرائے کبار اور راجے جنھوں نے کبھی کسی وقت سانگا کی متابعت نہ کی تھی
میری مخالفت کے لئے سانگا کے ساتھ ہو گئے ۔ شیام داس نے جو اپنی کتاب ویر ونود میں
بابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہندوستان کے سردار اور راجے بابر کو اپنا بزرگ مانتے تھے اور
اور اسکی متابعت کرتے تھے یہ بابر کے قول کے خلاف ہے اور جہانگیر نے تو اپنے تزک میں
یوں لکھا ہے کہ رانا سانگا سے اکثر سرداران راؤ مالدیو والی جودھپور لڑے اور ہر بار سانگا
مغلوب رہا اور مالدیو سانگا سے وسعت ملک میں زیادہ تھا ۔ بابر نے بھی خبر سننے بعد
اپنے بڑے بیٹے ہمایوں اور دوسرے سرداروں کو علاقے سے بلا کر رانا کے مقابلے کی تیاری کی
بابر باوجودیکہ بہت سے امرا سے بدظن تھا لیکن پھر بھی ہر ایک کو ایک طرف حفاظت
کے لیے بھیجدیا ۔ اپنے ساتھ صرف مغلوں کا لشکر جو کابل سے ساتھ تھا لیکر آیا تھا رکھا اور
مقابلے کو آگرہ سے کوچ کیا امرائے ہند میں سے کمال خان و جلال خان پسر سلطان علاء الدین
و علی خان فرملی و نظام حاکم بیانہ کو ساتھ کیا اور دل جہاد پر راسخ کر کے مقابلے کا ارادہ کیا اگرچہ
فرشتہ نے بابر کے ہمراہ بیس ہزار فوج لکھی ہے لیکن صحیح تعداد کسی کتاب میں نہیں ملی ۔ خیال
ہے کہ پچاس ہزار کے قریب ہو گی مگر خود بابر چوبیس ہزار سپاہ بتاتا ہے ۔ بادشاہ کو یہ بھی
معلوم ہوا ۔ کہ حسن خان میواتی رانا سے مل گیا ہے مہدی خواجہ نے لکھا کہ پہلے اس سے
کہ لشکر یہاں آئے کمک کے طور پر بیانے میں ایک جماعت آجائے تو بابر نے وہاں فوج
بھیجنے کا عزم مصمم کیا ۔ اور محمد سلطان مرزا یونس علی شاہ منصور برلاس ۔ کتہ بیگ کو
بطریق ایلغار کے بیانہ بھیجا ۔ جنگ ابراہیم میں حسن خان میواتی کا بیٹا ناہر خان ہاتھ آگیا
تھا اس کو بطریق اوّل کے بابر نے اپنے پاس رکھا تھا اس سبب سے اس کا باپ
حسن خان ظاہر میں آمد و رفت رکھتا تھا اور ہمیشہ اپنے بیٹے کو طلب کرتا تھا ۔ بابر کے بعض
امرا کے دل میں آیا کہ حسن خان کی استمالت کے لئے اگر اسکے بیٹے کو بادشاہ بھیجدے

توقع موافق ہوکر خدمت گذاری بجا لائے گا۔ ظاہر خان کو خلعت پہنا کر اور اسکے باپ سے
وعدہ لیکر بابر نے رخصت کیا۔ جون ہی حسن خان نے بیٹے کی رخصت کی خبر سُنی پہلے اس سے
کہ وہ اسکے پاس پہنچے۔ الور سے نکلکر رانا سانگا سے جا ملا۔ اس وقت اسکے بیٹے کا رخصت کرنا
بے موقع تھا۔ ان دنوں میں بارش خوب ہوئی۔ بادشاہ کے پاس خوب شراب کی صحبتیں ہوئیں
ہمایون جسکو شراب سے نفرت تھی اس کو شراب پلائی گئی۔ روز دوشنبہ ۹ جمادی الاولے
سنہ ۹۳۳ ہجری کو بابر نے رانا سانگا کے لڑنے کے قصد سے سفر کیا۔ محلون سے نکلکر میدان میں
آیا تین چار روز لشکر کے جمع کرنے کے لئے اور توزک کے واسطے قیام کیا۔ چونکہ ہندوستانی
آدمیوں پر چنداں اعتماد نہ تھا۔ اسلئے امرائے ہندوستان کو ہر طرف فرمان بھیجے گئے انہیں دنوں
میں خبر آئی کہ رانا سانگا مع تمام لشکر کے بیانہ کے نزدیک آگیا ہے اور تاخت و تاراج کرتا ہے
جو فوج پہلے بھیجی گئی تھی وہ قلعہ بیانہ تک نہ پہنچ سکی۔ بلکہ اپنے آنے کی خبر تک قلعہ میں نہ پہنچا
سکی۔ قلعے کے آدمی باہر نکلکر قلعہ سے دور بیہودہ طور پر جا پڑے۔ بہت جلد غنیم نے ان کو
شکست دیدی اور زیر کیا۔ سنگر خان جنجوہ شہید ہوا۔ کتہ بیگ زخمی ہوا لڑائی میں پھر
وہ شریک نہ ہوسکا۔ قسمتی وشاہ منصور برلاس اور ہر شخص جو بیانے سے آتا تھا یا یہ نہیں جانتا
تھا کہ وہ خود ڈر کے مارے آتا تھا یا اور آدمیوں کو خوف دلانے کے لئے آتا تھا دشمن کے لشکر
کی خبر کہ کہاں ہے یادی لایا۔ اسکی بہت ستائش و تعریف ہوئی۔ اس منزل سے
بادشاہ نے سفر کیا۔ قاسم میر آخور کو بیلداروں کے ساتھ بھیجا۔ کہ پرگنہ مندھاکور میں جہاں
لشکر اُترے گا بہت سے کنوئیں کھودے ۱۴ جمادی الاولے روز چہار شنبہ کو نواحی آگرہ سے
کوچ کرکے اُس منزل میں پہنچا۔ جہاں کنوئیں کھدوائے تھے صبح کو یہاں سے بھی کوچ
کیا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اس نواح میں ایسی جگہ جہاں پانی بہت ہو اور وہ لشکر کو
کفایت کرے سوائے سیکری کے کوئی اور جگہ نہیں ہے یہ احتمال ہے کہ رانا نے اس جگہ کو نہ لے لیا
ہو اسلئے بادشاہ سپاہ میمنہ و میسرہ و قلب وغیرہ کو درست کرکے سیکری کی طرف چلا
درویش محمد ساربان کو قسمتی کے ساتھ جو بیانہ میں گیا تھا اور ہر جانب اوسکی دیکھی ہوئی
تھی پہلے سے سیکری کی ندی کے کنارے پر بھیجا۔ اور بادشاہ نے منزل میں اُتر کر مہدی

خواجہ وجاعت کو کہ بیانہ میں ستھے آدمی بھیج کر کہلا بھیجوایا کہ بے توقف آکر ہمراہ ہو۔ بہادلیک کے نوکر میر مغل کو چند جوالون کے ساتھ رانا کے لشکر کی خبر لینے کے لئے بھیجا وہ رات کو جا کر صبح یہ خبر لایا کہ غنیم کا لشکر بیادر سے آگے ایک کوس بڑھا ہے آج ہی مہدی سلطان و سلطان مرزا اور مردم الیغار کہ بیانہ گئے تھے آنکر ہمراہ ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ قراولی کا اہتمام باری باری سے مخلصت امرا کریں۔ عبدالعزیز کی باری کا روز تھا۔ اُس نے آگا دیکھا نہ پیچھا۔ خانوہ میں کہ سیکری سے پانچ کوس ہے آگے بڑھ گیا رانا کا لشکر آگے بڑھ آیا تھا۔ جب اُسکو سپاہ بادشاہ کے بڑھنے کی خبر ہوئی تو اُس نے چار پانچ ہزار آدمیوں کا لشکر بھیجا اس لشکر نے آلیے تھی عبدالعزیز و ملا اُپاق کے لشکر کو جس میں پندرہ سو آدمی تھے تنہا پاکر گھیر لیا۔ عبدالعزیز نے غنیم کے لشکر کا کچھ تخمینہ نہ کیا اور جنگ میں مشغول ہوا۔ اوّل ہی حملے میں رانا کا لشکر بہت سے آدمیوں کو قید کر کے لے گیا۔ جس وقت بادشاہ کے پاس یہ خبر آئی تو اُس نے کمکون کا ایک تار باندھ دیا۔ محب علی خلیفہ کو مع اُسکے نوکروں کے بھیجا۔ اسکے پیچھے ملا حسین اور بعض اور امیروں کو بعد ازاں محمد علی جنگ جنگ کو بھیجا۔ مگر پہلی کمک کو جس میں محمد علی خلیفہ اور اُسکے نوکر تھے پہنچتے پہنچتے عبدالعزیز اور اُسکے ہمراہی لے دست و پا ہو گئے تھے جھنڈا ان کا چھن گیا تھا۔ ۔۔ خود اور ملا نعمت و ملا داؤد و ملا اُپاق کا چھوٹا بھائی قید ہو کر قتل ہوئے پیچھے دہلی کمک پہنچنے کے ظاہر رہی طغائی۔ و محب علی نے بھی تاخت کی مگر اُسکو کمک نہ پہنچ سکی وہ دشمنوں میں جا کر پھنس گیا محب علی بھی جنگ میں گھرا۔ مگر بالتو نے پیچھے سے حملہ کر کے اُسکو باہر نکالا۔ دشمن نے ایک کوس تک اُن کا تعاقب کیا۔ مگر جب اُس کو محمد علی جنگ جنگ کی سپاہ نظر آئی تو وہ پھر آگے نہ بڑھا۔

بادشاہ کے پاس پہلے خبر آئی کہ غنیم کی سپاہ نزدیک آئی۔ بادشاہ نے بھی زرہ پہنی اور گھوڑوں پر ساز ڈالا اور ہتھیار لگائے اور سوار ہوا۔ اور حکم دیا کہ توپوں کو کھینچ کر لائیں ایک کوس بادشاہ آیا۔ مگر غنیم کا لشکر اُلٹا چلا گیا۔ بادشاہ کے پہلو میں ایک بڑی ندی تھی اسلئے پانی کی مصلحت کے سبب شاہی لشکر یہیں اُترا۔ توپوں کو پہلے سے مضبوط کر کے زنجیروں سے جکڑ دیا تھا دو توپوں کے بیچ میں سات آٹھ گز کا فاصلہ تھا۔ وہ زنجیرہ کر کے کھینچی گئیں بمصطفے

رومی نے روم کے دستور پر توپوں کو لگایا تھا وہ بہت چست و چالاک اور توپخانے کے انتظام سے ماہر تھا استاد علی قلی اُس سے ضد و حسد رکھتا تھا اس واسطے مصطفیٰ کو دائیں طرف ہمایوں کے آگے متعین کیا۔ جس جگہ توپیں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ خراسانی و ہندوستانی بیلداروں سے خندق کندہ کرائی۔

راناکے اس طرف تیز و تند آنے سے اور بیانہ کی جنگ سے اور بیانہ سے آن کر شاہ منصور اور قیسمی نے جو اسکے لشکر کی تعریف کی ان سب باتوں نے بادشاہ کے لشکر کے آدمیوں میں ہیبت پیدا کی۔ اور عبد العزیز کے زیر ہونے سے سپاہ میں دوسری پھیلی آدمیوں کے استحکام خاطر کے لئے اور لشکر کے استحکام ظاہری کے واسطے جن جگہوں پر توپیں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ وہاں لکڑی کے سہ پائے لگوائے ان میں سات آٹھ گز کا فاصلہ رکھا اور ان سہ پایوں کو چمڑے کے رسوں سے مضبوط و مربوط کرا دیا۔ ان اسباب و آلات کے مہیا و مکمل ہونے میں تیس روز لگے انہیں ایام میں کابل سے ایک ایک دو دو آدمی کرکے پانسو آدمی آ گئے ان کے ہمراہ ایک منجم شریف نامی بھی آیا۔ بابا دوست سرپچی بھی جو شراب کے لئے کابل گیا تھا آیا غزنی کی عمدہ شراب اونٹوں پر لایا اس حال میں کہ پریشان باتوں سے جنکا اوپر مذکور ہوا لشکر پریشان کو توپوں ہی تردد و توہم بہت تھا۔ محمد شریف منجم کی جب جس شخص سے ملاقات ہوتی مبالغے کے ساتھ یہ کہتا کہ ان ایام میں مریخ مغرب میں ہے جو شخص اُس طرف سے جنگ کریگا مغلوب ہوگا اگرچہ اُسکی یہ مجال نہ ہوئی کہ بادشاہ کے سامنے یہ بات کہتا مگر اوروں کے سامنے اسی کہنے سے لشکر اور زیادہ بے دل ہوا لیکن بادشاہ نے ایسی پریشان باتوں کو کچھ نہ سنا جو کام کرنے کے لائق تھے وہ اُس نے کئے اور جنگ کی تیاری میں ہمہ تن مصروف رہا۔ اور شیخ جمالی کو بھیجا کہ دوآبہ دہلی کے ترکش بندوں میں سے جس قدر آدمی جمع کرسکے جمع کرکے مواضعات میوات کو تاخت و تاراج کرے جب تک اُس طرف کوئی خدشہ ہو لوٹ مار سے ہاتھ نہ اٹھائے ملا ترک علی بھی کابل سے آیا تھا اُسکو بھی فرمان ہوا۔ کہ شیخ جمالی کے ہمراہ ہو کر میوات ویران کرنے اور تاراج کرنے میں تقصیر نہ کرے۔

روز سہ شنبہ ۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۹۳۳ ہجری کو بادشاہ سیر کرنے کے لئے سوار ہوا تھا۔ اثنائے

سیر میں بادشاہ کے دل میں آیا کہ مجھے توبہ کا وظیفہ ہمیشہ رہتا تھا امر نا شروع کرنے سے میرا دل ملکدر ہوتا تھا۔ اس نے کہا کہ اے نفس کب تک گناہ کریگا مرنا آنکھوں کے سامنے ہے جو شخص اپنے مرنے کا یقین کریگا وہ اس حال میں تو جانتا ہے کیا رہیگا اس حال سے خوش ہوکر بادشاہ نے شراب پینے سے توبہ کی اور سونے چاندی کی صراحی و پیالہ و تمام آلات مجلس شراب اسی وقت منگاکر سب کو توڑ ڈالا اور اسکو مستحقوں اور درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ اس توبہ کی موافقت میں بادشاہ کے ساتھ اوّل عسس تھا اُس نے داڑھی منڈانے اور رکھنے میں بھی بادشاہ کے ساتھ موافقت کی تھی۔ اس رات اور صبح میں امرا اور معتبروں میں سے اور سپاہیوں وغیرہ سپاہیوں میں سے تین سو آدمیوں نے توبہ کی جو شراب موجود تھی اُسے پھینک دیا۔ بابا دوست جو شراب لایا تھا اسکو حکم دیا کہ نمک ڈالکر سرکہ بنا دے جس جگہ شراب پھینکی گئی تھی وہ کھودی جائے اور پتھر لگاکر وہ جگہ اونچی کی جائے۔ اور یادگار کے لئے اُس پر کچھ کھودا جائے بادشاہ نے یہ منت مانی کہ اگر رانا سانگا پر ظفر پائیگا تو مسلمانوں کو تمغا بخش دیگا۔ تمغا سوائے زمین کے محصول کے اور تمام محصول کو کہتے ہیں چنانچہ اُس کی رانا کو پھل چکنے کے بعد جمیع ممالک میں مسلمانوں کو تمغا معاف کر دیا جسکا حاصل بہت کچھ تھا۔ باوجودیکہ سلاطین سابق مدتوں سے اُسے لیتے تھے بادشاہ نے فرمان صادر کیا کہ کسی شہر و گانوں میں راہگذر و معبر پر راہداری کا محصول کسی مسلمان سے نہ لیں اور یہ بھی حکم دیا کہ کوئی شخص نہ شراب پیئے نہ اُسکی تحصیل میں کوشش کرے نہ شراب بنائے نہ بیچے نہ خریدے نہ رکھے۔ ان باتوں سے فوجی آدمی زیادہ نا اُمید ہوئے کیونکہ یہ لاچاری کا نشان تھا۔ لشکر میں سب چھوٹے بڑے گھبراکر عالم تحیر میں ڈوب گئے تھے سارے لشکر میں ایک آدمی ایسا نہ تھا جسکے منہ سے کوئی بات مردانہ اور کوئی رائے دلیرانہ سننے میں آتی۔ معتبر وزیر اور مدبر امیر جنہوں نے اس ملک کی دولت کے مزے اُڑائے تھے نہ اُنکی باتیں مردانہ تھیں اور نہ اُنکی تدبیر و تقریر صاحب ہمتانہ۔ اس یورش میں خلیفہ نے تو بہت خوب کام کئے تھے اور اوس نے ضبط و استحکام میں اور جد و اہتمام میں کوئی تقصیر نہیں کی۔ جب بادشاہ نے آدمیوں کی یہ بیدلی اور اس طرح کی سستی دیکھی

تو اسکو دوسری فکر کرنا لازم آیا۔ اس نے اپنے تمام سردار اور سپاہیوں کو جمع کرکے
کہا ؎

ہر کہ آمد بجہان زاہل فنا خواہد بود ✦ آنکہ پائندہ و باقی ست خدا خواہد بود

جو شخص مجلس حیات میں آتا ہے وہ آخر کو پیمانہ اجل پیتا ہے اور جو زندگی کی منزل میں قدم
رکھتا ہے وہ دنیا کے غم خانے سے باہر جاتا ہے ایسی خدا ہی کی ایک ذات ہے جو ہمیشہ قائم رہیگی
کہا کہ خدائے تعالیٰ نے یہ سعادت ہمکو نصیب کی ہے اور ایسی دولت قریب کی ہے کہ جو مرتا ہے
وہ شہید ہوتا ہے اور جو مارتا ہے وہ غازی ہوتا ہے۔ سب کو کلام الٰہی پر قسم کھانی چاہئے کہ کوئی
شخص قتال سے روگردانی کا خیال نہ کریگا اور جب تک بدن میں جان ہے مقابلہ ترک نہ کرے و
اس محاربے و مقابلے سے جدا نہ ہو۔ یہ سنکر سردار و سپاہی خرد و کلاں سب نے رغبت سے
قرآن شریف کو ہاتھ میں لیا عہد و پیمان اوپر کے مضمون کے موافق کئے یہ بادشاہ کی تدبیر
اس طور کی تھی کہ دور کے آدمی کو سننے سے اور پاس کے آدمی کو دیکھنے سے دوست دشمن سب
کو پسند آئی۔ ان دنوں میں سب جگہ ایک آفت و شورش برپا تھی ہر روز بادشاہ کے
پاس ہر طرف سے ایک ناخوش خبر آتی تھی۔ لشکر کے بعض ہندوستانی بھاگ گئے بہت خان
ترک انداز سنبھل کو بھاگ گیا حسن خان باری وال دشمنوں سے جا ملا۔ بادشاہ نے انکی کچھ پروا
نہ کی فقط اپنی سپاہ پر بھروسہ کرکے کارزار پر متوجہ ہوا۔ غرضکہ توپوں اور تمام آلات جنگ
کو جو تیار ہوا تھا لیکر سہ شنبہ ۹ جمادی الآخری کو نوروز کے روز کوچ کیا۔

رانا کا لشکر بھی بادشاہ کے لشکر کی حرکت سے واقف ہوا اور رانا بھی اپنی جمعیت درست
کریں اور مقابلے کے لئے سامنے آیا لشکر کے آنے کے بعد توپیں اور خندق لشکر کے آگے درست
کئے گئے اس دن لڑائی کا کچھ خیال نہ تھا۔ تھوڑے سے آدمی آگے بڑھکر ہندوؤں سے لڑے
اور لڑائی کا شگون کیا چند ہندوؤں کو پکڑا اور انکا سر کاٹ کر لے گئے۔ ملک قاسم چند سر کاٹ
کر بادشاہ کے پاس لایا تھا۔ اس نے یہ خوب کیا اس سے لشکر کے آدمیوں کا دل قوی
ہوا اور انکو اپنے اوپر بھروسہ ہوا۔ صبح یہاں سے کوچ کرکے لڑائی کا خیال تھا نظام الدین
علی خلیفہ اور بعض دولت خواہوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جو منزل لشکر کے اترنے

کے لئے مقرر ہو رہی ہے وہ نزدیک ہے اسلئے خندق کندہ کر کے مضبوط کر کے کوچ کیا جائے تو مناسب ہے اس خندق کے بنانے کے لئے خلیفہ سوار ہوا۔ اس نے خندق کی گئی جگہوں پر بیلدار اور ان کے منتظم مقرر کئے اور پھر بادشاہ سے آن ملا روز شنبہ ۱۳ جمادی الآخری ۹۳۳ھ کو بابر ایک کوس اپنے مورچوں سے آگے بڑھ کر موضع خانوہ (کانوہ) پہنچا تھا کہ سانگا کا لشکر نمودار ہوا۔ بابر نے گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلے کا حکم دیا لشکر اسلام نے اپنی صف بندی کی اور ترکوں نے سر پر اپنے خود وں کو چمکایا۔ بابر نے لشکر کی اسی طرح صف بندی کی جیسا سلطان ابراہیم کی لڑائی میں کی تھی۔ خاص اپنے دستے کو قلب میں رکھا اور سیدھے بازو پر چین تیمور سلطان و مرزا سلیمان و خواجہ دوست خاوند و یونس علی و شاہ منصور برلاس و درویش محمد ساربان و عبداللہ کتاب دار و دوست ایشک آقا کو دوسرے معتمد بہادروں کے ساتھ مقرر کیا اور الٹے ہاتھ کی طرف علاء الدین بن سلطان بہلول لودھی اور شیخ زین خوافی و محب علی ولد نظام الدین علی خلیفہ و تردی برادر قوچ بیگ و شیر افگن ولد قوچ بیگ و آرائش خان و خواجہ حسین اور ایک اور جماعت کو مقرر کیا اور دست راست پر خود بابر بادشاہ اور اپنے سیدھے بازو پر قاسم حسین سلطان و احمد یوسف اور غلانچی اور ہندو بیگ قوچین اور خسرو کوکلتاش و قوام بیگ اردو شاہ اور ولی خازن و قراقوزی اور پیر قلی سیستانی و خواجہ پہلوان اور عبدالشکور اور ایک دوسری جماعت متعین کی اور تردی یکہ اور ملک قاسم برادر بابا قشقہ اور ایک اور جماعت مغلوں کی بھی اس طرف مقرر کی اور اپنے الٹے بازو پر سید مہدی کو کلتاش و خوانچی احمد جاندار نامزد ہوئے اور اسی جانب سید مہدی خواجہ و محمد سلطان مرزا و عادل سلطان بن مہدی سلطان و عبدالعزیز میر آخور و محمد علی جنگ جنگ و قتلق قدم قراول و شاہ حسین یارینگی و جان بیگ اتکہ و مومن اتکہ و رستم ترکمان اور امرائے ہند میں سے جلال خان و کمال خان اولاد سلطان علاء الدین و علی خان شیخ زادہ فرملی اور نظام خان بیانہ بھی متعین ہوئے اور امرائے ہندوستان میں سے خان خانان دولاور خان و ملک داد کررانی و شیخ گھورن کو بادشاہ نے اپنے ساتھ رکھا۔ اور ہندو چھوین کو لشکر کے آگے متعین کیا اور انکی پناہ کے لئے توپوں کو زنجیروں سے جکڑ دیا اور

انتظام اسکا نظام الدین علی خلیفہ کے سپرد ہوا اور سلطان محمد بخشی کو بادشاہ نے اپنی پاس ٹھہرا رکھا تاکہ بادشاہ کے احکام افسروں کو سناتا رہے۔ بہت سے نقیب اور چوبدار اسکے ماتحت تھے تاکہ ان کے ذریعہ سے توپچیوں اور افسروں کو احکام ملتے رہیں جب فوج کی ترتیب درست ہوگئی تو تمام آدمیوں کو حکم دیدیا گیا کہ کوئی شخص بغیر بادشاہ کے حکم کے قدم آگے نہ بڑھائے پہر دن چڑھے لڑائی شروع ہوگئی سیدھی اور الٹی جانب بہت معرکہ ہوا۔ راجپوتی سپاہ بادشاہ کے سیدھے بازو کی طرف حملہ کرکے خسرو کوکلتاش اور ملک قاسم اور بابا قشقہ پر ایسی پلی کہ تمام لڑائی کا زور ادھر آپڑا۔ بادشاہ کے حکم سے چین تیمور سلطان انکی مدد کو گیا اور اب اس مدد سے مخالفوں کو ہزیمت حاصل ہوئی اور انکو اس طرح بھگایا کہ پہر قدم نہ جم سکے مصطفےٰ رومی نے توپوں کو آگے کرکے اور بندوقچیوں کو آگے بڑھا کر مخالفوں پر ایسی آگ برسائی۔ کہ انکے حوصلے ٹوٹ گئے۔ راجپوتوں کی جوں جوں فوج آگے بڑھتی بادشاہ بھی ان کے مقابلے کیلئے چیدہ چیدہ سپاہ روانہ کرتا تھا کبھی قاسم حسین سلطان اور احمد یوسف وقوام بیگ کو حملے کا حکم ہوتا تھا کبھی ہندو بیگ کو چین ماموں ہوتا تھا اور کبھی محمدی کوکلتاش اور خواجگی اسد کو بڑھنے کا حکم ملتا تھا اور بعد اسکے یونس علی اور شاہ منصور برلاس عبد اللہ کتابدار اور انکے پیچھے دوست ایشک آقا اور محمد خلیل آختہ بیگی کمک کو مامور ہوتے تھے راجپوتوں کا سیدھا بازو مسلمانوں کے الٹے بازو پر کئی بار حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے تیر اندازوں اور بندوقچیوں اور شمشیر زنوں نے ایسی سختی سے جواب دیا کہ حملہ آور بہت سے مارے گئے اور بہت سے پسپا ہو کر بھاگ نکلے مومن اتکہ اور رستم ترکمان نے چیدہ سپاہ کے ساتھ بادشاہ کے حکم سے دشمن کے عقب میں جاکر سخت ضرب لگائی اور پھر ملا محمود اور علی اتکہ یا شلیق ملازمان خواجہ خلیفہ انکی کمک کو گئے۔ محمد سلطان مرزا و عادل سلطان و عبد العزیز میر آخور و قتلق قدم قراول و محمد علی جنگ جنگ و شاہ حسین یاربیگی نے خوب جنگ کی اور انکی کمک خواجہ حسین نے ایک جماعت کے ساتھ کی۔ یہانتک کہ رانا سانگا کی امیدوں پر پانی پھرنے لگا۔ دشمن کی سپاہ کثیر تھی۔ اسلئے بادشاہی سپاہ اس پر غالب نہیں آسکتی تھی۔ اسلئے بادشاہ نے اس سپاہ کو جو توپوں کے

پیچھے کھڑی تھی حکم دیا کہ سپاہ کے سیدھے اور الٹے بازو سے نکلکر اور بندوقچیوں کو بیچ میں چھوڑ کر
ہر ایک طرف سے لڑائی شروع کریں اس تدبیر سے دشمن پر سخت ضرب پڑنے لگی اور
ساتھ ہی اسکے بادشاہ نے یہ بھی حکم دیا کہ توپیں بھی آگے بڑھائی جائیں اور بذات خاص بھی
بادشاہ آگے بڑھا۔ اس بات کو دیکھکر اور سپاہ شاہی بھی حرکت میں آئی اور راجپوتوں
کی سپاہ پر یکبارگی حملہ شروع ہوگیا شاہی میمنہ و میسرہ کی سپاہ نے دشمن کے دونوں بازووں
کی سپاہ کو اتنا دبایا۔ کہ قلب لشکر کی سپاہ میں گھس گئی اور اس دباؤ سے دشمن کے میدان
جنگ میں قدم ٹھہرنا مشکل ہوگئے اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کی بابر کو فتح
نمایاں حاصل ہوئی حسن خان میواتی گولی کا زخم کھا کر مارا گیا۔

راول اودے سنگھ اور مانک چند چوہان اور رائے چندربھان اور دلپت رائے
اور کنکوا اور کرم سنگھ اور بہت سے بڑے بڑے ہندوؤں نے میدان جنگ میں راہ عدم لی اور
ہزاروں سپاہی کھیت رہے۔ اور ہزاروں زخمی مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ملک
عدم کے رہرو ہوئے اور سانگا میدان سے جان بچا کر نکل گیا۔ بادشاہ نے محمدی کوکلتاش
و عبدالعزیز میر آخور و علی خان وغیرہ کو حکم دیا کہ تعاقب کر کے سانگا کو گرفتار کر لائیں۔ مگر
ان لوگوں کی کاہلی سے وہ نکل بھاگا۔ بادشاہ کو اس بات کا افسوس ہوا اور کہنے لگا۔ کہ
کاش یہ کام ہم خود کرتے اور ضرور اسکو گرفتار کر کے اسکی جسارت کا مزہ چکھاتے۔ اس
فتح کی تاریخ فتح بادشاہ اسلام ہے۔ بادشاہ نے محمد شریف منجم کو ملامت کر کے اور ایک
لاکھ ٹکے دے کر ممالک محروسہ سے نکلوا دیا۔

کرنل ٹاڈ دیسی روایتوں سے بیان کرتا ہے کہ سخت مقابلہ ہونیکے وقت رائے سین
کا راجہ سلہدی تنور دشمنوں میں جا ملا۔ جس سے یہ شکست راجپوتوں کو نصیب ہوئی۔
صاحب نے یہ خیال نہ کیا۔ کہ یہ وقت ملنے کا ہوتا ہے اور خاص کر سلہدی کی تھوڑی سی
سپاہ الگ ہو جانے سے سانگا کی قوت ٹوٹنے کے قابل تھی۔

راجپوتانہ خصوصاً میواڑ کے آدمیوں کو اسلامی فتوحات و جاہ و جلال سے بڑا تعصب
چلا آتا ہے ایک بے لاگ اور نہایت رستمانہ فتح پر داغ لگانے کو یہ قصہ ہی گھڑ لیا اور ان

کے سرپرست ٹاڈ صاحب نے مان لیا۔ بابر جس نے جزی جزی واقعہ نہیں چھوڑا وہ اس بات کو ضرور بیان کرتا۔ اگر اسکی اصل ہوتی۔

سانگا اسی سال کے اندر میواڑ کے پہاڑی علاقے میں موت سے یا کسی کے زہر دینے سے انتقال کر گیا

اسکے دو بیٹے اسکے سامنے گذر چکے تھے جن میں سے بڑے بھوج راج کے ساتھ ویر بیدہ راٹھور جے مل کی رشتہ دار بہن میرا بائی جس کے فقیرانہ اشعار عوام میں مشہور ہیں بیاہی گئی تھی کرنل ٹاڈ نے غلط طور پر اسکی شادی رانا کونبھا کے ساتھ لکھدی ہے جو سانگا کا دادا ہے۔

۵۲ - رانا رتن سی دوم

یہ سانگا کا تیسرا بیٹا تھا جو اپنے بڑے بھائیوں کے مرجانے سے سمت ۱۵۸۴ مطابق ۱۵۲۸ء میں چتوڑ کی گدی پر بیٹھا وہ پانچ برس کے قریب راج کرکے ماتحت سردار بوندی کے راؤ سورج مل کو اپنے چھوٹے بھائیوں کی طرفداری کرنے کی رنج سے قتل کر کے مارا گیا۔ اسکے چھوٹے بھائی بکرمادت نے جسکو قلعہ رنتھنبور باپ کے حکم سے جاگیر میں ملا تھا بابر بادشاہ کے پاس وکیل بھیجکر درخواست کی تھی کہ اگر وہ اسکی مدد کر کے چتوڑ دلادے اور بیانہ وغیرہ پرگنے حوالے کرے تو قلعہ رنتھنبور اور محمود مالوی کا جڑاؤ تاج و دوپٹہ جو رانا سانگا نے گرفتار کر کے لیا تھا عوض میں بابر کو دیدیگا لیکن [illegible] بات کی نوبت نہ پہنچی کہ رتن سنگہ خانگی لڑائی میں بوندی کے راؤ سورج مل کے ہاتھ سے شکار کے موقع پر مارا گیا اور بکرمادت راج کا مالک ہو گیا۔

۵۳ - رانا بکرمادت

یہ اپنے بڑے بھائی کے مارے جانے بعد سمت ۱۵۸۸ مطابق ۱۵۳۲ء میں چتوڑ پر قابض ہوا اور نہایت مغرور و کم عقل تھا اکثر پہلوانوں کے تماشے اور جوا کھیلنے کے جلسوں میں مصروف رہتا تھا۔ یہ بدانتظامی دیکھ کر سمت ۱۵۹۱ مطابق ۱۵۳۴ء میں سلطان بہادر شاہ گجراتی نے چتوڑ کو آگھیرا اور تین مہینے محاصرے کے بعد صلح کر کے اور کسی قدر سامان اور محمود مالوی کا جڑاؤ تاج اور دوپٹہ لے لیا۔

بکرمادت ذک اٹھاکر بھی ہوش میں نہ آیا اور اکثر ماتحتوں کو رنجیدہ رکھا سمت ۱۵۹۲

مطابق ۱۵۳۶ء میں بہادر شاہ گجراتی جو مالوے کا ملک دوسرے محمود خلجی سے چھین کر زبردست
بن گیا تھا دوبارہ چتوڑ آیا۔ اس وقت رانا سانگا کے رشتہ دار چچا سورج مل دیولیہ والے کا بیٹا
راوت باگھ سنگھ اپنی بزرگوں کی راجدھانی بچانے کو چتوڑ پہنچا۔ بوندی۔ جالور اور سروہی وغیرہ
کے راؤ بھی اپنی فوجیں لیکر حاضر ہو گئے۔ بہادر شاہ نے سرنگ لگا کر قلعے کی دیوار بڑے
برج سمیت اڑا دی۔ جس میں بوندی کا راؤ مع اپنی پانسو آدمیوں کے مارا گیا۔ اس
حملے کو راجپوت لوگ روکتے رہے۔ جب بے چارے ناامید ہو گئے تو انھوں نے بکرماجیت اور
اسکے چھوٹے بھائی ادے سنگھ کو چھپا کر نکال دیا اور دیولیہ کے راوت باگھ جی سیسودیہ کو اپنا
افسر بنا کر ریاست کا جھنڈا اسکے سر پر کھڑا کیا۔ تمام راجپوتوں کے ساتھ جو موت کو قید
سے بہتر جانتے تھے قلعہ سے نکلکر مقابلے میں مارا گیا۔ اس لڑائی میں مقتول تیس ہزار اور
جوہر کر کے جان دینے والی عورتیں بارہ ہزار سے زیادہ شمار کی گئی ہیں اور کسی قدر غیرت دار
عورتیں لڑ کر بھی کام آئیں۔

کرنل ٹاڈ تواریخ راجستان میں کہتا ہے کہ ادے سنگھ کی والدہ کرناوتی نے بہادر شاہ
والی گجرات کے خوف سے ہمایون کی حمایت حاصل کرنی چاہی اور اسے راکھی بھیجی۔ اس
نے اس راکھی کو بخوشی قبول کیا اور وہ اس راکھی کے ذریعہ سے رانی کا بھائی اور اسکے
نوعمر بچے ادے سنگھ کا ماموں اور محافظ ہو گیا۔ اوس نے عہد کیا کہ میں رانی کی حتی الوسع اعانت
کرونگا۔ حتےٰ کہ قلعہ رنتھنبور بھی وہ مانگے تو دیدونگا۔ جبکہ بہادر شاہ نے قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کر لیا
اور نامور راجپوت سردار سپاہی کام آئے اور بہتیرے جواہر بائی راٹھور رانی بھی کام آئی۔ تو کرناوتی
نے چتوڑ کی حفاظت کا کوئی اور ذریعہ نہ دیکھکر ہمایون سے التجا کی کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرے ہمایون
اپنے عہد میں ثابت قدم نکلا۔ اس نے اپنی فتوحات ملک بنگالہ کو چھوڑ دیا اور چتوڑ کو بچانے اور
رانا سانگا کی بیواؤں اور خرد سال بچوں کو محفوظ رکھنے کی غرض سے بنگال سے روانہ ہوا۔ اگر
ہمایون اتنی فاصلہ پر نہ ہوتا تو چتوڑ کی تباہی پیش نہ آتی کیونکہ آئین شرافت کے بموجب
اسکو رانی کی امداد کرنا ضرور تھا لیکن بہادر شاہ پر فوراً حملہ کرنے کی بجائے اوس نے بہادر شاہ
سے لفظی تکرار شروع کردی۔ جس میں نقطہ چتوڑ پہ جگت بازی کی گئی تھی

اور چتوڑ پر یلغار کرنیکی بجائے مالوے پر یورش کی جو اُس وقت بہادر شاہ کے تصرف میں
تھا۔ اس اثنا میں بہادر شاہ نے اپنے زبردست توپخانے کی مدد سے محصورین کا قافیہ تنگ
کر دیا اور قلعہ کی دیوار کا ایک حصہ بارود سے اڑا دیا۔ قلعہ کو قریب التسخیر خیال کر کے ۱۳ ہزار
راجپوت عورتیں جوہر کر کے مر گئیں اور باقی ماندہ راجپوت دیولیا کے سردار باگھ جی کے زیر کمان
زندگی سے ہاتھ دھو کر قلعہ سے باہر نکلے اور بہادر شاہ کی سپاہ پر ٹوٹ پڑے اور کام آئے
بہادر شاہ چتوڑ کو فتح کرنے پر صرف دو ہفتہ وہاں ٹھہرا۔ کیونکہ ہمایون کے آہستہ آہستہ پہنچنے
سے وہ گھبرا گیا اور وہ اُسکے مقابلے کو روانہ ہوا۔ ہمایون نے اپنے عہد کو یوں پورا کیا اوس
نے بہادر شاہ کو پیاپے شکستیں دیں اور اُسکی سپاہ کو چتوڑ خالی کرنے پر مجبور کیا اور مالوے کی
راجدھانی مانڈو پر قبضہ کر لیا اور چونکہ وہاں کے بادشاہ نے شاہ گجرات کی مدد کی تھی اس لئے
اوس نے رانا بکرماجیت کو وہاں بلوایا اور اُسکے دشمن کے مفتوحہ قلعے میں اوس کے تلوار باندھی

ٹاڈ صاحب نے یہ جو کہا ہے کہ ہمایون اپنی بنگالے کی فتوحات کو چھوڑ کر رانا کی مدد کو آیا
تھا اسکے متعلق اتنا سمجھنا چاہیے کہ وہ بنگالے میں نہیں پہنچا تھا۔ بلکہ اُسکے فتح کرنے کے ارادے
سے ۹۴۱ھ ہجری میں روانہ ہو کر حدود کالپی قصبہ کنار تلک تک وہ آیا تھا کہ اس لئے سنا کہ
قلعہ چتوڑ کا محاصرہ بہادر شاہ نے کیا اور یہ ایک بڑا اولوالعزم اور صاحب حوصلہ دلبند بادشاہ
بادشاہ تھا اوس نے اپنے زور بازو سے سلطنت کو وسعت دی تھی اور مالوے کی
سلطنت کو بھی جسکا دارالریاست مانڈو تھا اپنے قبضے میں کر لیا تھا غرض وہ اور ہمایون
برابر کی ٹکر کے تھے۔

کرنل ٹاڈ کا یہ کہنا کہ بادشاہ مانڈو نے بادشاہ گجرات کی مدد کی تھی غلط ہے بادشاہ
مانڈو اس وقت باقی نہ تھا دونوں ملکوں کا بہادر شاہ والی تھا اور مستند مورخین کے اقوال
کے بموجب ہمایون کا بہادر شاہ سے نبرد آزما ہونا راجپوتوں کی امداد کی غرض سے نہ تھا بلکہ
اسکا سبب یہ تھا کہ سلطان علاء الدین دعویدار تخت دہلی جسکا نام عالم خان تھا۔ اور
سکندر لودھی کا بھائی اور سلطان ابراہیم کا چچا تھا بہادر شاہ کے پاس بغرض امداد موجود
تھا۔ اور بہادر شاہ اُسکی معاونت کر رہا تھا اور ہمایون کا باغی چچازاد بھائی محمد زمان

مرزا بھی بہادر شاہ کے ظل عاطفت میں جا پہنچا تھا۔ ہمایون نے بہادر شاہ کو لکھا کہ یا تو اسکو پکڑ کر ہمارے پاس بھیج دو یا اپنے ملک سے باہر نکالدو۔ بہادر شاہ نے ٹکا سا جواب دیا۔ ہمایون جو ممالک مشرقیہ کی فتح کو جاتا تھا وہ الٹا آگرے میں آیا اور سنہ ۹۴۱ ہجری کو بہادر شاہ کے استیصال اور تسخیر گجرات کے لئے روانہ ہوا۔ اور مالوے کی طرف چلا! سارنگ پور میں پہنچا۔ تو بہادر شاہ چتوڑ کے محاصرے میں ہمہ تن مصروف تھا ہمایون نے یہ قطعہ بہادر شاہ کے پاس بھیجا۔

اے کہ ہستی غنیم شہر چتور — کافراں را چہ طورمے گیری
بادشاہی رسید بر سر تو — تو نشستہ چتوڑ مے گیری

اس قطعہ کے جواب میں بہادر شاہ نے یہ قطعہ لکھا۔

منکہ ہستم غنیم شہر چتور — کافراں را بجبر مے گیرم ......
ہر کہ بکند حمایت چتوڑ — تو ببین کش چہ طور مے گیرم

اب بہادر شاہ نے اپنے امیروں کے ساتھ مشورہ کیا۔ ایک جماعت نے مشورہ یہ دیا کہ قلعہ کی مہم سب دقت میسر ہے اور اہل قلعہ سے کچھ ضرر بھی نہیں پہنچا۔ مناسب یہی ہے کہ مہم قلعہ کو موقوف کر کے ہمایون کے لشکر کے رو برو ہو جیئے۔ صدر خاں جو اہل علم و فضل کا صدر تھا۔ اور سپاہ میں صاحب منصب والا تھا اوس نے اپنی اصابت رائے سے یہ کہا کہ محاصرہ مدت سے ہو رہا ہے تھوڑے دلوں کا کام اس میں باقی ہے اول اس کو ختم کرنا مصلحت ہے ہمایون دیندار بادشاہ ہے جب تک ہم کفار سے لڑتے ہیں۔ وہ ہم سے لڑنے نہیں آئے گا۔ اگر آئے گا تو ہمارے لئے ترک جہاد کا عذر معقول میسر ہوگا۔ سلطان بہادر کو یہ رائے پسند آئی اور اس پر عمل کیا جب ہمایوں کے کان میں یہ خبر پہنچی تو وہ بہادر شاہ سے جب تک کچھ نہ بولا کہ ۳ رمضان سنہ ۹۴۱ھ مطابق سنہ ۱۵۳۵ء کو اوس نے قلعہ چتوڑ فتح کیا۔ اس کا سبب کیا تو ہمایون کا تساہل تھا یا اسلام کا پاس۔ قلعہ میں بہادر شاہ کو بہت دولت ہاتھ آئی۔ اور اوس نے وہ سپاہیوں میں تقسیم کر دی۔ پھر وہ مندسور مقام پر ہمایون بادشاہ ہندوستان کے مقابل پہنچا۔ جہاں اوسکو جان بچا کر گجرات وغیرہ

کی طرف بھاگنا پڑا اور بکرمادت نے موقع پاکر چتوڑ واپس لیا۔

میواڑ کے سرداروں نے باہمی رنج سے بکرمادت کی جگہ پر پرتھی راج کے بیٹے بن بیر کو جو کنیزک زادہ تھا رانا بنایا۔

بن بیر

یہ خواص وال سمت ۱۵۹۳ مطابق سنہ ۱۵۳۶ء میں گدی نشین ہوا۔ اس نے دیکھا کہ اگر بکرمادت اور اوسکا چھوٹا بھائی اودے سنگھ جیتے رہے تو ضرور ایک دن مجھ سے گدی چھین جائے گی یہ کھٹکا مٹانے کے لئے اوس نے بکرمادت اور اودے سنگھ کو مار ڈالنا چاہا اودے سنگھ کی عمر تین برس کی تھی اور وہ اپنی دائی پنا کے پاس محل میں رہتا تھا ایک دن جیسے ہی پنا نے اودے سنگھ کو کھلا پلا کر سلایا ویسے ہی محل میں کچھ رونے پیٹنے کی آواز ہونے لگی۔ پنا نے نائی سے جو اودے سنگھ کا جھوٹا اٹھانے آیا تھا پوچھا کہ یہ کون روتا ہے نائی نے گھبرا کر کہا رانا بن بیر نے بکرمادت کو مار ڈالا یہ سنتے ہی پنا کانپنے لگی اور سوچی کہ بن بیر نے جب بکرمادت کو مار ڈالا تو اودے سنگھ کو کب جیتا چھوڑیگا اودے سنگھ کے جیتے رہنے سے اوسکو سدا یہ کھٹکا رہے گا کہ بڑا ہو کر کہیں اس سے راج نہ چھین لے پنا یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اتنے میں اوسکو کسی کے پاؤں کی آہٹ سی معلوم ہوئی۔ یہ سوچ کر کہ کہیں بن بیر نہ ہو۔ پنا نے اپنا جی کڑا کر کے اودے سنگھ کو اوٹھا کر ایک کونے میں چھپا دیا اور اپنے بچے کو اوسکی جگہ پر سلا دیا اتنے میں بن بیر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے آ ہی گیا اور پنا سے پوچھنے لگا بتاؤ اودے سنگھ کہاں ہے ڈر کے مارے پنا کی گھگھی بندھ گئی اوس نے اپنے بچے کی طرف انگلی اوٹھا دی اوسکے انگلی اوٹھاتے ہی بن بیر نے ایک ہی ہاتھ میں بچے کا کام تمام کر دیا۔ پنا نے اپنے بچے کے مارے جانے کا کچھ بھی رنج نہ کیا اسی وقت اودے سنگھ کو ایک ٹوکری میں چھپا نائی کے ساتھ چتوڑ سے نکل کھڑی ہوئی وہ دونوں کونبھل میر کے حاکم بھاماساہ مہاجن کے پاس پہنچے جہاں اوس نے اندیشے کے سبب بھاماساہ کا بھتیجا مشہور ہو کر پرورش پائی کئی سال کے بعد قلعہ کونبھل گڑھ میں جہاں کہ نذر دینے کو اکثر سردار حاضر ہو گئے تھے مسند نشینی کی رسم ادا کی گئی۔

بن بیر کو کمبلمیر کا احوال سنکر بہت فکر پیدا ہوئی اور سب سرداروں کی اودے سنگھ کا طرفدار بنکر اوس پر چڑھائی کردی آخر تین برس راج کرنے بعد بنبیر کو قلعہ چتوڑ پر شکست کھا کر گھر بار کے ساتھ دکن جانے کی اجازت ملی۔
کرنل ٹاڈ وغیرہ کا بیان ہے کہ مرہٹون کا ایک خاندان اسی کی اولاد میں ہے۔

۵۴۔ رانا اودے سنگھ

سمت ۱۵۹۷ مطابق ۱۵۴۰ء میں چتوڑ کی گدی پر بیٹھا۔
۱۵۴۴ء میں شیر شاہ نے جودہپور کے راو مالدیو کو شکست دی اور وہ بھاگ گیا۔ اوس وقت بادشاہ کے امرا نے عرض کیا کہ برسات کا موسم سر پر آگیا ہے تو قف کرنا چاہیے بادشاہ نے جواب دیا میں برسات وہان بسر کرونگا جہاں اپنا کام بھی کرسکون۔ اوس نے چتوڑ کے قلعہ کی طرف کوچ کیا۔ جب قلعہ کے پاس وہ بارہ کوس پہنچا تو رانا نے قلعہ کی کنجیان بھجوائین جب شیر شاہ چتوڑ میں آیا اوس نے یہان خواص خان کے چھوٹے بھائی میان احمد سروانی و حسین خان غازی کو قلعہ چتوڑ میں متعین کیا اور خود کچھواڑہ کی طرف چلا۔
شیر شاہ کی وفات کے بعد جب ہندوستان میں کئی پٹھان بادشاہ بنکر آپس میں جھگڑا کرنے لگے تو ان کی نااتفاقی سے فائدہ اوٹھا کر اودے سنگھ نے پھر چتوڑ کو دبالیا اور اوس نے سمت ۱۶۱۳ مطابق ۱۵۵۷ء میں حاجی خان پٹھان پر جو مغلوں کے دباؤ سے گجرات کو جانا چاہتا تھا سامان وغیرہ چھیننے کے لئے اجمیر کے پاس حملہ کیا لیکن لڑائی ہونیکے بعد شکست کھا کر بھاگنا پڑا۔
سمت ۱۶۲۴ مطابق ۱۵۶۸ء میں اکبر بادشاہ نے جو آمیر و مارواڑ وغیرہ کے راجاؤن کو فرمانبردار بنا چکا تھا چتوڑ پر چڑھائی کی۔ تفصیل اسکی اس طرح ہے کہ پنجشنبہ بست و پنجم صفر کو بادشاہ آگرے سے دہولپور بارٹی اور گوالیار کیطرف چلا گیا امرا و سردار اپنی اپنی سپاہ کے ساتھ وہان جوق جوق پہنچ گئے جب دہولپور میں بادشاہ کا قیام ہوا۔ تو اسی وقت میں سکت سنگھ پسر رانا اودے سنگھ بھی ہمرکاب تھا بادشاہ نے اوس سے انبساط یا تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ اکثر زمیندار اور راجے ہمارے آستان بوس ہوآئے ہیں مگر رانا ابتک

تک نہیں آیا میری خواہش یہ ہے کہ اوس پر حملہ کیا جائے اور اوسکو قرار واقعی سزا دی جائے تو اس معرکے میں کیا کیا خدمات انجام دیگا۔ اور دیر تک شگفتگی کے لئے سکت سنگ سے یہ بات کہتے رہے اور وہ منافقانہ طریق سے قبول کرتا اور بجا آوری حکم کا اقرار کرتا رہا اور اصل مطلب کو نہ سمجھا دل لگی و ہزل کو قطعی بات سمجھکر رات میں لشکر سے بھاگ نکلا کیونکہ اوس احمق کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ بادشاہ اس سکت کارکے بہانے سے میرے باپ کی گوشمالی کا ارادہ رکھتے ہیں اور میں بدنام ہو جاؤنگا کہ بادشاہ کے پاس جاکر اوسکو باپ پر چڑھا لایا یہ نہ سمجھا کہ سوائے مطائبے کے نہان دوسرا امر مقصود نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسا شہنشاہ نفس نفیس سے ایسے زمیندار پر حملہ آور ہوا اگر یہ سچ بھی تھا تو بھاگنے سے تو ایسے خطرناک کام سے چھٹکارا نہ تھا بلکہ ایک قسم کی کور نمکی تھی (یہ تمام الفاظ اکبر نامے کے ہیں) جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی کہ سکت سنگھ بھاگ گیا۔ تو وہ بہت غضبناک ہوا اور ہزل و دل لگی واقعی بات کے ساتھ مبدل ہوئی اب بادشاہ کے دل میں یہ بات جم گئی کہ ہر ملک کا راجہ اور زمیندار تو ہمارے سلام کو حاضر ہوا۔ مگر رانا اودے سنگھ اس غرور سے کہ ملک اُسکا دشوار گذار ہے اور بڑے بڑے مضبوط قلعے اُسکے پاس ہیں اور بہت سے راجپوت اور دولت و مال و اسباب رکھتا ہے ہم سے سرکشی کرتا ہے اور اُسکا خاندان بھی سرکشی کے واسطے ضرب المثل تھا بادشاہ نے یہ خیال کر کے اُسکے استیصال کا ارادہ کیا اور وسط ربیع الاوّل میں اُدھر چڑھائی مصمم ہوگئی۔

جبکہ بادشاہ لشکر مالوہ کے سامان کی تقریب سے کاگرون کے علاقے میں ٹھہرا ہوا تھا آصف خان اور وزیر خان نے کہ ان حدود میں اُنکی جاگیریں تھیں بادشاہ کے حکم سے قلعہ مانڈل گڑھ کو فتح کر لیا۔ بادشاہ کے پاس باوجودیکہ اس وقت سپاہ کم تھی۔ تمام سپاہ مالوے کی لڑائیوں میں شریک تھی۔ چتوڑ پر حملے کا سامان درست کرکے آگے کو قدم رکھا اس خیال سے کہ شاید رانا بادشاہ کے ساتھ فوج کی کمی کا حال معلوم کرکے پہاڑوں کی دروں سے باہر نکل آئے اور بہ آسانی اُس کا کام ختم ہو جائے۔ جب رانا کو یہ حال معلوم ہوا کہ اکبر کے ساتھ قلعہ گیری کا سامان کم ہے تو قلعہ چتوڑ کی خوب درستی کر لی۔ کئی سال کے لئے کھانے کا سامان جمع کر لیا اور پانچہزار راجپوت اوس میں رکھے اور تمام علاقے کو برباد کر دیا۔ تاکہ

شاہی سپاہ کو رسد نہ مل سکے۔ جب یہ انتظام مکمل ہو چکا آپ پہاڑوں میں گھس گیا۔
کرنل ٹاڈ نے اس موقع پر قلعہ چھوڑ کر چلے جانے کے سبب رانا اودے سنگھ کو بہت بزدل
اور ناقابل لکھا۔

بادشاہ نے اسکا تعاقب نہ کیا مناسب یہ سمجھا کہ قلعہ کو مسخر کیا جائے چنانچہ یوم جمعرات
١٩ ربیع الآخر کو قلعہ کی حدود میں بادشاہ پہنچ گیا۔ اس وقت بادل کی نہایت گھٹا چھائی
ہوئی تھی۔ بجلی کی کڑک نے زمین و آسمان کو تہہ و بالا کر دیا تھا تھوڑی دیر کے بعد ہوا صاف
ہوگئی اور قلعہ دور سے نظر آنے لگا بادشاہ خیام گاہ سے سوار ہو کر پہاڑ کے پاس جس پر قلعہ
تھا آیا اور اکثر اُسکے اطراف میں پھر کر ملاحظہ کیا اور اب بخشیوں کو حکم دیا کہ مورچوں کو سرداروں
پر تقسیم کر دیں۔ تقسیم کے مطابق سرداران فوج اپنے اپنے مورچوں پر جم گئے اور جو پیچھے سے
سرداران فوج پہنچے تھے اُن کا مورچہ علیحدہ قرار پایا تھا۔ اس طرح ایک ماہ کی مدت
میں تمام قلعہ کا محاصرہ ہوگیا۔ اور اس عرصے میں بعض امرا کو میواڑ کی لوٹ مار کے لیے تعین
کیا۔ آصف خان کو رام پور سے کی طرف بھیجا اوس نے اس علاقے پر قبضہ جما لیا رانا اودے سنگھ
کا پتا اودے پور اور کوبل گڑھ کی طرف معلوم ہوا۔ حسین قلی خان کو حکم ہوا کہ رانا کو گرفتار
کر لائے۔ حسین قلی خان شہر اودے پور کی طرف گیا۔ اور اسکی تباہی میں کوئی دقیقہ اُٹھا
نہ رکھا۔ اودے پور کے اطراف میں جہاں جہاں مجمع ملتے اُن کو تہ تیغ کر ڈالتا اور بہت لوٹ
مار مچائی۔ اور رانا کی تلاش میں بہت کوشش کی۔ جب اوسکا پتہ نہ چلا تو بادشاہ
کے حکم سے اودے شاہی میں لوٹ گیا بہادروں نے بے حد کوشش کی۔ لیکن قلعہ چتوڑ مسخر
نہ ہوا۔ بادشاہی باوجودیکہ یہ خوشی نہ تھی اور منع کرتے تھے کہ قلعہ کے آس پاس نڈر ہو کر نہ
جانا چاہیئے لیکن اکثر بہادر گھوڑے دوڑا کر چلے جاتے اور گولی اور تیر کا زخم اوٹھا کر راہی عدم ہوتے
کیونکہ ان کے تیر اور گولیاں قلعہ کی دیوار پر پہنچکر اچٹ جاتی تھیں اور جو تیر یا گولی قلعہ
نشینوں کی طرف سے آتی وہ شاہی آدمیوں کے گھوڑے یا آدمی کا کام تمام کر دیتی۔
بادشاہ نے حکم دیا کہ سلامت کوچے ایک خاص مقام سے شروع کرکے قلعہ کی دیوار تک
پہنچا کر دس میں سرنگ لگانا چاہیئے۔ سلامت کوچہ بیدار کھائی ہوتی ہے جسکے دونوں

طرف سرداں پر دو سانپ کی طرح چپ یا دیواریں بناتے ہیں۔ اگرچہ مورچے بہت تھے
لیکن تین مورچے اچھے تھے ایک خود بادشاہی مورچہ کہ دروازہ لاہوری کے مقابل تھا اس کا
اہتمام حسن خان چیختہ اور راے بیٹھر داس اور قاضی علی لنبادی اور اختیار خان فوجدار
دربیسر خان کے اہتمام میں تھا اس طرف سے سلامت کوچہ کھدوانا شروع کیا دوسرا
مورچہ شجاعت خان اور راجہ ٹوڈرمل اور قاسم خان میر بحر وبحر کے اہتمام میں تھا ادھر
ایک تیر کی زد کے فاصلے سے سلامت کوچہ بنانے لگے تیسرا مورچہ خواجہ عبدالمجید آصف خان
اور وزیر خان وغیرہ کے اہتمام میں تھا اور چونکہ بڑی بڑی توپوں کا اپنے مقامات سے لانا
کار طول تھا ایک بڑی توپ جس کا گولہ آدھ من کا تھا بادشاہ کے سامنے ڈھالی گئی جب
اہل قلعہ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بہت گھبرائے اور سمجھے کہ اب عنقریب ہماری بربادی
کا سامان پورا تیار ہو جائے گا اسلئے یہ ترتیب شروع کیا کہ ایک بار سانڈا سلاحدار کو اور دوبارہ
صاحب خان کو بھیجکر عرض کرایا کہ ہم حضور کی درگاہ کے فرمان پذیر بنکر ہر سالہ پیشکش بھیجتے رہینگے
سردار لوگ بات دن کی کوشش اور صعوبت سے پریشان ہو گئے تھے اس لئے بعض
بعض نے عرض کیا کہ حضور یہ بات قبول فرما کر واپس لوٹ چلیں لیکن بادشاہ نے قبول نکیا
اور یہی فرمایا کہ جب تک رانا خود حاضر نہ ہوگا صلح نہیں ہو سکتی۔ راجپوتوں نے قلعہ کی دیوار پر
پر آدمیوں کو جمع کر کے سلامت کوچہ کھودنے والوں کو بندوق و تیر کا نشانہ بنایا۔ ان کی
طرف توپچی اچھے تھے دشمنوں نے گولہ باری سے سنگ تراشوں پر حشر برپا کر دیا کاریگر
اور مزدور بیچارے پتھروں کی [illegible] پر ڈھال بنا کر کام کرتے تھے باوجود اس احتیاط کے دو
سو کے قریب آدمی روز ہلاک ہو جاتے تھے اور روز بروز سلامت کوچے آگے کو بڑھتے جاتے
تھے بادشاہ نے روپیہ اور اشرفیوں کے انعام سے کاریگروں کو مالا مال کر دیا اور اس داد و
دہش کی وجہ سے وہ بڑی تندہی سے کام انجام دیتے۔ سلامت کوچوں کے آس پاس
مٹی کی چوڑی چوڑی دیواریں اور پیچ کی جس پر گولہ بھی اثر نہ کر سکے بناتے جاتے تھے دوسری
طرف سے سرنگ کاٹنے والوں نے کوشش کر کے نقب کو قلعہ کے تلے تک پہنچا دیا
اور دو جگہ سے قلعہ کی دیواروں کو قریب قریب کھوکھل کر کے ایک ایک سرنگ میں

ایک سو بیس من بارود بھری اور دوسرے نقب میں اسی من اب بادشاہ نے سپاہ میں سے چیدہ چیدہ آدمیوں کو حکم دیا کہ تیار رہیں کہ جون ہی دہماکے سے قلعہ کی دیوار گر جائے فوراً جوان قلعہ میں گھس جائیں۔ بدھ کے دن ۱۵ جمادی الآخرے کو بارود میں آگ دی گئی۔ جس برج کے تلے یہ نقب تھا جڑھ سے اکھڑ گیا اور جس قدر قلعہ نشین سپاہ اوس پر متعین تھی سب ہوا میں اُڑ گئی لیکن بادشاہی سپاہ سے یہ غلطی ہو گئی کہ ابھی دوسرے نقب کی بارود نے آگ نہ لی تھی کہ قلعہ میں گھسنے لگی جب دوسرا نقب اوڑا تو یہ تمام سپاہ شاہی برباد ہو گئی۔ کوسوں تک پتھر اُڑ اُڑ کر گرے پچاس کوس تک اسکی آواز پہنچی۔ ان میں سے بہت سے آدمی بادشاہ کے روشناس بھی تھے اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ سید جلال الدین پسر سید احمد سادات بارہ اور میرک بہادر اور محمد صالح پسر میرک خان کوارلی و حیات سلطان و شاہ علی الشک آقا دیزہ وان قلی و مرزا بلوچ و جان بیگ و یار بیگ برادران شیر بیگ یساول و میرک بہادر غرضکہ اس طرح دو سو آدمی جان بحق تسلیم ہوئے بلکہ چالیس آدمی اور بھی دوسری طرح ہلاکت کو پہنچے اس طرح کہ پہاڑ کے درے میں اسلئے چھپے ہوئے بیٹھے تھے کہ جب دونوں سرنگیں اُڑ جائیں گی تو حملہ کر دینگے۔ بہت سی مٹی اور پتھر اڑ کر ان پر جا پڑے اور سب کا کام تمام ہو گیا اس بات کا حال فتح قلعہ کے بعد کھلا کہ چالیس آدمی اس طرح دب گئے تھے۔

غلطی کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں نقبوں کی راہ بتی لگانے کی ایک رکھی تھی پس ایک میں تو جلد آگ پہنچ گئی اور دوسرے نقب میں دیر سے پہنچی۔ حالانکہ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تھا کہ نقبیں تیار ہو گئی ہیں اور دونوں کو آگ ایک جگہ سے دی جائیگی تو انھوں نے فرمایا تھا کہ آگ دینے کی جگہ بھی الگ الگ ہو تو بہتر ہے مبادا بتی کے ذریعہ سے ایک سرنگ میں آگ جلد پہنچ جائے اور دوسرے میں دیر سے پہنچے اور اس وجہ سے نقصان حاصل ہو لیکن کبیر خان وغیرہ نے عرض کیا کہ اس طرح بھی جلد سے جلد دونوں جگہ آگ پہنچ جائیگی۔ ان سرنگوں کے اُڑنے سے اہل قلعہ کو کم نقصان ہوا۔ ان کے صرف چالیس آدمی کام آئے۔

جب بادشاہی فوج کے آدمی شگافوں میں سے قلعہ میں گھسنے لگے تو راجپوتوں نے مقابلہ کیا ایک طرف سے یہ بہادر مقابلہ کرتے تھے اور دوسری طرف سے کاریگر قلعہ کی دیوار کی مرمت میں مصروف تھے یہاں تک کہ تھوڑے عرصے میں ویسی طرح چوڑی اور اونچی دیوار بنالی۔ اسی دن آصف خان نے مورچے میں سے بھی سرنگ میں آگ دی لیکن پوری کارگر واقع نہ ہوئی صرف تیس راجپوت کام آئے۔

قلعہ نشینوں کو جب شاہی فوجوں کی یوں برباد ہونیکی خبر پہنچی تو زیادہ غرور پیدا ہوا بادشاہ نے فرمایا کہ قلعہ مضبوط ہے اور اس میں رسد کافی ہے اس لئے جلدی نہ کرنی چاہئے صبر و تحمل سے کام نکالنا چاہئے۔ سلامت کوچوں سے بہتر اس کے مسخر کرنے کی کوئی تدبیر نہیں اسلئے ان کی تیاری میں زیادہ اہتمام شروع ہوا۔ بادشاہ خود سلامت کوچوں میں جاکر قلعہ کی طرف بندوقیں مارتے تھے اور بنفس نفیس مورچوں کی دیکھ بھال کو پھرتے تھے جب لاکوتہ مورچے کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ لشکر اسلام کی سپاہی پناہ گاہوں سے قلعہ کی طرف تیر اور گولیاں برسا رہے ہیں۔ کیونکہ سلامت کوچوں پر دیواریں بنالی تھیں۔ بادشاہ نے ایک دیوار کی آڑ میں کھڑے ہوکر روزن سے بندوق زنی شروع کی اور جلال خان دیوار پر سر رکھ کر بادشاہ کی قدر اندازی کو دیکھ رہا تھا۔ مورچے کے لوگ عرض کرنے لگے کہ قلعہ کے آدمیوں میں ایک توپچی بڑا نشانہ باز ہے اسکی نشانہ بازی سے بہت نقصان پہنچ رہا ہے اس اثناء میں جلال خان کے سر کو اوس نے تاک کر ایسی [illegible] ماری کہ کان کے گوشت کو چھیلتی ہوئی نکل گئی اور زیادہ نقصان نہ پہنچا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ وہ نشانہ باز نظر نہیں آتا ورنہ تیرا انتقام اوس سے ضرور لیتا پھر اپنی بندوق [illegible] بندوق کی طرف جو روزن میں سے نظر آتی تھی سیدھا کرکے فرمایا کہ خیر اسکی بندوق سے تیرا انتقام لیتا ہوں۔ جوں ہی بندوق سر کی سوراخ میں سے گولی نے گذر [illegible] تمام کردیا۔ اگرچہ اس وقت نہ معلوم ہوا کہ اس نشانہ باز کے گولی لگی ہے [illegible] بندوق کے چھوٹنے سے [illegible] قیاس میں آتا تھا تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ضرور بادشاہی [illegible] اس شخص کا نام اسمعیل تھا اور تمام گولہ اندازوں کا

افسر تھا۔ چتوڑگڑھ کے پاس اوس سے ملا ہوا ایک مقام ہے اوسکا نام چتوڑی ہے اسکے
پاس مورچہ تھا بادشاہ یہاں آکر انتظام کرنے لگے جہاں گولی گولوں کی بوچھار دیکھتے وہاں
سے آہستہ نکلتے تھے۔ یکایک ایک گولہ بادشاہ کے پاس آکر گرا بیس آدمی جو وہاں کھڑے
تھے لقمۂ اجل ہوئے۔ ٹوڈرمل اور قاسم خان کے اہتمام سے جو سلامت کوچہ بن رہا تھا
وہ اچھی طرح تیار ہو گیا اس سلامت کوچے کے اوپر مکان اور اچھے اچھے رہنے کے
مقامات بنے بادشاہ دو رات اور ایک دن اس میں رہے اور دیوار قلعہ سپاہ شاہی کے
ہاتھ سے دن بدن برباد ہونے لگی راجپوت بھی خوب خوب تماشے لگاتے رہے یہاں تک کہ
دو شب اور ایک دن متصل جنگ جاری رہی اور سپاہ شاہی کے منہ میں ایک کھیل
اڑ کر گئی ادھر راجپوت بھی اڑتے رہے طرفین کی طاقت طاق ہو گئی یہاں تک کہ پانچویں
شعبان کو وہ قلعہ مفتوح ہو گیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس دن قلعہ فتح ہوگا ایک رات پہلے سے قلعہ کے
چاروں طرف سے سپاہ شاہی نے ہجوم کرکے دیوار کو جابجا توڑ دیا اور دیوار کے محافظوں
کو قتل کر ڈالا۔ نصف شب کے قریب اہل قلعہ نے ایک سوراخ میں ہجوم کیا۔ ایک طرف
تو وہ مارے جاتے تھے اور دوسری طرف روئی اور کپڑے اور ایندھن شگافوں میں بھر
کر اوس پر روغن چھڑکتے تھے۔ اس خیال سے کہ شاہی سپاہی جب ادھر سے گھسیں
تو آگ لگا کر انکو جلا دیا جائے اسی اثنا میں بادشاہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ زرہ ہزار
میخی جو سرداری کی علامت ہے پہنے شگاف میں انتظام کر رہا ہے یہ معلوم نہ ہو سکا
کہ کون ہے بادشاہ نے بندوق سے جسکا نام سنگرام تھا اسکی طرف گولی ماری۔ اس کے
بعد شجاعت خان اور راجہ بھگونت داس سے کہنے لگا کہ میرا دل از روئے تجربے کے گواہی
دیتا ہے کہ گولی کارگر گئی۔ جہان خان نے عرض کیا کہ یہ شخص دو بار اس جگہ انتظام کو آچکا
ہے۔ اگر اب نہ آیا تو سمجھ لیا جائے گا کہ اوسکا کام تمام ہو گیا تھوڑا عرصہ اس بات کو گذرا
تھا کہ جبار قلی دیوانہ خبر لایا کہ اس سوراخ میں مخالفین میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے اور
اسی اثنا میں قلعہ میں سے کئی جگہ سے آگ روشن نظر آئی ملازمین طرح طرح کے خیالات

باندھنے لگے راجہ بھگونت داس نے عرض کیا کہ یہ جوہر کی آگ ہے کیونکہ ہندوستان کا دستور ہے کہ صندل۔ اگر اور اسپند ہن اور روغن جمع کرکے اور عورات کو وہاں لا کر سخت دل آدمیوں کو مقرر کر دیتے ہیں۔ کہ جب شکست یقینی ہو اور مرد مارے جائیں۔ تو وہ آدمی ان عورتوں کو زندہ جلا دیتے ہیں۔ جب صبح کو فتح حاصل ہوئی تو معلوم ہوا کہ بادشاہ کی بندوق نے کام کر دیا تھا بندوق کا بیا گیر دار جیمل راٹھور قلعہ کی دیوار درست کرتے وقت اوس گولی کا نشانہ بنا تھا اور حقیقت میں وہ آگ جوہر کی تھی اور فتا کے مکان میں جو سیسودیہ قوم کی رانا کے سرداروں میں سے تھا اور راٹھوروں کے مکان میں اور جو بالوں کے مکان میں اسیر دال کے اہتمام سے بڑے بڑے جوہر ہوئے تھے اور تین سو ایک عورتیں جل کر خاکستر ہو گئیں اگرچہ جیمل کے مرتے ہی تمام قلعہ پر ویرانی اور مایوسی چھا گئی تھی۔ اور ہر ایک قلعہ نشین جا بجا چھپ گیا تھا اگر احتیاطاً بادشاہ نے شب میں سپاہ کو اندر داخل ہونے سے روکا لیکن حکم دیدیا کہ یورش کے لئے چاروں طرف سے تیار رہیں۔ صبح ہوتے ہی سردار و سپاہی چاروں طرف سے قلعہ میں گھس پڑے اور قلعہ نشینوں کو قتل کرنے اور باندھنے لگے۔ راجپوت بھی گھیر کر لڑنے مرنے لگے سلامت کو چون کے پاس جس قدر ہاتھی تیار کھڑے تھے اونکو بھی قلعہ میں پہنچا کر مخالفوں کی پامالی ان سے شروع کرائی۔ پھر دم سے پہلے ہوا تھا اسی وقت بادشاہ بھی ہاتھی پر سوار ہو کر قلعہ میں داخل ہو گیا۔ امرداس چوہان جو اپنے قلعہ میں نہایت دلیر تھا۔ مدکرنامی ہاتھی کو دیکھ کر دریافت کرنے لگا اسکا کیا نام ہے جب اس کا نام بیان کیا گیا تو اسی وقت مشہور ہاتھی تیز دستی کرکے ایک ہاتھ سے اوس کا دانت پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے جمدھر مارا اور کہا میرا مجرا بادشاہ سلامت سے عرض کیجو۔ ہاتھیوں نے راجپوتوں اور قلعہ نشینوں کی پامالی میں بڑا حصہ لیا اور ان سے بڑے بڑے کارنامے ظہور میں آئے۔ ایک راجپوت نے جھپٹ کر ایک ہاتھی کی سونڈ پر تلوار ماری۔ باوجود سونڈ کٹ جانے کے ہاتھی نے کئی حملے کئے اور مر گیا۔ سونڈ کٹنے سے پہلے بتیس ہندوں کو پامال کیا تھا۔ اور کٹنے کے بعد پندرہ کو کچل مارا۔ مدھکر ہاتھی نے بھی کارنمایاں کیا تھا۔ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ فیل کا شرزہ جب وہاں لایا گیا تو گھیر لئے لگا اور شور و غوغا کی وجہ سے بھاگ نکلا

شگاف دیوار قلعہ کی طرف راجپوتوں کی ایک بڑی جماعت نکلنے کی غرض سے جمع ہوگئی تھی اور بھاگنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتا تھا اسلئے بڑی بھیڑ بھاڑ اور کشمکش تھی کا نڑہ ہاتھی بھاگ کر ادھر آیا اور راستہ نہ ملنے کی وجہ سے تمام راجپوتوں کو جو جمع تھے تباہ و ہلاک کر دیا۔ عظمت خاں اس ہاتھی پر سوار تھا وہ زخمی ہوا۔ اور چند روز کے بعد ان زخموں سے وفات پائی بادشاہ قلعہ کی دیوار پر کھڑا ہوا اس دار و گیر کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ سید لبیہ ہاتھی قلعہ میں آیا اور راجپوتوں کے مارنے اور ہلاک کرنے میں مصروف ہوا ایک راجپوت اسکی طرف دوڑا۔ اور تلوار ماری۔ ہاتھی نے ضرب کی پروا نہ کر کے سونڈ میں اسکو لپیٹ کر دے مارا۔ اس عرصے میں دوسرا راجپوت سید لبیہ کے سامنے آیا ہاتھی اسکی طرف جھپٹا۔ پہلا شخص پھر کر پھر ہاتھی کے پیچھے آیا اور تلوار ماری اس عرصے میں ایک مسلمان بہادر آدمی آیا ایک راجپوت نے چھوٹی دیوار کے فاصلے سے اسے لڑائی کے لئے بلایا یہ مسلمان بھی کشادہ پیشانی کے ساتھ راجپوت کی طرف بڑھا۔ ایک اور مسلمان نے چاہا کہ مدد دے پہلے مسلمان نے کہا کہ یہ رسم مروت اور بہادری سے بعید ہے کہ اس نے مجھے تو اپنی لڑائی کے لئے تنہا بلایا ہے اور تم میری مدد کو آتے ہو اور بڑی کوشش کے ساتھ اسکو روک دیا اور خود تنہا لڑ کر راجپوت کا کام تمام کر دیا ابتدائے فتح کے وقت پچاس ہاتھی قلعہ میں داخل ہوئے تھے اور آخر تک تین سو کے قریب پہنچ گئے جنھوں نے سیکڑوں راجپوتوں کو پائمال کیا۔

گوبند شیام کے تیجانے کے پاس بادشاہ پہنچا تو دیکھا کہ ایک شاہی فیلبان ایک ہاتھی نشین راجپوت کو اپنے ہاتھی سے پامال کر کے اور اسکو سونڈ میں لپیٹ کر بادشاہ کے سامنے لایا اور عرض کیا کہ میں اسکا نام نہیں جانتا لیکن اس قلعہ کے سرداروں میں سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ راجپوتوں کی ایک بڑی جماعت نے اسکے ساتھ جانفشانی کی ہے تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ فتا سیسودیہ تھا جسکی اولاد کے قبضے میں اب آمیٹ ہے جب وہ بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو تھوڑی سی جان باقی تھی۔

اس قلعہ میں لڑنے والے راجپوتوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی لیکن رعایا میں سے جو قلعہ کی محافظت کر رہے تھے اور لڑنے مارنے مرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ چالیس ہزار سے زیادہ

آدمی تھے جب بادشاہی سپاہ قلعہ میں داخل ہوئی تو بعض آدمیوں نے مندروں میں پناہ
لی بعض اپنے اپنے گھروں پر مدافعت کے لئے کھڑے ہوگئے بعض تلواریں کھینچ کر اور چھوٹے
نیزے ہاتھوں میں پکڑ کر مسلمانوں کے مقابل ہوئے غرضکہ مسلمانوں نے نہایت جوانمردی کے
ساتھ ان لوگوں میں سے بعض کو تلواروں سے بعض کو برچھیوں سے بعض کو تیروں سے
خاک و خون میں لٹایا اور جو جو مندروں میں تھے وہ بھی مسلمانوں کو دیکھتے نکلتے نکلے اور
مارے جانے لگے صبح سے دوپہر تک قتل جاری رہا تیس ہزار کے قریب قلعہ نشین مارے
گئے وجہ لوگوں کے زیادہ مارے جانے کی یہ ہوئی کہ جب سلطان علاء الدین نے حملہ کیا تھا
اور چھ ماہ اور سات دن میں قلعہ کو مسخر کر کے اندر داخل ہوا تھا تو چونکہ اس وقت رعایا لڑائی
میں شامل نہ ہوئی تھی اس لئے ایسا بھاری قتل عام نہ پڑا تھا اس وقت چونکہ رعایا بھی
سے اہل قلعہ نے مقابلہ کیا اسلئے کوئی عذر نہ سنا گیا اور قتل عام کا حکم صادر ہوا اور بہت سے
محصورین قید بھی ہوئے۔ بادشاہ کا غصہ ان لوگوں پر زیادہ تھا جو بکسر پٹھان
تھے اور شاہی محاصرین کو انکے ہاتھ سے نقصان پہنچا تھا یہ ایک ہزار کی تعداد میں تھے لیکن
تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ ان میں کا یہاں کوئی آدمی موجود نہیں ہے اور ایک بڑی تدبیر کے
ساتھ وہ نکل گئے اس طرح کہ جس وقت سپاہ شاہی قلعہ کی لوٹ اور قتل میں مصروف تھی
انھوں نے اپنے اہل و عیال کو قیدیوں کی طرح بنا کر اور حراست میں ان کی آپ رہ کر
نکل گئے شاہی آدمیوں نے یہ جانا کہ یہ سپاہی ہیں جو قلعہ نشینوں کو گرفتار کر کے لئے جاتے ہیں
اس لئے کوئی انکے حال سے متعرض نہ ہوا۔ اس دن اگرچہ قلعہ چتوڑ میں کوئی راستہ اور کوئی
گھر اور کوئی دروازہ ایسا نہ تھا جہاں کشتوں کے پشتے نہ لگے ہوں لیکن تین مقاموں پر زیادہ
مقتول ہوئے ایک رانا کے محل میں بہت سے راجپوت چھپے ہوئے تھے اور یہ لوگ بار بار
دو دو چار چار کر کے نکلتے اور کام آتے تھے اور دوسرے ایک جماعت کثیر مہادیو کے مندر میں
جمع ہو گئی تھی۔ یہ سب وہاں قتل ہوئے۔ تیسرے ایک جماعت رام پورہ دروازے
کے پاس جمع ہوئی تھی ساری کی ساری یہاں کام آئی۔ شاہی لشکریوں میں سے اوس دن سوائے
ضرب علی نواحی کے کوئی نہ مارا گیا۔ دوپہر کے بعد بادشاہ قلعہ سے نکل کر اپنے لشکر میں چلا گیا

اور تین دن وہاں انتظام کی غرض سے ٹھہر کر اور تمام وہ ملک عبدالمجید آصف خان کے حوالے کر کے سہ شنبہ ۲۹ شعبان کو عین شدت گرما میں وہاں سے اجمیر کی طرف کوچ فرمایا۔
چتوڑ فتح ہونے کے چار برس بعد سمت ۱۶۲۸ مطابق ۱۵۷۲ء میں رانا اودے سنگھ بیالیس برس عمر پاکر گوگندہ مقام پر مرگیا۔ وہ طامع بہت تھا اور بھلی کاموں کے قابل نہ تھا اس کی اولاد میواڑ میں بہت پھیلی جو راناوت کے نام سے مشہور ہیں اوس نے اپنے بڑے بیٹے پرتاب سنگھ کو راج سے محروم رکھ کر دوسرے بیٹے جگمال کو گدی کا مالک قرار دیا تھا لیکن راناکے بعد سرداروں نے پرتاب سنگھ کو جو ہر طرح لائق اور حقدار تھا۔ گدی پر بٹھا دیا۔ جگمال رنجیدہ ہو کر میواڑ سے چل دیا اور اوس نے اکبر بادشاہ کی خدمت میں رہ کر سروہی کا راج جاگیر میں حاصل کیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد دیوڑہ راجپوتوں کے چھاپہ مارنے سے وہ لڑکر مارا گیا اور اوسکا چھوٹا بھائی بسکرجی دیوڑوں سے عوض لینے کی امید میں بادشاہی نوکر بنا۔

۵۵۔ رانا پرتاب سنگھ اول

سمت ۱۶۲۸ مطابق ۱۵۷۲ء میں راج کا مالک ہوا وہ اپنے دادا سانگا کے موافق دلیر اور بلند ہمت تھا اگر اوس وقت اکبر سا زبردست بادشاہ مخالف نہ ہوتا تو وہ سارے میواڑ پر قبضہ پالیتا۔ ہر مرتبہ افواج شاہی نے پرتاپ کو آمادہ پایا کہ وہ گرفتار ہو جائے یا فرار ہو آوارہ ہو کر کہیں نکل جائے۔ مگر نہایت مختصر سا پہاڑی ویران ملک ہونے کی وجہ سے شاہی زرخیز ملکوں کے صوبے اسکے استیصال کی طرف زیادہ کہیں کرتے تھے اس لیئے رانا بچ جاتا اور گرفتار نہ ہوتا۔
ایکبار گجرات سے لوٹتے ہوئے آنبیر کے کنور مان سنگھ نے اودے ساگر تالاب پر قیام کیا جہاں رانا نے پیشوائی کے ساتھ اسکی دعوت کی لیکن کھانے کے وقت مان سنگھ کے ساتھ شریک ہونیکی بابت رانا نے کچھ عذر کہلا بھیجا جس سے وہ ناراض ہو کر چلا گیا سمت ۱۶۳۳ مطابق ۱۵۷۶ء میں اسی رنجش کے سبب مان سنگھ بادشاہی لشکر لیکر میواڑ پر آیا اور گوگوندہ کی طرف ہلدی گھاٹ میں کھمنور گاؤں کے قریب رانا سے سخت مقابلہ ہوا دوپہر تک لڑائی ہونے کے بعد بادشاہی فوج پہاڑوں میں کئی کوس تک بکھر گئی لیکن اس نازک وقت پر مان سنگھ

کی گرد اور فوج نے نقارہ بجا کر بادشاہ کے آجانا کا جھوٹا شور مچا دیا۔ جس سے میواڑ والوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

کرنل ٹاڈ نے اس موقع پر بادشاہی فوج کا افسر شاہزادہ سلیم اور اسکا نائب مہابت خان کو لکھا ہے جو محض غلط ہو۔ شاہزادہ سلیم اس وقت چھ برس کی عمر میں تھا اور مہابت خان پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ اس کے سوا مہابت خان کو سگر جی سیسودیہ کا بیٹا ہونا بھی غلط لکھدیا ہی وہ کابل کا رہنے والا غیور بیگ کا بیٹا تھا اور اُس کا اصلی نام زمانہ بیگ ہو اس لڑائی کے تیس برس بعد جہانگیر نے بادشاہ بن کر اوسکو مہابت خان خطاب دیا۔

(دیکھو تزک جہانگیری و اقبال نامہ جلد اوّل)

کنور مان سنگھ ہلدی گھاٹ کی لڑائی کے بعد بادشاہی حضور میں پہنچا تو بعض مسلمان افسروں نے اُس پر رانا سے سازش رکھنے کی تہمت لگائی بادشاہ کا دل تو اُسکی طرف سے جلد صاف ہو گیا لیکن مسلمانوں کی خاطر سے جب دوبارہ شاہ باز خان بخشی میواڑ پر بھیجا گیا تو مان سنگھ کی روانگی ملتوی رہی۔ چتوڑ اور مانڈل گڑھ کے قلعے تو پہلے سے بادشاہی قبضے میں تھے صرف ایک قلعہ کومبل میر جو رانا کے پاس رہ گیا تھا۔ اوسکا شاہ باز خان نے محاصرہ کیا قلعہ کی ایک توپ پھٹ کر جانے کے سبب سے آدمی مر جانے اور رسد کا سامان نہ رہنے کے باعث رانا قلعہ سے نکلکر مغربی پہاڑوں میں بھاگ گیا اور بڑے کشت و خون سے کومبل گڑھ شاہ باز خان کنبوہ کے قبضے میں آیا پھر گوگندہ اور اودیپور وغیرہ مقامات بھی شاہ باز خان نے دبا لئے اور فرید خان وغیرہ کئی افسر ہر جگہ رانا کا پیچھا کرتے پھرے۔ کبھی رانا بھی موقع پر فوج کی بہیر کا اسباب لوٹ لیتا اور چھاپہ مارجاتا لیکن رات دن کی تکلیف اور جگہ جگہ مارے پھرنے سے جب اوسکو عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کا اندیشہ پیدا ہوا تو مجبور پرتاب سنگھ اپنے ملک سے بیابان سندھ کی طرف چلدیا۔

آخر رانا دشمنوں کو غافل پا کر اپنے علاقے میں واپس آیا اور بھاما شاہ مہاجن سے کئی لاکھ روپیہ ملنے پر اسکو اپنے ملک میں قیام رکھنے کی قدرت ہوئی۔ اس طرح سمت ۱۶۴۳ مطابق سنہ ۱۵۸۶ع میں چتوڑ اور مانڈل گڑھ کے سوا جہاں بادشاہی انتظام زیادہ تھا ضلع کومبل میر اور

اودے پور وغیرہ پہاڑی مقامات خالی پاکر رانا نے اپنے قبضے میں کر لئے۔

کرنل ٹاڈ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ پرتاب سنگھ نے اپنی بچوں کی تکلیف سے عاجز آکر اکبر بادشاہ کے پاس فرمان برداری کا پیغام بھیجا تھا لیکن بیکانیر کے راؤ کے بھائی پرتھوی راج نے قاصدوں کے ذریعہ سے غیرت دلا کر یہ ارادہ عمل میں نہ آنے دیا اور لکھ بھیجا کہ سب راجپوتوں کی عزت برباد ہو چکی صرف آپ سے ناموری رہ جانے کی امید باقی ہے۔ اکبر بادشاہ کو بھی آخر عہد میں دکن کی لڑائیوں اور بادشاہزادہ سلیم کی بغاوت وغیرہ کے سبب میواڑ سے رانا پرتاپ کو بالکل خارج کرنے یا گرفتار کرنے کی گنجائش نہ ملی۔

رانا نے آخر عمر میں دو چار برس میواڑ کے ویران جنگلوں اور کوہستانی مقاموں میں آرام کرنے کا موقع پایا تھا کہ موت نے مہلت نہ دی اور وہ اپنے دل میں بہت سے ارمان لیکر سمت ۱۶۵۳ مطابق ۱۵۹۷ء میں اس دنیا سے اٹھ گیا۔

۵۶۔ رانا امر سنگھ اول

اپنے باپ کے گذرنے کے بعد سمت ۱۶۵۳ مطابق ۱۵۹۷ء میں گدی پر بیٹھا رانا پرتاب سنگھ کے مرنے کے بعد اکبر آٹھ برس زندہ رہا لیکن ہندوستان کے مختلف جھگڑوں سے اسکو میواڑ پر رجوع ہونے کی فرصت نہ ملی اکبر کے گذرنے کے بعد اسکے بیٹے جہانگیر نے تخت نشین ہو کر اپنی جلوس کی پہلی سال ایک بڑا لشکر اور چیدہ چیدہ سردار اپنے فرزند پرویز کی ماتحتی میں دیکر رانا کے استیصال کے لئے مقرر کیا اس لشکر کے ساتھ بڑا بھاری توپخانہ اور خزانہ تھا۔ اس عرصے میں خسرو کا قضیہ در پیش ہو گیا اسلئے اسکے تعاقب میں بادشاہ کو پنجاب کی طرف جانا پڑا۔ چونکہ دارالسلطنت آگرہ بے محافظت کے رہا جاتا تھا۔ پرویز کو چند امرائے اعظم کے ساتھ واپس بلا کر آگرے میں چھوڑ دیا اسلئے رانا اس مہم میں بچ گیا پھر مہابت خان کو لشکر گراں کے ساتھ روانہ کیا پھر ایک مدت کے بعد عبداللہ خان نے اس ملک میں ترکتازی کی کچھ دنوں راجہ باسو نے بھی رانا کی سرزمین میں سرمارا ان سب نے اس مہم کو ادھورا چھوڑا کسی نے پورا نہیں کیا مختلف سرداروں کی ناکامی سے جہانگیر کو اسکی زیادہ فکر ہوئی۔ اوس نے سگرجی کو جو اپنے بڑے بھائی رانا پرتاب سنگھ سے رنجیدہ ہو کر بادشاہی

نوکر بن گیا تھا۔ چتوڑ دیگر رانا بنا یا لیکن اوس نے قلعہ میں بیٹھے رہنے کے سوا کوئی ملکی ترقی حاصل نکی۔ جہانگیر نے اپنے تزک میں امر سنگھ کو امری کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔

جہانگیر نے سمت ۱۶۷۱ مطابق ۱۶۱۵ء میں بڑے تزک احتشام اور لاؤ لشکر کے ساتھ آگرے سے اجمیر کی طرف کوچ کیا۔ اس ضمن میں امر سنگھ کا استیصال کلی بھی مقصود تھا اور خود تو اجمیر میں مقیم رہا اور اپنے بیٹے سلطان خرم کو رانا کی تسخیر کے لئے مامور کیا اور اسکے منصب میں ہزار سوار کا اضافہ کر کے دوازدہ ہزاری اور شش ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کے منصب پر پہنچایا۔ راجہ سورج سنگھ۔ سیف خان بارہ۔ تربیت خان۔ نوازش خان۔ کشن سنگھ۔ رتن ہاڈہ۔ راناسگر۔ ابو الفتح دکھنی۔ صلابت خان بارہ۔ سورج مل ولد راجہ باسو۔ مرزا بدیع الزمان ولد شاہ رخ مرزا۔ راجہ بکرماجیت بھدوریہ۔ میر حسام الدین انجو اور ایک اور جماعت امرا اور منصب داروں کی اسکے ساتھ تعینات کی اور بہت سے راجہ امرا اسکی مدد پر کئے۔ سلطان خرم اس لشکر کے ساتھ اس سرزمین کے دامن کوہ میں آیا یہاں پانچ شیر شکار کئے۔ قصبہ مانڈل میں کہ سرحد ملک رانا تھی وہ فروکش ہوا۔ سلطان پرویز اور مہابت خان جو اس ملک کی تسخیر کے لئے آئے تھے وہ اس سمت سے آگے نہیں بڑھے تھے پھر اودے پور سے بارہ کوس پر مرزا خرم کی منزل ہوئی۔ یہاں سے پانچ ہزار سوار بسر کردگی محمد تقی بخشی کے جس کا آخر کو خطاب شاہ قلی ہوا۔ روانہ کئے کہ وہ کوہستان میں آگے جاکر وہاں کے آدمیوں کو تاخت و تاراج اور اسیر و قتل کریں اور خود یہ ارادہ کیا کہ کل لشکر کے ساتھ پیچھے سے اس کوہستان میں جائیے۔ راجہ سورج سنگھ نے کہ اس ملک کی ماہیت اور اہل ملک کی حقیقت سے واقف تھا۔ شاہزادے سے عرض کیا کہ کل لشکر کا یکبارگی اس کوہستان میں جانا مناسب نہیں۔ غنیم کو خبر ہوگی تو وہ اسکو غنیمت جانے گا اور سب طرف سے پہاڑوں اور دروں کی راہ روک لیگا اس صورت میں اہل اردو بازار کی آمد و شد بند ہوگی اور رسد و آذوقہ کا پہنچنا دشوار ہوگا۔ حضور میں توقف فرمائیں۔ شاہزادے نے اس صلاح کو نہیں مانا اور وہ کوہستان میں داخل ہو کر اودے پور سے باہر چوگان کے میدان میں خیمہ زن ہوا۔ اودے پور کی عمارتیں پہاڑ پر تالاب کے پاس واقع ہیں وہ ہندوں کی

روش کی اور اس ملک کے معماروں کی کاریگری کے موافق بنائی گئی ہیں وہ سلطان
خرم کو پسند نہ آئیں۔ عبد اللہ خان اس شہر میں پہلے آیا تھا اسکے لشکر کی ترکتاز نے اکثر عمارات
خراب ہو گئی تھیں۔ ناچار پرانی بنیادوں پر بہت جلالی عمارتیں بنائی گئیں پہاڑ کے اوپر میدان
میں جا بجا ایک دست معماروں نے شاہزادے کے حکم سے محلات خاطر فریب دلکشا جو تالاب
کے کنارے پر تھے بنائے۔ اس وقت ریاست اودیپور کا محکمہ حساب دفتر جس مقام میں ہے
یہ شاہزادے کے لئے مسجد بنوائی گئی تھی۔ اسپاہیان کے دیسی باشندے کہتے ہیں امرائے
عظام و بندہائے معتبر نے بقدر نسبت دولت خانے کے نواحی میں بڑی بڑی عمارتیں تعمیر
جب لشکر کی قرارگاہ اودے پور قرار پائی۔ تو یہاں سے سرحد تک چھ تھانے شاہزادے
نے مقرر کئے تاکہ غلے کی رسد بے مزاحمت ہو اور سب کا آنا جانا آسان ہو۔ مانڈل میں
جمال خان بیگی اور کپاسن میں دوست بیگ و خواجہ حسن اور آگولہ میں سید حاجی
اور مشہار میں عزت خان اور ڈہوک میں میر حسام الدین انجو اور کوٹل دھیناری
میں سید شہاب الدین تھانہ دار مقرر ہوئے۔ ان کے سوا بدیع الزمان مع توپخانہ
کوتنفل سیر میں سید سیف الدین خان جہاڑول میں رانا اودے سنگہ کا بیٹا سکرہ
گوگندے میں دلاور خان کاکڑ اور آنجھنر میں فرید خان برلاس اور بوندی کا
راؤ رتن ہاڈا او گھنہ میں محمد تقی بخشی اور کشن گڑھ والا کشن سنگہ راٹھوڑ۔ چاونڈ میں
بیرم بیگ جاور میں مرزا مراد ناڈری میں زاہد خان کیوڑہ کی نال میں جودھپور کے
راجہ سورج سنگہ کے راجپوت سادڑی میں مقرر کئے گئے اور خود سورج سنگہ ناڈول
میں سرحد کی حفاظت کے لئے مقرر تھا۔ اور کسی قدر لشکر مقابلے کے لئے پہاڑوں میں
گشت کرتا رہا۔ محمد تقی جو مقام لوہی سے پانچ ہزار سوار لے کر راجپوتوں کے منازل و معابد
کی تخریب کے لئے رخصت ہوا تھا۔ وہ موضع چھپن میں آیا۔ اس ضلع میں ٥٦ محال اور
ہر محال کے ٥٦ قریے ہیں اور اسی سبب سے اس کا نام چھپن ہی مشہور ہے اور اس
نے یہاں آتے ہی مکانوں کو اکھیڑنا شروع کیا اور سپاہ کو ہر طرح کی دست
اندازی کی اجازت دی۔ کہ جس سے جو کچھ اپنی قدرت و طاقت سے ہو سکے ۔ و

کرے ان سپاہیوں نے قتل وقید کرنا اور بڑے بڑے پرانے بت خانوں کو ڈھانا اور
غارت وتاراج کرنا شروع کیا بت کدوں کی حمایت میں برہمنوں اور راجپوتوں نے بڑی
مردانگی دکھائی اور جوہر گئے ۔ رانا کے بیٹے بھیم نے جو تنومندی اور دلاوری میں مشہور تھا
محمد تقی کی فوج پر شب خون مارنے کی اجازت رانا سے پائی اور لشکر شاہی کے روبرو ہوا ۔
محمد تقی نے اسکا ایسا مقابلہ کیا کہ اپنے لشکر پر کوئی صدمہ نہ آنے دیا اور اسکو محفوظ رکھا شاہزادہ
نے لشکر کے چار حصے کئے کہ وہ اس سرزمین میں ترکتازی کریں اور رانا کو پکڑیں ایک فوج
کا سپہ سالار عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ کو اور دوسری فوج کا سپہ آرا سیف خان بارہ
بیرم بیگ بخشی کو اور تیسری سپاہ کا لشکر کش دلاور خان کاکڑ اور کشن سنگھ کو اور چوتھی
فوج کا محمد تقی کو بنایا فوجوں کے مارے رانا کوہساروں میں چھپا پھرتا اور یہ لشکر ترکتازی
کرتے پھرتے تھے اور قتل وقید وغارت وتخریب کرتے تھے عبداللہ خان نے رانا کے چھ
تنومند اور نامی ہاتھی گرفتار کر لئے دلاور خان کاکڑ نے بھی پانچ ہاتھی رانا کے پکڑ لئے ۔ اور
بہت سے غنائم ہاتھ لگے ۔

رانا کا حال ایسا تنگ کیا کہ وہ ایک لحظہ کسی مقام میں آرام نہیں کر سکتا تھا سوبچ
ل اسکے بیٹے کے ساتھ اہل وعیال اسکے جا بجا پڑے پھرتے تھے خود تھوڑے آدمیوں کی
ساتھ سرگرداں تھا اور برسات کے موسم کا انتظار کرتا تھا کہ وہ راہوں اور گذرگاہوں کو
پانی سے گھیر لے اور اسے دشمنوں کی آگ سے بچائے ۔ سلطان خرم نے کوہستان کی
تنگناؤں میں تھانے بٹھا دئے تھے کہ جہاں رانا کی خبر پائیں وہاں فوراً اسکو پکڑ لینے کو
لشکر روانہ کریں محمد شاہ کو اکلنگ کے تبخانوں کی تخریب اور راجپوتوں کی تادیب کیلئے
روانہ کیا اس نے جاتے ہی تاراج شروع کی اور بہت آدمیوں کو مارا اور قید کیا
راے سندرداس سروہی کی طرف گیا وہاں رانا کے اہل وعیال کا نشان بتایا تھا مگر
اسکے پہنچنے سے پہلے چترمان راجہ کے اہل وعیال کو دوسری جگہ لے گیا تھا اس سرزمین
میں راے سندرداس نے قتل وغارت اور اسیر کرنے اور منازل ہنود کے
خراب کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی بت خانوں پر راجپوت بڑے دلیرانہ لڑے

اور آخر کو جوہر کر کے مع اہل و عیال مرے۔ اس راے نے پادشاہ کے حقوق کا پاس کیا اور اپنے آئین و کیش کا کچھ خیال نہیں کیا۔ بتوں کو توڑا اور بت خانوں کو ڈھایا۔

بدلہا چناں مہر او خانہ ساخت ۔ کہ ہندو بہ تخریب بتخانہ تاخت

اس حسن خدمات کے صلہ میں رائے سندر داس کو رائے رایاں کا خطاب ملا اور رفتہ رفتہ اسکا درجہ ایسا بڑھا کہ راجہ بکرماجیت کا خطاب مرحمت ہوا جس سے بڑھکر راجاؤں کے واسطے کوئی اور خطاب نہیں ہے بھالوں کی فوجیں لے جہاں رانا کی خبر سنی وہاں بے توقف وہ دوڑی گئیں۔ اور آدمیوں کو قتل و قید کرنا شروع کیا اور چند نامی بتکدوں کو ویران کیا اور انکی جگہ معابد و مساجد مسلمانوں کی بنائیں۔

رانا معاملہ فہمی اور کاردانی سے اور عواقب امور دوربینی سے بالکل بے نصیب نہ تھا اور اپنے کام کی بداندیشی اور روزگار کی بہبود سے فی الجملہ بہرہ رکھتا تھا اوس نے ان دنوں میں اپنے معاملے میں غور کیا۔ اور مشاہدہ کیا کہ پادشاہ سے مخالفت کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوا خصوصاً اس وقت میں میرا حال میرے حوصلے سے تنگ ہوا جو کچھ گذرا سو گذرا اس سے قطع نظر کر کے اس نے ملاحظہ کیا کہ مال و منال تلف ہوا۔ ملک پر زوال آیا ناموس معرض خطر میں آیا۔ راحت و آرام حرام ہوا۔ وہ ننگ و ناموس کے مٹ جانے کو بہت معیوب جانتا تھا یہ ناچار اضطرار و اضطراب کے ساتھ امان مانگنا اپنے اوپر واجب جانا اور اس خاندان کو بڑا فخر یہ تھا کہ ہندوستان کے کسی پادشاہ کی اطاعت میں سر نہیں جھکاتا تھا بلکہ اپنے ولی عہد کو بھی کسی عالیشان پادشاہ کی خدمت میں نہیں بھیجا تھا اس لئے ان سب باتوں سے قطع نظر کی اور دیکھا کہ ان دنوں میں آباد ملک ویران ہوا معمور خزانہ خالی ہوا سپاہ کشتہ و اسیر ہوئی۔ خویشوں نے مع منتسبوں کے اپنا راستہ پکڑا اہم متعلقین اور پرانے نوکروں نے برسوں کا تعلق توڑا۔ رعیت پراگندہ و متفرق ہوئی۔ غرض اوس نے اس نازک وقت میں یہی مصلحت دیکھی کہ امان طلب کرے۔ اوس لئے اپنے دو معتمد شخص سے ایک اوسکا خالو تھا جسکا نام سبھ کرن یا سبھ کرن تھا۔ اور دوسرے کا نام ہرداس جھالہ ہے سلطان خرم کے پاس اظہار اطاعت فرمان

پذیری کے لئے بھیجا اور عرض کرایا کہ شاہزادہ اگر رانا کا قصور بادشاہ سے معاف کرا دے
اور نشان بادشاہ کے پنجے کا اُسکے لئے منگا دے جس سے اُسکے دل کو اطمینان حاصل ہو جائے
تو شاہزادے کی خدمت میں خود حاضر ہو۔ اور اپنے ولیعہد کرن کو بادشاہ کے حضور میں بھیج
دیوے چونکہ خود رانا بوڑھا ہے اسلئے بذات خود بادشاہ کی خدمت میں حاضری سے معافی چاہتا
ہے شاہزادے نے رانا کے دونوں سفیروں کو مع اپنے دیوان ملا شکر اللہ اور میر سامان
سندرداس کے بادشاہ کے حضور میں بھیج دیا اور تمام حال لکھ بھیجا بادشاہ کا قول ہے کہ چونکہ
ہمارے اسلاف کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے کہ پرانے زمینداروں اور راجوں کے خاندانوں
کا بالکل استیصال نہ ہو جائے اسلئے رانا کی تقصیرات کو معاف کر کے فرمان عنایت آمیز
جس سے رانا کی دلجمعی ہو جائے اور اپنے پنجے کا نشان روانہ کر دیا اور شاہزادے کو ہدایت
فرمادی کہ ملا شکر اللہ اور سندرداس کو بھی رانا کے سفیروں کے ساتھ رانا کے پاس بھیجدے
تاکہ اسکو مزید اطمینان حاصل ہو جائے۔ جہانگیر نے اپنی تزک میں اسی طرح لکھا ہے۔

اور ایک روایت ہے یہ کہ رانا نے اول ایک مکتوب رائے رایاں کو لکھا جس سے
سابقہ معرفت رکھتا تھا اور امان طلب کی اور تمام اوامر و نواہی بادشاہی کے ماننے کو منظور
کیا اور اپنی جانشین بیٹے کرن کو سلطان خرم کی خدمت میں بھیجنے کا وعدہ کیا رائے رایان نے
یہ حال سلطان خرم سے عرض کیا۔ سلطان خرم کی یہ پہلی مہم تھی وہ اسکو ناتمام نہیں چھوڑنا
چاہتا تھا اور رانا کو مستاصل کرنا چاہتا تھا اسلئے رانا کے فرستادے کو بے نیل مرام واپس
کیا جب رانا کو مایوسی ہوئی تو اوس نے جہانگیر کا دامن پکڑا اور مہابت خان کا توسل
ڈھونڈا مہابت خان کو کہنے سے جہانگیر نے رانا کی درخواست کو قبول کیا اور سلطان خرم کو
اپنے دستخط خاص سے لکھا۔ کہ آن گرامی فرزند سعادت یار رضا جوئے اقبالمند را باید کہ
کہ خرسندی و خوشنودی خاطر ارجمند ما را در ضمن قبول این معنے شمردہ دیدہ و دانستہ
از استیصال رانا در گذرد و دیگر بارہ در صدد خرابی او نشدہ دقائق ملتمسات او را بدرجہ
اجابت رساند چنانچہ بمجرد رسیدن فرمان قضا نفاذ جان بخشی او نمودہ ولایتش را
بدستور معہود برقرار دارد و کسپر صاحب شکہ او نیز در رکاب ظفر انتساب گرفتہ متوجہ

درگاہ دالاشود فقط۔

اس فرمان جہانگیری کے موافق سلطان خرّم نے رانا کی عرض کو قبول کیا۔ رانا نے اپنے خالو سُبھ کرن (سروپ کرن) اور اپنے معتمد خاص ناہر داس (ہری داس جھالہ) کو درگاہ والا میں روانہ کیا اور وہ رائے رایاں کی معرفت سلطان خرّم سے ملاقی ہوئے اوس نے کہا کہ میں رانا کو ان شرائط سے پناہ دیتا ہوں کہ رانا خود مجھ سے ملے۔ اور اپنے جانشین بیٹے کرن کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجے اور جب وہ بادشاہ کے پاس سے ہو کر اپنے وطن میں آئے تو اُسکا بیٹا ایک ہزار سوار کے ساتھ مرکب والا کی ملازمت کرے یہ وثیقۂ عہد و پیمان درست ہوا۔

وہ زعفرانی علم جو آٹھ سو برس پہلے گہلوت راجپوتوں کے سر پر آزادانہ بلند ہوتا تھا۔ اب وہ شاہزادہ خرّم کے آگے پست ہوا۔

جبکہ رانا کو بخوبی اطمینان حاصل ہو گیا تو رانا مع اپنے بیٹوں کے سوائے ولیعہد کے روز شنبہ ۲۶ ماہ بہمن کو آداب اور تورے ساتھ جیسا کہ چاکروں کا دستور ہے شاہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک بڑا لعل شاہزادے کی نذر کیا اور سات عمدہ ہاتھی جو ابھی گرفتاری سے بچے ہوئے تھے اور اچھے تھے اور نو گھوڑے بھی پیش کئے جس وقت رانا نے سلطان خرّم کے پاؤں پکڑ کر عذر تقصیرات کرنا چاہا تو شاہزادے نے رانا کا سر اٹھا کر گلے سے لگا لیا اور نہایت عطوفت کے ساتھ باتیں کیں۔ جس سے اوسکو تسلی ہو گئی اور خلعت اور شمشیر مرصع اور گھوڑا بازین مرصع اور فیل خاصہ باساماں نقرئی بخشا۔ بلکہ اپنا ملبوس خاص بھی دیا۔ جس میں کی پگڑی اب تک اودے پور کے گلاب باغ کے میوزیم میں رکھی ہوئی ہے۔ رانا کے ہمراہیوں میں سے صرف سو آدمی ایسے تھے کہ جن کو خلعت دیا جائے اسلئے سو خلعت اُنکے لئے بخشے اور پچاس گھوڑے اور سو کھپوہ مرصع دئیے گئے۔ شاہزادہ نے رانا کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ دستِ راست میں گجرات کے صوبہ دار عبد اللہ خان بہادر اور اُسکے بعد بوندی کے راجہ سورج سنگھ کو نشست ملی۔ اور شاہزادے کے بائیں طرف رانا امر سنگھ اور اُسکے بعد دوسرے سرداروں کو بیٹھنے کی اجازت ہوئی۔ رانا شاہزادے کے

سلام و آداب کو گوگنڈے کے مقام پر حاضر ہوا تھا۔
جہانگیر کہتا ہے کہ جوہری اس لعل کی قیمت ساٹھ ہزار روپے کوتے تھے جس
قدر تعریف اس لعل کی سُنی جاتی تھی ویسا درحقیقت نہ تھا وزن اسکا آٹھ ٹانک کا تھا
اور سابقہ راؤ مالدیو راٹھور والی جودھپور کہ ہندوستان کے راجوں میں عمدہ سمجھا جاتا
تھا اسکے پاس یہ لعل تھا مالدیو کے بعد اسکے بیٹے چندر سین کے قبضے میں آیا۔ اس نے
اپنی پریشانی اور ناکامی کے زمانے میں رانا اودے سنگھ کے ہاتھ فروخت کردیا اودے سنگھ
کے بعد رانا پرتاپ کے ہاتھ میں آیا اور پرتاپ سے امر سنگھ کو پہنچا امر سنگھ کے پاس اس
سے بڑھکر کوئی چیز نہ تھی اسلئے سلطان خرم کی ملازمت کے وقت یہی نذر کیا بادشاہ نے
اس لعل میں یہ عبارت نقش کرادی۔ بہ سلطان خرم درحین ملازمت رانا امر سنگھ
پیشکش نمود۔ بندگان حضور پرنور نواب سید حامد علی خان صاحب بہادر
والی دارالسرور رام پور ملک روہیلکھنڈ مجھ سے فرماتے تھے کہ مہاراجہ مادھو سنگھ دوم اُن سے
کہتے تھے [illegible] ہمارے خزانے میں موجود ہے بادشاہ نے ہمارے ایک بزرگ کو بخشدیا تھا۔
[illegible] مہاراجہ صاحب رام پور آکر نواب صاحب بہادر کے مہمان رہے تھے۔
ہندوستان کے راجوں اور زمینداروں کا دستور تھا کہ اپنی ولیعہد کو اپنے ساتھ بادشاہ کے
حضور میں نہیں لے جایا کرتے تھے اسلئے امر سنگھ کا ولیعہد کرن بھی شاہزادے کے پاس
امر سنگھ کے ساتھ نہ آیا۔ شاہزادے سے رخصت ہوکر رانا چلا گیا اور چونکہ شاہزادے کی روانگی
اسی دن مقرر تھی۔ اسلئے بعجلت تمام کنور کرن شاہزادے کے پاس حاضر ہوگیا۔
شاہزادے نے اسکو بھی خلعت فاخرہ اور شمشیر اور خنجر مرصع اور طلائی زین کے ساتھ
گھوڑا اور فیل خاصہ عنایت فرمایا اور اسکو ہمراہ لے کر بادشاہ کے حضور میں چلا گیا شاہزادے
نے بادشاہ کو سلام و آداب کرنے کے بعد عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کرن کو سعادت سجدہ اور
کورنش کے لئے حاضر کیا جائے حکم ہوگیا۔ بخشیوں نے اسکو آداب مقررہ کے ساتھ حاضر
کیا کورنش کے بعد کرن نے سجدہ کیا اور سلطان خرم کی سفارش سے بادشاہ نے
کرن کو سیدھی طرف کی صف میں سب سے اول کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ بادشاہ کہتا ہے کہ

چوں بدست آوردن دل کرن کہ وحشی طبیعت و مجلس نادیدہ در کوہستان بسر بردہ
بود ضرور بود بنا بران ہر روز مرحمتے تازہ مے نمودم چنانچہ دوسرے دن کی حاضری کے
بعد خنجر مرصع مرحمت ہوا۔ اور تیسرے دن اسپ خاصہ عراقی با زین مرصع اوسکو بخشا
اور محل شاہی کے ڈیوڑہی پر بھی کرن نے اوس دن حاضر ہو کر نورجہاں بیگم کی طرف سے
خلعت فاخرہ اور شمشیر مرصع اور گھوڑا اور فیل خاصہ پایا۔ بادشاہ نے ایک مالائے
مروارید کرن کو بخشی اور بادشاہ کو یہ منظور ہوا کہ ہر قسم کی چیز اوسکو دی جائے اسلیئے
ایکدن تین باز اور تین جرّے بخشے اور ایک شمشیر خاص اور ایک کٹار اور ایک جوشن
خاص اور دو انگوٹھیاں دیں۔ ان میں سے ایک انگوٹھی پر لعل جڑا ہوا تھا۔ اور دوسری
پر زمرد۔ پھر ایک دن حکم دیا کہ ہر قسم کا کپڑا اور قالین اور نمدہ اور تکیہ اور ہر قسم کا عطر
اور سونے کے ظروف سو خوانوں میں رکھ کر احدیوں کے ہاتھوں اور کمروں پر رکھوا کر ایوان
خاص و عام میں لاکر مع دو گجراتی بہلیوں کے کرن کو بخشے گئے۔ آٹھوین صفر سنہ ۱۰۲۴ھ
کو کرن کو پنجہزاری منصب ذات و سوار کا عطا ہوا اور ایک چھوٹی سی تسبیح مروارید
زمرد جسکے درمیان میں لعل تھا جسے ہندی میں سمرن کہتے ہیں کرن کو بخشی۔ ایکبار شکار
میں کرن سے بادشاہ نے فرمایا کہ اس شیرنی کے تو جہاں کہے حکمیہ گولی لگادوں۔
کرن نے اوس دن عرض کیا کہ مجھکو ایک بندوق خاصہ مرحمت ہو۔ چنانچہ اپنی خاص
تفنگ رومی اوسکو بخشدی۔ پھر ایک دن بیس گھوڑے اور قبائے پرم نرم خاص
اور بارہ ہرن اور دس کتے کرن کو دئے ایک دن چالیس گھوڑے اور ایکدن اکتالیس
اور ایکدن اکیس گھوڑے بخشے تین دن میں ایک سو سے زیادہ گھوڑے اوسے مرحمت ہوئے ۲۵
میزان کو کرن اپنی جاگیر کی طرف رخصت کیا گیا اس وقت اوس کو خاصے کا گھوڑا
اور ہاتھی اور خلعت اور موتیوں کی کنٹھی جسکی قیمت پچاس ہزار روپیہ تھی اور خنجر
مرصع جسکی لاگت میں دو ہزار روپے آئے تھے اوس کو بخشے گئے۔ غرض کہ کرن کی
ملازمت سے واپسی تک جو چار مہینہ بعد عمل میں آئی تمام بادشاہی انعام دو لاکھ
روپے نقد اور سو سے زیادہ گھوڑے اور پانچ ہاتھی تھا اور خرم نے جو کئی بار اوسکو دیا

علیحدہ ہو۔

اس مہم کے بعد رانائے اودیپور اور سلطنت دہلی میں پھر کوئی مخالفت کا واقعہ ظہور میں نہ آیا رانا امر سنگھ بات کا پورا تھا پھر اوس نے فرمان برداری کے دائرے سے قدم باہر نہ رکھا جب ولایت دکن میں سرداروں کی تجویزوں اور صاحب صوبہ کی جلد وری سے کچھ نظم و نسق نہ ہوا تو بادشاہ نے اس مہم پر بھی سلطان خرم کو بھیجا وہ سلخ شوال ۱۰۲۵ھ ہجری کو دکن کو روانہ ہوا۔ جب اسکا لشکر رانا کی سرحد میں آیا تو امر سنگھ اسکی ملازمت و سلام کو آیا اور بعد مراسم نذر و خلعت وہ اپنے وطن کو رخصت کر دیا گیا اور اپنے پوتے جگت سنگھ کو ہزار سواروں کے ساتھ شاہ خرم کی ہمراہی کے لئے بھیجا۔

صلح کے بعد امر سنگھ پانچ برس زندہ رہا اسکے انتقال پر بادشاہی طرف سے کنور کرن سنگھ کے نام خلعت اور فرمان وغیرہ وصول ہوا۔ اور اسکے چھوٹے بھائی بھیم اور بیٹے جگت سنگھ کو جو بادشاہی دربار میں حاضر تھے خلعت عنایت کیے گئے۔

۵۷۔ رانا کرن سنگھ دوم

سمت ۱۶۷۶ مطابق ۱۶۲۰ء میں اپنے باپ کے بعد مسند پر بیٹھا اسکے وقت میں ہر طرح امن رہا کیونکہ جہانگیر سے تو صلح ہو جانے کے سبب کسی بادشاہی فوج کی چڑھائی کا خطرہ نہ تھا اور ملکی سرکش اگلی لڑائیوں سے کمزور ہو چکے تھے۔ رانا نے بے فکری سے اودیپور کی شہر پناہ اور بہت سے نئے محل تیار کرا کر پچھولا تالاب کے بڑے بند دیال ای کی مرمت کرائی یہ سب چیزیں اب تک موجود ہیں۔

جہانگیر کے آخر عہد میں جبکہ شاہزادہ شاہجہان باغی ہو کر ہر طرف بھاگا پھرتا تھا دیسی لوگ کچھ عرصے تک اوس کا یہاں چھپکر رہنا بیان کرتے ہیں لیکن کسی فارسی تاریخ میں یہ ذکر نہیں ملا۔ البتہ اتنا ملتا ہے کہ جب شاہجہان باپ سے باغی ہو کر لڑتا بھڑتا پھرتا تھا۔ تو اسکے ساتھ کرن سنگھ کا بھائی بھیم بھی تھا شاہجہان بادشاہی سپاہ سے دبتا ہوا الہ آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ اور آخر اودی بہشت میں پٹنے میں داخل ہوا۔ اور وہاں سے جونپور اور الہ آباد فتح کرنے کے قصد سے کوچ کیا۔ جب وہ جونپور میں آیا تو یہاں اوسکو مخبروں نے خبر دی کہ

ایک فوج جرار شاہی بسرکردگی سلطان پرویز اس جانب کے لئے نامزد ہوئی ہے جب افواج شاہی قریب آئی تو بنگالے کے تمام زمیندار مع توپ وتفنگ فرار ہوئے۔ شاہ جہاں کے لشکر کے بہادر خاص کر بھیم معرکہ مصاف خالی چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے اور رزم کا ارادہ مصمم کیا دونوں طرف سے تیر وتفنگ کے پیغام آنے جانے لگے بہت دیر تک مقاتلہ ومجادلہ ہوتا رہا۔ فرط تہور سے عرصۂ مصاف کے خانہ جات کو دار البقاء حیات جانکر بھیم اپنے چند راجپوتوں کے ساتھ بادشاہی لشکر کو چیرتا پھاڑتا مارتا دھاڑتا سلطان پرویز کے سامنے پہنچ گیا اور ستائیس زخم کھاکر جان دیدی

۱۰۳۷ھ ہجری کو جب شاہ جہاں باپ کے مرنے کی خبر سنکر گجرات کی طرف سے دار الخلافت آگرے کے ارادے سے رانا کے ملک میں آیا تو رانا کرن نے از روئے اخلاص وعقیدت استقبال کیا اور ۶ جمادی الاولےٰ کو مقام گوگندہ میں ملازمت کی جہاں پہلے اسکے باپ رانا امر سنگہ نے ملازمت کی تھی بادشاہ نے رانا کو پنجہزاری ذات اور پنجہزار سوار کا منصب دیا۔ اور اسکے ملک کو بحال رکھا اور بادشاہ مانڈل ہوتا ہوا اجمیر کی طرف چلا گیا۔

رانا کرن سنگہ امن وآرام سے آٹھ برس راج کرکے فوت ہوا۔ وہ بہادر۔ نیک طبیعت اور ماتحتوں کو خوش رکھنے والا رئیس تھا۔

۵۸۔ رانا جگت سنگہ اوّل

سمت ۱۶۸۶ مطابق ۱۶۲۸ء میں گدی پر بیٹھا اسکے لئے بادشاہی طرف سے ٹیکا کا سامان اور خلعت وغیرہ راجہ بیر نرائن بڑگوجر لایا اور جہانگیر کے مرنے بعد شاہ جہاں کے بادشاہ ہونے پر رانا نے تحفے وغیرہ بھیج کر کئی پرگنے جاگیر میں حاصل کئے۔

اس وقت میں امن کے سبب ملک نے زیادہ خوشحالی پیدا کی ریاست کے پرانے مقامات درست کئے گئے اور کچھ نئے تیار ہوئے۔ پچھولہ تالاب کے اندر جو شہر اودے پور کے تمام مغربی طرف پھیلا ہوا۔ سب سے بڑی ٹیکری پر جگ مندر نام محل بنوایا جو گرم موسم میں عمدہ سمجھا جاتا ہے سمت ۱۷۰۶ مطابق ۱۶۴۹ء میں رانا مر گیا۔ جاتے وقت زندہ اکی طرف بادشاہی آدمیوں سے کچھ تکرار ہوگئی۔

شاہ جہاں سلہ ۱۰۶۳ ہجری میں جب اجمیر جاتا تھا تو اس نے سنا کہ جہانگیر کے زمانے میں جو رانا کو منع کیا گیا تھا کہ نہ وہ اور نہ اسکی اولاد قلعہ چتوڑ کی شکست وریخت کی مرمت کر سکیں۔ ان دنوں میں رانا جگت سنگھ نے جرأت کر کے جہانگیر کے قول پر لحاظ نہیں کیا۔ ابدال بیگ کو حکم ہوا کہ وہ قلعہ کو دیکھ کر آئے اس نے جا کر دیکھا اور آن کر عرض کیا کہ غرب کی طرف کے جو سات دروازے تھے کہ پایان قلعہ سے مرتبہ مرتبہ بنائے گئے تھے اور وہ مرور ایام کے سبب سے بوسیدہ ہو گئے تھے اور جابجا سے ریختہ تھے ان میں سے بعض کو رانا نے ازسرنو نہایت متانت کے ساتھ بنایا ہے اور بعض کی مرمت کی ہے اور بعض مقام میں کہ جہاں سے برآمد ہونا مشکل نہ تھا ایک مضبوط دیوار کوہ کی بلندی پر نظر کر کے آٹھ گز سے ۱۶ گز تک اونچی اور ساڑھے تین گز کے عرض کی بنائی ہے اور ایک برج (بالا برج جو اکبر کے عہد میں مسمار ہوا تھا) نہایت مضبوط جسکا قطر ۱۶ گز اور ارتفاع ۳۰ گز ہے بنایا ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ سعد اللہ خان تیس ہزار سپاہ ساتھ لیکر وہاں جائے اور قلعہ کو منہدم کرے اور اگر رانا خواب غفلت سے بیدار اور مستی سے ہوشیار نہ ہو اور اطاعت نہ کرے تو اسکے ملک کو غارت کرے۔ جب لشکر شاہی متعین ہوا تو رانا نے خوف و ہراس سے تملق و چاپلوسی کر کے داراشکوہ کے پاس اپنے وکیلوں کی معرفت پیغام بھیجے۔ اور شاہزادے کی سفارش سے بادشاہ نے حکم دیا کہ رانا اگر اپنے صاحب ٹیکہ بیٹے کو درگاہ والا میں بھیجدے اور آئین پیشکش کے موافق ہزار سوار اپنی کسی رشتہ دار کی ماتحتی میں دکن میں حاضر رکھے تو اسکا قصور معاف ہو جائے گا اور نہیں تو لشکر اسکی سرزمین میں جا کر تمام راجپوتوں کے خانماں کو ویران کریگا۔

رانا نے جواب میں لکھا کہ قلعہ چتوڑ اور تمام مملکت بندہ کی سرکار کی ملازموں کی ہے۔ اگر شیخ عبد الکریم دیوان سرکار عالی کو استمالت کے لئے سرفرازی فرمائیں تو میں اپنے بیٹے کو اسکے ہمراہ بھیجدوں اور ہزار سوار بدستور سابق دکن میں روانہ کردوں۔ فرمان شاہی سعد اللہ خان کے نام صادر ہوا کہ رانا نے مراسم بندگی و لوازم فروتنی اختیار کیں اور اپنے آدمیوں کو بھیجکر عہد نامے کے لئے التماس کی۔ اور

درخواست اماں مانگی تو تم کو چاہیے کہ فقط قلعہ کو خراب کر کے دربار میں چلے آؤ۔ خان مذکور نے فرمان کے موافق عمل کیا۔ کہ قلعہ کی در و دیوار و برج دوبارہ چودہ روز میں ڈھا کر اور خاک کی برابر کر کے بادشاہ کے پاس چلا آیا۔ رانا نے عبدالکریم کے ہمراہ اپنے بیٹے کو بھیج دیا جسکی عمر چھ سال کی تھی۔ بادشاہ نے اس پر خردسال کو اپنے پایۂ تخت کے نزدیک بلایا۔ باپ نے ابتک اسکا نام نہیں رکھا تھا۔ بادشاہ نے خود اسکا نام سبھاگ سنگھ رکھا اور اسکو وطن کو رخصت کیا۔ رانا جگت سنگھ نے ہزار سوار بسرداری سنگت سنگھ کے دکن کو روانہ کر دیئے۔

ان راجپوتوں کے طریق دنیاسازی سے سبق لینا چاہیئے بھلا چھ برس کی عمر تک کے بچے کا نام نہ رکھتے مگر بادشاہ کے خوش کرنے کو یہی ایک فقرہ بنا دیا۔

اسکے بعد جگت سنگھ سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ اور وہ چھبیس برس حکمرانی کے بعد گذر گیا۔

۵۹ - رانا راج سنگھ اوّل

سمت ۱۷۰۹ مطابق سنہ ۱۶۵۴ء میں راج کا مالک ہوا وہ ایک سخت مزاج شخص تھا۔ اس نے اپنے ایک پروہت اور چارن وغیرہ کو غصے میں مار ڈالا تھا جسکے پرائشچت یعنی کفارے میں غیر قوم والوں کے مقابل لڑکر مارا جانا عمدہ سمجھا گیا تھا۔

شاہجہاں کے عہد میں تو کوئی جھگڑا پیش نہ آیا لیکن جب عالمگیر بادشاہ ہوا۔ تو اسکے خلاف یہ رانا کھڑا ہو گیا۔ اور بظاہر مخالفت کی دو وجہیں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) جزیہ (۲) اجیت سنگھ والی جودھپور کی حمایت۔

عالمگیر نے حکم دیا کہ مطیع الاسلام اور دارالحرب میں تفریق ہو سکنے کے لئے ہنود سے کل صوبجات میں جزیہ لیا جائے جب یہ خبر منتشر ہوئی تو دارالخلافہ اور اطراف کے ہنود لاکھوں جھروکے کے نیچے دریا کے کنارے پر جمع ہوئے اور بہت ضعف نالی کی اور انکی معافی کیلئے کہا مگر بادشاہ نے کچھ نہ سنا۔

جب شاہجہاں بیماری کے سبب ملکی کاروبار سے لاچار ہو گیا تو اسکے چار بیٹوں میں سے ہر ایک نے بادشاہ بننا چاہا۔ ان میں سے اورنگ زیب عالمگیر نے سب کو شکست

لگاکر کامیابی حاصل کی اس نے دکن سے آگرہ آنے وقت رانا راج سنگھ کو خاص دستخطی
فرمان و نشان سمجھکر اپنا طرفدار بنانا چاہا لیکن اس بات کو عذر کر کے ٹال دیا گیا جب عالمگیر
بھائیوں پر فتح پاکر زبردست ہوگیا تو رانا نے مصلحت سے اپنے کنور سردار سنگھ کو کسی قدر
جمعیت سمیت بھیجدیا اور کچھ جاگیر خیرخواہی میں طلب کی اُن مطلب آشنا نے جب کوئی
غرض نہ دیکھی تو سوائے پرگنہ مالپورہ کے جس پر رانا نے شاہزادوں کی لڑائی کے وقت
قبضہ کر لیا تھا زیادہ جاگیر دینے سے صاف انکار کر دیا۔

پھر اسکے بہت مدت کے بعد رانا راج سنگھ نے جودھپور والے اجیت سنگھ پسر جسونت سنگھ
کی اعانت شروع کی۔ تو منور خان اجمیر کے فوجدار کے ہاتھوں اتنا مغلوب ہوا کہ تاب
مقاومت نہ رہی۔ رانا نے وکلائے معتبر زبان داں لائق کو مع پیشکشوں اور عرضداشت
کے بھیجا اور اطاعت کا اظہار کیا اور جزیہ دینا قبول کیا اور جزیہ کے عوض میں اپنے ملک
میں سے تین پرگنے دینے اور جودھپور والوں کی اعانت نہ کرنے کا وعدہ کیا اور عفو تقصیرات
کی درخواست کی بادشاہ نے خان جہاں بہادر کو اس ضلع کے بندوبست اور باقی وصول
کرنیکے لئے مقرر کیا۔ آگرست کے مقام پر رانا کا ولیعہد بیٹا جے سنگھ جسکی طلبی کا فرمان بھیجا
تھا بادشاہی دربار میں پہنچا۔ جہاں سے تھوڑے دنوں کے بعد انعام وغیرہ پاکر لوٹ آیا۔ چند
روز کے بعد خبر آئی کہ رانا نے پھر تمرد اختیار کیا اور اپنے عہد و پیماں سے پھر گیا خان جہاں سے
اسکا کچھ تدارک نہ ہوسکا۔ رانا نے اپنی فوج بھیم دیو بیسودیہ کی زیرکمان راٹھوروں کی مدد
پر روانہ کی چنانچہ بھیم دیو بہت تیزی کے ساتھ منزلیں کرتا ہوا اضلاع گوڈواڑ میں راٹھوڑوں
کی جمعیت سے آملا اور انکی طاقت کو ایک سے دہ چند کر دیا۔

رجب ۱۰۹۰ ہجری مطابق جولائی ۱۶۷۹ء کو بادشاہ رانا اور راجپوتوں کی گوشمالی کے لئے
اجمیر روانہ ہوا اور اس نے راٹھور راجپوتوں کے مغلوب کرنے میں اپنی ساری فراست سیاسیہ
کو کام میں لایا۔ بادشاہ زادہ محمد معظم کے نام حکم صادر ہوا کہ وہ دکن سے اجین میں آرہے
اور حکم کا منتظر رہے اور بنگالے میں شاہزادہ محمد اعظم کو لکھا کہ بطریق ایلغار میرے پاس آجائے
... اجمیر کے قریب بادشاہ آیا تو رانا کی تنبیہ و تادیب کے لئے شاہزادہ محمد اکبر کو ایک

بڑی فوج دیکھکر حسین علی خاں بہادر بہمیت خاص اودیپور اور مغربی پہاڑوں کیطرف
ہٹ گیا اور شاہ قلی خاں کو منور خاں کا خطاب دیا اور اُسکا اضافہ کیا اور امرائے کارطلب
اُسکے ہمراہ کئے اور اُسکو بادشاہزادے کا ہراول بنایا۔ اس خبر کو سنکر رانا نے اودیپور
کو کہ حاکم نشین تھا ویران کیا اور اپنے اہل وعیال و آدمیوں کو ہمراہ لیکر دشوار گذار
پہاڑوں اور دروں میں چلا گیا۔ شاہزادہ اکبر مامور ہوا کہ وہ دروں میں راجپوتوں
کے استیصال کے لئے بعض امیروں کو بھیجے اور کچھ دلاوروں کو رانا کے ملک اور
زراعت کے تاخت و پامال کے لئے روانہ کرے اور اپنے لشکر کو اطراف جودھپور میں مقرر
کرے کہ جہاں آبادی دیکھے اُسکو ویران کرے۔ حسن اتفاق سے فوج شاہی کا ایک
معزز افسر جسکا نام تہور خاں تھا بہادر سپاہیوں کا لشکر لئے ہوئے شاہزادہ محمد اکبر کی
کمک پر آپہنچا اور سمت ۱۷۳۸ مطابق سنہ ۱۰۹۲ ہجری ۱۶۸۱ء آسوج سدی گیاس کے روز
دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی تاریخ پالن پور میں لکھا ہے کہ
میواڑ کا ولیعہد کنور اور رانا بہان وغیرہ بہت سے نامی گرامی راٹھور سردار کام آئے۔
ان دنوں میں حکم کے بموجب شاہزادہ محمد اعظم بھی چار ماہ کی راہ کو ایک مہینے سے کم میں
طے کرکے مع پیادہ اپنی فوج جنگی کے ساتھ آگیا اُسکو حکم ہوا کہ رانا اور راٹھوروں کی تعاقب
اور دریائے قلب میں جاکر راجپوتوں کے قتل و اسیر کرنے میں کوشش کرے اور فوج
معین کرے کہ رانا کے ملک میں جو غلے کی رسد پہنچتی ہے اسکو بند کرے اور زراعت نہ کرنے
دے رانا کی مدد کے لئے تعلقہ جسونت سنگھ سے ہزاروں سوار راٹھور اور راجپوت جمع ہوگئے
افواج شاہی کا مقابلہ شوخی سے کرتے تھے اور کبھی رسد غلہ پر تاخت کرتے تھے بادشاہی
چند ہزار سواروں کو دریائے قلب کی طرف لے گئے اور اُنکو چاروں طرف سے گھیر لیا۔
اور بہت سے سواروں اور پیادوں کا پتہ نہ لگنے دیا لیکن آخر کو راجپوت فوج اسلام
سے مغلوب ہوئے۔ راجپوتوں نے دروں کی سر راہ کو بند کر رکھا تھا اور کبھی پہاڑوں
سے آکر شاہزادے کے لشکر پر غفلت کی حالت میں شب خون مارتے تھے لشکر بادشاہی
جمعیت تہور خاں اس جماعت کو تنبیہ کرتا تھا اور ملک کی خرابی اور تباہی اور عالی

عمارات کے مسمار کرنے اور اشجار ثمردار اور باغات کے کاٹنے اور راجپوتوں کے زن و فرزند کے گرفتار کرنے میں جو غار و مغاک میں چھپے ہوئے تھے کوئی کسر باقی نہ رکھتا۔ محمد امین خاں صوبہ دار گجرات کے نام حکم گیا کہ اپنی فوج کے ساتھ جلد بہ جلد راجپوتانہ اور احمد آباد کے درمیان استقامت کرے اور جہاں راجپوتوں کی خبر سنے اور پتہ پائے اُن کو غارت کرے۔

عالمگیر نے کچھ فوج شیخاوائی کی طرف کھنڈیلہ کے راجپوتوں پر روانہ کی دوسرا لشکر جودھپور بھیجا۔ کھنڈیلہ کے بہت سے راجپوت بادشاہی فوج سے لڑکر مارے گئے اور ان کے مندر توڑ ڈالے گئے۔ راٹھوڑوں نے بھی کئی بار اچھی لڑائی کی لیکن آخر میں وہ جودھپور سے نکال دیئے گئے تب لاچار ہوکر درگاداس راٹھوڑ وغیرہ پچاس ہزار سواروں سمیت اجیت سنگھ کو رانا کی پناہ میں لے آئے۔ عالمگیر پر ماندل اور چتوڑ وغیرہ مقامات پر تھانے بٹھاتا ہوا اودے ساگر تالاب پر جو اودے پور سے چھ میل مشرق طرف ہے آ پہنچا۔ یہاں اُس نے کئی مندر اور دیباری کا دروازہ جو گھاٹ میں بنا ہوا تھا ہی توڑ ڈالا۔ اودے پور تک میدان خالی پڑا تھا۔ شہر بغیر مقابلہ قبضے میں آگیا۔ صرف جگدیش کا بڑا مندر توڑنے کے وقت کسی قدر راجپوت اور چارن یا بھٹ نرو وغیرہ لڑکر مارے گئے جو مندر کی حفاظت کو ثواب جانکر بیٹھے ہوئے تھے۔ شاہزادہ محمد اکبر نے اودے پور سے حسین علی خاں وغیرہ کو فوج سمیت رانا کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ دونوں طرف کے آدمی قتل و زخمی ہوئے عالمگیر کو اودے ساگر پر ان کارروائیوں کی خبر ایک نوجوان شخص میر شہاب الدین دیتا تھا جو کچھ مدت کے بعد دکن کی لڑائیوں میں اپنی لیاقت سے غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ کا خطاب اور سات ہزاری ذات و سوار کا منصب پاکر بادشاہی فوج کا سپہ سالار ہوگیا اور جس کے بیٹے قمرالدین یعنی آصف جاہ نظام الملک چین قلیچ خاں بہادر فتح جنگ نے محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں دکن کی صوبہ داری سے بعوض حیدرآباد کی خود مختار ریاست قائم کی۔ جو اب تک اُسکی اولاد کے قبضے میں چلی آتی ہے۔ راجپوتوں نے میواڑ پر بادشاہ کی توجہ زیادہ دیکھکر دوسرے علاقوں میں پاؤں

پھیلائے ۔ راناکے بیٹے بھیم نے جسکی اولاد بنیڑہ پر قابض ہے گجرات کی طرف جاکر اکثر گاؤں اور کئی مسجدیں لوٹ مار سے اجاڑ دین ۔ اوسکی روک کے واسطے بادشاہ نے گجرات کے صوبہ دار محمد امین خاں کو جو چتوڑ میں موجود تھا روانہ کیا ۔ راٹھوڑ مارواڑ میں پھیلے اور بعض نے اجمیر کے علاقے میں لوٹ مار کا ارادہ کیا ۔ اس حالت میں بادشاہ کو دوسرا انتظام کرنا پڑا ۔ بڑے شاہزادے محمد معظم کو اجین سے طلب کرکے اودے ساگر پر اپنی جگہ چھوڑا ۔ دوسرے بیٹے اعظم کو چتوڑ پر رہنے کا حکم دیا اور تیسرے محمد اکبر کو جب کہ کنور جے سنگھ کے رات میں چھاپہ مارنے سے نقصان ہوا مارواڑ پر روانہ کیا خود بادشاہ اس خیال سے کہ راجپوت ہندوستان کی طرف حملے کا ارادہ نہ کرین اجمیر میں ٹھہرا جب راناکے معاونوں کا کام تنگ ہوا غلہ نایاب حتی یا ڑی ہتعذر تو راٹھوڑ راجپوتوں نے یہ تدبیر و تدبیر کی کہ وہ اول شاہزادہ محمد معظم کے پاس گئے کہ اُسکو اپنے جرائم کا شفیع بنائیں یا بغادت پر اُسکی رہنمائی کرکے اپنا رفیق بنائین ۔ بادشاہ زادے نے اُنکی باتوں پر کان نہیں لگایا اور نواب بائی والدۂ شاہزادہ کو جب اُسکی خبر ہوئی تو اُس نے بھی نصیحت کی اور منع کیا کہ کسی بات میں وہ راجپوتوں کی امداد و معاونت سے آشنا نہ ہو ۔ اور راناکے وکیلوں کو اپنے پاس نہ آنے دے ۔ جب وہ اس شاہزادے سے مایوس ہوئے تو شاہزادہ محمد اکبر کی طرف رجوع ہوئے

شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت

یہ شاہزادہ خاندان اودیپور کی لڑکی کے بطن سے تھا جس کا نام اصلی سردیی تھا میں نے اس عورت کی تصویر دیکھی ہے چہرہ پتلا اور ناک پتلی اور کھڑی اور رنگ گورا ہے پیشانی اُبھری ہوئی ہے آنکھیں بڑی بڑی اور بادامی ٹھوڑی نکلی ہوئی اور ڈھلوان ہے بال سر کے کثرت سے اور بڑے بڑے اور سیاہ ہیں قامت دراز ہے حسینوں میں شمار ہونے کے قابل نہیں ہے

جلال الدین شروانی نے اسکی کیفیت مفصل لکھی ہے یہ قلمی سند تھی ۔ اسے شب و روز یہ اُدھیڑبن رہتی تھی کہ اسکے بیٹے اکبر کو کسی طرح عالمگیر کی زندگی میں تخت سلطنت

مل جائے اکبر کو چونکہ اسکی ماں کی تعلیم ملی تھی وہ راجپوتوں کا بہت خیر خواہ تھا۔ اور
ہندوانی مذہب پر بھی اس کا کبھی کبھی رجحان پایا جاتا تھا۔ بیگم نے ایک دن عالمگیر کے
سامنے اس بات پر بڑا زور دیا کہ میرا بیٹا ہر طرح قابل سلطنت ہے حضور اسی کو اپنا جانشین
مقرر فرمائیں۔ عالمگیر نے ایک بڑا معقول جواب دیا اور وہ یہ تھا کہ سلطنت نہ بڑے بیٹے
کا حق ہو سکتی ہے نہ چھوٹے کا۔ جو لڑکا قابل ہوگا سلطنت لے لیگا۔ مہرونی نے عرض کیا۔ کہ
حضور کی اس رائے سے اتنا کھلتا ہے کہ خونریزی حضور اقدس کو پسند ہے اگر آپ ساتھ
ہی ایک بیٹے کو متمکن کر دیا جائے تو میرے خیال میں بہتر ہوگا اور تخت خونریزی نہ ہوگی یہ
سنکر عالمگیر نے پھر یہی جواب دیا یہ سچ ہے لیکن اگر وہ لڑکا جسکو تم لائق سمجھتی ہو بادشاہ ہوا
اور ہمارے بعد تخت کے دعویدار اٹھ کھڑے ہوئے تو تم سے کہتا ہوں کہ اس وقت کی خونریزی
کو کون روک سکتا ہے۔ جب اکبر بڑا ہوا اور تین جنگوں میں کامیاب ہوا تو جودھپور والے سے
اکبر کی تخت نشینی کی بابت مہرونی نے خط و کتابت کی اور اپنے بیٹے کو [illegible] ایک اور بھی خط
لکھا جو خاص سنسکرت میں جودھپور والے کو لکھا وہ حال جلال الدین نے نقل کیا ہے۔
اس میں تاریخ وغیرہ کچھ نہیں ہے ہم اسے دلچسپ جانکر درج ذیل کرتے ہیں۔ آپ کو
معلوم ہوگا کہ میرا بیٹا اکبر بڑا بہادر اور شجاع ہے اسکی قابلیت۔ لیاقت۔ شجاعت تدبر سے
یہ پایا جاتا ہے کہ اس سے بہتر وارث تخت ہند کا نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس یہ ہے کہ عالمگیر اس
کو جلتا ہوا دیکھکر بُری نظر سے دیکھتا ہے مجھے خوف ہے کہ کہیں عالمگیر کے اور بیٹے اس
کو خارج نہ کر دیں اگر تم میری مدد کرو اور مجھے سہارا دو تو اکبر کو میں اس بات پر آمادہ
کر دوں کہ وہ زور اپنے باپ سے سلطنت کا خواستگار ہو۔ اگر وہ راضی ہو جائے تو خیر اور
نہ راضی ہو تو اُسے گرفتار کر لیا جائے سوا اسکے سلطنت کے حاصل کرنیکی اور کوئی صورت
نظر نہیں آتی۔ اگر تم نے اکبر کی مدد میں جان لڑا دی تو یہ سلطنت پھر ہندوؤں کے ہاتھ
میں آجائے گی جودھپور والے نے یہ خط دیکھکر جواب دیا کہ پچاس ہزار راجپوت میں بہم پہنچا
سکتا ہوں۔ اگر تمہارا بیٹا اکبر جنگ پر آمادہ ہو تو میں اس کے پسینے کی جگہ اپنا خون
بہانا فرض جانتا ہوں۔ غرض کہ تذکرہ عالم میں بڑی شرح و بسط سے لکھا ہے کہ اکبر

کی بغاوت پر آمادگی میں اُسکی ماں کی صلاح کو بھی پوری پوری مداخلت تھی۔

اس جملۂ معترضہ کو چھوڑ کر میں بیان کرتا ہوں کہ راجپوتوں میں درگداس بڑا ہوشیار تھا اُس نے ایک چالاک اور لسّان چارن کو پیغام صلح دیکر شاہزادۂ اکبر کے پاس بھیجا اس چرب زبان و طرّاف چارن نے پیغام صلح ادا کرنے کے بعد کچھ ایسی لچھے دار باتیں کیں کہ شاہزادہ اُسکی گفتار کا دلدادہ ہوگیا اور ادھر اُدھر کے قصّے کہانیوں کے ضمن میں جو سبق راٹھوروں سے پڑھکر آیا تھا اُسے اپنی خوش بیانی سے اس طرح دہرایا کہ سادہ لوح شاہزادے پر چارن کی تقریر نے پورا پورا اثر کر لیا اور اُس کے دل میں دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک اور مراعات کا خیال یہاں تک پیدا ہوگیا کہ اپنے مافی الضمیر کو بھی بالکل بھول گیا۔ جب چارن نے دیکھ لیا کہ میرا جادو اچھی طرح چل گیا اور شاہزادہ میری دام فریب میں گرفتار ہوگیا تو اُس نے اپنی تقریر کا رنگ بدل کر اُس ناعاقبت اندیش شاہزادے کو اورنگ زیب سے منحرف کرنا شروع کیا اور دو چار خوشامدانہ فقروں کے بعد بولا ابھی تو خدا کے فضل سے ہمارے اقبال یعنی حضرت ظل سبحانی کا سایہ حضور کے سر پر ہے دشمن بھی دوست بنے ہوئے ہیں۔ کسی کو اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ حضور کیطرف ترچھی نظر سے بھی دیکھے مگر حضور خطا معاف۔ حضور کے بھائی حضرت یوسف کے بھائیوں سے بھی دس حصّے بڑھکر ہیں جب اس وقت میں کہ محبت شاہنشاہی حضور کی محافظ و طرفدار ہے حضور کو اپنے بھائیوں کے مقابلے میں ناکامی رہا کرتی ہے تو جب وہ مطلق العنان ہوگئے۔ تو فرمائیے حضور کا کہاں ٹھکانا ہوگا حضور کے بھائیوں کے جو خیالات اور جو ارادے ہیں وہ کچھ مجھ ہی تک یا حضور ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ ملک کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں حضور کو حفظ ما تقدم کے لئے کہنا گویا لقمان کو حکمت سکھانا ہے لیکن گستاخانہ اتنا عرض کرتا ہوں کہ حضور کو اپنے آبا و اجداد کے خیالات اور حالات سے ضرور سبق لینا چاہئے۔ دیکھئے شہنشاہ اکبر نے تالیف اور بہروبیزی کا کیا طریقہ اختیار کیا تھا اور بہادر و وفادار قوم راجپوت کے ساتھ موافقت رکھنے کی وجہ سے کس آسانی کے ساتھ ملک ہندوستان کو مسخر کر لیا تھا اعلیٰ حضرت شاہ جہاں نے بھی ان ہی جاں نثار راجپوتوں کی بدولت

تخت سلطنت حاصل کیا تھا جس وقت تخت نشینی کی بابت جھگڑے چلے ہیں۔ تو
زمانہ بھر انکا مخالف تھا اور قابو یافتہ اہل دربار تو انکے دشمن جانی ہی تھے مگر راجپوتوں
کی تلوار اور حکمت عملی نے سب بھائیوں کو ایسا نیچا دکھایا کہ پھر دم بھرنے ہی نہ دیا۔ اسی
طرح اگر حضور بھی براہ دور اندیشی اس وفا شعار قوم کے ساتھ رشتۂ محبت و اخلاص قائم
کرکے تسخیر کا افسوں پھونک دیں گے تو کیا عجب ہے کہ اورنگ زیب کے جیتے جی آپ ولیعہد
سلطنت بلکہ مستقل بادشاہ بن جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس پیغام رسان چارن نے دو چار دن وقت کی باتیں بنا کر اپنی
لسانی اور چرب زبانی سے تاثیر یہ کی کہ شاہزادے کو اپنی طرف متوجہ کرکے اسکا دل مٹھی
میں لے لیا۔ اور قوم راجپوت کی طرف سے اب شاہزادے کے دل میں اس درجہ محبت
پیدا ہو گئی کہ راٹھوڑوں کے ساتھ معرکہ آرائی کا خیال بھی ایسا محو ہوا کہ گویا بالکل تھا ہی نہیں
اب راٹھوڑوں نے اکبر کو امید وار کیا کہ راجپوت چالیس ہزار سوار بآپ کی رفاقت کے
لئے اور خزانہ بیشمار آپ کے خرچ کے واسطے موجود ہے شاہزادہ یہ سبز باغ دیکھکر بتقاضائے
ایام شباب رتھوڑی احباب سے راجپوتوں کے دام میں گرفتار ہوا بعض اسکے ہمراہی
بھی انکے ہم داستان ہوئے بادشاہزادہ اپنے شفیق باپ شہنشاہ عالمگیر سے بدظن ہوکر
علانیہ مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔ ابتدا میں اس خبر کی شہرت اوڑتی ہوئی شاہزادہ
محمد معظم کے پاس گئی اسکو بھائی سے ایک گونہ محبت تھی اسکو نصیحت آمیز رقعے
لکھے۔ باپ کو اپنی عرضداشت میں اس مضمون پر اشارہ کیا کہ راجپوت شاہزادے
کے اغوا کے درپے ہیں۔ اس سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ محمد اکبر کی طرف سے بادشاہ
کو کوئی وسوسہ نہ تھا۔ مگر بادشاہزادہ محمد معظم کی بدنامی حسن ابدال میں اس قسم کی ہو چکی
تھی اور ابتدا میں جو راجپوت بڑے شاہزادے کے پاس پیغام لائے تھے۔ اس کی خبر
بھی بادشاہ سن چکا تھا۔ اسنے محمد اکبر کے حق میں محمد معظم کی تحریر کو محض افترا جانا۔ اور
جواب میں لکھا۔ بذا بہتان عظیم حق سبحانہ تعالے شما را ہمیشہ بر صراط مستقیم رہبری نماید
از لودگی سخن شنوے بدخواہان محفوظ دارد۔

جب یہ راز مخفی برملا ہوا اور خیمہ خیمہ میں سب چھوٹے بڑوں کو یہ خبر معلوم ہو گئی۔ کہ
درگا داس بتیس ہزار سوار راجپوت لیکر اکبر سے مل گیا اور یہ خبر بھی آئی۔ کہ محمد اکبر نے
تخت پر جلوس کیا اور سکہ جاری کیا اور منور خاں کو ہفت ہزاری کیا امیر الامرا کا
خطاب دیا۔ مجاہد خاں اور عمدہ نوکروں کے جو اسکے ہمراہ تھے اضافے کیئے جن میں سے
بعض نے مجبور ہو کر قبول کیئے اور بعض نے مصلحۃً نہ قبول کیئے سب کی تالیف قلوب
کی اور بادشاہ کی طرف لڑنے کے ارادے سے آیا۔

ان دنوں بادشاہ کی فوج راجپوتوں کی تنبیہ کے لیئے محمد اکبر کے ساتھ چلی گئی تھی۔
اسد خاں وبہرہ مند خاں کے سوا کوئی عمدہ امیر نہ تھا اور کل فوج مع خواجہ سراؤں اور
اہل دفتر کے سات آٹھ سو سوار تھے اس وجہ سے لشکر میں تزلزل ہوا۔ ایک عجیب ہنگامہ
برپا ہوا۔

یہ موقع راجاؤں اور اکبر کے لئے اچھا نکلا کہ وہ ایسی بے خبری وکمزوری کی حالت
میں عالمگیر کو بے تعداد راجپوتوں کی فوج سے قید کرلیں۔ الفنسٹن لکھتا ہے کہ مشکل سے
عالمگیر کے پاس ایک ہزار سوار رہ گئے ہونگے۔ اکبر کی بغاوت یا سرکشی صرف باغی راجپوتوں
کے ورغلانے سے ہوئی تھی ورنہ وہ اپنے باپ کا سب بیٹوں سے زیادہ مطیع تھا۔ عالمگیر نے
اول بیٹے کو راہ راست پر لانیکی تدبیر کی اور اسکو نصیحت آمیز خط لکھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ شہنشاہ اور شاہزادے کی اس دلچسپ مراسلت کو اس موقع پر بلفظہ درج کردیا جائے
جو انکے درمیان ہوئی تھی۔

نقل تحریر دست و قلم خاص عالمگیر بشاہزادہ محمد اکبر تعلیم آمدہ

فرزند دلبند نور البصر لخت جگر بجاں برابر بلکہ از جان عزیز عزیز تر بتوجہات خاص الخاص
مستظہر بودہ بداند خدا گواہ است کہ ما بدولت واقبال آن فرزند را زیادہ از ہمہ فرزندان
عزیزے داشتیم در رفاہیت وآسودگی حال وقال او ہمہ وقت پیش نہاد خاطر فیض ماثر بود
اما او از بے سعادتی خود بحیلہ بازی راجپوتان ابلیس کردار آدم صفت از بہشت آغوش

و کنار مادر و پدر بدر شده آوارهٔ کوه و دشت ادبار گردید. تا چه تدبیر کنم و چه چاره سازم از استماع احوال کثیر الاختلال پریشانی و سرگردانی و فلاکت و هلاکت او بنهایت غم و غصه سراپائے خاطر مے گردد بلکه لذات جسمانی هم تلخ شده. وا اسفاه قطع نظر از عزت و شان و شوکت سلطانی و شاهزادگی هزار افسوس که آن فرزند ساده لوح را بر جوانی خود هم رحم نیامد و بر اهل و اطفال خود رحم نکرده. خود را به بدترین حالت در قید و حبس راجپوتان بدنهاد و بهائم صورت سباع سیرت در انداخته هم چو گوئے بچوگان اختیار گمراهان افتان و خیزان دگریزان چه رنج مے زند از آنجا که عاطفت پدری نسبت بحال فرزندان ازلی ست هر چند از آن فرزند تقصیرات عظیم سر زده نمے خواهم که در خور کردار به سزا رسد ؎

گرچه پسر تودهٔ خاکستر ست ✽ سرمهٔ چشم پدر و مادر ست

گذشت آنچه گذشت الحال هم اگر به رهنمونی بخت از کردار ناهموار خود پشیمان گردیده بملازمت مشرف شود تا بر صحفهٔ زلات و تقصیرات او قلم عفو کشیده آید و عنایات و نوازشات که در خیال نگذرانیده باشد دربارهٔ او جلوهٔ ظهور گیرد و هر چند ظهور عنایت را شرط حضور ملازم نیست اما چون طشت رسوائی آن فرزند از بام افتاده صدایش گوش خاص و عام رسیده انسب آن ست که یک مرتبه خود را بحضور رسانیده ننگ این بدنامی از سر خود ساقط سازد و چون که سرگروهٔ آن جماعت بود رفقت و همراهی با دارا شکوه نموده از غائت اشتهار محتاج بیان نیست آن فرزند باعتقاد گفتار آنها که سودائے خام در پخته باشد جز پشیمانی نتیجهٔ دیگر نخواهد دید یقین داند. زیاده توفیق رفیق و راه راست نصیب باد.

نقل عرضداشت که شاهزاده محمد اکبر جواب این فرمان بپادشاه اورنگ زیب عالمگیر نوشته

عرضی. حضرت قبلهٔ کونین کعبهٔ دارین.

اصغر ترین فرزندان محمد اکبر لوازم عبودیت بتقدیم رسانیده بموقف عرض می رساند
فرمان والاشان که نامزد اصغر ترین فرزندان گردیده بود در خوشترین زمان و
نیکوترین آوان پرتو ورود فرمود آداب فرمان پذیری بجا آورده سوادش را چون
سرمه در بصر بصیرت کشیده و از مضمون عنایت مشحونش مطلع گردیده دیده دل را
نورانی ساخت آنچه بقلم فضل رقم مرحمت شیم پدری چند تراوش یافته بود در جواب
هر باب شرحی مختصر معروض می دارد. چون نفس الامر اگر بانصاف نزدیک شود دور
نخواهد بود.

مرقوم شده بود که مایه دولت و اقبال او را از همه فرزندان عزیز می داشتیم و او از راه
بی سعادتی خود از نعمت عظمی بی نصیب بوده خود را در طوفان بی تمیزی افگنده خدیو
صورت و معنوی سلامت چنانچه رضاجوئی و خدمت پژوهی پدر بر ذمه پسر لازم ست
پرورش و تربیت و خیرخواهی حال و مآل و حقوق. چنین بر ذمه پدر هم از پسر ست الحمد لله
که تا این زمان از لوازم عبودیت و اطاعت مقصر نگشته و عنایات آن حضرت را تا کجا شرح
دهد از هزار یکی و از بسیار اندکی گذارش می دهد که رعایت و حمایت فرزند کوچک
پیش نهاد پدر بزرگوار همیشه و بهمه جا مقدم ست و حضرت که بر خلاف آن بجانب همه فرزندان
بی التفاتی فرموده پسر کلان را بخطاب شاهی نامزد فرموده ولیعهد خود گردانیدند این معنی
از کرام عدالت و انصاف توان شمرد. در مال پدر حق فرزندان مساوی ست یکی را به
افراختن و دیگری را بر انداختن کرام شرط دین و آئین ست. آن پادشاه حقیقی حکیم مطلق
دگرست که در کارخانهٔ قدرتش و حکمتش چون و چرا را راه نیست نواختن و برانداختن
وابسته حکم اوست که لا تخلو اعن الحکمة لیکن سبحان الله شریعت منشی و حقیقت گزینی و معرفت
بینی حضرت به عالم و عالمیان ظاهر ست
تا دوست کرا خواهد و میلش به که باشد
در حقیقت مرشد و هادی این راه حضرت اند را به که حضرت خود به دولت بیهوده باشد
چگونه بی سعادتی توان گفت

پدرم روضه رضوان بدو گندم بفروخت — ناخلف باشم اگر من بجوی نفروشم

فرزند خلف آں ست کہ قدم بقدم بر طریقۂ پدر باشد و انا علی آثارہم لمہتدون ؎
میراث پدر خواہی علم پدر آموز

حضرت سلامت مردان رنج و محنت بر خود پسندیدہ اند و پادشاہان پیش مثل حضرت
صاحبقران عرش آشیانی محنت ہا انگیختہ بمقاصد مافی الضمیر کامیاب گردیدہ اند ؎
براحتے نرسید آنکہ محنتے نکشید

از جملہ لوازم رنج سیر ہمین ست تا کہ رنج ظلمات نکشد لذت آبحیات نہ چشید آنکہ محنت نہ
برد ثمرۂ راحت نہ خورد کہ گل بے خار و گنج بے مار نباشد۔

عروس ملک کسے در کنار گیرد چست کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

ازانجا کہ در پئے ہر رنج راحت ست بعین عنایت کارساز بندہ نواز امید واثق دارد
کہ قریب الایام صورت مراد بوجہ احسن جلوۂ ظہور گیرد۔ و پریشانی و سرگردانی بکامرانی و
شادمانی مبدل گردد۔

رقم پذیر شدہ بود کہ جسونت کہ سرکردہ آں جماعت بود رفاقت و ہمراہی کہ با دارا شکوہ نمود
بعالم ظاہر ست قول ایں جماعت اعتبار را نشاید الخ حضرت بجائے فرمایند اما بمغز سخن
نمے رسند کہ خود مغز پندارند در اصل دارا شکوہ با ایں جماعت عناد داشت از نتائج آں
دید آنچہ دید اگر از اول با ایں ہا مے ساخت ہرگز کارش بایں غایت نمے کشید حضرت عرش
آشیانی با ایں جماعت رابطۂ خویشی مؤکد کردہ بہ تقویت اینہا ملک ہندوستان بہ ضبط و
ربط در آوردہ اند و ایں جماعت آں ست کہ مہابت خاں باعانت اینہا حضرت جنت
مکانی را در حیطۂ اختیار خود در آوردہ و از شجاعت ایں ہا ظاہر ست کہ حضرت خود بہ دولت
دار الخلافہ زینت بخش تاج و تخت بودند۔ در راجپوتاں سہ صد کس کہ کار رستمانہ و بہادرانہ
از دست اینہا بوقوع آمدہ بر ہمگناں ظاہر و ہویداست و ہماں جسونت بود کہ در عین
معرکہ نسبت بجناب سلطنت مآب مصدر بے ادبی باشدہ و حضرت دیدہ و دانستہ چوں
تاب مقاومت ندیدند اغماض فرمودند و ہمیں جسونت بود کہ حضرت بچندیں نوشتہ و فسانہ
دلداری نمودہ از رفاقت دارا شکوہ باز داشتند کہ فتح و نصرت نصیب اولیائے دولت

شده رحمت بر نمک خواری اینها که از برائے صاحبزادهٔ خود سر خود را فدا مے کنند و
در جان سپاریها بجان دریغ نمے کنند ۔
بادشاه هندوستان و شاهزادهاے عالی قدر و امرائے والا اعتبار مدت سه سال
ست که بتلاش سیوائے مقهور اند هنوز روز اول ست و چرا چنیں نباشد که در عهد حضرت
وزرائے اختیار و امرائے اعتبار و سپاهی خوار و نویسنده بے کار و سوداگرے مال رعیت
پائمال ۔ هم چو ملک دکن که ولایتے ست بهشت آئیں بر روئے زمین چوں کوه و بیابان
خراب و ویران و دار السرور برهان پور که خال رخسارهٔ عالم ست تلف و تاراج و
اورنگ آباد که بسبب هم نامی حضرت ممتاز از سر شهرهاست از آسیب و صدمات لشکر
غنیم چوں سیماب در اضطراب عالم در رخانه ۔ غنیم بر سر رعیت جائے که چنیں ستم باشد و
دعا گوئی و ثنا خوانی خلیفهٔ خود چگونه مقصر نه خواهند بود و مردم اصیل و نجیب از خاندان قدیم
گمنام و سر رشتهٔ کارخانهٔ سلطنت و مصلحت آموز دولت و در کف اختیار مردم اراذل و
اسافل انام ۔ جولاهه و بافنده و صابون فروش و چاروب کش خیره گرد و پیراهن فراخ
و خرقهٔ دغل در بغل و دام شیطان بنام تسبیح در دست گرفته مسائل چند بر زبان مے رانند
و حضرت آنها را مصاحبان و مقربان و دم سازان و هم داستان چوں جبرئیل و میکائیل و
اسرافیل اعتبار نموده اختیار خود را باعتبار آنها مے گذارند و آں گندم نمایان جو فروش
بایں وسیله قابو جسته کبوتر را بر سر عقاب و کاه را کوه مے نمایند ۔

بدور شاه عالمگیر غازی — شده صابون فروشاں صدر و قاضی
بود جولاهه هم بافنده را ناز — که در بزم ملک هستند هم راز
اراذل را شده آں دستگاهی — که فاضل بر در شاں جوید پناهی
بدست جاهلاں آں دست مایه — که هرگز عالماں را نیست پایه
معاذ الله ازیں دور پر آشوب — که تا ندی از خراں باشد لگد کوب

حکم والا پادر هوا التفات و تمیز چوں عنقا مفقود پال سرکار تجارت و سوداگری
اختیار نموده که خدمات ایز مے خرند و بغرض فاحش مے فروشند و هر که نمک مے خورد و

ننگ داں مے شکند نزدیک ست کہ در بنیان سلطنت رخنہ راہ یابد چوں صورت حال بریں منوال منظر در آمد و اصلاح مزاج مقدس را علاج پذیر نیابد لاجرم عزم سلطانی بریں آورد کہ ملک ہندوستان را از خار وخس ارباب تمرد و فساد مصفا ساختہ اہل علم و فضل را پیش آوردہ بنیان ظلم را منہدم سازد تا خلق اللہ آسودہ حال و فارغ البال بودہ بجمعیت خاطر در کسب کار خود باشند و نیک نامی کہ عمر ثانی و حیات جاودانی عبارت ازاں ست بر صفحہ روزگار یادگار ماند۔

چہ خوش باشد کہ توفیق رفیق شود حضرت اختیار این کار بعہدہ اصغر ترین فرزندان گزشتہ خود بدولت متوجہ طواف سعادت مآب حرمین شریفین معظم و مکرم شوند و خلق عالم را ثنا خواں و دعا گوئے خود سازند ایں ہمہ عمر را کہ حضرت در تحصیل دنیا کہ از خواب بے اعتبار تر و از سایہ ناپائدار تر ست صرف نمودہ اند اکنوں وقت آں ست کہ توشۂ عاقبت ہم رسانند تا کفارۂ کردار سابقہ کہ بطمع ایں دنیائے ناپائدار با پدر بزرگوار و برادران کامگار در عالم جوانی واقع شدہ واقع شدہ۔

اے کہ ہشتاد رفت و در خوابی | مگر ایں چند روز دریابی

و انچہ از مواعظ و نصائح خامۂ مبارک را تکلیف شدہ است نامہ ایں آیات

اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم

تو بجائے پدر چہ کردی خیر | تا ہماں چشم داری از پسر ہست

قطعہ

اے کہ دانش ہمی مردم آموزی | آنچہ گوئی بخلق خود مے نوش
خویشتن را علاج مے نکنی | بارے از پند دیگراں خاموش

و آنکہ در باب آمدن مرقوم بود ہر چند کہ در آمدن سراسر سعادت خود ست لیکن بمقتضائے خردسالی و لقصور الوالعزمی پائے حضرت کہ با پدر و برادران چہ معاملہ بالفعل آمدہ اند البتہ توہمات ایں معتوب بے سبب بجائے خود نوانند بود اگر خود حضرت اقدس داعلی مع الخیر قدم رنجہ فرمایند آں ہمہ توہمات باطمینان بدل و اطمینان بدل خواہد شد۔

مایان علتیہ عالی نتوانیم رسید ہاں گر لطف شما پیش نہد گامے چند

بعد تشریف آوردن کہ اطمینان دلی حاصل خواہد شد بامتثال اوامر شاہنشاہی بجان منت خواہد بود۔ تا بدان حال۔

گر کشتی و گر بہ سلامت رسانیم بندہ را فرمان نباشد ہر چہ فرمائی بر آنم

زیادہ حد ادب آفتاب سلطنت تابان باد۔

عالمگیر نے محمد معظم کو تاکید فرمان بھیجا کہ بلا توقف مع تمام فوج کے بطریق ایلغار یہ حضور میں آؤ۔ پادشاہ زادہ باپ کے حکم کے آتے ہی اسکی خدمت میں روانہ ہوا بھیرہ خدمہ محل کو خدا پر سونپا دس روز کی راہ کو تین روز میں طے کر کے باپ کے پاس نو دس ہزار سوار لیکر آگیا۔ ان باپ بیٹوں کا لشکر ملکر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سواروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ یہ عالمگیر کے لئے بڑا نازک وقت تھا مگر اسکی عقل سلیم باقی تھی۔ اسنے یہ سوچا کہ محمد اکبر کا لشکر جو باغی ہوا ہے وہ فقط راجپوتوں کے بہکانے اور پٹیاں پڑھانے سے ہوا ہے کوئی لشکری سے ساتھ عناد دلی اور نفرت قلبی نہیں ہے اس کا راہ پر لانا مشکل نہیں ہے۔ اسلئے اس نے شہاب الدین پسر قلی خاں کو بطریق ہراولی بھیجا کہ وہ محمد اکبر کے لشکر کی خبر تحقیق لائے جسکو راجپوتوں نے اپنے بند و بست سے مسدود کر رکھا تھا اور اپنے سگے بھائی مجاہد خاں سے نہ ذکایت کر سکے وہ محمد اکبر کے۔ انتہا بدلتا اقتضائے وقت و مصلحت رفاقت میں شریک ہوا تھا اور منتظر تھا اگر کوئی موقع ملے تو یہاں سے نکل جائے۔ جب اسکو اپنے بھائی شہاب الدین کے نزدیک آنے کی خبر آئی تو اس نے محمد اکبر سے التماس کی کہ اگر حکم ہو تو میں جا کر اپنے بھائی کا استمالت کر کے اپنے ساتھ لے آؤں۔ محمد اکبر نے اسکو اجازت دی نقد و جنس جو لے جا سکا وہ لے با قی اسباب کو چھوڑ بھائی کے پاس پہنچا اور دونوں متفق ہو کر بادشاہ کے پاس آئے بادشاہ کو ان کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ شہاب الدین کو شہاب الدین خانی خطاب دیا۔ مجاہد خاں سے اکبر کے لشکر کی حقیقت اور موافق و منافق اور مجبور و غیر مجبور کی تعداد پوچھی۔ کہ اس اثناء میں محمد اکبر کے لشکر سے اور مردم روشناس بادشاہ کے پاس آنے شروع ہوئے۔ مجاہد خاں کے آنے سے محمد اکبر کے لشکر میں خلل ہوا۔ خواجہ مکارم سلطان معظم کے نوکر نے خبر پہنچا

محمد اکبر کے لشکر سے جدا ہوکر حضور میں تہور خاں ہراول فوج چند آدمیوں کے ساتھہ
آتا ہے جب تہور خاں گلال باڑی میں آگیا تو اسکو حکم ہوا کہ وہ ہتھیار اتار کر حضور میں آئے
خان نے اس میں تعلل کیا تو محمد معظم نے اسکے مارنے کا اشارہ کیا وہ اپنے اظہار
تہوری اور ارادہ فاسد اور کسی اپنی مصلحت کے سبب سے محمد اکبر سے رخصت لے کر
آیا تھا جب وہ آنے لگا تو ایک نوکر نے خان کی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر اسکو منع کیا خان
نے اسکے منہ پر تھپیڑ مارا۔ اور الٹا چلا کر خیمے کی رسی میں اسکا پاؤں الجھا اور وہ منہ
کے بل گرا کر چاروں طرف سے بزن بکش کی آواز بلند ہوئی اسکو مار ڈالا اور سر کاٹ
لیا کشتہ ہونے کے بعد اسکے جامے کے نیچے سے زرہ نکلی۔ تہور خاں کے کشتہ ہونے سے
راجپوتوں اور محمد اکبر کی فوج کے درمیان تزلزل پیدا ہوا اور انکا پائے ثبات جگہ سے
ہلا اسکا دربار لوٹا گئی ساہبہ و امرا اسکے پاس سے پادشاہ کے پاس چلے آئے اور بہت سے
بھاگ اور راجپوت یہ دیکھ کر کہ سارا مقابلہ ہمارے سر پر آن پڑیگا اپنے گھروں کو چلے
گئے یا بادشاہ کے پاس چلے آئے۔ عوام الناس نے یہ خبر اڑائی کہ بادشاہ نے از روئے
تدبیر محمد اکبر کو فرمان لکھا اور اس میں درج کیا کہ اگرچہ راجپوتوں کی دلگیری کرکے اور
قرا دلی و گرد اوری کے باب میں جو ارشاد ہوا تھا تم اسکے بجالائے مگر اب انکو ہراول
بنا لینا چاہئے تاکہ ہم مقابلے سے اور تم پیچھے سے انکا اچار نکالدیں۔ اور ایسا منصوبہ
کیا کہ فرمان بجنسہ راجپوتوں کے ہاتھ میں پڑا جو اس فرقے کے تفرقے کا سبب ہوا۔
لیکن اس خط کے بنانے کی بات بازاری گپ ہے اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔
الغرض محمد اکبر کی سپاہ بڑی با دبدبہ و شکوہ کثیر تھی مگر تلوار میان سے
نہ نکلی کہ اسکو ہزیمت عظیم ہوگئی۔ جب محمد اکبر نے دیکھا کہ راجپوتوں نے
اس سے روگردانی کی۔ درگداس اور دو تین اور آدمی انا کی اسکے پاس
رہے۔ جن کے پاس دو تین ہزار سوار تھے کوئی رفیق اور لشکر ایسا نہ تھا کہ کام آئے
اسلئے وہ ناچار دکن کی طرف فرار ہوا۔ اور وہ ہزار جرار ابی سرحد راہیری میں جا پہنچا
جو سنبھا سے تعلق رکھتا تھا۔ سنبھا اکبر کے استقبال کو آیا اور اپنا مکان رہنے

کو دیا سنبھالے اوّل اوّل اکبر کی بڑی خاطر داری کی مگر پھر اسکے آدمیوں کو کافی خرچ نہ دیا اس عرصہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ اعتقاد خاں خلف اسد خاں قلعہ راہیری کی تسخیر کے لئے مقرر ہوا ہے اسلئے محمد اکبر کو یہ مصلحت سمجھا کہ جس طرح ہو سکے ایران جائے چنانچہ بہزار خرابی وہ وہاں پہنچ گیا اور عالمگیر کے آخر عہد میں اسکو موت آگئی۔

اورنگ زیب نے جو جودھپور اور اودیپور کے ملکوں پر اس طرح تاخت و تاراج کی اس سے راجپوت دب گئے مگر مٹے نہیں گئے اس جنگ اور جزیہ نے اُنکے ملک اور مذہب پر ایسا زخم دداغ لگایا جو کبھی نہ بھرا عالمگیر کے ابتدائے عہد میں قوم راجپوت سلطنت مغلیہ کی دست راست تھی اب وہ اس سے جدا ہو گئی کہ اسکے ملنے کی توقع نہیں رہی پھر اُسنے اس سلطنت کی خدمت بغیر بے اعتمادی کے نہیں کی صرف جے سنگھ راجہ جے پور جس کے ناطے رشتے پادشاہ سے بہت تھے اور بہت منفعتیں اسکو حاصل تھیں وہ راجپوتوں کے ساتھ شریک نہیں ہوا۔ باقی اور راجپوت سب متفق ہو گئے۔ پادشاہ کی لڑائی راجپوتوں سے پیوستہ رہی رہی جو حال اسکا شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت سے پہلے تھا وہ اب بھی رہا پادشاہی فوج راجپوتانہ کو لوٹتی تھی۔ راجپوت لوگ مالوہ کے ملک کو خراب و ویران کرتے تھے۔ اس جزیہ کے باب میں ٹاڈ راجستان میں اورنگ زیب کے نام خط کا ذکر ہے جسکو اورم صاحب نے تو یہ تحقیق کیا تھا کہ وہ مارواڑ کے راجہ جسونت سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا مگر یہ راجہ جزیہ کے حکم سے پہلے مر چکا تھا۔ ٹاڈ صاحب نے یہ تحقیق کیا کہ وہ رانا راج سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا تھا۔ اودیپور سے انکا منشی اصل کی نقل اُنکے پاس لایا تھا انھوں نے اسکا ترجمہ انگریزی میں لکھا جسکا ماحصل اردو میں یہ ہے۔

رانا راج سنگھ کا خط اورنگ زیب کے نام

ساری حمد قادر مطلق کیلئے ہے اور تمام ستائش پادشاہ کیلئے ہے جو شمس و قمر کی طرح تاباں و درخشاں ہے بندہ گو حضور پر نور سے دور ہے مگر دل سے خیر خواہی اطاعت اور دولت خواہی کے کاموں کے کرنے میں ساعی اور مصروف ہے میری عین تمنائے دلی

یہ سب لوگ میں ایسی خدمات بجا لاؤں کہ جن سے پادشاہوں امیروں راجوں رایوں اور
ایران توران شام کے امیروں اور ہفت اقلیم کے باشندوں اور تری و خشکی کے مسافروں
کی بہبودی اور نام آوری ہو چنانچہ مسلمان خاطر مشہور ہے حضور کو بھی اس میں ذرہ شک نہ
ہوگا میں اپنی خدمات سابقہ اور نفع رسانی پر نظر کر کے جناب عالی کی خدمت میں رکھ کے
حضور کی اور خاص و عام کی سلامتی و فلاح کے لئے چند التماس کرتا ہوں مجھے اطلاع ہوئی ہے
کہ اس بندۂ خیرخواہ کے استیصال کیلئے اتنی دولت خرچ ہو چکی ہے کہ خزانہ شاہی خالی
ہو گیا ہے اسکے معمور کرنے کیلئے جزیہ لینا قرار پایا ہے۔

حضور کے جد اعلیٰ محمد جلال الدین اکبر عرش آشیانی نے باون برس سلطنت عدالت
اور شفقت کے ساتھ کی جس سے رعیت نے آسائش اور آرام پایا اور وہ خوش و خرم
رہی۔ اس نے عیسائی۔ موسوی۔ داؤدی۔ محمدی۔ برہمن۔ لامذہب۔ دہریہ کو ایک ہی
نگاہ سے دیکھا۔ سب پر دیا مہربانی شفقت عاطفت مہربانی اس لطف و کرم کا معاوضہ
یہ ملا کہ خلقت گرو اسکا خطاب و لقب ہوا۔ اسی طرح نورالدین جہانگیر جنت مکانی نے
بائیس برس تک شہنشاہی کی اور رعیت کو اپنے ظل عاطفت میں رکھا اور اپنے دوستوں
کی نیک خواہی اور خیرخواہی کی وجہ سے فتحمند رہا۔ شاہجہاں نے بھی اپنی ۳۲ برس کی
فرمانروائی میں اپنے پہلے بادشاہوں سے نیکنامی کم نہیں حاصل کی۔ رحمدلی اور نیکوکاری
سے نیک نامی دوام پائی۔

حضور کے باپ دادا کے رافت و کرم و عدالت کا حال تھا جب وہ ان اصول عدالت
وغیرہ کی پیروی کرتے تو جہاں اونھوں نے قدم رکھا وہاں فتح و ظفر ہمرکاب ہوئی بہت
قلعے اور ملک انکے قبض و تصرف میں آئے مگر حضور عالی کی عملداری میں سے بہت سا ملک
نکل گیا اور آئندہ نکلنے والا ہے سارے ملک میں تباہی اور غارتگیری و قزاقی کا بازار گرم ہے
اور کوئی اسکی روک ٹوک نہیں۔ رعایا ویران و برباد ہو گئی۔ سارا ملک بھوکا مرتا ہے روز
بروز دشواریاں اور مشکلات جمع ہوتی جاتی ہیں۔ جب بادشاہ اور بادشاہزادوں کے
گھروں میں افلاس آگیا ہو۔ تو وائے برحال امیراں۔ سپاہ داد ویلا مچا رہی۔ سوداگر

شکایت کر رہے ہیں مسلمان ناراض بیٹھے ہیں۔ ہندو بے نوا بے دست و پا ہو رہے ہیں
بدنصیب خلقت کو رات کو روٹی میسر نہیں ہوتی دن کو وہ غصہ کھاتے ہیں اور رنج کے
مارے سر کو دے دے مارتے ہیں کس طرح اُس بادشاہ کا جاہ و حشم باقی رہ سکتا ہے کہ وہ
ایسی رعایا سے جسکا افلاس حد غایت کو پہنچ گیا ہے سخت محصول وصول کرے۔ اس زمانے
میں مشرق سے مغرب تک یہ شہرت ہو رہی ہے کہ بادشاہ ہندوؤں سے جل کر زمینوں۔ سناروں
جوگیوں۔ بیراگیوں اور سناسیوں سے جزیہ لیگا۔ اپنے خاندان تیموریہ کے ننگ و نام و عزت و
احتشام کا کچھ خیال نہیں کریگا۔ بے گناہ تارک الدنیا آدمیوں پر زبردستی کریگا۔

جناب عالی کو کتب الہامی پر ایمان و اعتقاد ہو تو آپکو یہ ہدایت ہو سکتی ہے کہ خدا
رب العالمین ہے فقط رب المسلمین نہیں ہے ہندو مسلمان خدا کے نزدیک سب برابر
ہیں اور اس نے اُنکی رنگ اپنے حکم سے مختلف بنائے ہیں وہی سب کو پیدا کرتا ہے مساجد
میں اذان ہوتی ہے بتخانوں میں گھنٹہ بجتا ہے مگر دونوں جگہ ایک ہی خدا کی عبادت ہوتی
ہے کسی غیر کے مذہب و رسم و رواج میں دست اندازی کرنا اور اسکو بے عزت کرنا خدا
کو ناراض کرنا ہے اگر کسی تصویر کو بگاڑ دیجئے تو مصوّر کے دل میں کینہ خود بخود بے اختیار پیدا
ہوتا ہے۔ شاعر نے سچ کہا ہے کہ قدرت کے مختلف کاموں کی عیب جوئی نہ کرو۔

الغرض جو ہندوؤں سے جزیہ مانگا جاتا ہے وہ عدالت کے برخلاف ہے اور حضور کی صلاح
دولت کے لئے مضر ہے وہ ملک کو مفلس بنائے گا۔ وہ ایک بدعت ہے اور ہندوستان
کے قوانین و آئین کے خلاف اگر حضور کو اپنی شریعت کی پابندی اس جزیہ لینے پر مجبور کرتی
ہے تو عدالت کا مقتضا یہ تھا کہ اول رام سنگھ سے جو سارے ہندوؤں کا مُنڈ ہے جزیہ طلب
کرتے بعد اسکے اس خیر خواہ سے مانگتے جس کا مقابلہ حضور آسانی سے کر سکتے ہیں۔ بہادر
جوانمردوں کو چیونٹیوں اور مکھیوں کا ستانا زیبا نہیں۔
یہ تعجب کی بات ہے کہ ارکین سلطنت نے غفلت کی کہ حضور کو ثواب و بزرگی کی
قواعد پر ہدایت نہیں کی۔

نوٹ۔ اس خط میں یہ بات قابل غور ہے کہ راناؔ لکھتا ہے کہ اکبر نے باون برس

سلطنت عدالت اور شفقت کے ساتھ کی۔ حالانکہ اکبر کے ہاتھ سے رانا کے بزرگوں کو زیادہ صدمہ پہنچا تھا اسکو میواڑ کے آدمی اب تک برائی سے یاد کرتے رانا پرتاب کو خیر و خوبی سے یاد کرتے ہیں علیٰ ہذا جہانگیر اور شاہ جہاں کی یورشوں نے بھی اسکے ملک کا ستیاناس ملا یا انکی توصیف میں تو رانا رطب اللسان ہے اور عالمگیر کو ایسے الفاظ سے یاد کرتا ہے حالانکہ عالمگیر کے ہاتھ سے اسکو اسقدر نقصان نہیں پہنچا جتنا اکبر۔ جہانگیر اور شاہ جہاں کے ہاتھ سے اسکے بزرگوں کو پہنچا تھا

(۳) تمام فارسی کی معتبر تواریخ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رانا راج سنگھ نے سپاہ عالمگیری کی ضربات سے عاجز آکر جزیہ کے عوض میں کچھ ملک دیکر بادشاہ کی اطاعت کر لی تھی۔

(۴) رانا کا یہ لکھنا کہ عالمگیر مفلس ہوگیا تھا تردید کا محتاج نہیں کیونکہ تمام شاہان ماسبق سے اسکی آمدنی زیادہ تھی اور جب اوس نے دکن پر چڑھائی کی ہے تو اتنا ساز و سامان اور دولت اسکے ساتھ تھی کہ بہت کم بادشاہوں کو میسر آئی ہوگی۔

(۴) خط کی روش سے صاف ظاہر ہے کہ راج سنگھ ایک ہٹ دھرم راجپوت ایسا خط جس کا مضمون علمائے اسلام کے سوا دوسرا درست نہیں کر سکتا کیونکر سمجھ کر لکھوا سکتا ایسی باریک بینی اور شاعرانہ خیال اور اصطلاحات نگاری اُس سے بعید ہے۔

(۵) جس رام سنگھ کا بڑے تفاخر اور غرور سے اس خط میں ذکر ہے وہ تو اپنے آپکو عالمگیر کا ایک ادنےٰ بندہ قربان ہونے جیسا تھا اور اُسکے حکم سے وطن کا آرام چھوڑکر آٹھ برس آسام میں پڑا رہا اور عالمگیر نے اُسکے ساتھ ایسی تمکنت کا برتاؤ کیا کہ اپنے ہاتھ سے اُسکو راج تلک نہ دیا جیسا کہ بادشاہوں کے ہاتھ سے اسکے اسلاف کو دیا جاتا تھا بھلا اس میں رام سنگھ کی توہین زیادہ تھی یا جزیہ کے معاملے میں۔ جے پور والوں میں یہ رام سنگھ پہلا شخص ہے۔

(۶) کوئی تاریخ اور سنہ اس خط پر نہیں لکھا معلوم نہیں کہ اورنگ زیب کی زندگی میں وہ لکھا گیا یا اسکے مرنے کے بعد اگر مان لیا جائے کہ وہ اسکی زندگی میں تحریر ہوا تو یقینی اسکے پاس نہیں بھیجا گیا اگر یہ عرضداشت اسکے پاس آتی تو اسکا جواب ضرور دیتا اسکے فرامین و خطوط و رقعات میں کہیں اس کا جواب نہیں اور مسلمانوں کی تاریخوں میں مذکور نہیں۔

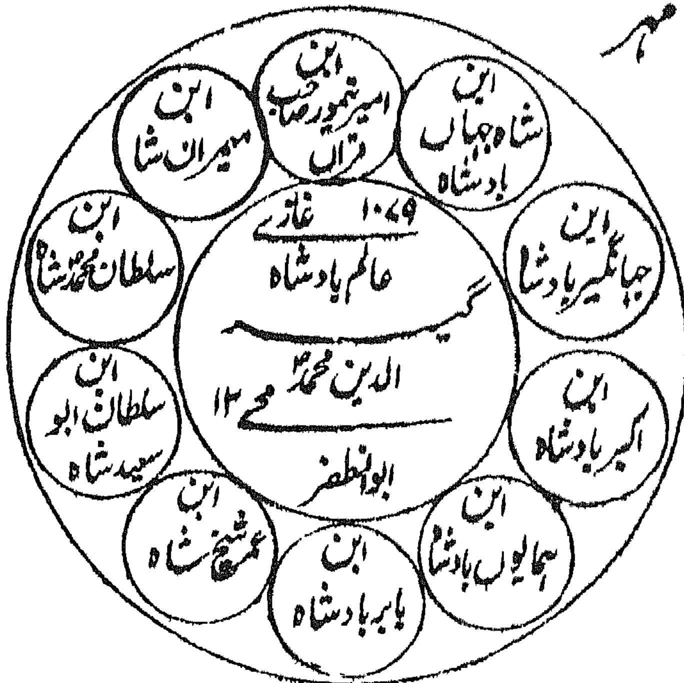
ہندوستان میں قاعدہ ہے کہ کسی عزیز مخترم انگریز ... چیز کا شوق ہوتا ہے تو

بہت سا ہندوستانی اسباب اصلی اور غیر اصلی اسکے میلان خاطر کے موافق جمع کر دیتے ہیں مثلاً بعض انگریزوں کو قدیم سکون کے جمع کرنے کا شوق ہوا ہزاروں جعلی سکے بنا کر اسکو لادے - ایسے ہی ٹاڈ صاحب کو یہ خط اور بہت سے نوشتے ہندوستانیوں نے جعلی بنا بنا کے دے دیئے ہونگے - وہ راجپوتوں کے بڑے سرپرست تھے جب تک کسی نوشتے کی سند معتبر نہ ہو وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہوتا ہے -

اب میں اسکے مقابلے میں عالمگیر کے اصل فرمان کی نقل جو راناجے سنگھ ولد راناراج سنگھ کے نام پر بابت جزیہ وغیرہ صادر فرمایا تھا یہاں درج کرتا ہوں جو ریاست اودیپور میں موجود ہے

نقل

باسمہ سبحانہ وتعالے شانہ



طغرا

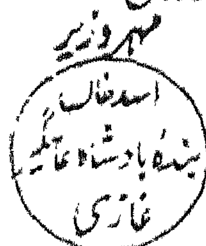
فرمان عالیشان ابو المظفر محی الدین
بہادر عالمگیر بادشاہ غازی

عمدهٔ اجلّهٔ دولتخواه زبدهٔ مشهوران بلااشتباه خلاصة الاماثل والاقران نقاوة
الانجاب والاخوان سوربهه بمزید عنایت و احسان مطیع الاسلام رانا جی سنگه
به نوازش بادشاهی مفتخر و مباهی بوده بداند عرضداشتی که درین ایام فیروزی انجام به عتبهٔ
سپهر احتشام ارسال داشته بود از نظر انور اطهر فیض گستر گذشت و در پیشگاه جهانبانی به
تعهد پیوست که آن زبدة الاماثل تعهد نموده که اگر از درگاه ارفع فضل و کرم پرگنه پور و بدنور
به او مرحمت شود بعوض این دو محال هر سال مبلغ یک لک روپیه بابت جزیه به چهار قسط عائد
خزانهٔ عامرهٔ صوبهٔ دار الخیر اجمیر کند و مال ضامن بدهد بنابرین از راه ذره پروری و بنده
نوازی آن عمدة الاشباه را به موهبت اضافهٔ هزار سوار و عنایت هشتاد لک دام انعام که
اصل و اضافه بپنجهزاری ذات پنجهزار سوار و هزار سوار دو اسپه سه اسپه و دو کرور دام انعام باشد
سربلندی بخشیده هر دو محال مسطور در تنخواه اضافه و انعام مرحمت فرموده به عنایت خلعت و
فیل بین الاقران سرمایهٔ امتیاز عطا فرموده‌اند. باید که شکر و سپاس عواطف و مراحم فراوان
اشرف اعلی به تقدیم رسانیده مطابق تعهد خویش مال ضامن در اجمیر به دیوان آنجا داده
هر سال مبلغ یک لک روپیه جزیه به اقساط مقرره به خزانهٔ عامرهٔ صوبهٔ مذکوره واصل نموده
باشد درین باب قدغن شدید داند و رسوخ ارادت و بندگی را وسیلهٔ بارگاه عظمت و جلال ثمر
مزید احسان و افضال و سود و بهبود حال و مآل خویشتن شناسد. نهم شوال سنهٔ سی و چهارم
از جلوس والا سنه ۱۱۰۱ هجری

عبارت پشت

به رسالهٔ سیادت و نقابت پناه شرافت و نجابت دستگاه عمدهٔ وزرای رفیع الشان
زبدهٔ امرای عالی مکان ناظم مناظم ملک و مال فرخ مناقب دولت و اقبال خان شجاعت
نشان عمدة الملک مدار المهام اسد خان

مهر وزیر



نوٹ اس فرمان کو دیکھکر ہر شخص سمجھ جائیگا کہ بادشاہ کی قوت اتنی انحطاط کو اور دیوڑ کی قوت اتنی ترقی کو نہیں پہنچی تھی کہ رانا راج سنگھ اسکو معاندانہ عرضداشت لکھ سکتا کیونکہ اوس کے بیٹے کا عاجزی سے جزیہ ادا کرنے کے لئے عرضی بھیجنا دلیل اس بات پر ہے کہ راج سنگھ کو عالمگیر نے جو مغلوب کرکے جزیہ اُس سے قبول کرالیا تھا پھر اُسے ابھرنیکی قوت نہ مل سکی اور یہ دونوں پرگنے وہی ہونگے جو راج سنگھ نے جزیے کے عوض میں بادشاہ کو پیش کئے تھے اگر راج سنگھ ذرا بھی چون وچرا اگر کئے ہوتا تو ایسی تحریرات کی گنجائش نہ ہوتی۔

مسلمانوں کا جزیہ عیسائی قوموں میں ایک وحشیانہ ٹکس سمجھا جاتا ہے اونکو اور غیر قوموں کو یہ خیال ہے کہ اسلام یہ ٹکیس متعصبانہ اسلئے مقرر کرتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت عظمت اور تسلط غیر قوموں پر ظاہر ہو اور یہ بھی وہ خیال کرتے ہیں کہ جزیہ مسلمان بنانے کا ذریعہ جبر ہے جب جزیہ دینے والا جانتا ہے کہ اگر میں مسلمان ہوجاؤنگا تو اس محصول سے بچ جاؤنگا وہ لالچ میں آکر مسلمان ہوجاتا ہے مگر اس جزیہ کو ایسا خیال کرنا اور شریعت مصطفوی کو ایسا سمجھنا جیسا اوپر میں نے بیان کیا فقط غیر قوموں کا تعصب مذہبی ہے

عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ جب شریعت اسلام کے موافق ہندوؤں پر جزیہ لگایا ہے تو مسلمانوں پر زکوۃ بھی لگائی تھی دوم بعض مورخ مسلمانوں کی تذلیل کے لئے اس بات کے دکھانے کا قصد کرتے ہیں کہ مغلوں کا تخت سلطنت راجپوتوں کے کندھے پر قائم تھا اکبر نے راجپوتوں سے ناتے رشتے پیدا کرکے اونکے دل میں وہ مسلمانوں کی محبت و مواسنت پیدا کی کہ اس خاندان کے بادشاہوں پر راجپوت جان و مال اور اولاد کو قربان کرنے لگے ان کے ساتھ ہوکر اپنی قوم سے لڑنے لگے عالمگیر نے اس کے برخلاف عمل کیا تو وہ اُسکے دشمنوں کے معاون ہوگئے اس لئے سلطنت کا زوال ہوا یہ بیان غلط ہے۔

اوّل تو خود عالمگیر نے راجپوتوں سے رشتے کئے اپنے بیٹے کو راجپوتوں میں بیاہا۔

دوم مسلمان اس رشتہ مندی کو اپنے حق میں مضر سمجھے تھے کہ کیا راجپوت محکوم تھے یا اس رشتہ مندی کے سبب سے برابری کا دعویٰ کرنے لگے اور دلیر ہوگئے وہ الٹے راجپوتوں کی معاونت کو اپنی سلطنت کا استحکام نہیں جانتے اور اکبر کی رشتہ مندی کو

پسند نہیں کرتے۔

حکایت رانا راج سنگھ کے دو لڑکے تھے بھیم سنگھ اور جے سنگھ دونوں جڑواں تھے بھیم سنگھ کچھ گھنٹے پہلے پیدا ہوا تھا اسلئے وہی بڑا اور گدی کا حقدار تھا گدی تو اُسی کو ملنی چاہیئے تھی مگر نہ جانے کیا سبب تھا کہ رانا راج سنگھ اُس سے ناخوش رہا کرتا اور اپنے چھوٹے بیٹے جے سنگھ کو گدی دینا چاہتا تھا اس لئے یہ سوچا کہ جے سنگھ کو گدی دینے پر دونوں بھائیوں میں کیسی لڑائی ہوگی۔ بہت سے لوگ بھیم سنگھ کے طرفدار ہو جائیں گے اور آپس کی لڑائی میں ناحق ہزاروں کا خون ہو جائے گا جب رانی کنول کنور نے بہت کچھ اونچا نیچا سمجھایا تو اُس نے سوچا کہ بڑے بیٹے کے ہوتے ہوئے چھوٹے کو گدی دینا بے انصافی ہے گدی بھیم سنگھ ہی کو ملنی چاہیئے یہ سوچ کر اس نے دوسرے دن سویرا ہوتے ہی بھیم سنگھ کو بلوا بھیجا۔ بھیم سنگھ نے دل میں کہا آج یہ نئی بات کیسی۔ آج رانا نے مجھے کیوں بلا بھیجا کیا جے سنگھ کو راج گدی سونپ کر مجھے اسکا غلام بنانا چاہتا ہے جب تک میں ہاتھ میں تلوار پکڑ سکتا ہوں۔ تب تک تو میں جے سنگھ کو گدی پر بیٹھنے نہیں دیتا باپ کی بے انصافی کو سوچا تو اُسے غصہ آگیا دل میں کہنے لگا میں تو نہیں جانے کا۔ پھر خیال کیا چلنے میں حرج ہی کیا ہے چلوں دیکھوں تو وہ کہتے کیا ہیں۔ بھیم سنگھ یہ سوچ کر غصے میں بھرا ہوا اپنے باپ کے پاس آیا مگر جب وہاں آیا تو اُس نے رانا کی کچھ اور ہی حالت پائی اُسکا چہرہ اُترا ہوا تھا اور وہ بھیم سنگھ کی طرف بڑے پیار سے دیکھ رہا تھا رانا کو اس حالت میں دیکھ کر بھیم سنگھ کا غصہ پل بھر میں اُتر گیا اور اپنے باپ کو کڑی کڑی باتیں سنانے کو اُس کا جی نہ چاہا رانا کو بھیم سنگھ کی اس طرح کی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر بڑا اچنبھا ہوا رانا تو سمجھا ہوا تھا کہ بھیم سنگھ آئے گا بھی تو غصے میں کانپتا ہوا آنکھیں لال کئے ہوئے ناک بھوں چڑھائے ہوئے مگر جب دیکھا کہ بھیم سنگھ آکر کھڑا ہو گیا اور اُس نے بڑی نرمی سے جھک کر سلام کیا تو رانا اپنے دل میں بہت پچھتایا۔ شرم کے مارے آنکھیں نیچی کر کے کہا بیٹا بھیم سنگھ اس میٹھی پیاری بولی کو سنکر بھیم سنگھ چونک پڑا اور کانپتی ہوئی آواز سے کہا پتا جی رانا نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا بیٹا میں نے تمھارے ساتھ بڑی بے انصافی کی ہے یہ سنتے ہی بھیم سنگھ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور اس نے سوچا کہ رانا اپنے جی میں سمجھ تو گئے۔

کہ ہم نے بھیم سنگھ کے ساتھ زبردستی کی اُسکا حق اُسی کو دینا چاہئیے وہ پیار کرنے کے
لائق ہے مارے خوشی کے اُسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ رانا نے کہا بیٹا جو ہونا تھا سو ہو گیا
اُسکا کچھ سوچ نہ کرو دم میرے بیٹے ہو تمہارا حق تمہیں کو دونگا راج گدی تمہیں کو ملیگی مگر اس
وقت ایک بات بڑی بے ڈھب آ پڑی جو جیسے سنگھ کی نہیں ہے اور اُسکو نہ ملنی چاہئیے
میرے ہی بڑھا دے سے وہ اپنی سمجھتا ہے اگر اب یکایک وہ راج گدی سے نا اُمید ہو جائے
گا تو ضرور جھگڑا اُٹھائے گا اور اپنے ساتھیوں کو لے راج بھر میں گڑبڑی مچا دیگا ناحق ہزاروں
آدمیوں کا خون ہوگا اس کا بس ایک ہی علاج ہے یہ میری تلوار لو اور جیے سنگھ کی گردن
اوڑا دو۔ ایک کے خون سے ہزاروں کی جان بچ جائیگی میری یہ بات سُن کر کانپو نہیں
انصاف یہی چاہتا ہے انصاف کے سامنے بھائی چور دلڑکا کوئی چیز نہیں بھیم سنگھ چپ کھڑا
ہوا رانا کی باتیں سُن رہا تھا اوس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ رانا نے اپنا دل پتھر کر لیا حق
کے پیچھے اپنے سب سے پیارے بیٹے کی جان سے بھی ہاتھ دھو رہا ہے وہ دل میں اپنے
باپ کی سچائی کی بہت بڑائی کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ میں وہ بات کر دکھاؤنگا کہ جس سے اُس
کے نام پر دھبہ نہ لگے راج سنگھ نے اُسے سناٹے میں کھڑا دیکھ کر کہا بیٹا آگا پیچھا نہ کرو۔ اس
خون میں کچھ حرج نہیں انصاف اور ملک کی بھلائی کے لئے تم یہ کام رہے ہو اگر اس کام
میں کچھ عیب بھی ہے تو میرا ہے نہ کہ تمہارا جاؤ میں حکم دیتا ہوں تم جیے سنگھ کو مار ڈالو بھیم سنگھ نے
رانا کی تلوار اُنکے پیروں کے پاس رکھدی اور ہاتھ جوڑ کر بڑی نرمی سے کہا کہ مہاراج آپنے
میرے ساتھ جو بے انصافی کی تھی اُس کا بدلہ ہو چکا اب میں وہ کام کرونگا جس میں نہ تو
جیے سنگھ کا ایک بوند خون گرے نہ کسی طرح اُسکی بدنامی ہو آپنے تو مجھے راجگدی دے ہی
دی اب میں اپنی خوشی سے جیے سنگھ کو پھر راج گدی کا مالک بنائے دیتا ہوں آج
سے وہی رانا ہوئے شاید یہاں رہنے میں کبھی بھولے سے بھی راجگدی کا لالچ دل میں
آ جائے اس لئے لیجئے میں اسی دم میواڑ کو چھوڑے دیتا ہوں اگر کبھی اپنے وعدے سے
ذرا بھی ٹل جاؤں تو میں اپنے باپ کی عزت کرنا ہی نہیں جانتا۔ بھیم سنگھ نے اتنا کہا اور
رانا کو جواب دینے کا بھی موقع نہ دیا جھٹ اُنکے پیروں کو چھوڑ کر چلتا ہوا۔ اور اُسی

دن اپنے سارے آدمیوں کو ساتھ لیکر راج چھوڑکر چلا گیا
نوٹ اگر یہ حکایت واقعی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بھیم سنگھ عالمگیر کی چڑھائی کا سال ... بوجہ عصبیت
کے اپنے باپ کی مدد کو میواڑ میں آگیا تھا اور اپنے باپ کے مرنے اور صلح کے بعد شہنشاہ کے
پاس چلا گیا اُس ذرہ نواز بادشاہ نے اسکی بیدردی پر خیال نہ کرکے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی
جاگیر دی تھی جس میں اب ایک پرگنہ بنیڑہ میواڑ کے ماتحت باقی رہ گیا ہے بھیم سنگھ کو تین ہزاری
ذات کا منصب پنجہزاری تھا کہ رانا کرن سنگھ کے بھائی ٹوڈہ کے راجہ بھیم ... بیٹے راجہ
رائے سنگھ کے سوا کسی دوسری ریاست کے رشتہ دار کو کبھی نہیں ملا۔

الغرض سمت ۱۷۳۷ مطابق سنہ ۱۶۸۱ء میں گوگونده مقام پر ... وار دن ... کے زہر پینے
سے رانا راج سنگھ دفعتہ گذر گیا کیونکہ اسکی تند مزاجی سے میواڑ کا مسلمانوں سے لڑائی میں
نقصان زیادہ تھا اس ملک کا زرخیز حصہ مغلوں کے زیر سایہ تھا اور وہی انکی تاخت و تاراج
سے پامال اور تباہ ہوتا تھا۔

۶۰ - رانا جے سنگھ دوم

لڑائی کے آخر میں اپنے والد کے گذر جانے سے گدی پر بیٹھا اس نے لڑائی میں ہر طرح کا
نقصان دیکھکر صلح پسند کی ادھر بادشاہ کے بڑے بڑے کاموں میں جیسے کہ مہم دکن بھی ہرج
ہو رہا تھا آخرکار رانا نے شاہزادہ اعظم کی معرفت صلح کی درخواست کی اور بادشاہ نے ان شرائط
پر منظور کی کہ رانا جزیہ کے عوض میں کچھ ملک دیدے اور راجہ اجیت سنگھ بالغ ہوکر جودھپور کی
راجگدی پر بیٹھے اس وقت بادشاہ راجپوتوں سے زیادہ اہم مہم دکن کی سمجھتا تھا اس لئے
اُس نے ان شرائط پر صلح کرلی سوا برس کے بعد یہ جنگ طے ہوئی جس سے ... کے واسطے
میواڑ کی طاقت کو نقصان پہنچا۔ راج سمدر تالاب کے کنارے پر جہاں شاہزادہ اعظم ٹھہرا
ہوا تھا رانا نے آکر آداب سلام کیا اور نذر دکھائی شاہزادہ خرم اور رانا امر سنگھ کی طرح اس
وقت بھی یہ تاکید ہوا دلیر خان اور حسن علیخاں دہنی طرف اور رانا جے سنگھ شاہزادہ اعظم
کے بائیں طرف بیٹھے رانا نے پانسو اشرفی اور اٹھارہ گھوڑے پیش کئے اور شاہزادے
کی طرف سے خلعت پہنایا۔ ہاتھی گھوڑا اور پنجہزاری منصب دیا گیا۔ رانا کے ہمراہیوں

کو سو خلعت چالیس گھوڑے اور کچھ ہتیار ملکر رخصت ہوئی پھر راناجے سنگھ نواب دلیر خاں
سے ملنے گیا۔ جہاں اُس کے لئے نو گھوڑے اور کنور کے واسطے کپڑوں کے تھان اور
جڑاؤ زیور دیا۔

اعظم شاہ نے راناجے سنگھ کے ساتھ بادشاہ سے ایک پوشیدہ عہدنامہ بھی کیا تھا کہ عالمگیر
کے بعد اعظم شاہ کے بادشاہ بنتے ہی رانا مدد دے تو اسکے عوض سات ہزاری منصب ملکر
ایڈر، سروہی، ڈونگرپور اور بانسواڑہ کا علاقہ میواڑ کے ماتحت کردیا جائے گا لیکن عالمگیر کے
مرنے تک نہ جے سنگھ زندہ رہا اور نہ اعظم کی مراد وقت پر پوری ہوئی۔

کرنل ٹاڈ نے اس لڑائی میں بادشاہ کا پہاڑوں کے اندر گھر جانا اور اعظم کا رنتھمبور
بھاگ جانا محض غلط لکھ دیا ہے شاہزادہ یا بادشاہ نہ پہاڑوں میں آئے اور نہ صلح
ہونے سے پیشتر راجپوتانہ کے باہر گئے۔ ہم نے اس معاملے کا صحیح اور درست حال تاریخی
کتابوں اور ان فارسی و ہندی کاغذوں سے لکھا ہے جو بڑی کوشش اور تلاش کے
ساتھ میرے باپ کی شرکت تاریخ نویسی میں ریاست میواڑ میں جمع کئے گئے تھے۔ ایکبار
خانگی جھگڑوں کے سبب راناکے بیٹے امرسنگھ نے اپنی ننہال بوندی سے دس ہزار فوج لے
کر میواڑ کے بہت سے سرداروں سمیت بغاوت اختیار کی رانا مدد مانگنے کو بادشاہ کے پاس
جانا چاہتا تھا لیکن اسکو گوڈواڑ سے جو اب مارواڑ کے شامل ہے بعض خیرخواہ سردار لوٹا
لائے اور باپ بیٹوں میں قول و قرار کے ساتھ صلح کرادی تین لاکھ سالانہ آمدنی کا پرگنہ
راج نگر کنور کو جاگیر میں ملنے سے امن ہوا جے سنگھ سمت ۱۷۵۵ مطابق ۱۶۹۹ء میں اٹھارہ
برس راج کرنے کے بعد گذر گیا۔

وقائع راجپوتانہ میں لکھا ہے کہ جے سنگھ عیاش اور آرام طلب ہو گیا تھا اُس کے
کل زمانے میں نزاع خانگی ہوتی رہی۔

۶۱۔ مہارانا امرسنگھ دوم

سمت ۱۷۵۵ مطابق ۱۶۹۹ء میں گدی پر بیٹھا اس نے ڈونگرپور اور بانسواڑہ وغیرہ
کے رئیسوں کو کبھی چین نہ لینے دیا۔ یہ شکایتیں سنکر عالمگیر اکثر ناراض رہتا تھا۔ وہ بہت

تک بادشاہی طرف سے ٹیکہ کا سامان اور خلعت وصول نہ ہوا جس کے لیے پچاس ہزار روپیہ اسدخاں وزیر کو دینا پڑا۔ ایکبار رانا نے ڈونگرپور کا علاقہ لوٹ کر قدیمی دستور کے موافق زبردستی نذرانہ بھی وصول کرلیا جسکی تحقیقات کو بادشاہی طرف سے اسدخاں وزیر کا بھائی بہرہ مند خاں بخشی موقع پر بھیجا گیا لیکن اُس نے رعایت سے ڈونگرپور والوں کی پیش قدمی ظاہر کرکے بادشاہ کو خاموش کیا۔ سُجان سنگھ وغیرہ راٹھوروں کے ساتھ بھی جو بادشاہ کے حکم سے پُرد و مانڈل کے جاگیردار تھے اور جن کی اولاد اب اجمیر کے علاقے جونیاں وغیرہ میں باقی رہ گئی ہے میواڑ والوں کی ہمیشہ تکرار ہوتی رہی لیکن اسدخاں وزیر جو رشوت کھاکر دوست بن گیا تھا ہر موقع پر نرمی سے فیصلہ کرادیتا۔

سمت ۱۷۶۳ مطابق ۱۷۰۷ء میں عالمگیر دکن سے ہندوستان کو آتا ہوا احمدنگر مقام پر گذر گیا اُسکے بعد شاہزادوں میں سے اعظم شاہ بڑے بھائی بہادر شاہ سے لڑکر مارا گیا۔ بہادر شاہ تخت نشین ہوکر چھوٹے بھائی کام بخش کے مقابلے کو دکن کیطرف روانہ ہوا اُس کے ہمراہیوں میں سے مہاراجہ اجیت سنگھ تو اس وجہ سے کہ اُس نے عالمگیر کے مرنے پر جودھپور لے لیا تھا اور پھر بادشاہی خالصے میں ہوگیا تھا اور راجہ جے سنگھ اس سبب سے کہ شاہزادوں کی لڑائی میں وہ اعظم شاہ کا شریک تھا اور اُسکا وطن آنبیر ضبطی میں آگیا تھا علاقہ مالوہ سے میواڑ میں بھاگ آئے جہاں انھوں نے بادشاہ کی مخالفت میں اتفاق کیا اس موقع پر اقرار ہوا کہ راٹھوڑ و کچھواہے بادشاہوں کو بیٹی دینا چھوڑ دیں تو اودے پور والے اُنکے ساتھ رشتہ داری جو رانا پرتاب سنگھ کے وقت سے چھوٹ گئی ہے پھر جاری کریں اور دوسرے راجہ اودیپور کی بیٹی کو جو انھیں بیاہی جائے سب رانیوں سے درجہ میں بڑا اور اسکی اولاد کو بغیر لحاظ عمر کے گدی کا حقدار سمجھیں۔ اس کا نتیجہ خلاف امید نکلا راجہ اجیت سنگھ نے اقرار نامے کے بعد لالچ سے فرخ سیر بادشاہ کو بیٹی بیاہ دی اور سوائی جے سنگھ نے مادھو سنگھ کو جو اودیپور والوں کی لڑکی سے پیدا ہوا تھا محروم رکھ کر ایشری سنگھ کو ولیعہد قرار دیا جس کی بابت لڑائی اختیار کرکے میواڑ نے اپنے کئی پرگنے کھودیے اور مرہٹوں کو آپس کے بگاڑ سے راجپوتانے میں دخل کا موقع ملگیا۔

سمت ۱۷۶۵ مطابق ۱۷۰۸ء میں بہادر شاہ دوبارہ راجپوتانے کی طرف آیا کیونکہ
جے پور اور جودہپور کو راجپوتوں نے اپنے قبضے میں کرلیا تھا جب بادشاہ اجمیر میں آیا تو اُس نے
اودیپور و جودہپور کی طرف افواج بھیجیں کہ ملک و مال کو پائمال اور اطفال و عیال کو قید
کریں سیر حاصل آبادیوں اور زراعت کو خراب کریں جب اس فوج نے کوچ کیا تو راجپوت
خواب غفلت سے بیدار ہوئے۔ وکیلوں کو درمیان میں ڈال کر خان خانان منعظم خاں بہادر
کی معرفت اپنی تقصیرات کو معاف کرایا اس زمانے میں سکھوں نے پنجاب میں تاخت و
تاراج شروع کی تھی اور آٹھ نو مہینے کے عرصے میں دارالخلافت شاہجہان آباد سے
دو تین منزل تک اور سواد دارالسلطنت لاہور میں تمام مشہور قصبات و معمورے
سکھوں کی تاخت و تاراج سے پامال اور ویران ہوئے اور بیشمار آدمی مرے اور ایک
خلقت کو سکھوں نے برباد کیا اور بزرگوں کی قبروں اور مزاروں کا نشان نہ چھوڑا سو دو
سو ہندو مسلمان جو سکھ گرفتار کرتے انکو یک جا بٹھا کر قتل کرتے کیونکہ سکھ ہندوؤں سے
بھی الگ ہیں وہ مورتی پوجک نہیں ہیں وہ ہندوؤں کے اوتاروں کو بھی نہیں مانتے
اور شرادھ وغیرہ کے بھی قائل نہیں ہیں وہ چوٹی جنیو وغیرہ بھی نہیں رکھتے وہ ویدوں
شاستروں کو بھی نہیں مانتے۔ انکا طریقہ شادی بھی ہندوؤں سے بالکل الگ تھلگ
ہے انکی قومیت اور دینی مذہب بھی بالکل جدا ہے کیونکہ جہاں ہندو بت پرست ہیں
وہاں سکھ توحید پرست گوردواروں کو جو مورتیوں سے پاک صاف کیا جاتا ہے اس
سے بھی عیاں ہے کہ سکھ مذہباً ہندو نہیں ہیں۔ پس بادشاہ نے سکھوں کا فساد مٹانے
کی غرض سے راجپوتوں کی بعض شرائط کو جو اس کو پسند نہ تھیں بتقاضائے وقت منظور
کرلیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ راجہ جے سنگھ و راجہ اجیت سنگھ اور رانائے اودیپور کے اور
دوسرے راجپوتوں کے وکیل سر سواری ملازمت کریں اور خلعت ملازمت و رخصت
اُسی روز پہن کر بادشاہ کے کوچ کے بعد سر انجام سفر کرکے بادشاہ کے پاس پہنچ جائیں
تمام با نام و نشان راجپوتوں کے تیس چالیس ہزار سواروں کی جمعیت لے کر محلہ بنا کے اور
اپنے ہاتھوں کو رومال سے باندھ کے سر سواری ملازمت کی اور عطائے خلعت و اسپ

فیل سے مظفر اور خوش ہوئے۔ راجپوتوں کا حال ہم نے خافی خاں کی تاریخ سے نقل کیا ہے ٹاڈ راجستان اور انگریزی تواریخ میں معلوم نہیں کہ کس استناد پر یہ لکھا ہے کہ جس وقت کام بخش سے بہادر شاہ لڑنے کے لئے جانے لگا ہے تو رانا امر سنگھ والی اودیپور نے ایک مخفی عہد نامہ کر لیا جس کی شرائط ٹاڈ راجستان میں یہ لکھی ہیں۔

اول۔ شاہ جہاں کے زمانے میں جو ریاست چتوڑ کی حدود تھی وہ دوبارہ قائم ہو۔

دوم۔ گائے کشی ممنوع ہو۔

سوم۔ شاہ جہاں کے زمانے میں جو اضلاع رانا پاس تھے وہ سب بدستور اسکو دئے جائیں

چہارم۔ ساری مذہبی رسوم وعبادت میں وہی آزادی حاصل ہو جو اکبر کے عہد میں تھی

پنجم۔ رانا جس شخص کو برطرف و خارج کریگا تو بادشاہ اس پر مہربانی نہیں کریگا۔

ششم۔ دکن کی خدمت کے لئے جو رانا سے سپاہ لی جاتی تھی وہ نہ لی جائے۔

رانا نے ان شرائط کو پیش کیا اور بہادر شاہ نے قبول کیا اور کہا کہ خدا کے فضل سے ان میں کبھی انحراف نہیں ہوگا۔

مارواڑ کے راجہ اجیت سنگھ سے انہیں شرائط پر عہد و پیمان ہوئے مگر امداد کے لئے فوج دینے کی شرط قائم رہی۔ جے پور کے راجہ جے سنگھ پر بڑی کڑی کڑی شرطیں لگائیں۔ اور اسکی وجہ تھی کہ اگرچہ اس راجہ نے خودمختاری کا دعوے نہیں کیا تھا مگر بہادر شاہ کی مخالفت میں اعظم شاہ سے موافق ہو گیا تھا چنانچہ اسکی دارالسلطنت میں سپاہیوں کا ایک بڑا گروہ متعین کیا اور راجہ کی امدادی فوج کی حکمرانی اس سے متعلق ہوئی جو بادشاہی فوج کے ہمراہ گئی تھی نیز معلوم ہوتا ہے کہ اسکی خاص ریاست میں تمام اختیارات کا ضبط کیا تھا۔ جبکہ یورش کے زمانے میں بادشاہی فوج نربدا پہنچی تو اجیت سنگھ اور جے سنگھ دونوں اپنی اپنی فوجیں لیکر الگ ہو گئے اور اپنے اپنے گھر چلے گئے اور بہادر شاہ کے مخالف ہو گئے جب بہادر شاہ نے کام بخش کا قصہ تمام کیا تو اس نے ان راجاؤں کے اتفاق توڑنے کا قصد کیا۔ راجپوتوں کی مملکت میں اب تک وہ نہ پہنچا تھا کہ ناگاہ یہ خبر پہنچی کہ سکھوں نے سرہند پر قبضہ کیا اور پنجاب کا ایسا حال تھا کہ اس کو راجپوتوں کے مقدمے کی تدابیر مجوزہ کی تعمیل

تکمیل کی فرصت نہ تھی بہادر شاہ نے اس سبب سے راجپوتوں سے آشتی چاہی۔ مگر راجپوتوں کی قریبی چالوں کا کھٹکا مانع و مزاحم ہوا چنانچہ وہ خود نہ گیا بلکہ اپنے بیٹے عظیم الشان کو دونوں راجاؤں سے ملاقات کے لئے ایک مقام معین پر روانہ کیا جو بادشاہی فوج کے ساتھ ہو اور تھا یہ راجہ اپنی فوجوں سمیت آئے غرضکہ ساری درخواستیں راجپوتوں کی منظور ہوئیں صلح سنہ ۱۱۲۱ ہجری مطابق سنہ ۱۷۰۹ء میں ہوئی۔

بہادر شاہ نے امر سنگھ کو رانا کی جگہ مہارانا کا خطاب بخشا اور پانچ برس کے قریب حکومت کر کے مر گیا اس کے بعد جہاندار شاہ جو میواڑ سے دوستی رکھتا تھا بادشاہ بنا اور اس وقت سے سلطنت مغرور ہو کر سرداروں کا زور و اختیار بہت بڑھ گیا۔

سمت ۱۷۶۷ مطابق سنہ ۱۷۱۰ء میں مہارانا امر سنگھ دوم جو ایک سندر شخص تھا بارہ برس راج کر کے مر گیا

۶۳۔ مہارانا سنگرام سنگھ دوم

سمت ۱۷۶۷ مطابق سنہ ۱۷۱۰ء میں اپنے والد کے بعد گدی پر بیٹھا اس کے سامنے تھا یہ سلطنت جو قریب قریب بالکل ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی ابتر ہونے لگی اور اطراف ممالک کے رئیس شاہی ملک پر قبضہ جما کر خود مختاری کا دم بھرنے لگے بہادر شاہ کے پیچھے جہاندار نے تخت پر قدم رکھا جسکو فرخ سیر نے سید عبداللہ خاں اور حسین علیخاں سادات بارہ کی مدد سے قتل کیا۔ سیدوں نے فرخ سیر کو بادشاہ بنایا جو سیدوں کے سامنے کچھ اختیار نہیں رکھتا تھا اور نا آزمودہ کار جوان تھا۔ سیدوں کی رائے پر چلتا تھا قسمت سے تاج تخت سلطنت مل گیا تھا خاندان تیموریہ کا جوہر شجاعت تھا وہ اسکے خلاف جبن ذاتی رکھتا تھا۔ صاحب غرض کی سخن کی تہہ تک نہ پہنچتا تھا آخرکار اپنے رفیق سیدوں کے ہاتھ سے مارا گیا بعد اسکے شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات کو سیدوں نے بادشاہ بنایا۔ تین ماہ دس روز کے بعد اس نے انتقال کیا۔ سیدوں نے اب رفیع الدولہ ملقب بہ شاہ جہان ثانی کو تخت سلطنت پر بٹھایا یہ دونوں امور فرمانروائی میں اصلا اختیار نہیں رکھتے تھے بلکہ تصویر کا حکم رکھتے تھے کہ تخت پر بطور طلسم کے تشبیہ کر دی تھی اور اسکے دور میں

سیدوں کے آدمی منصوب تھے تین مہینے چند روز یہ بھی سلطنت کر کے گذر گیا جب رفیع الدولہ کا آفتاب حیات غروب ہوا تو روشن اختر محمد شاہ کو نیا بادشاہ بنایا اس نے سعادت خاں برہان الملک اور آصف جاہ نظام الملک وغیرہ کی مدد سے سیدوں کو تباہ کیا لیکن وہ خود عیاشی اور کم عقلی سے ملک کو نہ سنبھال سکا اسکے وقت میں نادر شاہ ایرانی سلطنت کو مغلوب کر کے کئی کروڑ روپے کا جواہرات، نقد جنس اور تخت طاؤس لے گیا اس تخت میں بیش قیمت جواہر دو بی پچاس ہزار مثقال قیمتی اسی لاکھ روپے کے لگے تھے اور ایک لاکھ تولہ سونا قیمتی چودہ لاکھ روپیہ کا کام میں آیا تھا یہ تخت سات سال میں تیار ہوا تھا اور ایک کروڑ روپیہ اس میں صرف پڑا تھا۔

اس بادشاہ کے عہد میں شہنشاہیت برائے نام رہ گئی برہان الملک نے اودھ کا صوبہ دبا لیا۔ جہاں اسکی اولاد میں شجاع الدولہ آصف الدولہ اور واجد علی شاہ وغیرہ ۱۸۵۶ء تک حکومت کرتے رہے۔ حیدرآباد دکن کے علاقے پر نظام الملک نے خود مختار ریاست قائم کی جہاں پر اس وقت تک اسکی اولاد قابض چلی آتی ہے بنگال بہار اور ملک اور مدراس وغیرہ میں دوسرے کئی سردار خود صوبے بن بیٹھے تھے جو شروع انگریزی عہد میں لڑائیاں کرکے برباد ہوگئے۔ دکن گجرات اور مالوہ وغیرہ میں مرہٹوں نے بڑی قوت پیدا کر لی تھی۔ جن کے ہاتھوں میں سے بڑودہ۔ گوالیار۔ اندور وغیرہ کئی ریاستیں قائم رہ گئی ہیں۔

آگرے کی طرف بہت سے گاؤں راجہ جے سنگھ اور بھرت پور والوں نے دبا کر اپنی ریاست میں شامل کئے اور گجرات کا بہت سا علاقہ راجہ اجیت سنگھ نے مارواڑ میں داخل کیا۔ اس طرح ہندوستان کی شاہنشاہی محمد شاہ کے عہد میں ابتر ہوتی لیکن میواڑ کا وقت بھی فساد پھیلانے کے خیال سے فائدہ اٹھانے کو مستعد رہا صرف پرگنات پور اور مانڈل وغیرہ جو بادشاہی طرف سے رنباز خاں وغیرہ میواتیوں کو جاگیر میں دیئے گئے تھے ان لوگوں کو غارت کرکے واپس لئے۔

سمت ۱۷۹۰ مطابق ۱۷۳۴ء میں مہارانا سنگرام سنگھ تیس برس راج کرکے گذر گیا۔

اُس نے اپنے چار بیٹے چھوڑے بڑے کنور جگت سنگھ کو ریاست میواڑ دوسرے ناتھ جی
کو جہاگیر باگور تیسرے باگھ جی کو کرجالی اور چوتھے ارجن سنگھ کو سیوری ملی اس زمانے کے
بعد کسی کی اولاد نہیں پھیلی کئی پیڑھی کے بعد ریاست میں اولاد نہ ہونیکے سبب
مہارانا سنگرام سنگھ کی نسل ہی میں سے حقدار تجویز ہوکر اب تک گدی پر بٹھائے گئے۔

۶۳۔ مہارانا جگت سنگھ دوم

سمت ۱۷۹۰ مطابق ۱۷۳۴ء میں اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا۔ اسکے زمانے سے میواڑ
میں مرہٹوں کی مداخلت شروع ہوئی اور انھوں نے میواڑ کو بہت ستانا شروع کیا۔
اور رہا سہا ملک بھی کم ہوکر اس میں کوئی پہلا سا طاقت کا سامان باقی نہ رہا۔ دہلی کی سلطنت
ضعیف دیکھکر اکثر راجاؤں نے میواڑ کے علاقے میں ہرڑہ مقام پر دوبارہ مہارانا جگت سنگھ
سے عہد کیا کہ اب مغلوں کو کوئی بیٹی نہ دیگا۔ آپس میں ہم سے رشتہ داری جاری کریں تاکہ سب
ملکر راجپوتانے کی خود مختاری پر تیار رہیں۔ اس کارروائی میں کچھ کامیابی نہ ہوئی کیونکہ
جے پور اور جودھپور والے خود کو اودے پور کے برابر سمجھنے لگے تھے جس سے ایک کی ماتحتی پسند
نہ ہوکر سب ارادے ناتمام رہ گئے۔ وقائع راجپوتانہ میں لکھا ہے کہ جگت سنگھ عیش و عشرت
کے سبب سے حکومت کے لائق نہ تھا اسکے زمانے میں راج کو بہت جلد زوال ہوا اول
بھائیوں میں عناد ہونے سے سرداران ریاست باہم فساد میں مصروف رہے دوسرے
مرہٹے روز بروز زبردست ہوتے جاتے تھے مالوہ و گجرات پر قابض ہوگئے تھے بادشاہ کی معاودت
کے بعد محمد شاہ بادشاہ دہلی نے انکو چوتھ یعنی آمدنی ملک کی چہارم دیدی تھی اور انھوں
نے ماتحت سمجھکر راجپوتانے کی ریاستوں سے وصول کی چنانچہ ۱۷۳۶ء میں باجی راؤ
پیشوا اور مہارانا کے درمیان عہدنامہ ہوا اسکے بموجب ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ
خراج میواڑ سے پیشوا کو ادا ہونا قرار پایا

مہاراجہ سوائی جے سنگھ والی جے پور نے مہارانا سنگرام سنگھ کی بہن سے اس شرط
پر شادی کی تھی کہ اودے پور کی لڑکی سے جو بیٹا پیدا ہو دیگر رانیوں کی اولاد کلاں سے بھی
فائق متصور ہوکر مسند نشین ہو۔ اسی حال میں [illegible] شرط مذکور [illegible] پسر کلاں ایشری سنگھ

کی شادی راوت سلومر کی دختر کے ساتھ کی کہ سلومر کا راوت اودیپور کے بھائی بیٹوں میں سب سے زیادہ زبردست اور راج کی فوج کا موروثی سپہ سالار تھا۔ سنہ ۱۷۴۳ء میں مہاراجہ سوائی جے سنگھ کے انتقال پر اسکا بڑا بیٹا ایشری سنگھ مسندنشین ہوا۔ اور مادھو سنگھ جو اودیپور کے مہارانا کا بھانجا تھا محروم رہا۔ اس پر مہارانا جگت سنگھ نے اپنے رشتہ دار کا حق اقرار نامے کے موافق دلانے کے لئے لڑائی کی اور ایشری سنگھ نے سیندھیا سے استعانت چاہی ۱۷۴۷ء میں لڑائی ہوئی اس میں بوجہ سازش راوت سلومر اور عدم مستعدی اپنی فوج کے مہارانا نے شکست پائی جسکا عوض لینے کو مہارانا نے مدد کے لئے چونسٹھ لاکھ روپیہ فوج خرچ دینا منظور کر کے ہلکر کو بلایا ایشری سنگھ نے ہتک عزت کے خیال سے زہر کھا کر جان دی اور مادھو سنگھ کے راج پانے کی خاطر چونسٹھ لاکھ روپے کا خسارہ مہارانا نے پایا۔ اور بعوض اس روپے کے اپنا ایک پرگنہ رامپورہ ہلکر کو حوالے کیا۔ اس طرح مرہٹوں کی دست اندازی نے روز بروز زیادہ ہو کر میواڑ کو پریشان کر دیا اور راجپوتوں میں ایسی نااتفاقی اور بے اعتباری پیدا ہوئی کہ ہر معاملے کے تصفیے کے لئے ہلکر اور سیندھیا کو بلانے لگے۔

اسکے بعد سمت ۱۸۰۸ مطابق ۱۷۵۱ء میں مہارانا جگت سنگھ اٹھارہ برس کے قریب راج کر کے گذر گیا۔

اس مہارانا نے چھتیس لاکھ روپیہ پچھولا تالاب کی درستی پر صرف کر کے تالاب کے اندر ٹیکری پر دوسرا محل جگنواس نام تعمیر کرایا جو اب تک موجود ہے

۴۳۔ مہارانا پرتاب سنگھ دوم

سمت ۱۸۰۸ مطابق ۱۷۵۲ء میں مسندنشین ہو کر تیسرے برس فوت ہو گیا۔ اسکے وقت میں مرہٹوں نے جو مالوہ اور گجرات میں پھیل گئے تھے میواڑ پر حملہ کر کے کئی بار روپیہ وصول کیا۔

اوّل سیواجی دوم سلکوجی اخیر میں رگناتھ اور ایک دوسرے کے بعد حملہ آور ہوئے تھے۔

۶۵۔ مہارانا راج سنگھ دوم

سمت ۱۸۱۰ مطابق ۱۷۵۴ء میں راج پاکر سات برس تک تکلیف و دقت سے اپنا وقت پورا کرتا رہا۔ اسکے عہد حکومت میں مرہٹوں کے حملوں اور ادائے فوج خرچ کی زیر باری سے ریاست ایسی مفلس اور نادار ہو گئی۔ کہ رئیس مارواڑ کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنیکے واسطے ایک برہمن سے جو خراج پر مامور تھا روپیہ قرض لینے کی ضرورت ہوئی۔ اور اُسکے نوجوان لاولد گذرنے پر اُس کا چچا ارسی ریاست کا مالک مانا گیا۔

۶۶۔ مہارانا ارسی سوم

سمت ۱۸۱۷ مطابق ۱۷۶۱ء میں گدّی پر بیٹھا اس کے وقت میں ایسے جھگڑے پیش آئے کہ میواڑ میں سے کئی پرگنے نکل کر سیندھیا ہلکر اور راٹھوڑوں کے قبضے میں چلے گئے جو اب تک واپس نہیں مل سکے ڈونگرپور اور بانسواڑہ کے رئیسوں نے نذر اور تحفے دینا موقوف کر دیا جو رانا امر سنگھ دوسرے کے عہد سے جاری ہوا تھا۔ ایک مؤرخ کہتا ہے کہ یہ مہارانا ایسا تندمزاج تھا اور سرداروں کے ساتھ ایسی سختی اور بے دردی سے پیش آتا تھا کہ اُسکی بدکرداری سے ریاست پر بڑی مصیبتیں نازل ہوئیں۔ یہاں تک کہ سلومبر بیجولیہ۔ آمیٹ اور بدنور کے سوا باقی سب سردار ایک رتن سنگھ دعویدار کے ساتھ باغی بن گئے جو مہارانا راج سنگھ کا بیٹا کہلا کر راج لینا چاہتا تھا۔ یہ راج سنگھ کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا۔ باغیوں نے روپیہ کا لالچ دیکر مادھو راؤ سیندھیا کو اپنی مدد پر بلایا۔ سمت ۱۸۲۵ مطابق ۱۷۶۹ء میں لڑائی ہونے پر مہارانا کی فوج نے سیندھیا اور دوسرے باغیوں کو میدان جنگ سے مار کر اجین پر ہٹا دیا لیکن مرہٹوں کی تازہ مدد آ جانے سے میواڑ والوں نے شکست پائی۔ سلومبر راؤ پہاڑ سنگھ اور شاہپورہ راجہ امید سنگھ مقابلے میں مارے گئے بنیڑے کا راجہ رائے سنگھ زخمی ہوا اور ظالم سنگھ جھالا (جو کوٹہ سے نکالے جانے کے بعد یہاں آکر نوکر ہو گیا تھا اور جسکے پوتے مدن سنگھ کو سرکار انگریزی کی مدد سے کوٹہ کا تہائی علاقہ مل کر ریاست جھالراپاٹن کی بنیاد پڑی) اس لڑائی میں مرہٹوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ باغیوں نے سیندھیا کو لا کر اودیپور کا محاصرہ کرایا۔ اس موقع پر ایک شخص امرچند کا مدار نے

ایک گھاٹی پر مقابلے کی نظر سے بڑی توپ چڑھا کر سندھی سپاہیوں کو جو اچھوت جاگیرداروں
کی بغاوت کے سبب نوکر رکھے گئے تھے لڑائی پر برانگیختہ کیا۔ سندھیوں کے جوش سے
سیندھیا دیگر صلح پر راضی ہو گیا اور شہر کے ہزاروں آدمیوں کی آبرو بچی۔ اس
خیر خواہی میں سندھیوں کو جاگیر کے علاوہ اُنکے افسر اعلیٰ عادل بیگ کو اُن سرداروں کی
برابر درجہ دیا گیا جو مہارانا کے سامنے بیٹھتے ہیں۔ سیندھیا کو چونسٹھ لاکھ روپے کے قریب
فوج خرچ دینا ٹھہرا۔ اُس میں سے تینتیس ۳۳ لاکھ روپیہ زیور اور سامان وغیرہ بیچکر نقد دیا
گیا اور باقی روپے کے عوض نیمچ۔ جاود۔ موروں اور جیرن اُسکے پاس رہن کئے گئے
جو کئی بار کوشش کرنے پر اب تک واپس نہیں مل سکے۔ مرہٹوں کے دوسرے افسر
ہلکر نے بھی جو خود مختار ہو بیٹھا تھا سنہ [illegible]ع میں نیباہیڑہ والوں کو لوٹ مار کی دھمکی دیکر پرگنہ نیباہیڑہ
لے لیا۔ جو کچھ عرصے کے بعد اُسکے ماتحت افسر نواب امیر خاں کی جاگیر میں شمار ہو کر سرکار
انگریزی کی منظوری سے ریاست ٹونک سے متعلق کر دیا گیا۔ تیسرا علاقہ گوڈواڑہ جو میواڑ
کی مغربی شمالی طرف اراولی پہاڑ کے نیچے پھیلا ہوا ہے باغیوں کے قبضے میں آجانے کے
اندیشے سے تین ہزار سواروں کی مدد حاضر رکھنے کے اقرار پر جودھپور کے مہاراجہ بجے سنگھ کو
حفاظت کے لئے دیا گیا تھا۔ وہ بھی باوجود اقرار پر عمل نہ کرنے کے واپس نہیں ملا۔

سمت ۱۸۲۹ مطابق ۱۷۷۲ع میں مہارانا ارسی ایک سرحدی فیصلے کے ارادے سے
راؤ راجہ بوندی کی درخواست پر میواڑ کے مشرقی علاقے میں شکار کھیلنے گیا جہاں بوندی
کے ولیعہد نے تندخوئی و ظلم کی پاداش میں (جیسا کہ وقائع راجپوتانہ میں ہے) بعض سرداران
اودیپور کی ملاوٹ سے جو مہارانا کے جانی دشمن بن گئے تھے مہارانا کی چھاتی میں برچھا
مار کر اُسکا کام تمام کیا۔ سردار وہاں سے کسی قدر لڑکر مارے گئے اور اکثر کم ہمتی سے بھاگ
چلے آئے۔ غرض لینے پر کچھ توجہ نہ کی۔ اس مہارانا کے عہد میں ہمیشہ ملکی اور خانگی فساد
رہنے سے علاقہ تباہ ہوا۔

۹۷۔ مہارانا ہمیر سنگھ دوم

اپنے والد کے فوت ہو جانے کے بعد سمت ۱۸۲۹ مطابق ۱۷۷۲ع میں مسند نشین ہوا۔ بقول

وقائع راجپوتانہ میں بھی ایسا ہی بدنصیب ہوا اسکے عہد میں میواڑ کی تباہی کمال کو پہنچی۔ کل سرزمین مرہٹوں کے پیروں میں تھی اور ہر ایک خفیف حملہ آور شور و شر کرنے لگا مفسدہ اور حملہ آوری تو اتر ہوتی رہی اور اگرچہ دیوان امرچند کی کوشش سے اسکی حیات میں فسادوں کا تھوڑا بہت انسداد ہوتا رہا۔ مگر اسکے انتقال پر بدنظمی انتہا کو پہنچی اور زوال رسیدہ ریاست میں سے سات اضلاع اور بھی جاتے رہے۔ امرچند کی نسبت ایسا لکھا ہے کہ اگرچہ سالہا سال میواڑ کا اصل مالک وہی رہا مگر وقت وفات اسکی تجہیز و تکفین کے واسطے بھی روپیہ میسر نہ آیا۔

مہارانا کی کم عمری کے سبب اوسکی والدہ ریاست کے اکثر کاروبار سنبھالتی رہی لیکن امرچند کا اسکے زیادہ اختیارات سے مہارانی کو ناراضگی رہی۔ اور وہ آخر بے قدری کے ساتھ مر گیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کفن کو بھی روپیہ پاس نہ نکلا۔ سمت ۱۸۳۱ مطابق ۱۷۷۴ء میں عام سرکشی کے ساتھ جاگیرداروں نے بغاوت کر کے بہت سے گاؤں خالصہ میں سے دبا لئے۔ رانا بھیم کی والدہ نے باوجودیکہ سلطنت کے حالات سے کامل تجربہ پا چکی تھی اس پر مطلق خیال نہ کر کے باغیوں کی سرکوبی کے واسطے سیندھیا سے مدد طلب کی۔ جس نے دبائے ہوئے گاؤں واپس دلا کر بارہ لاکھ روپیہ باغی سرداروں سے جرمانے کے طور پر وصول کیا اور خالصہ سے فوج خرچ میں چھ لاکھ سالانہ آمدنی کے پرگنے رتن گڑھ سنگولی اور کھیڑی اپنے قبضے میں کر لئے اور ارینا اور بھیچوا اور جوبتھ اور ندومی ہلکر کو دیدئے۔ اس طرح کئی بار جو علاقہ میواڑ سے نکل کر غیروں کے قبضے میں گیا اسکی سالانہ آمدنی اٹھائیس لاکھ روپے کی تھی اور اس وقت تک مرہٹوں نے میواڑ سے ایک کروڑ اکیاسی لاکھ روپیہ نقد لیا تھا۔

یہ سب خانگی فساد اور مرہٹوں کے دخل کا طفیل ہے بادشاہی فوج کے مقابلے پر تمام سردار ریاست کے شریک حال رہتے تھے اور صلح ہو جانے پر کھویا ہوا ملک بھی واپس مل جاتا تھا۔ اس وقت میں بقول کرنل ٹاڈ سرداروں نے خود ہی سے فتور اٹھا کر خود غیروں کو بلایا اور ہر معاملے میں اپنا سرپنچ بنایا۔ مرہٹوں نے اپنی غارتگری کی عادت سے

موافق رعایا کو ستایا اور جہاں تک ہوسکا خالصے کا ملک دبایا اس ابتری کی حالت میں مہارانا بھیم سنگھ نے نام کے لئے چھ برس حکومت کرکے سترہ برس کی عمر میں انتقال کیا اور اپنے چھوٹے بھائی بھیم سنگھ کو وارث چھوڑا۔

۶۸ - مہارانا بھیم سنگھ دوم

سمت ۱۸۳۴ مطابق ۱۷۷۸ء میں جبکہ اسکی نو برس کی عمر تھی گدی پر بیٹھا۔ اسکے پچاس سال عہد میں بڑے تغیرات اور خرابیاں پیش آئیں۔ سرداروں کے بگاڑ اور مرہٹوں کی لوٹ مار کے سوا ایک نئی آفت پنڈاروں کی پیدا ہوئی۔ اور ہندوستان کی سلطنت مغلوں کی تباہی کے بعد ایک نئی فرنگستانی قوم یعنی انگریزوں کے قبضے میں آنے سے کچھ امن کی صورت ظاہر ہوئی۔

سمت ۱۸۴۴ مطابق ۱۷۸۸ء میں مرہٹوں کو پریشان پاکر میواڑ کے عام راجپوتوں نے ریاست کی خیرخواہی پر کمر ہمت باندھی جاوذ وغیرہ مقامات سے مرہٹوں کو نکال دیا اور سرداروں نے بھی انکے تحت سے اپنا علاقہ خلاص کیا لیکن جب راجپوتوں کی بھیٹر نیمچ کے قریب ہرکیا کھال ندی پر بڑھی تو ہلکر کی فوج جو اہلیہ بائی کے حکم میں تھی سیندھیا سے ملکر راجپوتوں کے مقابل ہوئی مہارانا کی فوج پر سخت حملہ ہوا اور اُسنے شکست پائی۔ بہت سے راجپوت قید و قتل ہوئے اور واپس لئے ہوئے مقامات ہاتھ سے جاتے رہے۔ چونڈاوت لوگ اپنی سرکشی کے سبب اس لڑائی میں شریک نہ تھے اُن میں اور سکتاوتوں میں جو فساد ہوتا رہا اُس سے ملک اور بھی تباہ ہوا۔ رعایا اور سوداگروں نے امن نہ رہنے کے سبب اپنے کام چھوڑ دیئے مہارانا کو کسی کی حمایت کی طاقت نہ ہونے کے سبب دوسروں سے مدد مانگنی پڑی۔ چونڈاوتوں کی بغاوت کا زور توڑنے کے لئے مہارانا نے ظالم سنگھ جھالا کی صلاح سے جو سکتاوتوں کی موافقت کے سبب میواڑ میں آیا تھا سیندھیا کو مدد پر بلایا وہ خوشی کے ساتھ حاضر ہو گیا چتوڑ سے او دیپور تک تمام عمدہ علاقہ جو چونڈاوتوں یعنی سلومبر والوں وغیرہ نے دبا کر اکثر اُس میں سے سندھی سپاہیوں کو جاگیر میں دیدیا تھا مرہٹوں کی مدد سے واپس لیا گیا لیکن سلومبر کے راوت بھیم سنگھ نے سیندھیا سے ملکر

اپنے دشمن ظالم سنگھ کو میواڑ سے نکلوا دیا۔ اس طرح تھوڑے دن امن رہ کر پھر ملک پر
تباہی آئی کیونکہ مرہٹے روپے کے لالچی اور لوٹ مار کے عادی تھے جدھر پلہ بھاری پایا
اُدھر ہی جھک گئے کبھی چونڈاوتوں کا مددہ مقام سلومبر دبا لیا۔ کوٹڑا بڑھ چھین لیا اور کبھی بھینڈر
کے سکتاوتوں سے کئی لاکھ جرمانہ وصول کیا لٹیروں کے زور سے امیر و غریب تمام لوگوں
میں مفلسی پھیل گئی اخیر میں مہارانا اودیپور سرگروہ راجگان ہنود کے افلاس و بیکسی کی
یہ نوبت پہنچی کہ ظالم سنگھ منتظم کوٹہ دس ہزار روپیہ ماہوار دیتا تھا تب رفع الوقتی ہوتی تھی
اس ذلت پر جو اُسی کے سردار و جاگیردار طعن و تشنیع کرتے تھے اُن میں سے جو زیادہ زبردست
تھے اپنے اپنے قلعوں کو چلے گئے اور اپنی جاگیروں کی حفاظت میں مصروف ہوئے۔ جیسا
کہ وقائع راجپوتانہ میں مذکور ہے۔ اتفاق سے سیندھیا اور ہلکر میں جو مرہٹوں کے ہاتھ
پاؤں تھے لڑائی ہو گئی۔ ہلکر شکست کھا کر رعایا کی بدقسمتی سے میواڑ میں آیا اُسے جلدی
کے سبب اودے پور میں پہنچنا تو نصیب نہ ہوا لیکن اُس نے ناتھ دوارے کے مقام پر
پجاریوں سے پچاس ہزار روپے لئے گوسوامی جی ناتھ دوارے سے بھاگ گیا تھا دوسرے
پجاریوں سے یہ روپیہ وصول کیا اور کانکڑولی سے چھتیس ہزار روپے لئے جیسا کہ فارسی
زبان کے امیر نامہ مؤلفہ بساول لال متخلص بہ شاداں سے ثابت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ
تین لاکھ روپیہ ناتھ دوارے کے پجاریوں وغیرہ سے اس حیلے کے ساتھ کہ کرشن دیوتا
کی کم توجہی سے مجھے شکست ملی ہے ڈنڈ کے طور وصول کر لیا۔ مقام کوٹھاریہ کا چوہان جاگیردار
شری کرشن کی مورت کو لوٹ مار کے اندیشے سے اودے پور پہنچا کر واپس جاتا ہوا ہلکر کے آدمیوں
کے مقابلے پر مارا گیا۔ ہلکر بنیڑہ اور شاہ پورہ سے روپیہ لیتا ہوا اجمیر پہنچا۔ جہاں اُس نے
ناتھ دوارے سے وصول کیا ہوا سامان حضرت خواجہ معین الدین علیہ الرحمۃ کی درگاہ میں
نذر کر دیا۔ اسکے بعد سیندھیا نے اودیپور کے پاس ڈیرہ آجمایا۔ مہارانا کا خانگی اسباب
زیور بکوا کر تین لاکھ روپیہ نقد لیا اور سرداروں رعایا سے مال و سامان جو کچھ ہوسکا وصول کیا
جب سیندھیا اپنا مطلب نکالکر علیحدہ ہوا تو ہلکر بھی دوبارہ میواڑ میں آیا۔ بھینڈر کو تباہ کر کے
دو لاکھ روپیہ جرمانہ اور بدنور ولاوہ سے کچھ کم لیکر ریاست سے چالیس لاکھ کا مطالبہ کیا جس؛

میں سے محل اور شہر والوں کی زیور بیچ کر بارہ لاکھ روپیہ نقد حوالے کیا گیا اور باقی کے لئے
ضمانت دیکر ٹالا گیا۔ امباجی وزیر سیندھیا نے ملک میواڑ کو مرہٹوں میں بانٹ لینے کی صلاح
دی لیکن ہلکر اس بات پر رضامند نہ ہوا کہ ایک قدیم اور شریف خاندان کا بگاڑنا جسکی شاخ
میں ہونے کو مرہٹوں نے فخر جانا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

اسکے بعد سیندھیا اور ہلکر نے اتفاق کر کے انگریزوں سے مقابلہ کیا اور شکست
پانے سے انکا زور کم ہو گیا۔ امید تھی کہ اسکے بعد اودیپور کے حق میں کچھ بہتری ہو مگر لارڈ کارنوالس
کی تدبیر عدم مداخلت سے اودیپور اور راجپوتانہ کی دیگر ریاستیں بدستور سیندھیا۔ ہلکر
امیر خاں اور پنڈاروں کی جولانگاہ تاخت و تاراج ہیں۔

مہارانا کی دختر کشن کمار کی نسبت کا ہولناک واقعہ جس نے راجپوتانے پر آفت برپا کر دی

مہارانا کی دختر کشن کمار حسن میں مشہور تھی مہاراجہ بھیم سنگھ والی جودھپور اوس
پر عاشق ہوا اور اسکے ساتھ اسکی نسبت بھی ہو گئی مگر ۱۸۰۳ء میں مہاراجہ بھیم سنگھ مر گیا
اور بجائے اسکے مان سنگھ جودھپور کا مالک ہوا۔ بشمول ریاست کے اس نے کشن کمار کے
اور دلہن میں بھی وراثت کا دعوے کیا اور ابھی سوال و جواب جاری تھے اور مہارانا نے
مان سنگھ کے ساتھ نسبت کو منظور کر لیا تھا کہ اسی عرصے میں گھانے راؤ کے جاگیردار کشور سنگھ
کو مان سنگھ نے نکال دیا یہ شخص مہارانا سے رشتہ داری رکھتا تھا اور اگلے زمانے میں
مقام مذکور کو مہارانا کے بزرگوں نے علاقہ اودیپور سے علیحدہ کر کے بطور جہیز کے کشور سنگھ
کے بزرگوں کو دیا تھا۔ مان سنگھ اور کشور سنگھ میں مخالفت پیدا ہوئی تھی اسلئے اس نے
کشور سنگھ کو اس جگہ سے نکال دیا۔ مہارانا بھیم سنگھ مان سنگھ سے بہت آزردہ ہوا
اور اپنی بیٹی کی نسبت کی بات چیت مہاراجہ جگت سنگھ والی جیپور سے شروع کر دی اور
بیان کیا کہ مان سنگھ کے ساتھ ہمکو رشتہ داری منظور نہیں ہے ... آدمیوں

کو بھیجکر گھاٹے کا انتظام کر دو تاکہ حریف دخل نہ حاصل کرلے مہارانا نے اس لڑکی کی تصویر
بھی بھیجی تھی جگت سنگھ اس لڑکی کے حسن و جمال اور تناسب اعضا کی تعریف تو یوں ہی
سُن رہا تھا تصویر دیکھکر اور بھی دالہ و شیدا ہوگیا۔ اور اپنے داروغہ خوشحال سنگھ کو
اس کام کے انتظام کے لئے تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ بھیجا۔ جس نے گھاٹے کا بندوبست
کرلیا جب مان سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے دولت راو سیندھیا کو جو اُس زمانے میں
اودے پور کے علاقے میں مقیم تھا اس ماجرے سے اطلاع دی۔ اور مدد چاہی چنانچہ سیندھیا
نے اودے پور کو کوچ کیا اور خوشحال سنگھ داروغہ کو یہاں سے نکالدیا اور گھاٹے کو جے پور والوں
کے ہاتھ سے خالی کرالیا۔ جگت سنگھ اس لڑکی کی مواصلت کا دل سے خواہاں تھا اُس نے
اس ارادے سے دست برداری نہ کی اور اپنے مصاحب رتن لال کو دوبارہ ایک
جماعت کے ساتھ سیندھیا کی روانگی کے بعد اودے پور کو بھیجا۔ مان سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو
اُس نے پوکرن علاقہ جودھپور کے ایک سردار سوائی سنگھ کو جو اُسکا رشتہ دار تھا طلب کر کے
اس امر میں مشورہ کیا سوائی سنگھ در پردہ مان سنگھ سے عناد رکھتا تھا اور اُسکی بربادی کے درپے
تھا اُس نے خیال کیا کہ مان سنگھ کو بھڑکا کر لڑا دو مارا جائے تو اپنی اُمید بر آئے اس لئے صلاح
دی کہ ایسے معاملات میں رئیسوں کو جنگ کر کے عزت و ناموس کی حفاظت کرنا چاہئے کیونکہ نہایت
بدنامی کی بات ہے کہ ایک ریاست کی منگیتر دوسری ریاست میں چلی جائے اور اُسکو اتنا آمادہ
کیا اور اپنی رفاقت اور مدد کا بھروسہ دلایا کہ وہ لشکر کشی پر تیار ہوگیا اور لشکر کے ساتھ تیزی سے
کوچ کر کے پچاس کوس چلکر پیشکر کے پاس مقام کیا اور اپنے بخشی اندراج کو ایک جماعت کے
ساتھ بھیجا کہ وہ جے پور کے آدمیوں کو روکے۔ چنانچہ بخشی مذکور شاہپورہ پہنچکر جے پور کے آدمیوں
سے متعرض ہوا اور کہا کہ اودے پور کا ارادہ ترک کر کے جے پور کو لوٹ جاؤ اسی میں بہتری ہے
ورنہ لڑائی کے لئے آمادہ ہو جاؤ جے پور والوں میں رائے رتن لال دانا آدمی تھا اوس نے
یہاں لڑنا مناسب نہ جانا اور اپنی جمعیت کو لے کر جے پور کو الٹا چلا گیا اور آپ داسطے مداخلت
ہلکر کے کہ جو نواب امیر خاں کے اتفاق سے مالپورہ علاقہ جے پور میں پہنچ گیا تھا اور اپنی فوج کو ہم
دارہ کے مقام پر جو وہاں سے ایک منزل ہے چھوڑ کر آپ جریدہ ہزار دو ہزار سواروں

کے ساتھ اپنے متعلقین کو جودھپور سے بلانے کے ارادے سے جس شخص وہاں لاہور جانے
وقت چھوڑ گیا تھا پشکر میں آیا۔ ہلکر نے راجہ مان سنگھ سے ملاقات کر کے اپنے اہل و عیال
کو جودھپور سے بلالیا اس عرصے میں رائے رتن لال شاہ پورے سے وہاں پہنچ گیا۔ اور
ہلکر اور مان سنگھ سے ملا اور اس نے یہ مناسب سمجھا کہ دونوں ریاستوں کا معاملہ اغیار کے
ذریعے سے فیصل ہونے سے یہ بہتر ہے کہ باہمی سمجھوتہ ہو جائے چنانچہ مان سنگھ سے تحریک الفت
کی اور یہ بات قرار پائی کہ اودے پور کی منگنی سے دونوں راجے دست بردار ہو جائیں اور
راجہ مان سنگھ کی بیٹی تو جگت سنگھ سے منسوب ہو اور راجہ جگت سنگھ کی ہمشیرہ مان سنگھ سے
منسوب ہو جائے اس عرصے میں نواب امیر خاں جے پور پہنچ گیا تھا اور وہاں کے معاملے
کے سوال و جواب درست کر کے اور اپنی سپاہ کو وہاں چھوڑ کر چیدہ ہزار سوار کے ساتھ
خود پشکر کی طرف چلا اور جلد یہاں پہنچ گیا اور ہلکر سے ملاقات کی۔ مان سنگھ وہاں مقیم تھا اس
نے نواب امیر خاں کی آمد کا حال سن کر استدعا کی کہ نواب سے میری ملاقات کرا دی جائے
ہلکر نے مان سنگھ کا اشتیاق ملاقات نواب امیر خاں سے بیان کیا نواب نے کہا کہ اگر مان سنگھ
میرا استقبال کر کے تعظیم کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھے تو مضائقہ نہیں ورنہ تمہاری ملاقات کی
طرح منظور نہیں کہ ملاقات کے وقت آدمیوں کے ہجوم کے سبب سے پگڑی بھی تمہارے سر
سے گر گئی تھی اور تعظیم کے مراسم اچھی طرح ادا نہ ہوئے ہلکر نے خیال کیا کہ اگر ملاقات امیر خاں
کی مان سنگھ سے مجھ سے بڑھ کر تعظیم و توقیر کے ساتھ ہوئی تو اس میں میرا ہتک ہے اس لیے
دونوں کا ملنا دل سے گوارا نہ ہوا اور حکمت عملی کے ساتھ مان سنگھ سے تو یہ کہہ دیا کہ نواب امیر خاں
کی سپاہ کو تنخواہ وصول نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ اس میں جھگڑا رہتا ہے اور پٹھان لوگ
کسی کے حکم کے تابع رہتے نہیں مبادا ملاقات کے وقت کوئی ایسا جھگڑا کھڑا ہو جائے جس
کا رفع کرنا دشوار ہو۔ اس وجہ سے بالفعل ملاقات ضرور نہیں آگے کو دیکھا جائے گا۔ جبکہ
میں عزت [illegible] چاہتا ہوں اور مجھ میں اور امیر خاں میں مغائرت نہیں تو امیر خاں کے نہ ملنے
میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور امیر خاں سے یہ بات بنائی کہ مان سنگھ کو تمہاری استدعا کے
موافق منظور نہیں۔ امیر خاں نے کہا کہ میں فضل الٰہی سے سلطنت کا ارادہ رکھتا ہوں پس جس

طرح میں چاہتا ہوں اسی طرح تلوار کے زور سے ملاقات کرونگا۔ ہلکر نے رائے رتن لال
سے معاملہ بظاہر دس لاکھ روپے پر فیصل کیا اور راجہ مان سنگھ کی اعانت نہ کرنے پر در پردہ
دس لاکھ نذرانہ مقرر کر کے کہا کہ جب میں ضلع جے پور سے نکلکر کوٹے جاؤنگا۔ نذرانہ لونگا۔ اور
نواب امیر خاں سے کہا کہ تم روپیہ وصول کرنے کو جے پور کو جاؤ۔ امیر خاں نے آکر جے پور کے
قریب ڈیرہ کیا۔ مصاحبان راج بہرہ یاب ملاقات ہوئے اپنے آقا سے ملنے کے پیام دئیے۔
امیر خاں نے کہا کہ اگر استقبال تعظیم اچھی طرح کریں تو مضائقہ نہیں جگت سنگھ نے پہلے کچھ عذر و انکار
کیا۔ آخر راضی ہوا گھاٹ دروازے تک استقبال کر کے بکمال تعظیم نواب سے ملا۔ نواب نے
چند روز قیام کر کے نشان دہی زر کی پختگی کی اور پرگنہ ٹونک دو لاکھ کے عوض ایک سال کو
سپرد کارپردازان جے پور کیا اور روپیہ وصول کرنے کے لئے رائے ہمت رائے کو چھوڑا۔ پھر
جے پور سے نواب شیرگڑھ آیا اور ہلکر کو ماجرائے معاملہ سنا کر اجمیر چلا گیا چند روز کے بعد متعلقوں کو
شیرگڑھ پہنچانے کے لئے ہلکر سے رخصت لینے گیا اور صلاحاً ہلکر سے کہا کہ بعد وصول معاملہ جیپور
کھانڈے راؤ کو سپاہ سے چھڑا کر مان سنگھ کے شامل حال رہو اُس نے وقت روانگی لاہور انگریزوں
سے اندیشہ نہ کیا تمہارے متعلقوں کو پناہ دی ہلکر شیرگڑھ تک [illegible] مان سنگھ رتن لال سے
نذرانہ مقرر کر چکا تھا گھبرایا اقبال اور صلاح سے پہلو تہی کر کے بولا سپاہ کے ہاتھوں تنگ
ہوں میرا ایک دن یہاں ٹھہرنا دشوار ہے نواب امیر خاں نے بہت سمجھایا ہلکر نے نہ مانا
آخر ہلکر نے رتن لال سے معاملے کے دس لاکھ کی نشان دہی لیکر نذرانے کے دس لاکھ
وصول کرنیکو کوچ کرنے کا عزم کیا کھانڈے راؤ کو چھڑانے کے لئے سپاہ کے مواجب دینے
میں مصروف ہوا۔ لاکھ روپے دیکر امیر خاں کو رخصت کیا۔ مان سنگھ اپنے پانسو سوار ساتھ
ہلکر اسکے پاس چھوڑ کر کہ منشا داخل فوج سے امن میں رہیں ہلکر سے جدا ہو کر جودھپور چلا گیا۔ ہلکر
مع سواران مذکور بہر یارے آیا نہ رہتا ملک جے پور اہل لشکر کو دیکر کھانڈے راؤ کو چھڑا لیا۔
کارپردازان جے پور نے جو دیکھا کہ مان سنگھ کے سوار ہلکر کے ساتھ ہیں غلط فہمی سے سمجھے
کہ ہلکر ادھر سے جودھپور جاتا ہے تاکہ مہارانا کی بیٹی کو بزور لیکر سواروں کے ساتھ مان سنگھ کے
پاس بھیجدے اسلئے بدظن ہو کر میر محمد مخدوم حیدر آبادی۔ واحد خاں۔ شیخ خدا بخش

میر صدرالدین سارنگپوری۔ میر مردان علی۔ نواب جہان خاں وغیرہ سرداران فوج ہلکر کو کہ وقت مصالحت ہلکر و انگریزان آزردہ خاطر ہو گئے تھے اور اپنے مواجب پاکر ہلکر سے جدا ہو چکے تھے کارپردازان جے پور نے اپنا شریک حال کر لیا اُدھر سوائی سنگھ رئیس پوہکرن اور صورت سنگھ رئیس بیکانیر موقع پاکر فرط عناد سے مان سنگھ کے درپے ہوئے بولے مصالحت میں مسادات ہوگی اس میں ہماری کسر شان ہے منسوب کا چھوڑ دینا راجپوتوں کی مرجات کے خلاف ہے آخر ان دونوں نے لکھا کہ مان سنگھ کا بھتیجا دھونکل سنگھ ہم سے متوافق ہے اُسے مسند نشیں اور مان سنگھ کو معزول کریں۔
اب جگت سنگھ نے جودھپور پر لشکر کشی کا ارادہ کیا مہتاب رائے اور محمد غفور خاں کو واسطہ جائے معاونت نواب امیر خاں کے پاس بھیجا وکلائے جیپور شیو پوری میں آکر نواب سے ملے۔ نواب نے ان سے مقدمہ معاونت فیصل کر کے جگت سنگھ سے درستی کرنے کے لیے بخت رائے کو اُنکے ہمراہ کر دیا خود نواب امیر خاں وہاں سے کوچ کر کے مع متعلقان شیرگڈھ گیا۔ راج رانا ظالم سنگھ سے ملاقات ہوئی مہینہ وہاں رہا نواب نے متعلقوں کو شیرگڈھ میں چھوڑ کر کوچ کیا کوٹے سے ایک کوس دور خیمہ زن ہوا اس مقام میں چھپا بھاؤ سردار علاقہ ہلکر نواب امیر خاں سے بمبالغہ سماجت اعانت خواہ مان سنگھ ہوا جیت مل منشی راجہ مذکور بھی آیا اور کہا کہ اگر آپ جگت سنگھ کی کمک سے پہلو تہی کر کے مان سنگھ کی مدد کریں تو بہت سا نقد روپیہ اور کئی لاکھ کا ملک آپ کو نذرانہ دیگا جواب دیا کہ میں وکلائے جگت سنگھ سے اقرار مدد کر چکا ہوں نقض عہد نہ کرونگا وکیل جودھپور مایوس لوٹے ہلکر نے بھی سمجھایا مگر امیر خاں نے نہ مانا۔
رائے چند دیوان راج جے پور نے جگت سنگھ کو بافسوں و افسانہ فریفتہ کر کے شادی کیلئے اودیپور جانے اور مان سنگھ کو مغلوب کرنے پر آمادہ کر لیا یہ سوچ کر کہ جگت سنگھ ابھی طفل ناتجربہ کار ہے اسکے ہاں مجھے ہر طرح کا اختیار ہے مان سنگھ کے عزل اور دھونکل سنگھ کے جزو سال کے نصب سے حسب حال ہیں کہ رئیس بیکانیر و پوہکرن مجھ سے موافق ہیں اُس ریاست میں بھی میرا اقتدار ہو جائے گا اودیپور میں جگت سنگھ کی شادی ہو جانے سے میواڑ کا بھی مختار ہو جاؤں گا چنانچہ راجہ جے پور نے بالشکر عظیم بعزم جودھپور مع منصبداران کی فوج خاص و سرداران علاقہ جلو

وسوائی سنگھ و صورت سنگھ و بالارائو سردار سینہ صیا سواران حیدرآبادی ہمراہی ہلکر اور
فوج نواب امیر خاں سب تین لاکھ سوار و پیادہ ہمرکاب تھے امیر خاں بھی سانبھر سے اپنے
لشکر میں آگیا وا تا رام گڑھ سے کہ قریب معسکر جے پور تھا جوپال در جواب ملاقات ہوئے
آخر دونوں امرا سوار ہوئے دو کوس وہ آئے اسی قدر یہ گئے اور بیچ میں ہاتھیوں
پر ملاقات ہوئی۔ جگت سنگھ نے امیر خاں کو اپنے ساتھ لیجا کر بتکریم دلنوازی اپنے ڈیرے کے
پاس ایک ڈیرے میں اتارا شب کو رقص و سرود کی مجلس میں بلایا اعزاز و توقیر کے بعد مستدعی
امداد ہوا امیر خاں نے کہا کہ میں تمھاری نوکری تو کرتا نہیں ہاں اس شرط سے کہ جنگ و صلح
کچھ میری صلاح کے بغیر نہ کر دیں تمہارا شریک حال ہوں جگت سنگھ نے مان لیا امیر خاں
رخصت ہو کر اپنے ڈیرے میں آیا مان سنگھ بھی ملازمان و سرداران جودھپور سے
ساٹھ ہزار سوار و پیادہ لئے ہوئے پربت سر پر آگیا جگت سنگھ نے اس مقام سے کوچ کیا نواب
امیر خاں کو بھی کوچ کے لئے کہا لیکن جمشید خاں۔ عمر خاں۔ کرم علی خاں رسالدار جو اس وقت
امیر پر دھرنا دیتے تھے کوچ پر راضی نہ ہوئے امیر خاں کو بھی نہ چھوڑا امیر خاں ناچار اپنے دیگر
رسالداروں کو جگت سنگھ کے ساتھ کر دیا تمام لشکر پربت سر پہنچا ہنوز مقابلہ نہ ہوا تھا کہ
امیر خاں بھی دھرنے والوں کو راضی کر کے جا پہنچے مقابلہ ہوا سرج راؤ گھاٹگیہ جگت سنگھ کی
طرف سے پیشتر جودھپور گیا ہوا تھا جب اوس نے پالی وغیرہ اضلاع جودھپور کو غارت
کیا مان سنگھ نے رسالہ چالوری اپنے دلسوز متعینہ کو گھاٹگیہ کے تدارک پر بھیجا عین جنگ
میں رئیس بیکانیر و پوہکرن کے اشارے سے راٹھوروں نے طرح دی گھاٹگیہ سے مل گئے
مان سنگھ کو پربت سر میں یہ خبر پہنچی۔ تاب جنگ نہ رہی دو چار ہزار آدمیوں سے جودھپور
کو لوٹ گیا جگت سنگھ نے فتحیاب ہو کر خیمہ وغیرہ سامان پر قبضہ کیا۔ ماہی مراتب نقرئی
ہودج پالکی خاص سواری مان سنگھ یہ زیب نواب امیر خاں کے ہاتھ لگیں امیر خاں
بامیائے جگت سنگھ متعاقب گیا لکھڑی میں کہ مابین پربت سر و میرتہ ہے سرکارے
نے خبر دی کہ مان سنگھ میرتہ میں مقیم ہے مگر جلدی عازم جودھپور ہے نواب نے کہا کہ
مان سنگھ رئیس معزز ہے اسکو زیادہ دبانے میں ہمارے صرف ہم پر عائد ہوتی ہے۔

جانے دو جگت سنگھ کو لکھا کہ مان سنگھ میرتہ میں آمادہ کوچ ہے میں یہاں تک تعاقب
آیا گھوڑے تھک گئے ہیں میں آگے نہیں جا سکتا اب کیا صلاح ہے میرے نزدیک
مناسب یہ ہے کہ تم فوج خاص و راجہ بیکانیر و پوکرن کے سوا سب کو جدا کرو تا کہ خرچ کم ہو
جودھپور کے بندوبست کو اتنی فوج کافی ہے پھر یا خود جودھپور جاؤ اور مجھے معاملہ شادی
کی درستی کو اودے پور بھیجو یا تم اودے پور کا قصد کرو جگت سنگھ کو یہ صلاح پسند نہ آئی کہا میں
نے جو یہ فوج جمع کی ہے اور روپیہ صرف کرتا ہوں کچھ تماشے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم لوٹ
کر میرے پاس آ جاؤ۔ امیر خاں لوٹ آئے بخشی شیو لال جو مقدمۃ الجیش کے چالیس
پچاس ہزار آدمی لیکر سنبل پور تک گیا تھا راٹھوروں کا زعفرانی پوشاک پہن کر جان بازی
پر آمادہ ہونا سنکر ڈر اپنے آقا سے کمک خواہ ہوا جگت سنگھ نے امیر خاں کو مدد کے لئے بھیجا
جو بخشی سے ملکر کوچ کرکے جودھپور پہنچا مان سنگھ محصور رہا۔ جگت سنگھ ضلع مارواڑ میں
تھانے بٹھاتا ہوا جودھپور پر آیا شہر کا محاصرہ کیا باغ میں میرتہ دروازے فوج خاص کو
اتارا اور تالاب اکھیے راج کی طرف لشکر امیر خاں کو۔ شیخاوتوں اور سوائی سنگھ کی فوج
کو اُدھر جانب۔ غرضکہ ناگور میرتہ اور بہت سے مارواڑ کے ان مقامات پر جگت سنگھ
نے قبضہ کیا بخشی شیو لال کو چالیس پچاس ہزار سوار و پیادہ سے پھلودی پر مقرر کیا جب
شہر جودھپور و جالور و قلعہ سیوانا کے سوا مان سنگھ کے قبضے میں کچھ باقی نہ رہا۔ آٹھ دن محصور
ہوتے گذرے۔ بخشی اندر راج سنگھی۔ شیو ناتھ سنگھ رئیس کچامن۔ سرداران میرتہ۔
سلطان سنگھ ٹھاکر بیناج۔ کیسری سنگھ۔ بختاور سنگھ آہوہ والا وغیرہ رفیقان مان سنگھ
نے کہا کہ اس وقت میں دشمن زبردست ہے ایک دو دن میں شہر فتح کرے گا ہر طرح
کے نقصان کے ساتھ ہمیشہ بدنامی رہیگی ہم جگت سنگھ سے ترک آشتی کرتے ہیں شاید
کچھ کام نکلے۔ تم قلعہ میں جمے رہو مان سنگھ نے اس خیال سے کہ مبادا نہ ماننے کی صورت
میں اور راٹھوروں کی طرح یہ بھی دشمن ہو جائیں جواب دیا کہ تم جو مناسب سمجھو کرو۔
سنگھی اندر راج وغیرہ نے پیام دیا۔ کہ اگر ہم سے کچھ تعرض نہ کرو تو ہم نکل جائیں جگت سنگھ
نے قبول کیا۔ اندر راج وغیرہ نے شہر سے نکلکر متصل فوج جگت سنگھ ڈیرہ کیا۔

مان سنگھ شہر چھوڑ کر قلعہ بند ہوا جگت سنگھ نے شہر پر قبضہ کر کے قلعہ پر مورچے جمائے۔ اکثر
مکانات شہر کو توپوں سے مسمار کر کے قلعہ کو نقب سے اوڑانا چاہا لیکن قلعہ کے استحکام
نے یہ تدبیر چلنے نہ دی بخشی اندر راج نے دو ہزار آدمیوں سے اجمیر کی جانب پہاڑ میں جا کر
آمد و رفت اہل لشکر جے پور قریب پشکر بند کی۔ مان سنگھ نے غلامی خاں کو جو پہلے امیر خاں
کی طرف سے وکالۃً ہلکر کے پاس رہتا تھا اور ان دنوں کسی معاملے کی گفتگو میں ہلکر کی طرف
سے جودھپور آیا ہوا تھا امیر خاں کے پاس بھیجا اور مدد چاہی امیر خاں نے صاف انکار کیا
اس عرصے میں باپو سیندھیا۔ اباجی انگلیا اور جان بپتیس فرنگی سرداران علاقہ سیندھیا
کہ جگت سنگھ کے بلائے آئے تھے مالوے سے میرٹے میں آ گئے۔ اباجی کے سوا
سب حسب ایمائے جگت سنگھ تحصیل میرٹہ میں مصروف ہوئے وہ جودھپور آ کر مشیروں
میں داخل ہوا دولت راؤ سیندھیا نے اباجی سے کہہ دیا تھا کہ نواب امیر خاں عالی
ہمت ہے راجستان میں اسکا دخل اچھا نہیں تو اُسے اُکھیڑ دینا اس لئے اباجی نے
آتے ہی رائے چند دیوان جے پور سے کہا کہ تم نے امیر خاں کو رفیق بنایا ہے یہ عالی ہمت
آدمی فرصت پا کر تمہاری ریاست برباد کر دیگا ہلکر نے مان سنگھ کا کب ساتھ دیا باوجودیکہ
اُسکے متعلقوں کو سخت وقت میں پناہ دی تھی تم امیر خاں سے احسان کر کے کیا فائدہ
پاؤگے یہ اور ہلکر ایک ہیں رئیس پوکرن اور دیوان وغیرہ نے جواب دیا کہ امیر خاں لڑ کے
ہیں ہم سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ امیر خاں نے یہ ماجرا سنکر ہمت رائے اور مہتاب رائے
کو رائے چند دیوان کے پاس بھیجا کہ تم اور اباجی اور سوائی سنگھ اپنے کو دانا سمجھتے ہو سوائی سنگھ
نے تو بہت آدمیوں کو تباہ کیا ہے تم یا خود تباہ ہو جاؤ گے یا اس غرّے میں اوروں کو
تباہ کر دو گے مگر یاد رکھو کہ زبردست کے سامنے عقل بیکار ہے دیوان نے مخجل ہو کر کہا کہ میں
نے وہ بات ہنسی میں کہی تھی رائے مذکور نے کہا کہ نواب نے بھی دل لگی کی ہے دیوان
چپ ہو رہا۔ اباجی کے آتے ہی امیر خاں کا پانچ ہزار روپیہ یومیہ بند ہو گیا ہمراہیان امیر خاں
تنخواہ خواہ ہوئے۔ دھرناد یا امیر خاں نے روپیہ طلب کیا نہ ملا چند روز ادھر ادھر پھر ایا
یک ماہہ مواجب کسی سے وصول کرنے کو بتا کر دیر پر وہ اُسے منع کر دیا۔ ہمراہیان امیر خاں

سے غدر کیا بعد تشدید تھا منڈا امیر خاں کو کوٹھے سے گرا دیا اوپر سے تھپوار کا ایک پتھر سے
امیر خاں کا پاؤں زخمی ہوا بڑی تکلیف ہوئی ناچار امیر خاں نے رائے ہمت رائے اور
لالہ مہتاب رائے کو دیوان کے پاس بھیجا۔ پیام دیا کہ اس وقت فوج کے دھرنے سے
میں بہت تنگ ہوں جو کچھ ہو سکے بھیجو دو اس غدر سے نجات پاؤں کوئی تنخواہ ابھی نہ ملا باقی
حاصل یہ ضروری کام ہیں ہم دوست تھا اس نے یہاں تک دیوان کو بہکایا کہ امیر خاں کا
دلی دشمن بنایا۔ امیر خاں تنگ ہو کر چلے یا عسکر سے کوچ کر کے بسواری پالکی مع فوج بسلپور
کو کر جانب جے پور ایک منزل سے آیا راجہ جگت سنگھ نے لالہ مہتاب رائے کو بھیجا۔ کہ
امیر خاں کا اطمینان کر کے لوٹا لائے کہہ دیا کہ انکے لوٹ کر آتے ہی خرچ کا بندوبست
ہو جائے گا امیر خاں فوج کو وہیں چھوڑ کر تین سو سواروں سے زخم پا کے سبب پالکی میں
جودھپور لوٹ آیا عسکر جگت سنگھ سے دو کوس پر ڈیرا کیا مگر دھرنے والوں سے منفرد
ملا۔ جب دھرنے والوں نے سختی مفید نہ سمجھی رام پوریہ اور آفریدی دونوں گروہوں نے
اپنے اپنے دو دو آدمی دھرنے پر مقرر کر کے پیچھا چھڑایا یہ کہ ہتھیار جو کچھ پاؤ گے بالمناصفہ تقسیم کر لیا کریں
گے امیر خاں پالکی پر سوار ہو کر راجہ سے ملنے چلا جگت سنگھ نے اپنے ڈیرے کے پاس ایک
راوٹی امیر خاں کے لئے کھڑی کروائی جس طرح پہلے بڑا خیمہ نصیب ہوا تھا رقص و سرود اسباب
خوشی موجود تھے اب اس طرح سے کچھ نہ تھا امیر خاں راوٹی میں آیا ہمراہیوں سے کہا دیکھو
تمہاری عنایت سے ہم اس درجے کو پہنچے سب ہمراہی منفعل ہوئے بولے ہم دھرنے سے دستبردار
ہوتے ہیں حضور کی ہتک عزت ہم کو گوارا نہیں جب تک کوئی آمد نہ دیکھیں گے ہم تنخواہ طلب نہ
کریں گے اب ہمارا جینا مرنا سب سرکار کی خوشی کے ساتھ ہے امیر خاں نے رائے ہمت رائے
کی زبانی رائے چند دیوان وغیرہ کو کہلا بھیجا کہ ان دنوں کچھ تھوڑا ہی روپیہ دیدو تو دفع الوقتی
ہو جائے کسی نے نہ سنا بدفعات امیر خاں کی طرف سے یہی پیام پہنچا۔ ایک دن
چار پانسو روپے بھی مانگے کمبختوں نے جواب تک نہ دیا۔ ایک روز سب ہمراہیوں کو فاقہ
ہوا۔ اتفاقاً یہ معاملہ مان سنگھ نے سنا اس نے غلامی خاں کو رقعہ خاص دیکر ایلچی کیا پیام دیا
کہ جگت سنگھ اور سوائی سنگھ کے ہاتھوں جو میری خرابی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے آپ سے

مخفی نہیں۔ ملک میرے قبضے سے نکل گیا حریف نے قلعے پر زور چڑھائے ہیں اگر اس وقت
آپ کوئی سلوک دوستانہ میرے ساتھ کریں تو میں ہمیشہ ممنون احسان رہوں گا امیر خاں
چونکہ جگت سنگھ سے بےحد کبیدہ ہوگیا تھا اس لئے غلامی خاں کے ساتھ اپنے ہرکاروں کے
جماعہ مان سنگھ کو مہاراجہ مان سنگھ کے پاس بھیجا پوچھا کہ اس وقت میں ساتھ دینے پر تم کیا
عوض کر دوگے والی مارواڑ سخت مضطر تھا اس پیام سے خوش ہوا اس نے اپنے ہاتھ سے
امیر خاں کو لکھا کہ چار لاکھ پچاس ہزار روپیہ ماہوار حق اعانت سوائے تنخواہ پلٹنوں کے دیتا
رہوں گا اور سالانہ چار لاکھ روپے آمدنی کی جاگیر باورچی خانے کے مصارف کے لئے
دیگر تلنے کے پٹہ پر سند لکھ دوں گا۔ امیر خاں نے یہ رقعہ اپنے پاس رکھا اور یہ کہلا بھیجا
کہ اچھا اب میں یہاں سے علیحدہ ہوتا ہوں جو کر دوں گا تم دیکھ لو گے تم سنگھی اندر راج کو جو
اجمیر کی طرف پہاڑوں میں ہے لکھ بھیجو کہ فلاں شخص آتا ہے اسے رفاقت میں لو راجہ
نے قبول کیا۔ سنگھی کو لکھ بھیجا اتفاقاً سرجے راؤ گھاٹگیہ دولت راؤ سیندھیا کا جسکو انباجی
کے نفاق سے جگت سنگھ برطرف کر چکا تھا اپنی فوج میواڑ میں چھوڑ کر سوال و جواب کے
لئے وہاں آیا یہ شخص انباجی کا دشمن جان تھا امیر خاں نے دشمن کے دشمن کو دوست
جان کر رفاقت میں لیا اور پالکی میں بیٹھ کر چلا اور جگت سنگھ کے ڈیرے کے مقابل کھڑے
ہو کر کہلا بھیجا کہ میں حق معاہدہ ادا کر چکا ہوں۔ اس وقت تک امداد میں مجھ سے تقصیر
تقاعد نہ ہوا تم نے نقض عہد میں کوشش کی بے مروتی کی داد دی خبردار اب تم کو مجھ
سے کچھ سروکار نہیں نہ یہاں درمیان اور یہ جو تم میری جان کے دشمن ہوگئے ہو بفضل الٰہی
میرا کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر کچھ حوصلہ ہو اس وقت میں تین سو آدمیوں سے تمہارے
لشکر میں ہوں۔ تمہارے ساتھ تین لاکھ آدمی ہیں آؤ حوصلے نکالو دیکھو کتنے ہو اور
تو میں چلا۔ جگت سنگھ یہ بات سنکر گھبرایا بر سر عذر آیا۔ خوشحال سنگھ داروغہ کو بھیج کر سمجھایا
بلایا۔ امیر خاں نے اسکی بات کو معتبر نہ جانا نہ مانا۔ بالاتفاق سرجے راؤ کوچ کر کے اپنے لشکر
میں ٹینبل کو آگیا آگے کو کوچ کیا سنگھی اندر راج بھی بہ حکم آقا مع دو ہزار سوار سے آملا۔
امیر خاں میرٹھ کے قریب پہنچ گیا۔ شیو لال چالیس پچاس ہزار سوار و پیادہ فوج سے

امیر خاں کے لشکر سے دس کوس پر آ گیا اپاجی نے باپو سیندھیا اور جان بتیس کو لکھا کہ امیر خاں کے تدارک کے لئے بخشی کا ساتھ دیں باپو سیندھیا امیر خاں سے غائبانہ مل گیا تھا اور لنسے سنگی اندر راج نے بھی تسلی دیکر امیر خاں کا جانب دار کر لیا تھا یہ قرار پایا کہ صبح کو بالاتفاق یہاں سے کوچ کرکے شیولال سے مقابل ہوں یہ خبر ڈاک کے ہرکاروں نے جگت سنگھ تک پہنچائی۔ رائے چند وغیرہ مقصد آگاہ ہوئے گھبرائے۔ اپاجی نے سوائی سنگھ کو بلا کر مطلع کیا پھر دونوں سانڈنی پر سوار ہوئے صبح سے پہلے باپو سیندھیا کے پاس آ گئے اور اسکو سمجھایا اور دولت راؤ سیندھیا کی خفگی سے ڈرایا آخر وہ امیر خاں کے معاہدے سے منحرف ہو کر ان کا ہم نوا ہو گیا امیر خاں صبح کو یہ سنکر باپو سیندھیا کے پاس آیا اس نے اپنی ناچاری ظاہر کی بہر صورت امیر خاں نے وہاں سے اٹھکر سنگی کے ہمراہیوں سے کہا کہ تم میں سے جو مرد ہو میرا ساتھ دے اور جو ساتھ نہ دے اپنی راہ لے میں ہر حال میں مان سنگھ کا معاون ہوں تم میرے شریک حال رہو یا نہ رہو سنگی نے کہا میں کوہستان سے اور لشکر جمع کرکے لاتا ہوں امیر خاں یہ سنکر ناچار اپنے لشکر میں آ گیا ٹھاکر شیو ناتھ سنگھ کہامن والا کہ فہمیدہ آدمی تھا اور کئی سردار پانسو سوار لے کر سنگی سے جدا ہوئے اور امیر خاں سے آ ملے۔ سلطان سنگھ نیاج والا کیسری سنگھ آسوپ والا نجتا ور سنگھ آہدے والا یہ سب راٹھور اپنے اپنے خیالات کی حامی سے شریک امیر خاں نہ ہوئے امیر خاں صبح کو مع ٹھاکر شیو ناتھ سنگھ وہاں سے کوچ کرکے لشکر آیا بخشی شیولال متعاقب تھا گوبند گڑھ پر جو لشکر سے دس کوس ہے آ گیا دوسرے دن امیر خاں ہرمارے کی راہ سے ہرسولی علاقہ کشن گڑھ میں آیا ہرسولی سے کوچ کرکے دو کوس چلا تھا کہ فوج متعاقب نے سحر کے وقت آلیا قراولی جنگ ہونے لگی اور یوں ہی جنگ قراولی کرتے دونوں لشکر چار کوس آگے بڑھے۔ علاقہ جے پور کے ایک گاؤں پر پہنچے فوج جے پور غالب تھی اور امیر خاں مغلوب۔ پانی برس رہا تھا گھوڑے کیچڑ میں دھنسے جاتے تھے بہر صورت امیر خاں نے خود گھوڑے پر سوار ہو کر برنجی دو توپوں سے جو ساتھ تھیں دشمن پر گولے پھکوائے حریف توپوں کے سر ہونے سے رکے۔ کیچڑ بھی پیش قدمی کو مانع ہوئی۔ بخشی نے اخوند زادہ

محمد ایاس خاں ساکن جے پور امیر خاں کے لشکر کو امیر خاں کے پاس بھیجا کہ ہمیں تم سے
کچھ غرض نہیں بجز اسکے کہ تم علاقہ جے پور سے نکل جاؤ۔ نواب نے باقتضائے وقت قبول
کیا۔ بہزار تکلیف و دشواری کوچ کر کے نبگاہ میں کہ وہاں سے چھ کوس تھی داخل ہوا علاقہ
کشن گڑھ میں مقام ہوا بارش کے سبب خیمے نصب نہ ہو سکے وہ رات بڑی صعوبتوں میں
گذاری فوج متعاقب پہاڑی پر پڑی تھی کہ امیر خاں وہاں سے نہضت کر کے اپنی عملداری
علاقہ ٹونک میں آیا اور جابجا سے تمام اپنی سپاہ کو بلا کر اب بڑے لاؤ لشکر سے توڈری علاقہ
جے پور متصل مادھو راج پورہ میں فروکش ہوا یہاں سے دو کوس پر فوج جے پور پڑی
تھی صبح کو نواب امیر خاں نے سبقت کی کوس بھر بڑھے جے پور والے بھی آمادہ جنگ
ہو کر مقابل ہوئے۔ تمام دن توپ و تفنگ سے جنگ ہوئی۔ مگر بارش کی وجہ سے مقدمہ
طے نہ ہوا یوں ہی رات ہو گئی امیر خاں نے آدھ کوس ہٹ کر مسلح بہ ہوشیار رات
گذاری حریف بھی مقام کو لوٹ گیا صبح کو امیر خاں نے نماز کے بعد لشکر کو بڑھایا کمپوئے لال سنگھ
کو مع الواپ کلاں اپنے فیل نشاں کے سامنے جمایا خود امیر خاں سواران خاص سے
کمپو اور توپخانہ کے پیچھے صف آرا ہوا میمنہ کو رسالداران آفریدی و رامپوریہ و کمپوئے مہتاب خاں
سے اور میسرہ کو جمعیت شیو ناتھ سنگھ کچامن والا وغیرہ راٹھوڑوں اور فوج سرجے راؤ
اور کمپوئے ہیرا سنگھ سے آراستہ کیا توپ چلنے لگی دھاوے میں پٹھانوں کو نقصان پہنچا۔
اس لئے امیر خاں نے حبشی کی بڑی توپوں کے گولے دشمن کی بھیڑ پر پھکوائے دشمن کھسکا
نواب نے دشمن کی طرف سے مرزا صابر بیگ کی پلٹن پر جو باڑھیں مار رہی تھی حملہ کر کے
ظفر پا کر ٹھاکر شیو ناتھ سنگھ کے ہمراہیوں سے جو قریب تھے بآواز بلند کہا کہ ہم تمہارے
لئے یہ جانفشانیاں کریں تم کھڑے تماشا دیکھو راٹھوڑوں کی ہاں اسی کو جوانمردی و
مروت کہتے ہیں اس طعنے سے وہ بھی بڑھے امیر خاں نے سب کے ساتھ جے پور کی باقی
فوج پر حملہ کیا تھوڑی دیر میں سب کو ہزیمت دی مگر خیرات مسیح نامی عیسائی جس کے
ساتھ دو پلٹنیں اور چار توپیں تھیں اور نواب شہامت خاں و واحد خاں کمیدان ایک
سواران کچھواہہ کے ساتھ ایک میدان میں جمے ہوئے تھے اور کچھ سوار ایک جگہ ہو گئے

سے گاؤں میں تھے جو دونوں لشکروں کے وسط میں تھا اوّل اس گاؤں پر حملہ کیا اور دشمن کو گاؤں سے نکال دیا پھر دوسرے مخالفین امیر خاں کو آمادہ حملہ دیکھ کر خود بخود بھاگ نکلے۔ ساٹھ توپیں سات ہاتھی بہت سے خیمے ڈیرے بے شمار اسپ و شتر امیر خاں و ہمراہیان امیر خاں کے ہاتھ آئے اور وہیں مقام ہوا۔

اب امیر خاں نے سنگی اندر راج کو ماجرا لکھ کر لکھا کہ میں حق معاہدہ ادا کر چکا اور اب تک کچھ عوض نہیں لیا اب مجھے خرچ کی تکلیف ہے سپاہ کو تنخواہ دینا ہے عنقریب جگت سنگھ کے مقابلے میں کام لینا ہے کچھ روپیہ مجھے دو اور مجھ سے امداد بہر کار ہے لے خبر دی کہ فوج مخالف ہزیمت پا کر جے پور تک بھی باہر والے سانگانیر پر پڑے ہیں شہر والے شہر میں داخل ہوئے امیر خاں نے یہ سوچ کر کہ اس وقت شہر کو بآسانی لوٹیں گے بہت نقد و جنس پائیں گے کوچ کیا جے پور سے پانچ کوس پر آ گئے جگت سنگھ کی بہن نے امیر خاں کا عزم دریافت کر کے دستور کے موافق باظہار کمال عجز اپنا دوپٹہ امیر خاں کے پاس بھیجا اور کہا کہ اس وقت میں کوئی میرا نگہبان نہیں ہے جیسے جگت سنگھ کی بہن ہوں ویسی ہی آپ کی بہن ہوں میری آبرو کا پاس چاہیے کچھ نذرانہ لے کر اس وقت شہر کو نہ لوٹیے عالی ہمت نے مان لیا کہا اچھا میں نے نذرانہ بھی معاف کیا میں اب مردوں کے مقابلے کو جاتا ہوں تم میری بہن ہو مطمئن رہو۔ زاں بعد کوچ کر کے معظم آباد ہوتا ہوا سانبھر آیا لوٹا پھر سنگی اندر راج سے ملنے کو جو روپیہ کی سبیل کرنے کشن گڑھ آیا تھا علاقہ کشن گڑھ میں گیا اور وہاں سے پانسو سواروں کے ساتھ کشن گڑھ پہنچا بخشی وغیرہ راٹھوڑوں سے ملاقات کی روپیہ وصول کیا سپاہ کو تنخواہ و انعام دیا پھر بخشی اندر راج سے کہا کہ مجھے جگت سنگھ سے لڑنا ضرور ہے میرے نزدیک صلاح یہ ہے کہ تم مع جمعیت سرجی راؤ گھوسے مختار الدولہ وغیرہ مرہٹہ سرداروں ناگور چلو میں سواران خاص کے ساتھ براہ راست جودھپور پہنچوں وہ سب صلاح مان کر روانہ ہوئے تمام راٹھوڑ بھی بخشی کے ساتھ کر دئے امیر خاں پشکر آیا وہاں سے جریدہ حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کو اجمیر گیا اور وہاں سے کوچ کر کے مقامات جودھپور سے جگت سنگھ کے بھگانے اٹھانا اور اپنے تھانے بٹھانا امیر نے پہنچا سنگی اندر راج وغیرہ راٹھوڑ بھی یوں ہی

میرتہ سے سات کوس پر ناگور کے راستے پہنچے سنگھی نے پٹھانوں کے تغیر کے سوا اپنے
ملک کے زمینداروں کو یہ بھی حکم دیا کہ جے پور والے پر جہاں قابو پاؤ ناک کان کاٹ لو
غالباً ایسا ہوا بھی۔ اب رائے چند و جگت سنگھ متردد ہوئے باہم کہا کہ پٹھانوں سے عہد کرنی
دشوار ہے اپنی عمدہ فوج شکست پا کر بے دل ہو گئی امیر خاں کا جی بڑھ گیا راٹھور ہو شریک
ہیں ان سے امید وفا نہیں باپو سیندھیا ابھی پھر گیا تھا اصلاح وقت یہی ہے کہ آبرو
بچائیں جے پور کو لوٹ چلیں ایناجی انگلیہ و سوائی سنگھ وغیرہ نے یہ حال دریافت کر کے
دل بڑھایا تاکید یہاں اعانت سے تسلی دی جگت سنگھ نے تا بالعزم جے پور کو کوچ
کر کے ناگور آیا وہاں سوائی سنگھ نے کہا تم تو چلے میں نے تمہاری خاطر اپنوں کو بیگانہ اور
دشمن کر لیا مجھے کس کے سپرد کرتے ہو جگت سنگھ نے تسلی دی کہا سیندھیا اور جان تیبس
وغیرہ سرداران کو تمہارے پاس چھوڑتا ہوں ناگور سخت جگہ ہے اپنے کام میں لگے رہو
شیخاواٹی میں فوج کو چھوڑ میں بھی آتا ہوں یوں ہی سب کو مطمئن کر کے ناگور سے چوبیس
کھٹو آیا بخشی اندر راج نے امیر خاں کو لکھا یہ وقت ہے دشمن کو جانے نہ دو انتقام لو۔
امیر خاں سواروں کی فوج سے یلغار کر کے لشکرگاہ جگت سنگھ سے پانچ کوس پر آ گیا۔
جگت سنگھ اس وقت میں نہایت خوفناک تھا بہت ڈرا رات کو ایک معتمد بھیج کر امیر خاں
کے ہرکاروں کے جمعدار مان سنگھ کو کہلایا کہ اپنے آقا سے اجازت لے کر میری ایک بات
سن جا جمعدار اجازت لیکر حاضر ہوا جگت سنگھ نے کہا کہ میں نے امیر خاں سے بدعہدی
کر کے بہت پشیمانی و پریشانی پائی نواب میری زیادہ پشیمانی و پریشانی پسند نہ کریں میرے
تعاقب سے باز رہیں یہی مضمون ایک خاص رقعے میں لکھ دیا کہ میں نے جیسا کیا ویسا
پایا تم نے اپنی مروت و فتوت سے فائدہ اٹھایا اب بخشی سے حاصل کیا امیر خاں نے
اس خیال سے کہ یہ بڑا رئیس ہے اسکو ممنون رکھنا انسب ہے کہلا بھیجا کہ اچھا میں نے
درگذر کی تعجیل سے چلے جاؤ راجہ نے بالاتفاق رائے چند اور اپاجی انگلیہ کی فوج ہمراہی
سے پہر رات رہے کوچ کر دیا یہ خبر سنکر بخشی اندر راج وغیرہ راٹھوڑوں نے بھی
نقارہ بجا کر بارادہ کوچ نواب امیر خاں کو کہلا بھیجا چونکہ امیر خاں کو اس وقت

باقتضائے زمانہ بربادی راجہ مذکور منظور نہ تھی معرفت خدمتگاروں کے عذر غلبۂ خواب
کہلا بھیجا اور باقی شب کو اسی حیلے میں تمام کیا اور خبر کے ہرکاروں کو خفیہ سمجھا دیا کہ صبح
جب بخشی اندر راج وغیرہ میرے پاس آویں تو تم آکر عرض کرنا کہ جگت سنگھ شبا شب
کوچ کرکے دس کوس نکل گیا غرض جب صبح کو بخشی اندر راج وغیرہ سرداران راٹھوڑ
بصلاح کوچ امیر خاں کے پاس آئے تو ہرکاروں نے حاضر ہو کر راز شبینہ برملا کیا کہ وہ
دس کوس پہنچ گیا اُس وقت امیر خاں نے بخشی مذکور سے کہا کہ اب جگت سنگھ کے
تعاقب سے کچھ فائدہ نہیں فاصلہ بہت ہو گیا کسی اور تدبیر پر کاربند ہونا چاہیے بخشی
نے کہا کہ سواران جرار اپنے اُسکے تعاقب پر مقرر کرنا چاہیے امیر خاں نے بپاس خاطر اُس
کے سواران پنڈارہ کو تعاقب کا حکم دیا وہ جا کر اسباب پس ماندہ لشکر جے پور کو غارت
کرلائے انجام کار امیر خاں بہمراہی بخشی اندر راج وغیرہ کوچ کرکے میرٹھ آیا وہاں
سے بخشی مذکور کو راجہ مان سنگھ کے پاس جودھپور روانہ کیا اور خود سپاہ کے دھرنے
کی وجہ سے میرٹھ میں توقف کیا جب بخشی جودھپور پہنچا راجہ نے اُسکو عمدہ خلعت عنایت
کیا اور عہدۂ دیوانی سے سرفراز کیا بخشی اور امیر خاں کی طلب میں خریطہ بھیجا جب امیر خاں
قریب جودھپور آیا تو راجہ نے استقبال کرکے بہت تعظیم و تکریم کی باغ میں اوتارا اور
سامان رقص و عشرت آمادہ کرکے امیر خاں کو مسند پر اپنے برابر بٹھایا اور نواب کے
احسان کی ممنونی و شکوری ظاہر کرکے کلید ہائے قلعہ جودھپور دست بستہ روبرو رکھ
دیں اور بکمال عجز کہا کہ یہ ریاست محض آپ کے طفیل سے بچی ہے اسکا شکریہ کس
زبان سے ادا کروں کہ بجز قلعہ اور کوئی مقام میرے قبضے میں نہ رہا تھا امیر خاں نے
بخوبی اُسکی تسلی خاطر فرما کر کہا میں نے یہ کلید ہائے قلعہ اپنی جانب سے تمکو دیں۔

جب نواب امیر خاں نے کچھواہوں کو جودھپور سے نکالکر مان سنگھ کا تسلط اُسکے
ملک پر کرا دیا تو ۱۲۲۶ ہجری میں اودے پور آیا اور مہارانا بھیم سنگھ سے ملاقات کرکے
اُس سے کہا کہ اگر نوکری ایک کمپو کی چار آنہ فی روپیہ تحصیل ملک میواڑ پر دینا مقرر
کرو تو انتظام اور محافظت تمہارے ملک کی کہ ہر فوج کے ورود سے خراب رہتا ہے۔

میرے ذمّے ہے مہارانا نے یہ غنیمت جانا اور امیر خاں سے واسطے استحکام رسوم برادری کے پگڑی بدلی اور امیر خاں کی بات منظور کی۔ نواب نے اسکی ہر طرح دلجمعی کرکے صلاح دی کہ جب تک تمہاری بیٹی زندہ ہے جھگڑا اسکی نسبت کا راجہ مان سنگھ سے دور نہ ہوگا بہتر ہے کہ تم اسکو کسی حیلے سے مار ڈالو کہ رفاہ عام حاصل ہو ورنہ میں بزور اسکی شادی مان سنگھ سے کردونگا مہارانا نے کہا مجھکو اس سے شادی ہرگز منظور نہیں اور بزور تمہارے شادی کرنے میں میری آبرو جاتی رہیگی لیکن اگر اقرار محکم کرو کہ موضع گھانے راؤ مان سنگھ سے مجھکو دلواؤ گے تو میں بعد تمہارے چلے جانیکے تدبیر سے جس میں بدنامی نہ ہو اپنی بیٹی کا کام تمام کردونگا امیر خاں نے اس شرط کو قبول کیا۔

نواب امیر خاں کے حکم سے کشن کمار کو مہارانا بھیم سنگھ کا ہلاک کرنا

بعد روانگی نواب کے مہارانا نے دولت سنگھ سے کہ چار پشت کے فرق سے رانا کا بھائی تھا کشن کمار کی ہلاکت کے لئے کہا تو اس نے حیرت زدہ ہوکر پکارا جس زبان سے یہ حکم ہوا ہو اس پر لعنت ہے اور اگر میں اسکی بجا آوری کردوں تو میری نمک خواری پر خاک پڑے۔ بعد ازاں مہارانا کے خواص وال بھائی جوان داس کو ضرورت شدید سے آگاہ کرکے کہا گیا کہ ہر ایک شخص سے اس کام کا ہونا محال ہے اس نے فعل قبیح کا ارتکاب منظور کیا اور نیمچہ لے کر گیا مگر جس وقت پیاری کشن کمار یگانہ ناز و انداز سے اسکے سامنے آئی اسکی رگ غیرت نے جنبش کی دل دھڑکنے لگا ہاتھ پاؤں پھول گئے نیمچہ گر گیا نادم و ذلیل ہوکر باہر چلا آیا۔ اس طرح اقدام ہلاکت اسکی ماں کو ظاہر ہو گیا اس نے صدہائے آہ و نالہ بلند کرکے محل میں ہنگامہ محشر برپا کیا کبھی بے رحم ہلاکتوں کو گالی دیتی تھی کبھی بے چارہ بے گناہ کی جان بخشی کے واسطے عجز و التجا کرتی تھی مگر تقدیر سے چارہ نہ تھا اس کام ناگزیر کا ارادہ ہوا اس کام سے مردوں کی حمیت و غیرت دستکش اور فولاد کی سختی معذور ہو چکی تھی مجبور عورتوں کے ذمے یہ کام پڑا اور آگ کا کام شربت کے پیالے

سے لیا گیا۔

مشاطۂ قصاب صورت نے باپ کی طرف سے پیالہ پیش کیا اُس نے کمال ادب و استقلال سے تسلیم کرکے نوش کیا اور اُسکو ترقی حشمت و اقبال کی دعا دی جب ماں نے مہارانا کی نامردی اور سنگدلی پر لعنت ملامت کرکے کوسنا شروع کیا تو کرشن کماری نے اُسکی اس طرح تشفی اور اشک شوئی کی۔

تم میرے منحوس و غم آلودہ حیات کے قطع ہونے پر کیوں اتنا افسوس کرتی ہو میں مرنے سے نہیں ڈرتی کیا میں لڑکی نہیں ہوں مجھے مرنے کا خوف کیوں ہو ہم لڑکیاں تو جنم سے مرنے کے واسطے ہی پیدا ہوتی ہیں ہم دنیا میں اسی واسطے آتی ہیں کہ جلد پھر رحلت کریں اسی پر اپنے باپ کی بدل شکر گذار ہوں کہ اُس نے اتنے برسوں مجھے زندہ رہنے دیا۔ تا وقتیکہ شربت جگر خراش نے اُسکے خون میں مخلوط ہونے سے گریز کیا اسی ہی تقریر کرتی رہی اب دوسرا جام تیار ہوا اُس نے اُسی ضبط سے اُسکو بھی نوش کیا اور پھر ڈالدیا۔ اس پر بھی گویا انسانی ہمت اور ضبط کا امتحان اُسی پر منحصر تھا تیسرا اور دیا گیا اس مرتبہ طبیعت نے سم قاتل کے مقابلے اور اُسکی اذیت کی طوالت سے کنارہ کیا۔ اتنی دیر تک اُسکی جان نہ نکلنے کی وجہ سے افیون کے کسومے کا ایک گھونٹ دیا اُس نے تبسم کیا اور پی گئی اور پھر دنیا سے سفر کر گئی۔ اس وقت عمر اس کی سولہ برس کی تھی۔ سنگرام سنگھ سکتاوت اس حادثے سے چار روز بعد اودے پور میں آیا اور مہارانا کے سامنے پہنچکر اجیت سنگھ کو جو نواب امیر خاں کی طرف سے اس کام پر مقرر تھا بہت ملامت کی یہاں تک کہ مہارانا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھک لیا کیونکہ در پردہ اُسی کو سناتا تھا۔ لیکن سکتاوت صاحب کی اپنی بداعمالی سے تو ریاست ایسی کمزور ہو گئی تھی اور پھر برا دوسروں کو کہنے لگے اگر خود میں اتنی طاقت تھی تو مرہٹوں اور پنڈاروں سے کیوں ملک کو پامال ہونے دیا۔ نواب امیر خاں نے یہ سنکر جو اقرار دلانے ضلع کھاڑے راؤ کا مہارانا سے کیا تھا اس بارے میں الوپ رام دکیل جودھپور سے کہ ہمر کاب تھا گفتگو کی۔

نواب امیر خاں کا میواڑ میں اپنی طرف سے انتظام قائم کرنا

نواب امیر خاں نے سمت ۱۸۶۶ مطابق ۱۸۰۹ء میں میواڑ کا انتظام درست کرنیکے لئے جمشید خاں عامل نیاہیڑہ کو اپنی طرف سے مقرر کیا اور میواڑ کی آمدنی سے گیارہ لاکھ روپیہ طلب کیا ملک کی پریشانی سے ادا نہ ہونیکے سبب جمشید خاں نے اودھے پور کا محاصرہ کر کے رعایا کو بڑی تکلیف دی دوسرے برس باپو سیندھیا بھی میواڑ کی صوبہ داری کے نام سے آکر شریک ہو گیا۔ یہ لوگ سمت ۱۸۷۰ مطابق ۱۸۱۳ء تک میواڑ کو ستاتے رہے سات لاکھ روپیہ سالانہ قرار پاکر آدھا سیندھیا اور آدھا جمشید خاں کو ملتا تھا۔

بہت لڑائی جھگڑوں کے بعد سرکار انگریزی نے راجپوتانہ سے غارتگروں کا دخل اٹھایا اور نواب امیر خاں کو بھی مرہٹوں کی طرح کئی پرگنے اُسکے قبضے میں بحال رکھکر جن پر اُسکا قبضہ مستحکم تھا اور ہلکر کی طرف سے فوج خرچ کی جاگیر میں ملے تھے آرام سے بٹھایا اس عرصے میں سرکار انگریزی نے دہلی کے شاہ عالم ثانی کے بعد ملک میں اپنا سکہ جاری جاری کیا اور راجپوتانے کی ریاستوں کے ساتھ عہد نامے تحریر ہوئے۔

اودے پور ملک میواڑ کی ریاست پر سرکار انگریزی کی سرپرستی

۱۸۱۸ء میں سرکار انگریزی نے ریاست اودے پور کو اپنے ظل حمایت میں لیا۔ دیکھا تو ملک ویران اور شہر بے چراغ پڑے ہیں مہارانا کا اختیار بالکل موقوف ہو گیا ہے افسری و ماتحتی کے کل روابط فسخ ہو گئے اور راج معرض زوال میں ہے۔ سرکاری افسر نے سرداروں کو جمع کر کے جو ملک انھوں نے دبا لیا تھا از سر نو شامل خالصہ کیا اور سرداروں کے حقوق پر لحاظ رکھنے کا مہارانا صاحب سے اقرار کرایا۔ مہارانا نے سرکار کی سرپرستی اور اپنی ماتحتی قبول کر کے دیگر ریاستوں سے ملکی معاملات میں خط و کتابت نہ کرنے اور تنازعات کو سرکار انگریزی کے فیصلے پر منحصر رکھنے کا اقرار کیا اور پانچ برس تک چہارم آمدنی ریاست اور بعد ازاں فی روپیہ چھ آنہ سالانہ بابت خراج ادا کرنے کا

اقبال کیا۔ آخر میں رقم خراج میواڑ پر کم و زیادہ ہوکر دو لاکھ روپیہ سالانہ سکہ انگریزی قائم رہا۔

جب سرکار انگریزی سے تعہد ہوا تو ریاست کے سب سردار مہارانا سے بالکل خود اختیار اور علیحدہ ہو رہے تھے صاحب پولیٹکل ایجنٹ نے جن کو ریاست کا اختیار کلی تھا مہارانا اور انکے سرداروں کے درمیان قول نامہ منضبط کرایا جس میں یہ بات تھیں کہ کل دیہات خالصہ جو زمانہ فساد میں حاصل ہوئے ہیں و نیز وہ جو ایک سردار نے دوسرے سے چھین لئے ہیں واپس کئے جائیں گے کھواڑہ ٹھبوم وغیرہ کی جدید لاگیں موقوف ہوجاوینگی۔ دان بسوہ کہ سرکار کا حق ہے اسی تاریخ سے بند ہوجاویگا کوئی سردار اپنی جاگیر میں چوری نہ ہونے دیگا اور نہ باوری۔ مونگیا۔ ٹھوری وغیرہ چوروں کو پناہ دیگا۔ بموجب حکم کے خاص ریاست و بیرونجات میں نوکری کریں گے سرداروں کے چار فریق ہوں گے ہر ایک فریق تین مہینے دربار میں حاضر رہیگا اور پھر اپنے گھر کو رخصت ہوگا دسہرہ کے تہوار پر دس روز بیشتر سالتمام میں ایک دفعہ سب سردار جمع ہونگے اور بیس روز کے بعد سوائے اُن سرداروں کے جنکی نوکری ہوگی سب اپنے گھروں کو واپس جاوینگے اوقات ضرورت پر جب انکی نوکری مطلوب ہوگی۔ تعمیل حکم کرکے حاضر ہوں گے۔ کل بٹاپہت اور رشتہ دار اور خاندان کے سردار جو دربار کی سند کے بموجب جاگیروں پر قابض ہیں علیحدہ علیحدہ نوکری کرینگے کسی دوسرے سردار کے ساتھ یا شامل رہ کر نوکری نہ کریں گے سرداروں کے رشتہ دار اور جاگیردار جو انکے دئے ہوئے پٹوں کے بموجب اپنی جاگیروں پر قابض ہیں اونکی نوکری کریں گے۔ یہ قولنامہ سنہ ۱۸۱۸ء میں مرتب ہوا تھا اس قولنامہ پر عمل درآمد نہ ہونیکی شکایت ہونے پر سنہ ۱۸۲۷ء میں دوسرا قولنامہ انگریزی پولیٹکل ایجنٹ نے تیار کرایا جسکی رو سے یہ قرار پایا کہ سردار آمدنی کا چھٹا حصہ دیا کریں اور اسکے عوض نصف نوکری سے معاف رہیں یعنی سالتمام میں بحساب فی ہزار روپیہ ایک سوار اور دو پیادوں سے تین مہینے تک نوکری کیا کریں۔

انفصال عہدنامہ کے بعد مرہٹہ اور دیگر غارتگروں کے گروہ جو مہارانا کے ممالک میں
مقیم تھے اُنکو وہاں سے نکالا گیا مگر بدنظمی ریاست اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ کرنل ٹاڈ صاحب
اول پولٹیکل ایجنٹ کو کل کاروبار ریاست کا اہتمام خود کرنا پڑا اُنکی تدبیرات ایسی مفید
پڑیں کہ تین برس کے عرصے میں رعایائے ملک فارغ البال ہو گئی اور ملک کی آمدنی بھی دو
چند ہو گئی یعنی ۱۸۱۹ء میں چار لاکھ اکتالیس ہزار دو سو اڑتیس تھی ۱۸۲۱ء میں آٹھ لاکھ
ستر ہزار چھ سو چھتیس ہو گئی نظم و نسق امور ریاست کا طریقہ اپنے عمل سے دکھا کر کرنل
مسطور نے حسب الحکم گورنمنٹ اختیار ریاست اہالیان راج اور دیوان کو سپرد کیا مگر اُن سے
اچھی طرح کام نہ ہو سکا دو برس میں قرضہ بکثرت ہو گیا ملک کی آمدنی رہن ہو گئی اور سرکار
انگریزی کا خراج بقدر سات لاکھ نوے ہزار سات سو سینتالیس روپیہ چڑھ گیا پھر راج
کے اہلکاروں کو تاکید سے زیر نگرانی رکھا گیا اور کسی قدر اصلاح بھی ہوئی مگر انجام کار انتظام
ریاست پولٹیکل ایجنٹ کے اہتمام میں کئے بغیر کار برآری نہ ہوئی۔

باقیات خراج و زمانہ حال کے واسطے چند پرگنے علیحدہ کئے گئے اور مہارانا کے مصارف
کے واسطے ہزار روپیہ روزمرہ مقرر کر کے جمع و خرچ ریاست کا بندوبست قرار واقعی کیا گیا اگرچہ
مہارانا کی یہ بے اختیاری خود اُسی کی نادانی کا نتیجہ تھا تاہم صرف بنظر اصلاح امور ریاست
جو دست اندازی ضرور متصور ہو کر بطور عارضی کی گئی اور ۱۸۲۶ء میں پھر مہارانا کو اختیار
دیا گیا۔ اور پولٹیکل ایجنٹ کی مداخلت برخاست کی گئی پھر ویسی ہی بدنظمی ہو گئی اور آمدنی
ملک پھر اُسی قدر کم ہو گئی جس قدر ۱۸۱۸ء میں تھی چند مہینوں میں فضول خرچی اور ظلم انتہا
درجے کو پہنچا راستوں پر تنہا مسافروں کا گذر غیر ممکن ہو گیا اور ملک میں ہر طرف فتنہ و فساد
ہو گیا۔

سمت ۱۸۷۸ مطابق ۱۸۲۱ء میں مگرہ میرواڑہ پہاڑی علاقہ جس کا صدر مقام اب
ٹاڈگڈھ ہے اور جس میں زیادہ حصہ میواڑ کا ہے بدانتظامی رہنے کے سبب دس برس
کی میعاد پر انگریزی قبضے میں رکھا گیا پھر کچھ بہتری دیکھ کر سرکاری مرضی سے مہارانا نے
آٹھ برس زیادہ کئے ۱۸۴۳ء میں مہارانا نے اُس علاقے کے بدستور انتظام انگریزی میں

بلا تعین میعاد مگر تا خوشی سرکار انگریزی رہنے کا اقرار کیا ۱۸۲۴ء میں سرکار نے چاہا کہ عہد نامہ باضابطہ کے ذریعہ سے اس علاقے کو برائے دوام علاقۂ انگریزی میں شامل کیا جائے۔ مہارانا نے اسکے عوض میں اپنے پرانے پرگنوں کوڈواڑہ۔ پیج۔ جاودہ اور جیرن وغیرہ کی واپسی کا دعوے کیا چونکہ اسکی حکومت ایسی پوچ اور ظالمانہ تھی کہ اس کو اضلاع مذکور کا دینا مناسب معلوم نہ ہوا اس لئے کچھ طے نہوا اور دیہات میواڑ علاقہ میرواڑہ غیر معین صورت سے بدستور انگریزی انتظام رہے

سمت ۱۸۸۵ مطابق ۱۸۲۸ء میں مہارانا بھیم سنگھ نے پچاس برس ابتری کے ساتھ حکومت کرکے انتقال کیا اسکے پچانوے لڑکے اور لڑکیوں میں سے ایک کنور جوان سنگھ باقی رہا جو ریاست کا مالک ہوا۔

۶۹۔ مہارانا جوان سنگھ

اپنے والد کے گذرنے کے بعد شروع سمت ۱۸۸۵ مطابق ۱۸۲۸ء میں مسند نشین ہوا نحوست وقت سے اس مہارانا کے عادات ایسے خراب تھے کہ ہمیشہ عیش وعشرت میں مصروف رہتا تھا۔ اس نے سمت ۱۸۸۸ مطابق ۱۸۳۱ء میں اجمیر جاکر لارڈ ولیم کیونڈش بن ٹنک صاحب گورنر جنرل ہندوستان سے خانگی طور پر ملاقات کی۔ اس میں ایسی لیاقت نہ تھی کہ اپنے والد کے عہد کی خرابیوں کو امن کی حالت میں جو انگریزی سلطنت کے قائم ہوجانے سے حاصل تھا دور کرتا۔ یہ بیان انگریزی افسروں کی رپوٹوں کے موافق ہے بلکہ میں نے مہارانا کی بدکاری وغیرہ کے الفاظ کو قلم انداز کردیا ہے۔ لیکن دیسی لوگ اسکی فیاضی وغیرہ کے سبب ہر طرح اسکی تعریف وتعظیم کا خیال رکھتے ہیں ملکی انتظام کی ابتری سے آمدنی کم اور عیش وآرام کے اسباب میں خرچ زیادہ پڑنے سے بیس لاکھ کے قریب قرض ہوگیا اور آٹھ لاکھ سرکاری خراج چڑھ گیا۔ بدنظمی اس نہایت کو پہنچی کہ حسب الحکم کورٹ آف ڈائرکٹرز اسکو ہدایت کرنی پڑی کہ اگر اپنے تعہد کا ایفا نہ کریگا تو خراج کے عوض میں ملک یا کسی دیگر قابل اطمینان جائداد کو سرکار انگریزی کے قبضے میں لانا لازم آئے گا ۱۸۳۸ء میں یہ ہدایت ہوئی تھی اور اسی

سال کے اگست میں وہ مر گیا۔ دس برس سے کچھ زیادہ راج کیا اُس وقت
سمت ۱۸۹۵ تھے۔ چونکہ لاولد تھا اس لئے گود لینے کی ضرورت پڑی۔

۷۔ مہارانا سردار سنگھ

یہ باگور مقام کا جاگیردار تھا اور مہارانا سنگرام سنگھ سے چوتھی پشت میں ہونیکے
سبب قریب رشتہ دار تھا اس لئے گود لئے جا کر ریاست کا مالک ہوا۔ اُس کو
ملک کے ساتھ بڑے قرض کا بار بھی وراثت میں ملا۔ یہ مہارانا بہت بد مزاج اور تند خو
تھا اکثر سردار اُس سے بہت تنگ و ناخوش ہو گئے اور مغربی جنوبی علاقے کے بھیلوں وغیرہ
نے جنکے بعض سردار بھی شریک خیال کئے جاتے ہیں فساد اُٹھایا۔ مہارانا نے اپنی مدد
کے واسطے سرکاری فوج طلب کی جو نہیں ملی لیکن میجر رابنس صاحب کی معرفت
ماگھ بدی ۱۳ سمت ۱۸۹۶ مطابق یکم فروری ۱۸۴۰ء کو سرداروں کے ساتھ ایک نیا عہدنامہ
لکھا جا کر صفائی ہو۔

مجملاً مضمون اُس کا یہ ہے کہ سرداروں کے مع فوج تین مہینے تک دربار
میں حاضر رہنے کا قاعدہ بدستور جاری رہیگا مگر میعاد مقررہ سے زیادہ کوئی سردار
اودے پور میں نہیں ٹھہرایا جائے گا دربار کو اختیار ہے کہ کسی سردار کو حاضر رہنے
سے معاف کرے مگر قبل انقضاء اُس میعاد کے کہ وہ سردار حاضر رہتا کسی اور سردار
کو بجائے اُسکے طلب کرنے کا اختیار نہیں ہے سرداروں کو لازم ہے کہ اپنے ہمراہیوں
کی کامل تعداد رکھیں۔ سرکار انگریزی کا خراج نذ ملک کی آمدنی سے ہی دیا جائے گا
اور اُسکی بابت سرداروں سے کچھ مطالبہ نہ ہوگا مگر سرداروں کے ذمے جس قدر
فوج رکھنا بموجب نقشہ مرتبہ کے واجب ہے اُس سے نصف رکھا کریں اور بعوض
معافی نصف کے چھٹوند زر نقد یعنی فی روپیہ دو آنہ ساڑھے پائی ادا کیا کریں کہ اس آمدنی
سے راج کی نوکری کے واسطے ایک فوج بھرتی کی جائیگی وقت ضرورت پر اگر دربار
اُنکو مع کل فوج کے طلب کرے اور حدود میواڑ کے باہر نوکری پر بھیجے تو جس سردار
کی فوج اس طرح بھیجی جاوے گی اُسکی چھٹوند میں مجرائی کی جائیگی اگر کوئی سردار

وقت معہودہ سے دس روز بعد تک حصہ ٹونا ادا نہ کریگا تو اسکی اراضی و دیہات بقدر بقایا مستوجب ضبطی ہونگے اور پھر واگذاشت نہ کئے جاوینگے اور مہارانا نے اقرار کیا کہ کسی سردار کے دیہات کو بلاسبب ضبط نہ کریگا اور نہ دوسرے کو دلائے گا۔

اودے پور کے جنوبی علاقے کے کوہستانی اضلاع میں جنہیں مگرہ کہتے ہیں بھیل اور گراسیہ کہ غیر معتبر یعنی دوغلی نسل کے راجپوت جاگیردار ہیں زیادہ آباد ہیں یہ لوگ برائے نام اودے پور کے علاقے میں ہیں مگر ایسا حق ملکیت رکھتے ہیں کہ اس میں مہارانا کا کچھ اختیار نہیں ہے دیہات قرب و جوار سے خراج اور راستوں پر مال تجارت اور مسافروں کا محصول لیتے ہیں اور انکی حفاظت و امنیت کے جواب دہ متصور ہیں۔ ان اقوام کے قدیم حقوق اور ممالک مقبوضہ میں ریاست سے اکثر خلاف مصلحت مداخلت کرنے کا نتیجہ ہوا اس سبب سے انھوں نے مفسدہ کیا اور انکے دفعیہ اور اس قوم کو مغلوب رکھنے کے واسطے انگریزی فوج کے رکھنے کی ضرورت ہوئی اور یہبھی دریافت ہوا کہ ایک انگریزی افسر کی دوامی نگرانی کے بغیر اس ملک میں امن و عافیت قائم نہیں رہ سکتا اس لئے ۱۸۴۰ء میں اس ملک میں ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ سالانہ کے خرچ سے ایک پلٹن بھیلوں کی حفاظت و انتظام کے واسطے سرکار کی طرف سے رکھی گئی اسکی بابت مہارانا نے بھی خراج کے علاوہ پچاس ہزار روپیہ سالانہ فوج خرچ کے نام سے دینا منظور کیا جو اب تک ادا کیا جاتا ہے۔

سمت ۱۸۹۹ مطابق ۱۸۴۲ء میں چار برس راج کرکے مہارانا سردار سنگھ نے اس جہان سے کوچ کیا اور ریاست کو ایسی زیر باری میں چھوڑا کہ جس کی درستی اسکے وارث اور چھوٹے بھائی سروپ سنگھ کو کرنی پڑی۔

۱۷۔ مہارانا سروپ سنگھ

سمت ۱۸۹۹ مطابق ۱۸۴۲ء میں اپنے بڑے بھائی کے بعد راج کا مالک ہوا اسکے وقت میں ریاست کی پہلی زیر باریوں کے سبب پولٹیکل افسروں نے بہت بار خراج کم ہونے کے لئے سرکار انگریزی میں درخواستیں بھیجیں۔ جن پر لحاظ

ہوکر جون ۱۸۴۶ء میں تین لاکھ روپیہ اودے پوری کے عوض دو لاکھ سکہ انگریزی کے
حساب سے سالانہ خراج قرار پایا۔ اس مہارانا نے ماتحت سرداروں کو جو کئی پشت
سے ریاست کی بدانتظامی کے سبب خودسر رہے تھے دبانا چاہا بڑے جاگیرداران
سلومبر اور دیوگڑھ وغیرہ نے جن کے بعض گاؤں ضبط کر لئے گئے تھے ریاست کی فوج
سے کئی بار مقابلہ کیا۔ کرنل رابنسن کی معرفت جو قولنامہ ۱۸۴۱ء میں تحریر ہوا تھا اُس پر
کچھ عمل نہ ہوا تھا اس لئے سمت ۱۹۱۰ مطابق ۱۸۵۴ء میں کرنل سرہنری لارنس کی معرفت
جو بعد کو لکھنؤ کے بلوے میں مارا گیا مہارانا اور سرداروں کے درمیان ایک دوسرا
اقرارنامہ تیار ہوا کہ ماتحت سرداروں کو معمولی خراج ادا کرنا جو تین آنہ فی روپیہ سے
بھی کم ہے منظور اور مقررہ میعاد پر خدمت میں حاضر ہونا ضرور ہے۔ ریاست سے
بھی اُن کے درجے وار لحاظ رکھنے کا اقرار کیا گیا جاگیردار دیوگڑھ پر ریاست کی فوج
کو اُسکے ضبط کئے ہوئے علاقے میں سے نکال دینے کے سبب پچیس ہزار روپیہ جرمانہ
کیا گیا لیکن فساد پھر جاری ہوگیا جو آٹھ برس کے بعد مہارانا شمبھو سنگھ نے رفع کیا۔

مگر اس قولنامہ پر صرف مہارانا صاحب اور چار سرداران مفصلہ ذیل مہتا شیر سنگھ راو
دیوگڑھ۔ راؤ بھیسروڑگڑھ۔ اور راؤ کانوڑ کے دستخط ہوئے اور کسی کی طرف سے اس کی
شرائط کا ایفا نہ ہوا اس واسطے سرکار نے اسکو منسوخ وکالعدم کردیا مگر جن سرداروں نے
دستخط کئے تھے اُنکی حفاظت کی سرکار کفیل ہوگئی چنانچہ اس کفالت کے ذریعہ سے مہتا
شیر سنگھ کی جاگیر جو مہارانا نے ۱۸۶۱ء میں ضبط کر لی تھی واپس دلائی گئی تحفہ راجستان
میں لکھا ہے کہ مہارانا سروپ سنگھ نے ایک اور ایسی ظالمانہ کارروائی کی جس سے
تمام سردار اور کل رشتہ دار رنجیدہ ہوگئے۔ اُس نے اپنے بھتیجے اور بیٹے کنور شاردول سنگھ
کو جو رئیس بننے کا بہت خواہشمند تھا اور جس کی طرف سے زہر دلوانے وغیرہ کا شبہ
ہوگیا تھا ایک تنگ و تاریک خشک کنوئیں میں جس کو یہاں کی اصطلاح میں حمّام کہتے ہیں
قید کردیا جو چند روز کے اندر تکلیف سے مرگیا۔

اپنے نام کا روپیہ جاری کیا جو پرانے اودیپوری روپے سے جسپر شاہ عالم کا

نام ہے ایک آنہ زیادہ پر چلایا نام اس کا سروپ شاہی روپیہ رکھا اس میں بجائے اردو حروف کے ہندی میں ایک طرف چتر کوٹ اودے پور اور دوسری جانب دوستی لندن مسکوک کرایا تھی اور چونی بھی اسی سکے کی جاری کی لیکن اس میں سال سمت درج نہیں کیا جاتا۔

سمت ۱۹۱۴ مطابق ۱۸۵۷ء میں جبکہ انگریزی فوج وغیرہ نے بغاوت کی تو مہارانا سروپ سنگھ نے جس کا پہاڑی ملک لٹیروں کے واسطے پناہ کی جگہ ہو سکتا تھا سرکار انگریزی کے ساتھ خیر خواہی پختہ نہ رکھا۔ فرمان بردار لشکر نے جو سرکاری آدمی ضرورت سے اس ملک میں ہو کر گذرے انکو ہر طرح رسد وغیرہ کی مدد دی اور جو انگریز اس پاس سے جان کی حفاظت کو آئے انھیں خاطرداری کے ساتھ راجدھانی میں مہمان کیا۔

غدر کے دنوں میں پرگنہ نیما ہیڑہ کے ایک جاگیردار نے جو کیشی کہلاتا تھا سرکشی کی جس پر کرنل شوئر پولیٹکل افسر نے نیما ہیڑہ پر میواڑ والوں کا قبضہ کرا دیا لیکن فساد دور ہونے کے بعد اس عذر سے کہ یہ پرگنہ سرکاری عہد نامے کے موافق رئیس ٹونک کی ملکیت قرار پا چکا تھا اور ایک ماتحت جاگیردار کی بد خلافی سے ریاست کو باغی نہیں سمجھا جا سکتا۔ پرگنہ مذکور مع وصول شدہ جمع کے ٹونک کو واپس دلایا گیا۔

آخر وقت میں مہارانا سروپ سنگھ کا کمر سے نیچے کا بدن بیماریوں سے بیکار ہو گیا مگر اس کا انتظام بدستور قائم تھا۔ اسی حالت میں مساجد میں اذانیں بند کرادیں جس کا قصہ اب تک وہاں کے پرانے لوگ بیان کیا کرتے ہیں تاہم نہایت مدبر اور منتظم مہارانا کہلاتا ہے اور اسکی کارروائی سے ملک نے ترقی کی تھی۔ تحفۂ راجستان میں ہے کہ بے وجہ اُس کے مزاج میں مذہبی تعصب اور غیر قوم والوں سے پرہیز زیادہ تھا اسکے کاروبار سے رعایا کے سوا اکثر سردار اور اہلکار ناخوش تھے۔ تاہم تدبیروں سے ریاست میں بہت سا کارخانہ اور سامان درست ہو گیا۔

اُس نے سمت ۱۹۱۸ مطابق ۱۸۶۱ء میں ۱۷ نومبر کو اپنی حکومت کے بیسویں برس انتقال کیا۔

۷۲ - مہارانا شمبھو سنگھ

یہ مہارانا سروپ سنگھ کے بھتیجے کا بیٹا ہے اسکا باپ شاردول سنگھ قید میں مارا گیا
یہ گود لئے جا کر چودہ برس کی عمر میں مسند ریاست پر بٹھایا گیا اسکے باپ کی عداوت کی وجہ
سے سروپ سنگھ اس کو ہرگز نہیں لیتا تھا بلکہ گج سنگھ شیوپوری والے کو لینے کی مرضی تھی
اپنی رانی کے سمجھانے سے شمبھو سنگھ کو منتخب کیا۔

انگریزی دستور کے موافق اٹھارہ برس سے کم عمر آدمی کو ملکی کام میں نابالغ سمجھا
جاتا ہے اس لئے مہارانا کی کم عمری کے سبب ریاست میں کوئی آدمی باہمی دشمنی
سے لائق نظر نہ آنے سے تمام کاروبار پولیٹیکل افسر کی نگرانی میں کیا جانا ضرور جانکر
محکمہ ایجنسی چھاؤنی نیمچ کے عوض خاص اودے پور میں معین ہوا سرکاری حکم سے دو پنچ
اور ایک سرپنچ قرار دیکر کارروائی دیکھی گئی تو اس میں بہت جلد آپس کی دشمنی اور
ضد سے ابتری نظر آئی تب سرکاری ہدایت سے پولیٹیکل افسر کو دو پنچ مددگار کے
طور پر ملکر تمام کام سپرد ہوا جس میں مہارانا بھی شریک رکھا جاتا تھا تاکہ اوسکو ہر طرح
سے کارروائی کی عادت اور لیاقت پیدا ہو جائے اس تدبیر سے ملکی آمدنی بڑھی۔
شہر سے نیمچ اور کھیرواڑہ تک پختہ سڑکیں تیار کی گئیں اور شفاخانہ و مدرسہ جاری ہوا
ڈونگر موں کے سردار ۱۸۳۵ء سے پیشتر اپنے پہاڑی مسکنوں سے نکلکر قرب و جوار کے
لوگوں پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے اس سال میں افواج مہاراجہ سیندھیا و ملکہ
مہارانا میواڑ بسرکردگی افسر انگریزی مجرموں کی سرکوبی کے واسطے متعین ہوئی۔
کچھ مقابلے کے بعد قلعہ فتح ہو گیا۔ اجیت سنگھ اور اسکے دو بھائی نکال دیے گئے ۱۸۴۲ء
میں دربار میواڑ نے سفارش کرکے گورنمنٹ ہندوستان سے اجیت سنگھ کے پھر
آباد ہونے کی اجازت حاصل کی۔ مہارانا کی نابالغی کے زمانے میں سررشتہ مال کی اصلاح
شروع ہوئی تھی اور زمینداروں سے بندوبست کیا گیا تھا مگر یہ بندوبست اہلکاران
دربار کی معرفت ہوا اس سبب سے چھ لاکھ روپیہ جمع میں باقی رہ گیا۔ پٹہ جات
منسوخ ہوئے اور بندوبست از سر نو خام ہوا۔ سمت ۱۹۳۱ مطابق ۱۸۷۵ء ۱۶ نومبر

کو مہارانا بالغ سمجھا گیا اور اسکو حکومت کے اختیارات اور تین لاکھ روپیہ نقد جو سرکاری خزانے میں تھا سونپا گیا۔

اسکے مشیروں نے اُس کو خود کام کرنے سے منع کیا مگر کرنل نکسن صاحب پولٹیکل ایجنٹ کی صلاح سے اُس نے مشیروں کی ممانعت پر مطلق دھیان نہ کیا اور کام کرنے سے باز نہ آیا منتظمان ریاست میں سے مہتا گوکل چند تو اپنے علاقہ ماندل گڑھ کو چلا گیا پنڈت لچھمن راؤ راج کا کارکن اور ٹھاکر ظالم سنگھ تمالی والا یہ دونوں مہارانا کے اول مشیر رہے۔ ۱۸۶۲ء میں راوت کیسری سنگھ والی سلومبر مر گیا اہالیان قبیلہ نے متوفی کے بعید رشتہ دار جودھ سنگھ نامی کو مسند نشینی کے واسطے تجویز کیا۔ وہ خلاف حکم دربار و خلاف دستور مروجہ جاگیر پر قابض ہو گیا۔ دربار کی خواہش یہ تھی کہ راؤ کھد نسیر کو جو وارث جائز ہے مسند نشین کرے مگر مقابلے جودھ سنگھ قابض جاگیر کے اسکی امداد کی قابلیت نہ دیکھ کر انگریزی فوج ملنے کی صاحب پولٹیکل ایجنٹ سے درخواست کی مگر گورنمنٹ ہندوستان نے فوج بھیجنا منظور کر کے ریاست اور مجمع سرداران کو اطلاع دی کہ سرکار انگریزی کو منظور نہیں ہے کہ ریاست اودیپور کو مدد دیکر اوسکے فرائض سے سبکدوشی کرے اور فوج انگریزی کی دست اندازی سے پیشتر سرداروں کو لازم ہے کہ بغور و تامل سمجھ کر لکھیں کہ سلومبر کی مسند نشینی کی بابت کل سردار متفق الرائے ہیں یا نہیں اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ جودھ سنگھ نے دو لاکھ روپیہ ریاست میں داخل کیا اُس کا قبضہ بحال رہا اور راؤ بھوپال سنگھ کی نسبت یہ حکم ہوا کہ وہ خود موضع چاوند سے متبنے لیا گیا ہے اس لئے دوبارہ متبنے نہیں ہو سکتا۔ اکتوبر ۱۸۶۲ء میں مہارانا سلومبر جا کر بعد ادائے رسم ماتم پرسی وہاں کے سردار جودھ سنگھ کو لے آیا۔ مہارانا سروپ سنگھ نے اس رسم کو ادا نہ کیا تھا اس سے چونڈاوت راجپوت بالاتفاق اون سے مخالف ہو گئے تھے اور اسکے عہد میں بڑی خرابی رہی تھی۔

ستمبر ۱۸۶۶ء میں ٹھاکر نیمبہیڑہ اور راؤ دیوگڑھ کے درمیان فساد ہوا اُس میں ۱۳ آدمی مارے گئے اور ۲۲ زخمی ہوئے اور وہ تنازعہ فرو ہوا۔

سنہ ۱۸۶۷ء میں راوت رنجیت سنگھ والی دیوگڑھ کا انتقال ہوا اس نے باعتبار پنچ سرداری کوٹھاری کیسری سنگھ کی ذلت میں بہت کوشش کی تھی اسکا بیٹا کشن سنگھ بعمر ۲۵ سال جانشین ہوا مگر باوجود جاری ہونے دھونس کے کہ تا وقت اطاعت و ادائے نذرانہ جاری رہیگی وہ مدت تک مہارانا کو سلام کرنیکے واسطے حاضر نہ ہوا۔ آخرکار مہارانا نے حسب خواہش صاحب ایجنٹ گورنر جنرل رسم جانشینی ادا کردی۔

سنہ ۱۸۵۵ء میں آمیٹ کے سردار پرتھی سنگھ کے مرجانے کے بعد اسکی ٹھکرانی نے نبھالی والے ظالم سنگھ کے بیٹے امر سنگھ کو گود لیا تھا لیکن ریاست کی تلوار بندی سے پہلے دوسرے قریبی رشتہ دار چیتر سنگھ نے مہارانا سروپ سنگھ کی منشا کے موافق زبردستی آمیٹ پر قبضہ کرلیا سلومبر نے امر سنگھ کی طرفداری اور دیوگڑھ نے چیتر سنگھ کی مددگاری اختیار کی مہارانا شمبھو سنگھ نے فساد مٹانے کی نظر سے امر سنگھ کو آمیٹ کے موافق لنست اور ایک بڑا گانوں دیکر کچھ روپیہ نقد آمیٹ سے ملنا قرر کردیا جسکے بعد آمیٹ چیتر سنگھ کے بیٹے راوت شیو ناتھ سنگھ کے قبضے میں رہکر راوت امر سنگھ کے لئے میجہ کا ٹھکانا علیحدہ قائم ہوا۔

حسب صلاح پولٹیکل ایجنٹ مہارانا نے ہولی پر فحش تصویروں کا سر بازار رکھنا منع کردیا اور سواری کے وقت بکرا مارنیکی جاہلانہ رسم بھی موقوف کردی

سنہ ۱۸۶۷ء میں مہارانا نے لچھمن راؤ کارکن کو برخاست کرکے کوٹھاری کیسری سنگھ کو دیوان ریاست مقرر کرنا چاہا مگر چونکہ مہارانا کی نابالغی کے زمانے میں کیسری سنگھ سے کہ پنچ سردار تھا ایک ناپسندیدہ حرکت ظہور میں آکر اسکی موقوفی بحکم گورنمنٹ ہوئی تھی اس واسطے اسکی بحالی بھی بلا اجازت گورنمنٹ ناممکن متصور ہوکر درخواست اجازت کی گئی۔ گورنمنٹ نے مہارانا کی درخواست کو منظور کیا کیسری سنگھ کے ازسرنو مقرر ہونے سے سب کو اطمینان ہوا اگرچہ یہ شخص کام تندہی سے کرتا تھا مگر چونکہ اُن کامیلان فراخ تدبیری پر نہ تھا اس وجہ سے بندوبست مال قدیم رواج پر رہا اور رعایا مفلس ہوتی رہی۔ افسران گورنمنٹ کی رپوٹوں میں لکھا ہے کہ مہارانا کے مشیر با تدبیر نہ ہونے سے

بڑا نقصان تھا چند مصاحب جو صحبت میں رہتے تھے اس لائق نہ تھے یہ لوگ مہارانا
کو عیاشی اور ناواجب حرکات پر آمادہ کرتے تھے اور ریاستی کاروبار سے غافل رکھتے تھے
مہارانا کل کام برائے نام خود کرتا تھا اس لئے بڑی ابتری رہتی تھی اور گورنمنٹ
سے محکمہ جات مقرر کرنیکی فرمائش ہوئی اس پر مہارانا نے باقاعدہ محکمہ جات عدالت
فوجداری و دیوانی مقرر کئے ۔

۱۸۶۸ء میں بارش کم ہوئی تھی اس سبب سے جون ۱۸۶۹ء میں میواڑ کے جھیل و
تالابوں میں پانی معمولی عمق سے پندرہ فیٹ کم رہ گیا آئندہ بارش نہ ہونے سے پیداوار
خریف کا بہت نقصان ہوا کہ بجز اضلاع جنوبی کل ملک میں اس فصل کی پیداوار
بہت کم ہوئی اور شہر میں غلہ جمع نہ تھا اس سے بازار میں گرانی ہوئی ستمبر و اکتوبر میں
غلہ بمشکل میسر آتا تھا اور شب و روز فکر و تردد رہتا تھا مگر معافی محصول و دلجوئی و
خاطرداری بیوپاریاں اور انکو خرید غلہ کے واسطے زر پیشگی دینے اور سرکاری غلے کے کھتے
کھولنے کی فراخ تدبیروں سے ریاست میواڑ نے اس آفت کا بخوبی مقابلہ کیا اور ہر
طرح کوشش کر کے بازار میں غلہ کی رَو بہا دی ۔ نرخ البتہ گراں رہا ۔

شروع سمت ۱۹۲۷ مطابق ۱۸۷۰ء میں لارڈ میو صاحب وسیرائے ہندوستان
جنکی یادگار میں میو کالج قائم کیا گیا ہے اجمیر آئے راجپوتانے کے اکثر بڑے رئیس دربار
میں طلب ہوئے بڑی بحث کے بعد مہارانا شمبھو سنگھ بھی اجمیر گیا جہاں اُس کو سب
رئیسوں سے اول نشست دی گئی مہارانا صاحب کے بعد جے پور و جودھپور والوں
نے دوسری نشست کے لئے کوشش کی جس میں جودھپور کا مہاراجہ تخت سنگھ
اپنی منشا کے خلاف کارروائی دیکھ کر واپس چلا گیا ۔ دربار کے دنوں میں میواڑ کے
پولٹیکل افسر کو جھالراپاٹن کے مہاراج رانا پرتھوی سنگھ کی پیشوائی کے واسطے بھیجا گیا
تھا راستے میں رئیس نے پولٹیکل افسر سے مہارانا کی ملاقات کے لئے خواہش ظاہر کی
میواڑ کے سرداروں نے جو خود کو بعض دوسرے راجاؤں کی برابر خیال کرتے ہیں اس
ملاقات میں اس بنا پر اعتراض کیا کہ جھالراپاٹن والوں کا بزرگ راج رانا ظالم سنگھ کوٹے

کا نوکر تھا جس کا درجہ میواڑ کے سرداروں کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ کرنل نکسن پولٹیکل افسر نے
جو مہارانا کے مزاج میں زیادہ دخیل تھا۔ اُس سے کہا کہ انگریزی سرکار نے رئیس جھالاواڑ
کو خود مختار راجہ بنایا ہے جسکو دوسرا کوئی رد نہیں کر سکتا اُسکو دوسرے راجاؤں کی برابر
عزت ملنے کی اُمید آپکی مدد کے سوا نہیں کی جاتی جو سرکاری خاطر سے گوارا کرنی چاہئے
اُس پر مہارانا نے سرداروں کی مرضی کے خلاف منظور فرما کر خانگی ملاقات میں مہاراج
رانا کو اپنی بائیں طرف مسند پر جگہ دی لیکن بڑے درجے کے سردار ناخوشی کے سبب
اس موقع پر شریک نہ ہوئے

مہارانا نے جاگیر باگور کی مسند نشینی کا مقدمہ کہ مدت دراز سے زیر تجویز تھا ۱۸۷۵ء
میں فیصل کیا کہ باگور کے مہاراج سمرتھ سنگھ نے جو اپنے چھوٹے بھائی سوہن سنگھ کو مہارانا
سروپ سنگھ کی منظوری سے گود لے کر مسند نشین کیا تھا وہ کسی طرح سے دخل نہیں ہو سکتا
اُس کے بڑے بھائی سکت سنگھ کا دعوے ناجائز ہے مگر مہاراج سکت سنگھ کی معاش
کے واسطے یہ تجویز ہوئی کہ اُسکو باگور کی جاگیر سے بارہ ہزار روپے کی جمع کے دیہات علیحدہ
کر دیئے جاویں پانچ ہزار کے دیہات پہلے سے اُسکے قبضے میں تھے سات ہزار کے اور دیئے
جاویں دوسرے سال مہاراج سکت سنگھ نے فساد کے لئے سر اُٹھایا ریاست کی فوج
اُس پر بھیجنی پڑی جو اُسکو قید کر لائی اُسکے ساتھ میں اُسکا کنور بھی سنگھ بھی حراست میں آیا۔

۲ دسمبر ۱۸۷۷ء کو کرنل بروک ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ نے بڑے تکلف کے دربار
میں موجودگی صاحبان انگریز متعینہ گرد و نواح و سرداران ریاست مہارانا کو سرکار کی طرف
سے تمغائے ستارۂ ہند درجۂ اول دیا اور مہارانا نے بہت خوش ہو کر شکریہ ادا کیا

فروری ۱۸۷۸ء میں کسی سے صلاح لئے بغیر بھینڈر کے سردار کے بیٹے کو دربار میں
سردار گڈھ کے راج کے علاقہ جو دیوپور کی نشست عطا کی کہ وہ عرصے سے غیر حاضر ہے اور سالہا
سال سے اپنی نشست کھو بیٹھا تھا۔ بھینڈر کی اس ترقی پر بیدلہ۔ دیوگڑھ۔ بیگوں۔ دیلواڑہ
آمیٹ۔ گوگوندہ اور کانوڑ کے سرداروں کو رنج ہوا۔ انھوں نے بالاتفاق عہد کیا کہ نہ
دربار میں جاویں اور نہ بھینڈر والے سے نیچے بیٹھیں مگر دوسرے روز بھینڈر والے سے کہدیا

گیا کہ نہ آدے جب سب حاضر ہوئے۔

جون ۱۸۶۳ء میں مہارانا نے ایسا مقدمہ فیصل کیا کہ ۱۸۵۶ء سے زیر تجویز تھا اور موضع ستوار پیلو رخون بہا ٹھاکر لامہ کو دیکر فیصلہ مہارانا سروپ سنگھ کا بحال رکھا۔ لامہ اور رودپا ہیلی کے سرداروں میں سرحد کا تنازعہ تھا رودپا ہیلی والے نے یکایک حملہ کر کے سردار لامہ کے بیٹے اور دو بھائی اور ایک ٹھاکر اجمیر کو مارڈالا اور پانچ آدمیوں کو مجروح کیا جنرل لارنس نے کہ اُس زمانے میں پولیٹیکل ایجنٹ تھا ستوارہ موضع واردات کو ضبط کیا اور مہارانا سروپ سنگھ نے لامہ کو دیئے جانے کا حکم دیا اس حکم کی تعمیل کے واسطے مارچ ۱۸۶۲ء میں ایک اہلکار مع فوج ریاست بھیجا گیا مگر دریافت ہوا کہ ملازمان ٹھاکر مقابلے پر آمادہ ہیں اس پر کمک بھیجی گئی اور کل سرداران گرد و پیش کو ہدایت ہوئی کہ اپنی اپنی جمعیت سے حکم راج کی تعمیل کریں چنانچہ سب ٹھاکروں نے تعمیل کی مگر سرداران دیلواڑہ و آسیند نے واجبیت حکم دربار پر اعتراض کر کے تعمیل نہ کی آخرکار رودپا ہیلی والوں نے کہ ٹھاکر صغیر سن اور دوم درجے کا سردار ہے ستوارہ خالی کر دیا۔

سمت ۱۹۳۱ مطابق ۱۸۷۴ء ۷ اکتوبر کو مہارانا شمبھو سنگھ نے ستائیس برس کی عمر بارہ برس دس مہینہ بیس روز راج کرنیکے بعد تین مہینہ سخت بیمار رہ کر ناسور جگر کی تکلیف سے وفات پائی۔ اُس کے عہد میں ہائی اسکول طیار ہوا اور ایک شمبھو نواس مکان محلوں کی جنوبی طرف پچھولہ تالاب کے کنارے پر پرانی عمارت توڑ کر بنایا گیا جس سے بہتر گرم موسم میں آرام کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

کرنیل رائٹ پولیٹیکل افسر نے بیدلہ راؤ بخت سنگھ کی مدد سے زنانہ ڈیوڑھی کا عمدہ بندوبست رکھا جو عورتیں پرانے رواج کے موافق اپنے مالک کے ساتھ جان ضائع کرنا چاہتی تھیں انکو بغیر کسی فساد کے روک دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میواڑ میں رئیس کے انتقال پر ستی ہونیکی ناقص رسم بند کیگئی۔

بھیلوں کا فساد

شروع ۱۸۶۳ء میں کھاڑے کے بھیل ایسے سرکش ہو گئے کہ وہاں کے حاکم نے

دربار کو لکھا کہ تا وقتیکہ ان میں سے دو ایک نہایت شریر و سرکش پالوں کو سزا نہ دی جائے اس ملک میں امن رکھنا اور تعمیل حکم کرنا غیر ممکن ہے اس پر دربار کو چند مفسد سرکش پالوں کی سرکوبی کر کے اپنی حکومت قائم کرنی لازم آئی مگر راج کمزور ہو رہا تھا۔ بجائے اسکے کہ فی الفور سزا دی جاتی سامان نہ ہونے کے سبب سے فوج کی تیاری اور روانگی میں توقف ہوا بھیلوں نے حکام کی یہ سستی اور غفلت دیکھ کر اور بھی وارداتیں کیں ستمبر میں انکی شورش انتہائی درجہ کو پہنچی مہارانا کو صلاح دی گئی کہ پہاڑی اضلاع میں مناسب مقامات پر فوجیں متعین کر کے سزا دہی کا بند و بست کرے مگر قبل عمل درآمد اس تجویز کے سرغنہ پالوں کو طلب کر کے ہدایت کی کہ مجرموں کو فوراً گرفتار کرا دو اور مال مسروقہ مستر دکرا دو ورنہ بصورت خلاف ورزی سزائے سخت دی جاویگی مگر چونکہ یہ ہدایت بلا سزا تھی اوس پر کچھ عمل نہ ہوا۔ مہارانا کو اس قوم کی سزا دہی در تربیت الانسداد فساد کا بہت فکر ہوا اور چاہا کہ ایک دفعہ حکومت قائم کر کے اس ضلع کو تحت انتظام خاص میں رکھیں مگر یہ امر مشکل معلوم ہوا کیونکہ ان مفسدوں کو ضبط میں لانے کے واسطے جو تحمل و چستی و دیانت و لیاقت چاہئے راج کی حکومت میں کہاں تھی۔ اہالیان راج علی العموم یہ سمجھتے ہیں کہ بھیلوں میں عقل و تمیز و دیگر قوائے انسانی نہیں ہیں اور اس سبب سے انکو صرف ظلم و تشدد کے ذریعہ سے مغلوب رکھا جاتا ہے ہیں بھیلوں کی سزا دہی کے لئے دربار کی فوج اور جاگیرداروں کی جمعیت بہ تعداد دو ہزار اکیس اودے پور میں جمع ہو کر ۱۹۔ اپریل سنہ ۱۸۷۹ء کو بہ سرداری ظالم سنگھ پالی والا پہاڑی اضلاع میں آئی اور نہٹارا۔ سٹرا اٹرا۔ کریرا اور بھورانی کی پالوں پر متواتر حملہ آور ہوئی طرفین سے کشت و خون بہت کم ہوا دربار کی فوج سے صرف چار آدمی مارے گئے اور بارہ زخمی ہوئے اور بھیلوں کی طرف ۲۱ مقتول و ۴۹ مجروح سنے گئے حسب دستور بھیل پہاڑوں میں بھاگ گئے مگر قحط و بیماری کی وجہ سے انھوں نے جلد اطاعت قبول کر لی اس کا نتیجہ بہت اچھا ہوا۔

سنہ ۶۲ و سنہ ۶۳ء میں بھیلوں نے پھر شورش کی اور کئی وارداتوں کو مرتکب

ہوئے راج کی فوج کا دھنک واڑہ پال کے بھیلوں سے مقابلہ ہوا اگرچہ راج کی فوج
قواعد و ہتیار میں بہت ناقص تھی اور کسی غیر فوج کا مقابلہ کرنیکے واسطے بالکل کارآمد نہ
تھی مگر بھیلوں کی سزادہی میں کہ اُنکے پاس سوائے تیر و کمان اور پہاڑوں کی پناہ کے
اور کوئی ذریعہ نہیں ہے بخوبی کارگر ہوئی (یہ بیان انگریزی افسروں کی رپورٹوں کا مقتبس
ہے اور میں نے راج میواڑ کی بدنظمی اور ابتری کی باتوں کو کچھ نرم کرکے لکھا ہے)

ستمبر ۱۸۷۱ء میں بدریافت اس امر کے کہ باغی مینوں کا گروہ رعایائے علاقہ گوڈواڑ
سرحد چورہ کے پہاڑوں میں آکر پناہ پذیر ہوا اُسکی سزادہی کے واسطے فوج کا بھیجنا ضرور
پڑا اُس میں کھیر واڑہ اور کوٹڑہ کی مختلف جمعیتیں اور سے پور سے راج کی فوج اور راؤ
چورہ کے ملازم شامل ہوئے راؤ کے بھائی ٹھاکر بھیم سنگھ نے ایک گروہ کو اُنکی جائے پناہ
میں جا پکڑا۔ لڑائی میں اُنکو شکست دی اور اُسکے سرگروہ تیملا (بنائے معروف) کو مار ڈالا
اور دیگر چاروں کو زخمی کیا مگر کثرت درختان سے کل گروہ بھاگ گیا کوئی گرفتار نہ ہوا۔
اس فوج کشی اور ٹھاکر بھیم سنگھ کی مقابلہ آرائی سے گوڈواڑ اور سروہی کے مینہ اور
بھیلوں نے فی الفور میواڑ کے پہاڑوں کو چھوڑ دیا۔

۷۴۔ مہارانا سجن سنگھ

یہ مہارانا شمبھو سنگھ کا عمزاد بھائی اور مہاراج سکت سنگھ کا بیٹا تھا باپ کے ساتھ
خرابت میں آیا اور مہارانا شمبھو سنگھ کی وفات کے بعد بڑی مہارانی اور سرداروں وغیرہ
کے اتفاق سے متبنے ہوکر آسوج بدی ۱۳ سمت ۱۹۳۱ مطابق ۸ اکتوبر ۱۸۷۴ء کو مسند ریاست
پر بیٹھا۔ اس وقت پندرہ برس کی عمر تھی کسی قدر انگریزی۔ اردو اور ہندی سیکھنے
پایا تھا کہ سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء میں مہارانا کو سرداروں کی تجویز سے مہاراجہ ایڈر
کی بہن کے ساتھ شادی کرنے کو وہاں جانا پڑا۔ اس سفر کے تھوڑے دنوں کے بعد
انگلستان و ہندوستان کے ولیعہد شاہزادہ پرنس آف ویلز کی پیشوائی کے واسطے پولٹیکل
افسر وغیرہ کے ساتھ بمبئی جانے کا اتفاق ہوا۔ ان اسباب سے پڑھنے لکھنے میں
ہرج ہوتا گیا۔

سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء ماہ ستمبر میں دیوان مہتا پنالال جو مہارانا شمبھو سنگھ کے انتقال پر بعض لوگوں کی مخالفت سے اجمیر جلا وطن کر دیا گیا تھا گورنمنٹ کی استدعا کے سبب واپس بلایا گیا۔

اسی سال میں مہارانا کے چچا باگور کے مہاراج سوہن سنگھ نے جو خود کو اودے پور کی مسند نشینی کا حقدار خیال کرتا تھا زیادہ سرکشی کی۔ اس پر کھیرواڑے کی انگریزی بھیل پلٹن مع ریاست کی فوج و توپخانہ کے میجر گننگ کمانیر کھیرواڑہ کی ماتحتی میں باگور کے محاصرے کو بھیجی گئی اگرچہ بسبب کثرت بارش و طغیانی پانی کے روانگی میں توقف ہوا مگر میجر صاحب نے اپنا کام بلا خون ریزی انجام دیا اور مہاراج سوہن سنگھ کو گرفتار کر کے ۸۔ اکتوبر کو اودے پور لے آیا اوس کے کامدار اور دیگر متوسلین جیلخانہ میں بھیجے گئے اور وہ خود پانسو روپے ماہوار تنخواہ پر بنارس بھیج دیا گیا جہاں سے کئی برس کے بعد اسکو میجر اڈورڈ بریڈفرڈ اجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کی سفارش پر مہارانا کے حکم سے مختصر جاگیر ملکر اودے پور میں رہنے کی اجازت ہوئی۔ جنوبی کوہستان کے مقامات منڈوہ اور کھیل میں ڈاکہ کشی کے دو مقدمات شروع سال ۱۸۷۵ء میں وقوع میں آئے اور منڈوہ میں نوبت بہ ہلاکت پہنچ گئی اور راؤ جورہ سے اس کا انسداد بالکل نہ ہو سکا اور باشندگان قرب جوار بہت خائف و متردد ہوئے اس صورت میں سپرنٹنڈنٹ اضلاع کوہی کی تحریک کے بموجب صاحب پولیٹکل اجنٹ نے فوج بھیجنے کی تیاری کی۔ اگر یہ فوج فی الفور روانہ ہو جاتی تو یقین تھا کہ فوج کے پہنچتے ہی یا حملہ شروع ہوتے ہی بھیل اطاعت پذیر ہو جاتے مگر بدبختی اتفاق سے اسی زمانہ میں باگور پر فوج کشی ہوگئی اور یہ کام التوا میں رہا جب وہ مہم ختم ہوئی تو صدر میں اتنا جلد دوسری طرف فوج کشی کرنیکی نسبت بحث ہوئی اس سے توقف ہوا آخر کار بھیل پلٹن اور راج کی متفق فوج بہ تحت گننگ صاحب ۱۷۔ مارچ کو اودے پور سے روانہ ہوئی اس توقف سے بھیلوں کو مستعد مقابلہ ہونیکی فرصت مل گئی کہ لڑائی کے واسطے تیار ہوگئے اور اپنے مویشی و مال قرب جوار کی پالوں میں دوست آشناؤں کے پاس بھیجدیے اور پہاڑوں میں چھپنے کی غرض سے غلہ جمع کر لیا تاہم فوج کشی کا نتیجہ اچھا ہوا۔ یعنی

دونوں سرگروہ مع اُنکے بڑے آدمیوں کے گرفتار ہوئے صدباد وبستی اور غلہ لوٹا پر ریاست
کا قبضہ ہوگیا اور بھیلوں کو بخوبی ثابت ہوگیا کہ ہندوستانی خواہ کیسی ہی ناقص ہوں۔ اونکے
تیر و کمان سے ہر طرح بہتر ہیں آخر کار ایک مضبوط تھانہ قائم کرکے راج کی فوج واپس آئی
اور بھیلوں کو بعد اقرار نیک چلنی آئندہ کے آباد ہونیکی ہدایت ہوئی۔ تھوڑے عرصے کے
بعد لارڈ نارتھبروک گورنر جنرل ہندوستان راجپوتانہ کا دورہ کرتے ہوئے اودے پور آکر
یہاں کی مہمانی سے بہت خوش واپس گئے۔

مندر ناتھدوارہ کے گوسائیں (گوسوامی) گردھاری لال نے سرداروں کا طریقہ
اختیار کرکے دربار سے سرکشی کی سنہ ١٨٦١ع میں اُس پر فوج بھیجی گئی مگر ریاست کی
حکومت قائم کئے بغیر برخاست ہوگئی اور گوسائیں کے دیہات علاقہ میواڑ عرصے تک
قرق رہے تاہم شرارت سے باز نہیں آیا۔ پھر یہ علم ہوا کہ گسائیں کا وکیل پولٹیکل ایجنٹ کے
پاس نہ رہنے پائے اس امر سے امید تھی کہ وہ اطاعت پذیر ہوکر اپنے ظلم و تعدی کے
طریقے کو چھوڑ دے مگر دریافت ہوا کہ زنانہ ڈیوڑھی سے اُسکی رعایت ہوتی ہے اس لئے وہ
بدستور خود سری و عدم تعمیل سے کئے جاتا ہے اور اسکو دیکھکر دیگر سرداران خراج گذار ریاست
کو حوصلہ شرارت و تمردی ہوتا ہے آخر کار سنہ ١٨٧٥ع میں تحقیق ہوا کہ جب تک گسائیں حال کو
بے دخل و خارج کرکے اُسکے بیٹے کو قائمقام نہ کیا جائے رفع نزاع نہ ہوگا۔ دسمبر سنہ ١٨٧٥ع میں
اُسکی تنبیہ کے واسطے فوج تیار ہوئی تب اُس نے پولٹیکل ایجنٹ کو لکھا کہ معاملات ملکی میں
ریاست کا ماتحت رہکر احکام کی تعمیل کرونگا جیلخانہ کے قیدیوں کو چھوڑ دونگا دیہات متعلقہ
میں رعایا کو تکلیف نہ دونگا ریاست سے مقدمات دیوانی و فوجداری کی مثلیں طلب ہونگی
تو بھیجتا رہونگا اور جو پردیسی آدمی نوکر ہیں اُنکو موقوف کر دونگا چنانچہ اُس نے اکثر پردیسی
آدمی موقوف کر دیئے اور قیدی بھی بہت رہا کئے مگر اُسنے مطلوبہ مثلیں نہیں بھیجیں اور اختیارات
دیوانی و فوجداری میں ریاست کی مداخلت نہ ہونے دی اور اطاعت کرنے سے صاف
انکار کر دیا تب مئی سنہ ١٨٧٦ع میں گرفتار ہوکر میواڑ سے باہر رہنے پر مجبور کیا گیا۔ وہ پہلے
متھرا اور پھر بمبئی کو چلا گیا اُسکے کم عمر بیٹے گوردھن لال کے ہوشیار ہونے تک ریاست

نے انتظامی کارروائی اپنے ہاتھ میں لی۔ اسکے دوسرے برس مہارانا بڑی بحث کے
بعد دہلی کے دربار قیصری میں جو لارڈ لٹن ویسرائے کی حکومت میں قرار پایا تھا شریک ہوا
اس موقع پر مہارانا کی ذاتی سلامی انیس کے عوض اکیس توپ مقرر ہوئی اور ریاست کو
دو عزت دار اہلکار دیوان مہتا پنا لال اور کوٹھاری چھگن لال کو رائے کا خطاب عطا ہوا۔

سمت ۱۹۳۴ مطابق ۱۸۷۷ء میں مہارانا کو ریاست کے کامل اختیارات حاصل ہوئے
اور انہوں نے اکثر باتوں کا نیا انتظام شروع کیا اول ایک کونسل اجلاس خاص نام سے
عدالت اپیل کے عوض مقرر ہوئی جس میں کئی قدر سردار اور عزت دار اہلکار داخل کئے
گئے کئی برس کے بعد بعض لوگوں نے تعصب سے اس نام کو بدل کر مہندراج سبھا مشہور
کیا حالانکہ ایسا عمل بالکل بیجا تھا کیونکہ کوئی علم و زبان کسی قوم کی جاگیر نہیں ہے جو شخص جہاں
رہتا ہے وہاں کی زبان بولنے اور وہاں کے رواج پر چلنے کو مجبور ہے عام ہندوستان
کے علاوہ راجپوتانہ میں بھی مختلف فرقوں کے آدمی رہتے ہیں اس واسطے جو لفظ سب
لوگ بولتے اور سمجھتے ہیں اُن کے عوض ذاتی تعصب سے اپنی خاص گھڑت کرنا عوام کو
مشکل میں ڈالنا ہے۔ مہارانا چونکہ ممالک متمدنہ کے اسرار سے واقف نہ تھا اسلئے علمی و مذہبی
متعصب لوگوں کی باتوں پر چلنا اپنی عالی دماغی۔ معاملہ فہمی اور بہت ذہنی سمجھتا تھا اس
واسطے دوسرے سر رشتوں میں بھی اس قسم کے الفاظ ٹھونس دئے گئے ہیں جیسے [illegible] سین
سبھا وغیرہ اور راج نے ہندی اخبار کا نام بھی سجن کرتی سدھاکر رکھوایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ
مہارانا ہندو تھا اُسکو صرف ہندی زبان سے غرض تھی تو عالمگیر وغیرہ اگلے بادشاہوں
پر جو ہندوستان کے مالک تھے۔ ہندوؤں اور اُنکے علوم سے نفرت کا الزام لیے
جا ہوگا اور اس تعصب کے زمانے میں اور اس وقت کی آزادی کے دعوے میں کوئی
فرق نہ سمجھا جائے گا انکو یورپین لوگوں سے جو دنیا بھر کے علوم و زبانوں کو ترقی دینا چاہتے
ہیں سبق لینا چاہئے تھا۔

اس برس علاقے میں نئے حاکم بھیجے گئے جنکو دیوانی و فوجداری اور مال کے
یک جائی اختیارات عطا ہوئے اس وجہ سے رعایا پر حاکموں کا بڑا دباؤ پڑا حالانکہ

ارباب دانش صیغہ مال اور عدالتی کام ایک ہاتھ میں ہونے کو بُرا جانتے ہیں اور سرکار انگریزی
میں ان کے الگ کئے جانیکی تدبیر ہو رہی ہے۔

خاص فوج کی تنخواہ میں کچھ اضافہ ہو کر انگریزی قواعد سکھانا جاری کیا گیا شہر کے
انتظام اور صفائی کے لئے محکمہ پولیس قائم ہوا سڑکی کوچہ میں گائے بیل وغیرہ جانور جو بے قید
پھرا کرتے تھے ایک علیحدہ مکان میں رکھ دیئے گئے آوارہ کتے بھنگیوں کے ذریعہ سے پکڑوا کر
ایک مکان میں بند کر دیئے گئے اور کچھ عرصے کے بعد جنگل میں چھوڑ دیئے جانے لگے جانوروں
کی گرفتاری پر شہر کے مہاجن دوکانداروں وغیرہ نے جن کا یہاں بڑا زور ہے ایک روزہ
ہڑتال کر دی تھی جو ان کے سرغنہ ساہوکاروں وغیرہ کو تنبیہ کرنے سے رفع ہوئی۔ اسی
برس کرنل ایچی پولٹیکل افسر کی سفارش سے مہارانا نے پادری ڈاکٹر شیپرڈ کو شہر
کے شمالی طرف چھوٹا تالاب کے کنارے پر مشن کے واسطے ایک مختصر زمین بخشی۔ مشن
والوں نے ریاست کی اجازت سے اپنا ایک شفاخانہ اور مدرسہ بھی شہر کے اندر قائم کیا
اور بعد کو شہر کے باہر ایک گرجا بھی بنایا اور لاوارثوں و محتاجوں کو عیسائی بنانے میں
بہت ترقی ہوئی۔

سمت ۱۹۳۷ مطابق سنہ ۱۸۸۱ء میں جنوبی علاقے کے پہاڑی بھیلوں نے بلوہ کر کے ریاست
کے تھانہ دار اور سوار وغیرہ لوگوں کو قتل کر ڈالا خبر ہونے پر اودے پور سے فوج کا ایک گروہ
رکھب دیو کی طرف بھیجا گیا اگرچہ بھیلوں نے تو کسی غریب مسافر کو لوٹ لینے کے سوا ہتیاروالوں
سے لڑائی کی جرأت نہیں رکھتے کوئی مقابلہ نہ کیا۔ لیکن دوسرے علاقوں ڈونگرپور اور
بانسواڑہ وغیرہ کی طرف فساد پھیل جانیکے اندیشے سے پولٹیکل افسر نے ریاست کی فوج
کو حملہ کرنیکی صلاح نہ دی۔ جو لٹیروں کے واسطے مفید ہوگئی یہ پہلا موقع ہے کہ بھیلوں کے
علاقے سے بغیر کافی سزا دیئے فوج لوٹ آئی۔ مہارانا شمبھو سنگھ وغیرہ کے عہد میں
کئی بار ان وحشیوں کا سخت تدارک کیا گیا تھا جس سے بہت عرصے کے لئے امن ہو گیا تھا
اس فساد کا بڑا سبب بعض لوگوں کے بہکانیکے سوا یہ ہے کہ قدیم سے بھیل تو بیگار لوگ
ریاست کے آدمیوں کا اسباب سر پر اٹھا کر بیگار کے طور پر پہنچایا کرتے تھے اور غیر مسافر

سے اس خدمت کی اجرت لیکر لوٹ مار سے بچا دینے کے ذمہ دار ہوتے تھے کسی قدر افغانی لوگ جن کو اس ملک میں ولایتی کہتے ہیں اور جو مدت سے راجپوتانے کے بعض علاقوں میں نوکری سے گذر کرتے ہیں میواڑ کے پہاڑی ضلع میں مقرر تھے بھیل ان مضبوط اور سخت آدمیوں سے ڈر کر سرکاری حکموں کی تعمیل جلد کیا کرتے تھے۔ ریاست کے ایک دو بڑے اہلکاروں نے علاقے میں جاکر بھیلوں کی بیگار وغیرہ موقوف کر دی اور ولایتی لوگوں کو ظالم قرار دیکر میواڑ سے نکلوا دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بھیلوں نے جن میں دفعتہً ایسی رعایت کی سمائی نہ تھی جان و مال کا ایسا نقصان کیا جس کا کچھ بھی عوض حاصل نہ ہو سکا۔ فسادی لوگ رعایت کی حالت میں اس غلط خیال سے کہ ہمیں کوئی سزا نہیں دے سکتا زیادہ بدی کرنے لگتے ہیں محض وحشی اور بے رحم لٹیروں کو ہتھیاروں کے مقابل ایک دم بے لگام چھوڑنا کب مناسب سمجھا جا سکتا ہے یہ لوگ شور و فساد سے عام امن میں بعض وقت خلل ڈالتے ہیں جنکو سزا دینے کی بابت بعض افسر درگذر کر جاتے ہیں لیکن جنگلی رعایا کو جس کے پاس روپیہ کم ہوتا ہے جرمانہ وغیرہ سے تنگ کرنا البتہ بیجا ہے اور لوٹ مار در کرنیکی غرض سے جسمیں اکثر غریب مسافر اور محنتی بیوپاریوں کی جان و مال کا نقصان ہوا کرتا ہے۔ فسادیوں کو فوجی تنبیہ اور جسمانی سزا دینا نہایت ضرور اور بیشک مفید ہے۔

سمت ۱۹۳۸ مطابق سنہ ۱۸۸۱ء نومبر کے مہینے میں لارڈ رپن ویسرائے ہند نے چتوڑ کے مقام پر آکر مہارانا کو اول درجے کا تمغائے ستارہ ہند ملکۂ قیصرۂ ہند کی طرف سے دیا۔ مہارانا نے اس موقع پر چتوڑ کے راستے اور مکانوں کی درستی میں چار لاکھ روپیہ صرف کرکے نائب سلطنت کو دو روز بڑی خاطرداری کے ساتھ مہمان رکھا۔ اس سال میں مہاراج سکت سنگھ کو جو مہارانا کا اصلی والد ہے اور جسکو جاگیر کے عوض چھتیس ہزار روپیہ سالانہ نقد ملتا تھا۔ باگور کی جاگیر جو پہلے اسکے حقیقی بھائی سوہن سنگھ سے ضبط ہو چکی تھی عطا کی گئی۔

سمت ۱۹۳۹ مطابق سنہ ۱۸۸۲ء میں راوت کو ٹھاریہ پر اول درجے کے سرداروں میں سے ہے قرضے کی فریاد اور سرحدی فیصلے کی تعمیل نہ کرنیکے سبب کسی قدر تو ج

بھیجی گئی جو کامیابی کے بعد جلد واپس بلالی گئی۔

اسی سال مہارانا کے محل میں ایڈر والی چھوٹی مہارانی سے ایک کنور پیدا ہوا یہ بڑی خوشی کی بات تھی جو چار پشت سے مہارانا بھیم سنگھ کے بعد کسی رئیس کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ لیکن سرد موسم میں غفلت اور بے احتیاطی کے سبب پیدائش سے چار پہر بعد بچے کی جان ضائع ہوگئی اور کل ملک کا رنگ ماتم و غم سے بدل گیا۔

سمت ۱۹۴۰ مطابق ۱۸۸۳ع مارچ کے مہینے میں جودھپور کا مہاراجہ جسونت سنگھ اور کشن گڑھ والا شاردول سنگھ دوستانہ طور پر اودے پور آئے جو تین ہفتے کے قیام کر چکنے کے بعد اپنی ریاستوں کو واپس گئے۔

اس برس بوہیڑہ مقام کی جاگیر پر جو دوسرے درجے کے سرداروں میں زیادہ آمدنی کی جاگیر ہے جھگڑا ہوا۔ بوہیڑہ کے راوت اوت سنگھ نے ایک دور کے رشتہ دار کیسری سنگھ کو اپنے مرنے سے چند روز پہلے ریاست کی منظوری بغیر وارث بنادیا تھا بھینڈر کے جاگیر دار مدن سنگھ نے قریب رشتہ داری کے سبب اپنے چھوٹے بھائی کو بوہیڑہ کی جاگیر ملنے کے لیے مدد مانگ کر انصاف چاہا مہارانا کے حکم سے راج کی فوج نے اُس مقام کا محاصرہ کرلیا۔ فوجی کارروائی سے گانوں میں آگ لگی اور کیسری سنگھ نے پچھلی رات میں کچھ سامان لے کر بوہیڑہ سے نکل جانا چاہا فوج والوں نے پیچھا کیا جس سے کچھ آدمی ہلاک اور زخمی ہوئے اور کیسری سنگھ کو فوج مع کامدار وغیرہ گرفتار کرکے اودے پور لے آئی۔ ریاست کے نوکروں میں سے رسالدار بہادر گلشیر خاں گولی لگنے سے مارا گیا اُسکے بیٹے کے نام معقول تنخواہ مقرر کی گئی بھیجی لال مہتا حاکم جہازپور کو فوج کی افسری پر جانیکے سبب پانوں میں سونا عطا ہوا جو اس ملک میں عزت کی نشانی ہے اور فوج خرچ کے طور پر ایک گانوں منگلو انعام خالصے میں رکھا۔ جاگیر بوہیڑہ کی باقی جاگیر جاگیردار بھینڈر کے چھوٹے بھائی رتن سنگھ کو دی گئی۔ اسی عرصے میں مہارانا نے چتوڑ سے اودے پور تک ریل بنوانے کا ارادہ کیا تھا جو تجویز اُنکے مرنے کے بعد عمل میں آئی۔

سمت ۱۹۴۱ مطابق ۱۸۸۴ع ۲۳ دسمبر کو مہارانا نے جودھپور کے سفر سے واپس آکر

جہاں وہ اپنی بیماری کے باعث آب ہوا بدلنے کو گیا تھا ایکدم ضعف بڑھ جانے سے دس
برس ڈھائی مہینہ ریاست کر کے پچیس برس کی جوان عمر میں انتقال کیا۔ موت کی تقریب
پر بہت سی رسمی خیرات ہو کر دو لاکھ روپیہ میواڑ کے علاقے میں مدرسے اور شفاخانے بننے کے
لئے والٹر صاحب رزیڈنٹ کی صلاح سے امانت رہا جو اب اُن کاموں میں صرف ہو رہا ہے
مہارانا کے مصاحب شوقین ہونے سے بڑا نقصان رہا ان نوجوانوں نے اسکو برے دکن شوقوں
پر لگا دیا۔ رات کو جاگنا دن کو سوتا ورنہ اسکے آثار سے امید بندھتی تھی کہ وہ پرلے درجہ کا دیانتدار
انتظام پر نئی تہذیب کی بڑی جلا کر دیتا۔ صحبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرحہ سوزاک اور بھگندر وغیرہ
آلام میں جوان گیا۔ سخت مزاج اور تند طبیعت تھا آسیند کے راوت ارجن سنگھ کو اسکے مزاج
میں دخل بہت تھا۔ ارجن سنگھ کو اپنی ماتحت ایک جاگیردار سے خصومت ہو گئی ایک چارن مارا گیا
مہارانا صاحب سے راوت کو رسوخ تھا مقدمہ جاگیردار پر ثابت ہو کر اسکو پھانسی دلوادی مرتے
سامنے وہ پھانسی پر لٹکنے کے وقت یہ کہنے لگا کہ اے پرمیشر تو جانتا ہے میں بے قصور پھانسی لٹکایا
گیا ہوں مجھ پر جو ظلم ہوتا ہے ان ظالموں کا کھوج جاتا رہے اُس وقت اس کو پھانسی
ہو گئی اور مہارانا کے حکم سے اوسکی جاگیر آسیند میں مل گئی۔ لیکن
مکافات تو دیکھئے کہ مہارانا نوجوان پر ارمان لاولد نامراد دنیا سے گیا اوسکے باپ کو بیٹا کرنا
نصیب نہ ہوا۔ اس طرح کھوج گیا۔ آسیند راوت کا بھی کھوج جاتا رہا نہ خود رہا نہ کوئی اولاد
نرینہ چھوڑی اُس کا علاقہ مہارانا فتح سنگھ جی اور پنڈت سکھدیو پرشاد جو دیوری سابق
دیوان ریاست میواڑ کی تدبیروں سے خالصے میں شامل ہو گیا۔ اگر یہ عقیدہ سچ ہے کہ
کشن کمار کے سراپ سے اودے پور کے مہارانا لاولد مرتے ہیں تو یہ سراپ بھی ضرور تسلیم
کرنے کے قابل ہے کہ مہارانا سجن سنگھ اور راوت ارجن سنگھ دونوں کا نام و نشان اپنی خاص
اولاد کے نہ چلنے کے ذریعہ سے مٹ گیا بہادر راجپوت تو پھانسی پر لٹک گیا مگر اسکی پیشگوئی
بالکل صحیح ہوئی اور کچھ عرصے کے بعد دونوں طرف سراپ اثرپذیر ہوا۔

۷۳۔ مہارانا فتح سنگھ جی

موجودہ مہارانا صاحب جو شیورتی مہاراج گج سنگھ کے چھوٹے بھائی اور متبنے

تھے اور مہارانا سنگرام سنگھ کی اولاد میں سے مہارانا سجن سنگھ کے قریب رشتہ دار ہیں مہارانیوں سرداروں اور کرنل والٹر ریذیڈنٹ کے اتفاق سے سمت ۱۹۴۱ مطابق ۱۸۸۴ء ۲۴ دسمبر کی شام کو مسند نشین ہوئے۔ جسکے چند روز بعد پہلے مہارانا کی ماتم پرسی کے واسطے مہاراجگان جے پور۔ جودھ پور۔ کشن گڑھ اور ایڈر علیحدہ علیحدہ طور پر آئے اور تھوڑے دن قیام کے بعد اپنی ریاستوں کو چلے گئے۔

سمت ۱۹۴۲ مطابق ۱۸۸۵ء ۲۳۔ اگست کو مہارانا صاحب کے پورے اختیارات ملنے کی رسم ادا ہوئی۔ اسی سال ۸۔ نومبر شام کو لارڈ ڈفرن صاحب وائسرائے ہند دورہ اور ملاقات کے طور اودے پور داخل ہوئے اور دو روز قیام کے بعد ۱۱۔ نومبر کو صبح کے ۹ بجے واپس چلے گئے۔ پھر اپنے اپنے عہد حکومت میں لارڈ کرزن و منٹو و ہارڈنگ و چلمسفورڈ وائسرایان ہند اودے پور میں آتے رہے۔

سمت ۱۹۴۳ مطابق ۱۸۸۷ء ۱۶ فروری کو جشن جوبلی یعنی فرماں روائے ہند و انگلینڈ کی پچاس سال حکمرانی کی تقریب پر مہارانا صاحب کو خطاب ستارۂ ہند درجہ اول ملا۔

سمت ۱۹۴۴ مطابق ۱۸۸۷ء ۲۰۔ نومبر کو مہارانا صاحب کے دوسرا کنور پیدا ہوا جسکی خوشی میں بہت سی خیرات و انعام کے علاوہ ریاست کی بقایا کا سوا سات لاکھ روپیہ ماتحتوں کو معاف کیا گیا مگر وہ زندہ نہ رہا۔

ذاتی طور پر مہارانا صاحب نہایت مستعد اور رحم دل شخص ہیں شکار وغیرہ میں انکو چلنے پھرنے کی بہت مشق ہے چال چلن سادہ اور نیک ہے یہاں تک کہ لارڈ کرزن جب اودے پور میں آئے تو اُن کے سادہ چلن کو قابل تقلید والیان ملک بتا گئے اُن کو چونکہ ہر معاملے میں انصاف رسانی مقصود رہتی ہے اس لئے اتنی احتیاط کرتے ہیں۔ اور معاملے کو اتنا ڈھیل میں ڈالتے ہیں کہ اہل معاملہ گھبرا کر شکایتیں کرنے لگتے ہیں۔

اکثر سرداروں کے اور اُن کے دلوں میں اختلاف ہے اور قریب قریب بہت سے سردار اُن ... [illegible] ... کے بعد گورنمنٹ

انگریزی کے ہاتھوں سے فیصل ہوا چونکہ اب انگریزوں نے ہر رئیس و غریب کو سیدھا کر دیا ہو
اور اب قابل نہیں چھوڑا ہو کہ کوئی والئی ملک اپنی ماتحت کو کچل سکے یا ماتحت بغاوت کر سکے۔ اس
لئے جنگ و جدال یہ نوبت نہیں پہنچی اگر انگریزوں سے پہلا سا وقت ہوتا تو کل سردار مقابلے
کو آمادہ ہو جاتے اور سے پور یہی کیا منحصر ہے کل راجپوتانہ میں یہ کیفیت ہے کہ سردار اپنی
جاگیروں میں رئیسوں کا اختیار کامل ہونا نہیں چاہتے کیونکہ یہ لوگ اکثر حرکات ناشائستہ و
خلاف قانون کرتے ہیں اور با ضابطہ نگرانی نہ ہونے سے سزا سے محفوظ رہتے ہیں۔ رئیسوں
اور سرداروں میں بیشتر نا اتفاقی اسی وجہ سے رہتی ہے کہ سررشتہ فوجداری و دیوانی کے
احکام کی عدم تعمیل بلکہ عدول حکمی کرتے ہیں سردار لوگ اختیارات فوجداری و دیوانی اپنے
ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں اور مہارانا اس وجہ سے کہ کل معاملات میں سرکار انگریزی ان کو
جواب دہ سمجھتی ہے اختیارات سرداران کو مسدود اور انکو محکوم رکھنے میں کوشش
کرتے ہیں اور سرداروں کی خاص غرض اس خودسری میں یہی ہے کہ ظلم و تشدد اور ڈرا دھمکی
جو وہ خود کرتے ہیں یا اپنے متوسلین سے کراتے ہیں انکی سزا سے محفوظ رہیں پس لازم آتا
ہے کہ جہاں تک منشا و مناسب منشائے گورنمنٹ اپنے ملک کی حکمرانی کریں گورنمنٹ سے
انکے اختیارات جائز کے اجرا میں اعانت کی جائے تاکہ وہ سرداروں کو مغلوب کر سکیں مگر
گورنمنٹ رئیسوں کو مطلق العنان نہیں کرتی۔

مہارانا صاحب لارڈ کرزن وائسرائے اور جارج پنجم شہنشاہ ہندوستان کے دہلی دربار
میں شرکت کی دعوت پر گئے تو مگر آن بان قائم رہی کہ وائسرائے کے دربار میں تو بیماری کی وجہ
سے شرکت نہ ہو سکی اور شہنشاہ کی صرف پیشوائی میں شریک ہوئے سنا ہے اس وقت بھی
علیل تھے غرض انکو ہندوستان کے والیان ملک میں سے کسی کے بعد بیٹھنا منظور نہ
تھا۔ ایک بار مہارانا شملے کو وائسرائے سے ملنے کی غرض سے گئے۔

۱۹۱۸ء کے سال نو کی تقریب پر مہارانا جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ بنائے گئے گورنمنٹ اپنی
عطوفت خسروانہ سے مہارانا کی پیرانہ سالی۔ نیک چلنی۔ معقولیت اور وضع قدیمانہ
کی پابندی کا بڑا لحاظ کرتی ہے اور یہی پالیسی اسکی انکھ لوگوں میں اثر کئے ہوئے ہو

اجمیر میں ایک سبھا قائم ہوئی جس نے سرکار انگریزی کے خلاف کوشش شروع کی اسکو وہاں نشو ونما
حاصل نہ ہو سکی لیکن اس سبھا کے بعض ممبر میواڑ میں گھس پڑے اور اول اول بجولیا میں اپنا کام
شروع کیا کہ رعایا کو ورغلانا شروع کیا مہارانا صاحب نے روک تھام کی تو انکے خالصے کی علاقہ میں
رعایا کو سرکشی کا سبق دینے لگے اور بعض وہ لوگ جو شہر میں مہارانا صاحب کے ہاتھ سے تنزل کا منہ دیکھ چکے
تھے ہندی کے اخبار پرتاپ کانپور وغیرہ میں مہارانا صاحب کے خلاف بڑے بڑے مضامین لکھنے لگے آخر کار
یہ مادہ فساد اندر ہی اندر پکتے پکتے اس نے منہ کیا اور سنہ ۱۹۲۱ء میں پانچ چھ ہزار علاقہ کی رعایا
شہر میں آکر جمع ہو گئی۔ بعض افسر جو مہارانا صاحب سے دل میں کینہ رکھتے تھے یہ
موقع انکو اچھا ہاتھ آگیا رزیڈنٹ اودے پور اور ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ نے لارڈ ریڈنگ
وائسرائے کی خدمت میں کوشش کرکے مہارانا صاحب کے عام کام کاج ملکی کے اختیارات
سلب کراکے انکے ولیعہد بھوپال سنگھ صاحب کو دلوا دیئے جنکی عمر ریاست کی حکومت اور
مزہ حاصل کرنیکی نکلی جاتی تھی۔ چونکہ یہ انگریزی افسروں کے مشورے پر عمل کرنیوالے آدمی
ہیں رزیڈنٹ اور ایجنٹ دونوں انکے مددگار بن گئے بعضی کوہستان کے بھیل بھی منحرف
ہوئے اور ایک بنیئے نے جو موتی لال کوٹھاری کہلاتا ہے انکی سرغنائی اختیار کی اور یہ
فساد سروہی اور گجرات تک پھیل گیا۔ اس لئے سرکاری سپاہ نے انکی گوشمالی کی موتیلال
تو ہاتھ نہ آیا مگر بھیلوں کا خون بہایا گیا۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ اس پہاڑی ملک میں جاگیروں
اور بھومیہ سرداروں کے علاقے کے بھیلوں کی مثل خالصے کی پالوں کے ہر تیسرے یا چوتھے
سال سزا دہی نہیں ہوتی اسکا سبب میں تم کو بتاؤں کہ ان جاگیروں میں منتظم و اہلکار نہیں
بدلتے ہیں اور بھیلوں کو انکا اعتبار ہے بلکہ اہلکاران مذکور انتظام آئندہ کی ذمہ داری سے
خائف رہتے ہیں اور ریاست کے اہلکار و تھانہ دار انتظام آئندہ پر کچھ نظر نہیں رکھتے
اور نہ بھیلوں کو ان عہدہ داروں کا کچھ اعتبار ہوتا ہے کیونکہ یہ عہدہ دار بدلتے رہتے ہیں اور جب
تک اپنی ڈیوٹی پر رہتے ہیں انکی یہ خواہش رہتی ہے کہ جب تک وہ کام پر ہیں روپیہ پیدا
کرلیں (یہ بیان ہم نے انگریزی افسروں کی رپورٹوں سے چن چن کر اخذ کیا ہے)
مہارانا پرانی وضع کے پابند آدمی ہیں کوئی اہل غرض اپنا اثر ان پر نہیں جما سکتا۔

اور نہ حسب دلخواہ نفع اٹھا سکتا ہے لیکن ولیعہد بڑے رحم دل ۔ نرم مزاج اور اپنے رفقا نواز ہیں ان سے کام نکال لینا آسان ہے بشرطیکہ انکی مزاج میں رسوخ ہو تو اسکے مائی باپ ہیں

انکو گورنمنٹ نے کے سی ۔ ایس ۔ آئی کا خطاب بھی دیا ہی ۔ انکے پاؤں چھوٹے چھوٹے اور تلے کا دھڑ بڑا ہے مگر جب بیٹھتے ہیں تو وان رعنا معلوم ہوتے ہیں خوش مزاج بھی ہیں

یہاں کے ہندو غیر قوم والوں سے بہت پرہیز کرتے ہیں جس فرش پر مسلمان بیٹھا ہو اُس پر پانی نہیں پیتے ۔ اگرچہ ولیعہد اپنے کو بہت ہوشیار اور دانشمند سمجھتے ہیں اور جس قدر عمر پاتے جائیں گے اُمید ہے کہ اپنے ملک کا عمدہ انتظام سمجھ سکیں گے اور اب بھی اُن کو خیال ہے مگر پابندی دستور قدیم اور بعض اہلکاروں کی مشورت سے بہت سستی سے ترقی ہوتی ہی انکو فی الجملہ ہوشیاری و تمیز حاصل ہے خصوصاً بلحاظ اسکے کہ جس شخص نے امراءں وا باہجی میں پرورش پائی وہ بغیر کسی ملکی کارروائی کے تجربے کے اک دم سے ریاست کے کام کو ہاتھ میں لے لے ازبس تعجب انگیز ہے ۔ انکے افعال میں اپنے پرانے ساتھیوں کی بہبود پیش نظر ہے اور حسب خواہش سامنے کے افسروں کے ریاست کا کام کرتے ہیں لیکن باوجود اسکے نقصان رسانی انکی طبیعت میں داخل نہیں اور ہر طرح آسائش پہنچانا چاہتے ہیں اگر انکو ایسے ساتھی ملیں جیسے گورنمنٹ میں سر پیشے پر مامور ہیں تو ریاست کو بہت ترقی ہو اور میواڑ میں انواع اصلاح جاری ہوں ۔ انکو اصلاح و ترقی میں کچھ پس و پیش نہیں مگر اُن کو معلوم ہوتے تھی ہوگا کیونکر ہونی چاہئے اس سے البتہ حرج ہے اونھوں نے اور صیغوں میں ترقی کے ساتھ صیغہ تعلیم میں بھی ترقی دیکر ہائی اسکول کو کالج کے درجے پر پہنچا دیا ہے اسکے علاوہ علاقے میں بھی متعدد مڈل اسکول ہیں

اودےپور کی سپاہ کے متعلق انگریزی افسروں کی رپورٹوں کو دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے جس کا مطلب مع تشریح ذرا یہ ہے کہ یہاں کی سپاہ نہایت شکستہ حال و محتاج ہے سواروں کے گھوڑے بالکل ناکارہ ہیں اونمیں زیادہ تر سندہی اور میواڑ کے ہندو و مسلمان ہیں اور کچھ پردیسی بھی ہیں ۔ سندھی پیادگان بے قواعد و بد اسلحہ

ہے اب ولیعہد نے تھوڑی تھوڑی ترقی دیکر انکی درستی چاہی ہے یا دیوڑھ لانسر کے کچھ سوار
نمود کے قابل ہیں سوار ان چھتیس (جواب تیس کو پہنچ گئے ہیں) کے سوا تنخواہ پندرہ سولہ
روپیہ سکہ اودیپوری کی ہے اس میں یہ گھوڑے اور ہتیار رکھتے ہیں اور اسی میں خوردنی
نوش وپوشش کا بندوبست کرتے ہیں اور اسی طرح سپاہی پیادے اودیپوری چھ روپیہ
ماہوار پر دفع الوقتی کرتے ہیں۔ اب کہیں کہیں سررشتوں میں انکی شکستہ حالی ایک دو
روپے کے اضافے سے دور کرنی چاہی ہے اور وہ روپیہ جو انکے باپ کے وقت میں دورہ
کرنیکے عوض وقف ہوتا تھا اب اسکے پاؤں لگ گئی ہیں اور مصارف ملکی پورے کرنے
لگا ہے۔ جب تک مہارانا صاحب اپنے اختیارات پر قائم تھے تو بعض حریص وخود
غرض ان سے شاکی رہتے تھے اور ہندی کے اخبار "پرتاپ" کانپور میں ان کی
بدنظمیوں کو نون مرچ لگا کر چھپواتے تھے مگر جو سمجھدار پاس کے رہنے والے
آدمی تھے وہ جو پابندی وضع قدیم اور خیل خوردوں کی بات نہ ماننے کے بھی کہتے تھے
کہ مہارانا صاحب کا دم غنیمت ہے۔ مہارانا صاحب اپنے زعم میں شیر اور بکری کو
ایک گھاٹ پانی پلانا چاہتے تھے اور ان تک پہنچ جانے پر بڑے سے بڑے آدمی کے
معاملے میں غریب کے ساتھ صحت وقسم اور انصاف و ناانصافی کے جانچنے اور
رشوت خوار حکام کی بے عنوانی کو پرکھنے کے لئے مقدمے کو اصلی حالات کے تجسس و
ٹٹولنے تک روک لیا جاتا تھا۔ سردار اور جاگیردار جو اپنی رعایا پر ظلم کرتے تھے ان کی حق
رسانی کے لئے مداخلت فرماتے تھے جو سرداروں کو ناگوار تھا اس لئے وہ خاصے کی
جاہل رعایا کو مہارانا صاحب کے انتظام کے برخلاف بھڑکاتے رہتے ہیں۔ اس
وجہ سے کبھی کبھی معاملات کے آخری نتیجے کے پیدا ہونے میں تعویق پڑ کر شکایت لبوں
تک آنے لگتی تھی اور یہ انکی نیک نیتی کی وجہ سے تھا نہ کسی ذاتی غرض سے جب
میں کانپور کے ہندی اخبار پرتاپ کے جواب "روزانہ پیسہ اخبار" وغیرہ میں چھپوانے
لگا۔ تو اس نے خود اس بات کو تسلیم کر لیا کہ عام خوبی کی باتیں ریاست ہائے ہمکو
مسلم ہیں۔ لیکن خاص خاص باتوں کا جواب ہونا چاہیے۔

فائدہ جلیلہ۔ یہاں کے باشندے اکثر اسلامی بادشاہوں کو حقارت اور نفرت اور تعصب سے یاد کرتے ہیں اور خصوصاً جن کو نئی روشنی سے منور ہو جانے کا دعوے ہے پرانی نقش کے لوا تینے پر ظن نہیں بھی بہتر اسمجھا یا جاتا مگر نہیں مانتے کہ اسلامی حکومتوں میں مسلمانوں سے مختلف برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا ایسی مثالیں موجود ہیں کہ مسلمان حکمرانوں نے ہندو مذہب کے واسطے جاگیریں عطا کی تھیں۔ حتٰی کہ انگریزی مصنفین نے بھی یہ لکھنے کی جرأت نہیں کی کہ دیوانی یا فوجداری کے معاملات میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے مقابلے میں امتیازی حقوق دیئے گئے پالیسی اور شعبۂ زندگی میں مسلمانوں کے ساتھ خاص رعایت مدنظر رکھی گئی سلطنت مغلیہ کا تو واحد مقصد یہ تھا کہ وہ قومی حکومت کی حالت اختیار کرے اس زمانے کا ایک مورخ اس طرز حکومت کو حسب ذیل الفاظ میں پیش کرتا ہے حکومت تنگ خیالی پر مبنی نہیں تھی اس میں کسی بھی فرد کے ضمیر و عقائد پر کوئی قید نہ تھی بلکہ ہر شخص کو ضمیر کی آزادی حاصل تھی۔ نہ اور کوئی مذہبی تعصب اس کے قومی مقاصد کی راہ میں حائل ہوتا تھا

اس طرز حکومت کی حیرت خیز کامیابی اور غیر معمولی ہر دلعزیزی کی وجہ یہ تھی کہ نہایت عقل مندی کے ساتھ ہندو مذہب کے اعلےٰ ترین اصول کو اسلام کے جمہوری اصولوں اور اس کی زبردست روحانی قوت سے ملا کر ایک خوشبودار مجموعہ تیار کر لیا گیا تھا۔

سلطنت مغلیہ کا وصف یہ تھا کہ وہ رعایا کے خیالات کے ہر پہلو کا احساس کرتی تھی۔ لوگوں کے مذہبی رسوم کو سمجھتی تھی اور قوم کے تمدنی اور مذہبی جذبات کی نشو و نما سے ہمدردی رکھتی تھی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ سلطنت کا قیام اور مضبوطی کا دار و مدار سمجھوتے کی پالیسی پر ہوتا ہے۔

فصل - جاگیرداران و سرداران درجہ اوّل

نمبر	نام جاگیر	خطاب	قوم	تعداد دیہات	آمدنی	خراج ریاست	کیفیت
۱	بڑی سادڑی	راج	جھالا	۸۴	۴۰۰۰۰	۱۰۰۰	
۲	بیدلہ	راؤ	پوربیہ چوہان	۶۱	۵۰۰۰۰	۴۵۰۰	
۳	کوٹھاریہ	راوت	ایضاً	۶۰	۲۵۰۰۰	۱۵۰۰	
۴	سلومبر	راوت	چونڈاوت سیسودیہ	۱۰۸	۱۱۰۰۰۰	معاف	سب سے بڑا ٹھکانا ہے
۵	بجولیا	راؤ سوائی	پنوار	۷۶	۵۰۰۰۰	۳۵۰۰	
۶	دیوگڑھ	راوت	سانگاوت سیسودیہ	۸۱	۱۵۰۰۰۰	۷۰۰۰	آمیٹ کی شاخ ہے
۷	بیگوں	راؤ سوائی	میگھاوت سیسودیہ	۱۴۲	۷۰۰۰۰	۶۴۰۰	دیوگڑھ کی نشست سے ٹکرا ہے
۸	دیلواڑہ	راج	جھالا	۱۴۷	۶۰۰۰۰	۶۰۰۰	
۹	بھینسروڑ	راوت	جگاوت سیسودیہ	۶	۲۰۰۰۰		مہارانا شمبھو سنگھ کے عہد میں نیا قائم ہوا
۱۰	آمیٹ	راوت	ایضاً	۵۰	۴۰۰۰۰	۳۴۰۰	سلومبر کی شاخ ہے
۱۱	گوگوندہ	راج	جھالا	۱۰۳	۴۰۰۰۰	۲۵۰۰	
۱۲	کانوڑ	راوت	سارنگ دیوت سیسودیہ	۸۳	۳۵۰۰۰	۲۱۰۰	سلومبر کی سوا سے پرانا ہے
۱۳	بھینڈر	مہاراج	شکتاوت سیسودیہ	۸۹	۶۴۰۰۰	۴۰۰۰	مہارانا اودے سنگھ کے بیٹے شکت سنگھ کی اولاد ہے۔
۱۴	بدنور	ٹھاکر	میرتیا راٹھوڑ	۶۰	۹۰۰۰۰	۴۰۰۰	جیمل میرتیا کی اولاد

نمبر شمار	نام جاگیر	خطاب	قوم	تعداد دیہات	سالانہ آمدنی	خراج	کیفیت
۱۵	بھینسروڑ	راوت	کشناوت سیسودیہ	۱۲۱	۹۰۰۰۰	۷۵۰۰	مہارانا بھیم سنگھ نے اول درجہ میں لیا
۱۶	بانسی	راوت	سکتاوت سیسودیہ	۵۵	۲۰۰۰۰	۹۰۰	سکت سنگھ کی اولاد
۱۷	کوراوڑ	راوت	کشناوت سیسودیہ	۵۳	۳۰۰۰۰	معاف	مہارانا بھیم سنگھ نے اول درجہ میں لیا
۱۸	پارسولی	راؤ	پوربیہ چوہان	۴۱	۲۰۰۰۰	۶۰۰	بیدلہ کی شاخ
۱۹	آسیند	راوت	سیسودیہ	۳۸	۶۰۰۰	۱۳۰۰	مہارانا جوان سنگھ نے اول درجہ میں لیا اب یہ ٹھکانا ضبط ہے۔
مہارانا کے قریبی رشتہ دار							
۲۰	باگور	مہاراج	سیسودیہ	۳۵	۴۵۰۰۰	۱۵۰۰	مہارانا سنگرام سنگھ کی اولاد قابض تھی اب خالصہ ہے۔
۲۱	کرجالی	مہاراج	ایضاً	۱۱	۱۸۰۰۰	۲۵۰	مہارانا سنگرام سنگھ کی اولاد قابض ہے۔
۲۲	شیورتی	مہاراج	ایضاً	۲۰	۲۵۰۰۰		ایضاً
مسند کے سامنے بیٹھنے والے							
۲۳	بنیڑہ	راجہ	سیسودیہ	۷۴	۹۰۰۰۰	۹۰۰	مہارانا راج سنگھ اول کی اولاد
۲۴	شاہ پورہ	راجہ دھراج	ایضاً	۹۵	۴۰۰۰۰	۳۲۰۰	مہارانا امر سنگھ اول کی اولاد

نمبر شمار	نام جاگیر	خطاب	قوم	تعداد دیہات	سالانہ آمدنی	خراج ریاست	کیفیت
۲۵	سرداگڑھ	ٹھاکر	ڈوڈیہ راجپوت	۱۶	۲۵۰۰۰	۱۲۵۰	غیر مستقل
۲۶		جمعدار	سندھی مسلمان	۴	۶۰۰۰		غیر قوم
۲۷		پروہت	برہمن	۶	۱۵۰۰۰		غیر ذات

سرداران درجہ دوم جو بتیس ۳۲ کہلاتے ہیں

نمبر شمار	نام جاگیر	خطاب	دیہات	سالانہ آمدنی	خراج ریاست	کیفیت
۱	ہمیرگڑھ	راوت	۱۱	۱۵۱۴۱	۱۹۴۰	
۲	چپاونڈ	راوت	۱۱	۵۶۵۹	۷۰۰	
۳	بنیسر	راوت	۳۹	۲۱۶۰۰	۹۰۰	
۴	پوہیڑہ	راوت			۲۵۰	
۵	کپوناداس	راوت				
۶	پوٹلیا	راوت	۱۶	۳۵۲۶۰	۱۶۰۰	

نمبر شمار	نام جاگیر	خطاب	دیہات	سالانہ آمدنی	خراج ریاست	کیفیت
۷	ہیپالی	راوت	۱	۳۹۴۵	۸۰۰	
۸	رام پورہ	ٹھاکر	۴	۳۴۵۰	۴۵۰	
۹	خیرآباد	مہاراج	۴	۵۳۶۸	۳۸۰	
۱۰	مہو	مہاراج	۵	۵۳۰۰	۷۰۰	
۱۱	[illegible]	راوت	۵	۲۵۶۹	۲۵۰	
۱۲	بتیاشہ	راوت	۵	۲۰۱۰		سالتمام نوکری کرتا ہے چھپٹوند معاف ہے
۱۳	کسیلوہ	مہاراج	۱	۶۰۰		ایضاً
۱۴	تاشہ	راج	۱۷	۶۹۹۰	۷۰۰	
۱۵	کسیلوہ دوسرا	راٹھوڑ	۲۲	۶۳۷۷۰	۱۶۰۰	
۱۶	روپاہیلی کلاں	راٹھوڑ	۱۱	۱۴۵۶۷	۱۵۰۰	
۱۷	بھگوان پورہ	راوت	۳	۳۴۵۱		سالتمام نوکری کرتا ہے چھپٹوند معاف ہے
۱۸	نتاول	مہاراج	۱	۱۸۰۰		ایضاً
۱۹	نیمبھیڑہ یا نیمبیڑہ	راٹھوڑ	۷	۶۵۷۱	۱۳۰۰	
۲۰	ببوری	پوار	۲	۳۵۲۰	۶۵۰۰	
۲۱	سنجواڑ	مہاراج	۴	۷۵۱۰	۱۲۰۰	
۲۲	گراوا	راجہ بہادر	۷	۱۱۷۰۰	۲۰۰۰	
۲۳	امرگڑھ	راوت	۳۰	۸۳۲۶	۱۵۰	
۲۴	بستانی	چونڈاوت	۹	۱۷۰۸۰	۱۲۰۰	
۲۵	اکٹھانہ	راوت				ماتحت مہاراجہ سیندھیا
۲۶	سنگرام گڑھ	راوت	۸	۸۰۰۰	۹۵۰	
۲۷	دھریادو	راوت	۱۱۹	۱۳۹۲۷	۲۰۰۰	

نمبر شمار	نام جاگیر	قصبہ [illegible]	تعداد دیہات	آمدنی [illegible]	خراج [illegible]	کیفیت
۲۸	چھوٹی پہرہ	[illegible]	۳	[illegible]	۲۰۰	
۳۲	[illegible]	[illegible]	۴۳	۲۵۰۰۰	۳۰۰۰	
۵۰	[illegible]پورہ	[illegible]	۱۳	۶۸۰۰	[illegible]	
۴۳	روپ نگر	سوشی	۱۰	[illegible]		
[illegible]	[illegible]					

[illegible]

فصل [illegible] پورہ

ریاست شاہ پورہ [illegible]

[illegible] لاکھ روپیہ سالانہ [illegible] سوار [illegible]

وغیرہ [illegible]

[illegible] پٹھانی باقی [illegible]

[illegible] قائم [illegible]

[illegible] دونوں [illegible] گنار ہیں یعنی بابت پرگنہ [illegible]

[illegible] چھولیہ [illegible] شاہ پورہ والے [illegible]

[illegible] تیسرے بیٹے سورج مل کی اولاد ہیں۔

نسب نامہ خاندان شاہ پورہ

[illegible] (۲) سبحان سنگھ (۳) دولت سنگھ

[illegible] (۵) [illegible] سنگھ (۶) [illegible] (۷) راجہ رتن سنگھ

(۸) راجہ ... (۹) ... (۱۰) راجہ دھیراج مادھو سنگھ (۱۱) راجہ ... (۱۲) راجہ دھیراج ... سنگھ (۱۳) راجہ دھیراج نامہر سنگھ (۱۴) ... سنگھ

احوال تاریخی

راج دھیراج شاہ پورہ کے بزرگ خاندان ... شروع میں میواڑ کے ماتحت جاگیردار تھے ... کے بعد میواڑ سے رنجیدگی کے سبب شاہ جہان بادشاہ سے ... پرگنہ پھولیا حاصل کیا۔ دہلی کی سلطنت میں خلل آنے لگا تو ... سہارے کے علاقے پر قابض رہنا مشکل تھا اسلئے انھوں نے پھر میواڑ میں ماتحتی کا سلسلہ قائم کیا اور کارگذاری کے عوض اول پرگنہ کا چھولہ اور پھر راجہ دھیراج خطاب پاکر وہاں کی خراج گذاری اختیار کی جسکا بیان اسطرح پر ہے:

مہاراج سورج مل کے تین بیٹوں ... سہاؤ سنگھ اور بھیم ... ولیس ہو پہلا ... کے ٹھکانے پر ولیعہد رہا دوسرے کو میواڑ سے ناریلہ کی جاگیر ملی جسکی اولاد اب تک وہاں موجود ہے تیسرے نے بادشاہی نوکری میں ... ہزاری منصب پاکر استقلال کیا۔ یہ راجہ سجان سنگھ سمت ۱۶۸۴ مطابق سنہ ۱۶۲۷ع سے اپنے والد کی طرح میواڑ میں نوکری دیتا رہا۔ ایک بار شکار میں مہارانا جگت سنگھ سے رنجش ہوگئی جس پر وہ میواڑ چھوڑ کر اپنے رشتہ دار بھائی راجہ رائے سنگھ کی معرفت جو ٹوڈہ کے مہاراجہ بھیم سنگھ کا بیٹا تھا شاہ جہان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں سے اسکو سمت ۱۶۹۷ مطابق سنہ ۱۶۴۰ع میں پرگنہ پھولیا جو میواڑ سے تغیر ہوا تھا اور جسکی آمدنی لاکھ روپیہ سے زیادہ ہے عنایت ہوا۔ راجہ سجان سنگھ کی اولاد کا بیان ہے کہ اس پرگنے میں اس نے شاہ جہان بادشاہ کے نام پر شاہ پورہ آباد کیا۔ اور راستے ... جاگیردار جو ساہ جی سیسودیہ کی اولاد میں ہیں یہ کہتے ہیں کہ مہارانا اودے سنگھ کے بیٹے اور راوت ... کے بھائی ساہ جی کے نام پر

شاہ پورہ بسایا گیا تھا جسکو راجہ سجان سنگھ نے کسی وقت دبا لیا۔ لیکن ہمیں کوئی شک نہیں کہ موجودہ بڑی آبادی سجان سنگھ کے سبب ہوئی جس نے سمت ۱۶۸۸ مطابق ۱۶۳۲ء میں اپنے رہنے کو عمدہ مکانات وغیرہ بنوائے۔
سمت ۱۷۱۵ مطابق ۱۶۵۹ء میں جبکہ شاہجہاں کے بیٹوں نے تخت کیلئے لڑائیاں کیں راجہ سجان سنگھ بڑے شاہزادہ دارا شکوہ کی طرف سے مہاراجہ جسونت سنگھ اور نواب قاسم خاں وغیرہ کے ہمراہ مالوے میں اورنگ زیب کے مقابلے پر گیا اور توپ خانہ پر حملہ کرتے ہوئے مع اپنے پانچ بیٹوں فتح سنگھ ہری سنگھ ہٹی سنگھ جگمال۔ انوپ سنگھ اور دوسرے ماتحت لوگوں کے کام آیا۔

دولت سنگھ

راجہ سجان سنگھ کا دوسرا بیٹا ہے اس نے اپنے باپ کے بعد سمت ۱۷۲۱ مطابق ۱۶۶۵ء میں علاقے کی حکومت پائی اور وہ سمت ۱۷۴۲ مطابق ۱۶۸۶ء میں جبکہ عالمگیر بادشاہ دکن کی لڑائیوں میں مصروف تھا اپنی موت سے گذر گیا۔

راجہ بھارت سنگھ

دولت سنگھ کے بعد اسکے بڑے بیٹے بھارت سنگھ کو شاہ پورہ حاصل ہوا اور وہ سمت ۱۷۶۷ مطابق ۱۷۱۱ء میں شاہ عالم بہادر شاہ کی طرف سے راجہ کا خطاب اور ساڑھے تین ہزاری منصب پا کر سمت ۱۷۸۸ مطابق ۱۷۳۱ء میں جسکے کئی برس پہلے اسکے بیٹے نے گدی دبالی تھی مر گیا۔

راجہ امید سنگھ

راجہ بھارت سنگھ کے بیٹے امید سنگھ نے مہارانا کے اودے پور کی خدمت میں رہ کر بہت سے کام انجام دئے اور عمدہ کارگذاری کے عوض پرگنہ کا چھوٹا خراج پر جاگیر میں پایا وہ سمت ۱۸۲۵ مطابق ۱۷۶۹ء میں مہارانا کی فوج کے شامل رہ کر اجین مقام کے پاس مرہٹوں کے مقابلے پر مارا گیا۔

راجہ رن سنگھ راجہ امید سنگھ کے بعد اسکا پوتا اور رادت سنگھ کا بیٹا رن سنگھ پانچ

برس راجہ رہ کر گذر گیا۔

راجہ بھیم سنگھ

سمت ۱۸۳۱ مطابق ۱۷۷۵ء میں یہ شخص مسند نشین ہو کر ہیں ۲۱ برس کے بعد انتقال کر گیا۔

راجہ دھراج امر سنگھ

بھیم سنگھ کے بعد اُس کا بیٹا امر سنگھ سمت ۱۸۵۳ مطابق ۱۷۹۷ء میں وارث بنا۔ جس نے مہارانا کے حکم سے بعض لٹیروں کو پوری سزا دینے کے عوض راجہ دھراج خطاب پایا۔ پھر کسی رنج کے سبب مہارانا نے اُس سے کھوگو اور جہازپور کا پرگنہ ضبط کر لیا۔ مگر کا چھولہ باقی رہا اور وہ سمت ۱۸۸۴ مطابق ۱۸۲۰ء میں انتقال کر گیا۔

راجہ دھراج مادھو سنگھ

یہ راجہ دھراج امر سنگھ کے بعد راجہ ہوا جس سے سرکار انگریزی نے پرگنہ شاہ پورہ ضبط کر کے تین برس کے بعد بادشاہی سند سے حق ثابت ہونے پر واپس دیا۔ وہ سمت ۱۹۰۲ مطابق ۱۸۴۶ء میں مر گیا۔

راجہ دھراج جگت سنگھ

مادھو سنگھ کے بعد جگت سنگھ نے علاقے پر قبضہ حاصل کیا جس سے سمت ۱۹۰۴ مطابق ۱۸۴۸ء میں سرکاری عہد نامہ ہو کر شاہ پورہ کی بابت دس ہزار روپیہ سالانہ علاوہ اُس رقم تین ہزار دو سو روپیہ سالانہ کے جو کاچھولہ کی بابت مہارانا اودیپور کو دیجاتی ہے سرکاری خراج قرار پایا آٹھ برس کے عرصے میں راجہ دھراج جگت سنگھ مر گیا۔ اور لچھمن سنگھ وارث رہا۔

راجہ دھراج لچھمن سنگھ

سمت ۱۹۱۰ مطابق ۱۸۵۴ء میں علاقے پر قابض ہوا۔ سمت ۱۹۲۵ مطابق ۱۸۶۹ء کو پرگنہ شاہ پورہ کی نگرانی کمشنری اجمیر سے علیحدہ ہو کر ایجنسی ہاڑوتی کے متعلق کیگئی اسکے وقت میں ناقص کارروائی سے قرضہ بڑھ گیا کئی باری سرکاری ہدایتوں نے

پر ابھی کچھ عمل نہ کیا گیا تو پولیٹیکل ایجنٹ انتظام کے واسطے شاہپورہ کو روانہ ہوا۔ راستہ
میں خبر ملی کہ انہیں دنوں میں سمت ۱۹۲۶ مطابق ۱۸۶۹ع ۲۔ نومبر کو راجہ دھیراج گذر گیا۔
ایجنٹ کو ایک تحریر یہ پیش کیا گیا کہ راجہ صاحب نے اپنی بھاوج ... ٹھاکر بشنیا کے بھیم سنگھ کے
بیٹے رام سنگھ کو گود لیا تھا لیکن دھلے بائی کامدار کے سوا کوئی اور شخص اس بات سے واقف
نہ تھا۔ اس لئے تحقیقات ہو کر ٹھاکر دھنوپ کے بیٹے ناہر سنگھ کو جو راجہ امیر سنگھ کے چھوٹے
بیٹے ظالم سنگھ کی اولاد میں سے ہے وارث ٹھہرا گیا اور سات مہینے کے بعد بشنیا کے ٹھاکر رام سنگھ
کو گدی چھوڑنی پڑی۔

راجہ دھیراج ناہر سنگھ جی

سمت ۱۹۲۷ مطابق ۱۸۷۰ع جون مہینے میں شاہپورہ کے مالک قرار دیئے گئے
انکی کم عمری اور ناتجربہ کاری کے سبب ایک سرکاری اہلکار منشی سالگرام مختار کیا گیا
لیکن وہ کچھ عرصے کے بعد مر گیا۔ سمت ۱۹۲۸ مطابق ۱۸۷۱ع جنوری مہینے میں سرکاری
طرف سے راجہ صاحب مسند نشین کئے گئے اور آٹھ مہینے کے بعد انکو دسہرہ کے
تہوار اور تلوار بندھائی کے واسطے اودیپور جانا ضرور ہوا جہاں سے واپس آکر شوق کے
ساتھ کچھ اردو اور ہندی پڑھنا سیکھا۔ لیکن سمت ۱۹۲۹ مطابق ۱۸۷۲ع میں چار مہینے
تک دوبارہ اودیپور کی حاضری سے یہ شغل چھوٹ گیا۔ دوسرے سال مہارانا شمبھو سنگھ کے
انتقال اور مہارانا سجن سنگھ کے مسند نشین ہونے پر راجہ دھیراج کو پھر اودیپور جانا پڑا اور
تھوڑے دنوں کے بعد دہلی کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا۔

سمت ۱۹۳۳ مطابق ۱۸۷۶ع مارچ مہینے میں راجہ صاحب کو حکومت کے پورے
اختیارات ملے دو تین برس کے اندر جو کئی لاکھ روپیہ قرض ہو گیا تھا ادا کر دیا گیا۔

سمت ۱۹۳۴ مطابق ۱۸۷۷ع میں ماتحت جاگیرداروں کی فریاد ایجنسی ہاڑوتی اور
ریذیڈنسی آبو پر پہنچی کہ ٹھاکر بشنیا کی طرح جو اپنی جاگیر ضبط ہو جانے سے مختصر تنخواہ میں بہت تکلیف
اٹھاتا ہے ہر ایک پر سختی کی جاتی ہے۔ پنڈت موہن کشن ورلے کامداری سے استعفا دیا
اور سرکاری منشا سے بابو رام جیون لال سکول ماسٹر اجمیر کی تقرری بطور کارپرداز کے

عمل میں آئی۔ اس سال راجہ دھیراج نے آریہ سماج کے بانی مہاشی سوامی دیانند کی پیروی کے سبب بانہ بہت پستی وغیرہ کو ناجائز ٹھہرایا تھا اور سناتنیوں نے دھرم کی دھجیاں اڑاتا تھا اسکی یادگار میں گویا اپنا اجمیر کا باغ جسکی قیمت دس ہزار روپیہ کی تھی عنایت کیا اسی زمانہ کے آخر میں مہارانا سجن سنگھ کے انتقال اور مہارانا فتح سنگھ کے مسند نشین ہونے پر راجہ دھیراج اودے پور گئے۔ سمت ۱۹۴۴ مطابق ۱۸۸۷ء میں انکی رانی گذر گئی اور وہ بہت بیمار ہو کر جانشیں ہوئے

آجکل راجہ ناہر سنگھ راکانہ راجپوتوں کے مسلمان ارتداد میں ہر قسم کی امداد دے رہے ہیں اور انکی وجہ سے ہندو مسلمانوں کے اتحاد کا شیرازہ بکھر گیا ہے ۱۴ مئی ۱۹۲۳ء کی شام کو راجپوت کانفرنس سندرابن کے دن بڑے بڑے مندروں کے پوجاری انکے پاس گئے اور کہا کہ ہمارے مندروں میں تشریف لے چلیں راجہ صاحب نے جواب میں پوچھا کہ تمہارے مندروں میں ہمارے مرتد بھائی بھی جا سکتے ہیں

اگر یہ بات ہے تو ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہم بھی چلیں گے پوجاریوں سے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا تو راجہ صاحب نے جوش میں آ کر کہا کہ اگر تم نے اپنے مندروں کے دروازے ہمارے مرتد بھائیوں کے لئے نہ کھولے تو ہم تمہارے مندروں کو صرف بائیکاٹ کر دینگے بلکہ میں پہلا شخص ہونگا جو اپنے تمام کاموں کو چھوڑ کر مندروں میں اکالی تحریک جاری کر کے تمام ایسے پوجاریوں کو مندروں سے باہر نکال دونگا تمہارے لئے موقع ہے کہ تم اپنے شدھ ہوئے بھائیوں کو بھگوان کے درشنوں سے محروم نہ رکھو۔ راجہ صاحب نے اسی کانفرنس کی صدارت کے وقت یہ بھی کہا کہ مسلمان ہمکو دھمکی دے رہے ہیں کہ اگر تم شدھی کی تحریک کو بند نہیں کرو گے تو ہم بھی گاؤکشی پر زور دینگے ہمیں مسلمانوں کی اس دھمکی کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اگر ہم نے اس دھمکی کی پرواہ کر کے شدھی کی تحریک کو بند کر دیا۔ تو ہم ہمیشہ کے لئے غلام بنے رہینگے۔ راجہ نے مسلمانوں پر جو دھمکی کا الزام لگایا ہے وہ سراسر غلطی ہے اس لئے کہ اگر مسلمان گائے کا گوشت کھاتے یا گائے کی قربانی کرتے ہیں تو وہ ہندوؤں کی دل آزاری کے لئے یا انکو کسی قسم کی دھمکی دینے

کے لئے ایسا نہیں کرتے بلکہ اُنکا مذہب اُنکو اجازت دیتا ہے کہ وہ اس مذہبی شعار کو قائم رکھیں۔

فصل اودیپور کے اضلاع کوہی

اودیپور کا وہ حصہ جو بنام مگرہ (کوہستان) مشہور ہے اور اُسکا انتظام صاحب سپرنٹنڈنٹ کھیرواڑہ کو مفوض ہے اودیپور سے جنوب میں سرحد ہی کانٹہ تک اور مشرق میں سرحد ڈونگرپور سے سروہی تک قریب ستر میل شمال وجنوب اور سو میل مشرق ومغرب ہے۔ یہ ملک چھوٹی جاگیروں میں جنکے سردار راجپوت ہیں منقسم ہے سرداران مذکور ریاست اودیپور کے خراج گذار ہیں سرکار انگریزی کو خراج نہیں دیتے ان سرداروں کے دو فریق ہیں۔

اوّل فریق۔ سلومبر کا راؤ اور گوگوندے کا راج ہیں۔

دوم فریق۔ کوٹراوڑ کا راؤ۔ جھاڑول کا راج۔ جامنڈ کا راؤ۔ تھانہ کا ٹھاکر۔ جاواسی کا راؤ پاڑہ کا ٹھاکر۔ چانی کا ٹھاکر۔ پاڑہ تھانہ کا ٹھاکر۔ ماوڑی کا راؤ۔ اوگھنہ کا راؤ۔ پینروا کا رانا۔ جوڑہ کا راؤ۔

سابقاً اس ملک میں بھیلوں کی آبادی تھی جب راجپوتوں نے فتح کیا اُنھوں نے عمدہ زرخیز قطعات اراضی اُن سے چھین لئے اور بھیل پہاڑوں کے قریب جوار کے جنگل میں رہنے لگے اب اس ملک میں بھیل۔ راجپوت اور گراسیوں کی آبادی ہے۔ گراسیہ ایک قوم ہے جسکی حالت یہ ہے کہ راجپوتوں نے کسی وقت بھیل اور مینہ وغیرہ ذات کی عورتوں کو خانہ انداز کر لیا تھا جنکی اولاد ایک علیحدہ دوغلی نسل قرار پاکر گراسیہ کہلانے لگی۔

موسم بارش میں بقدر مصارف سالتمام باجرہ دسکا جوار وغیرہ غلہ کاشت کرتے ہیں۔ اسکے سوا۔ سن۔ تل۔ اُڑد۔ چاول اور کہیں کہیں ہلدی اور ادرک بھی کاشت کرتے ہیں۔ راجپوت اور کسی قدر بھیل بھی ربیع میں گیہوں۔ جو۔ نخود۔ سرسوں اور

نے شکر کی کاشت کرتے ہیں اور بہت اچھی فصل پیدا ہوتی ہے ان اضلاع میں زیادہ تر پہاڑ اور پہاڑی زمینیں ہیں۔ انمیں کچھہ زراعت نہیں ہوسکتی ہے اور کل ملک کے ایک ثلث بلکہ چہارم پر بھی کبھی زراعت نہیں ہوئی ہے اور رقبہ کثیر بن اور جھاڑی سے بھرا ہے کہ بسبب ضرورت باشندگان ملک مزروعہ ہو سکتا ہے ان اضلاع میں چھوٹی ندیوں کی دھاروں میں لوہے اور تانبے کے ریزے ملتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ان اضلاع میں کئی قسم کی معدنی پیداوار ہو سکتی ہے۔ اور کہیں کہیں سونا بھی ملتا ہے مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ اس سے محنت و خرچ کا معاوضہ کافی ہوسکے یا نہیں بالفعل صرف ایک کان جاور میں ہے کہ سابق میں آباد تھا اب ویران ہے اور اودیپور سے بجانب سڑک کھیرواڑہ پچیس میل کے فاصلے پر واقع ہے کسی زمانے میں یہ کانیں مشہور تھیں۔ اور فرماں روایان میواڑ کو اُن سے آمدنی کثیر ہوتی تھی اُن میں جست اور چاندی و دیگر دھاتوں کے کارخانے ۱۳۱۲ھ کی قحط سالی تک بکثرت جاری تھے اُس وقت سی رعیت تباہ ہو کر دیہات ویران ہوگئے اور جاور بھی اُنمیں سے ہے۔

بھیل لوگ قدیم سے بدپیشہ مشہور ہیں کہ چوری و غارتگیری بے خوف و خطر کمال بے رحمی سے کرتے ہیں مگر جب سے کھیرواڑہ و کوٹڑہ میں چھاونیاں ہوئی ہیں علی العموم کسی قدر بھیلوں نے اور علی الخصوص بھومیہ جاگیرداروں کے بھیلوں نے عادات غارتگری کو کچھ کچھ چھوڑ کر نیک چلنی و شائستگی اختیار کی ہے البتہ اد غارتگری کی غرض سی پیپلیہ اور پرشاد کے درمیان جھاڑی کٹ گئی ہے اور اودیپور و کھیرواڑہ کی سڑک پر رکب دیو کے جاتریوں کی آمد و رفت بکثرت جاری ہے۔

ان اضلاع میں انتظام عدالت کا اختیار ریاست اودیپور کو ہی اور سپرنٹنڈنٹ اُس کا نگران حال ہے۔ مگرے کا حاکم کل مقدمات فوجداری میں سپرنٹنڈنٹ کو رپورٹ کرتا ہے مگر تحقیقات و تجویز انکی ریاست کے اختیار میں ہے اس دوہرہ حکومت کی وجہ سے ہمیشہ ابتری اور نزاع رہتی ہے چونکہ ریاست کی حکومت قوی نہیں ہے اس لئے بھیل لوگ جبر و تعدی کے بغیر اسکو مطلق خیال میں نہیں لاتے اور

جو مراتب بلا دور عایت و عادلانہ سماعت سے باسانی فیصل ہو جاویں اُنکے واسطے سرکشی فساد کرتے ہیں۔

ان اضلاع کی جمع بیع آمدنی جاگیرات خراج گذاران چار پانچ لاکھ روپیہ سالانہ کی ہے مگر ریاست میں صرف ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ اوسطے پوری وصول ہوتے ہیں

بھیل لوگ بے سبب ارتکاب جرائم کا ارادہ نہیں کرتے اور بذاتہ نیت میں اچھے ہیں مگر جہل اور سریع الاعتقادی سے سیانہ دکھوپا کی باتوں پر گمراہ ہو کر یا بنام ڈاکن آدمیوں کو اذیت پہنچانے اور ہلاک کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اکثر جرائم اُنکے باہمی فساد سے ظہور میں آتے ہیں اکثر صورتوں میں سبب تنازع زمین و عورت کے جھگڑوں سے پیدا ہوتا ہے اور زیادہ تر شراب خواری کی حالت میں قدیم عداوتوں کو یاد کرکے باہم فساد کرتے ہیں

دستور بولادہ کا یعنی بہ اخذ اجرت غارتگری سے محفوظ رکھنے کی کفالت کا کل پہاڑی ملک میں جاری ہے ہر ایک گاؤں مسافر و بیوپاری وغیرہ کو اُجرت پر چوکیدار دیتا ہے اور جو کوئی یہ اجرت نہ دیوے تو نشر بلکہ مسلح جمعیت سے اپنی حفاظت نہ کرے ضرور نقصان اُٹھاویگا

سرحد میواڑ و گجرات پر سرجے نامی بھیلوں کا گرو اپنی قوم کے لوگوں کو تلقین کرتا پھرتا تھا۔ ایک خدا کی پرستش اور صلح پیشہ اور خیر طلبی کی ہدایت کرتا تھا اُسکے پیرو کل جرائم و گناہ و شراب خواری و ہلاکت جاندار سے پرہیز کرنیکی قسم کھاتے اور پیداوار زمین سے حیات بسر کرنے اور غسل کرکے کھانا کھانے کا عہد کرتے

فصل

تاریخ ڈونگرپور جغرافیہ

ریاست ڈونگرپور جسکو باگڑ بھی کہتے ہیں ایک مختصر ریاست میواڑ کے جنوبی حصے میں واقع ہے۔ اُسکے شمال میں مقام سلومبر اور رکھب دیو علاقہ اودے پور مغرب میں مہی کانٹھ جنوب میں ریوا کانٹھ اور بانسواڑہ مشرق میں۔ بانسواڑہ کا علاقہ اور دھریاود وغیرہ علاقہ اودیپور ہے لمبائی مشرق سے مغرب کو چالیس میل چوڑائی جنوب سے شمال کو تیس

میل رقبہ ۱۴۴۷ میل مربع آبادی ۱۵۹۱۹۲ آدمی سے کچھ زیادہ آمدنی خالصہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ سمجھی جاتی تھی لیکن اب تو آمدنی ۴۲۲۰۰ روپیہ سالانہ کو پہنچ گئی ہے فوج میں ایک سو سوار اور تین سو پیدل خیال کئے جاتے ہیں۔ خطوط عرض بلد شمالی ۲۳ درجہ ۲۵ دقیقہ اور ۲۴ درجہ ۱۳ دقیقہ طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ ۴۰ دقیقہ اور ۷۴ درجہ ۱۸ دقیقہ کے درمیان واقع ہے۔

دارالریاست ڈونگرپور کہ بڑا شہر اور قلعہ ہے دامن کوہ پر چھاؤنی کھیر واڑہ سے ۱۴ میل جنوب مشرق میں اثنائے راہ نیچ وڈلیہ۔ نیمچ سے ۱۳۹ میل جنوب مغرب میں اور ۱۲۱ میل جنوب مشرق میں ڈلیہ سے خطوط عرض بلد شمالی ۲۳ درجہ ۵۰ دقیقہ اور طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ ۵۰ دقیقہ پر واقع ہے۔ یہ شہر گیپ ساگر تالاب کے کنارے بسا ہوا ہے۔ علاقے میں مالگذاری کے حساب سے چھ پرگنے اور فوجداری کے انتظام پر نو تھانے رکھے گئے ہیں ملک میں ہر طرف جھاڑی اور پہاڑی پھیلی ہوئی ہے۔ بعض میدانوں میں گیہوں اور چاول وغیرہ غلہ پیدا ہوتا ہے۔ عام باشندوں میں بھیلوں کا ایک بڑا گروہ ہے دسویں حصے کے قریب بھیل اور باقی برہمن راجپوت اور مہاجن وغیرہ دوسری قوم کے لوگ آباد ہیں۔

قوم

رئیسان ڈونگرپور جنکو راول کہا جاتا ہے اور انگریزوں کے عہد سے مہاراول لکھے جاتے ہیں اودیپور کے سورج بنسی خاندان کی بڑی شاخ میں ہیں جس طرح ایک خاص سبب سے مہارانا لاکھا کے بڑے بیٹے چونڈا نے جسکی اولاد اب سلومبر کی جاگیر پر قابض ہے ریاست کی ولیعہدی سے علیحدگی اختیار کی تھی اور چھوٹے بھائی موکل جی کو راج ہاتھ آیا تھا اسی طرح مہارانا کرن سنگھ اول کے دو بیٹوں ماہپ اور راہپ میں سے پہلے نے دشمنوں کے مقابلے سے تنگ آکر نا امیدی کے ساتھ میواڑ کے جنوبی ویران حصے میں جہاں اب ڈونگرپور آباد ہے پناہ لیکر ریاست کا دعوے چھوڑا تھا اور دوسرے بھائی راہپ نے سیسود گاؤں بسا کر منڈور کے رانا موکل کو گرفتار کیا جس سے وہ پہلا سیسودیہ رانا کہلایا اور سیسودیہ خاندان اور رانا خطاب اودیپور والوں کے لئے خاص قرار پایا کچھ عرصے کے بعد راہپ کی

اولاد نے قدیم راجدھانی قلعہ چتوڑ کو بھی دشمنوں کے قبضے سے نکال کر تمام ملک میواڑ پر حکومت جمائی۔ راہپ کے بڑے بھائی ماہپ نے میواڑ کے جنوب میں یعنی ڈونگرپور وغیرہ کی طرف رہنا اختیار کیا اور بڑودہ باڈ وپہ مار نسل کے موری رئیس سے ڈونگرپور حاصل کیا۔

چتوڑ کے رئیسوں کا قدیم خطاب راول اُسی کے گھرانے میں رہا جو ڈونگرپور اور بانسواڑہ والوں کے نام پر اب تک بولا جاتا ہے ان لوگوں کے مورث آشادت نے مقام اہاریا آہڑ واقع میواڑ میں قیام کیا اور بقول بعض اندپورا اہار عرف اہار میں مسکن گزیں ہوا اس لئے بارھویں صدی عیسوی تک اہاریہ نام سے مشہور رہا اور ڈونگرپور والے اب تک اہاریہ سیسودیہ کہلاتے ہیں لیکن لفظ سیسودیہ خاندان گہلوت اور اہاریہ دونوں پر فائق ہوا اب اگرچہ کل نسل سیسودیہ کہلاتی ہے مگر کلوں میں گہلوت ہی شمار کیا جاتا ہے۔

مختصر تاریخی احوال

ڈونگرپور کی ریاست بادشاہ علاء الدین محمد شاہ خلجی کے حملے تک جو اُس نے سمت ۱۳۵۹ مطابق ۱۳۰۲ء کو چتوڑ پر کیا تھا علیحدہ قائم نہ ہوئی تھی۔ راول رتن سی کے قتل ہونے کے بعد اُسکا بیٹا راول کرن سی مغربی پہاڑوں میں جارہا جہاں دشمنوں کے ہاتھ سے اُس کو تکلیف پہنچتی رہی شروع چودھویں صدی عیسوی میں کرن سنگ کے بڑے بیٹے ماہپ سے میواڑ کی حیثیت چھوٹ کر ریاست ڈونگرپور کی بنا پڑی۔ نین سی مہتا جو عالمگیر کے عہد میں بیکانیر کا ایک معتبر شخص تھا اپنی کتاب تاریخ راجپوتانہ میں بیان کرتا ہے کہ سو برس کے قریب ماہپ اور اُسکے بیٹے پوتے میواڑ کے جنوبی علاقے میں پریشان پھرتے رہے۔ چوتھی پشت میں ڈونگا بھیل کو جو جنگلی لوگوں کا سردار تھا۔ ماہپ کی اولاد نے دھوکے سے مار کر ڈونگرپور پر قبضہ کر لیا اور کچھ عرصہ بعد گلیا کوٹ کو ٹائل راجپوتوں کے قبضے سے جبکہ وہ کسی شادی میں گئے ہوئے تھے نکال کر حاصل کیا۔

بعض کتابوں اور اکثر پرانے کاغذات سے ایسا پایا جاتا ہے کہ ڈونگرپور کبھی آزاد اور کبھی چتوڑ والے دیپور والوں کے ماتحت رہا۔ سمت ۱۵۰۱ مطابق ۱۵۲۸ء میں ڈونگرپور کا راول

اودے سنگھ باگڑی چتوڑ کے راناسانگا کے ہمراہ اُس لڑائی میں گیا تھا جو بابر بادشاہ سے بیانہ کے قریب ہوئی تھی۔ رانا کے طرفداروں میں راول اودے سنگھ بھی مارا گیا جس کے دو بیٹوں پرتھوی راج اور جگمال میں جھگڑا ہو کر رانا رتن سی کی سفارش اور بہادر شاہ گجراتی کے حکم سے ریاست دو ٹکڑے ہوئی پہلے کے قبضے میں ڈونگرپور رہا اور دوسرے کے حصے میں مشرقی جنوبی علاقہ یعنی بانسواڑہ آیا جو اب تک علیحدہ ریاست کے طور پر اسکی اولاد کے تحت میں ہی (دیکھو تاریخ فرشتہ احوال گجراتی)

رانا سانگا اور اسکے بڑے بیٹے رتن سی کے گذرجانے کے بعد میواڑ میں بہت سی ابتری پھیلی اور مغل بادشاہوں کی سلطنت زور پاتی گئی۔ اُن میں سے اکبر بادشاہ نے سمت ۱۶۲۴ مطابق ۱۵۶۸ء میں قلعہ چتوڑ فتح کیا اور اُس کے نو برس کے بعد وہ اجمیر سے نکل کر میواڑ کے علاقے میں گشت کرتا ہوا مالوہ کو چلا تو راستہ میں بانسواڑہ کے قریب ٹھہرا اُس وقت بانسواڑے کے راول پرتاپ سنگھ اور ڈونگرپور کے راول آسکرن نے جو راول اودے سنگھ کا پوتا تھا حاضر ہو کر بادشاہی اطاعت قبول کی اور مثل دوسرے رئیسوں کے کارگذاری دکھلانے پر منصب اور خطاب حاصل کئے۔ اکبر کی اولاد میں سے محمد شاہ بادشاہ کے شروع عہد سمت ۱۷۷۷ مطابق ۱۷۲۱ء تک جبکہ مہارانا سنگرام سنگھ میواڑ میں حکومت کرتا تھا ڈونگرپور کے رئیس اکثر دہلی والوں کے ماتحت رہے اور کبھی کبھی اودے پور والوں کے دباؤ سے انکو بھی تحفے اور نذر وغیرہ دیدیا کرتے تھے۔

سمت ۱۸۰۷ مطابق ۱۷۵۰ء کے بعد جب دہلی کی سلطنت ابتر ہو کر میواڑ بھی خانگی جھگڑوں سے پریشانی میں پڑا اور مرہٹے طاقت پاکر ہر طرف پھیلنے لگے تو ڈونگرپور کی ریاست مثل اور مقامات کے اُن کے پنجے میں آگئی اور انھوں نے رئیس کا ناک میں دم کر دیا اور مبلغ پینتیس ہزار روپیہ سالانہ خراج مقرر کیا کہ اول سیندھیا و ہلکر اور دھار میں باہم تقسیم ہوتا ٹھہرا تھا۔ مگر اخیر میں صرف دھار کے حصے میں بلاشرکت غیرے رہا۔

جب مرہٹے کئی جگہ سرکار انگریزی سے شکست پاکر لاچار ہوگئے اور اُن کا دخل راجپوتانہ کی ریاستوں سے اُٹھادیا تو سمت ۱۸۷۴ مطابق ۱۸۱۸ء میں جبکہ مہاراول

جسونت سنگھ دوم راج کرتا تھا ڈونگرپور کی ریاست سرکاری فرمان بردار بن کر حفاظت میں آئی اور اس وقت میں عہد نامہ ہوکر مبلغ ۳۵ ہزار روپیہ سالم شاہی بحساب فی روپیہ چھ آنہ آمدنی کل ریاست پر بابت خراج سالانہ دینا قبول کر کے مرہٹوں کے شکنجے سے رہائی پائی۔ ریاست کے ذمے مرہٹوں کا اس وقت تک خراج بقدر کثیر باقی تھا اسکے عوض بذریعہ عہد نامہ صرف ۳۵ ہزار روپیہ ادا ہونا قرار پایا اور تین سال کے خراج میں تخفیف ہوکر آئندہ کے واسطے اٹھائیس ہزار تین سو ستاسی روپیہ سکہ انگریزی سالانہ مقرر ہوا۔

نسب نامہ والیان ڈونگرپور

(۱) ماہپ (۲) سیہڑدیو (۳) دوداجی (۴) راول بیرسنگھ (۵) بھرتنڈ (۶) ڈونگرسی (۷) کرم سنگھ اول (۸) کانٹردیو (۹) پتاجی (۱۰) گیناجی (۱۱) سوم داس (۱۲) گنگ جی (۱۳) راول ادوے سنگھ اول (۱۴) راول پرتھوی راج (۱۵) راول آسکرن (۱۶) راول سہنس مل (۱۷) راول کرم سنگھ دوم (۱۸) راول پونجی (۱۹) راول گردھر (۲۰) راول جسونت سنگھ اول (۲۱) راول کھمان سنگھ (۲۲) راول رام سنگھ (۲۳) راول شیو سنگھ (۲۴) راول بیری شال (۲۵) راول فتح سنگھ (۲۶) مہاراول جسونت سنگھ دوم (۲۷) مہاراول دلیپ سنگھ (۲۸) مہاراول ادوے سنگھ دوم (۲۹) مہاراول بجے سنگھ۔

انمیں سے جس کا حال کچھ معلوم نہیں ہوا اُس کا نام قلم انداز کردیا جائیگا۔

۱۔ راول ماہپ بانی ڈونگرپور

یہ میواڑ کے رانا کرن سنگھ اول کا بڑا بیٹا تھا۔ جس نے شروع چودھویں صدی عیسوی میں مسلمان بادشاہوں کی حملہ آوری کے سبب چیتوڑ کی حکومت سے نا امید ہوکر میواڑ کے جنوبی ویران علاقے میں ڈونگرپور کیطرف رہنا اختیار کیا تھا اور کچھ عرصے کے بعد علیحدہ ریاست قائم کی۔

۲۔ سیہڑدیو۔ اس نے درمیانی چودھویں صدی عیسوی میں گجرات کے

لوگوں سے کچھ لڑائیاں کیں۔

۳ - دوداجی

اس نے گدی پر بیٹھ کر اپنے علاقے کو کسی قدر بڑھایا۔

۴ - راول بیرسنگھ

اس نے ڈونگا بھیل کو جو ایک لیڈر تھا ایسے موقع پر قتل کیا جبکہ وہ ایک مہاجن کی لڑکی سے زبردستی شادی کرنے میں مصروف تھا۔ کہتے ہیں اس نے ڈونگر پور شہر آباد کرکے اپنی راجدھانی قرار دیا۔ لیکن نین سی مہتا کا بیان ہے کہ ڈونگا بھیل کو اسکے ساتھیوں سمیت راول نے اپنی بیٹی کی شادی میں مہمان کے طور بلا کر بھیلوں کو خوراک کے شامل دھتورہ کھلا دیا اور بے ہوش ہو جانے پر مکان میں آگ لگا کر سب کو جلا دیا۔

۶ - ڈونگرسی

خیال کیا جاتا ہے کہ راجدھانی کا نام اس کے نام پر ہی ڈونگر پور رکھا گیا۔

۸ - کانڑدیو

اسکے وقت میں شہر نے زیادہ رونق پائی۔

۹ - پتاجی

اس نے پاتیرہ تالاب اور شہر کا پاتیرہ دروازہ بنوایا۔

۱۰ - گیپا یا غیب جی

اسنے شہر ڈونگر پور کے شمالی طرف غیب ساگر تالاب بنوایا جو اب تک موجود ہے اس تالاب کے اندر ایک مکان بھی تعمیر کرایا گیا تھا جسکو بادل محل کہتے ہیں۔

۱۳ - راول اودے سنگھ اوّل

یہ سمت ۱۵۸۴ مطابق ۱۵۲۸ء میں بارہ ہزار سوار لیکر چتوڑ کے رانا سانگا کے ہمراہ بابر بادشاہ سے لڑنے کو بیانہ کے قریب گیا اور مقابلے میں مارا گیا اس کا اور حال معلوم نہیں (دیکھو تزک بابری)

۱۴ - راول پرتھوی راج

یہ اپنے باپ کے مارے جانے کے بعد گدی پر بیٹھا۔ اسکے وقت میں بانسواڑے کی ریاست ڈونگرپور سے علیحدہ قائم ہوئی جس کا حال اس طرح پر ہے کہ اسکی حکومت کے تین برس گذرنے پر سمت ۱۵۸۷ مطابق ۱۵۳۱ء میں سلطان بہادرشاہ گجراتی نے ایڈر ہوکر باگڑ یعنی ڈونگرپور کے علاقے پر چڑھائی کی کسی قدر لوٹ مار ہونے کے بعد راول پرتھوی راج نے بہادرشاہ کے پاس حاضر ہوکر اسکی اطاعت قبول کی اور راول کے چھوٹے بھائی جگمال نے جان بچاکر رانا رتن سنگھ دوم کے پاس چتوڑ میں پناہ لی۔ رانا نے اس خیال سے کہ باگڑ کے دو حصے ہوجانے پر طاقت گھٹ کر ہمارے مقابل سرکشی کا موقع نہ ملیگا۔ جگمال کی سفارش کرکے اسکو بہادرشاہ کے پاس بھیجدیا بہادرشاہ نے باگڑ علاقے کے دو برابر حصے کرکے ڈونگرپور راول پرتھوی راج کے قبضے میں چھوڑا اور جگمال کو بانسواڑہ حوالے کرکے جدا رئیس بنادیا۔ جہاں اب تک اسکی اولاد حکومت کرتی ہے

۱۵ - راول آسکرن

اس نے سمت ۱۶۳۳ مطابق ۱۵۷۶ء میں بانسواڑے کے قریب وہاں کے رئیس پرتاپ سنگھ بہمیت میواڑ سے علیحدگی کی امید پر اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اطاعت اختیار کی اور ہمیشہ بادشاہی نوکری کرتا رہا۔

۱۶ - راول سہس مل

اس نے سوم پور کی ندی کے کنارے پر مادھورائے کا مندر تعمیر کرایا۔

۱۸ - راول پونجا

سمت ۱۶۶۶ مطابق ۱۶۱۰ء میں مسند نشین ہوا اس نے پونج پور گاؤں بساکر ایک مندر بنوایا اور شاہ جہاں کے عہد میں عمدہ کارگذاری کے عوض ڈیڑھ ہزاری ذات وسوار کا منصب پایا (دیکھو بادشاہ نامہ)۔

دکن میں خان جہاں لودھی کی تباہی میں یہ بھی شریک تھا جو شاہ جہاں سے باغی ہوکر اقصر بھاگا تھا۔

نے شکر کی کاشت کرتے ہیں اور بہت اچھی فصل پیدا ہوتی ہے ان اضلاع میں زیادہ تر پہاڑ اور پہاڑی زمینیں ہیں۔ انمیں کچھ زراعت نہیں ہوسکتی ہے اور کل ملک کے ایک ثلث بلکہ چہارم پر بھی کبھی زراعت نہیں ہوئی ہے اور رقبہ کثیر بن اور جھاڑی سے بھرا ہے کہ بحسب ضرورت باشندگان ملک مزروعہ ہوسکتا ہے ان اضلاع میں چھوٹی ندیوں کی دھاروں میں لوہے اور تانبے کے ریزے ملتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ان اضلاع میں کئی قسم کی معدنی پیداوار ہوسکتی ہے۔ اور کہیں کہیں سونا بھی ملتا ہے مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ اس سے محنت وخرچ کا معاوضہ کافی ہوسکے یا نہیں بالفعل صرف ایک کان جادو رمیں ہے کہ سابق میں آباد تھا اب ویران ہے اور اودیپور سے بجانب سڑک کھیرواڑہ پچیس میل کے فاصلے پر واقع ہے کسی زمانے میں یہ کانیں مشہور تھیں۔ اور فرماں روایان میواڑ کو ان سے آمدنی کثیر ہوتی تھی ان میں جست اور چاندی ودیگر دھاتوں کے کارخانے ۱۳۱۲ھ کی قحط سالی تک بکثرت جاری تھے اس وقت سے رعیت تباہ ہوکر دیہات ویران ہوگئے اور جادر بھی انہیں سے ہے۔

بھیل لوگ قدیم سے بدپیشہ مشہور ہیں کہ چوری وغارتگیری بے خوف وخطر کمال بے رحمی سے کرتے ہیں مگر جب سے کھیرواڑہ وکوٹرہ میں چھاونیاں ہوئی ہیں علی العموم کسی قدر بھیلوں نے اور علی الخصوص بھومیہ جاگیرداروں کے بھیلوں نے عادات غارتگری کو کچھ کچھ چھوڑ کر نیک چلنی وشائستگی اختیار کی ہے البتہ ادغارتگری کی غرض سے پیلیہ اور پرشاد کے درمیان جھاڑی کٹ گئی ہے اور اودیپور وکھیرواڑہ کی سڑک پر رکب وپو کے جاتریوں کی آمد ورفت بکثرت جاری ہے۔

ان اضلاع میں انتظام عدالت کا اختیار ریاست اودیپور کو ہے اور سپرنٹنڈنٹ اس کا نگران حال ہے۔ ہر ایک کا حاکم کل مقدمات فوجداری میں سپرنٹنڈنٹ کو رپورٹ کرتا ہے مگر تحقیقات وتجویز انکی ریاست کے اختیار میں ہے اس دوہرہ حکومت کی وجہ سے ہمیشہ ابتری اور نزاع رہتی ہے چونکہ ریاست کی حکومت قوی نہیں ہے اس لئے بھیل لوگ جبر وتعدی کے بغیر اسکو مطلق خیال میں نہیں لاتے اور

جو مراتب بلا رورعایت وعادلانہ سماعت سے با سانی فیصل ہو جاویں انکے واسطے سرکشی فساد کرتے ہیں۔

ان اضلاع کی جمع مع آمدنی جاگیرات خراج گذاران چار پانچ لاکھ روپیہ سالانہ کی ہے مگر ریاست میں صرف ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ اودے پوری وصول ہوتے ہیں بھیل لوگ بے سبب ارتکاب جرائم کا ارادہ نہیں کرتے اور بناسته ہیئت میں اچھے ہیں مگر جہل اور سریع الاعتقادی سے سیانہ دکھوپاکی باتوں پر گمراہ ہوکر یا تہام ڈاکن آدمیوں کو اذیت پہنچانے اور ہلاک کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور اکثر جرائم انکے باہمی فساد سے ظہور میں آتے ہیں اکثر صورتوں میں سبب نزاع زمین وعورت کے جھگڑوں سے پیدا ہوتا ہے اور زیادہ تر شراب خواری کی حالت میں قدیم عداوتوں کو یاد کرکے باہم فساد کرتے ہیں دستور بولاده کا یعنی بہ اخذ اجرت غارتگری سے محفوظ رکھنے کی کفالت کا کل پہاڑی ملک میں جاری ہے ہر ایک گاؤں مسافر بیوپاری وغیرہ کو اجرت پر چوکیدار دیتا ہے اور جو کوئی یہ اجرت نہ دیوے تو بشرطیکہ مسلح جمعیت سے اپنی حفاظت نہ کرے ضرور نقصان اٹھاویگا سرحد میواڑ وگجرات پر سُرجے نامی بھیلوں کا گرو اپنی قوم کے لوگوں کو تلقین کرتا پھرتا تھا۔ ایک خدا کی پرستش اور صلح پیشہ اور رفیع طلبی کی ہدایت کرتا تھا اسکے پیرو کل جرائم وگناہ و شراب خواری و ہلاکت جاندار سے پرہیز کرنیکی قسم کھاتے اور پیداوار زمین سے حیات بسر کرنے اور غسل کرکے کھانا کھانے کا عہد کرتے

فصل

تاریخ ڈونگرپور جغرافیہ

ریاست ڈونگرپور جسکو باگڑ بھی کہتے ہیں ایک مختصر ریاست میواڑ کے جنوبی حصے میں واقع ہے۔ اسکے شمال میں مقام سلومبر اور رکھب دیو علاقہ اودے پور مغرب میں بھی کانٹھہ جنوب میں ریوا کانٹھہ اور بانسواڑہ مشرق میں۔ بانسواڑہ کا علاقہ ادھر یا دو دیگر علاقہ اودے پور ہے لمبائی مشرق سے مغرب کو چالیس میل چوڑائی جنوب سے شمال کو تیس

میل رقبہ ۱۴۴۷ میل مربع آبادی ۱۵۹۱۹۲ آدمی سے کچھ زیادہ آمدنی خالصہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ سمجھی جاتی تھی لیکن اب تو آمدنی ۴۲۲۴۰۰ روپیہ سالانہ کو پہنچ گئی ہے فوج میں ایک سو سوار اور تین سو پیدل خیال کیے جاتے ہیں۔ خطوط عرض بلد شمالی ۲۳ درجہ ۳۵ دقیقہ اور ۲۴ درجہ ۳ دقیقہ طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ ۴۰ دقیقہ اور ۷۴ درجہ ۱۸ دقیقہ کے درمیان واقع ہے۔

دارالریاست ڈونگرپور کہ بڑا شہر اور قلعہ ہے دامن کوہ پر چھاونی کھیرواڑہ سے ۱۴ میل جنوب مشرق میں اثنائے راہ نیمچ و ڈلیسہ۔ نیمچ سے ۱۳۹ میل جنوب مغرب میں اور ۱۲۱ میل جنوب مشرق میں ڈلیسہ سے خطوط عرض بلد شمالی ۲۳ درجہ ۵۰ دقیقہ اور طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ ۵۰ دقیقہ پر واقع ہے۔ یہ شہر گیپ ساگر تالاب کے کنارے بسا ہوا ہے۔ علاقے میں مالگذاری کے حساب سے چھ پرگنے اور فوجداری کے انتظام پر نو تھانے رکھے گئے ہیں۔ ملک میں ہر طرف جھاڑی اور پہاڑی پھیلی ہوئی ہے۔ بعض میدانوں میں گیہوں اور چاول وغیرہ غلہ پیدا ہوتا ہے۔ عام باشندوں میں بھیلوں کا ایک بڑا گروہ ہے دسویں حصے کے قریب بھیل اور باقی برہمن راجپوت اور مہاجن وغیرہ دوسری قوم کے لوگ آباد ہیں۔

قوم

رئیسان ڈونگرپور جنکو راول کہا جاتا ہے اور انگریزوں کے عہد سے مہاراول لکھے جاتے ہیں اودیپور کے سورج بنسی خاندان کی بڑی شاخ میں ہیں جس طرح ایک خاص سبب سے مہارانا لاکھا کے بڑے بیٹے چونڈا نے جسکی اولاد اب سلونبر کی جاگیر پر قابض ہے ریاست کی ولیعہدی سے علیحدگی اختیار کی تھی اور چھوٹے بھائی موکل جی کو راج ہاتھ آیا اسی طرح مہارانا کرن سنگھ اول کے دو بیٹوں ماہپ اور راہپ میں سے پہلے نے دشمنوں کے مقابلے سے تنگ آکر ناامیدی کے ساتھ میواڑ کے جنوبی ویران حصے میں جہاں اب ڈونگرپور آباد ہے پناہ لیکر ریاست کا دعوے چھوڑا تھا اور دوسرے بھائی راہپ نے سیسودا گاؤں بسا کر منڈور کے رانا موکل کو گرفتار کیا جس سے وہ پہلا سیسودیہ رانا کہلایا اور سیسودیہ خاندان اور رانا خطاب اودیپور والوں کے لئے خاص قرار پایا کچھ عرصے کے بعد راہپ کی

اولاد نے قدیم راجدھانی قلعہ چتوڑ کو بھی دشمنوں کے قبضے سے نکالکر تمام ملک میواڑ پر حکومت جمائی۔ راہپ کے بڑے بھائی ماہپ نے میواڑ کے جنوب میں یعنی ڈونگرپور وغیرہ کی طرف رہنا اختیار کیا اور بزور بازو پرمار نسل کے موروثی رئیس سے ڈونگرپور حاصل کیا۔

چتوڑ کے رئیسوں کا قدیم خطاب راول انہی کے گھرانے میں رہا چو ڈونگرپور اور بانسواڑہ والوں کے نام پر اب تک بولا جاتا ہے ان لوگوں کے مورث آشادت نے مقام اہار یا آہاڑ واقع میواڑ میں قیام کیا اور بقول بعض انند پورا اہار عرف اہار میں مسکن گزیں ہوا اس لئے بارھویں صدی عیسوی تک اہاریہ نام سے مشہور رہا اور ڈونگرپور والے ابتک اہاریہ سیسودیہ کہلاتے ہیں لیکن لفظ سیسودیہ خاندان گہلوت اور اہاریہ دونوں پر فائق ہوا اب اگرچہ کل نسل سیسودیہ کہلاتی ہے مگر کلوں میں گہلوت ہی شمار کیا جاتا ہے۔

مختصر تاریخی احوال

ڈونگرپور کی ریاست بادشاہ علاءالدین محمد شاہ خلجی کے حملے تک جو اس نے سمت ۱۳۵۸ مطابق ۱۳۰۲ء کو چتوڑ پر کیا تھا علیحدہ قائم نہ ہوئی تھی۔ راول رتن سی کے قتل ہونیکے بعد اسکا بیٹا راول کرن سی مغربی پہاڑوں میں جا رہا جہاں دشمنوں کے ہاتھ سے اس کو تکلیف پہنچتی رہی شروع چودھویں صدی عیسوی میں کرن سنگھ کے بڑے بیٹے ماہپ سے میواڑ کی حقیت چھوٹ کر ریاست ڈونگرپور کی بنا پڑی۔ نین سی مہتا جو عالمگیر کے عہد میں بیکانیر کا ایک معتبر شخص تھا اپنی کتاب تاریخ راجپوتانہ میں بیان کرتا ہے کہ سو برس کے قریب ماہپ اور اسکے بیٹے پوتے میواڑ کے جنوبی علاقے میں پریشان پھرتے رہے۔ چوتھی پشت میں ڈونگا بھیل کو جو جنگلی لوگوں کا سردار تھا۔ ماہپ کی اولاد نے دھوکے سے مار کر ڈونگرپور پر قبضہ کرلیا اور کچھ عرصہ بعد گلیا کوٹ کو ٹانک راجپوتوں کے قبضے سے جبکہ وہ کسی شادی میں گئے ہوئے تھے نکال کر حاصل کیا۔

بعض کتابوں اور اکثر پرانے کاغذات سے ایسا پایا جاتا ہے کہ ڈونگرپور کبھی آزاد اور کبھی چتوڑ والوں و دیپور والوں کے ماتحت رہا۔ سمت ۱۵۸۴ مطابق ۱۵۲۷ء میں ڈونگرپور کا راول

اودے سنگھ باگڑ ی چتوڑ کے رانا سانگا کے ہمراہ اُس لڑائی میں گیا تھا جو بابر بادشاہ سے بیانہ کے قریب ہوئی تھی۔ رانا کے طرفداروں میں راول اودے سنگھ بھی مارا گیا جس کے دو بیٹوں پرتھوی راج اور جگمال میں جھگڑا ہو کر رانا رتن سی کی سفارش اور بہادر شاہ گجراتی کے حکم سے ریاست دو ٹکڑے ہوئی پہلے کے قبضے میں ڈونگرپور رہا اور دوسرے کے حصے میں مشرقی جنوبی علاقہ یعنی بانسواڑہ آیا جو اب تک علیحدہ ریاست کے طور پر اسکی اولاد کے تحت میں ہے (دیکھو تاریخ فرشتہ احوال گجراتی)

رانا سانگا اور اسکے بڑے بیٹے رتن سی کے گذر جانے کے بعد میواڑ میں بہت سی ابتری پھیلی اور مغل بادشاہوں کی سلطنت زور پاتی گئی۔ ان میں سے اکبر بادشاہ نے سمت ۱۶۲۴ مطابق ۱۵۶۷ء میں قلعہ چتوڑ فتح کیا اور اُس کے نو برس کے بعد وہ اجمیر سے نکل کر میواڑ کے علاقے میں گشت کرتا ہوا مالوہ کو چلا تو راستہ میں بانسواڑہ کے قریب ٹھہرا اُس وقت بانسواڑے کے راول پرتاپ سنگھ اور ڈونگرپور کے راول آسکرن نے جو راول اودے سنگھ کا پوتا تھا حاضر ہو کر بادشاہی اطاعت قبول کی اور مثل دوسرے رئیسوں کے کارگذاری دکھلانے پر منصب اور خطاب حاصل کئے۔ اکبر کی اولاد میں سے محمد شاہ بادشاہ کے شروع عہد سمت ۱۷۷۸ مطابق ۱۷۲۱ء تک جبکہ مہارانا سنگرام سنگھ میواڑ میں حکومت کرتا تھا ڈونگرپور کے رئیس اکثر دہلی والوں کے ماتحت رہے اور کبھی کبھی اودیپور والوں کے دباؤ سے اُنکو بھی تحفے اور نذر وغیرہ دیا کرتے تھے۔

سمت ۱۸۰۷ مطابق ۱۷۵۰ء کے بعد جب دہلی کی سلطنت ابتر ہو کر میواڑ بھی خانگی جھگڑوں سے پریشانی میں پڑا اور مرہٹے طاقت پا کر ہر طرف پھیلنے لگے تو ڈونگرپور کی ریاست مثل اور مقامات کے اُن کے نیچے میں آگئی اور انھوں نے رئیس کا ناک میں دم کر دیا اور مبلغ پینتیس ہزار روپیہ سالانہ خراج مقرر کیا کہ اول سیندھیا ہلکر اور دھار میں باہم تقسیم ہونا ٹھہرا تھا۔ مگر اخیر میں صرف دھار کے حصے میں بلا شرکت غیرے رہا۔

جب مرہٹے کئی جگہ سرکار انگریزی سے شکست پا کر لاچار ہوئے اور اُن کا دخل راجپوتانہ کی ریاستوں سے اٹھا دیا تو سمت ۱۸۷۴ مطابق ۱۸۱۸ء میں جبکہ مہاراول

جسونت سنگھ دوم راج کرتا تھا ڈونگرپور کی ریاست سرکاری فرمان بہ دارین کرحفاظت میں آئی اور اس وقت میں عہد نامہ ہوکر مبلغ ۳۵ ہزار روپیہ سالم شاہی بحساب فی روپیہ چھ آنہ آمدنی کل ریاست پر بابت خراج سالانہ دینا قبول کر کے مرہٹوں کے پنجہ سے رہائی پائی۔ ریاست کے ذمے مرہٹوں کا اس وقت تک خراج بقدر کثیر باقی تھا اسکے عوض بذریعہ عہدنامہ صرف ۳۵ ہزار روپیہ ادا ہونا قرار پایا اور تین سال کے خراج میں تخفیف ہو کر آئندہ کے واسطے اٹھائیس ہزار تین سو ستاسی روپیہ سکہ انگریزی سالانہ مقرر ہوا۔

نسب نامۂ والیان ڈونگرپور

(۱) ماہپ (۲) سیہڑدیو (۳) دوداجی (۴) راول بیرسنگھ (۵) بھرتنڈ (۶) ڈونگرسی (۷) کرم سنگھ اول (۸) کانڑدیو (۹) پتاجی (۱۰) گیناجی (۱۱) سوم داس (۱۲) گنگ جی (۱۳) راول ادے سنگھ اول (۱۴) راول پرتھوی راج (۱۵) راول آسکرن (۱۶) راول سہنس مل (۱۷) راول کرم سنگھ دوم (۱۸) راول پونجا (۱۹) راول گردھر (۲۰) راول جسونت سنگھ اول (۲۱) راول کھمان سنگھ (۲۲) راول رام سنگھ (۲۳) راول شیو سنگھ (۲۴) راول بیری شال (۲۵) راول فتح سنگھ (۲۶) مہاراول جسونت سنگھ دوم (۲۷) مہاراول دلیپ سنگھ (۲۸) مہاراول ادے سنگھ دوم (۲۹) مہاراول بجے سنگھ۔

انمیں سے جس کا حال کچھ معلوم نہیں ہوا اُس کا نام قلم انداز کر دیا جائیگا۔

۱۔ راول ماہپ بانی ڈونگرپور

یہ میواڑ کے رانا کرن سنگھ اول کا بڑا بیٹا تھا جس نے شروع چودھویں صدی عیسوی میں مسلمان بادشاہوں کی حملہ آوری کے سبب چتوڑ کی حکومت سے ناامید ہوکر میواڑ کے جنوبی ویران علاقے میں ڈونگرپور کیطرف رہنا اختیار کیا تھا اور کچھ عرصے کے بعد علیحدہ ریاست قائم کی۔

۲۔ سیہڑدیو۔ اس نے درمیانی چودھویں صدی عیسوی میں گجرات کے

لوگوں سے کچھ لڑائیاں کیں۔

۳ - دوداجی

اس نے گدی پر بیٹھ کر اپنے علاقے کو کسی قدر بڑھایا۔

۴ - راول بیر سنگھ

اس نے ڈونگا بھیل کو جو ایک لیٹر تھا ایسے موقع پر قتل کیا جبکہ وہ ایک مہاجن کی لڑکی سے زبردستی شادی کرنے میں مصروف تھا۔ کہتے ہیں اس نے ڈونگرپور شہر آباد کر کے اپنی راجدھانی قرار دیا۔ لیکن نین سی مہتا کا بیان ہے کہ ڈونگا بھیل کو اُسکے ساتھیوں سمیت راول نے اپنی بیٹی کی شادی میں مہمان کے طور بلا کر بھیلوں کو خوراک کے شامل دھتورہ کھلا دیا اور بے ہوش ہو جانے پر مکان میں آگ لگا کر سب کو جلا دیا۔

۶ - ڈونگر سی

خیال کیا جاتا ہے کہ راجدھانی کا نام اس کے نام پر ہی ڈونگرپور رکھا گیا۔

۸ - کانٹر دیو

اسکے وقت میں شہر نے زیادہ رونق پائی۔

۹ - پتاجی

اس نے پاتیرہ تالاب اور شہر کا پاتیرہ دروازہ بنوایا۔

۱۰ - گیبا یا غیب جی

اس نے شہر ڈونگرپور کے شمالی طرف غیب ساگر تالاب بنوایا جو اب تک موجود ہے اس تالاب کے اندر ایک مکان بھی تعمیر کرایا گیا تھا جسکو باول محل کہتے ہیں۔

۱۳ - راول اودے سنگھ اوّل

یہ سمت ۱۵۸۳ مطابق ۱۵۲۷ء میں بارہ ہزار سوار لیکر چتوڑ کے رانا سانگا کے ہمراہ بابر بادشاہ سے لڑنے کو بیانہ کے قریب گیا اور مقابلے میں مارا گیا اس کا اور حال معلوم نہیں (دیکھو تزک بابری)

۱۴ - راول پرتھوی راج

یہ اپنے باپ کے مارے جانے کے بعد گدی پر بیٹھا۔ اسکے وقت میں بانسواڑے کی ریاست ڈونگرپور سے علیحدہ قائم ہوئی جس کا حال اس طرح پر ہے کہ اسکی حکومت کے تین برس گذرنے پر سمت ۱۵۸۷ مطابق ۱۵۳۰ء میں سلطان بہادر شاہ گجراتی نے ایڈر ہوکر باگڑ یعنی ڈونگرپور کے علاقے پر چڑھائی کی کسی قدر لوٹ مار ہونے کے بعد راول پرتھوی راج نے بہادر شاہ کے پاس حاضر ہوکر اسکی اطاعت قبول کی اور راول کے چھوٹے بھائی جگمال نے جان بچاکر رانا رتن سی دوم کے پاس چتوڑ میں پناہ لی۔ رانا نے اس خیال سے کہ باگڑ کے دو حصے ہوجانے پر طاقت گھٹ کر ہمارے مقابل سرکشی کا موقع نہ ملیگا جگمال کی سفارش کرکے اسکو بہادر شاہ کے پاس بھیجا۔ بہادر شاہ نے باگڑ علاقے کے دو برابر حصے کرکے ڈونگرپور راول پرتھوی راج کے قبضے میں چھوڑا اور جگمال کو بانسواڑہ حوالے کرکے جدا رئیس بنادیا۔ جہاں اب تک اسکی اولاد حکومت کرتی ہے

۱۵ - راول آسکرن

اس نے سمت ۱۶۳۳ مطابق ۱۵۷۶ء میں بانسواڑہ کے قریب وہاں کے رئیس پرتاپ سنگھ سمیت میواڑ سے علیحدگی کی امید پر اکبر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اطاعت اختیار کی اور ہمیشہ بادشاہی نوکری کرتا رہا۔

۱۶ - راول سہس مل

اس نے سیورپور کی ندی کے کنارے پر مادھو رائے کا مندر تعمیر کرایا۔

۱۸ - راول پونجا

یہ سمت ۱۶۶۶ مطابق ۱۶۱۰ء میں مسند نشین ہوا اس نے پونجپور گاؤں بساکر ایک مندر بنوایا اور شاہ جہاں کے عہد میں عمدہ کارگذاری کے عوض ڈیڑھ ہزاری ذات و سوار کا منصب پایا (دیکھو بادشاہ نامہ)۔

دکن میں خانجہاں لودھی کی تباہی میں یہ بھی شریک تھا جو شاہ جہاں سے باغی ہوکر ادھر بھاگا تھا۔

۱۹- راول گردھر

اسکو شاہجہاں کی طرف سے اکہزاری منصب ملا تھا۔

۲۰- راول جسونت سنگھ اوّل

یہ عالمگیر کے عہد میں تھا زیادہ حال معلوم نہیں۔

۲۱- راول کھمان سنگھ

اس نے سمہ ۱۷۵۵ مطابق ۱۶۹۹ء میں عالمگیر بادشاہ سے چتوڑ وغیرہ کی مرمت ہونے کے سبب میواڑ والوں کی شکایت کی کیونکہ چتوڑ کا رانا امر سنگھ دوم ڈونگرپور اور بانسواڑہ دونوں کو تکلیفیں دیتا تھا اور ایک بار ڈونگرپور کا علاقہ لوٹ کر قدیمی دستور کے موافق کرپستی نذرانہ بھی وصول کرلیا لیکن اسد خاں وزیر کے بھائی نے جو موقع پر بادشاہ کی طرف سے تحقیقات کو آیا تھا الٹی ڈونگرپور والوں کی بےقدری ظاہر کرکے اُنکی شکایت رد کرادی۔

۲۲- راول رام سنگھ

اس نے بھیلوں کو سزا دی اور باناواڑہ کی طرف کئی گاؤں دبالئے اور کئی قلعے بھی بنوائے تھے۔

۲۳- راول شیو سنگھ

اسنے ڈونگرپور کی شہر پناہ تیار کرائی اسکی تجویز سے ایک خاص تول اور ناپ جاری ہوکر اسکے نام پر نئی بندش کی شیوشاہی پگڑی سرداروں وغیرہ کے واسطے مقرر ہوئی

۲۴- راول بیری شال

اسکے وقت میں مرہٹوں نے بہت لوٹ مار مچائی۔

۲۵- راول فتح سنگھ

اسکے وقت میں مرہٹوں اور پنڈاروں کا بہت زور ہوگیا۔

۲۶- راول جسونت سنگھ دوم

اس سے سندھیوں نے ڈونگرپور چھین لیا جو سرکار انگریزی کی مدد سے واپس ملا۔ یہ فتح سنگھ کا بیٹا ہے یہ مذہبی باتوں میں زیادہ مصروف رہتا تھا۔ اس کے وقت

میں سرکار انگریزی سے عہد نامہ ہو کر ۳ ہزار روپیہ سالم شاہی جس کے ستائیس ہزار تین سو ستاسی روپے سکہ انگریزی ہوتے ہیں ریاست دھار کو دینا موقوف ہو کر سرکار انگریزی کو ملنا قرار پایا۔ اس عہد نامے پر ماہ سدی ۱۵ سمت ۱۸۷۶ مطابق ۲۹ جنوری ۱۸۲۰ء کو مہارادل جسونت سنگھ اور جنرل سر جان ملکم انگریزی مختار کے اول اسسٹنٹ الگزنڈر میکڈانلڈ نے دستخط کئے۔ اسکے علاوہ ۱۸۲۴ء میں آٹھ ہزار چار سو روپیہ سالانہ فوج خرچ کی بابت دوسرا اقرار نامہ لکھا گیا تھا لیکن ریاست کی زیر باری اور کم آمدنی پر لحاظ کرکے منسوخ یعنی رد سمجھا گیا۔

سمت ۱۸۸۱ مطابق ۱۸۲۴ء میں بعض سرکش جاگیرداروں کے بہکانے سے علاقے کے بھیلوں نے فساد کیا مہارادل نے کمزوری کے سبب انگریزی سرکار سے مدد مانگی بھیلوں نے سرکاری فوج جانے پر بغیر مقابلے کے اطاعت قبول کی اور مئی ۱۸۲۵ء میں ایک اقرار نامہ کپتان میکڈانلڈ نے سرکاری طور پر لکھوا کر فوج کھیرواڑے کو واپس بھیجدی جس کا مضمون یہ ہے۔

(۱) ہم اپنے تیر و کمان اور کل ہتیار دیدینگے۔

(۲) مفسدہ گذشتہ میں جو کچھ لوٹا ہے اسکا عوض دینگے

(۳) آئندہ کو ہم شہر و دیہات اور سڑکوں پر غارتگری نہ کرینگے۔

(۴) کسی سارق و غارتگر گراسیہ یا ٹھاکر یا کسی اور دشمن سرکار انگریزی کو خواہ ہماری ملک کا ہو یا پردیسی اپنے گاؤں میں پناہ نہیں دینگے۔

(۵) سرکار کمپنی کے احکام کی تعمیل کرینگے اور عند الضرورت حاضر ہونگے

(۶) علاوہ اپنے جائز اور قدیمی حقوق کے ہم راول صاحب اور ٹھاکروں کے دیہات سے کچھ نہیں لیں گے۔

(۷) راول صاحب والئ ڈونگرپور کو خراج سالانہ دینے میں کبھی انکار نہ کرینگے

(۸) اگر کوئی رعایا سرکار کمپنی ہمارے گاؤں میں ٹھہریگا تو اسکی حفاظت کرینگے

(۹) اگر ہم حسب اقرار اپنے عمل نہ کریں تو سرکار انگریزی کے مجرم متصور ہونگے۔

دوسری برس سرکار میں شکایت ہوئی کہ مہاراول خود نیک چلن اور منصف مزاج نہیں ہے اُسکی ناقص عادتوں سے ہمیشہ ظلم و فساد رہنے کا اندیشہ ہے اسلئے ایک اقرار نامہ انگریزی سرکار نے لکھواکر اُسکو ریاست سے بے دخل کیا اور اُسکے گود لئے ہوئے بیٹے دلیپ سنگھ کو جو پرتاپ گڑھ کے مہاراوت ساونت سنگھ کا پوتا تھا راج کی حکمرانی کا اختیار دیا۔

۲۷۔ مہاراول دلیپ سنگھ

سمت ۱۸۸۱ مطابق ۱۸۲۴ء میں ڈونگرپور پر قابض ہوا اسکے وقت میں ملکی آمدنی کم ہوکر ہر طرف سے ٹھاکروں کا فساد شروع ہوا جسپر اُس نے سرکار انگریزی سے مدد کی درخواست کی سرکار سے ہدایت ہوئی کہ بھیل وغیرہ لٹیرے لوگوں کے فساد میں جس کا اثر عام رعیت پر پہنچتا ہے مدد ملسکتی ہے لیکن جاگیرداروں کی سرکشی میں خود رئیس کو جو اُن کا بزرگ اور ریاست کا ذمہ دار ہے اپنی حکومت کے قیام کے لئے ہر طرح کا بند و بست رکھنا چاہئیے۔

دلیپ سنگھ ڈونگرپور میں انیس برس راج کرنے پایا تھا کہ سمت ۱۹۰۰ مطابق ۱۸۴۴ء میں اُسکے دادا پرتاپ گڑھ کے مہاراوت ساونت سنگھ کے بغیر اولاد مرجانے پر وہاں کے لوگوں نے اپنے رئیس زادے کو واپس لینا چاہا اگرچہ دھرم شاستر کے قاعدے سے ڈونگرپور میں گود آنے کے سبب دلیپ سنگھ کا حق پرتاپ گڑھ سے جاتا رہا تھا لیکن ڈونگرپور کے سرداروں کی برخلافی اور اپنے وطن کے جاگیرداروں کی وفاداری سے اُس نے پرتاپ گڑھ کو پسند کرکے دونوں ریاستوں کے شامل کرلینے کا ارادہ چھوڑا آخر میں یہ تجویز قرار پائی کہ مہاراول دلیپ سنگھ کوئی لڑکا گود لیکر ڈونگرپور کی گدی پر بٹھادے اور خود پرتاپ گڑھ جاکر اپنے دادا کی ریاست کا مالک ہے۔

۲۸۔ مہاراول اودے سنگھ

سمت ۱۹۰۱ مطابق ۱۸۴۴ء میں مہاراول دلیپ سنگھ نے ٹھاکر سابلی کے بیٹے اودے سنگھ کو گود لیکر ڈونگرپور کی ریاست پر قائم کیا لیکن اُسکی کم عمری کے سبب سرکار انگریزی سے

اجازت دیگئی کہ مہاراوت دلیپت سنگھ پرتاپ گڑھ کا راجہ رہ کر ڈونگرپور کا انتظام بھی رشتہ داروں کے طور پر کرتا رہے۔ یہ سب کارروائی جسونت سنگھ معزول مہاراول کو ناپسند ہوئی اور اُس نے خود دوبارہ حکومت حاصل کرنے اور بیٹا کر منگلا کے بیٹے کو گود لینے کی کوشش کی۔ لیکن یہ تدبیر پوری نہ ہونے پائی کہ سرکار انگریزی نے اُسکو سرکشی کے الزام میں بارہ سو روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر کر کے ریاست سے علیحدہ متھرا مقام پر ہمیشہ رہنے کے واسطے بھیج دیا۔ آٹھ برس تک ڈونگرپور اور پرتاپ گڑھ کی حکومت ایک جگہ مہاراوت دلیپت سنگھ کو حاصل رہی لیکن پھر انتظامی دشواری اور سرداروں کی عدم فرمانبرداری سے سمت ۱۹۰۸ء مطابق ۱۸۵۲ء میں سرکار انگریزی کے حکم کے موافق مہاراوت دلیپت سنگھ پرتاپ گڑھ کے سوا ڈونگرپور کی ریاست سے بے دخل ہوا۔ اور مہاراول اودے سنگھ کے ہوشیار ہونے تک ایک سرکاری کارگذار شخص منشی صفدر حسین انتظام پر رکھا گیا۔ چند سال بعد مہاراول اودے سنگھ جوان اور ہوشیار ہو گیا اور اپنا کام خود کرنے لگا۔

سابق میں سرکار انگریزی نے ڈونگرپور سے بندوبست حفاظت راست اور بھیلوں کی وارداتوں کا التزام کرادیا تھا: موقوف ہو گیا اور بھیل از سر نو سرکش و بداطوار ہو گئے تا بحدیکہ مہاراول خود دورے کے واسطے گیا تب وہاں کے بھیلوں نے اُس کا مال و اسباب لوٹ لیا اور ظروف نقرئی لے گئے اسی طرح پولیٹکل ایجنٹ کے لشکر کا اسباب لے گئے تھے۔ ۱۸۶۰ء میں دیول پال نے باغی ہو کر کھیر واڑہ اور ڈونگرپور کی سڑک پر ایسی شرارت کی کہ تا وقتیکہ کھیر واڑے کی بھیل پلٹن کی جمعیت نے اُنکی سرکوبی کی حرکات ناشائستہ سے باز نہ آئے جہاں سوم اور مہی ندیاں ملی ہیں بینیشر مہادیو کا مندر ہے اس مقام کی بابت ڈونگرپور اور بانسواڑہ کی ریاستوں میں باہم سو برس تک سخت تنازعہ رہا اس سبب سے میلہ بند ہو گیا تھا۔ تاہم بینیشر مہادیو اور مہی بھگت کی زیارت کے واسطے ماہ سدی ۱۵ کو جاتری بکثرت آتے تھے سرکاری افسر کی تحقیقات کے بعد وہ زمین ڈونگرپور کو ملگئی اور اسکے بعد مہاراول کی کوشش سے پھر میلہ جاری ہو گیا یہ میلہ دو ہفتہ رہتا ہے اور قریب بیس پچیس ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں۔

سمت ۱۹۲۵ میں اور اسکے دوسرے برس مہاراول نے قحط سالی کے سبب لڑکا
سرحد میں محصول رعایا کے آرام کی نظر سے معاف رکھ کر کئی گانوؤں کے اندر تالاب اور ڈونگرپور
کی شہر پناہ وغیرہ کا کام شروع کر دیا جس سے محتاجوں کے گذارے کی صورت نکل آئی جو محنت
کرنے سے لاچار تھے اُن کو خیرات خانوں سے غلہ اور کھانا دیا گیا اس طرح لوٹے ہزار روپیہ غیر
معمولی کاموں میں صرف ہوا اور خوش انتظامی کے سبب کسی طرح ناگوار نہ گذرا۔

سمت ۱۹۲۷ مطابق ۱۸۷۱ع میں مہاراول کو اپنی اولاد کی بیاہ شادی کے لئے فکر پیش
آئی۔ دختر کی شادی پہلے ریاست جودھپور کے ولیعہد کے ساتھ قرار پاکر ملتوی رہی اور سمت ۱۹۲۹
مطابق ۱۸۷۲ع میں مہاراول جیسلمیر کے ساتھ جبکہ وہ ڈونگرپور آیا ۴۵ ہزار روپیہ کا سامان
جمع کئے جانے پر ہوگئی۔ کنور کھمان سنگھ کی شادی سمت ۱۹۳۱ مطابق ۱۸۷۵ع میں جبکہ وہ بیس
سال کی عمر میں تھا مہاراجہ رتلام کی دختر کے ساتھ کی گئی۔ کنور کی شادی میں بدھوا یعنی ماتحت
لوگوں سے جو روپیہ بطور چندہ لیا جاتا ہے کسی سے وصول نہ کیا گیا کیونکہ وہ ایک برس پہلے لڑکی
کے بیاہ میں لے لیا گیا تھا۔ بدھوا میں بقدر ایک لاکھ سولہ ہزار تین سو چالیس روپیہ ملازمان و
رعایائے ریاست سے لیا گیا تھا۔

سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۶ع میں مہاراول نے بعض ماتحتوں کی صلاح سے اپنی کنیزک
زادہ رشتہ دار ٹھاکر لچھمن سنگھ کے ناتھدوارہ مقام میں بندوق سے خودکشی کرنے کے بعد
اُسکی بیس ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی جاگیر لاولد ہونیکے سبب ضبط کرلی جس پر لچھمن سنگھ کی
عورتوں نے گود بیٹھنے کے ارادے پر سرکار انگریزی میں کئی جگہ نالش وفریاد کی لیکن مہاراول
کی طرف سے انکو خرچ اور گذر کے لائق زمین دینے کا وعدہ کئے جانے کے سبب کہیں شنوائی
نہ ہوئی اسپر بھی اُن عورتوں نے اپنے ساتھ بدسلوکی کے اندیشے سے ڈونگرپور آنا گوارا نہیں کیا۔

۲۹- مہاراول بیجے سنگھ

۱۸۸۷ع میں پیدا ہوئے اور اپنے دادا ادے سنگھ کے انتقال کے بعد ۱۸۹۸ع میں
مسند نشین ہوئے اور بالغ ہونے کے بعد انکو اختیارات کامل ملے انھوں نے میو کالج اجمیر
میں تعلیم پائی اُنکی صغر سنی کے زمانے میں پولٹیکل ایجنٹ ایک خاص انتظامی افسر حیثیت

انگریز ایکزیکیوٹو آفیسر) اور دو ممبروں کی امداد سے انتظام کرتے تھے ۱۹۰۴ء میں وہ خراج جو ریاستہ گورنمنٹ انگریزی کو دیتی ہے ۱۷۵۰۰ روپیہ سالانہ مقرر ہوا اُنکی سلامی ۱۵ ضرب توپ ہے انکو جون ۱۹۱۲ء میں کے۔سی۔آئی۔ای کا خطاب ملا۔
ڈونگرپور کے جاگیرداروں کے قبضے میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب آمدنی کے دیہات ہیں۔

ڈونگرپور کے اوّل نمبر کے تعظیمی سرداروں کی فہرست

نمبر	نام جاگیر	قوم دار جاگیر	سالانہ آمدنی	تعداد خراج	کیفیت
۱	سنکوڑہ	چوہان	۱۴-۲۵	۳۶۰۲	پہلا خراج ۲۵۰۰ تھا
۲	بچھیواڑہ	چوہان	۲۸۱۰	۴۲۵	
۳	پیٹھ	چوہان	۵۷۱۵	۱۵۴۷	پہلا خراج ۲۲۰۱ تھا
۴	کوان	سیسودیہ راٹھوڑ	۶۴۴۸	۳۰۳	
۵	موڈونہ	چوہان	۵۳۷۵	۱۲۷۵	
۶	چیتڑی	چوہان	۵۴۰۵	۶۰۱	یہ علاقہ بانسواڑہ میں کتھیڑی کا جاگیردار
۷	ٹھاکردہ	چوہان	۶۴۴۴	۱۴۰۸	یہ بانسواڑہ کی ماتحت گیہرہ کا جاگیردار ہے
۸	بماسہ	چوہان	۱۶۰۵	۲۶۵۲	
۹	سلج	سیسودیہ	۱۶۷۵	۱۱۰	یہ سیسودیہ چونڈاوت ہے
۱۰	ماڈہ	سولنکھی	۲۳۴۵	۵۳۱	
۱۱	سابلی	اہاڑیہ	۷۰۴	معاف	مہاراول کا بھائی ہے نذرانہ نشینی کے سوا خراج نہیں دیتا
۱۲	نانرلی	اہاڑیہ	۱۶۳۲	ایضاً	ایضاً
۱۳	رامگڑھ	چونڈاوت	۲۴۶۵	ایضاً	خراج نہیں دیتا نذرانہ مسند نشینی لیا جاتا ہے
۱۴	لوداول	چوہان	۱۲۵۰	ایضاً	ایضاً

درجہ دوم کے بھی تعظیمی ۲۰ سردار ہیں ان کے سوا درجہ دوم وسوم میں ایسے خراج گذار سردار ہیں جنکو تعظیم نہیں دیجاتی۔

فصل

تاریخ بانسواڑہ جغرافیہ

راج بانسواڑہ میواڑ کے انتہائے جنوب میں ایک چھوٹی ریاست ہے اُسکے شمال میں دھریاؤد علاقہ میواڑ اور ڈونگرپور مغرب میں ریواکانٹھ علاقہ گجرات جنوب میں جھابوہ اور رتلام مشرق میں پرتاپ گڑھ کا علاقہ پھیلا ہوا ہے۔ طول شمال سے جنوب کو پچاس میل اور عرض مشرق سے مغرب کو چونتیس میل رقبہ ایک ہزار نوسو چھیالیس میل مربع۔ آبادی ۱۸۷۳۳۸ آمدنی خالصہ دو لاکھ روپیہ سالانہ تھی لیکن اس وقت ۲۰۳۰۰۰ روپیہ سالانہ ہے رئیس کی سلامی ۱۵ ضرب توپ ہے یہ ریاست خطوط عرض بلد شمالی ۲۳ درجہ ۱۰ دقیقہ اور ۲۳ درجہ ۴۸ دقیقہ اور خطوط طول بلد مشرقی ۷۴ درجہ ۲ دقیقہ اور ۷۴ درجہ ۴۱ دقیقہ کے درمیان میں ہے۔ اس ریاست کے درمیانی علاقے میں ماہی ندی سے پیداوار اچھی ہوتی ہے اور آبادی بھی زیادہ ہے لیکن سرحد میں ہر طرف اُجاڑ ہے جہاں فسادی بھیل کثرت سے رہتے ہیں۔ وہ ریاست سے سزا ملنے پر بھی جب موقع ملتا ہے لوٹ مار سے باز نہیں رہتے۔

شہر بانسواڑہ مئو اور ڈیسہ کی سڑک پر مئو سے ۱۲۳ میل شمال مغرب میں اور ماہی ندی کے کنارہ چیپ سے آٹھ میل مغرب میں واقع ہے۔ اُسکی بہت وسیع شہر پناہ ہے مگر اس احاطہ کے اندر زیادہ تر رقبہ پر باغات ہیں آبادی صرف ایک جزو پر ہے۔ مہاراول صاحب کا محل شہر سے بلندی پر مضبوط اور قلعہ کے ہم شکل عمارت ہے اُسکے قریب ایک تالاب ہے جسکے گھاٹ پختہ بنے ہوئے ہیں۔ اور درختوں کی سرسبزی سے رونق معلوم ہوتی ہے۔ شہر میں ہنود کے چند عمدہ مندر ہیں اور بازار بہت وسیع ہے زیادہ تر برہمنوں کی آبادی ہے اور کچھ مسلمان اور مہاجن وغیرہ بھی آباد ہیں۔ یہ شہر عرض بلد شمالی ۲۳ درجہ ۳۰ دقیقہ اور طول بلد مشرقی ۷۴ درجہ اور ۲۴ دقیقہ پر واقع ہے۔ مگر قدیم شہر بانسواڑہ جسکو جگمال نے بونگر

(بواو معروف و نون غنہ) نامی بھیل سے یہ ملک فتح کرکے آباد کیا تھا اس دارالریاست جہال سے کسی قدر فاصلے پر واقع ہے۔ بالنسواڑہ کے سوا اس راج میں تین قصبے خوشحال گڑھ۔ کالنجرہ اور سنگواڑہ بھی بڑے سمجھے جاتے ہیں انہیں سے کالنجرہ جسے کنجرا بھی کہتے ہیں بہت پرانا قصبہ ہے وہاں ایک قدیم مندر ہے کہ آجکل متروک پڑا ہے لبشپ ہیبر نے لکھا ہے کہ یہ عظیم الشان عمارت جینیوں کا مندر ہے اُس میں گنبد و منارے بہت ہیں کل عمارت چند حصوں میں منقسم ہے چھت سنگین ہے اور کل در و دیوار باریک و عمدہ نقش و نگار سے منقوش ہیں۔ سابقاً جینی لوگ بہت دولت مند اور تجارت پیشہ تھے مگر مرہٹوں کے ظلم و زیادتی سے سب چھوڑ کر چلے گئے۔

قوم

بالنسواڑہ کے رئیس ڈونگرپور کی طرح سورج نسبی گہلوت نسل سے اور یہ شاخ میں ہیں جو قدیم نام میواڑ کے راجپوتوں کا ہے۔ یہ ریاست اس وقت سے تقریباً چار سو برس پہلے ڈونگرپور میں شامل تھی جس کی بنیاد چتوڑ سے علیحدہ ہو کر تقریباً چھ سو برس پہلے پڑی تھی۔

نسب نامہ ریاست بالنسواڑہ

(۱) جگمال بانی بالنسواڑہ ولد راول اودے سنگھ اول والئی ڈونگرپور (۲) پرتاپ سنگھ (۳) کلیان سنگھ (۴) اگرسین (۵) اودے بھان (۶) سمر سنگھ (۷) کشل سنگھ (۸) عجب سنگھ (۹) بھیم سنگھ (۱۰) بشن سنگھ (۱۱) پرتھوی سنگھ (۱۲) بجے سنگھ (۱۳) امید سنگھ (۱۴) بھوانی سنگھ (۱۵) بہادر سنگھ (۱۶) مہاراول لچھمن سنگھ (۱۷) مہاراول شمبھو سنگھ (۱۸) مہاراول پرتھی سنگھ۔

مختصر تاریخی احوال

بالنسواڑے کا راج ڈونگرپور کی چھوٹی شاخ میں ہے جسکے علیحدہ ہونیکی بابت مختلف بیانات پائے جاتے ہیں۔ بالنسواڑے والے دعوے کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ جگمال نے اپنے تلوار کے زور سے ملک دبایا۔ ڈونگرپور والے کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ نے خود ہی راج سے خوشی کے ساتھ آدھا علاقہ چھوٹے بھائی جگمال کو دیدیا۔ میواڑ والوں کا بیان ہے کہ ہم نے

دونوں بھائیوں پرتھوی راج اور جگمال میں جھگڑا دیکھ کر ڈونگرپور کی طاقت کم کرنے کے لئے علاقہ کے دو حصے کر دیئے۔

لیکن تاریخ فرشتہ کی تحریر سے اصل حقیقت اس طرح معلوم ہوئی کہ جب ڈونگرپور کا راول اودے سنگھ اوّل سمت ۱۵۸۴ مطابق ۱۵۲۷ء میں راناسانگا کے ہمراہ جاکر بابر بادشاہ کے مقابلے پر بیانے کی لڑائی میں مارا گیا تو رواج کے موافق اسکا بڑا بیٹا پرتھوی راج راول بنا۔ اسکے تین برس راج کرنیکے بعد سلطان بہادر شاہ نے جو گجرات کا زبردست بادشاہ تھا ڈونگرپور پر چڑھائی کی اور چتوڑ کے رانا رتن سنگھ کی سفارش سے باگڑ کا علاقہ راول پرتھوی راج اور اسکے چھوٹے بھائی جگمال کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا اس معاملے کی بابت تاریخ فرشتہ کا بیان جو اس وقت سے تین سو سے زیادہ برس پہلے کی تصنیف ہے اور جسکو کسی ریاست کی رعایت منظور نہ تھی۔ یہاں لکھا جاتا ہے۔

سنہ ۹۳۷ ہجری (مطابق سمت ۱۵۸۷ و سنہ ۱۵۳۱ء) میں سلطان بہادر شاہ ڈونگرپور ہوکر بانسواڑہ کی طرف آیا جہاں اس نے بہت لوٹ مار مچائی۔ اس ملک (باگڑ) کا راجہ پرتھوی راج لاچار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اسکے ایک بیٹے نے مذہب اسلام اختیار کیا۔ پرتھوی راج کا چھوٹا بھائی جگا (جگمال) جو پہاڑوں میں بھاگا پھرتا تھا گرفتاری کے خوف سے رانا رتن سی کے پاس چلا گیا تاکہ اسکی معرفت قصور معاف کرا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ بہادر شاہ شکار کے واسطے قصبہ بانسواڑہ میں آکر ٹھہرا۔ اس وقت راناسانگا کے بیٹے رتن سی نے قاصد بھیجکر عاجزی کے ساتھ جگا کے قصوروں کی معافی چاہی بادشاہ نے اسکی درخواست کو منظور فرما کر جگا کو اپنی خدمت میں بلا لیا۔ سلطان نے کھات لوگانوں میں ایک بڑی جگہ تجویز کر کے وہ مقام پرتھوی راج کو دیدیا۔ باقی باگڑ کا تمام علاقہ پرتھوی راج اور اسکے بھائی جگا کو برابر دو حصوں میں بانٹ دیا اور بہادر شاہ کچھ دنوں شکار کھیل کر مالوے کی طرف چلا گیا (تاریخ فرشتہ۔ چوتھا مقالہ۔ بہادر شاہ گجراتی کا بیان)

یہ ریاست کبھی میواڑ والوں کی زبردست رہی کبھی وقت گجرات والوں کو اس نے تحفے اور پیشکش دئے اور ایک عرصے تک دہلی کے بادشاہوں کی ماتحت رہی۔ آخرکار

سرکار انگریزی نے مرہٹوں کے پنجے سے چھوڑا کر اپنا خراج گذار بنایا۔
اکبرنامہ کا بیان ہے کہ سمت ۱۶۳۳ مطابق ۱۵۷۶ء میں جبکہ اکبر بادشاہ اجمیر سے چلکر میواڑ کا علاقہ دیکھتا ہوا مالوے کو جاتا تھا اُس وقت جگمال کے بیٹے پرتاپ سنگھ نے اُس کی اطاعت قبول کی اور مثل دوسرے رئیسوں کے منصب اور خطاب پاکر فوجی کام انجام دے۔ سمت ۱۶۵۰ مطابق ۱۵۹۳ء میں راول پرتاپ سنگھ کے پوتے راول اگرسین نے سرکشی کرکے بادشاہی علاقہ لوٹنا شروع کیا۔ مالوے کے صوبہ دار مرزا شاہ رخ نے جو اکبر کی طرف سے مقرر تھا۔ چڑھائی کرکے بانسواڑہ دبالیا لیکن راول نے پہاڑوں میں رہ کر مالوے کے گانوں لوٹنا نہ چھوڑا۔ یہ حال دیکھ کر مرزا شاہ رخ بانسواڑے سے اپنے صوبے کو سنبھالنے کے لئے واپس گیا۔ اور راول نے میدان خالی پاکر بانسواڑے پر قبضہ کرلیا۔ دوسری سال مرزا دوبارہ بانسواڑے پر فوج لایا لیکن اس وقت راول نے مقابلہ نہ کیا بلکہ بادشاہ کے واسطے کچھ تحفے اور نذر کا سامان مرزا کو دیکر صلح کرلی۔ اور پھر کبھی اطاعت کے سوا بادشاہی آدمیوں سے لڑائی کا اتفاق نہ ہوا۔ سمت ۱۶۹۵ مطابق ۱۶۳۹ء میں راول اگرسین کے پوتے راول سمرسی نے دہلی میں جہانگیر بادشاہ کے پاس حاضر ہوکر تیس ہزار روپیہ۔ تین ہاتی۔ ایک پاندان اور ایک خنجر نذر کے طور پیش کیا اور شاہجہاں کے عہد میں اُس نے اپنی کارگذاری سے ایک ہزاری ذات دسوار کا منصب حاصل کیا۔ راول سمرسی کے پوتے راول عجب سنگھ نے عالمگیر بادشاہ کے عہد میں میواڑ کی سرحد پر جھگڑا کیا جس پر اودیپور کے مہارانا امرسنگھ دوم نے زبردستی عوض لینا چاہا لیکن بادشاہی وزیر نواب اسد خاں نے نرمی کے ساتھ فیصلہ کرادیا۔ دہلی وغیرہ سے تعلق چھوٹ جانیکے بعد سمت ۱۸۵۰ مطابق ۱۷۹۴ء میں اودیپور کے مہارانا بھیم سنگھ نے جبکہ وہ شادی کرنیکے لئے ایڈر کو جاتا تھا۔ راول بیجے سنگھ سے نذر کے طور کئی ہزار روپیہ لیا جانا مقرر کیا تھا۔

راول امید سنگھ

دہلی کی سلطنت ضعیف ہوجانے پر راجپوتانے کی اکثر ریاستیں خود سر ہوگئی تھیں لیکن مرہٹوں نے انکو مغلوب کرکے بہت تکلیف پہنچائی اور یہاں کے رئیس و رعایا کو یہاں تک تنگ و تباہ کیا کہ سرکار انگریزی کی فتح ہونے پر راول نے صرف اس شرط پر کہ مرہٹوں کو

ملک سے نکالدیا جائے سرکار کا خراجگذار ہونیکی درخواست کی اور سیندھیا ہلکر اور دھار کی افواج کو خارج کرنیکی غرض سے ملک کی آمدنی میں سے فی روپیہ چھ آنہ خراج دینا منظور کیا۔

اس مراد سے سمت ۱۸۶۸ مطابق سنہ ۱۸۱۲ء میں راول امید سنگھ نے وکیل کے ہمراہ مسودہ عہدنامہ رزیڈنٹ بڑودہ کے پاس بھیجا اوس نے ہدایت کی کہ رزیڈنٹ دہلی سے درخواست کریں اس پر وکیل اونکے پاس گیا اور اگرچہ اوس وقت تعہد پختہ نہ ہوا مگر پانچ برس کے بعد وکیل نے انھیں کاغذات کے ذریعہ اور انھیں شرائط پر ۱۶ ستمبر سنہ ۱۸۱۸ء کو عہدنامہ منضبط کیا مگر راول امید سنگھ نے شاید اس خیال سے کہ خوف کا وقت گذر گیا یا شرائط کو جو خود اوسی کی درخواست کے بموجب تجویز ہوئیں تھیں بہت سخت اور خلاف مطلب اپنے تصور کر کے عہدنامے کو تصدیق نہ کیا اور اوسپر عمل کرنے سے انکار کیا اول تو سرکار انگریزی نے اوسی عہدنامے کو واجب التعمیل قرار دیکر اوسپر عملدرآمد رکھنے کی ہدایت کی تھی مگر انھیں ایام میں ریاست دھار سے عہدنامہ سرکاری منضبط ہوا اور اوسکے بموجب جو خراج کہ ڈونگرپور و بانسواڑہ سے اوس ریاست میں لیا جاتا تھا سرکار انگریزی میں منتقل ہوا۔

اس پہلے عہدنامے کے بعد راول امید سنگھ نے انتقال کیا اور اوس کا بیٹا بھوانی سنگھ گدی پر بیٹھا۔

مہاراول بھوانی سنگھ

سمت ۱۸۷۵ مطابق سنہ ۱۸۱۹ء میں گدی پر بیٹھا جس کے ساتھ پھاگن سدی ۲ سمت ۱۸۷۶ مطابق ۱۵ فروری سنہ ۱۸۲۰ء کو کپتان الگزنڈر اسکیڈ ونلڈ نے جنرل سرجان مالکم صاحب انگریزی مختار کی طرف سے بانسواڑے جاکر ایک دوسرا عہدنامہ تحریر کیا جسکے مطابق ۳۵ ہزار روپیہ سکہ سالم شاہی جو مرہٹوں کو بطور خراج دیا جاتا تھا سرکار انگریزی کے لئے مقرر ہوا۔

سمت ۱۸۸۰ مطابق سنہ ۱۸۲۴ء میں آٹھ ہزار سالانہ فوج خرچ ریاست پر تجویز ہوکر کم آمدنی کے سبب ڈونگرپور کی طرح معاف ہوگیا۔

بانسواڑے میں بھیل اور دوسرے غارتگروں کی شرارت سے بہت فساد رہا اوسکے انسداد و مفسدوں کو سزا دینے میں محنت و کوشش عمل میں آئی اوس وقت

اس ملک میں امن وامان ہوگیا رفع بدنظمی کے بعد آمدنی ملک میں بہت اضافہ ہوا مہارادل اور اس کا دیوان کہ دوست بھی تھا دونوں عیش وعشرت میں مبتلا اور کاروبار ریاست سے بے پرواہ ہوجاتے تو اس سے زیادہ اضافہ ہوتا انکی زیادتی کا نتیجہ روز بروز ظہور پذیر ہونے لگا جو روپیہ سرکاری خراج میں دیا جاتا مہارادل بھوانی سنگھ اور اسکے مختار نے عیش وعشرت میں خرچ کردیا عرصہ دراز کا خراج باقی رہ گیا تب پولٹیکل ایجنٹ کو چند تبلیغ کرنی پڑی مہارادل نے مشکل تمام دیوان کو موقوف کرنا قبول کیا اور کسی قدر خراج واجب الطلب اس سے بھی ادا کیا۔ اور غارتگری کی وارداتیں بکثرت ہونے لگیں انکے انسداد کا ریاست پرتاپ گڑھ کی مدد سے بندوبست کیا گیا دیوان کی موقوفی کے بعد مہارادل تھوڑے عرصے تک زندہ رہا اور لاولد مرگیا۔

مہارادل بہادر سنگھ

سمت ۱۸۹۴ مطابق ۱۸۳۸ء میں بہادر سنگھ جو مہارادل بھوانی سنگھ کا قریب رشتہ دار اور زیادہ حقدار تھا۔ اکثر جاگیرداروں کی صلاح اور پولٹیکل افسر کے اتفاق سے مسند نشین ہوکر کئی برس کے بعد بغیر اولاد گذر گیا۔

مہارادل لچھمن سنگھ

درمیانی انیسویں صدی عیسوی (شاید ۱۸۴۴ء) میں یہ مہارادل متبنے کیا گیا اسکے متبنے کئے جانے پر ٹھاکر مان سنگھ نے جو قریب رشتہ دار ریاست میں تھا اپنے بیٹے کے مسند نشین ہونیکے واسطے دعوے کیا۔ لیکن جھگڑا دور ہونے کی غرض سے تیرہ سو روپیہ سالانہ اسکے معمولی خراج میں کم کیا گیا جس سے وہ خاموش ہو بیٹھا۔

یہ مہارادل مسند نشینی کے وقت دس برس کی عمر میں تھا اس لئے کئی سال تک منشی شہامت علی وغیرہ نے سرکاری حکم سے راج کا کام انجام دیا۔

اس ریاست کے وسط کی زمین ماہی ندی سے دارالحکومت تک سیراب اور آباد ان ہے مگر گرد ونواح کے جنگلوں میں بھیل بکثرت اور نہایت سرکش وبدپیشہ ہیں ۱۸۵۷ء غدر میں انکو بندوقیں بہت ہاتھ آگئی ہیں جب سے نہایت مفسد ہوگئے ہیں مہاراجہ سیندھیا کے

علاقہ مالوہ کے زمیندار بانسواڑہ و پرتاپ گڑھ کے بھیلوں کو چوتھ یعنی چہارم پیداوار بطور حق حفاظت و امداد وقت ضرورت کے دیتے ہیں مگر مغنی زمانہ ملک میں ترقی ہونے سے زمینداروں نے ادائے زرچوتھ میں انکار کیا اس پر بھیلوں نے فساد کیا اور ۱۸۵۷ء میں بانسواڑے کے بھیلوں نے بہ افسری گنگا راول موضع موتیبری پر حملہ کیا مگر انکو شکست ہوئی اور گنگا راول کا بھائی جیجا راول (بیائے معروف) مارا گیا اس سے خون کا جھگڑا پیدا ہو گیا کہ مدت تک چلا گیا اور اس وجہ سے کہ مہاراجگان ہلکر و سیندھیا کے ممالک سے بھی بندوبست کامل نہ ہوا اس فساد کے انسداد کی صورت ظہور میں نہ آئی۔ انھیں ایام میں ریاست سونتھ (بواو معروف) تحت گورنمنٹ بمبئی کے بھیلوں سے لڑائی ہو رہی تھی اور پوسینہ (بواو یائے مجہول) واقع گجرات ماتحت ایجنسی ماہی کانٹھہ میں فساد تھا اور علاقہ سیروہی کے بھاگے بھیل باغی ہو رہے تھے اس لئے بنظر انسداد فساد بھیلوں کے ریاست بانسواڑہ کی طرف سے وکیل پولیٹکل ایجنٹ مغربی مالوہ کے پاس مقرر کرایا گیا اور اسی وقت میں بانسواڑے کے دیوان نے بھیلوں کو ارتکاب واردات سے باز رکھا مگر یہ بندوبست بطور عارضی کارآمد ہوا کوئی تدبیر کہ ہمیشہ کو فساد رفع کرنے کے واسطے کافی ہو عمل میں نہ آئی۔

بانسواڑے کے بھیل ہندو ہیں مسلمانوں کا کھانا کھانے سے پرہیز کرتے ہیں برہمنوں کو بزرگ سمجھتے ہیں مگر انکو مارتے ہیں کثرت سے شراب خوار اور افیونی ہیں اور مہوے کی شراب پیتے ہیں انکی شادی و غمی اور ولادت کی رسمیات وہی ہیں جو ہنود میں جاری ہیں مگر جو لوگ مرض ہیضہ سے مریں انکو داغ نہیں دیتے دفن کرتے ہیں۔

۱۸۶۷ء میں کرنل میکنسن سپرنٹنڈنٹ چھاونی کھیرواڑہ نے بانسواڑے کی سخت بدانتظامی کی رپورٹ کی۔ راؤ کشل گڑھ جو لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ آمدنی کا جاگیردار ہے اور جس کے ۵۲ گانوں رتلام کی ماتحتی میں علیحدہ ہیں بانسواڑہ سے خودسری کا دعوے کرنے لگا۔ ریاست میں زبردست سرداروں کے دبانے کی طاقت نہ تھی۔ اسکے فیصلے کے واسطے سرکار انگریزی نے مداخلت کی اس نے یہاں تک سرکشی و عدول حکمی کی کہ مطالبہ پولٹیکل ایجنٹ کو اس نے صاف جواب دیا کہ میری ریاست بانسواڑے سے بالکل علیحدہ ہے اگر بانسواڑے کی معرفت مجھکو تحریر آویگی تو اسکا ہرگز جواب نہ دونگا۔ ہرچند فہمائش ہوئی کہ سرکار کا عہدنامہ بانسواڑے

سے ہے تم سے نہیں ہے تم بالسنواڑے کے ماتحت ہو مگر اسپر مطلق اثر نہ ہوا اسکو راجہ زلام کا ہم قوم
ماتحت ہونے سے بالسنواڑے کے ساتھ دعوے ہمسری کی جرات ہوئی کہ عند الطلب پولٹیکل ایجنٹ
بالسنواڑے میں آیا مگر مہارادل سے ملاقات کرنیکے واسطے نہ گیا تحقیقات سے اُس کا دعوے خود
سری محض بے اصل ثابت ہوا اور یہ بھی دریافت ہوا کہ ۱۸۵۵ء میں راؤ کشل گڑھ اور راجہ زلام کے
نزاع کی تحقیقات ہوئی تب فیصلہ ہوچکا ہے کہ راؤ کشل گڑھ ریاست بالسنواڑہ کا ماتحت ہے زلام
سے تعلق نہیں رکھتا سرکار نے اُس سے صاف طور پر کہہ دیا کہ تم بالسنواڑے کی تابعداری اختیار کرو
تم خودمختار نہیں مانے جا سکتے۔ ریاست کا باقی خراج ادا نہ کرنے اور ایک مجرم کو بھگا دینے کی تہمت
میں کشل گڑھ پر کئی مہینہ تک سرکاری ضابطہ رکھا جاکر کوٹھاری کیسری سنگھ کامدار کی مخبری اور
اور تحقیقات کی رو سے بالسنواڑے کی طرف سے پیش کئے ہوئے دعوے کے کاغذات جعلی ثابت
ہونے پر سرکار انگریزی کو ریاست سے سخت ناراضگی پیدا ہوئی جس سے ہمیشہ کے واسطے ایک سرکاری
افسر اسسٹنٹ پولٹیکل ایجنٹ کے نام سے سمت ۱۹۲۲ مطابق سنہ ۱۸۶۵ء شروع جنوری کو میواڑ
رزیڈنسی کے ماتحت بالسنواڑے میں رہنا تجویز ہوا تاکہ بالسنواڑے کے اندرونی پیچیدہ جھگڑے اور
پرتاپ گڑھ کے سرحدی معاملے موقع کی نگرانی اور تحقیقات سے طے ہوا کریں۔ چونکہ یہ محکمہ بالسنواڑے
کی تکرار اور بے اعتباری کے سبب جو دراصل مہاجن کامداروں کی شرارت سے پیدا ہوئی قائم
کرنا پڑا اس لئے بخلاف دوسرے مقامات کے افسر و عملہ وغیرہ کا تمام خرچ جسکی تعداد پندرہ ہزار
روپیہ سالانہ ہے راج بالسنواڑہ پر جرمانے کے طور ڈالا جاکر پرتاپ گڑھ کو اُس سے بری رکھا
گیا۔ کالنگرہ کے مقدمے میں زک اُٹھانے سے مہارادل پست ہوگیا اور بعض خود غرض اہلکاروں
کی شکایت کرنے لگا کہ انھوں نے اس مقدمے میں بے وجہ اُسکا نام شامل کرکے بدنام
کردیا اُس کا بیان ہے کہ جس جرم میں مجھکو سزا ہوئی ہے اُس کا بانی کوٹھاری کیسری سنگھ تھا۔
گورنمنٹ نے اُسکو بے قصور سمجھا ہے اقبال تحریری صرف بنظر ترحم اہلکاروں کو عتاب گورنمنٹ
سے بچانیکے واسطے کیا تھا اور اُسمیں بھی کوٹھاری کیسری سنگھ نے دبایا تھا کہ اگر نہ کروگے
تو ریاست ضبط ہوجائیگی۔
جب سے کالنگرہ کے مقدمے میں حکم اخیر ہوا کشل گڑھ کے راؤ نے اپنی جاگیر کو ریاست

علیحدہ ہیں بلیا سرکار کی متواتر ہدایت و تاکید پر کہ ریاست بانسواڑہ میں خراج ادا کرے اور رئیس کی اطاعت کرے عرصے تک تعمیل نہ کی۔ آخرکار جنوری سنہ ۱۸۷۳ء میں خراج داخل کیا مگر غرور و خود سری سے باز نہ آیا۔ نذرانہ تلوار بندی یعنی مسند نشینی جسکی بابت ریاست سے متواتر تاکید تھی اور راؤ کو اسکے ادا کرنے میں مطلق انکار تھا حسب سفارش پولٹیکل ایجنٹ بحکم گورنمنٹ معاف ہوگیا۔

سنہ ۱۸۷۱ء میں کوشل گڑھ میں مسماۃ چندو کھیلنی عمر ہشتاد سالہ کو بحکم کامدار راؤ ڈاکن ہونیکی علت میں ہلاک کر ڈالا تحقیقات کے بعد جرم ثابت ہوکر سرکار کے حکم سے قادر بوہرہ کامدار کوشل گڑھ بسبب بہت مرتشی تھا اور رستم بھوپا ڈاکن بکھانیوالے کو سزائے قید پانچ پانچ سال اور علی کوتوال کوشل گڑھ کو قید یکسال ہوکر محبس اجمیر میں بھیجے گئے اور راؤ کوشل گڑھ پر دو ہزار روپیہ جرمانہ ہوا۔ انمیں سے ایک ہزار روپیہ مسماۃ چندو متوفیہ کے دو بیٹوں کو بطور خون بہا دلوایا گیا۔ بھیلوں اور دوسری راجپوتانے کی ذلیل قوموں کا ڈاکن پر بہت اعتقاد ہے اور انکا مارنا اور لٹکانا مروج عام تھا صرف زمانہ حال میں کم ہوگیا ہے۔

سمت ۱۹۲۷ مطابق سنہ ۱۸۷۱ء میں گرھی کے ٹھاکر رتن سنگھ نے جو تیس ہزار روپیہ سالانہ کا جاگیردار ہے مہارانائے اودیپور کو اپنی بیٹی بیاہ کر وہاں سے راؤ کا خطاب پایا اسپر بانسواڑے راول کو خاص اس وجہ سے کہ خطاب لینے کو اجازت کیوں نہیں لی۔ رشک و حسد ہوا دوسرے رتن سنگھ نے بلا استمزاج دربار بیٹا متبنیٰ لیا۔ تیسرے عند الطلب حکام انگریزی مجرمان مرتکب واردات کو سپرد نہیں کیا۔ مہاراول نے اسکے باغ واقع بانسواڑہ کا ایک حصہ سڑک بنانیکے حیلے سے لے لیا دوسرے اسکے علاقے میں محصول راہداری کہ حسب بیان اسکے ہمیشہ معاف رہا ہے وصول کرنا شروع کیا عرصہ تک طرفین سے بہت شکایت رہی مگر چونکہ سردار یہاں کے معزز و زبردست ٹھاکروں میں سے تھا اور بخلاف راؤ کوشل گڑھ کے کہ وہ مغرور و نامعقول تھا صاف طبیعت و راست باز تھا اور ہر ایک کی صلاح پر عمل کرتا تھا اور ریاست کے سب آدمی اسکی عزت و توقیر کرتے تھے لوگوں نے متوسط ہوکر صلح کرا دی کہ مہاراول نے خطاب راؤ عطیہ مہارانا صاحب قبول کر لیا۔ اور باغ کے عوض اور زمین دیدی اور محصول راہداری کی نسبت بھی مناسب تجویز کر دی۔

اسی سال گوٹرہ کا بھاٹ کمر باغی ہوگیا اُس نے بانسواڑہ میں بہت طرح سے فساد کئے مدت
تک ریاست کی فوج اُسکو گرفتار نہ کر سکی وقت تعاقب میواڑ اور ڈونگرپور کے علاقے میں چلا جاتا تھا
اور وہاں اُسکو پناہ ملتی تھی ١٧ مئی ١٩٠٠ء کو اُس کا ریاست کے سپاہیوں سے مقابلہ ہوا اور وہ
اُنکے ہاتھ مہاراول نے کئی جاگیرداروں پر بغیر دریافت گوت لئے بیجا باعث سزا تجویز کی جس کی
بابت پولٹیکل افسر نے فیصلہ کر کہ ریاست کی کراج کو ملکی معاملات کے سوا قومی کارروائی میں دخل
دینے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی عرصے میں مہاراول نے دارالسلطنت میں ٹکسال کھولکر اپنا روپیہ چلانا چاہا۔
لیکن یہ کارروائی سرکار انگریزی کے حکم سے بند کیگئی کیونکہ جس ریاست میں بادشاہی عہد سے پرانی
ٹکسال جاری نہیں ہے وہاں کا رئیس نیا سکہ چلانیکا مجاز نہیں ہو سکتا۔

سمت ١٩٣١ مطابق ١٨٧٥ء میں گاؤں بوری ریچھپڑی کی ملکیت کی بابت پرتاپ گڑھ اور
بانسواڑہ کی ریاستوں میں تنازعہ اور سخت مقابلہ ہوا جسمیں پرتاپ گڑھ کے ٢٩ آدمی مقتول اور ٥٤
مجروح ہوئے اور بانسواڑہ کے دو آدمی مقتول اور چار مجروح ہوئے اور پرتاپ گڑھ کا ٤ ہزار سات
سو نو روپیہ اور چار آنے کا مال و اسباب غارت ہوا تحقیقات سرکاری سے بانسواڑے کی زیادتی پائی
جانے پر سرکاری حکم سے بانسواڑے کا کامدار چمن لال کوٹھاری آٹھ ہزار روپیہ جرمانہ لئے جانیکے بعد دس
برس کے واسطے ملک سے نکالا گیا اور اُسکے پانچ شریک اہلکار پانچ پانچ برس کے واسطے قید کئے گئے
دوسرے برس گاؤں اجینہ جو پندرہ برس سے بیجا طور پر بانسواڑے نے دبا رکھا تھا پرتاپ گڑھ کو دلایا گیا
اور گاؤں دانتیار سے بھی بانسواڑے کا دعوے خارج اور پرتاپ گڑھ کا قبضہ بحال رکھا گیا۔ کوماری علاقہ
میواڑ، سوہیانہ علاقہ بانسواڑہ اور دانتیار علاقہ پرتاپ گڑھ کی سرحد ایک جگہ ملنے کے سبب
تجویز سے سرحدہ کے پختہ بنا سے تعمیر کرائے گئے جن کو تینوں ریاستوں نے قبول کرلیا۔ یہ مہاراول
پرانی باتوں کا زیادہ پاسدار اور نئے طور طریق کو ملکی و خانگی کارروائی میں ناپسند کرنیوالا تھا۔ آخر میں
مذہبی تعصب کم ہونے لگا۔ اس مہاراول نے باقاعدہ بہت سی رانیوں سے شادی کی۔ چنانچہ
١٩٠٣ء تک تو یہ شمار پہنچ چکا تھا۔ اور کنیزیں ان کے علاوہ تھیں اور ان سے بہت سی
اولاد پیدا ہوئی ۔

١٩٠٥ء میں وفات پائی۔

مہاراول شمبھو سنگھ

یہ مہاراول لچھمن سنگھ کا بڑا بیٹا تھا اس سے باپ کو بہت عداوت تھی وجہ اسکی یہ تھی کہ باپ کو یہ شبہ ہوگیا تھا کہ میری فلاں عورت پر رغبت کی نظر ڈالتا ہے یہانتک کہ شمبھو سنگھ کو بانسواڑہ چھوڑنا پڑا اور کچھ دنوں تیج کی چھاونی میں اور کچھ عرصے تک اودیپور میں رہا۔ سرکار ریاست سے اسکو وظیفہ دلائی تھی اودیپور میں بھی اسکی نسبت ایک ایسا ہی واقعہ گوش گذار ہوا تھا جس کو بیان کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اسکے بیان سے بھی حرف آتا ہے لچھمن سنگھ کے انتقال پر سرکار نے اسکو حقدار مانکر مسند نشین کیا اور اسکے انتقال کے بعد اسکا بیٹا والی ریاست ہوا۔

مہاراول پرتھی سنگھ

پرتھی سنگھ اپنے باپ مہاراول شمبھو سنگھ کا دسمبر ۱۹۱۳ء میں جانشین ہوا اور ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو انہیں پورے اختیارات ملے۔ مہاراول کی سلامی ۱۵ ضرب توپ ہے۔

جاگیرات

ریاست بانسواڑہ میں کل گیارہ سو اٹھاسی گاؤں سمجھے جاتے ہیں اس میں سے پانسو ۴۳ گاؤں خالصے کے ہیں جنکی آمدنی اب ۲۰۰،۲۴۰ سالانہ ہے اکیسو بارہ گاؤں خیرات انعام اور نوکری کے طور پر دیئے ہیں۔ چارن اور اہلکاروں کی جاگیر میں ہیں جنکی آمدنی پچیس ہزار روپیہ سالانہ ہے اور پانچسو ۳۴ گاؤں راجپوت لوگوں کے قبضے میں ہیں جنکی آمدنی تین لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب ہے اس ریاست میں چودہ سردار اول درجے میں اور اٹھارہ جاگیردار دوسرے درجے کے سمجھے جاتے ہیں۔

بانسواڑے کے اوّل درجے کے تعظیمی سردار

نمبر	نام جاگیر	قوم وغیرہ	تعداد گاؤں	سالانہ آمدنی	خراج	کیفیت
۱	موٹا گاؤں	چوہان	۷	۸۰۰۰	۵۷۱	اوّل درجہ تعظیمی
۲	میتوالہ	چوہان	۷	۸۰۰۰	۸۷۵	ایضاً

نمبر	نام جاگیر	قوم وغیرہ	تعداد مواضعات	سالانہ آمدنی	خراج	کیفیت
۳	ارتھونہ	چوہان	۲۴	۱۶۰۰۰	۹۵۱	ایضاً
۴	گڑھی	چوہان مخاطب راؤ	۱۵۱	۸۴۰۰۰	۳۰۰۰	ایضاً
۵	شورپور	بھائی	۵	۴۰۰۰	۳۶۱	مہارادل صاحب کا رشتہ دار بھائی
۶	کھانڈو	بھائی	۴۰	۳۲۰۰۰	۴۰۰	ایضاً
۷	گنوڑا	چوہان	۱۱	۱۰۰۰۰	۶۲۶	اول درجہ تعظیمی
۸	کشالگڑھ	راٹھور مخاطب راؤ	۱۶۹	۷۰۰۰۰	۱۱۰۰	اسکی کچھ جاگیر رتلام کے ماتحت بھی ہے
۹	تلواڑا	سپرتیہ راٹھور	۷	۲۰۰۰	۳۶۸	
۱۰	اوریواڑہ	راٹھور	۱	۱۰۰۰	۱۶۲	
۱۱	خوشحالگڑھ	سکتاوت	۱۶	۴۰۰۰	معاف	صرف مسند نشینی کا نذرانہ دیتا ہے
۱۲	نواگانو	چوہان	۱	۱۰۰۰	۴۶۳	
۱۳	مور	چوہان	۵	۲۰۰۰	۷۹۱	
۱۴	کھیڑا روہتینیہ	چوہان	۲	۱۰۰۰	۷۰	

بانسواڑے کے دوسرے درجے کے سردار

نمبر شمار	نام جاگیر	قوم وغیرہ	تعداد مواضعات	سالانہ آمدنی	خراج	کیفیت
۱	امجہ	بھائی	۵	۶۰۰۰	۸۲۵	
۲	بسئی	چوہان	۳	۳۰۰۰	۸۴۲/۴	
۳	چھاج	چوہان	۸	۳۰۰۰	۴۴۰/۶	
۴	بھوکھیہ	چوہان	۱۹	۴۰۰۰	۷۷۴	
۵	بھیم سور	اودھ	۵	۳۵۰۰	۱۳۹/۵	
۶	کلکیہ	چونڈاوت	۴	۳۵۰۰	۱۳۱/۱۲	

۷	اُمارا	چوہان	۱	۱۰۰۰	۲۱۵ ۱۱-آنہ	
۸	بیچھواڑہ	چوہان	۴	۳۵۰۰	۴۲۵	
۹	بھواسر	چوہان	۳	۴۴۰۰	۱۸۸ ۱۱-آنہ	
۱۰	مُوئی واسم	چوہان	۱	۱۰۰۰	۱۵۲ ۱۱-آنہ	
۱۱	کُمانیہ	ادھ	۳	۲۰۰۰	۳۴۵ ۱۳-آنہ	
۱۲	دلیودہ	ادھ	۱	۱۵۰۰	۲۳۳ ۰۲-آنہ	
۱۳	دیلواڑہ	چوہان	۲	۱۰۰۰	۲۵۵ ۴ آنہ	
۱۴	نرمالی	سکتاوت	۵	۴۰۰۰	۲۴۸ ۱۰-آنہ	
۱۵	کُوندلہ	کوبھاوت	۸	۲۵۰۰	۲۶۰ ۵-آنہ	
۱۶	سَمُلیہ	سکتاوت	۴	۲۰۰۰	معاف	صرف نذرانہ مسند نشینی دیتا ہے۔
۱۷	تُوئیہ بیل	راٹھوڑ	۱	۵۰۰	۲۵۰	
۱۸	تمے سَر	میرتہ	۲۰	۴۰۰۰	معاف	راؤ کو شلگڑھ کا رشتہ دار ہے

فصل

تاریخ پرتاپ گڑھ جغرافیہ

پرتاپ گڑھ کا علاقہ جسکو کانٹھل کہتے ہیں میواڑ کے جنوبی مشرقی گوشے میں ہے اُسکے شمال و مغرب میں میواڑ۔ جنوب میں بانسواڑہ۔ مشرق میں مالوہ یعنی رتلام۔ ہولکر اور سیندھیا کا علاقہ پھیلا ہوا ہے۔ اسکا طول شمال سے جنوب کو پچاس میل۔ عرض مشرق سے مغرب کو پچیس میل رقبہ آٹھ سو چھیاسی میل مربع ہے آبادی ۴۰،۲۰۴ نفر۔ اور اسکا موقع خطوط عرض بلد شمالی ۲۳ درجہ ۱۴ دقیقہ اور ۲۴ درجہ ۱۴ دقیقہ اور خطوط طول بلد مشرق ۷۴ درجہ ۲۷ دقیقہ و ۷۵ درجہ کے درمیان ہے۔

آمدنی خالصہ ساڑھے تین لاکھ روپیہ سالانہ تھی لیکن موجودہ زمانے میں ۱۳۲۰۰ ۵ روپیہ سالانہ کو نوبت پہنچ گئی ہے۔ ضلع یا گڑھ کا ایک حصہ اور کل ضلع جو کانٹھل نام سے معروف ہے اس ریاست میں داخل ہے سرزمین کوہستانی اور کم مزرعہ ہے۔ بلندی کی وجہ سے پالا بہت پڑتا ہے وہ زمین جسکو کانٹھل کہتے ہیں پست ہے اُس میں زراعت کم ہوتی ہے جنگلوں کی آبادی زیادہ ہے اور بن میں عمارتی درخت بہت عمدہ اور بکثرت ہوتے ہیں ان درختوں کی لکڑی بہت موٹی اور بڑی نہیں ہوتی ہے۔ مگر مضبوطی میں ڈونگر پور اور بانسواڑہ کی لکڑی سے بہتر ہوتی ہے۔ عمارتی درختوں کے سوا آبنوس بھی عمدہ ہوتا ہے جو ڈونگر پور اور بانسواڑہ کے علاقے میں نہیں ملتا

شہر پرتاپ گڑھ بلند زمین پر مالوہ یعنی کانٹھل میں سطح سمندر سے ۱۶۵۰ فٹ بلندی اُتنائے راہ نیمچ و بڑودہ نیمچ سے ۳۲ میل جنوب میں عرض بلد شمالی ۲۴ درجہ ۵ دقیقہ طول بلد مشرقی ۷۴ درجہ ۵۸ دقیقہ پر واقع ہے یہاں کے رئیس آبادی سے آدھ میل فاصلے پر اکثر اپنا قیام رکھتے ہیں دسہرہ وغیرہ پر دیولیہ کو جاتے ہیں جو ریاست کا پرانا دار الحکومت ہے۔

اس ملک میں سے قریب دو لاکھ روپے سالانہ آمدنی کا ملک جاگیرداروں کے قبضے میں ہے

پرتاپ گڑھ کی آب و ہوا عمدہ سمجھی گئی ہے لیکن وہاں کے باشندے باوجود مالداری کے بہت بے احتیاطی سے رہتے ہیں۔

قوم

پرتاپ گڑھ والے جو میواڑ کے خاص سیسودیہ سورج بنسی خاندان کی چھوٹی شاخ میں ہیں پہلے راوت کہلاتے تھے گورنمنٹ انگریزی کی فرماں برداری کے بعد سے مہاراوت کہلاتے ہیں اس وقت سے چارسو برس سے کچھ پہلے چتوڑ کی دوسری نامی لڑائی میں دیولیہ والوں کا ایک بزرگ راوت باگھ سنگھ بہادر شاہ گجراتی کے مقابل رانا بکرماجیت کا قائمقام ہوکر مارا گیا تھا اس سبب سے میواڑ والوں کی طرح جو خود کو ایکلنگ دیوتا کا دیوان یعنی نائب کہتے ہیں پرتاپ گڑھ والے بھی اپنے نام پر دیوان کا لفظ بول چال میں شامل کرتے ہیں۔

پرتاپ گڑھ والوں کے بزرگ شہنشاہ دہلی کے امرا میں سے تھے راوت پرتھوی سنگھ پر فرخ سیر بادشاہ کی ایسی مہربانی تھی کہ اسکو اپنے شہر میں ٹکسال کھولنے کی اجازت دی۔ اور عالمگیر ثانی کے عہد سے سالم سنگھ کو دوبارہ ٹکسال کھولنے کی اجازت ملی جس نے اس سکے کو اپنے نام سے منسوب کیا لیکن نام اوس پر بدستور شاہ عالم کا رہا۔ اس وقت سے وہاں دارالضرب میں اٹھارویں صدی کے آخر تک سالم شاہی روپیہ بنتا رہا پچھلے رئیسوں میں سے بعض نے دارالضرب میں غیر خالص وکم وزن روپیہ تیار کرا کے کاسد بازاری کی کہ اسپر سرکار انگریزی کو تاکید وتنبیہ کرنی پڑی۔

نسب نامہ ریاست پرتاپ گڑھ

(۱) کھیم کرن ولد رانا موکل والی میواڑ (۲) سورج مل (۳) باگھ سنگھ (۴) رائے سنگھ (۵) بیکاجی (۶) تیج سنگھ (۷) بھان سنگھ (۸) سنگھاجی (۹) جسونت سنگھ (۱۰) ہری سنگھ (۱۱) پرتاپ سنگھ (۱۲) پرتھوی سنگھ (۱۳) رام سنگھ (۱۴) امید سنگھ (۱۵) گوپال سنگھ (۱۶) سالم سنگھ (۱۷) ساونت سنگھ (۱۸) دلیپ سنگھ (۱۹) اودے سنگھ (۲۰) مہاراوت رگھوناتھ سنگھ۔

سلسلہ وار تاریخی احوال

ریاست پرتاپ گڑھ اس وقت تقریباً پانسو برس پہلے میواڑ میں سے نکلی ہے اور وہ اس حساب سے بانسواڑہ کی بہ نسبت جو تقریباً چارسو برس پہلے ڈونگرپور سے علیحدہ قائم ہوا۔ سو برس پرانی ہے۔ یہاں کے رئیس اگرچہ بہت عرصے تک میواڑ کے ماتحت رہے لیکن دوسرے

سرداروں سے انکی نشست اور عزت بڑھ کر رکھی گئی تھی۔ پھر ڈونگرپور وغیرہ کی طرح پرتاپ گڑھ نے شاہجہاں کے عہد میں مغلوں کی اطاعت قبول کی تھی۔ اور عالمگیر ثانی کے وقت میں راوت سالم سنگھ کو اپنے نام کا سالم شاہی سکہ جاری کرنیکی بھی اجازت ملگئی جس کا موقع ڈونگرپور اور بانسواڑے کو حاصل نہیں ہوسکا۔ سالم شاہی روپیہ جو انگریزی ۱۳۔ آنے کے قریب ہوتا تھا باگڑ اور مالوہ وغیرہ کے علاقے میں کثرت سے چلتا تھا جسکی جگہ اب انگریزی روپے نے لیلی ہے۔ محمد شاہ کے بعد اس ریاست کو مرہٹوں نے بہت ستایا تھا جنکی ماتحتی سے سرکار انگریزی نے علیحدہ کرکے ایک عہدنامے کے ساتھ خراجگذار بنایا۔

۱۔ راوت کھیم کرن ولد رانا موکل

سمت ۱۴۹۰ مطابق ۱۴۳۳ء میں جبکہ میواڑ کا رانا موکل اپنے ایک رشتہ دار کے ہاتھ سے مارا گیا تو اُسکے دو بیٹوں کو بنبھا اور کھیم کرن یا کھیم سنگھ میں سے پہلا چتوڑ کی گدی پر بیٹھا اور دوسرے کو بڑی ساڈری اور دھریاودہ وغیرہ کا علاقہ جاگیر میں ملا کھیم کرن کی اولاد کچھ عرصے تک وہاں قائم رہنے کے بعد پرتاپ گڑھ کو ترقی کرکے بدل آئی اور اس نے وہاں نئی حکومت جمائی۔

۲۔ راوت سورج مل

کھیم کرن کا بیٹا سورج مل سمت ۱۵۵۰ مطابق ۱۴۹۳ء میں بڑی ساڈری کا مالک بنا کرنل ٹاڈ کا بیان ہے کہ سورجمل سے چتوڑ کے ولیعہد پرتھوی راج اور رسانگا کی جو رشتے میں اُسکے بھتیجے ہوتے تھے اکثر ملک کے واسطے لڑائیاں ہوتی رہیں لیکن آخر میں سورجمل نے رانا رائے مل کے عہد میں میواڑ سے علیحدہ ہو کر جنوبی مشرقی ویران علاقے میں جہاں جنگلی لوگ رہتے تھے ایک دیولیہ نام قلعہ بنا کر ریاست پرتاپ گڑھ کی بنا ڈالی لیکن ریاست پرتاپ گڑھ والے خیال کرتے ہیں کہ دیولیہ کی آبادی وہ نسبت بہ بیکاجی کے عہد میں ہوئی ہے۔ سورجمل کے بیٹوں میں سے راجدھر۔ رندھیر اور سہس مل تو رانا کی طرف سے بادشاہی فوج کے مقابلے میں مارے گئے اور باگھ سنگھ ولیعہد رہا سہس مل کے بیٹے کا نہل کی اولاد میں سے دھموتر کا ٹھاکر وغیرہ سہاوت کہلاتے ہیں۔

۳۔ راوت باگھ سنگھ

سمت ۱۵۸۷ مطابق ۱۵۳۰ء میں مسند نشین ہوا۔ یہ راوت چتوڑ کے رانا بکرماجیت کی بدمزاجی

اور اپنی جاگیر ضبط ہونے کے سبب رنجیدہ ہوکر بادشاہ مالوہ کے پاس چلا گیا جہاں اُس نے ڈیڑھ لاکھ سالانہ آمد کی جاگیر پاکر باکھوالڑہ مقام بسایا۔

سمت ۱۵۹۲ مطابق ۱۵۳۶ء میں جبکہ سلطان بہادر شاہ گجراتی نے چتوڑ پر دوسری چڑھائی کی تو اُس وقت بوندی۔ جالور۔ سروہی وغیرہ کے راؤ اپنی فوجوں سمیت چتوڑ میں آموجود ہوئے تھے ان سب سرداروں نے رانا بکرماجیت اور اُسکے چھوٹے بھائی اودے سنگھ کو جو کچھ عرصے کے بعد رانا ہوا۔ نسل قائم رکھنے کی غرض سے بچا کر نکال دیا اور اُسکے قریبی رشتہ دار راوت باگھ سنگھ کو جو اپنے بزرگوں کے ملک کی مدد کے واسطے مالوے سے چلا آیا تھا اپنا افسر بنا کر ریاست کا جھنڈا اور چتر اُسکے سر پر قائم کیا راوت نے تمام راجپوتوں سمیت قلعہ سے نکلکر دشمنوں پر حملہ کرنے کے بعد جان دی کیونکہ اس وقت دشمنوں کے ہاتھ سے جان سلامت لیکر بھاگ نہ سکتا تھا۔ اسی وقت سے دیولیہ کے راوت خود کو رانا کا قائم مقام بننے کے سبب ایکلنگ کا دیوان کہنے لگے ہیں۔

۴۔ راوت رائے سنگھ

سمت ۱۵۹۲ مطابق ۱۵۳۶ء میں چتوڑ مقام پر مسند نشین ہوا جبکہ گجراتی لوگ دہلی کے بادشاہ ہمایوں کے خوف سے قلعہ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ راوت قلعہ چتوڑ رانا کو حوالے کرکے بڑی سادڑی چلا آیا اسکے چھوٹے بھائی مان سنگھ کی اولاد خاناوت کہلاتی ہے راوت کے بعد اُسکے چار بیٹوں بیکا۔ اُدیکرن اسکرن اور پونمل میں سے پہلا ولیعہد ہوا۔

۵۔ راوت بیکاجی

سمت ۱۶۰۹ مطابق ۱۵۵۳ء میں مسند نشین ہوا۔ اس نے میواڑ چھوڑ کر مندسور کے بادشاہی حاکم سے ملاقات کی۔ اسکے ساتھ سورجمل کا پوتا کانھل بھی نمباہیڑے کی جاگیر چھوڑ گیا تھا تھوڑے دنوں بعد راوت نے غیاث پور اور بسار میں رہ کر سونگرے راجپوتوں سے سہاگ پور چھین لیا اور اسی طرح دوسرے پرگنے کھیروٹ۔ کوٹڑی اور رنور وغیرہ دبا لئے اور اپنے چچا کانھل کو دھموتہ جاگیر میں دیا۔

سمت ۱۶۱۷ مطابق ۱۵۶۱ء میں راوت نے دیومینی کے خاوند اور اُسکے مددگار بھیلوں کو مارکر کانٹھل کا ویران علاقہ قبضے میں کیا اور دیومینی کے ستی ہونے سے اُسکی درخواست پر دیوگڑھ کو

آباد کرکے راجدھانی قرار دیا۔ پندرہ برس کے بعد جبکہ رانا پرتاپ سنگھ اول سے بادشاہی فوج کے افسر کنور مان سنگھ کچھواہہ کا مقابلہ ہلدی گھاٹی پر ہوا تو راوت کی طرف سے اُس کا چچا کا کھمل رانا کی ماتحتی میں لڑکر مارا گیا اور کئی برس پیچھے راوت کا دوسرا بیٹا کرشن داس بھی اسی طرح کام آیا جسکے خون بہا میں رانا نے گاؤں اگران عنایت کیا۔ راوت نے کرشن داس کے بیٹے سمرسی کو دہلی کے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا جہاں سے وہ بادشاہی فوج کے ساتھ بیکانیر جاکر فتح کے بعد واپس آگیا۔ راوت کے تیسرے بیٹے سرجن داس کے پوتے محکم سنگھ نے گاؤں محکم پورہ لسبایا تھا جو تھوڑے دنوں سے کسی طرح بانسواڑے والوں کے قبضے میں چلا گیا ہے راوت کے وفات پانے کے بعد اُس کا بڑا بیٹا تیج سنگھ قائم مقام ہوا۔

۶۔ راوت تیج سنگھ

اس نے سمت ۱۶۳۵ مطابق سنہ ۱۵۷۹ء میں مسند نشیں ہوکر تیج ساگر تالاب بنوایا اور پندرہ برس راج کرکے اپنے بعد کنور بھان سنگھ کو وارث چھوڑا۔

۷۔ راوت بھان سنگھ

سمت ۱۶۵۰ مطابق سنہ ۱۵۹۴ء میں مسند نشیں ہوا اسکے نو برس کے بعد رانا کے ماتحت جاگیردار جودہ سنگھ سیسودیہ نے مندسور میں فساد کیا۔ مقابلے میں جیرن مقام پر راوت بھان سنگھ اور مندسور کا حاکم لکھن خاں وغیرہ جودہ سنگھ کو قتل کرکے مارے گئے۔ راوت کی چھتری جیرن میں موجود ہے اُس نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تھی اس لئے اُس کا چھوٹا بھائی سنگھا ولیعہد مانا گیا۔

۸۔ راوت سنگھا

سمت ۱۶۷۰ مطابق سنہ ۱۶۱۳ء میں مسند نشین ہوکر انیس ۱۹ برس کے بعد گذر گیا۔ اُس کا بڑا بیٹا جسونت سنگھ ولیعہد رہا۔ اور چھوٹے بیٹے جگناتھ کی اولاد سنگھاوت کہلاتی ہے۔

۹۔ راوت جسونت سنگھ

سمت ۱۶۸۹ مطابق سنہ ۱۶۳۳ء میں مسند نشیں ہوا۔ اسکے مہا سنگھ۔ ہری سنگھ۔ کیسری سنگھ اور اودے سنگھ چار بیٹے تھے سمت ۱۶۸۹ مطابق سنہ ۱۶۳۳ء میں اودے پور کے رانا جگت سنگھ اول کے بلانے

پھر راوت مع ولیعہد مہا سنگھ کے چینا باغ میں جاکر ٹھہرا جو اودے پور کے باہر مشرقی طرف ہے۔ رانا راوت سے اودے پور کے عوض بادشاہی اطاعت اختیار کر لینے کے سبب بہت رنجیدہ تھا اس لئے اُس نے دھوکے سے رام سنگھ راٹھوڑ کو بڑی فوج دیکر باغ میں بھیجا راوت جسونت سنگھ رات میں حملہ ہونیکے بعد اپنے بڑے بیٹے اور اکثر ساتھیوں سمیت بہادری سے لڑکر مارا گیا دیولیہ میں دوسرا کنور ولیعہد ہوا اور تیسرے کیسری سنگھ سے جسونت سنگھوت شاخ چلی۔

۱۰۔ راوت ہری سنگھ

اس نے سمت ۱۶۹۰ مطابق ۱۶۳۴ء میں مسند نشین ہونیکے بعد دہلی جاکر بادشاہ کے حضور میں رانا کے ظلم اور اپنے باپ وغیرہ کے قتل کا حال عرض کیا۔ وہاں سے اسکو خلعت انعام اور منصب ملکر حاکم مندسور کے نام فرمان جاری ہوا کہ دیولیہ کی زمین سے میواڑ والوں کا دخل اُٹھا دیا جائے۔ دہلی سے واپس آکر ہری سنگھ نے اپنے علاقے پر قبضہ حاصل کیا اور بتیس گانوں بردان اور چھاتلہ پرگنے کے میواڑ میں سے دبا لئے جنکی بابت عالمگیر بادشاہ ناخوش ہوا۔ راوت نے چالیس برس راج کرکے وفات پائی۔ اُسکے چار بیٹوں پرتاپ سنگھ۔ امر سنگھ۔ محکم سنگھ اور مادھو سنگھ میں سے بڑا ولیعہد ہوا اور باقی کو علیحدہ جاگیریں ملیں۔

۱۱۔ راوت پرتاپ سنگھ

سمت ۱۷۳۰ مطابق ۱۶۷۴ء میں مسند نشین ہوا اس نے ایک بیاہ بیکانیر اور دوسرا ایڈر میں کیا تھا سفر میں سلومبر کے مقام پر ٹھہر کر وہاں سے راوت کشن سنگھ کے ایک پوتے منوہر داس کو اپنے ہمراہ لے آیا جسے سمت ۱۷۳۵ مطابق ۱۶۷۹ء میں بڑلیا وغیرہ دیا اُسکی اولاد یعنی چونڈا وتوں کی جاگیر میں دو ٹھکانے سیلا رپورہ اور بڑلیا اب تک اس راج میں چلے آتے ہیں۔

راوت پرتاپ سنگھ نے سمت ۱۷۵۴ مطابق ۱۶۹۸ء میں اپنی نام سے پرتاپ گڑھ بسا کر قلعہ بھی تیار کرایا۔ اسکے وقت میں اودے پور کے رانا نے بادشاہی اطاعت کی ناراضگی سے جودھپور کے کنور رام سنگھ کو کانٹھل یعنی پرتاپ گڑھ کا علاقہ جہیز میں دینا چاہا لیکن کنور مذکور دیوگڑھ کے پاس پہنچ کر پی پاڑہ راجپوتوں کے ہاتھ سے جو سیسودیوں کی ایک شاخ ہے قتل ہوا۔

راوت پرتاپ سنگھ چھتیس برس راج کرنیکے بعد فوت ہوا اور اُسکے دو بیٹوں پرتھو سنگھ

اور کیرتی سنگھ میں سے پہلا ولیعہد ہوا اور دوسرے کے نام سے کیرتی گڑھ بسایا گیا۔

۱۲ - راوت پرتھوی سنگھ

سمت ۱۷۶۴ مطابق ۱۷۰۷ء میں مسند نشین ہوا۔ سمت ۱۷۷۰ مطابق ۱۷۱۳ء میں فرخ سیر بادشاہ کے پاس دہلی گیا جہاں سے اسکو راوت کے سوا راؤ کا خطاب عنایت ہوا۔ اور پرتاپ گڑھ میں ٹکسال کھولنے کی اجازت ملی۔

اسکے وقت میں رتلام والوں نے پرتاپ گڑھ پر چڑھائی کی لیکن وہ ناکام واپس گئے اور انکا کسی قدر علاقہ لوٹ لیا گیا راوت اپنے راج کے نویں برس گذر گیا اسکے پانچ بیٹوں میں سے بڑا بہادر سنگھ اودیپور کے رانا سنگرام سنگھ کے پاس بھیجا گیا تھا جسکے لئے وہاں سے دیہ باد ذ جاگیر کے طور پر تجویز ہوا تھا لیکن وہ اودے پور میں گذر گیا اور اسکا بیٹا رام سنگھ پرتاپ گڑھ میں ولیعہد کیا گیا۔

۱۳ - راوت رام سنگھ

سمت ۱۷۷۵ مطابق ۱۷۱۸ء میں مسند نشین ہوکر چھ مہینہ راج کرنیکے بعد لاولد انتقال کر گیا جس سے اُس کا چچا اُمید سنگھ جانشین کیا گیا۔

۱۴ - راوت اُمید سنگھ

سمت ۱۷۷۵ مطابق ۱۷۱۸ء میں مسند نشین ہوکر پانچ برس کے بعد بغیر اولاد مر گیا اور اُسکا چھوٹا بھائی گوپال سنگھ راوت مانا گیا۔

۱۵ - راوت گوپال سنگھ

سمت ۱۷۷۹ مطابق ۱۷۲۲ء میں مسند نشین ہوا۔ اس وقت محمد شاہ بادشاہ کے ضعیف عہد میں مرہٹوں نے راجپوتانہ و مالوہ میں زور پکڑا۔ سمت ۱۷۸۹ مطابق ۱۷۳۲ء میں باجے راؤ پیشوا ملہار راؤ ہلکر اور رانا نے ڈونگرپور کا محاصرہ کیا۔ راول شیو سنگھ کے بلانے سے راوت گوپال سنگھ ڈونگرپور گیا اسکی فہمائش سے ڈونگرپور و بانسواڑہ کا خراج پیشوا کو ملنا قرار پاکر محاصرہ اٹھایا گیا پھر مرہٹے راوت کے ہمراہ پرتاپ گڑھ آکر چند روز مہمان رہنے کے بعد چلے گئے۔ راوت نے شہر میں اپنے نام پر بازار گوپال گنج بنوایا۔ اور تھوڑے دنوں کے لئے اپنے ولیعہد سالم سنگھ کو اودیپور بھیجا

جہاں سے خوشی کے ساتھ وہ واپس آگیا۔ اس راوت نے چونتیس برس راج کرکے وفات پائی۔

۱۶۔ راوت سالم سنگھ

سمت ۱۸۱۴ مطابق ۱۷۵۸ء میں مسند نشین ہوا۔ اس نے پرتاپ گڑھ کی نئی شہر پناہ بنوا کر سالم پورہ گانوں بسایا اور بادشاہ عالمگیر ثانی کی خدمت میں دہلی جاکر وہاں سے دوبارہ ٹکسال کا حکم لانے کے بعد سالم شاہی روپیہ جاری کیا۔ وقائع راجپوتانہ میں لکھا ہے کہ سالم سنگھ پر محمد شاہ کی ایسی مہربانی تھی کہ اسکو اپنے نام سے سکہ جاری کرنیکی اجازت دی لیکن محمد شاہ سنہ ۱۷۱۹ء میں مسند نشین ہوا تھا اور ۱۷۴۸ء میں عالم بقا کو سدھارا تھا۔ اس وقت ۱۷۵۸ء یا اسکے بعد میں کب موجود تھا۔ اگرچہ انگریزی روپے نے اسکی جگہ لیلی ہے پھر بھی اب تک باگڑ اور مالوہ وغیرہ کے علاقے میں اکثر چلتا ہے۔

سمت ۱۸۱۹ مطابق ۱۷۶۲ء میں تکوراو ہلکر تین مہینہ تک پرتاپ گڑھ کا محاصرہ کرکے ناکام واپس گیا اور دو برس کے بعد ملہار راؤ ہلکر نے کچھہ روپیہ لینے پر صلح کی۔ میواڑ میں مہتا صورت سنگھ نے مہارانا سے جو بغاوت کی تھی اسکو اس راوت نے رفع کیا۔ سمت ۱۸۲۴ مطابق ۱۷۶۴ء میں ایک شادی کے موقع پر سالم سنگھ مہمان ہوکر اندور گیا جہاں خاطرداری کے ساتھہ پیشوائی ہوکر مہاراجہ ہلکر نے برابر نشست دی۔

سمت ۱۸۲۶ مطابق ۱۷۶۹ء میں جبکہ مہارانا ارسی کے برخلاف ایک دعویدار رتن سنگھ نے سرداروں کی سازش سے فساد اٹھایا اور مادھوراؤ سیندھیا کو ساتھہ لاکر اودے پور کا محاصرہ کرایا تو راوت سالم سنگھ مدد کے واسطے مہارانا کے پاس گیا جس سے راوت راؤ کا خطاب جو بادشاہی طرف سے عنایت ہوا تھا۔ مہارانا نے بھی تسلیم کیا اور دھریاؤد کا پرگنہ قدیمی حق سمجھہ کر راوت کو دیدیا صلح ہوجانیکے بعد سالم سنگھ واپس چلا آیا۔ اور دوارکا میں ایک خیرات مقرر کی جو اب تک جاری ہے۔

یہ راوت سترہ برس راج کرکے فوت ہوا۔ اس کے دو بیٹوں سامنت سنگھ اور لال سنگھ میں سے پہلا ولیعہد ہوا۔ اور دوسرے کو ارنوُد جاگیر میں ملا۔ جس کی اولاد سالم سنگھوت کہلاتی ہے۔

۱۷۔ راوت ساونت سنگھ

سمت ۱۸۳۱ مطابق ۱۷۷۵ء میں مسند نشین ہوا۔ پرگنہ دھریاوُد کی جاگیر کے عوض پرتاپ گڑھ کے بعض ماتحت سردار اودے پور میں حاضری دیا کرتے تھے۔ کم عمر راوت کی والدہ نے اُس کے ہوشیار ہونے تک جاگیرداروں کا اودیپور جانا ملتوی رکھا۔ مہارانا بھیم سنگھ کے عہد میں دھریاوُد کا پرگنہ میواڑ کے خالصے میں شامل ہوکر پھر کبھی واپس نہیں ملا۔ اس راوت کے وقت میں مرہٹوں کے ہاتھ سے ملک نے بہت نقصان اُٹھایا۔ ان دنوں شاہ عالم ثانی دہلی میں نام کو بادشاہ تھا اس لئے وہاں کی مدد سے نااُمید ہوکر پندرہ ہزار روپیہ سالانہ خراج جو بادشاہی سرکار میں ادا کیا جاتا تھا ہلکر کو دینا منظور کیا لیکن اُس نے زبردستی بہتر ہزار روپیہ مقرر کیا جو ریاست برقرار رہنے کے سبب قبول کیا گیا۔ راج میں یہ سب روپیہ نقد ادا کرنیکی گنجائش نہ ہونے سے کچھ گھوڑے وغیرہ جانور اور ہتیار اور سامان روپیہ کی کمی کے موافق دیا جاتا تھا۔ سمت ۱۸۶۰ مطابق ۱۸۰۴ء میں راوت نے مرہٹوں کے ظلم سے نکلنے کی اُمید پر سرکار انگریزی کا خراجگذار ہونا پسند کیا لیکن لارڈ کارنوالس کی تجویزوں سے ریاست کی دستگیری نہ ہوسکی جس سے چودہ برس اور بھی مرہٹوں کے ہاتھ سے تکلیفیں اُٹھانی پڑیں۔ سمت ۱۸۷۵ مطابق ۱۸۱۸ء ۹۔ اکتوبر کو کپتان میگڈانلڈ کی معرفت پرتاپ گڑھ سے بھی دوسری ریاستوں کی طرح حفاظتی حق کا بہتر ہزار سات سو روپیہ سالم شاہی سالانہ خراج مہاراجہ ہلکر کے عوض سرکار انگریزی کو دیا جانا قرار پایا۔ لیکن ہلکر کو مندسور کے عہدنامے سے ملکی نقصان اُٹھانیکے عوض سرکار انگریزی نے اس خراج کی برابر روپیہ اپنے خزانے سے دینا منظور کیا۔

پرتاپ گڑھ پر خراج کے علاوہ بارہ ہزار سالانہ کا فوج خرچ بھی رکھا گیا تھا جو کئی برس کے بعد چوبیس ہزار ہوکر ڈونگر وغیرہ کی طرح بالکل معاف کیا گیا۔ اوّل اوّل رئیس پرتاپ گڑھ نے پچاس سوار اور دو سو پیادوں کی فوج سرکار انگریزی کی نوکری میں رکھنے کا اقرار کیا تھا جب اُس کا ایفا نہ ہوسکا تو نقد روپیہ قبول کیا مگر اسپر کبھی عمل نہ ہونے سے یہ اقرار منسوخ ہوگیا۔

راوت ساونت سنگھ اور اُسکے کنور دیپ سنگھ کی نااتفاقی سے بارہ برس تک ریاست میں بڑی خرابی برپا رہی۔ راوت نے راج کا انتظام کنور کو سونپ دیا تھا لیکن اُس نے چند آدمیوں کو جو اُسکے کام میں خلل انداز تھے ہلاک کر ڈالا سرکار انگریزی نے اُسکو ریاست سے بیدخل

کرکے دیولیہ میں رہنے کا حکم دیا۔ کنور نے دوبارہ پرتاپ گڑھ آکر فساد کیا اور سرکار نے اسکو قید کرکے قلعہ گرنار میں بھیج دیا۔ سمت ۱۸۸۲ مطابق سنہ ۱۸۲۶ء ۱۲ مئی کو دیپ سنگھ کا اسی قلعہ میں انتقال ہو گیا اور راوت ساونت سنگھ جس نے چند سال پیشتر راوت نے اس کا قصور معاف کر دیا اور سرکار انگریزی میں بھی اسکی رہائی کی درخواست کی تھی یقین ہے کہ منظور ہو جاتی مگر تاوقتیکہ حکم منظوری صادر ہو اسکی عمر نے وفا نہ کی۔ کنور دیپ سنگھ بڑا بہادر لیکن بدمزاج تھا وہ اپنے ملک کے لئے مرہٹوں سے لڑا تھا اور انکی فوج میں شامل بھی رہا تھا جس کے سبب غارتگروں کی سی بے رحمی اسکی طبیعت میں جم گئی تھی۔

کنور کے دو بیٹوں کیسری سنگھ اور دلپت سنگھ میں سے راوت نے بڑے کو اپنا ولیعہد بنا کر دوسرا ڈونگرپور کے رئیس جسونت سنگھ کو جو سندھیوں سے لڑکر دوبارہ اپنے راج پر قائم ہوا تھا گود دیا تھا۔ راوت کا پوتا کیسری سنگھ سمت ۱۸۹۰ مطابق سنہ ۱۸۳۴ء میں فوت ہو گیا اور اسکے دس برس کے بعد سمت ۱۹۰۰ مطابق سنہ ۱۸۴۴ء میں راوت ساونت سنگھ نے ساٹھ برس کے قریب راج کرکے وفات پائی جس سے اسکے دوسرے پوتے کو ڈونگرپور چھوڑکر واپس آنا پڑا۔

۱۸۔ مہاراوت دلپت سنگھ

سمت ۱۹۰۰ مطابق سنہ ۱۸۴۴ء میں پرتاپ گڑھ کی گدی کا کوئی وارث نہ رہنے سے اپنے دادا کی جگہ ڈونگرپور سے واپس آیا جہاں کہ وہ انیس برس پہلے گود لئے جاکر راج کر چکا تھا۔ ڈونگرپور کے سرداروں کی نااتفاقی کے سبب سرکاری حکم سے یہ تجویز قرار پائی کہ دلپت سنگھ ایک لڑکا گود لیکر ڈونگرپور کی گدی پر بٹھادے اور آپ پرتاپ گڑھ کا مالک رہ کر دونوں جگہ کا کام سنبھالتا رہے اس نے سمت ۱۹۰۳ مطابق سنہ ۱۸۴۷ء میں سابلی کے کنور اودے سنگھ کو اپنی پسند کے موافق ڈونگرپور میں رکھ دیا۔ اودے سنگھ کی کم عمری کے سبب دلپت سنگھ آٹھ برس اور ڈونگرپور کا کام کرتا رہا۔ پھر دو جگہ کے کام میں مشکل پڑنے کے سبب پرتاپ گڑھ آرہا اور ڈونگرپور سے کچھ واسطہ نہ رکھا سمت ۱۹۱۴ مطابق سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں مہاراوت نے اپنی فوج بھیجکر سرکار کو مدد دی اور اپنے علاقے میں باغیوں کا جماؤ نہ ہونے دیا اس خیرخواہی کے عوض سرکار سے نیکنامی کا خریطہ حاصل ہوا۔

یہ مہارادت علاوہ انیس برس ڈونگرپور میں راج کرنیکے پرتاپ گڈھ میں اپنی حکومت کے بیسویں برس سمت ۱۹۲۰ مطابق ۱۸۶۴ء میں انتقال کرگیا اور اسکا کنور اودے سنگھ وارث ہوا

۱۹۔ مہارادت اودے سنگھ

سمت ۱۹۲۰ مطابق ۱۸۶۴ء میں اپنے والد کے بعد پرتاپ گڑھ کا مالک ہوا۔ یہ اس وقت سترہ برس کی عمر میں تھا لیکن اسکی ہوشیاری سے ریاست میں جلد امن پیدا ہوا کہ اس نے علاقے کے تمام فسادی بھیلوں وغیرہ کو سخت سزائیں دیکر لوٹ مار سے باز رکھا۔ سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۵ء ۱۷ دسمبر کو کرنل ایڈن گورنر جنرل راجپوتانہ نے بیچ کرنل نکلسن پولیٹیکل ایجنٹ میواڑ پرتاپ گڈھ جاکر سرکاری طرف سے مہارادت کو پورے اختیارات کا خلعت دیا۔ اسکے دوسرے برس مہارادت آگرے کے مقام پر گورنر جنرل کے دربار میں شامل ہوا۔ اس سفر سے اسکی طبیعت میں آب وہوا کی قدر بڑھ گئی اور اس خیال سے شہر پرتاپ گڑھ کے مشرقی طرف ایک نئی چھاونی اپنے رہنے کو آباد کی۔

سمت ۱۹۲۴ مطابق ۱۸۶۷ء میں رپوٹ ہوئی کہ مہارادت عیش وآرام کی طرف زیادہ مائل ہوگیا ہے اور دو اہلکار نورالدین و نظام الدین ریاست میں ظلم و خرابی پیدا کرتے ہیں اس لئے پولیٹیکل افسر کی تحریر پر دونوں اہلکار موقوف کئے گئے۔ لیکن ان کا قصور معاف ہوکر بیاس انکا باشندہ رتلام مقرر کیا گیا جو سات برس کے بعد ایک سرکش سپاہی کے ہاتھ سے سخت زخمی ہوکر جسکو عوض میں سزائے موت دی گئی مرگیا۔

سمت ۱۹۲۵ مطابق ۱۸۶۹ء کے قحط میں مہارادت نے محتاجوں کی بہت پرورش کی غلہ وغیرہ کا محصول بالکل معاف کرکے غیر علاقے کے مویشی وغیرہ کو اپنے علاقے میں چرائی کی اجازت دی۔ اس کے علاوہ عام طور پر مہارادت اپنے زیادہ خرچ کے سبب قرضدار ہوگیا لیکن اسکے ادا ہونے کا قسط وار عمدہ بندوبست کردیا۔ عام رعایا ٹھاکر اور ساہوکار وغیرہ اس سے ہر طرح خوش تھے ظاہر یا پوشیدہ کسی کو اسکی طرف سے شکایت نہیں تھی اکثر موقع پر مہارادت نے مجرموں کا پیچھا کرکے انکو سزا دی جسپر ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ نے پرتاپ گڑھ کا فوجداری انتظام کل راجپوتانہ خصوصاً میواڑ کے پہاڑی حصے میں نہایت پسند کیا ہے۔

سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء نومبر کے مہینے میں مہارادت نے نیمچ جاکر گورنر جنرل بہادر سے

ملاقات اور ایک مہینہ بعد راجہ سیلانہ کی بیٹی سے شادی کی۔ سمت ۱۹۳۹ مطابق ۱۸۸۲ء میں مہارادت نے نیمچ کے مقام پر مہاراجہ تکوجی راؤ ہلکر والی اندور سے ملاقات کی پہلے دستور کے موافق برابری کا برتاؤ عمل میں آیا۔ مہارادت نے کئی بار مہارانا سجن سنگھ والی اودیپور سے بھی ملنے کے لئے شوق ظاہر کیا لیکن بعض تعظیم و تکریم کی شرطیں طے نہ ہونے کے سبب یہ بات ملتوی رہ گئی۔

مہارادت کے ایک غیر اصیل بیٹے کے سوا کوئی اولاد رانی سے نہ تھی لیکن بڑی امید بلکہ نا امیدی کے بعد سمت ۱۹۴۳ مطابق ۱۸۸۶ء ماہ مارچ میں اسکے کنور پیدا ہوا۔ سمت ۱۹۴۳ مطابق ۱۸۸۶ء سے مہارادت نے سیٹھ شراجی بیکاجی پارسی کو اپنا قائم مقام بنا دیا اور اسکی صلاح و تدبیر سے سب معاملات طے ہونے لگے۔

۳۰۔ مہارادت رگھوناتھ سنگھ

یہ ۱۸۵۹ء میں پیدا ہوئے اور متبنٰی کی حیثیت سے ۱۸۹۰ء میں مسند نشین ہوئے اور سنہ ۱۸۹۱ء میں انکو اختیارات کامل ملے۔ دربار دہلی سنہ ۱۹۱۱ء میں مہارادت کو کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا اور جون سنہ ۱۹۱۲ء میں انکے ولیعہد کی شادی مہاراج دیپ شمشیر جنگ بہادر رانا سابق وزیر اور کمانڈر انچیف نیپال کی بیٹی سے ہوئی۔

جاگیرداران پرتاپ گڑھ

اس ریاست کے چھوٹے بڑے ماتحت جاگیر چالیس سے زیادہ سمجھے جاتے ہیں، جن میں سے اکثر کو مہارادت نے نئے گاؤں بھی عطا کئے ہیں۔ کل ریاست کی پیداوار سات لاکھ روپئے سالانہ کے قریب خیال کی جاتی تھی۔ جس میں آدھے سے کچھ زیادہ خالصہ اور قریب آدھی آمدنی کے گاؤں ماتحت سرداروں۔ چارنوں اور اہلکاروں وغیرہ کی جاگیر میں تقسیم ہیں۔

اب ریاست کی آمدنی تو ۵۱۳۲۰۰ روپئے کو پہنچ گئی ہے لیکن جاگیرداروں کی ترقی آمدنی کا حال نہ کھلا۔

پرتاپ گڑھ کے اوّل درجے کے سیسودیہ داروں کا نقشہ

نمبر شمار	نام ٹھکانہ	قوم سردار	تعداد دیہات	آبادی	سالانہ آمدنی	سالانہ خراج	کیفیت
۱	دمہوتر	سہاوت	۱۱	۳۲۳۳	۶۰۰۰۰	۶۱۰۰	
۲	جھانشلا	سیسودیہ	۵	۸۴۷	۱۱۰۰۰	۱۴۱۷	
۳	پرلیا	چونڈاوت	۳	۷۸۲	۸۰۰۰	۱۳۲۲	
۴	کلیان پور	رنلوت	۲	۵۷۶	۷۰۰۰	۲۱۹۵	
۵	رائے پور	خاناوت	۸	۱۴۷۷	۳۵۰۰۰	۴۳۶۲	
۶	انبیرامہ	خاناوت	۴	۳۸۹	۹۰۰۰	۱۹۲۹	
۷	اچلودا	سیسودیہ	۷	۹۷۶	۷۰۰۰	۱۸۳۳	
۸	ارلوڈ	سیسودیہ	۶	۲۸۹۶	۳۰۰۰۰	۲۰۲۵	
۹	سالم پور	سیسودیہ	۴	۱۰۴۳	۱۱۰۰۰	۱۷۶۹	
	میزان		۴۹	۱۲۳۱۹	۱۷۸۰۰۰	۲۲۹۵۱	

باب دوم ڈھونڈھار وغیرہ کے بیان میں

اس میں ریاست ہائے جے پور۔ الور اور کرولی کا بیان ہے۔

فصل

جے پور کے حال میں

راج جے پور مع شیخاوائی خطوط عرض بلد شمالی ۲۵ درجہ ۴۰ دقیقہ و ۲۷ درجہ ۴۰ دقیقہ اور خطوط طول بلد مشرقی ۷۵ درجہ ۸ دقیقہ و ۷۷ درجہ ۲۰ دقیقہ کے درمیان واقع ہے اسکے

شمال میں راج بیکانیر اور اضلاع انگریزی حصار فیروزپور وگوڑگانوہ و راج پٹیالہ کے پرگنات نارنول
وکانونڈ کی سرحد ملی ہے مشرق میں بھرت پور اور الور کا علاقہ پھیلا ہوا ہے جنوب میں جہازپور
علاقہ میواڑ۔ ٹونک۔ بوندی۔ گوالیار۔ قرولی اور اجمیر ہیں مغرب میں بیکانیر۔ راج جودھ پور
کشن گڑھ و سرکاری ضلع اجمیر ہیں۔ یہ ریاست طول میں قریب ۱۵۰ میل اور عرض میں
۱۴۰ میل ہے اور رقبہ پندرہ ہزار پانچ سو نواسی میل مربع آبادی سنہ ۱۹۱۱ء میں ۲۶۳۴۰۷۲
نفر آمدنی جے پور کی اس وقت تراسی لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔ ملک کی ہیئت بہت مختلف
ہے۔ وسط میں زمین بلند ہے اسکا ارتفاع سطح سمندر سے ۱۴۰۰ فٹ سے ۱۶۰۰ فٹ تک
ہے اس بلند زمین کا اعلیٰ ترین حصہ کہ جنوب مغرب سے شمال مشرقی کی طرف یعنی تحصیل سانبھر
سے جہاں کوہ اربلی سلسل ہوا ہے کھیتڑی و توراواٹی کے کوہستان تک واقع ہے اور میدان
ریگ میں اکثر مقامات خصوصاً ٹونک پر دو ہزار فٹ بلند اور کھڑا ہوا ہے اس ملک کا تقاطع کرتا ہے
یہی بلند دھار ملک کی سیرابی کا باعث ہے اور شمال مغرب میں شیخاواٹی و بیکانیر وغیرہ کے
ریگستان اور جنوب مشرق میں علاقہ جے پور کی سیر حاصل سرزمین کے درمیان قدرتی حد ہے
اس حد سے جے پور کی طرف ہر مقام پر کنوؤں میں پانی سطح زمین کے قریب ہے مگر شیخاواٹی کی
طرف اس دھار سے جس قدر زیادہ فاصلہ ہوگا۔ اسی قدر کنوؤں میں پانی زیادہ عمق پر ملیگا
اور طرفہ یہ ہے کہ جس طرف پانی زیادہ عمق پر ملتا ہے اسی طرف کی زمین نشیب ہے اس سے
ثابت ہوا کہ جتنا شمال و مغرب کی طرف بڑھتے ہیں زمین پر ریت زیادہ ہوتی جاتی ہے اس
سلسلے میں جہاں جہاں گھاٹے ہیں وہیں موسم گرما کی تند ہوا سے کوسوں تک ریت کے ٹیلے
جمع ہیں۔

شہر جے پور کے قریب بھی بالو ریت کی یہی کیفیت ہے مگر اس کا سبب ادھر پہاڑوں
کے متقاطع سلسلوں کی وجہ سے تین چار مربع میل زمین پر اُن سے مغرب میں ریت جمع
ہوگئی ہے یہ عجیب قطع ملک ریگستان کا مختصر نمونہ ہے۔ ریت کے ٹیلے ہوا کے زور سے ایک
مقام سے دوسرے مقام کو بدل جاتے ہیں۔ مگر حد معینہ سے باہر نہیں جاتے جنوب اور
مشرق کی سرسبز زمین ڈائی اور بناس دو ندیوں سے سیراب ہوتی ہے اُس میں کہیں کہیں

چھوٹی پہاڑیوں کے سوا سب جگہ چکنی مٹی اور میدان نظر آتے ہیں جہاں افیم۔ گنا اور گیہوں وغیرہ
قیمتی چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور دیہات بہت آباد ہیں اس میں سے بیشتر کھند کاردت اچھوتوں
کے قبضے میں ہیں کہ یہ لوگ کچھواہوں کی بارہ کوٹھری میں سے ہیں۔

شمالی طرف ڈھلاو کے سبب جدھر پہاڑوں کا پانی بہتا ہے کاٹلی ندی شیخاواٹی کے
ملک میں گذرتی ہے وہ کسی جگہ برساتی پانی سے بڑے زور کے ساتھ بہتی ہے جس کا کہیں
ایک میل سے بھی زیادہ پھیلاو ہو جاتا ہے لیکن شیخاواٹی کے میدان میں بہتے بہتے کم قوت ہو کر
بیکانیر کی سرحد پر ساکھو مقام کے قریب ریت میں جذب ہو جاتی ہے کاٹلی ندی میں خربوزے
اور تربوز بہت پیدا ہوتے ہیں۔

جےپور کے مشرقی حصے میں چھوٹے چھوٹے بہت پہاڑ ہیں اور سرحد قرولی کے قریب ان
میں بہت نالے ہیں یہ پہاڑ الور کے سلسلے کی شاخیں ہیں۔ حد مشرقی کا ملک ہنڈون کے
قریب ریتی کا ہے مگر سیر حاصل ہے اس ملک میں روئی اور افیم بکثرت پیدا ہوتی ہے جےپور
سے مشرق میں زمین پست ہے شہر سے آگرے کی طرف پہاڑ سے نکلتے ہی مسافر کو معلوم ہوتا ہے
کہ گویا آسمان سے زمین میں نزول کرتا ہے۔ اور دو میل میں تین سو چار سو فٹ اُترنا ثابت ہوتا
ہے ہاں گنگا ندی کے برابر چلکر بھرت پور کے علاقے میں پہنچتا ہے کہ وہ سمندر سے صرف سات سو
فٹ بلند ہے وہاں کی زمین چکنی اور زرخیز ہے اور ریتہ بہت کم مقامات پر ہے۔

آب وہوا

آب وہوا یہاں صحت بخش ہے ریتہ اور بلندی کے سبب سے ایسے مقامات کم ہیں۔
جہاں پانی ٹھہرتا ہو اس سے عفونت کا نشان بالکل نہیں ہوتا ہے موسم سرما میں خصوص شیخاواٹی
میں سردی بہت سخت ہوتی ہے بعض اوقات سفید پالا جو رات کے وقت گرتا ہے دوپہر
تک رہتا ہے شمال میں لو بہت سخت چلتی ہے مگر ریتے میں گرمی نہیں رہتی اس سبب سے
راتیں خوشگوار ہوتی ہیں اور صبح کو سردی ہو جاتی ہے۔

بارش

بجز شیخاواٹی کے کل ملک میں بارش بافراط ہوتی ہے جےپور شیخاواٹی کے کل متقاطع خط

سے جنوب مشرق میں مثل دیگر اضلاع کے بلحاظ کم ہوتا ہے زمین کے جنوب مغربی اور جنوب مشرقی دونوں حرکات بارش آور کے کنارے پر واقع ہونے سے دونوں موسموں میں بارش ہوتی ہے اگر ایک موسم میں کمی رہے تو دوسرے کی بیشی سے اُس کا معاوضہ ہو جاتا ہے جے پور میں خاص بارش کا اوسط علی العموم ۲۲ سے ۲۰ انچ تک ہے۔

سانبھر کی جھیل

جھیل جے پور اور مارواڑ کی سرحد پر واقع ہے برسات کے موسم میں اُس کا طول ۲۰ میل اور عرض آٹھ میل ہو جاتا ہے مگر ایسا پایاب ہوتا ہے کہ آدمی ہر جگہ پھر سکے۔ اسکے جنوب مشرقی کنارے پر قصبہ سانبھر آباد ہے اسکے سامنے گرمی کے موسم میں جھیل کا حصہ سیاہ گدلے پانی کا دو میل طویل اور ایک میل عریض عمیق ترین مقام ہوتا ہے یہ جھیل مع ساٹھ دیہات متعلقہ کے جے پور اور جودھ پور کی مشترک ملکیت تھی وقتاً فوقتاً انقلاب زمانہ سے موقع پاکر دیہات علیحدہ کر لئے۔ آخر کار علاوہ سانبھر کے صرف بارہ گاؤں مشترک رہ گئے یہ جھیل اب سرکار انگریزی کے قبضے میں ہے۔

تعجب ہے کہ جھیل میں اس قدر نمک کہاں سے آتا ہے کوئی شور ندی اُس میں شامل نہیں ہوتی ہے اور اُس کے کناروں پر جو شمال میں نوحہ اور جنوب میں سانبھر نام کی آبادیاں ہیں اُن کے کنوؤں میں بالکل شیریں پانی ہے نہ اُسکے گرد میں کوئی نمکین پہاڑ ہے غالباً یہ مادہ جھیل کے کسی مختصر حصے میں موجود ہے کہ نمکین چشمے کے سبب سے کبھی خشک نہیں ہوتا یا اُسی کے اندر نمکین پہاڑ ہے کہ کسی اور مقام پر زمین سے نہیں نکلا ہے دلدل میں غرق ہو جانے کے خوف سے کسی نے اس جھیل کا امتحان نہیں کیا ہے۔

کھانیں

لوہا۔ تانبا۔ سیسہ۔ پھٹکری اور نیلا تھوتھا بھی کھیتڑی وغیرہ کی طرف پیدا ہوتا ہے اور اور کی طرف سرحدی پہاڑوں میں سنگ مرمر کی طرح کا ایک سفید پتھر نکلتا ہے جو عمارت کے کام میں بہت خرچ ہوتا ہے لیکن مکرانہ علاقہ جودھ پور کے سنگ مرمر کے مقابل جو ہمیشہ صاف رہتا ہے اور جس میں سرد و گرم ہوا کم اثر کرتی ہے جے پور کا پتھر کم درجہ ہے وہ کچھ

مدت کے بعد زرد پڑجاتا ہے
باگور کے پہاڑ میں کھنیڑی کے قریب اور قلعہ کھنیڑی سے بلندی پر واقع ہے۔
تانبے کی دھات میں سیتہ (بنائے مجہول) نکلتا ہے اُس کا میناکاری میں بہت خرچ ہے
کہ دہلی جیپور دحیدرآباد کو بکثرت بھیجا جاتا ہے۔ راج محل میں لالڑی بھی نکلتی ہے۔ مگر اُس کا
رنگ سیاہ اور چمک کم ہوتی ہے۔

تعداد دیہات وغیرہ

جے پور کے اندر نونے قصبے یا پرگنے جاتے ہیں جن میں کل چھ ہزار گانوں ہیں اُن میں سے
دو ہزار کے قریب خالصے ہیں۔ ڈیڑھ ہزار کے قریب سرداروں کی جاگیریں ہیں اور ڈھائی ہزار
سے کچھ زیادہ انعام خیرات وغیرہ میں دیئے جاتے ہیں۔ اس ریاست میں قلعہ رنتھنبور۔ قصبۂ آنبیر
اور شہر جیپور مشہور اور عمدہ مقامات ہیں۔

رنتھنبور

راج جیپور کے جنوبی سرحد پر جیپور سے پچھتر میل بوندی کی طرف ایک مضبوط قلعہ ہے کہ ایک
پہاڑ پر جسکے ہر طرف عمیق اور بیدار نالے ہیں اور صرف ایک تنگ راستے سے اُسکی بلندی پر پہنچ
سکتے ہیں اور ہر طرف سے بلند کھڑے ہوئے پہاڑوں سے محروس ہے واقع ہے۔
اوپر جاکر پہاڑ کی بلندی ایسی سیدھی ہو گئی ہے کہ صرف زینوں سے اُسپر چڑھتے ہیں
اور راستے میں متواتر چار دروازے آتے ہیں پہاڑ کی چوٹی پر کہ ایک میل طویل اور اسی قدر عریض ہے
ڈیسے آثار کی سنگین فصیل بنی ہوئی ہے پہاڑ کی بلندی و پستی کے موافق بلند و پست ہو گئی ہے
اور بنظر استحکام و حفاظت جابجا برج اور مورچے ہیں احاطے کے اندر حاکم یعنی قلعدار کی سکونت
کے واسطے محل ہے اور ایک مسلمان پیر کا مزار اور مسجد ہے اور قلعہ کی سپاہ کے واسطے مکانات
ہیں برساتی چشموں اور نالابوں سے کہ قلعہ کے اندر ہیں پانی آتا ہے قلعہ سے مشرق کیطرف
بذریعہ تنگ و سنگین زینے کے ملا ہوا قصبہ ہے یہ قلعہ جیسا کہ توپوں کی ایجاد سے پیشتر ناممکن التسخیر
سمجھا جاتا تھا ویسا ہی زمانہ حال کے سامان جنگ کے مقابلے میں اس وجہ سے کہ ہر طرف
بلند پہاڑوں کا لگاؤ ہے کارآمد نہیں ہو سکتا۔

ٹیفن تھلر نے لکھا ہے کہ اس قلعہ کو رانا ہمیر نامی راجپوت رئیس نے تعمیر کرایا تھا یہ قلعہ چتوڑ سے دوسرے درجہ پر راجپوتانے میں سمجھا جاتا ہے۔ سنہ ۱۲۹۱ء میں دہلی کے جلال الدین بادشاہ نے اس کا محاصرہ کیا مگر کامیاب نہ ہو سکا اور اُنکے جانشین علاءالدین خلجی کے عہد میں اس پر راجہ ہمیر دیو چوہان جو پرتھی راج کا پوتا تھا اور ہٹیلا ہمیر کے نام سے مشہور ہے قابض تھا کہ اس نے سنہ ۱۲۹۷ء میں ایک امیر شاہی کو جو اپنے آقا کے غضب سے مفرور ہو کر آیا تھا۔ اس قلعہ میں پناہ دی تھی۔ علاءالدین کے وزیر نصرت خاں نے اس قلعہ کا محاصرہ کیا مگر قلعہ والوں نے منجنیق کے ذریعہ ایسا پتھر پھینکا کہ اتفاقاً نصرت خاں کے لگا اور وہ مر گیا بے سری فوج واپس چلی گئی تھوڑے عرصے کے بعد علاءالدین نے بذات خود آ کر لڑائی پھر شروع کی اور گرد و نواح کے ایک بلند مقام سے گل اندازی کر کے فصیل کے اوپر تک پشتہ بنا لیا اور یکبارگی حملہ کر کے راجہ کو مع اہل قبیلہ اور سپاہ قلعہ کے قتل کیا اور قابض ہو گیا۔ اسکی اولاد قصبہ نیمرانہ علاقہ الور میں ہے۔ کچھ عرصے کے بعد غالباً چودھویں صدی مسیحی کے اخیر میں جب امیر تیمور کے حملے سے ہندوستان میں شورش ہوئی یہ قلعہ مسلمانوں کے قبضے سے جاتا رہا۔ تغلقوں کے عہد میں صوبہ داروں کی خودسری کے موقع پر سنہ ۱۴۰ء میں مانڈو یعنی مالوہ کے بادشاہ نے اس پر قبضہ کیا اور کچھ مدت کے بعد میواڑ کے رانا سانگا کا یہاں دخل ہو گیا بابر کے ہاتھ سے اسکے مغلوب ہونیکے بعد شیر شاہ نے اس کو لے لیا اور اُسکی اولاد میں ابتری ہونے اور دوبارہ مغلوں کے زور پانے کے سبب سنہ ۱۵۵۳ء میں جھجھار خاں قلعدار نے بوندی کے راو سرجن ہاڑا کو جو میواڑ کا ماتحت مانا جاتا تھا کچھ روپیہ کے عوض میں یہ قلعہ حوالے کر دیا۔ سنہ ۱۵۶۹ء میں جلال الدین بادشاہ اکبر کے چڑھائی کرنے پر راو سرجن نے یہ قلعہ بادشاہ کو سونپ دینے کے بعد بادشاہی اطاعت اختیار کی ہے۔ شاہجہاں کے عہد میں یہ قلعہ راجہ بٹھلداس گوڑ کو عنایت ہو کر کچھ مدت کے بعد پھر بادشاہی خالصے میں آ گیا جب محمد شاہ اور احمد شاہ کے بعد دہلی کی سلطنت کو ابتری پہنچی اور مرہٹوں کے زور سے قلعدار کو اسکے سنبھالنے کی طاقت نہ رہی تو اس نے سنہ ۱۷۵۴ء میں یہ قلعہ راجہ جیپور کی حفاظت میں دیدیا جو سلطنت دہلی کے برباد ہو جانے سے اب تک مہاراجہ جیپور کے قبضے میں چلا آتا ہے۔

آمیر

یہ قصبہ جو پہلے راجدھانی تھا جیپور سے چار میل شمال میں پہاڑوں کے اندر ایک مختصر تالاب کے کنارے پر واقع ہے اسکے مندر و مکانات اور گلیاں پہاڑوں کے نالوں پر کہ تالاب سے ملے ہیں متفرق ہیں ان گلیوں میں کہ بہت پیچدار ہیں اور درختوں کی کثرت سے تاریک نظر آتی ہیں بہت کم آبادی رہ گئی ہے اور اب بجز برہنہ خاک آلودہ لٹادھاری بیراگیوں کے کہ ویران مکانات اور مندروں میں رہتے ہیں کوئی یودوباش نہیں کرتا ہے۔ تالاب کے مغربی کنارے اور پہاڑ کے دامن پر آمیر کا عظیم الشان محل اور سلا دیوی کا مندر ہے اوسکی تعمیر بہت مضبوط اور بعض آثاروں کی اور کاشمیر کی ابتدائی تعمیرات سے بہت مشابہ ہے۔ تالاب کے مغربی کنارے پر پہاڑ کے دامن میں مردانہ و زنانہ محلات اور بلندی پر ایک قلعہ بنا ہوا ہے اس قصبے اور قلعے کو راجہ مان سنگھ اور مرزا راجہ جے سنگھ اول نے بہت آراستہ کیا تھا لیکن نیا شہر جیپور آباد ہو جانے کے بعد یہ مقام راج کے خاص خزانے اور قیدخانے کا کام دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلا دیبی کے مندر میں ہنود کے زیادہ جاہلانہ اور بے رحم زمانے میں ہر روز آدمی مارا جاتا تھا جسکے عوض اب بکرا مارا جاتا ہے جیسا کہ اودیپور میں امبا ماتا کے مندر میں روزانہ بکرے کی جان لی جاتی ہے۔ امبا یعنی جگت ماتا کے نام سے آمیر نامزد ہوا ہے جس کا آنبیر اور پھر آمیر ہو گیا۔

ہنڈون

راہ آگرہ دمتو پر آگرے سے ۷۱ میل جنوب مغرب میں ہے سابق میں یہ بڑا قصبہ تھا مرہٹوں کی ظلم و تعدی سے تباہ ہو گیا مگر اب بھی بہت آبادی ہے۔

پاٹن

یہ مقام توراواٹی کی ہنیسی کا صدر ہے اس علاقے میں پہاڑ بکثرت ہیں اور انکے درمیان کی زمین بہت سیراب ہے یہاں کا رئیس جیپور کا خراجگذار ہے مینوں کی آبادی بہت ہے جو زیادہ تر چوری مویشی اور غارتگری کے عادی ہیں اور اکثر یہ پیشہ چھوڑ کر کاشتکاری کرنے لگے ہیں قصبۂ پاٹن پہاڑ کے قلب میں دامن کوہ پر آباد ہے اور پہاڑ پر قلعہ ہے قلعہ اور آبادی کے درمیان وسط بلندی کوہ پر رئیس کا محل ہے دہلی سے سو میل جنوب مغرب میں ہے۔

سانگانیر

جیپور سے ۹ میل جنوب میں ایک قصبہ ہے یہاں کپڑے کی رنگت کا بڑا کارخانہ ہے اور عمدہ چھینٹیں اور رومال تیار ہوتے ہیں۔

پالی

جھیل کے کنارہ جپ پر واقع ہے جیپور سے ۸۰ میل جنوب مشرق میں

شہر جیپور یا جے نگر

یہ نئی راجدھانی جنوب کے سوا ہر طرف پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے اور اس میں ایک لاکھ چالیس ہزار آدمی بستے ہیں جسکی لمبائی مشرق سے مغرب کی طرف دو میل کے قریب اور چوڑائی شمال سے جنوب کو تخمیناً ایک میل ہے پختہ شہرپناہ جسمیں خوبصورت برج اور دروازے بنے ہوئے ہیں آثار میں اتنی کم چوڑی ہے کہ ادنےٰ توپخانے کے مقابلے کو بھی کافی نہیں سمجھی جاتی اور ایسی نیچی ہے کہ اکثر طرف ریتہ اُڑ اُڑ کر فصیل اور کنگروں تک جمع ہوگیا ہے دروازوں کے آگے چوتعداد میں سات ہیں گھو گھس یعنی پیچدار پردے کی دیواریں ہیں۔ ان میں توپوں کیواسطے دمدمے اور بندوقوں کے مورچے بنے ہوئے ہیں اگرکبھی فصیل شہرپناہ کے گرد خندق تھی۔ تو اُس کا نشان مٹادیا ہے۔ راجاؤں کی بنائے ہوئے شہروں میں جیپور کی خوبصورت قطع کو کوئی مقام نہیں پہنچتا صدر بازار جو مشرق سے مغرب کو چلا گیا ہے اُس کا راستہ چوبیس گز چوڑا ہے یہ بازار دو میل طویل ہے اور اُس پر شمال سے جنوب کو جو ایک میل تک آڑی لائن گئی ہے وہ بھی اتنی قدر چوڑی ہے دوسرے درجے کے بازاروں کی چوڑائی بیس گز اور تیسرے نمبر والے کو چوتھی چوڑائی نو گز رکھی گئی ہے ہر ایک سیدھی اور آڑھی لائن یعنی شہر کی لمبائی اور چوڑائی والی سڑک جہاں ملتی ہے اُس مقام پر ایک چوک نظر آتا ہے جسکو یہاں پر چوپڑ کہتے ہیں۔

قاعدے کے ساتھ مکان اور راستے بنائے جانے کے سبب کل شہر برابر حصّوں میں تقسیم ہوسکتا ہے اور بڑے بازاروں میں تمام دکانیں پختہ اور ہمشکل بنی ہوئی ہیں جن پر بلند بالاخانے ایک رنگ میں نہایت رونق دار نظر آتے ہیں حقیقت میں درست قطع پر آباد ہونیکے لحاظ سے شہر جیپور کا جواب تمام ہندوستان میں نہیں پایا جاتا۔ کلکتہ اور بمبئی میں جو اوّل

درجے کے بڑے شہر ہیں آدمیوں کی کثرت اور انگریزی سوداگروں وغیرہ کی عالیشان کوٹھیاں اور ہر قسم کا قیمتی سامان موجود ہونیکے سوا سب مکانوں کی ایک ہی کیفیت نہیں ہے

مہاراجہ کے محلات اور اشرس کا باغ وغیرہ شہر کے بڑے درمیانی چوک میں جو آدھ میل لمبا ہی بنے ہوئے ہیں۔ محل کا اول مکان یعنی ہوا محل بازار کے کنارے پر آٹھ منزل بلند ہی جس کے گرد برج اور چھتریاں تعمیر کیگئی ہیں احاطے کے اندر سنگین ستونوں کے کئی بڑے اور چھوٹے دیوانخانے ہیں۔ باغ جسکے گرد مورچہ دار فصیل اور اندر فوارے سرو وشمشاد وغیرہ کے درخت ہیں نہایت خوش وضع ہیں کل محلات بارہ گنے جاتے ہیں اور ہر ایک سے دوسرے کو جانیکے لئے باغ و مال میں ہوکر راستہ ہی۔ سب سے عمدہ مکان دیوان خاص سنگ مرمر کا بنا ہوا ہی اہی سفید پتھر نے بازار و کوچوں میں اکثر مندروں اور کئی مسجدوں سے شہر کی خوبصورتی بڑھادی ہی

یہاں کے آدمی جن میں بقول ایک تجربہ کار کے غیرت کم اور مروت زیادہ ہے بہت عیش طلب اور بے تعصب سمجھے جاتے ہیں سیر تخشم میں اس شہر والوں کے متعلق ایک فقرہ درج کیا ہے کہ جس گھر میں عورت عیاش نہیں وہ صاحب خانہ لبشاش نہیں لیکن اب تہذیبی زمانے میں یہ فقرہ کتاب کے لئے بدنمائی کا ثبوت دیتا ہے مہاراجہ جے سنگھ کی عظیم الشان رصدگاہ اب تک صحیح وسالم و درست ہے مگر فی زمانہ یہاں کوئی پنڈت اس کا استعمال نہیں کرسکتا۔ علاوہ بڑے بڑے دائرہ درجہ نما وارتفاع محرف وسمت الراس وستون وغیرہ کے کہ پختہ مسالے سے تعمیر ہوئے ہیں۔ پیتل کے بڑے اور بہت وزنی دائرے لگے ہوئے ہیں اگر کوئی سمجھنے والا ہو تو یہ چیزیں تحقیقات علم نجوم اور گردش اجسام فلکی کے واسطے نہایت کارآمد ہیں

مہاراجہ سوائی جے سنگھ والی آمیر وڈھونڈھار نے اٹھارہویں صدی عیسوی کو شروع میں کرسٹالہ سے اس شہر کو آباد کرکے اپنے نام سے نامزد کیا تھا اور اپنی بود و باش وکل راج کا کارخانہ قدیم شہر آمیر سے یہاں کو منتقل کیا تھا کہ جب سے روز بروز کم ہوکر آمیر ویران ہوگیا ہے۔

شہر کی تمام خوبیوں پر ریت میں پانی کا نہ ملنا ایک بڑی مصیبت تھا اس لئے مہاراجہ رام سنگھ دوم نے آبادی سے تین کوس فاصلے پر ایک ندی کو روک کر نلوں کے ذریعہ سے

شہر میں پانی پہنچایا ہے اور تمام شہر میں گیس کی روشنی بھی کرائی ہے۔

شہر کے باہر اجمیری دروازے کے قریب اسی مہاراجہ کا لگایا ہوا رام نواس باغ بھی بڑی رونق اور سیر کی جگہ ہے جسکے گرد زیادہ خوشنمائی کے لئے دیوار کے عوض لوہے کا جنگلہ قائم کیا گیا ہے اسکے اندر کئی مکان اور حوض بنے ہوئے ہیں۔ مختلف جانور، چوپائے درندے کٹہروں میں بند نظر آتے ہیں اور بہت سی عجیب وغریب چیزیں جابجا موقع وقرینے سے سجائی گئی ہیں۔ ہر طرف صاف سڑکیں۔ پانی کے نل اور فوارے۔ عجیب دل پسند چیزیں ہیں۔

کچھواہہ قوم اور اُسکی تاریخ

اس نسل کے راجپوتوں کو دعوے ہے کہ ہم راجہ رامچندر والی کوشلہ عرف اجودھیا کے دوسرے بیٹے کُش کی اولاد میں ہیں۔ اس لئے وہ گہلوت اور راٹھوڑوں کی طرح سورج بنسی نسل میں سمجھے جاتے ہیں۔ انکو کشواہہ کُش کی اولاد میں ہونیکی وجہ سے کہتے ہیں جسکو کچھواہہ بھی لکھتے ہیں اجودھیا بہت ہی مدت قبل از عہد رامچندر ترقی دارج کے درجے پر پہنچ گیا تھا اور وہ اب بنام اودھ مشہور ہے۔ ٹاڈ صاحب نے کچھواہا کو کچھوا سمجھکر کہا ہے کہ یہ قوم اس ملک میں ایسی تھی جیسے جانور کچھوا پانی میں ہوتا ہے اور یہ بالکل غلطی ہے۔ کُش یا اُسکے بیٹے پوتوں میں سے کسی نے اپنی موروثی دار الریاست سے نقل وطن کرکے سون ندی کے کنارے پر روہتاس کا مشہور قلعہ تعمیر کیا تھا اور چند پشتوں کے بعد ایک مشہور شخص راجہ نل جسکا قصہ دمنتی رانی کے ساتھ مشہور ہے اور اس قصے کو مثنوی نل دمن کے نام سے فیضی برادر ابو الفضل نے فارسی میں نظم کیا ہے سمت ۳۵۱ مطابق ۲۹۵ء میں مغرب کی طرف چلکر نرور میں جسکو قدیم لوگ نشدھ کہتے تھے قلعہ اور سلطنت بنائی بعض یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ نرور پہنچنے سے پیشتر اُس نے لاہردل قبح کچھواہاگار اور گوالیار بھی آباد کئے تھے مگر اسکی تصدیق اچھی طرح نہیں ہوتی ہے تینتیسویں پشت میں سورا سنگھ ہوا اُسکے پسر دُلہا رائے نے جسکو عام لوگ ڈھولا رائے بولتے ہیں باپ کے مرنے کے بعد موروثی ریاست سے محروم ہوکر سمت ۱۰۲۳ مطابق ۹۶۶ء میں ڈھونڈھار کا راج قائم کیا۔ جو مشرقی شمالی راجپوتانہ میں ہے۔ کہتے ہیں کہ سورا سنگھ رئیس نرور کا انتقال ہوا تو اُسکے بھائی نے راج چھین کر

صغیر سن ڈھولا رائے کو اُسکے موروثی حق سے محروم کیا اُسکی والدہ مفلسوں کا لباس پہن کر اور لڑکے کو ٹوکرے میں اپنے سر پر لیکر مغرب کیطرف روانہ ہوئی اور قصبۂ کھوگنگ میں جو شہر جیپور کے موقع سے پہاڑوں میں پانچ میل کے اندر تھا اور اُس میں مینوں کی آبادی تھی پہنچی اور مینہ رئیس کی کسی سے ملکر روٹیوں کے عوض مزدوری کرنے کی التجا کی مینہ کی رانی نے اُسکو کنیزوں میں نوکر رکھا ایک روز اُس نے کھانا پکایا اور مینہ رئیس نے جس کا نام رالن سی تھا کھایا تو اُسکو اپنے معمولی کھانے سے ایسا خوشگوار معلوم ہوا کہ پکانیوالی کو طلب کر کے اُسکی کل سرگذشت دریافت کی اور جب اُسکو اس آفت زدہ عورت کے خاندان کی عظمت کا حال معلوم ہوا تو اُسنے اپنی بہن اور ڈھولا رائے کو بھانجا قرار دیکر بہت عزت و توقیر سے رکھا۔ ایک قدیم تاریخی شعر ہندی سے اس مینا رئیس کی قوت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ؎

باون کوٹ چھپّن دروازہ مینا مرد نائن کا راجہ

یعنی باون قلعے اور چھپّن دروازے مینا راجہ کے ہیں۔ جب یہ لڑکا چودہ برس کا ہوگیا تو اُسکو کھوگنگ کا خراج ادا کرنے کے واسطے دہلی کو کہ وہاں تنور راجہ حکمران تھا بھیجا وہاں اُسکو پانچ برس رہنے کا اتفاق ہوا اور یہ خیال پیدا ہوا کہ مینہ رئیس کی ریاست کو لینا چاہئے اس باب میں اُس نے مینوں کے ڈھولی یعنی ڈوم یا کبیشر سے مشورہ کیا اُس نے صلاح دی کہ ہولی کے تیوہار پر کل مینے جمع ہو کر ایک تالاب میں غسل کرتے ہیں اُس وقت یہ کام کرنا چاہئے چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا کہ دہلی سے اپنی ہم قوم راجپوتوں کا گروہ ہمراہ لاکر جس تالاب میں مینے نہاتے تھے اُسی کو اُنکی نعشوں سے بھر دیا اور اُنکے ساتھ نمک حرام ڈھولی کو بھی قتل کیا کیونکہ جس نے ایک آقا سے دغا کی اُس پر دوسرا کیونکر اعتبار کرسکتا ہے۔

کھوگنگ پر قبضہ کر کے وہ دوسہ کو گیا وہاں بڑگوجر نسل کا راجپوت راجہ تھا اُسکی دختر کو اپنے ازدواج میں لانا چاہا اُس نے کہا کہ یہ امر کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم تم دونوں سورج بنسی ہیں اور اب تک سو پشت کا تفاوت نہیں ہوا ہے مگر جب یقین ہوا کہ یہ تعداد معینہ پشتیں گذر گئی ہیں تو شادی کر دی۔ اُس بڑگوجر راجہ کے اولاد نہ تھی اس لئے اُس نے اپنے داماد کو دولت کا اختیار دیا۔ اس طرح اضافہ ملک سے زور پاکر وہ قوم کے مینوں کو جنکا سردار ماچ کا تھا

راؤ نے منڈو بھاکر فتح کرنا چاہا کہ اس پر بھی کامیاب ہوا اور مقام مفتوحہ جدید کو اپنی بود و باش کے واسطے بہتر سمجھکر وہاں دارالحکومت بنایا اور اپنے بزرگوں کے نام سے مانج کا نام رامگڑھ رکھا۔ بعد ازاں ڈھولا نے مارونی دختر رئیس اجمیر سے شادی کی جسپر وہ عاشق ہوگیا تھا ڈھولا مارو کا قصہ راجپوتانے میں بابا لوگ گاتے پھرتے ہیں یہ ہندو فقیروں کا ایک گروہ ہے۔ ایک دفعہ جمنوا ئے دیبی کے مندر سے مع ماروُنی رانی کے واپس آتا تھا کہ اثنائے راہ میں مینوں نے جو تعداد گیارہ ہزار فراہم ہو کر اس پر حملہ کیا ڈھولا نے اُن سے لڑائی کی اور اکثر آدمیوں کو مار اگر خود بھی مارا گیا۔ اور اُسکے ساتھی بھاگ گئے۔

ماروُنی رانی حاملہ تھی ڈھولا راے کے بعد اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام کُن کل رکھا۔

کُن کل

اس نے اپنے باپ کا ملک دشمنوں کے قبضے سے نکالا اس نام کی جگہ کانکل بھی لکھا ہے۔

میدل راؤ

یہ کنکل کا بیٹا ہے اس نے مع سو ساوت مینوں سے شہر آنبیر کر اُسکے سردار بھاٹو راؤ کا دارالریاست بھا فتح کیا اور رنا ولہ مینوں کو مغلوب کرکے گسترگھٹی کا ضلع اپنے علاقے میں شامل کیا اور خاص قصبہ آنبیر کو جو انبا ماتا کے نام پر آباد ہوا تھا اپنی راجدھانی بنایا۔ اور بھاٹو کے مار ڈالنے کے بعد راؤ کہلانے لگا۔

ہونن دیو یا ہنوجی

یہ شخص میدل راؤ کے بعد راجہ ہوا اور اس کے وقت میں بھی مینوں سے لڑائیاں ہوتی رہیں۔

کونتل

ہونن دیو کے بعد کونتل قائم مقام ہوا اسکی حکومت گردو نواح کی کل پہاڑی قوموں پر پھیل گئی جس وقت وہ بھٹوار کے چوہان رئیس کی دختر سے شادی کرنے کے واسطے چلنے لگا تو مینوں نے اُسکی پہلی خون ریزیوں کو یاد کرکے اور ہر طرف سے جمع ہو کر اُس سے کہا کہ

اگر سرحد سے باہر جاتا ہے تو راج کے نقارے اور نشان کو ہماری حفاظت میں چھوڑ جا۔ اس نے انکار کیا اسپر لڑائی ہوئی ہنیوں نے شکست کھائی اور اس کی حکومت ڈھونڈھار میں اور بھی استقلال پکڑ گئی۔

نوٹ نسب نامہ مہاراجگان جیپور میں اس نام کی جگہ جانتڑ دیو نام تاریخوں میں مندرج ہے۔

پچون

کون تل کے بعد پچون ہوا۔ اس نام کی جگہ پرچون اور پوجن بھی لکھا ہوا ہے چند شاعر نے پرتھی راج راسا میں جو ایک قصے کی کتاب ہے جہاں اور لوگوں کے حالات کو مبالغے کا رنگ دیا ہے وہاں اسکی بھی تعریف لکھکر شاعرانہ بہادری میں مشہور کر دیا ہے اور اسکو پرتھی راج کا بہنوئی قرار دیا ہے چند کا قول ہے کہ عظمت خاندان اور پرچون کی ذاتی لیاقت سے اسکی شادی پرتھی راج چوہان راجہ دہلی کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی۔ پرتھی راج نے ہندوستان کے ایک سو آٹھ چھوٹے بڑے زمینداروں اور راجوں کو طلب کیا تھا اس میں پرچون کو عمدہ مقام پر جگہ دی اور اپنی فوج کے ایک گروہ کا افسر مقرر کیا اور یہاں تک مبالغہ کیا اور اسکی بہادری کا راگ گایا۔ کہ ایک دفعہ جبکہ یہ ملتان میں وہ سرحد کا حاکم تھا شہاب الدین غوری کو درہ خیبر پر اسکے ہاتھ سے شکست دلا کر اوسکا غزنی تک تعاقب کرایا ہے۔

پچون نے چندیلہ راجپوتوں سے مہابہ فتح کیا اور وہاں کا حاکم مقرر ہوا جبکہ پرتھی راج نے جے چند والی قنوج پر بہت سے رئیسوں کے ساتھ چڑھائی کی اور اسکی بیٹی سنجوگتی کے ساتھ زبردستی شادی کرنی چاہی۔ تو پچون پرتھی راج کی طرف سے اسکے مقابلے پر مارا گیا۔

مالے سی یا ملے سی

پچون کے مارے جانے کے وقت اس کا بیٹا مالے سی بھی قنوج کی لڑائی میں موجود تھا جس نے بہت سے دشمنوں کو قتل کر کے پرتھی راج کے معتبر سرداروں میں درجہ پایا۔ اور ریاست آمیر میں اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس نے بھی اکثر نمایاں کام کئے ان میں سے زبردست کی فتح تھی کہ منڈور کے رئیس پر حاصل کی تھی۔ مالے سی کے بعد بیجل۔ راج دیو اور کولن (بلاد مجہول) یہ تین راجے ہوئے ان کے عہد میں کوئی امر قابل تحریر وقوع میں نہ آیا۔

کُنتل یا کُون تل (بواؤ معروف)

یہ کُون تن کے بعد جانشین ہوا اسکے تین بیٹے تھے (۱) جونسی ولیعہد (۲) ہمیر جسکی اولاد میں ٹی کے گوگا وت ہیں (۳) لکھوجی جسکی اولاد بانسری میں ہے۔

جون سی

(واؤ معروف و نون موقوف)

اسکے دو بیٹے تھے ایک اُدے کرن ولیعہد دوسرے کی اولاد کھیم بانی پاسن کھوہ میں ہے ٹاڈصاحب نے کھمبانی قائم کی اولاد بتائی ہے اور بعض کتابوں میں کھمبانی خود اس دوسرے لڑکے کا نام بتایا ہے جسکی اولاد پاسن کھوہ میں ہے۔

اُدے کرن

جونسی کے بعد اُدے کرن مالک ہوا۔ اسکے پسر بالوجی نے ڈھوڈھار سے علیحدہ ہوکر پنجاب کے ضلع امرت سر میں رہنا اختیار کیا اور اسکے پوتے شیخ جی نے جو موکل کا بیٹا تھا راجستان کے شمالی ریگستان میں قیام کیا جسکی شیخاوت اولاد کے پھیلنے سے اس علاقے کا نام شیخا واٹی ہوگیا۔ سیکر۔ کھیتڑی اور بساؤ وغیرہ کے شیخاوتوں کے سوا الورا در اودیپارہ کے نروکے راجپوت راجہ اُدے کرن کے ایک پڑپوتے نرو نام کی اولاد میں سے ہیں۔ اسکی باقی اولاد میں ہتیل پوتہ اور ہتیل پوتہ اور شیوبرن پوتہ شمار کئے جاتے ہیں۔ نرسنگہ اس کا ولیعہد تھا۔

نرسنگہ

اپنے باپ اُدے کرن کے بعد راجہ بنا۔ بنبیر اس کا ولیعہد تھا۔

بن بیر

نرسنگہ کے بعد ملک کا مالک ہوا اس کے اتنے بیٹے تھے (۱) اُدھرن یا دوسرا اُدے کرن ولیعہد (۲) برن جی (۳) جیروجی (۴) ملک (۵) دیت (۶) بروجی۔ ان سب کی اولاد بن بیر پوتہ اور بنویرپوتہ کہلاتی ہے۔

اُدے کرن دوم۔ اس کا ولیعہد چندرسین تھا زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔

چندر سین

اسکی اولاد میں سے پرتھی راج ولیعہد (۲) دوسرے کی اولاد کمپاوت مہار میں ہے اور ٹاڈ راجستان میں کھومبو کی اولاد کھنباوت مہار میں تحریر کی ہے۔

پرتھی راج

راجہ پرتھی راج اُدے کرن اوّل سے پانچویں پشت میں تھا اسکے سترہ بیٹے ہوئے جن میں سے بارہ جوان ہوکر بچے جنکو اس نے بارہ جاگیریں دیں اسی سبب سے جے پور کے ماتحت کچھواہوں کی بارہ کوٹھریاں یعنی بڑی جاگیریں سمجھی جاتی ہیں جن میں اب ترقی و تبدیلی ہوکر تعداد بڑھ گئی ہے اور کوٹھری کا لفظ بھی موقوف ہوکر ٹھکانہ کہتے ہیں ان بارہ کوٹھریوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) بکھرو۔ بائے موحدہ کے فتحہ و واؤ معروف سے (۲) رتواز بفتح رائے مہملہ اول و سکون تائے فوقانی (۳) چتُوُن بفتح جیم فارسی و واو دوم معروف (۴) اچرول بفتح الف و سکون جیم فارسی (۵) ٹھگی بکسر دال ثقیل (۶) سوُرت بواؤ معروف (۷) لانبرا۔ نون غنہ (۸) دوبی بضم دال مہملہ و واؤ معروف سے (۹) بانس کھوہ (۱۰) مہار بفتح میم (۱۱) نیندر بکسر نون اول و یائے معروف و نون دوم غنہ سے (۱۲) پاٹ کود تائے ثقیل و واؤ مجہول سے۔ ان میں سے بعض کوٹھریاں اب معدوم ہوگئی ہیں اور بعض علیحدہ جاگیریں پہلے رئیسوں کے وقت سے کوٹھری مشہور ہوگئیں۔

راجہ پرتھی راج سنہ [illegible] میں بار دیول کی زیارت کو جاتے ہوئے اپنے ایک بیٹے بھیم کے ہاتھ سے جو دیوانہ خیال کیا جاتا تھا مارا گیا۔ لیکن بھیم کو بھی اسکے بیٹے آسکرن نے بھائیوں کے اغوا سے مار ڈالا اور کفارے کے طور پر تیرتھ یاترا کرکے نرور میں گود گیا۔ پرتھی راج کے مرنے کے بعد اسکے بیٹوں میں سے لڑائی جھگڑے کرکے بھارمل نے آنبیر کا راج پایا۔ جو ہمایوں اور اکبر بادشاہ کا ہمعصر تھا۔

راجہ بھارمل

راجہ بھارمل پہلا شخص ہے جو راجپوتانے کے تمام راجاؤں سے اوّل مغل بادشاہوں کا فرمان بردار بنا اور اپنی خوشی سے اکبر کو اپنی بیٹی زوجیت میں دی۔ اس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ زیادہ سابقہ پڑنے کے سبب ہر ایک رئیس کا سال و سمت اور تاریخی احوال صاف

طور پر ملتا ہے جسکے پہلے ڈھونڈھار کا راج قائم ہونیکے سوا کسی راجہ یا کسی معاملے کا ٹھیک زمانہ معلوم نہیں ہوسکا۔

اکبر نامے میں لکھا ہے کہ سمت ۱۶۱۳ مطابق ۱۵۵۶ء میں راجہ بھارمل نے دلی جاکر اکبر بادشاہ کو پہلی بار حاضری دی۔ راجہ کی رخصت کے وقت بادشاہ ایک مست ہاتھی پر سوار ہوکر شکار وغیرہ کو جانا چاہتا تھا اتفاق سے ہاتھی بگڑنے لگا تو بادشاہی نوکر ڈر کر بھاگنے لگے لیکن راجہ کے آدمی اپنی جگہ سے نہ ہٹے اسپر بادشاہ نے خوش ہوکر راجپوتوں کی پرورش کا خیال اپنے دل میں رکھا اور راجہ کو جلد واپسی کی تاکید کی۔ ۹۶۸ھ ہجری میں بادشاہ زیارت اجمیر کو چلا راستے میں ایک امیر نے عرض کیا کہ راجہ بھارمل جو دلی میں حاضر دربار ہوا تھا اُسپر اجمیر کے صوبہ دار مرزا شرف الدین حسین نے بڑی زیادتی کی ہے بیچارہ پہاڑوں میں پھنس کر گذارہ کر رہا ہے اگر حضور کی توجہ شامل حال ہوگی تو خدمات عظیم بجا لائیگا بادشاہ نے حکم دیا کہ تم خود جاکر لے آؤ چنانچہ وہ لینے گیا۔ راجہ خود نہ آیا عرضی کے ساتھ نذرانہ بھیجا اور اُس کا بھائی امیر مذکور کے ساتھ آیا اکبر نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے وہ خود آئے راجہ بھارمل نے بڑے بیٹے بھگوان داس کو اہل و عیال کے پاس چھوڑا اور سانگانیر کے مقام پر خود حاضر ہوا بادشاہ نے بڑی محبت اور دلداری سے اُسکی تشفی کی اور دربار کے امرائے خاص میں داخل کیا۔ اور اجمیر کے صوبدار شرف الدین حسین نے جو کچھ روز پہلے آنبیر دبا کر راجہ کا بیٹا جگناتھ اور اُسکا بھتیجا راج سنگھ اور کھنگار وغیرہ قید کر رکھے تھے وہ سب چھوڑ دیئے گئے چند روز کے بعد بھگوانداس اور مان سنگھ بھی آگئے۔ اس وقت سے راجہ بادشاہی سرداروں میں شامل ہوا اور ناگور پہنچنے پر اپنی بڑی بیٹی کو اپنی خوشی کے ساتھ بغیر ابتداءً بادشاہی تحریک کے بادشاہ کے محلوں میں داخل کرا دیا۔ چنانچہ اکبرنامے میں لکھا ہے کہ راجہ بھارمل کچھواہہ نے جغتی خان کی معرفت اکبر سے عرض کیا کہ میں اپنی بڑی بیٹی بادشاہ کو دینا چاہتا ہوں چنانچہ جغتی خان ہی اُس لڑکی کو بادشاہ کی خدمت میں مشرف کرانے کے لئے لانے کو متعین ہوا اور وہ اُسے لایا جو محل میں داخل ہوئی۔

تذکرۂ [illegible] میں لکھا ہے کہ اس لڑکی کا اصلی نام [illegible] تھا [illegible] النسا بیگم نام بعد اسلام ہوا اسکی [illegible] [illegible] مشہور ہیں اسکی عمر ۲۵ برس کی تھی جب

اُسکی شادی ہوئی سٹرل میں نے لکھا ہے کہ سر دفتر حسینان جہاں تھی بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام شنتلی تھا اور اسکے خیالات فلسفیانہ تھے وہ کسی مذہب کی پابند نہ تھی اور یہ بھی آیا ہے کہ یہ رانی کچھ ایسی خوبصورت نہ تھی کہ جو تعریف کے قابل ہو۔ ہاں اسکے اوصاف باطنی کی ہندی شعرا نے تعریف کی ہے۔ تذکرۂ عالم والے کو شبہ ہوا ہے جو اُس نے نسر دیبی کو راجہ بھارمل والی مارواڑ کی بیٹی اور حسین بتایا ہے اور شنتلی کو جلیسور کے راجہ کی بیٹی لکھا ہے اور چونکہ یہ کہا ہے کہ اس لڑکی کو راجہ نے اپنی درخواست سے اکبر کو نذر کیا تھا تو یہی بھارمل ہو گا۔ القصہ ۹۶۹ھ ہجری میں بھارمل کی بیٹی بیگمات اکبری میں داخل ہوئی تھی بعد اسکے اکبر نے بھگوانداس اور مان سنگہ کو اپنے ساتھ لیا۔ اور بھارمل کو رخصت کیا۔

اس راجہ کے مرنے کا وقت معلوم نہیں اسکے چار بیٹے تھے (۱) بھگوانداس ولیعہد (۲) مادھو سنگہ (۳) سور سنگہ (۴) جگناتھ۔

راجہ بھگوانداس

یہ اپنے باپ کے بعد راج پا کر سمت ۱۶۳۰ مطابق ۱۵۷۲ء میں جبکہ اکبر نے گجرات کی حفاظت کے لئے تیز چڑھائی کی تھی اُس میں اپنے بیٹے مان سنگہ سمیت شریک تھا اسکے تین برس کے بعد راجہ کا بیٹا مان سنگہ بادشاہی افسری پر رانا پرتاب سنگہ کے مقابل بھیجا گیا۔ ۹۷۴ھ ہجری میں چتوڑ پر مہم ہوئی تو راجہ بھگوانداس اکبر کے ساتھ تھا۔ سنہ ۱۶۴۲ مطابق ۱۵۸۵ء میں راجہ بھگوانداس کو لاہور کی صوبہ داری دیگئی اور دوسری برس راجہ کی بیٹی شاہزادہ سلیم سے بیاہی گئی۔ تذکرۂ عالم میں بیان کیا ہے کہ اس لڑکی کا نام دید کماری تھا اور آرام جان بیگم خطاب دیا گیا یہ لڑکی بھارمل کی پوتی اور بھگوانداس کی بیٹی تھی اس لڑکی کے جہانگیر کی زوجیت میں آنے کا سبب اُسکے باپ کی خود غرضانہ دوراندیشی ہے یعنی اپنے مقبوضات وغیرہ کو محفوظ رکھنے کی غرض سے بادشاہ کی خدمت میں پیش کردی تھی جس وقت اسکی شادی ہوئی تو سولہ برس کی عمر تھی۔ ٹاڈ صاحب یوں گہر ریزی کرتے ہیں کہ بھگوانداس کا نام بدنام ہے کہ جس نے پاک اصلیت اور حسب نسب کو اپنی دختر کے اہل اسلام کے ساتھ شادی کر دینے سے داغ لگایا اور اُس نے اپنی دختر کی شادی شاہزادہ سلیم کے ساتھ کردی جسکا خطاب بعد ازاں جہانگیر ہوا۔ اس لڑکی کے بطن سے خسرو

اور ایک بیٹی سلطان النساء پیدا ہوئی۔ راجہ کو اسی سال پنجہزاری منصب ملکر دو برس کے بعد کابل کی صوبہ داری پر جانے کا حکم ہوا لیکن اٹک کے مقام پر دیوانہ بن کر اس نے پیٹ میں خنجر مار لیا جسکے سبب کنور مان سنگھ کو وہاں جانا پڑا۔ سمت ۱۶۴۶ مطابق ۱۵۸۹ء میں راجہ بھگوانداس کو قلعہ رہتاس جاگیر میں ملا لیکن اسی سال اُس کا انتقال ہو گیا۔ اسکے دو بیٹے تھے۔ ایک مان سنگھ ولیعہد دوسرا ابھے راج۔

راجہ مان سنگھ

دربار اکبری میں لکھا ہے کہ جب یہ ولیعہدی کی حالت میں شولاپور کی مہم مار کر آتا تھا اودیپور کی سرحد پر سنا کہ رانا پرتاب کومل میر میں ہے وکیل بھیجا اور لکھا کہ آپ سے ملنے کو دل بہت چاہتا ہے رانا نے اودے ساگر تک استقبال کر کے تالاب کے کنارے ضیافت کا سامان کیا جب کھانے کا وقت ہوا تو رانا آپ نہ آیا بیٹے نے آکر کہا کہ راناجی کے سر میں درد ہے وہ نہ آئینگے آپ کھانے پر بیٹھیں اور اچھی طرح کھائیں مان سنگھ نے کہلا بھیجا کہ جو مرض ہے عجب نہیں کہ وہی ہو جو میں سمجھتا ہوں مگر یہ تو لاعلاج مرض ہے اور جب وہی مہمانوں کے آگے تھال نہ رکھیں گے۔ تو کون رکھیگا رانا نے کہلا بھیجا مجھے اسکا بڑا رنج ہے مگر کیا کروں جس شخص نے بہن ترک سے (ہندو ان قوموں کو جو وسط ایشیا میں سکونت رکھتی ہیں ترک کہتے ہیں اور پرانوں میں تُرشک کے نام سے یاد کیا ہے) بیاہ دی ہو تو اُسکے ساتھ کھانا بھی کھایا ہی ہوگا راجہ مان سنگھ اپنی حماقت پر پچھتایا کہ یہاں کیوں آیا اور وہ صدمہ گذرا کہ دل ہی جانتا تھا چاول کے چند دانے لیکر ان دیوی کو چڑھائے وہی اپنی پگڑی میں رکھ لئے اور چلتے ہوئے کہا تیری عزّت کو بچانے کو ہم نے اپنی عزّت کو بچانے کو ہم نے عزّت کھوئی اور بہنیں بیٹیاں ترکوں کو دیں تمھاری یہی مرضی ہے کہ خوف میں رہیں تو ہمیشہ رہو اختیار ہے اس لئے کہ اس ملک میں تمہارا گذر نہ ہوگا گھوڑے پر چڑھا اور رانا کی طرف مخاطب ہو کر کہا (اس وقت وہ بھی موجود ہو گیا تھا) راناجی اگر تمہاری شیخی نہ جھاڑوں تو میرا نام مان نہیں پرتاپ بولا ہم سے ہمیشہ ملتے رہنا۔ کسی بے لحاظ نے برابر سے یہی کہا جی اپنے پھوپا (اکبر) کو بھی ساتھ لانا۔ جس زمین پر یہ ضیافت ہوئی تھی اُسے کھدوا یا گنگا جل سے دھلوا کر پاک کیا سردار نہائے پوشاک بدلی گویا سب اُسکے آنے سے ناپاک ہو گئے تھے اس بات کی

ذرہ ذرہ خبر اکبر کو پہنچی بہت غصہ آیا۔ عالی ہمت بادشاہ کے دل میں یہ خیال کانٹے کی طرح
کھٹک رہا تھا آخر چند روز کے بعد رانا پر فوج کشی ہوئی جب مہابت خاں کا لشکر سلیم کی
سپہ سالاری میں پرتاپ کے ملک میں داخل ہوا اس وقت ہلدی گھاٹی کے درے کے دہانے
پر رانا سپاہ کو لئے ڈٹا تھا غرضکہ یہاں ایک گھمسان کا کشت و خون ہوا کئی سردار اور ٹھاکر جانوں
سے ہاتھ اٹھا اٹھا کر آن گرے اور اپنے رانا کے قدموں پر خون کے نالے بہائے گرم میدان میں
رانا قرمزی جھنڈا لئے بیتاب تھا کہ کسی طرح کنور مان سنگھ نظر آئے اور اس سے دو دو ہاتھ ہوں۔ یہ
ارمان تو نہ نکلا لیکن جہاں سلیم ہاتھی پر کھڑا لشکر کو لڑا رہا تھا وہاں جا پہنچا اور ایسا بے جگر ہو کر گیا کہ سلیم
اسکے برچھی کا شکار ہو جاتا اگر ہودے کے فولادی تختے اسکی جان کی سپر نہ بن جاتے۔ پرتاپ جس
گھوڑے پر سوار تھا اس کا نام چیتک تھا وفادار گھوڑے نے آقا کی بڑی رفاقت کی اس لڑائی
کا مرقع چاودیپور کے پانڈیرے میں رکھا ہوا ہے اس میں گھوڑے کا ایک پاؤں سلیم کے ہاتھی پر
رکھا ہوا ہے اور سوار اپنے حریف پر نیزہ مارتا ہے فیلبان کے پاس بچاؤ کا سامان کچھ نہ تھا وہ مارا
گیا مست ہاتھی بے مہاوت رک نہ سکا اور ایسا بھاگا کہ سلیم کی جان بچ گئی۔ یہاں بڑا بھاری
رن پڑا۔ پرتاپ نے سات زخم کھائے دشمن اسپر باز اور جرے کی طرح گرتے تھے تین دفعہ دشمنوں
کے انبوہ میں سے نکلا اور قریب تھا کہ دب مرے جھالا کا سردار دوڑ پڑا اور اس بلا سے رانا کو
نکال لے گیا فوج پر شکست پڑی۔ بائیس ہزار راجپوتوں میں سے فقط آٹھ ہزار جیتے بچے۔

اس داستان میں اتنا مبالغہ بھر دیا ہے کہ لنڈھور بن سعدان کی داستان کو بھی مات
کر دیا ہے ایک بڑی چھوٹی بات تو اس میں یہ ہے کہ شاہزادہ سلیم کی عمر اس وقت چھ برس
کی تھی اور مہابت خاں ابھی پیدا بھی نہ ہوا پس یہ مرقع بجائے فخر کے ندامت کا سبب ہے۔

اسی کتاب میں جو یہ لکھا ہے کہ ۹۸۳ ہجری میں اکبر مقام اجمیر میں تھا کہ مان سنگھ ولد بھگوانداس
کو درگاہ حضرت خواجہ صاحب میں لے گیا خلوت کر کے مدد چاہی۔ خلعت اور گھوڑا اور تمام
لوازم سپہ سالاری دیکر رانا کی مہم کو کوکنڈہ و کومبل میر کو روانہ کیا بڑے بڑے بہادر سردار اور
پانچہزار رکابی سوار بادشاہی خاصہ کمک کو ساتھ گئے اور راستے میں اپنی فوج الگ تھی اجمیر سے تین
کوس تک برابر امیروں کے سراپردے لگے تھے۔ دریائے لشکر طوفان کی طرح حدود میواڑ

میں داخل ہوا کنور نے مانڈل گڑھ پہنچکر لشکر کا انتظام کیا اور ہلدی گھاٹے سے نکلا گوگندے سے
جا پہنچا کہ وہیں رانا رہتا تھا رانا تقریباً تین ہزار سوار کے ساتھ بادل کی طرح پہاڑ سے اٹھا دو
فوج ہوکر آیا ایک فوج نے ہراول شاہی سے ٹکر کھائی پہاڑی زمین بہت اُترتی تھی جھاڑی
پہاڑوں کے اونچ نیچ بہت تھے ہراول اور کمک ہراول غٹ پٹ ہو گئے بھگوڑی لڑائی
لڑائی پڑی بادشاہی لشکر کے راجپوت بائیں طرف سے اس طرح بھاگے جیسے بکریاں ہراول کو لانگھ
پھلانگ کر دائیں طرف کی فوج میں گھس آئے ہاں سادات بارہ اور بعض غیرت والے بہادروں
نے وہ کام کئے کہ شاید ہی رستم سے ہوں جس فوج میں رانا تھا اس نے گھاٹے سے نکلتے ہی قاضی
بدخشی کو لیا کہ دہانہ روک کر کھڑا ہوا تھا اسے اٹھا کر الٹتے پلٹتے قلب میں پھینک دیا اور جو پہلے
حملے میں بھاگے تھے انھوں نے تو پانچ کوس تک دم ہی نہ لیا ایک دریا بیچ میں تھا اس سے
بھی پار ہو گئے لڑائی ترازو ہو رہی تھی جو ایک سردار گھوڑا اڑاتا نقارہ بجاتا آیا کہ بندگان
بادشاہی یلغار کر کے آن پہنچے لشکر بادشاہی سے شور قیامت کا غل تھا اور اس منتر نے
بڑا اثر کیا۔ بھاگتے ہوئے تھم گئے بھاگے ہوئے پلٹ پڑے اور غنیم کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ رام پرشاد
ایک بڑا اونچا اور جنگلی ہاتھی رانا کے پاس تھا بادشاہ نے کئی دفعہ مانگا تھا اس نے نہ دیا تھا
وہ بھی لوٹ میں آیا۔ بادشاہ نے اسکا نام پیر پرشاد رکھا۔

تنبیہ یہ لڑائی اور پہلی لڑائی ایک ہے مولوی محمد حسین آزاد کی ناواقفیت اور عبارت
آرائی نے دو بنا دیا ہے اور اودے پور میں کوئی رانا کیکا نہیں گذرا یہ واقعہ بھی پرتاپ
والا ہے۔

القصہ مان سنگھ نے باپ کے مرنے کے بعد سمت ۱۶۴۷ مطابق ۱۵۹۰ء میں گدی پر
بیٹھکر دوسرے برس اپنے بیٹے جگت سنگھ سمیت اڑلیسہ میں بڑی مشکل سے پٹھانوں کا
فساد دور کیا۔ سمت ۱۶۵۱ مطابق ۱۵۹۵ء میں راجہ مان سنگھ کو بنگالے کی صوبہ داری ملی۔
راجہ کا بڑا بیٹا جگت سنگھ مر گیا سمت ۱۶۶۲ مطابق ۱۶۰۵ء اکبر نے راجہ کو سات ہزاری ذات چھ
ہزار سوار کا منصب دیکر اپنے پوتے سلطان خسرو کا اتالیق مقرر کیا اور ایک پرگنہ جاگیر میں
دیا اسی سال اکبر کے انتقال پر سلطان خسرو کو اسکے خسر مرزا عزیز کوکہ اور ماموں راجہ مان سنگھ

نے تخت پر بٹھانا چاہا لیکن ایک ہفتے کے بعد شیخ فرید خان بخشی نے بادشاہزادہ سلیم کو قلعہ آگرہ حوالے کر دیا جو بادشاہ بن کر جہانگیر کے لقب سے مشہور ہوا اور اسکے بیٹے خسرو کے طرفداروں کو فرمان برداری کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا جہانگیر کے تخت نشین ہونیکے بعد بادشاہزادہ خسرو پنجاب کو بھاگتا ہوا گرفتار کر لیا گیا۔ یہ بغاوت راجہ مان سنگھ کے بہکانے سے خیال کی گئی۔ جس بابت بادشاہ راجہ کو بنگالے سے طلب کرنے کے وقت اپنا رنج تزک جہانگیری میں اس طرح ظاہر کرتا ہے۔

راجہ مان سنگھ چھ سات فرمان جانے پر بہار کے علاقے سے حاضر ہوا وہ بھی خان اعظم (مرزا عزیز) کی طرح میری بزرگ سلطنت کے بدخواہ اور مکار لوگوں میں سے ہے۔ ان کے ساتھ میں نے جو سلوک کیا خدا جانتا ہے کہ ایسا کوئی نہ کریگا۔ اس (راجہ) نے سو ہاتھی نذر میں پیش کئے جن میں سے ایک بھی پسند کے قابل نہ تھا صرف اس خیال سے کہ وہ میرے باپ کا بنایا ہوا تھا اسکے قصوروں پر خیال نہ کر کے منصب وغیرہ بحال رکھا۔

سمت ۱۶۶۵ مطابق ۱۶۰۹ء میں راجہ مان سنگھ کے بڑے بیٹے جگت سنگھ کی بیٹی جہانگیر کو بیاہی گئی اور راجہ کو دکن جانے کا حکم ہوا۔ اس راجہ کے بیٹے بھاؤ سنگھ کو جہانگیر نے ڈیڑھ ہزاری منصب مع اصل و اضافہ عنایت کیا۔ راجہ کے پوتے اور جگت سنگھ کے بیٹے مہا سنگھ نے باندھو کے راجہ کی بغاوت دور کی تھی جس کے عوض سمت ۱۶۶۸ مطابق ۱۶۱۲ء میں اسکو تین ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب ملا۔ بادشاہ نے اپنی رنجش کے سبب راجہ مانسنگھ کو چھ برس تک دکن کی مہم سے نہ بلایا اور پچیس برس راجہ کہلانے کے بعد اسکا وہیں انتقال ہو گیا مان سنگھ نے اپنی جنگی مہمات اور خوش چلنی سے اپنی نسل کو بڑی فوقیت دی تھی اس سبب سے اسکی اولاد مان سنگوت کہلاتی ہے اس کے دو بیٹے تھے (۱) جگت سنگھ جو ولیعہدی میں مر گیا تھا۔ اسکے بڑے بیٹے مہا سنگھ کی اولاد میں بھلائے والے ہیں جو ریس کے اولاد نہ ہونے پر راج کے مستحق سمجھے جاتے ہیں جگت سنگھ ولیعہد کے دوسرے بیٹوں میں سے ارجن کی اولاد ہولیس میں سکت سنگھ کی بھادلی میں کلیان سنگھ کی چاندلاے میں اور

ہمت سنگھ کے راجاوت کہلاتے ہیں (۲) راجہ مان سنگھ کا دوسرا بیٹا بھاؤ سنگھ تھا۔

راجہ کی زندگی میں ولیعہد کنور جگت سنگھ کے مرجانے سے اُسکا بیٹا مہا سنگھ راجپوتانے کے دستور کے موافق راج پانے کا حقدار تھا۔ لیکن بادشاہ نے راجہ مان سنگھ کے چھوٹے بیٹے بھاؤ سنگھ کو جسکی اُسپر زیادہ مہربانی تھی آنبیر کا مالک بنا دیا۔

اکبر نے کچھواہوں کو بڑے اوج پر پہنچایا تھا لیکن جہانگیر کی رنجش سے مان سنگھ کے بعد راٹھور لوگ بادشاہی دربار میں زیادہ عزت دار ہوگئے۔

میرزا راجہ بھاؤ سنگھ

اسکو سمت ۱۶۷۱ مطابق سنہ ۱۶۱۴ء میں جہانگیر کی مہربانی سے راج ملا۔ اور میرزا کا لفظ جو شاہی خاندان والوں کے نام پر بولا جاتا تھا میرزا راجہ مان سنگھ کیطرح اسکے واسطے بھی تجویز ہوا۔ یہ دوسری برس ہزاری ذات کی ترقی سے پانچہزاری ذات تین ہزار سوار کا منصب پاکر بادشاہزادہ خرم کے ساتھ دکن بھیجا گیا اور سمت ۱۶۷۵ مطابق سنہ ۱۶۱۸ء میں زیادہ شراب خواری سے اسکے جوان بھتیجے مہا سنگھ کا وہیں انتقال ہوگیا

سمت ۱۶۷۹ مطابق سنہ ۱۶۲۲ء میں میرزا راجہ بھاؤ سنگھ کو خلعت ملنے کے بعد دوبارہ دکن کی لڑائی پر بھیجا گیا اور وہ دو برس بعد آٹھ برس راجہ رہکر وہیں لاولد گذر گیا جس سے اُسکا بھتیجا مہا سنگھ کا بیٹا جے سنگھ اوّل گدی کا حقدار مانا گیا۔ یہ بیان جہانگیر بادشاہ نے اپنی کتاب میں اس طرح لکھا ہے۔

صفر ۱۰۳۲ ہجری (مطابق سمت ۱۶۷۹ و سنہ ۱۶۲۲ء) ان دنوں میں عرض ہوا کہ میرزا راجہ بھاؤ سنگھ دکن کے صوبے میں مرگیا وہ زیادہ شراب پینے کے سبب نہایت کمزور اور دُبلا ہوگیا تھا۔ ایکبار بیہوشی کے وقت حکیموں نے بڑی تدبیروں کے بعد اُسکے سر پر داغ لگائے لیکن وہ ہوش میں نہ آیا۔ ایک رات دن بیخبر پڑا رہکر دوسرے دن گذر گیا۔ دو عورتیں اور آٹھ لونڈیاں اُنکے ساتھ جل مریں۔ اُسکے بڑے بھائی جگت سنگھ اور بھتیجے مہا سنگھ نے بھی زیادہ شراب سے جان کھوئی تھی۔ لیکن بھاؤ سنگھ نے اُنکے احوال سے کچھ عبرت نہ پائی اور اپنی قیمتی جان تباہ کی وہ بہادر نیک ارادہ اور ہوشیار تھا۔ شاہزادگی کے دنوں میں میری خدمت میں رہکر پانچہزاری منصب تک پہنچا تھا اُسکے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے اسکے بڑے بھائی (جگت سنگھ) کے پوتے (جے سنگھ)

کو چھوٹی عمر میں راجہ کا خطاب اور دو ہزاری ذات ہزار سوار کا منصب عنایت کر کے میں نے حکم دیا کہ آنبیر کا علاقہ قدیمی دستور کے موافق اُسکی جاگیر رکھا جائے تا کہ اُس کا کارخانہ خراب نہ ہو۔

میرزا راجہ جے سنگھ اوّل

یہ سمت ۱۶۷۹ مطابق سنہ ۱۶۲۲ء میں راج کا مالک ہو کر دوسرے برس تھوڑی عمر میں بادشاہ جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوا جہاں اُس نے تین ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب پایا شاہجہاں کے بادشاہ ہونے پر سمت ۱۶۸۷ مطابق سنہ ۱۶۳۱ء میں راجہ نے خان جہاں لودھی کو جو بادشاہ سے باغی ہوا تھا دھولپور کے مقام پر شکست دیکر دکن کی طرف بھگا دیا جہاں وہ دو برس کے بعد بادشاہی ہرا ارادت خاں۔ جودھپور کے راجہ گج سنگھ۔ آنبیر کے راجہ جے سنگھ۔ بیکانیر کے راؤ سور سنگھ۔ ڈونگر پور کے راول پونجا اور رانا جگت سنگھ اول کے رشتہ دار مہاراج ارجن سنگھ سیسودیہ وغیرہ کی کوشش سے اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا۔

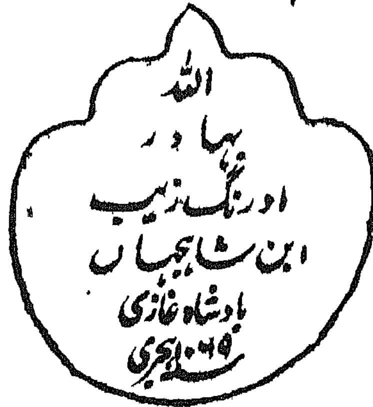
سمت ۱۶۹۲ مطابق سنہ ۱۶۳۳ء میں بادشاہزادہ اورنگ زیب پر جبکہ وہ پندرہ برس کی عمر میں تھا ہاتھی نے حملہ کیا تو شاہزادے نے گھوڑے سے گر جانیکے بعد فوراً تلوار سونت کر ہاتھی کی سونڈ پر وار کیا اس موقع پر راجہ جے سنگھ نے پیچھے سے دوڑ کر ہاتھی کے ایک برچھا مارا جس سے وہ بھاگ نکلا اور شاہزادے کی جان بچی

سمت ۱۶۹۶ مطابق سنہ ۱۶۴۰ء میں بادشاہی فوج نے دکن پہنچکر قلعہ دیوگڑھ کا محاصرہ کیا تو سنگھا اڑنے پر سب سے پہلے سپہدار خاں اور راجہ جے سنگھ نے دھاوا کر کے قلعہ پر قبضہ حاصل کیا چار برس تک دکن میں کارگذاری دکھلانے کے بعد واپس آنے پر بادشاہ نے راجہ کا منصب پانچہزاری ذات و سوار کر دیا اور پرگنہ چاٹسو جاگیر میں دیا۔ دوسرے برس شاہجہاں کے ہمرکاب جے سنگھ کابل میں گیا جہاں اُسکو مرزا راجہ کا خطاب جو اُسکے دو بزرگوں مان سنگھ اور بھاؤ سنگھ کو ملا تھا عنایت ہوا۔ سمت ۱۶۹۹ مطابق سنہ ۱۶۴۲ء میں جے سنگھ اوّل کو بادشاہزادہ مرادبخش کے ماتحت نورپور علاقہ پنجاب کے باغی جگت سنگھ تنور پر بھیجا گیا جس کو انھوں نے گرفتار کر لیا۔ سمت ۱۷۰۱ مطابق سنہ ۱۶۴۴ء میں خان جہاں کے رخصت لینے کے سبب جے سنگھ کو دکن کی قائم مقام صوبہ داری دی گئی اور سمت ۱۷۰۰ مطابق سنہ ۱۶۵۱ء راجہ کے چھوٹے بیٹے کیرت سنگھ

کو بادشاہی طرف سے میوات (الور وغیرہ) کا علاقہ جاگیر میں ملا سمت ۱۷۱۵ مطابق ۱۰۶۹ء میں شاہجہاں کے سخت بیمار پڑنے سے اُنکے شاہزادوں نے تخت کے لئے لڑائیاں کیں تو جے سنگھ دارا شکوہ کی طرف سے اُسکے بیٹے سلیمان شکوہ کے ساتھ بنگالے کو شجاع کے مقابلے پر گیا جہاں فتح حاصل ہوئی اور واپس آنے پر جب دارا شکوہ شکست کھا کر بھاگا تو جے سنگھ نے اورنگزیب کی طرفداری اختیار کر کے بہت رسوخ پایا۔ اورنگ زیب نے دارا کی گرفتاری کے لئے جے سنگھ کو گجرات کی طرف جانے کے وقت یہ فرمان لکھا تھا۔

نقل فرمان اورنگ زیب عالمگیر

بنام مرزا راجہ جے سنگھ



نقل مہر

زبدۂ ولاوران نبرد دستگاہ خلاصۂ جانبازان ہوا خواہ نقادۂ مخلصان ارادت کیش قدوۂ خیر طلبان عقیدت اندیش عمدۂ راجگان اخلاص شعار مطیع الاسلام میرزا راجہ جے سنگھ بتوجہات خاص اختصاص یافتہ بدانند۔ عرضداشتے کہ درین ہنگام فیض التیام از سپہ ارسال داشتہ بود در فتح پور از نظر انور گذشت یقین کہ تا حال از احمد آباد روانہ پیش شدہ باشد۔ باید کہ از راہے کہ مناسب داند بسرعت تمام رفتہ در دست گیر ساختن آن گمراہ دشت ادبار (دارا شکوہ) مساعی جمیلہ بتقدیم رساند و موجب مجرائے عظیم فیلسیق داند۔ ما ہشتم بہ نواحی دار الخلافہ شاہجہان آباد خواہیم رسید۔

در شعبان ۱۰۶۹ھ ہجری تحریر یافت

جے سنگھ نے مہاراجہ جسونت سنگھ کو دارا شکوہ کی مدد کرنے سے روک دیا اور خود کچھ سپاہی بھیجکر سلیمان شکوہ کا مال و اسباب لوٹ لیا جب وہ سری نگر بھاگ کر جا رہا تھا دارا بے چارہ دکن کی طرف سے پکڑا جاکر قتل ہوا اور اس کا بیٹا سلیمان شکوہ جموں کے علاقے سے گرفتار ہو کر قید کیا گیا ان خیر خواہیوں میں جے سنگھ کو لاکھ روپیہ نقد انعام۔ سات ہزاری ذات اور سوار کا منصب اور پانچ لاکھ روپیہ سالانہ آمد کی جاگیر۔ عالمگیر کی طرف سے حاصل ہوئی۔

سمت ۱۷۲۱ مطابق ۱۶۶۵ء میں جبکہ سیوا مرہٹہ نے مہاراجہ جسونت سنگھ کی بے پروائی سے بادشاہ کے ماموں نواب شائستہ خاں کو شہر پونا میں دھوکے سے زخمی کیا تو راجہ جے سنگھ کو دکن جانے کا حکم ہوا۔

مرزا راجہ جے سنگھ کی سیوا مرہٹے پر چڑھائی

مہاراجہ جسونت سنگھ کو سیوا کے ملک میں ٹھہرے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا تو عالمگیر نے یہ مناسب سمجھا کہ کسی دوسرے امیر کو وہاں بھیج کر جسونت سنگھ کو واپس بلا لے اس لئے راجہ جے سنگھ کے ماتحت سپاہ کثیر اور زبردست توپخانہ مقرر کر کے اُدھر بھیجا۔ اسکی امداد کے لئے دلیر خاں داؤد خاں۔ راجہ رائے سنگھ سیسودیہ۔ احتشام خاں شیخ زادہ۔ راجہ سجان سنگھ بندیلہ کیسر سنگھ راجہ نرسنگھ گوڑ۔ پورنمل بندیلہ۔ زبردست خاں۔ بادل خاں بختیار۔ برق انداز خاں اور دوسرے سرداروں کو متعین کیا مرزا راجہ کے ساتھ چودہ ہزار سپاہ تھی۔ ۱۹ ربیع الثانی ۱۰۷۵ھ مطابق ۱۶۶۵ء کو راجہ بادشاہ سے رخصت ہوکر ۴ شعبان کو اورنگ آباد پہنچا اور وہاں شاہزادہ محمد معظم سے شرف نیاز حاصل کر کے دسویں ماہ مذکور کو شاہزادے سے رخصت ہوکر منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا ۲۵ شعبان کو قصبہ پونہ میں جہاں راجہ جسونت سنگھ شاہی افواج کے ساتھ مقیم تھا جا پہنچا اور جسونت سنگھ سے افسری مہم کا چارج لیکر اُسے سبکدوش کر دیا۔ جسونت سنگھ بادشاہ کے پاس روانہ ہوگیا جے سنگھ مرزا راجہ نے پونا میں رہ کر اسکے تمام ملک کا انتظام شروع کر دیا۔ قطب الدین خاں کو سات ہزار سوار کے ساتھ جیری کی طرف بھیجا کہ وہاں رہ کر غنیم سے باخبر رہے اور حکم دیا کہ قلعہ لوہ گڑھ کے سامنے مناسب مقام پر تین ہزار سوار

تھانہ مقرر کردے اور ایک تھانہ قلعۂ نادرگ کے سامنے قائم کرے اور ہر ایک تھانے میں
زبردست فوج رکھے اور خود تمام لشکر کے ساتھ ملک کا دورہ کرکے خبرداری اور ہوشیاری
رکھے اسی طرح جہاں جہاں مرہٹوں کے زور کا منطنہ تھا وہاں وہاں سپاہ متعین کردی
اور مرزا راجہ نے خود قلعہ پورندھر اور رُودرمال کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ دونوں قلعہ بہت مستحکم
تھے سات شوال کو ساسوری کی طرف کوچ کیا جس کے نزدیک وہ دونوں قلعے پہاڑی پہ
واقع تھے اور احتشام خاں کو پونہ کی حراست کے لیے چھوڑ دیا اسکے ساتھ زبردست خاں و میرید لو
سیسودیہ و زاہد خاں و جان نثار خاں و خواجہ ابوالمکارم اور ایک دوسری جماعت جس
میں چار ہزار سوار تھے مقرر کی۔ خود موضع لونی میں پہنچا جو پونہ سے پانچ کوس پر ساسور کی
طرف واقع ہے۔ یہاں سے دو راستے ملک بادشاہی کی طرف جاتے تھے اور باغی ان
دونوں راستوں میں ملک بادشاہی پر یورش کرتے تھے۔ یہاں ایک تھانہ مقرر کیا اور راؤ
بھگونت سنگھ کو تین سو سوار اور تین سو پیادہ بندوقچی کے ساتھ اس تھانے کا افسر بنا کر کہا
مرزا راجہ ۲۰ رمضان کو ساسور سے ایک منزل پر جا پہنچا دلیر خاں کو کہ لشکر کے ہراول میں
تھا فوج ہراول اور توپخانے کے ساتھ آگے سے روانہ کر دیا کیونکہ راستے میں ایک سخت
پہاڑی کو عبور کرکے ساسور میں پہنچتے تھے پس فوج ہراول سے اس پہاڑی کا انتظام اور
دشمن کی دیکھ بھال مقصود تھی اور صبح کو خود بھی تمام سپاہ کے ساتھ مرزا راجہ نے کوچ کیا۔
جب اُسکی پہاڑی کے سامنے پہنچا تو داؤد خاں کو کہا کہ تم اپنی سپاہ کے ساتھ یہاں اُس
وقت تک کھڑے رہو کہ تمام لشکر اس ٹیکری اور زمین بلند سے گذر جائے اور بعد اسکے
خود روانہ ہوا غرضکہ اس ٹیکری سے گذر کر دو کوس آگے پڑاؤ کیا۔ دلیر خاں جو پہلے سے آگیا
تھا اور ساسور کے پاس پہنچ چکا تھا اس بات کی تلاش میں سوار کھڑا اٹھا کہ کسی اچھی جگہ
اُترے کہ یکایک دشمن کی فوج نمودار ہوئی۔ دلیر خاں نے اپنی سپاہ کو لڑائی کے لیے مستعد کر کے
آمادۂ کارزار کیا آخرکار مرہٹے تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ نکلے اور قلعہ پورندھر اور قلعہ رُودرمال
کی طرف جو ایک دوسرے کے مقابل دو گولی کے ٹپے سے واقع تھے چلے گئے خان مذکور
نے پیچھا کیا۔ مرہٹے لڑتے اور بھاگتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اُس پہاڑ کے دامن

میں پہنچ گیا اور بہت سے مرہٹوں کا کام تمام کر دیا بعض مرہٹے قلعہ میں گھس گئے اور بعض جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ دلیرخاں کی سپاہ نے قلعہ پر دھاوا بولدیا اور پہاڑ پر چڑھ گئی اور پہاڑ کی کمر میں جو آبادی تھی اُسکو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ قلعہ کے محاصرے کے لئے سپاہ پھر اور اوپر چڑھی دونوں قلعوں کے آدمیوں نے توپ کے گولے اور بندوقیں اور بان مارنا شروع کئے دلیرخاں نے قدم پیچھے نہ ہٹایا اور جلد قلعہ پورندھر کے پاس چڑھ کر مورچہ بنا لیا اور مرزا راجہ کو تمام حال لکھ بھیجا اُس نے اپنی فوج میں سے فوراً ایک افسر کو تین ہزار سپاہ کے ساتھ روانہ کیا اور اسکے ساتھ راجہ رائے سنگھ اور قباد خاں اور مترسین اور اندرمن بوندیلہ اور بادل بخیتار اور ایک جماعت کو اسکے ہمراہ کیا۔ دلیرخاں اور اسکے معاونوں نے دونوں قلعوں کا خوب محاصرہ کر لیا مرزا راجہ نے بیلداروں کی جماعت اور بہشتی اور سیسہ اور بارود اور دوسرا لڑائی کا سامان اور توپخانہ اور مورچہ بندی کا اسباب بھی بھیجا۔ داؤد خاں جو لکری کے پاس کھڑا تھا وہ بھی دلیرخاں کے پاس چلا آیا۔ اب شاہی سپاہ نے مورچے درست کر کے دونوں قلعوں کو فتح کرنیکا ارادہ محکم کر لیا دلیرخاں کے دونوں بھتیجے غیرت و مظفر اور دوسرے افغان داؤد کے بھائی دہری بھان گوڑ بھی قلعہ پورندھر و دال کے تلے تک پہنچ گئے اور مورچے تیار کر لئے الش خاں کو توپخانے کے ساتھ اور ترکتاز خاں وغیرہ کو مرزا راجہ نے اپنے سامنے مقرر کیا کیرت سنگھ تین ہزار سوار کے ساتھ اور چند دوسرے منصبدار قلعہ پورندھر کے دروازے کے سامنے مقرر ہوئے اور سید عبداللہ کو راجہ نرسنگھ گوڑ اور کرن راٹھوڑ اور جگت سنگھ اور سید مقبول عالم نے اپنے اپنے مورچے جمائے اور راجہ رائے سنگھ راٹھوڑ و راج سنگھ اور کچھ اور بادشاہی افسروں نے قلعہ پورندھر کے پیچھے کھڑکی کے سامنے مورچے تمام کر کے مستعد جنگ ہوئے اور رسول بیگ اور روز بھان مع ایک سپاہ کے داؤد خاں کے سیدھے بازو پر کھڑے ہوئے اور چتر بھوج چوہان کچھ سپاہ کے ساتھ قلعہ رودرمال کے سامنے متعین ہوا۔ مترسین اور اندرمن بوندیلہ اور دوسرے سپاہی و سردار اس قلعہ کے پیچھے مورچے جما کر مستعد جنگ ہوئے دوسرے دن مرزا راجہ کوچ کر کے ساسوڑ کے پاس آیا اور قلعہ سے دو کوس پر لشکرگاہ بنائی اور خود سوار ہو کر قلعہ کے پاس آ کر اہتمام سپاہ کا ملاحظہ کیا۔

اور پھر لوٹ گیا۔ جاسوسوں نے خبر دی کہ نیتو سیوا کا ایک قریبی رشتہ دار ایک بڑی سپاہ لیکر
پرینڈہ کی طرف گیا ہے مرزا راجہ نے سید منور خاں بارہہ و شرزہ خاں و حسن خاں و جوہر خاں و
جگت سنگھ وغیرہ کو جو تھانہ سوپہ میں تھے اسکے تعاقب اور لڑائی کے لئے بھیجا جب یہ لوگ
پرینڈہ تک پہنچے تو دشمن اسکا حال سنکر بھاگ کر لوٹ گیا اسکے بعد مرزا راجہ نے اپنا لشکر بھی اٹھاکر
پہاڑ کے دامن میں مورچوں کے پاس مقام کردیا۔ اکثر اہل لشکر کے ڈیرے پہاڑ کی کمر میں واقع
تھے خلاصہ یہ ہے کہ شب و روز شاہی آدمی قلعہ پر گولے اور گولیاں برساتے تھے۔ دونوں
قلعوں کے پناہ گزیں بھی مدافعت میں کوتاہی نہیں کرتے تھے مرزا راجہ روز مورچوں میں جاکر
دیکھ بھال کرتا ایک برج قلعہ پورندھال کا متواتر توپوں کے گولے سے ٹوٹ گیا دلیر خاں کے
آدمی جرات کرکے اس پر چڑھ گئے اور وہاں چونکہ تحصن تھے وہ دوسری پناہ گاہ
میں گھس گئے اب مسلمان اس برج پر چڑھ کر اسکی مضبوطی میں مصروف ہوگئے اس یورش
میں چار آدمی دلیر خاں کے ہمراہیوں میں سے مارے گئے اور سات آدمی قلعہ نشینوں کے
کام آئے اور چار زخمی ہوئے جب مرزا راجہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اپنے راجپوت بھی شرکت کو
بھیجے مبارزین نے اتنی کوشش کی کہ محصورین انکی تاب نہ لاسکے اور وہ اب قلعہ کو روک
نہ سکتے تھے آخر کار انھوں نے مرزا راجہ کے پاس پیغام بھیجا اور اماں طلب کی راجہ نے
انکو اماں دی پس محصورین قلعہ سے نکلکر دلیر خاں کے پاس آگئے اور وہ قلعہ عالمگیری سپاہ
کے سپرد ہوگیا قلعہ نشینوں کے دو سرداروں کو دلیر خاں نے خلعت دیکر باقی اور لوگوں کے
ساتھ انکو مرزا راجہ کے پاس بھیجدیا۔ راجہ نے کئی ایک کو خلعت دئے اور جب انھوں
نے وطنوں کو جانیکی اجازت چاہی۔ تو سب کے ہتھیار لے کر رخصت کردیا مرزا راجہ کے
ساتھیوں میں سے قلعہ کی تسخیر کے وقت پچاس سوار اور تیس پیادے کام آئے اور ۳۲
سوار اور ۷ پیادے زخمی ہوئے اس قلعہ کی فتح کے بعد مرزا راجہ نے داؤد خاں اور راجہ
رائے سنگھ کچھواہہ اور شرزہ خاں اور رام سنگھ چونڈاوت و محمد صالح ترخان و سید نورالعابدین
بخاری و اچل سنگھ اور اپنے چند سرداروں و سپاہیوں اور دوسرے شاہی سپاہیوں
کو جن کی تعداد سات ہزار سوار کے قریب تھی حکم دیا کہ وہ طرف سے سیوا کے ملک میں گھس کر

لوٹ مار کریں اور اسکو مجبور کردیں اس سپاہ کو رخصت کرکے قطب الدین خاں کو جو ایک شائستہ
لشکر کے ساتھ پل سیمن کی طرف متعین رکھا تھا اور لودی خاں کے لشکر کو ملا کوکن کی طرف متعین
کیا لکھا کہ وہ لوگ بھی ہر طرف سے سیوا کے ملک میں گھس کر اسکو تباہ کریں اور رعایائے ملک
کے قتل و غارت میں کوتاہی نہ کریں تاکہ سیوا ہر طرف سے عاجز ہو کر اطاعت کرے۔ ایک شب
مخالفین کا گروہ شب خون کے ارادے سے کیرت سنگ کے مورچوں میں گھس گیا چونکہ ادھر
کے سب لوگ ہوشیار تھے اس لئے دشمن ناکام واپس چلا گیا پھر ایک شب دشمن کا ایک سردار
روبھان نام شب خون کے ارادے سے رسول بیگ کے مورچوں پر حملہ آور ہوا چونکہ اس کے
آدمی غافل سو رہے تھے دشمن نے مورچے میں گھس کر ایک توپ کے پیالے میں کیل ٹھونک
دی اور ایک سپاہی کو قتل اور چودہ کو زخمی کیا۔ جب اس ہنگامے کا شور زبردست خاں
کے مورچے میں پہنچا تو وہ اور دلیر خاں کا نوکر محمود ایک جماعت کے ساتھ دشمن کی سرکوبی کو جا پہنچے
اور اسکو مارنے لگے۔ چار آدمیوں کو قتل کیا اور بہت سے زخمی کئے اور باقی خراب و خستہ
ہو کر بھاگ کر اس قلعہ میں جو دشمن کی پناہ گاہ تھا داخل ہو گئے دوسرے دن ایک گروہ قلعہ
کی کھڑکی سے نکلا تاکہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھا لیجائے ادھر بڑے دل خاں اور سو بھکرن بوندیلہ
اور دوسرے شاہی نوکر موجود تھے انھوں نے دشمن پر حملہ کر دیا اس لئے بغیر حصول مقصود کے
بھاگ نکلا آٹھ آدمی ادھر کے مارے گئے اور چار دشمن کے مقتول ہوئے اور زخمی بھی بہت
سے ہوئے۔

اب داؤد خاں اور راجہ رائے سنگھ کا حال سنئے کہ وہ ۲۱ شوال کو روہیرہ کی نواحی
میں قلعہ راجگڑھ کے پہاڑ کے دامن میں پہنچکر تاخت و تاراج میں مصروف ہوئے اور پچاس کے
قریب گاؤں کو جلا کر برباد کر دیا چار گاؤں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں تھے اور وہاں دشمن کا
جماؤ تھا جو مغل لشکر کی قراولی میں تھے انھوں نے وہاں پہنچکر لڑائی شروع کر دی اور داؤد خاں
کو خبر دی اس نے راجہ رائے سنگھ کو فوج ہراول کے ساتھ اور اچل سنگھ کچھواہے کو
مرنا راجہ کے راجپوتوں کے ساتھ انکی مدد کو بھیجا تمام مخالف بھاگ نکلے اور چاروں گاؤں برباد
کر دیئے گئے۔ اور تمام رعایا قید ہوئی اور چوپائے پکڑ لئے گئے اور سب دوسرا مال و اسباب

بھی لوٹ لیا گیا۔ دوسرے دن اور رات اُس زمین میں مقام کرکے ضمیح کو راجگڑھ کی طرف کوچ
ہوا راستے میں بہت سے گاؤں اور بستیاں جلا کر برباد کردیں یہاں تک کہ اُس قلعہ کے تلے جا پہنچے
اور اطراف کے گاؤں کو برباد کرنا شروع کیا۔ قلعہ کی جماعت میں سے بہت سے آدمی قلعہ میں
سے نکل کر پہاڑ کی کمر پر صف باندھ کر لڑنے کو کھڑے تھے لیکن شاہی فوج کے خوف سے نیچے اُترنے
کی تاب نہ تھی زمین یہاں کی پہاڑی تھی جابجا نشیب و فراز تھے مرزا راجہ کی بھیجی ہوئی سپاہ نے
لوٹ مار خوب کرکے دو کوس لوٹ کر کوچن کیوڑے کی ٹیکری کے پاس مقام کیا رات کو خوب
ہوشیاری رکھی دوسرے دن سیوالور میں سپاہ پہنچی داؤد خاں یہاں سے قلعہ گن رانہ
کی طرف چلا گیا اور ادھر کے گاؤں کو برباد کرنے لگا اور قطب الدین خاں اپنے ہمراہیوں کے
ساتھ دتہ لو تھپور اور نامی کھورہ قلعہ کنواری کی طرف جا کر اس طرف کا علاقہ برباد کرنے
لگا اور ادھر کے بہت سے آدمی اور مال و مویشی پکڑ لئے۔

۲۵ شوال کو داؤد خاں اور قطب الدین خاں پھر باہم مل گئے اور قلعہ لوہ گڑھ کی
طرف روانہ ہوگئے جب یہ فوج قلعہ کے تلے پہنچی تو پانسو سوار اور ہزار پیادے قلعہ میں سے
نکل کر لشکر کے قراول سے لڑنے لگے جب یہ خبر داؤد خاں کو پہنچی تو راجہ رائے سنگھ و اچل سنگھ کو
کچھ سپاہ کے ساتھ مدد کے لئے بھیجا ان کے پہنچنے کے بعد مخالفین مغلوب ہو کر بھاگ نکلے سپاہ شاہی
نے قلعہ کے پاس کی تمام آبادیوں کو ویرانہ بنا دیا۔ بہت سے آدمی اور مویشی پکڑ لئے اور رات
کو وہیں ٹھہری دوسرے دن پھر سوار ہو کر دامن قلعہ لوہ گڑھ و السیا گڑھ و تنکی دنکویہ کو جلا کر خراب
ویران کر دیا اور پھر جائے قیام میں سپاہ لوٹ آئی سیوا کا ادھر کا تمام علاقہ تاخت و تاراج
ہو چکا تھا اس لئے دوسرے دن معاودت کے ارادے سے کوچ کیا اور قصبہ پونہ کے
پاس مقام کیا مرزا راجہ نے قرار دیا تھا کہ قطب الدین خاں اپنی سپاہ کے ساتھ پونا میں
تھانہ جائے اس لئے وہ وہاں رہ گیا داؤد خاں اور رائے سنگھ اور دوسرے آدمی چودہ روز
کے بعد ۴ ذیقعدہ کو بڑے لشکر میں پہنچ گئے۔ قطب الدین خاں جب پونا کے پاس تھا اسے خبر لگی
کہ مخالفوں کی ایک بھاری جماعت قلعہ نادرک کے پاس قیام گزیں ہے اس لئے قطب الدین
خاں نے اس قلعہ کی تاخت کے ارادے سے کوچ کیا اور اس طرف کا علاقہ برباد کر دیا۔

اور مخالفین کا گروہ جہاں سامنے آیا اُسے سزا کو پہنچایا قطب الدین خاں اس دن لوہ گڑھ کے پیچھے ٹھہر گیا جب یہ معلوم ہوا کہ مخالفین کا گروہ پہاڑ پر چڑھ گیا ہے تو اُن سے لڑنے کو اپنی سپاہ کا ایک حصہ بھیجا جو سامنے آیا اُسے قضا کے گھاٹ اُتارا بہت سے بھاگ بھی گئے اور تین سو کے قریب آدمی قید ہوئے اور تین ہزار کے قریب مویشی پکڑے گئے۔

اب قلعہ پورندھر کے سامنے ایک بڑا دمدمہ لکڑی اور تختوں سے بنوا کر گولا انداز اور برق انداز تمام آلات کے ساتھ اُس پر چڑھا کر قلعہ پر آتش باری کرائی اور یہ دمدمہ اُس برج کے مقابل تھا جو سیوا نے قلعہ کی مضبوطی کے لئے بنوایا تھا جب مخالفوں کو اس کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے گولے۔ گولیاں۔ پتھر اور دوسری جلانے والی چیزیں پھینکنا شروع کیں اس عرصے میں اور دوسرے راجپوت دلیر خاں کے آدمیوں کے ساتھ مدد کو آگئے اور زبردست خاں اور آتش خاں کا بھی توپخانہ آپہنچا لڑائی خوب ہونے لگی بھگونت سنگھ مرزا راجہ کا ایک سردار اور پانسو آدمیوں کا افسر تھا۔ وہ اور دلیر خاں کا ایک آدمی اور دوسرے راجپوت مارے گئے۔ اور مخالف بھی بہت سے کام آئے۔ مرزا راجہ نے سبھکرن بندیلے اور ترکتاز خاں اور ایک دوسری جماعت کو بھی مدد کے لئے بھیجا۔ دلیر خاں اور کیرت سنگھ دمدمے کے پاس کھڑے ہوگئے اور لڑائی کے لئے تاکید کرتے تھے۔ سیوا کا بنایا ہوا برج سفید توپوں کے صدمے سے ٹوٹ پھوٹ گیا اور اس میں بڑا سوراخ ہوگیا۔ سپاہی مکرر یورش کرکے برج سفید کے تلے تک پہنچ گئے۔ دشمن نے برج سفید اور پرانے برج (جو برج سیاہ کہلاتا تھا) کے درمیان کی زمین میں بہت سی بارود بچھادی تھی اس گمان سے کہ اسلامی سپاہ برج سفید پر قبضہ کرلینے کے بعد برج سیاہ کی طرف آئے تو اڑ جائے مگر دشمن نے بے وقت بارود کو آگ دی جس سے خود ہی اُن کے اپنے آدمی انھیں جلکر خاک سیاہ ہوگئے۔ برج سفید پر قبضہ ہوچکنے کے بعد لشکر شاہی چاہتا تھا کہ برج سیاہ پر بھی قبضہ کرلے۔ مگر مرزا راجہ نے اس خیال سے روک دیا کہ ایک تو شب قریب آگئی تھی اور دوسرے دشمن نے دونوں برجوں کے درمیان کے نشیب میں آگ لگادی تھی۔ مرزا راجہ نے حکم دیا کہ آج برج سیاہ پر حملہ بند کرکے برج سفید کے پاس مورچے بنالئے جائیں۔ شب کے وقت مخالف کی سپاہ برج سفید سے نکلکر برج

سپاہ میں چلی گئی یہ برج اور اسکے پاس کا برج جو سیوا کے بنائے ہوئے تھے اسلامی سپاہ کے قبضے میں آگئے توپیں برج سیاہ کی طرف لگادیں اور دونوں برجوں کے مابین جو نشیب تھا اُسے پٹوانا شروع کیا پانچ چھ دن میں اُسے مٹی اور پتھروں سے پٹوایا اور اس زمین پر ایک اونچا مورچہ بنواکر برج سیاہ کے مقابل رکھا اور دو توپیں اسپر چڑھا کر علی الاتصال اتنے گولے لگوائے کہ برج سیاہ میں سوراخ پڑ گئے جابجا سے ٹوٹ گیا اور بہت سے برج نشین مارے گئے اور زخمی بھی ہوئے اب دشمن نے اس برج اور اسکے پاس والے برج دونوں کو خالی کرکے دیوار کی آڑ میں پناہ لیا۔ اور برج سفید و سیاہ شاہی سپاہ کے قبضے میں آگئے۔

اسی زمانے میں قباد تھانہ دار پونہ کو معلوم ہوا کہ دشمن کی ایک جماعت موضع برگوب میں جمع ہے اوس نے عبد اللہ اور ابو القاسم اپنے دونوں بیٹوں کو ایک گروہ کے ساتھ اور رندولہ خاں و خواجہ ابو المکارم و راجی دبھائی پسران افضل بیجاپوری اور دوسرے بادشاہی سپاہیوں کو اُدھر بھیجا وہاں دشمن کے تین سو سوار تھے وہ تو بھاگ گئے مگر رعایا میں سے بہت سے آدمی اور مویشی پکڑ کر سپاہی اپنے ساتھ لے آئے۔

اب سیوا سمجھا کہ اگر اسی طرح سپاہ شاہی سے مقابلہ کرتا رہا تو بالکل کمزور ہوجاوے گا اور قلعہ پورندھر جس میں عزیز و اقربا پناہ گزیں ہیں عنقریب مغلوب و مسخر ہوا چاہتا ہے اور اسکی تسخیر کے بعد قلعہ راجگڑھ پر حملہ ہوگا جہاں وہ خود تمام مال و اسباب و خزانہ و اہل و عیال کے ساتھ متحصن تھا اور اسکو بھی اسیر ہونا پڑیگا اسی لئے اُس نے مرزا راجہ کے پاس سفیر بھیجکر معذرت کی راجہ نے جواب دیا کہ اگر صدق نیت سے یہ بات منظور ہے تو بے ہتھیاروں کے مجھ سے آکر ملے اسکی ذات کو کچھ نقصان نہ پہنچیگا۔ آخر کار رذیجہ کو تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ راجگڑھ سے روانہ ہوا۔ رات ہی میں اسکی روانگی کا حال مرزا راجہ کو معلوم ہوگیا تھا جب دن نکلا تو دلیر خاں اور کیرت سنگھ کو جن کا مورچہ پورندھر کے حصار سے بہت نزدیک جا پہنچا تھا پیغام دیا کہ مورچے اور آگے بڑھا کر یورش کا انتظام کریں دشمنوں نے حصار سے نکلکر مدافعت کا ارادہ کیا لیکن محاصرین نے پے در پے حملوں سے اُنکو بھگا دیا اور ا نکو

بھگا دیا اور اُنکے سات آدمی کھیت رہے اور بہت سے مجروح ہوئے مرزا راجہ اور دلیر خاں
اور کیرت سنگھ کے بھی چند ساتھی کام آئے ابھی لڑائی گرم تھی کہ جاسوس خبر لائے کہ سیوا قریب
سیوا پور کے آپہنچا ہے اور وہاں کے تھانے دار سردار خاں کی رفاقت میں ملاقات کے لئے آرہا
ہے مرزا راجہ نے اپنے منشی اودے راج اور اگرسین کچھواہہ کو استقبال کے لئے بھیجا اور کہلایا
کہ اگر آنے سے مقصود یہ ہے کہ بادشاہ کی تابعداری کی جائے اور تمام قلعوں کو شاہی افسروں
کے حوالے کر دیا جائے تو شوق سے چلے آویں بادشاہ کے مورد تفضیلات ہونگے اور اگر یہ ارادہ
نہیں ہے تو آنا ضرور نہیں کیونکہ عنقریب زور و قوت کے ساتھ شاہی سپاہ تمام قلعوں
اور ملک پر قابض ہونے والی ہے۔ اودے راج کو سیوا نے یہ جواب دیا کہ میں آپ کے
پاس آپہنچا ہوں۔ جو کچھ بندگی و دولت خواہی کے مناسب ہوگا عمل کرونگا اور اودے راج
کے پہنچنے سے تھوڑی دیر بعد ہی لشکر میں خود پہنچ گیا۔ مرزا راجہ نے جانی بیگ بخشی کو بھیجا کہ سیوا
کو لے آئے جب وہ خیمے میں داخل ہوکر مرزا راجہ سے ملا تو راجہ اُس سے معانقہ کیا اور اپنے
پاس بٹھا لیا۔ سیوا نے معذرت کے بعد کہا کہ قلعہ پورندھر اور دوسرے بہت سے قلعوں
کو امید تفضل شاہی پر نذر کرتا ہوں اور آئندہ سے بادشاہ کا مطیع رہونگا۔ مرزا راجہ نے اُسکا
عذر قبول کر کے جان و مال سے اماں دی اور غازی بیگ میر توزک کو اشارہ کیا کہ سیوا کا ایک
آدمی کو ساتھ لیجا کر دلیر خاں اور کیرت سنگھ سے کہے کہ چونکہ سیوا نے اطاعت قبول کر لی ہے اور
ہم نے اُسکی خاطر سے اہل قلعہ کو اماں دی ہے اس لئے اب اُنکو تباہ نہ کیا جائے بلکہ جان بخشی
کی جائے اور وہاں سے سیوا کے اہلکار و سپاہیوں کو رخصت کر کے اپنے آدمیوں کے قبضے
میں لے لیں۔ سیوا کے آدمی نے قلعہ کے دروازے پر پہنچکر سارا حال کہدیا اور کہا کہ چونکہ
چھوٹا قلعہ خالی کر دو اور اب تم سے سپاہ شاہی تعرض نہ کریگی انھوں نے قبول کیا۔ سیوا
جمیدہ آیا تھا مرزا راجہ نے اُسے اپنے لشکر میں ٹھہرایا اور اُسکی بہت خاطر کی۔ دوسرے دن
قرارداد کے موافق قلعہ کے تمام آدمی کیا عورت اور کیا مرد جن میں چار ہزار جنگجو سپاہی
تھے قلعہ سے نکلے اور بادشاہی ملازم اُس قلعہ میں داخل ہو گئے اور اپنا تصرف کر لیا۔
مرزا راجہ نے سید محمد جواد کو کہ بیوتات لشکر کا دیوان تھا حکم دیا کہ جا کر ہتھیار اور ذخیرہ [illegible]

تورنا اور دوسری اسٹ پا ضبط کرے۔ سیوا نے آج اور دوسرے پانچ قلعے کے نام یہ ہیں لوہ گڑھ
السیاگڑھ۔ بنکی۔ بچونہ اور رودھیرہ پیش کش کئے۔

مرزا راجہ نے راجہ سبجان سنگھ بوندیلہ کو جو قلعہ پورندھر کے پیچھے راجگڑھ کے راستے
میں سپاہ لئے ہوئے پڑا تھا حکم دیا کہ اپنے چھوٹے بھائی اندرمن کو کچھ سپاہ کے ساتھ قلعہ آرہٹیرہ
پر قبضہ کرنے کیلئے بھیجدے اور قباد خاں تھانہ دار پونہ کو لکھا کہ ڈیڑھ ہزار سوار ونکی ساتھ جاکر دوسری قلعوں پر
قبضہ جمالی سیوا نے اپنے آنے سے قبل مرزا راجہ کے پاس آدمیوں کو بھیجنا شروع کردیا تھا اور
اُنکے ذریعہ سے راجہ نے اُسکو بار بار کہلایا تھا کہ بادشاہ کی اطاعت کے بغیر فائدہ نہ ہو سکیگا اُدھر
راجہ نے عالمگیر کو عرضداشت لکھکر اُسکے قصورات کی معافی کی درخواست کی تھی اور ایک فرمان
معافی وخلعت عنایتی اُسکے لئے چاہا تھا۔ چنانچہ مرزا راجہ کی خاطر سے بادشاہ نے یہ چیزیں بھیج دی
تھیں جس دن یہ چیزیں راجہ کے پاس پہنچیں اوسی دن سیوا حاضر ہوا تھا چنانچہ پچھلی دن
میں بادشاہ کے حکم اور خلعت کا جے سنگھ نے استقبال کیا۔ مرزا راجہ نے جب سیوا کو یہ
خبر پہنچائی تو فی الجملہ اُسکے دل کو اطمینان ہوگیا اب مرزا راجہ نے سیوا سے کہا کہ اس ملک کے تمام
قلعے جو اُسکے قبضے میں ہیں بادشاہ کے سپرد کردے بہت سی گفت وشنید کے بعد یہ قرار پایا کہ
۳۵ قلعوں میں سے جو زمان حکومت نظام الملک سے اُس سرزمین میں ہیں اور سیوا کا اُن پر
قبضہ ہے اُن میں سے ۲۳ قلعے جن میں پورندھر و رودر مال جیسے بڑے بڑے قلعے بھی شامل تھے
اور اُسکے متعلق کا سارا ملک جسکی آمدنی دس لاکھ ہُن تھی کہ ایک قسم کی اشرفی ہے جو دکن میں
رائج تھی سیوا نے بادشاہ کے ملازموں کو دینا چاہے اور کہا کہ بارہ قلعے جن کے متعلقہ ملک کی
آمدنی ایک لاکھ ہن ہے بدستور سابق اُسکے پاس رہیں اور سیوا اپنے ملک کو لوٹ جائے اور
اپنی بجائے اپنے بیٹے سنبھا کو جو آٹھ برس کا تھا مرزا راجہ کے پاس بھیجدے اور وہ بادشاہی
چاکروں میں شمار ہوکر راجہ کے ساتھ رہے اور جب کوئی مہم اس ملک میں پیش آئے تو سیوا
اُسکے سرانجام میں کوشش کرے اس قرار داد کے بعد مرزا راجہ نے دو گھوڑے ساز طلائی
کے ساتھ اور ایک ہاتھی دیکر رخصت کیا اور کیرت سنگھ کو سیوا کے ساتھ کردیا کہ وہ جاکر قلعوں
پر قبضہ کرلے اور قلعہ گندانہ کی قلعداری زاہد خاں کے ہاتھ میں دیدی یہ قلعہ بہت زبردست

تھا اور اسی طرح قلعہ پورندھر زبردست تھا دونوں ایک سا استحکام رکھتے تھے جو قلعے بادشاہی
لازموں کو دیا ٹھہرے اُنکے اسما یہ ہیں۔
(۱) پورندھر (۲) رودرمال (۳) گنڈانہ (۴) کھنڈاکلہ (۵) لوہ گڑھ (۶) ایساگڑھ یا اسان گڑھ
(۷) تنکی یا تنگی (۸) بکونہ ...... یا کوتنہ یا کونہ یا کھونہ (۹) روہیڑہ (۱۰) نادرونگ یا ماورک یا
ناردنگ یا اورک (۱۱) ماہولی یا ماموںلی (۱۲) بھنڈار ورگ (۱۳) کمپس کھول یا ہبس کھول
(۱۴) روپ گڑھ (۱۵) مکت گڑھ یا بکٹ گڑھ (۱۶) مورنجن یا سورنجن (۱۷) نانگ گڑھ یا
بانک گڑھ (۱۸) سرد پ گڑھ (۱۹) ساکر گڑھ (۲۰) مرک گڑھ یا ودک گڑھ (۲۱) انگولہ (۲۲)
سون گڑھ (۲۳) بان گڑھ یا مان گڑھ۔

۴۔ ذیقعدہ کو سیوا نے اپنے بیٹے سنبھا کو مرزا راجہ کے پاس بھیجدیا اور راجہ نے بادشاہ
سے استدعا کرکے سنبھا کے لئے منصب کی درخواست کی تھی بادشاہ نے اسکے لئے پنجہزاری
ذات دسوار کا منصب بھیجا اور ایک فرمان بھی اسکے ساتھ بھیجا جس میں مہربانی کا مضمون تھا
۲۔ ربیع الاول کو یہ فرمان وغیرہ راجہ کے پاس پہنچے۔ راجہ نے سنبھا کو ایک دربار کرکے جانی بیگ
بخشی کے ہاتھ سے دلوایا اور اپنی طرف سے خلعت اور ایک ہاتھی ساز نقرئی کے ساتھ دیا
چند روز کے بعد سیوا بھی راجگڑھ سے آگیا۔

عادل خاں حاکم بیجاپور سے اس سے قبل بعض تقصیرات سرزد ہوئی تھیں اور
اُس نے پیش کش نہ بھیجا تھا اس زمانے میں اس امر کی درستی اور اصلاح کے لئے اپنے
ایک سردار ملا احمد نائیہ کو بھیجا ۲۶۔ ربیع الاول کو یہ سفیر لشکر سے ۶ کوس پہنچا تھا مرزا راجہ
نے اپنے منشی اودے راج اسکے استقبال کے لئے بھیجا اور تین دن کے بعد مرزا راجہ
نے راجہ رائے سنگھ اور کیرت سنگھ کو ملا احمد کے لانے کے لئے بھیجا انھوں نے لاکر راجہ سے
ملاقات کرائی جس نے بہت عزت سے ملاقات کرکے دو عربی گھوڑے ساز طلائی کے ساتھ
اور ایک ہاتھی چاندی کے خرصے کے ساتھ اور زر نقد اور کپڑا دیکر رخصت کردیا عادل خاں نے
بھی راجہ کے لئے دو ہاتھی اور گھوڑے سے جڑاؤ ہتیار اور جواہر ملا احمد کے ہاتھ بھیجے تھے وہ
اُس نے پیش کردئے اس وقت سیوا مرزا راجہ کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا اب تک اُسکو

اجازت نہ تھی کہ ہتیار لگاکر آئے راجہ نے سیوا کو ایک تلوار اور ایک جمدھر ساز مرصع کے ساتھ دیکر لگا نیکی اجازت دی جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ مرزا راجہ نے سیوا کو مغلوب کر لیا تو خلعت خاص اور شمشیر خاصہ ساز مینا کار کے ساتھ اور ایک ہاتھی نقرہ سامان اور زربفت کی جھول کے ساتھ بھیجا اور دو ہزار سوار اسکے بیٹوں سے دو اسپہ سہ اسپہ مقرر کئے یہاں تک کہ منصب اسکا اصل اور اضافہ ملاکر ہفت ہزار ذات و ہشت ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کا ہوگیا اور جے سنگھ مرزا راجہ کے بیٹے رام سنگھ کو جو بادشاہ کے پاس موجود تھا خلعت اور کچھ مرصع زیور اور ایک ہتنی بخشی دلیر خاں و داؤد خاں و راجہ رائے سنگھ سیسودیہ کو بھی خلعت بھیجے دلیر خاں کے ایک ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ ہوئے جس کا منصب اصل و اضافہ ملاکر پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار کا ہوگیا۔ جن میں سے دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے اور راجہ سبحان سنگھ بوندیلہ کا منصب سہ ہزاری ذات اور سہ ہزار و پانصد سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کا ہوا اور کیرت سنگھ دو ہزار و پانصد ذات دو ہزار سوار کو پہنچا اور ترکتاز خاں منصب سہ ہزاری ذات و چھ سو سوار سے سربلند ہوا۔

نوٹ عالمگیر کی یہ تمام کارروائیاں سیوا کے خلاف مدافعانہ تھیں نہ جارحانہ شاہجہاں جیسے ہندو پرور بادشاہی کے عہد میں سیوا نے مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دینے کا منصوبہ گانٹھا تھا اور مغلوں کے علاقوں پر تاخت و تاراج شروع کر دی اورنگ زیب کے تخت نشین ہونے کے بعد بھی سیوا نے اپنی دست برد کو بند نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اورنگ زیب کو مجبوراً مرہٹوں کے خلاف فوج کشی کرنی پڑی۔

عالمگیر کے حکم سے جے سنگھ کی عادل شاہ والئی بیجاپور کے ملک پر یورش

سیوا کی مہم کے بعد مرزا راجہ جے سنگھ کو عالمگیر کا حکم پہنچا کہ وہ تمام ملک جو سیوا سے فتح کیا ہے اسکا انتظام کر کے ولایت بیجاپور پر حملہ کرے اور تمام ملک میں ہل چل ڈالدے اور قلعہ بیجاپور کے تلے تک نہ جائے اور اُس کے محاصرے کا ارادہ نہ کرے جس قدر ممکن

ہوا اُس ملک کو لوٹ مار سے برباد کر دے اور جہاں دشمن کی سپاہ پائے اُسے تباہ کرے تاکہ عادل خاں نادان کو غفلت سے تنبیہ ہو جائے۔ کیونکہ بیجاپور والے اور نیز گولکنڈے والے سیوا اور مرہٹوں کو مدد دیتے تھے۔ چنانچہ ۱۰۷۶ھ ہجری میں مرزا راجہ مع اُس فوج کے جو اُسکے ساتھ سیوا کی مہم سے فارغ ہوئی تھی ۲۲ جمادی الاول سال مذکور کو قطب الدین خاں و دلیر خاں و داؤد خاں و راجہ رائے سنگھ اور سیوا کے ساتھ قلعہ پورندھر سے کوچ کر کے منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا ترتیب اُس نے اپنی سپاہ کی یہ رکھی کہ درمیان میں اپنی رکاب کی سپاہ خاص کو رکھا اور التمش طرف پُردل خاں و جگت سنگھ ہاڈہ و مانکوجی و نارُوجی و سید علی بیجاپوری و بھوجراج کچھواہہ و ادبھان راٹھوڑ و سید منور خاں بارہ و زبردست خان و رام سنگھ و برق انداز خاں و بادل بختیار و جانی خاں بخشی و محمد لطیف دیوان لشکر شاہی و خواجہ عبد اللہ خاں پسر عالی خاں اور مرزا راجہ کی چیدہ سپاہ جو سب ملکر بارہ ہزار آدمی کا مجموعہ تھا مقرر ہوئی انکے علاوہ سرفراز خاں و غالب خاں و دتاجی و رستم زاد و پردل خاں و سید نجابت بارہ و دیورمل بوندیلہ و نرسنگھ گوڑ و دلودی خاں و چتر بھوج چوہان و دانش خاں (یا آتش خاں) داروغہ توپخانہ شاہی مع پانسو بند وقچیوں کے اور راٹھورے اور دیپور کے ہزار سوار کہ سب ملکر ساڑھے سات ہزار آدمی تھے اس جانب متعین ہوئے اور سید ہوہا تھ کی افسری داؤد خاں کو ملی اور راجہ سجان سنگھ اور شرزہ خاں و کہنی و جوہر خاں حبشی و راؤ امر سنگھ چندراوت و محمد صالح ترخاں و مسعود خاں و سر تیکجی بھونسلہ اور افضل بیجاپوری کا بیٹا اندرمن بوندیلہ و سید زین الدین خاں بخاری و سید مقبول عالم مع ایک جماعت لشکر کے کہ چھ ہزار آدمی تھے اُسکے ساتھ متعین ہوئے اور میسرہ کی افسری راجہ رائے سنگھ سیسودیہ کے سپرد ہوئی۔ جادو رائے مرہٹہ و داتاجی و شربازنکجی و بھوجی و دولت مند خاں اور ایک و دیگر گروہ مرہٹوں کا اور سوبھکرن و مترسین بوندیلہ و نرسنگھ گوڑ و تیر و اسمٰعیل نیازی اور ایک جماعت جو سب چھ ہزار آدمی تھے یہ سب اُسکے ساتھ متعین ہوئے اور قطب الدین خاں و طلال خاں و دلاور خاں و داؤد جراہ و چردجی اور ایک اور جماعت مرہٹوں کی و سید علی اکبر بارہ و خداوند حبشی و شیخ عبد المجید شیرازی و مرزا ہمند اور دوسرا گروہ منصب دار و ں

کا لشکر کے عقب کی حفاظت کے لئے مقرر ہوا اور کیسری سنگھ مع ایک سپاہ کے قلب لشکر اور ہراول کے درمیان متعین ہوا اور فتح جنگ خاں و حسن خاں و عبدالرسول اور ایک دوسری جماعت الٹی طرف کے لشکر کی امداد و حفاظت کے لئے مقرر کی اور مغلوں کی دو فوجیں کہ ایک شہسوار خاں کی ماتحتی میں تھی اور دوسری ترکتاز خاں کی افسری میں اس واسطے مقرر ہوئیں کہ سیدھی اور الٹی طرف بطور قراولی کے کام کریں (وہ سالہ کامل معروف بہ عالمگیر نامہ قلمی مولفہ منشی محمد کاظم میں آدمیوں اور مقاموں اور دریاؤں کے ناموں کو کاتب نے مختلف مقاموں پر ایسا مشتبہ لکھا ہے کہ انکی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ صحیح ہیں یا غلط)

ابھی یہ تمام لشکر مرزا راجہ کے ساتھ دو منزل چلا تھا کہ ابوالمحمد نبیرہ بہلول خاں جو عادل خاں کا سردار تھا راجہ جے سنگھ کے پاس اپنے مالک سے باغی ہو کر چلا آیا۔ راجہ نے اسکی خاطر داری کی اور ایک مرصع تلوار اور دو گھوڑے اور کچھ کپڑے اپنی طرف سے دیے جب بادشاہ کو اسکے آنے کا حال معلوم ہوا تو منصب پنجہزاری ذات و چار ہزار سوار کا عطا کیا اور حکم دیا کہ راجہ جے سنگھ کے ساتھ شریک مہم رہے۔ راجہ نے اسکو سیدھی طرف کی سپاہ میں مقرر کر دیا یہ تمام لشکر ۔ جمادی الآخر سے کو قلعہ پٹن (یا پھلٹن) سے دس کوس کے فاصلے پہ پہنچا یہ قلعہ ولایت بیجاپور کی سرحد پر واقع تھا مرزا راجہ نے سیوا اور اسکی فوج کے ایک حصے کو اس قلعہ کو فتح کرنے کے لئے بھیجا اور آپ مقام کر دیا تین دن کے بعد معلوم ہوا کہ مخالف کی فوج تاب مقابلہ نہ لاکر بے لڑے بھڑے اس قلعہ کو خالی کر گئی جے سنگھ نے نارو جی (یا مارو جی) اور بھلاجی کو کچھ فوج کے ساتھ اسکی حفاظت کے لئے مامور کیا اور خود ۱۱ تاریخ ماہ مذکور کو دریائے نیرا (یا ہیرا) کے کنارے مقام کیا اور نیتاجی (یا ہنیوجی) کو اسکی سپاہ کے ساتھ قلعہ منگل بیدھ (یا منگل ہندیہ) کی فتح کے لئے مقرر کیا جہاں سے بیجاپور سولہ کوس پر واقع تھا۔ سیوا نے اپنی ایک دوسری سپاہ قلعہ تاتھورہ کی تسخیر کے لئے جو پھلٹن سے سات کوس پر واقع تھا بھیجی تھی آج خبر آئی کہ اسکی سپاہ نے قلعہ تاتھورہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ مرزا راجہ مع تمام سپاہ کے دریائے نیرا سے کوچ کرکے آگے روانہ ہوا اور ہر روز موج کو ترتیب دیکر

آگے چلنا چند منزل پر خبر پہنچی کہ قلعہ کھادن کے آدمی بادشاہی سپاہ کی آمد کا حال سنکر قلعہ کو خالی کرکے بھاگ گئے ہیں راجہ نے مسعود خاں کے ساتھ تین سو بندوقچی اور چند منصب دار کرکے اُس قلعہ پر قبضہ کرنیکو روانہ کیا۔ ۲۱ ماہ مذکور کو راجہ مقیم تھا کہ جاسوسوں نے خبر دی کہ بنتا جی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ مشکل بندیہ کے پاس پہنچا قلعہ نشین ڈر کر قلعہ خالی کرکے بھاگ گئے مرزا راجہ نے اودے سنگھ بھدوریہ کو قلعہ کی حفاظت کے لئے بھیجدیا اور سرفراز خاں کے سپرد علاقے کی حکومت کی دوسرے دن کوچ ہوا قلعہ مشکل بندیہ یہاں سے دو کوس پر تھا اس لئے مرزا راجہ خود اُسکے ملاحظے کو گیا دیکھا تو قلعہ نہایت عالیشان اور مضبوط پایا پتھر کا بنا ہوا تھا چاروں طرف گہری خندق تھی دو توپیں دس زنبورک اور تین سو بان اُس میں موجود تھے۔ راجہ نے اپنی طرف سے توپچی اور بان انداز اور دوسرے آدمی مقرر کئے اور تھوڑا غلہ بھی کھانے کو بھیجدیا۔ ۲۵ ماہ مذکور کو اثنائے راہ میں غنیم کے قراول دور سے نمایاں ہوئے اور رات کو انھوں نے اس لشکر کے پاس آکر چند بان پھینکے راجہ کے حکم سے مورچوں سے سپاہی بڑھے اور مار بھگایا۔ بعد اسکے جاسوس خبر لائے کہ سپاہ دشمن کا ایک انبوہ یہاں سے پانچ کوس پر مقیم ہے راجہ نے دوسرے دن یہاں مقام کیا اور دلیر خاں و راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خاں و قباد خاں و کیرت سنگھ و فتح جنگ خاں و ابوالمحمد و سیوا وغیرہ کو اُن سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ دشمن کی سپاہ انکی آمد کا حال سنکر اپنے کیمپ کو چھوڑکر ذرا پیچھے ہٹ کر جم گئی جب ادھر کی فوج کیمپ میں پہنچی تو اُسے خالی پایا۔ یہاں سے ذرا اور آگے بڑھی تو اب دشمن کی سپاہ نظر آئی یہ کوئی بارہ ہزار کے قریب سوار تھے جن کے افسر جادو ن کلیانی دانگو بی بھونسلہ وغیرہ تھے یہ تمام سپاہ مدافعت کو صف آرا تھی ادھر سے دلیر خاں و راجہ رائے سنگھ و کیرت سنگھ نے حملہ شروع کیا۔ دشمن نے اپنی سپاہ کے چار حصے کئے ایسلئے حصہ شاہی سپاہ کے میمنہ پر حملہ آور ہوا اور دوسرے نے میسرہ کی طرف حملہ کیا اور تیسرا سپاہ شاہی کے درمیانی حصے کے پیچھے گیا اور ایک حصے نے قراول کی فوج پر دھاوا کیا راجہ رائے سنگھ میمنہ کی سپاہ پر نگراں تھا اس پر نہایت سختی سے حملہ ہوا سوبھکرن اور متہ ... رائے سنگھ کے آگے تھے خوب لڑے یہاں تک کہ اپنے مقابلوں کو بھگا دیا یا قوت حبشی

جوان ہیں کا سردار تھا اور پندرہ دوسرے نامی آدمی کام آئے اور جھنڈے اور گھوڑے
اور بہت سا سامان انکا چھوٹ گیا دلیر خاں دشمن کے دوسرے حصّوں سے لڑ رہا بہت
سی لڑائی کے بعد مخالف وہاں سے چلے گئے جب شام کا وقت ہوا اور لشکر چھ کوس پر مقیم تھا
تو سرداروں نے تعاقب مناسب نہ سمجھا اور لشکرگاہ کو لوٹ گئے۔ جب دشمن کو معلوم ہوا کہ بچی
ہوئی سپاہ لوٹ گئی تو واپس ہوکر لشکر کے دونوں طرف سے بان مارنے لگے مرزا راجہ کے
لشکر میں سے آدمی انکی لڑائی کے لئے نکلے تو بھاگ گیا سپاہ جب لشکر میں لوٹ گئی تو پھر غنیم
کے آدمی نمودار ہوکر حملہ کرنے لگے۔ غرض دشمن نے اس طرح لڑائی شروع کی کہ جب مرزا راجہ
کے سپاہی جواب دہی کو آمادہ ہوتے تو بھاگ نکلتا اور جو لشکر میں کھول لیتے تو پھر لڑائی شروع
کر دیتا اس عرصے میں مخالف کے ایک حصّے نے بنو پر جو جے سنگھ کی سپاہ کے پچھلے حصّے کی محافظت
پر مع فوج کے مقرر تھا حملہ کیا بنو لڑنے لگا کہ ایک اور حصّہ مخالفوں کا انپر ٹوٹ پڑا اس
پر کیسری سنگھ و فتح جنگ خاں اسکی اعانت کو پہنچ گئے اور مخالفین بھاگ نکلے اس
وقت ایک گولہ جنائل کا جادوں کلیانی کے مورچے میں گرا اور اس سے کئی آدمی مارے گئے۔ پھر
دشمن کے ایک اور گروہ نے راجہ رائے سنگھ پر حملہ کیا لیکن کیسری سنگھ اور قطب الدین خاں
کے اسکی کمک کو پہنچ جانے پر بھاگ گیا۔ دلیر خاں شام کے وقت اپنی سپاہ کو ساتھ
لشکرگاہ میں پہنچ گیا۔ اسی تاریخ اودے سنگھ قلعدار مشکل ہندیہ کی تحریر پہنچی کہ اگلے دن صبح کے
وقت دشمن کی تین فوجیں جو تقریباً چھ ہزار آدمیوں پر مشتمل تھیں اس قصبے میں آئیں اور
قلعہ کے دروازے کے قریب صف بندی کرکے کھڑی ہوگئیں باوجودیکہ مرزا راجہ نے
احتیاطاً سرفراز خاں سے کہہ رکھا تھا کہ اگر دشمن کی بھاری فوج ادھر آئے تو اس سے جنگ
کا ارادہ نہ کرے کیونکہ اسکے ساتھ آدمی کم تھے لیکن اُس نے ہدایت پر عمل نہ کیا اور اپنی شجاعت
کے گھمنڈ پر اپنے تھوڑے سے ساتھیوں کے ساتھ دشمن سے لڑنے لگا خود بھی مارا گیا ساتھی
بھی بہت سے کام آئے اس واقعہ کے بعد اسکے بیٹے بقیہ سپاہ اور ساتھیوں کے ساتھ
قلعے میں چلے گئے مخالفین دروازے تک آئے مگر قلعہ پر سے مار پڑنے کے سبب لوٹ
گئے مرزا راجہ نے دو دن تک وہاں قیام کرکے ۲۹- کو کوچ کیا منزل کے قریب شام جب

کوجاسوسوں نے خبر لائے کہ دشمن کا ایک بھاری لشکر آرہا ہے مرزا راجہ نے مقصود علی دانشمندی
کو قراول کے طور پر بھیجا کہ معلوم کرے کہ کل کتنی سپاہ ہوگی اُس نے واپس ہوکر کل حال بیان
کیا اور کہا کہ دشمن سرعت کے ساتھ ادھر آرہا ہے راجہ نے قباد خاں اور آتش خاں داروغہ
توپ خانہ کو لشکر کی محافظت کے لئے مقرر کرکے رائے سنگھ اور قطب الدین خاں کو حکم دیا کہ
اپنی اپنی سپاہ کے ساتھ لشکرگاہ سے باہر نکلکر کھڑے ہوجائیں اور خبردار رہیں اور آپ ساری
سپاہ کے ساتھ منزل کے قریب سے لوٹ کر غنیم کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ آدھ
کوس چلا تھا کہ غنیم کی سپاہ نمودار ہوئی۔ اور ابوالمحمد الپسر بخیترہ وشرزہ مہدوی وہنیرہ
بہلول دخواص خاں اور دشمن کے دوسرے سردار تمام فوج کے ساتھ متفق ہوکر اور اپنی
قاعدے کے موافق ایک ٹکڑا سیدھی طرف اور ایک الٹی طرف مصروف ہوا۔ لڑائی ہونے
لگی مرزا راجہ نے دلیر خاں کو فوج ہراول کے ساتھ اُس فوج پر حملہ کرنے کا حکم دیا جو الٹی
جانب سے آرہی تھی اور آپ دشمن کے قلب پر حملہ کردیا کیرت سنگھ و فتح جنگ خاں اور
سنیوا کو اپنے آگے آگے بھیجا۔ اچل سنگھ کچھواہہ راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس
جماعت سے پیشتر دوڑ کر دشمنوں پر حملہ آور ہوا غنیم نے اپنی عادت کے موافق پسپائی اختیار
کی۔ مرزا راجہ کی سپاہ نے اُسکا تعاقب کیا اور اتنی نزدیک پہنچ گئی کہ اب اُسکو بھاگنا مشکل
ہوگیا اس سلئے دشمن پلٹ پڑا۔ اور تمام آدمی اُسکے تلواریں لے لے کر لڑنے لگے اچل سنگھ اور اُسکے
آدمیوں نے داد شجاعت دی۔ دشمن کے سو کے قریب آدمی کام آئے اور بہت سے زخمی
ہوئے آخرکار غنیم کی سپاہ بھاگ نکلی۔ مرزا راجہ کی سپاہ نے تین کوس تک تعاقب کیا
داؤد خاں نے اُس فوج سے لڑائی شروع کی جو اُسکے مقابل تھی اور اُسکو مار بھگایا۔ راجہ
سبحان سنگھ نے کہ ہراول میں تھا خوب کام کیا دلیر خاں الٹے ہاتھ کی فوج پر حملہ آور ہوا جب
نوبت تیر و بندوق سے گذر کر تلوار پر پہنچی۔ تو دشمن بھاگ نکلا۔ رجب کی دوسری تاریخ
مرزا راجہ کی سرکردگی میں لشکر بیجاپور سے پانچ کوس کے فاصلہ پر پہنچکر ٹھہر گیا اور سات
دن تک یہاں مقیم رہا۔ عادل شاہ نے بیجاپور کے مضبوط قلعہ کو نہایت مستحکم کرکے
بہت سی توپیں۔ رہکلے اور دوسرا بے تعداد سامان مدافعت جمع کرلیا اور مقررہ آدمیوں

کے سوا تیس ہزار کرناٹکی سپاہ اور رکھ لی اور اچھی طرح رسد جمع کر لی اور نورس پور اور شاپور کے تالابوں کو توڑ ڈالا اور قلعہ کے آس پاس دور تک باڑیوں اور کنوؤں میں سینڈھ کے درخت اور کوڑا اور مٹی بھروادی اور تمام آبادی کو جو قلعہ کے باہر تھی اجڑوا دیا بادشاہ خود تو قلعہ میں متحصن ہو گیا اور شرزہ مہدوی و سید مسعود و عزیز اور چند دوسرے سرداروں کو سپاہ کے ساتھ حکم دیا کہ عالمگیر کے ملک میں پھیلکر اُسکو تاخت و تاراج کریں غرض اُنکی یہ تھی کہ عالمگیری سپاہ خبر لشکر خود اپنے ملک کی حفاظت کے لئے الٹے پانوں لوٹ جائیگی اور کچھ سپاہ کو حکم دیا کہ مرزا راجہ کی سپاہ سے دوڑ دوڑ کر انہیں ستاتی رہے۔ جے سنگھ نے اپنی سپاہ میں سے بعض کو الٹے بازو پر مقرر کیا اور بعض کو سیدھے بازو پر اور بعض کو لشکر کے سامنے رکھا اور مرہٹوں میں سے بعض کو الٹے ہاتھ کی طرف کی سپاہ کو مدد پہنچانے کے لئے مامور کیا اور بعض کو عقب کی خبرداری کے لئے مقرر کیا کبھی اس طرف کی جماعت دوسری طرف کی حفاظت کو بھیجدی جاتی اور کبھی دوسری طرف کی اُس طرف کی مدد کے لئے روانہ کیجاتی۔ ایکدن جادون رائے اور دوسرے دکھنی قاعدے کے موافق الٹے بازو کی طرف آ گئے کو گئے تھے کہ خبر پہنچی کہ غنیم کے قراول نمایاں ہوئے ہیں راجہ رائے سنگھ اور قطب الدین خاں جے سنگھ کے ایما سے اُدھر کو بڑھے دو کوس کے فاصلے پر عادل خاں کے قراولوں سے مقابلہ ہو گیا طرفین میں سے ایک نے دوسرے پر چند بان چھوڑے بقیہ دن ایک سپاہ دوسری سپاہ کے مقابل یوں ہی کھڑی رہی جب شام ہو گئی تو راجہ کی مرسلہ سپاہ لشکرگاہ کی طرف لوٹی۔ عادل خاں کے آدمیوں نے تیز دستی کی اور گروہ گروہ راجہ کے لشکر کی طرف بڑھے اُدھر سے بھی سپاہ تیار ہو کر مقابل ہوئی ناجی بھوسلہ و شرزہ راؤ اور دوسرے مرہٹے جو راجہ رائے سنگھ کے دہنے بازو کی طرف تھے آ کر رائے سنگھ کی جماعت پر حملہ آور ہوئے رائے سنگھ نے اُنکا مقابلہ کیا کچھ مارے گئے کچھ زخمی ہوئے باقی پسپا ہو گئے اسی طرح عادل شاہ کی سپاہ کے ایک گروہ نے قطب الدین خاں کی سپاہ پر حملہ کیا قطب الدین خاں کے دو سو سوار بڑھ کر جواب دینے لگے مرزا راجہ کو اس لڑائی کا حال معلوم ہوا تو مورچوں سے دلیر خاں و داؤد خاں و کیرت سنگھ کو مدد کے لئے بھیجا اور آپ بھی سوار ہو کر لشکرگاہ سے دور جا کر ڈیرے کو کھڑا ہو گیا داؤد خاں اور کیرت سنگھ کچھ دور نکلے تھے کہ رستے میں رائے سنگھ اور قطب الدین خاں مع اپنی اپنی سپاہ کے لوٹتے ہوئے ملے

جو دشمن کو بھگا کر واپس آ رہے تھے یہ سب شامل ہو کر پہر رات گذرنے کے قریب جے سنگھ کے پاس
پہنچ گئے۔ مرزا راجہ جے سنگھ کا یہ ارادہ نہ تھا کہ قلعہ بیجاپور کا محاصرہ کرے۔ کیونکہ نہ کوئی بڑا توپخانہ جو
ایسے قلعہ کے فتح کرنیکے لیئے درکار ہے ساتھ تھا اور نہ دوسرے قلعہ شکن آلات ہمراہ تھے اس لیئے بیجاپور
کے علاقے کی بربادی پیش نظر تھی بیجاپور کے پاس نہ کوئی رسد پہنچنے کا ذریعہ بیجاپوریوں نے باقی چھوڑا
تھا نہ پانی کا ذریعہ باقی رکھا تھا اس لیئے راجہ اور اسکے ساتھیوں نے قرار دیا کہ جو لوگ اہل
بیجاپور کی سپاہ سے نکلکر بادشاہی ملک کی تاخت و تاراج کے لیئے بادشاہی ملک میں گھس گئے
ہیں انکو نکال دینے کے لیئے لوٹ چلنا چاہیئے اس لیئے رجب کی نویں تاریخ کو بیجاپور کے پاس سے
کوچ کر کے منگل بیدھی کی طرف آئے اور وہاں سے چلتے ہوئے ۱۵ تاریخ کو دریائے بھنورہ
(یا بھیورہ) کے پاس مقام ہوا راجہ لشکر گاہ کے قریب پہنچا تو سپاہ کی صف بندی کر کے کھڑا ہو گیا
دشمن کی سپاہ اپنی عادت کے موافق عالمگیری سپاہ کے پچھلے حصے کے پیچھے پیچھے لگی چلی آتی
تھی سیدھی اور الٹی جانب سے نمودار ہوئی اُن میں سے ایک حصے نے دلیر خاں کی طرف رخ
کیا اور ایک حصے نے داؤد خاں پر حملہ کیا اور ایک حصے نے راجہ سجان سنگھ کا مقابلہ کیا لیکن ادھر
سے ایسا جواب دیا گیا کہ تمام مخالف شکست پا کر لوٹ گئے جب دشمن کی سب سپاہ بھاگ گئی تو
مرزا راجہ کے ساتھیوں نے آرام و قیام کیا لیکن رات پڑنے کے بعد پھر دشمن کے سپاہی
حملہ کرنے لگے اور ادھر سے سپاہ شاہی جواب دیکر بھگانے لگی۔ ان دنوں مرزا راجہ نے سیوا کو
قلعہ پنالہ کی طرف بھیجدیا تاکہ وہ ادھر متوجہ رہے۔ اور اگر ممکن ہو تو قلعہ مسخر کر لے اب معلوم ہوا کہ شرزہ
مہدوی اور دوسرے بیجاپوریوں کے سردار جو بادشاہی علاقے میں پھیل پڑے تھے وہ یہ سنکر
کہ سپاہ شاہی مرزا راجہ کی ماتحتی میں ہماری سرکوبی کو ادھر آ رہی ہے بادشاہی ملک سے نکل
آئے اور شرزہ بہلول (یا سترہ بہلول) اور ابو المحمد اور دوسرے سردار جو سپاہ لیکر مرزا راجہ جے سنگھ
کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے یہ سب ملگئے جاسوسوں نے پرینڈہ کی طرف سے پہنچکر خبر کر دی کہ سکندر پور
فتح جنگ خاں بیجاپوریوں سے مخالفت کر کے مرزا راجہ کے لشکر میں آ رہا تھا اور پرینڈہ سے
چار کوس پر ٹھہرا ہوا تھا کہ شرزہ مہدوی اور بیجاپوریوں کے دوسرے سرداروں نے
جو اس سے قریب تھے یہ حال سنکر اسکو پیام دیا کہ ہم سے ملاقات کرے اس نے صدق نیت

کی وجہ سے جواب دیا کہ اب میرا اور تمہارا ملنے کا مقام جنگ کا میدان ہے بیجاپوریوں کے چھ ہزار سوار اسپر حملہ آور ہوئے اُسکے ساتھ صرف سو سوار تھے چالیس سوار تو خود اُسکے ذاتی تھے اور ساٹھ پرینڈہ سے اُسکے ساتھ ہو لئے تھے جب دشمن کے سوار اُسکے سر پر آ گئے تو اُسکے ذاتی سوار تو بوجہ نمک خوارگی کے رفاقت میں رہے اور دوسرے بھاگ نکلے سکندر نے غایت جوانمردی و غیرت سے گھوڑے سے اُتر کر مقابلہ کیا اور کام آیا اُس کا بیٹا اور دو سردار زخمی ہو کر رہ گئے تھے دشمنوں نے انکو پکڑ کر شولاپور پہنچا دیا۔ دشمن کی تمام سپاہ متفق ہو کر مرزا راجہ کے پیچھے پیچھے سائے کیطرح لگی چلی آتی تھی راجہ نے اس ارادے سے کہ اُن پر قابو پا کر سزا دے دریائے بھنوزرہ (یا بھیونرہ) کے کنارے تین مقام کیے بیجاپوریوں کی یہ عادت تھی کہ وہ جم کر تو نہیں لڑتے تھے بلکہ ادھر اُدھر دوڑتے اور حملہ کر کے بھاگ جاتے تھے اسلئے دشمن قابو میں نہ آسکا اس لیے ۶ ماہ مذکور کو کوچ کر کے دوسرے مقام پر دریا کے کنارے پڑاؤ کیا پندرہ روز تک یہاں ٹھہرے۔ دیانت رائے کہ عادل شاہ کا ایک معتمد تھا اپنے آقا کی طرف سے مرزا راجہ کے لشکر میں آیا اور اُسکی طرف سے پیام عذر اور اظہار عجز و ندامت کا لایا اور گھوڑے سے مرصع ہتیار بھی بطریق تحفے کے پیش کیے اس زمانے میں مرزا راجہ نے سید عبدالعزیز بخاری کو منگل بیدھ کی قلعداری پر متعین کیا اور بہلی قلعدار اودے سنگھ کو اُسکی امداد میں رکھا اور قلعہ کی حفاظت درخواست کا بھاری سامان اُسکے ساتھ کیا اور خود ایک زبردست سپاہ کے ساتھ شولاپور اور پرینڈہ کے درمیان رہنے کی تجویز کی اور یہاں بھاری بھاری سامان چھوڑ کر ہلکے سامان کے ساتھ دوبارہ بیجاپور کے ملک پر چڑھائی کا مصمم ارادہ کیا چنانچہ ۲۴ ماہ مذکور کو سپاہ کے ساتھ دریا کو عبور کیا جاسوس خبر لائے کہ شیوا جو پنالہ (یا پتالہ) کی تسخیر کے لئے مقرر ہوا تھا اُس قلعہ کے پاس پہنچا اور پچھلی رات کے وقت اُس قلعہ پر حملہ کیا محصورین کو خبر ملگئی تھی جان توڑ کر مدافعت کی سخت لڑائی واقع ہوئی ایک جماعت مقتول و مجروح ہوئی۔ سیوا غالب نہ آسکا اس لئے اپنے قلعہ کھیلنا کو جو اُسکے ملک میں شامل ہے اور قلعہ پنالہ سے بیس کوس پر واقع ہے چلا گیا اور اپنی سپاہ کے ایک حصے کو دشمن کے ملک کو لوٹنے اور برباد کرنے کے لئے بھیجدیا ہے اس وقت اُسکا سپہ سالار نیتو (یا نیتاجی) اُس سے مخالفت کر کے بیجاپوریوں سے جا ملا ہے۔

٢٦ ماہ مذکور کو پرینده کے مواضعات میں سے موضع لوہری میں ٹھہرنے کی غرض سے مرزا راجہ نے کوچ کیا اور دوپہر کے قریب ایک نالے کے کنارے جو لوہری کے پاس تھا پہنچا تو نالے کے عبور کرانے اور بھیڑ کی حفاظت کے لئے لشکر کی الٹی طرف آپ ٹھہر گیا اور قراولوں کو ہر طرف بھیجا کہ دشمن کی خبر لائیں اور دلیر خاں نے فوج ہراول کے ساتھ قاعدے کے موافق آگے سے پہنچکر لشکرگاہ کے سامنے اپنی سپاہ کی صف بندی کر لی تھی اس وقت دشمن کی سپاہ کا ایک حصہ ظاہر ہوا۔ داؤد خاں جبینگہ کے اشارے سے نالے کو عبور کر کے دوسرے کنارے فوج کی صف بندی کر کے کھڑا ہو گیا اور دلیر خاں اپنی جگہ سے اور بھی ہٹ گیا اور اس جگہ ٹھہرا جہاں مخالف کا بان پہنچ سکے مرزا راجہ قطب الدین خاں کو لشکر کے پیچھے اور رائے سنگھ کو الٹی طرف اپنی جگہ مقرر کر کے خود جلد نالے کو عبور کر کے دلیر خاں اور داؤد خاں کی سپاہ کے درمیان میں ٹھہر گیا سات ہزار کے قریب آدمی غنیم کے بڑی لشکر سے نکلکر راجہ اور داؤد خاں کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اُن میں سے بعض نے دلیر خاں کی طرف رُخ کیا مرزا راجہ نے کیرت سنگھ اور فتح جنگ خاں کو کچھ سپاہ کے ساتھ دلیر خاں کی مدد کو بھیجا تھوڑے عرصے کے بعد اُن سات ہزار سواروں میں سے کہ راجہ اور داؤد خاں کے مقابل تھی ایک حصے نے نکلکر دلیر خاں کی طرف تیزی سے بڑھکر اسپر حملہ کیا مرزا راجہ یہ حال دیکھکر اپنی ساتھ کی سپاہ کے ساتھ خان مذکور کے پاس پہنچ گیا اور پھر دن رہے دشمن کے سوار دلیر خاں سے لڑنے لگے خوب خوب ہاتھ ہوئے جہاں جہاں دشمن کا حملہ مرزا راجہ کی سپاہ پر ہوتا دلیر خاں وہاں وہاں مدد کو پہنچا آخر کار دشمن کے سوار بغیر کسی کامیابی کے بھاگ نکلے اور اُس سپاہ سے ملگئے جو راجہ اور داؤد خاں کے مقابل کھڑی تھی مرزا راجہ نے دلیر خاں کو بلا کر اپنے بازو پر کھڑا کر لیا اور کیرت سنگھ اور فتح جنگ خاں کو اپنے سامنے بھیجکر لڑائی شروع کرائی۔ کیرت سنگھ اور راجہ کے راجپوت اور فتح جنگ خاں اور دوسرے نامجو آدمی خوب لڑے اس لڑائی میں ہرناتھ نے ١٢ زخم اُٹھا کر وفات پائی۔ مرزا راجہ کے بہت راجپوت زخمی اور قتل ہوئے سید مظفر خاں بارہ اور رام سنگھ راٹھوڑ اور اُسکا بھائی قلب لشکر سے نکلکر دشمن پر مردانہ حملے کرنے لگے مرزا راجہ نے بھی بذات خود قدم بڑھایا آخر کار دکھنی مغلوب ہو کر بھاگ نکلے دو کوس تک اُنکا تعاقب ہوا مرزا راجہ اب فوج کو مرتب کر کے اور کیرت سنگھ کو اپنے پچھلے حصے کی حفاظت کے لئے متعین کر کے قیام گاہ کو روانہ ہوا ایک پہر اور تین گھڑی رات گئے منزل گاہ

میں داخل ہوگیا ایک سو نوے آدمی مرزا راجہ کے ساتھیوں میں سے کام آئے اور ڈھائی سو کے قریب زخمی ہوئے اور بہت سے گھوڑے زخمی و قتل ہوئے اور بیجاپوریوں کے چار سو سے زیادہ آدمی قتل و زخمی ہوئے۔ مرزا راجہ نے تمام لشکر کے ساتھ ایک مقام کیا اور تین کوچ و مقام کے بعد غرۂ شعبان کو قلعہ پرینڈہ سے بیس کوس پر پہنچ گئے۔ ۴ روز وہاں مقام ہوا۔ یہاں خبر پہنچی کہ قطب الملک نے عادل شاہ کی مدد کے لیے سپاہ بھیجی ہے قبل اس سے شرزہ نام اپنے ایک سردار کو چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ اُس کی مدد کو بھیجا تھا اب اپنے خواجہ سرا رضا قلی کو کہ جس کا خطاب نیک نام ہے چھ ہزار سوار اور ۲۵ ہزار پیادوں کے ساتھ دکن روانہ کیا ہے اور بیجاپور سے ۱۲ کوس پر سپاہ پہنچ گئی ہے اور رضا قلی بیجاپور کے قلعہ میں داخل ہوگیا ہے اور گلبرگہ کے قلعہ دار مسعود خاں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ عادل خاں کا ایک افسر سیدی جوہر (یا سیدی جوہر) بہت سی سپاہ کے ساتھ قلعہ کے پاس آیا تھا کہ قلعہ والوں کی ایک گولی کا نشانہ بن گیا اور اُسکے ساتھی پریشان ہو کر چلے گئے آٹھویں ماہ مذکور کو اودے سنگھ کی تحریر قلعہ شنگل بیدھ سے آئی اُس کا یہ مطلب تھا کہ بیجاپور کی سپاہ کثیر نے اُس قلعہ کا محاصرہ کر رکھا ہے اس لیے مرزا راجہ نے داؤد خاں۔ راجہ رائے سنگھ اور قطب الدین خاں کو ایک جماعت کے ساتھ اُدھر بھیجکر حکم دیا کہ دشمنوں کو قلعہ کے پاس سے بھگا دیں جب محاصرین کو اس سپاہ کے قریب پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی تو محاصرہ اُٹھا کر چلے گئے ۲۴ تاریخ کو داؤد خاں اور راجہ رائے سنگھ اور قطب الدین خاں واپس آ گئے قلعہ داران ظفرآباد و کلیان و اودسہ و اودگر کی تحریریں اس مضمون کی پہنچیں کہ بنیرہ بہلول (یا ستیرہ بہلول یا ستیرہ بہلول) اور دوسرے بیجاپوری افسر بادشاہی ملک میں گھس کر تاخت و تاراج کر رہے ہیں اور سیوا کا وہ افسر جو قلعہ پتالہ کے پاس سے اُسکا خلاف کر کے بیجاپور والوں کے پاس چلا گیا تھا وہ شورش مچا رہا ہے مرزا راجہ نے ۲۵ ماہ مذکور کو پرینڈہ کے اطراف سے کوچ کر کے دھاراسون اور تلجاپور کے راستے سے روانہ ہو کر ارادہ کیا کہ دشمن کے ملک کو لوٹے کھسوٹے اور دشمن کی جس قدر سپاہ اُدھر ملے اُسے کچل ڈالے نار وجی لسبونت رائے (یا نار دجی لسبونت رائے) قلعہ پھلٹن میں تھا اُس نے وہاں سے لکھا کہ قلعہ مذکور میں پانی بہت کم ہے اگر یہاں کا محاصرہ کر لیا جائے تو پانی کی قلت کی وجہ سے محصورین تنگ ہو جاویں گے مرزا راجہ نے مقتضائے وقت کے موافق پھلٹن کو مہداجی کی جاگیر میں مقرر کر دیا یہ شخص سیوا کا داماد تھا اور

بادشاہی ملازمت میں داخل ہوگیا تھا اور کہہ دیا کہ وہاں جا کر دشمن سے خالی کرلے اور ناروجی
لبسونت رائے کو اپنے پاس بلالیا۔ موضع دھوکی علاقہ بیجاپور میں قلعہ کلنی تھا اور وہاں بیجاپوریوں کی
ایک جماعت متحصن تھی غالب خاں وناروجی راگھو و آتش خاں کو تھوڑے سے توپخانے کے
ساتھ اسکو فتح کرنے کے لئے مرزا راجہ نے بھیجا جب سپاہ قلعہ کے تلے پہنچی تو اہل قلعہ نے ڈر کر امان
چاہی اس میں صرف سو سپاہی اور دو سو آدمی رعایا میں سے تھے بشرزہ راؤ کے سپرد اس قلعہ
کی حفاظت ہوئی ساتویں رمضان سنہ ۱۰۷۶ ہجری کو تلچاپور میں سپاہ عالمگیری پہنچی چھ روز یہاں مقام رہا
معلوم ہوا کہ سبزہ بہلول (یا سبزہ بہلول یا سترہ بہلول) اور ساہو اور دوسرے آدمی اٹھائیس شعبان
کو قلعہ کلیان کے پاس پہنچکر قلعہ پر چڑھ آور ہوئے تھے بادشاہ کی سپاہ کے آدمیوں نے جو مرزا راجہ کے
حکم سے قلعہ میں متعین تھے توپیں اور بندوقیں اور بان ان پر مارنا شروع کئے ساٹھ آدمی ان میں سے
کام آئے اور بہت سے زخمی ہوئے سبزہ بہلول مجبور ہو کر ہٹ گیا۔ جاسوس خبر لائے کہ بیجاپوریوں
کا بڑا لشکر کلیان واوسہ کی طرف تھا وہاں سے ظفرآباد کی طرف چلا گیا ہے ۱۴ ماہ مذکور کو مرزا راجہ تمام
سپاہ کے ساتھ تلچاپور سے کوچ کرکے قلعہ تلارک سے تین کوس پر پہنچا ۱۵ کو مقام کیا اور دوسری
دن کنجولی کے قلعہ کی طرف کوچ کیا اور چونکہ پہلے سے تنک راؤ کو ایک بڑے گروہ کے ساتھ کنجولی
کی تسخیر کے لئے بھیجا تھا خبر آئی کہ وہ مع ساتھیوں کے وہاں پہنچ گیا اور مخالفوں کی جو فوج قلعے
اور قصبے میں تھی لڑنے لگی چند آدمی طرفین کے کام آئے تلوار کا زخم تنک راؤ کے ہاتھ میں آیا لیکن
رات کے وقت سب مخالف بھاگ نکلے اور قصبے و قلعے پر تنک راؤ کا قبضہ ہوگیا ۱۶ تاریخ
کو کنجولی کے پاس لشکر عالمگیری جا پہنچا اور قلعہ کو گرداوپا دوسرے دن ساڑھے سات کوس
کوچ ہوا۔ غالب خاں ودیاجی (یا دتاجی) وراگھو کھلوجی (یا کھیلوجی) اور ایک حصہ فوج کا اور
تھوڑا سا توپخانہ و آتش خاں جلیکہ کی تسخیر کے لئے متعین ہوئے اور مرزا راجہ چند روز مع لشکر کے یہیں
مقیم رہا جب جلیکہ کے پاس سپاہ پہنچی تو قلعہ نشینوں نے مقابلہ نہ کیا بلکہ اطاعت کرلی راجہ نے
سلیمان بیجاپوری کو اسپ و خلعت دیکر قلعہ کی حراست کے لئے مقرر کیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ سیوا
کی سپاہ کا افسر اعلی جو اس سے مخالفت کرکے بیجاپوریوں سے جا ملا تھا مرزا راجہ نے اسکی تالیف
قلب کی اور سمجھایا تو وہ بیجاپوریوں کی رفاقت ترک کرکے عالمگیری ہوا خواہوں میں شامل ہو گئے

کو راجہ کے پاس چلا آیا۔

سیوا نے راجہ سے کہا تھا کہ میں شہنشاہ کے حضور میں جانا چاہتا ہوں جے سنگھ نے اسکی استدعا کا حال بادشاہ کی خدمت میں لکھ بھیجا تھا وہاں سے حکم آیا کہ وہ تنہا یہاں آجائے چنانچہ سیوا مع اپنے بیٹے سنبھا اور تھوڑے سے نوکروں کے جے سنگھ سے رخصت ہو کر بادشاہ کی ملازمت کے ارادے سے چلا گیا۔

مرزا راجہ نے نیتا اور اسکے ہمراہیوں کو فوج ہراول میں سے منتخب کر کے اور ترکتاز خاں کو اس فوج میں سے جو ہراول اور خود راجہ کے درمیان میں تھی ایک جماعت کے ساتھ اپنے لشکر کے طلائے پر مقرر کیا تھا نیتا سلیکہ سے دو کوس آگے بڑھ کر کہیں کے آدمیوں کی حراست میں مصروف ہو گیا اسی اثنا میں شرزہ مہدوی نے جو بیجاپور کی سپاہ کے قریب مقیم تھا ترکتاز خاں کے مقابلے کے لئے فوج بھیجی خان مذکور اس فوج سے مدافعانہ جنگ کرنے لگا اس کے چند آدمی زخمی ہو گئے اور خود شرزہ تین چار ہزار سواروں کے ساتھ نیتا پر ٹوٹ پڑا اور اسکو چاروں طرف سے گھیر کر مع ساتھیوں کے ہلاک کر دیا اسکے ساتھ رستم زاد تھا وہ زخمی ہو کر پڑا جسے بیجاپوری لیگئے سبونت رائے اور راگھو ناتھ کچھ آدمیوں کے ساتھ وہاں سے بھاگ نکلے جب مرزا راجہ کے لشکر میں پہنچے تو سبونت رائے زخموں کے صدمات سے مر گیا۔ اسی دن ابوالقاسم خاں پسر قباد خاں قراولی کے طور پر لشکرگاہ سے نکلا دشمنوں کا ایک گروہ وہاں آیا اور اس سے لڑنے لگا۔ انکے ساتھ اتنی سپاہ نہ تھی کہ مدافعت کر سکتا اس لئے لڑتا بھڑتا وہاں سے نکل گیا پچھلے دن میں دلیر خاں کو اس بات کی اطلاع دی دلیر خاں فوراً فوج ہراول کے ساتھ ادھر روانہ ہو گیا۔ اور جہاں ابوالقاسم خاں سے جنگ واقع ہوئی وہاں بہجارات کو مقام کیا۔ ڈیڑھ سو کے قریب ابوالقاسم خاں کے آدمی کام آئے تھے ان میں سے مسلمانوں کو تو دفن کرا دیا اور ہندوؤں کو جلوا دیا راجہ رائے سنگھ بھی مرزا راجہ کے حکم سے پچھلی رات کو پہنچکر دلیر خاں سے جا ملا۔ دلیر خاں دوسرے دن دشمنوں کو دفع کرنے کے لئے جنگاہ سے تین کوس پر مقیم تھے سوار ہوا۔ دشمن اس قدر سپاہ عالمگیری کے پہنچ جانے سے خائف ہو کر فرار ہو گئے ۵ شوال کو مرزا راجہ کی سپاہ سلیکہ سے ادسہ کو روانہ ہوئی ساتویں کو مقام رہا جے سنگھ نے قطب الدین خاں اور داؤد خاں کو انکی جمعیتوں کے

ساتھ کھی کی حراست کے لئے روانہ کیا۔

پھر خبر آئی کہ بیجاپور اور گولکنڈہ کا لشکر تین حصوں میں منقسم ہو گیا ہے ایک لشکر اُس میں سے شرزہ مہدوی کی سرکردگی میں ہے اور دوسرا خواص حبشی کی ماتحتی میں اور تیسرا سرجہ بہلول کی سرداری میں۔ مرزا راجہ اس انتظار میں رہا کہ یہ سپاہ کدھر کا رخ کرتی ہے اسی دن دوپہر کے قریب خبر آئی کہ شرزہ اپنی سپاہ کو لیکر کھی کی طرف چلا گیا ہے اور اُس نے سپاہ شاہی کے تھوڑے سے اونٹ جو اُس طرف تھے پکڑ لئے ہیں۔ اور باقی دو فوجوں نے داؤد خاں اور قطب الدین خاں کی مقابلہ کا ارادہ کیا ہے مرزا راجہ نے یہ خبر سنتے ہی دلیر خاں کو سپاہ ہراول کے ساتھ کمک کے لئے بھیجا۔ خانان مذکور اُسی طرف سے جعفر داؤد خاں و قطب الدین خاں مصروف پیکار تھے روانہ ہوا تھوڑی دور چلا تھا کہ اُسکا مقابلہ اُس سپاہ سے ہو گیا جو دشمن کی طرف سے داؤد خاں اور قطب الدین خاں کے عقب سے انکی سپاہ پر حملے کی غرض سے آرہی تھی دلیر خاں نے ان دشمنوں پر پے در پے حملے کر کے بھگا دیا اور ان سے فارغ ہو کر آگے بڑھا اور ایسے وقت میں قطب الدین خاں اور داؤد خاں کی سپاہ کے قریب جا پہنچا کہ وہ کھی کی مویشیوں کو دشمن کے دست برد سے بچا کر مرزا راجہ کو لشکر میں روانہ کر کے اطمینان سے دشمن سے برسرپیکار تھے اس وقت لودی خاں اور غیرت خاں (دلیر خاں کے دونوں بھتیجے) اُسکے آگے آگئے تھے ان دونوں نے دشمنوں پر حملہ کیا اور بہت سے آدمی اُن کے ہلاک ہو گئے اس عرصہ میں سپاہ دشمن کا دوسرا حصہ اپنے ساتھیوں کی کمک کے لئے آموجود ہوا۔ دلیر خاں ہاتھی سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور تیزی سے دشمن کی اگلی فوج پر جا پڑا بہت سے دشمن مارے گئے اور باقی بھاگ نکلے دور تک انکا تعاقب کیا گیا۔ مرزا راجہ نے دلیر خاں کے جانیکے بعد ... کو دوسرے حبشیوں اور چند مغل مبارزوں اور چھوٹے سے چند دستوں کے ساتھ لشکر کی حفاظت کے لئے چھوڑا باقی سپاہ کو لیکر اپنے آدمیوں کی مدد کے لئے روانہ ہوا جب میدان معرکہ کے قریب پہنچا تو اُس وقت دشمن کی سپاہ سیدھی جانب سے نمودار ہوئی مرزا راجہ نے اُس پر حملہ کیا فتح جنگ خاں اور کیرت سنگھ نے ساتھ کی سپاہ کے ساتھ خوب کام کئے پھر ایک گروہ دشمن کا الٹی جانب سے نمودار ہوا۔ مرزا راجہ نے اپنی سپاہ میسرہ کو لیکر خود اُسکا مقابلہ کیا اور اُنکو نقصان پہنچایا۔ ... جو ... سنگھ کے ساتھ تھے بیجان توڑ کر لڑے

آخر کار دشمن کی سپاہ پیچھے ہٹ گئی اور جے سنگھ نے دور تک تعاقب کیا۔ تعاقب کے بعد اُس
طرف روانہ ہوا جدھر داؤد خاں اور قطب الدین خاں مصروف حملہ تھے راستے میں خبر ملی کہ اُنھوں
نے بھی اپنے سامنے سے دشمن کو پسپا کر دیا جے سنگھ اُدھر کا قصد ترک کر کے لشکر گاہ میں آگیا۔ اس
معرکے میں عالمگیری سپاہ کے دو سو آدمی کام آئے اور ۵۴۴ مجروح ہوئے دشمن کا بھی نقصان
کثیر ہوا دوسرے دن مرزا راجہ کو خبر ملی کہ الیاس مہدوی مخاطب بہ شرزہ خاں جو دکھن کے مشہور
بہادروں میں سے تھا بندوق کی گولی مونڈھے پر کھا کر زخمی ہو کر گر گیا اُسکے آدمی اُسکو اُٹھا کر لے
گئے اور اُسکا چھوٹا بیٹا سخت زخمی ہوا۔ اور اس لڑائی میں بیجاپور اور گولکنڈہ کی سپاہ بارہ ہزار
سے زیادہ تھی۔ نویں ماہ مذکور کو سپاہ عالمگیری کوچ کر کے موضع سات شورہ ضلع ادسہ میں پہنچکر
ٹھہری اور آٹھ دن وہاں مقام کر کے آٹھویں دن کو چلی گئی اکیسویں کو دریائے نہیرہ کے کنارے جو ادسہ
کے متعلقات سے ہے مقام ہوا جہاں سے بیجاپور آٹھ کوس کے فاصلے پر ہے یہاں بھی چند روز قیام رہا
تیسری ذیقعدہ کو رات کے وقت دشمن کی سپاہ نے دریا کے دوسرے کنارے پر کھڑے ہو کر
تین ہزار کے قریب بان مارے ان میں سے بعض آدمیوں کے لگے بعض چوپایوں کے لگے پانچویں ماہ
مذکور کو یہاں سے کوچ ہو کر اسی ندی کے کنارے ایک اور بستی میں مقام ہوا دسویں تاریخ کو ایک گڑھی
کے پاس جس کا نام تیر کی تھا اور جو پرگنہ دھوکی سے متعلق تھی اور بیجاپور کے محال میں شمار ہوتی تھی لشکر
پہنچا مرزا راجہ نے وہاں احتیاطاً یہ کیا کہ فوج کو جا بجا بانٹ دیا اور اکثر سپاہ کیمپ میں داخل ہو گئی۔
پچھلا حصہ سپاہ کا ابھی نہ پہنچا تھا کہ اس عرصے میں جاسوس خبر لائے کہ بیجاپور اور گولکنڈے کا سارا
لشکر مجتمعاً پچھلے حصے کی سپاہ پر حملہ آور ہوا ہے۔ مرزا راجہ نے سپاہ قلب اور اُس فوج کو جو کہ ہراول
اور جے سنگھ کے لشکر کے درمیان میں متعین تھی اور اُس فوج کو جو کہ چاروں طرف کی فوج کو کمک پہنچانے
کے لئے مقرر تھی دشمن کی طرف بھیجا دلیر خاں اور دوسرے سرداروں کو بھی کہا کہ جلد اپنی اپنی
سپاہ کے ساتھ اُدھر چلے جائیں جب دشمن کے قریب پہنچے دلیر خاں مرزا راجہ کے لشکر کے ساتھ
گیا اور راجہ رائے سنگھ خان مذکور کے بازو پر کھڑا ہوا۔ دشمن کی سپاہ سے خواص اور شرزہ مہدوی
کا بیٹا اور دوسرے بیجاپوری اور سید رقطب الملک کے آدمی سات ہزار کے قریب داؤد خاں اور
قطب الدین خاں کے سامنے صف آرا ہوئے اور بنیرہ بہلول تمام بیجاپوری افغانوں کے ساتھ

اور انکوجی بھونسلہ اور مانک جی کھراڑہ اور دوسرے بیجاپوری مرہٹے اور شرزہ حیدرآبادی کہ سپاہ زبردست تھی دلیر خاں کے مقابل ہوئے اور چند بان مارے دلیر خاں توپخانے کی لڑائی کا مقید نہ کر تلوار کی لڑائی پر آمادہ ہوا اور دلیرانہ گھوڑا دشمنوں کی طرف بڑھایا اور دشمنوں کے مقابل پہنچکر تلوار اور تیر اور برچھے کی لڑائی شروع کرائی سخت لڑائی کے بعد دشمن پسپا ہو گئی غیرت اور ہمت جو دلیر خاں کے بھتیجے تھے. خوب لڑے اور اسکا دوسرا بھتیجا احمد اور سخت زخمی ہو کر گھوڑے سے گر گیا اور ابو محمد بنیرہ بہلول نے بھی کارہائے نمایاں کئے کرن راٹھوڑ اور اسکا بھائی بھی اچھی طرح لڑا۔ آتش خاں داروغہ توپخانہ اور حسن بیگ منکسباشی اور دوسری جماعت برق اندازوں کی بھی جو اس لشکر کا مقدمہ تھی دلیرانہ رزم آرا ہوئی. دلیر خاں جدھر دشمن کا غلبہ دیکھتا ادھر پہنچکر مردانہ کام کرتا۔ مرزا راجہ جو دلیر خاں کی سیدھی جانب تھا خوب معرکہ آرا ہوا۔ دشمنوں نے راجہ جادوں پر یکایک حملہ کر دیا جو مرزا راجہ کے دہنے بازو پر اور لشکر سے دور تھا اس حملے میں اسکے ساتھ کے بہت سے آدمی مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے راجہ رائے سنگھ اسکی مدد کو پہنچ گیا اور دشمنوں کو بھگا دیا اور سات کوس تک انکا تعاقب کیا۔ مرزا راجہ داؤد خاں و قطب الدین خاں کو خواص اور شرزہ مہدوی کے بیٹے کے مقابلے کے لئے چھوڑ کر خود دلیر خاں کی کمک کو بڑھا معلوم ہوا کہ دلیر خاں کے ہمراہی دشمنوں کو اپنے سامنے سے بھگا کر انکے تعاقب میں چلے گئے ہیں اور خان مذکور صرف تین سو آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ میں موجود ہے مرزا راجہ نے جلدی اس پہاڑ کو جو اسکے اور دلیر خاں کے درمیان میں حائل تھا طے کیا اور خان مذکور کے پاس جا پہنچا کیرت سنگھ اور فتح جنگ خاں جو جے سنگھ کی فوج کے مقدمے میں تھے جلد دلیر خاں سے مل گئے دشمن کی بڑی فوج ہار کر بھاگ گئی تھی اور دن ڈھل گیا تھا جے سنگھ نے یہ بہتر سمجھا کہ دشمن کا تعاقب بند کر کے لشکرگاہ میں لوٹ چلیں اس لئے دلیر خاں کو کہلا بھیجا کہ متفرق شدہ سپاہیوں کو جمع کر کے لشکرگاہ میں چلا آئے مگر فتح جنگ خاں کے ہاتھی کو بان کا صدمہ پہنچا تھا اس لئے سراسیمگی کرتا تھا اور جے سنگھ کے دلیر خاں کی طرف روانہ ہوتے وقت پیچھے رہ گیا تھا اس وقت شرزہ کے بیٹے اور خواص وغیرہ نے پہاڑی کے دامن میں اس ہاتھی کو گھیر لیا جب جے سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو اپنے تھوڑے سے ساتھیوں کو پہاڑی پر پہنچا دیا جب مخالفوں نے دیکھا کہ یہ لوگ بہت کم ہیں تو ہاتھی کو چھوڑ کر ان لوگوں سے لڑنے کو مصروف ہوئے اس وقت فتح جنگ خاں اور کیرت سنگھ

پہنچ کر ان سے مقابل ہوئے اور بہت سے مخالفوں کو مارا اور زخمی کیا اور باقی کو بھگا دیا۔ مرزا راجہ
ہر طرف اپنے آپ کو پہنچاتا تھا شام کے قریب دشمنوں سے میدان صاف ہو گیا اس لڑائی میں قطب الملک
کا سردار حیدر بکاول تیر کا زخم ران پر کھا کر مجروح ہوا اور پانسو سے زیادہ آدمی بیجاپور اور گولکنڈہ کے
کام آئے جنمیں منو سے افغان سردار لشکر بہلول کا تھا اور مانکوئی پسر ناپک کھرارہ وغیرہ چند سردار
بھی راہی عدم ہوئے اور ہزار کے قریب آدمی زخمی ہوئے اور مرزا راجہ کے ساتھیوں سے اکسٹھ
آدمی مارے گئے اور سات سو چار اونٹ زخمی ہوئے مرزا راجہ تین دن تک یہاں ٹھہرا پھر کوچ کر کے
دو دن میں ۱۵ ماہ مذکور کو دریائے ماجرہ کے کنارے پہنچا جو فتح آباد عرف دھارور سے دو کوس
پر واقع ہے۔ دشمن قزاقی کے طور پر لڑتا تھا کبھی جم کر مقابلہ نہیں کرتا تھا اور مرزا راجہ کے ساتھ
ساز و سامان تھا دشمن کا تعاقب نہ ہو سکتا تھا کیونکہ وہ صرف سوار ہوتے تھے کہ لڑتے لڑتے جب
کمزور ہونے لگے بھاگ نکلے اس لئے جے سنگھ نے تمام بھاری سامانوں کو چھوڑ دیا اور سرداروں
کو بھی حکم دیا اور تھوڑا تھوڑا سامان لیکر پورے طور پر دشمن کے تعاقب کا ارادہ کیا بھاری سامانوں کو
فتح آباد میں بھیج دیا اور بیرم دیو سیسودیہ و جگت سنگھ ہاڈہ اور گھیلوجی (یا گھیلوجی) وغیرہ کو دو ہزار اور ساٹھ
آدمیوں کے ساتھ حفاظت کو چھوڑا اور ۲۲ ذیقعدہ کو دریائے ماجرہ کے کنارے سے کوچ کر کے
دھار اسیوں کی طرف جہاں بیجاپوریوں کا جماؤ تھا روانہ ہوا ساڑھے سات میل طے کئے تھے کہ جاسوسوں
نے خبر پہنچائی کہ غنیم لشکر عالمگیری کی آمد کی خبر سنکر یہاں سے بیجاپور کی طرف چلا گیا، ۲ ماہ مذکور کو سپاہ
نے دریائے سین کو عبور کیا اور موضع لہری علاقہ پرینڈہ میں نزول ہوا کیونکہ یہاں سے تین کوس پر
شولاپور میں دشمن کی موجودگی کی خبر ملی تھی جب عادل شاہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ میری سپاہ لشکر
عالمگیری کا کچھ بگاڑ نہ سکی تو اس نے ابو محمد کو اس لشکر کے ساتھ جو دکھن میں خاص خیل کے نام
سے شہرت پذیر تھا اپنے پاس بلا لیا اور اپنے سرداروں کو لکھا کہ لشکر عالمگیری کے مقابل ہو کر نہ
لڑیں اور جب تک وہ لشکر ادھر رہے میرا تمام لشکر شولاپور میں مقیم رہے قطب الملک نے بھی
اپنے لشکر کو کہ بیجاپور کی مدد کے لئے بھیجا تھا واپس حیدرآباد کو بلا لیا اور عالمگیری سپاہ نے
بیجاپور کے علاقے کو کئی بار اتنا لوٹا کھسوٹا اور برباد کیا کہ تمام ملک بے چراغ ہو گیا لیکن سپاہ بھی
لڑتے لڑتے تھک گئی تھی گھوڑے اور دواب بہت تلف ہو گئے تھے سوائے اسکے برسات کا موسم

آگیا تھا آمد و رفت کی مجال نہ تھی اس لئے مرزا راجہ اور دلیر خاں نے مصلحت یہ جانا کہ چند روز زخمیوں کے علاج کے لئے اور سیسہ و بارود کے جمع کرنیکے واسطے اور لشکر کے آرام کرنیکی غرض سے قصبۂ دھارور کے متصل جاکر ٹھہرنا چاہئے کہ وہاں گاہ و دانہ کے جمع ہونے کی امید ہے بادشاہ کو عرضداشت بھیجی اس ضمن میں کہ ہمنیوں کا یہ حال ہو گیا کہ قلعہ کے اندر رسالا آخر ہوا آذوقہ تمام ہوا۔ کمانیں بیکار تیروں کے پر اڑ گئے تلواروں کی دھاریں کند ہوئیں ان سببوں سے جان سے عاجز ہوئی دونوں طرف کے سب سے مصالحت کے لئے بہانہ طلب ہوئے اہل بیجاپور المفلس فی امان اللہ کا اظہار کرکے [illegible] علاوہ قلعہ عادل شاہ کا خزانہ دکانِ خانجات میں صاحب لاف وگزاف راولوں اور [illegible] اور دل اور گھوڑوں کے گوشت اور استخوان کے سوا کچھ چیز باقی نہیں رہی تھی ملک پایا دشمنوں [illegible] جب عالمگیر سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اس نے حکم بھیج دیا کہ مرزا راجہ محاصرہ چھوڑ [illegible] ساتھ لیکر اورنگ آباد چلا جائے اور برسات یہاں گذارے اور تھوڑے سے اپنے سرداروں اور سپاہ کو اپنی جاگیروں میں بھیجدے تاکہ برسات وہاں بسر کرکے آرام حاصل کریں اور خود اورنگ آباد میں مقیم رہے۔

چونکہ قلعہ منگل بیڑہ میں سامان کثیر تھا اسکی حفاظت یہاں سے چلے جانے کے بعد دشوار تھی اس لئے جے سنگھ نے دلیر خاں اور راجہ رائے سنگھ کو بھیجا کہ وہاں کا تمام توپخانہ اور گولا بارود اٹھا لادیں اور غلے کے ذخائر بھی ساتھ لے آدیں اور جو کچھ نہ آسکے اوسے برباد کر دیں اور جہاں تک ممکن ہو قلعہ کے برجوں وغیرہ کو بھی مسمار کر دیں اور یہ کام کرنے کے بعد لوٹ آئیں۔ ساتویں ذیحجہ کو مرزا راجہ جے سنگھ مع تمام لاؤ لشکر اور دلیر خاں وغیرہ کے دریائے بھیونرہ (یا بھیپونرہ) کے کنارے سے روانہ ہوا اور پرینڈہ کی طرف کوچ کیا نویں کو دریائے سین کو عبور کیا۔ اور پھر موضع بھوم میں پہنچکر ساتویں ربیع الثانی تک یہاں مقام کیا۔

عالمگیر بادشاہ آگرے کے پاس مقیم تھا سیوا یہاں بادشاہ کے حضور میں پنجہزاری منصب والوں کے شامل کھڑا کئے جانے سے رنجیدہ ہوکر چالاکی سے پھر دکھن کو بھاگ گیا بادشاہ نے مرزا راجہ کے پاس اس مضمون کا فرمان بھیجا کہ سیوا کے داماد کو پکڑ کر دلیر خاں کے سپرد کر دے۔ اور دلیر خاں اسکو گرفتاری کی حالت میں یہاں لے آوے سیوا کا داماد فتح آباد (دھارور) میں متعین

تھا کہ پانچ جمادی الاول کو اُسے راجہ کے پاس پکڑ لائے اور دلیر خاں کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ وہ جے سنگھ سے رخصت ہو کر بادشاہ کے پاس روانہ ہو گیا اور جے سنگھ ۲۹ جمادی الاول کو اورنگ آباد پہنچ گیا۔

تین برس کے بعد بہت سی لڑائیاں کر کے مرزا راجہ جے سنگھ دکن سے واپس آتا ہوا برہانپور کے مقام پر ساون بدی چودس سمت ۱۷۲۴ مطابق ۱۶۶۷ء (۲۸ محرم ۱۰۷۸ ہجری) کو گذر گیا۔ اس راجہ نے جوان سنگھ کے بعد دوسرا نامی شخص کچھواہوں میں تھا چھیالیس برس راج کیا۔

تذکرۂ عالم میں لکھا ہے کہ جے سنگھ جو دکھن پر عالمگیر کی طرف سے داد مردانگی دے رہا تھا اسکو شاہزادہ معظم نے ملانا چاہا۔ شاہزادے کی چٹھیاں جے سنگھ کے نام پکڑی گئیں۔ جب عالمگیر کو پورے طور پر ثابت ہو گیا کہ معظم سلطنت لینا چاہتا ہے تو اُس نے اُسے قید کر دیا سات برس تک قید میں رہا۔

کرنل ٹاڈ وغیرہ نے دیسی لوگوں کے بیان سے لکھا ہے کہ بادشاہ نے مرزا راجہ کو سیوا کی بھاگنی میں صلاح کار جانکر اُس کے چھوٹے بیٹے کیرت سنگھ سے افیون میں زہر دلوا دیا جس سے راجہ نے انتقال کیا اور کیرت سنگھ کی اولاد ہمیشہ کو گود لئے جانے سے محروم رہی۔ بڑا بیٹا رام سنگھ پہلے سے ولیعہد تھا۔ صرف یہی دو بیٹے تھے۔

راجہ رام سنگھ اوّل

یہ سمت ۱۷۲۴ مطابق ۱۶۶۷ء میں اپنے والد کے بعد آنبیر کا مالک ہوا۔ راجاؤں کو بادشاہ کے ہاتھ سے راج تلک ملا کرتا تھا جسے عالمگیر نے بدلکر اپنے وزیر اسد خاں سے راجہ رام سنگھ کو تلک دلوایا اور کچھ ماہ کے بعد یہ بھی ملتوی رہ کر سلام و آداب ہی کافی سمجھا گیا۔ راجہ رام سنگھ مسند نشینی سے چھ مہینے کے بعد بنگالے کے مشرقی طرف آسام کے علاقے میں فساد ہو جانے کے سبب نصرت خاں۔ کیرت سنگھ بہانیری۔ رگھناتھ سنگھ میرتیہ اور بیرم دیو سیسودیہ سمیت بھیجا گیا جہاں کا انتظام ہو جانے کے بعد آٹھ برس پیچھے واپس آیا۔ اس کا انتقال سمت ۱۷۴۶ مطابق ۱۶۹۰ء میں ہو گیا۔

اُسکا کنور کرشن سنگھ دکن کے علاقے میں کسی بادشاہی سردار کے ساتھ تکرار میں سخت

زخمی ہوکر ایک ہفتے کے اندر سمت ۱۷۳۹ مطابق سنہ ۱۶۸۲ء میں مرچکا تھا اس لئے کنور مذکور کا بیٹا بشن سنگھ راجہ ہوا۔

راجہ بشن سنگھ

اسکو سمت ۱۷۴۶ مطابق سنہ ۱۶۸۹ء سے راج پانے کے بعد عالمگیر بادشاہ کی فوج کے ساتھ دکن کی لڑائیوں میں رہنا پڑا۔ اور سمت ۱۷۴۹ مطابق سنہ ۱۶۹۲ء میں اُس نے گڑھی سکر فتح کی جہاں کی قلعہ داری چار برس تک اُسکے نام رہی وہ سمت ۱۷۵۶ مطابق سنہ ۱۶۹۹ء میں دس برس راج کرکے مرگیا۔
اسکے دو بیٹے تھے بڑا سوائی جے سنگھ اور چھوٹا مرزا بجے سنگھ۔

راجہ دھراج سوائی جے سنگھ دوم

یہ مہاراجہ جس کا اصلی نام بجے سنگھ تھا اور جو کچھواہوں کی تاریخ میں راجہ مان سنگھ اور جے سنگھ اول کے بعد تیسرا نامور شخص ہے۔ عالمگیر کے عہد میں سمت ۱۷۵۶ مطابق سنہ ۱۶۹۹ء میں راج کا مالک ہوا جس کا مختصر ذکر مآثر عالمگیری میں اس طرح لکھا ہے۔

رمضان سنہ ۱۱۱۱ ہجری (مطابق سنہ ۱۶۹۹ء) میں آنبیر کا زمیندار بجے سنگھ اپنے باپ کے مرنے پر راجہ خطاب پاکر جے سنگھ نام سے مشہور کیا گیا اور اسکے چھوٹے بھائی کو بجے سنگھ نام دیا گیا۔ راجہ کو اس وقت ڈیڑھ ہزاری ذات اور ایک ہزار سوار کا منصب عنایت ہوا۔

سمت ۱۷۶۰ مطابق سنہ ۱۷۰۳ء میں عالمگیر کے پوتے بیدار بخت کے قلعہ کھیلنا فتح ہونے میں راجہ نے عمدہ کارگذاری دکھلا کر دو ہزاری ذات و سوار کا منصب پایا۔ سمت ۱۷۶۳ مطابق سنہ ۱۷۰۷ء میں عالمگیر شہنشاہ انتقال کرگیا۔ کہتے ہیں کہ اُس نے اسکو سوائی کا خطاب دیا تھا جس کا یہ مطلب ہے کہ یہ اول جے سنگھ سے سوایا یعنی کچھ زیادہ ہے لیکن یاد رہے کہ عالمگیر بہت بڑے تدبیر اور دل و دماغ کا شہنشاہ تھا وہ ایسے خطاب دیتا یہ محل تعجب ہے ایسے الفاظ تو محمد شاہ کے مُنہ سے موزوں معلوم ہوتے ہیں۔ اس جے سنگھ نے کون سے ایسے کام عالمگیر کے سامنے کئے تھے کہ وہ اسکو جے سنگھ اول سے سوایا سمجھتا۔

محمد معظم بہادر شاہ نے تخت پر بیٹھ کر اس سبب سے کہ اجیت سنگھ نے شاہزادوں کی لڑائی کے وقت زبردستی جودھپور پر قبضہ کرلیا تھا اور راجہ جے سنگھ نے بادشاہزادہ اعظم شاہ کا ساتھ

بہادر شاہ کے مقابلے میں دیا تھا سمت ۱۷۶۴ مطابق سنہ ۱۷۰۸ء میں راجپوتانہ پر چڑھائی کی۔ اجمیر میں دونوں راجہ اُسکے پاس حاضر ہو گئے۔ لیکن بادشاہی فوج نے آنبیر اور جودھپور کو دبا لیا دوسری سال بہادر شاہ اپنے تیسرے بھائی کام بخش کے مقابلے کو دونوں راجاؤں سمیت جو دہلی میں اُسکے پاس حاضر تھے دکن کو روانہ ہوا۔ تو راجہ جے سنگھ اور اجیت سنگھ اپنی ریاستیں ضبط ہونے کے سبب مقام اُجین سے رات میں علیحدہ ہو کر صلاح و مشورہ کے لئے مہارانا امر سنگھ کے پاس اودیپور پہنچے جہاں سے کچھ عرصے کے بعد دونوں راجاؤں نے فوج درست کر کے جودھپور کو لے لیا۔ اجیت سنگھ نے جے سنگھ کو اپنی بیٹی بیاہنے کے بعد کچھ فوج ساتھ دیکر آنبیر پر قبضہ کرا دیا۔

سمت ۱۷۶۶ مطابق سنہ ۱۷۱۰ء میں بہادر شاہ دکن سے فارغ ہو کر پھر اجمیر آیا جہاں راجہ جے سنگھ اور اجیت سنگھ اُسکے پاس گئے بادشاہ اس وقت پنجاب میں سکھوں کا فساد سننے کے سبب راجاؤں کا قبضہ اُنکے علاقوں پر بحال رکھنے کے بعد دہلی کو چلا گیا۔

سمت ۱۷۶۹ مطابق سنہ ۱۷۱۲ء میں بہادر شاہ کے مر جانے سے بادشاہی انتظام وزیروں اور سرداروں کی خودسری اور نا اتفاقی سے روز بروز بگڑتا گیا جس سے راجپوتانے والوں پر بھی وہاں کا دباؤ کم ہو گیا۔ بہادر شاہ کا بڑا بیٹا جہاندار شاہ گیارہ مہینے بادشاہ رہ کر اپنے بھتیجے فرخ سیر سے شکست کھانے کے بعد مارا گیا۔ فرخ سیر نے مسند نشین سلطنت ہند ہو کر سوائی جے سنگھ کو راجہ دھراج خطاب دیا لیکن یہ بادشاہ ایسا کمزور تھا کہ اسکے وقت میں عبداللہ خاں قطب الملک وزیر اعظم اور اُسکے بھائی امیر الامرا حسین علیخاں کا دور دورہ ہو گیا۔ بادشاہ کی کوئی حقیقت نہ رہی یہی دونوں بھائی اُسکو بادشاہی پہنچانے والے تھے۔ عبداللہ خاں بادشاہ کے پاس دہلی میں موجود تھا اور اُس کا بھائی حسین علیخاں انتظام کے لئے دکن کی طرف گیا ہوا تھا کہ یہاں قطب الملک سے بادشاہ کا بگاڑ ہو گیا حسین علیخاں اپنے بھائی کے لکھنے سے دہلی کی طرف چلا اور یہ بات برملا ہو گئی کہ امیر الامرا کے آتے ہی بادشاہ کی خیر نہیں راجہ جے سنگھ بادشاہ کے پاس موجود تھا اُس نے کہا کہ ابھی موقع ہے کچھ کر لیجئے۔ ورنہ امیر الامرا کے پہنچ جانے کے بعد کوئی تدبیر کارگر نہ ہو گی مگر کم ہمت بادشاہ سے کچھ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ امیر الامرا نے دلی کے قریب پہنچ کر شہر سے دو تین کوس پر ڈیرے ڈالے بادشاہ ساده لوح باوجودیکہ دیکھتا تھا کہ مخالفت کا نقارہ اور عدم اطاعت کا ڈھول بجایا کا کہ یادھواں

دھوں بچ رہا ہے مگر وہ ہوش میں نہ آیا کبھی غضب میں آکر آستین چڑھاتا دونوں بھائیوں کو زجر و
تہدید کرتا کبھی آشتی پر آمادہ اتفاق کرتا راجہ دھراج جے سنگھ جو کمر لڑنے کے واسطے سرکشوں کی
گوشمالی کے لئے کمر بستہ ہو کر مصلحت بتاتا تو اس سے فائدہ نہ ہوتا امیر الامرا کے آنے پر چار پانچ روز گذر
گئے تھے اسکے بھائی سید عبداللہ نے اپنے بھائی کی زبانی بادشاہ سے بیان کیا کہ اگر بادشاہ راجہ
جے سنگھ بدعم کار کو وطن کو رخصت کرے اور توپخانے کی خدمات اور دیوان خاص کی اور خواصوں
کی داروغگی ہمارے متوسلوں کو عنایت فرمائے اور قلعہ میں ہمارا بندوبست ہونے دے تو بلا وسواس
امیر الامرا آکر ملازمت کریگا۔ غرضکہ اسکی بات کو منظور کرکے سوم ماہ ربیع الاول ۱۱۳۱ھ ہجری کو راجہ
دھراج جے سنگھ کو حکم کے بموجب ایک روز ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوئی وہ اپنے وطن آنبیر کو روانہ ہوا
اور ادھر فرخ سیر ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ سے قتل ہوا اور دونوں بھائیوں نے آخر میں بہادر شاہ
کے ایک پوتے روشن اختر کو محمد شاہ کے لقب سے تخت پر بٹھایا جسکے ہاتھ سے دونوں سید
تباہ ہوئے۔

سنہ ۱۱۳۲ھ میں محمد شاہ نے سوائی جے سنگھ کو طلب کرکے ملک آگرہ میں حاکم مقرر کیا اس نے
اپنے رسوخ سے محصول جزیہ کو منسوخ کرا لیا۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ راجہ جے سنگھ دگر دھر بہادر نے
اس بات پر نظر کرکے کہ افواج کی آمد و رفت اور گرانی سے اکثر پرگنوں کے باشندے بڑے پریشان
حال ہو رہے ہیں۔ محمد شاہ بادشاہ سے عرض کیا کہ جب تک رعایا بحال ہو اور ملک کا بندوبست
ہو جزیہ معاف کر دیا جائے بادشاہ نے معاف کر دیا مگر یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی اس لئے کہ جب اجیت سنگھ
والی جودھپور نے سادات کے ساتھ شریک ہو کر اپنے داماد فرخ سیر کو معزول اور نابینا کرایا اور
ابو البرکات رفیع الدرجات کو اسکی جگہ تخت نشین کرایا تو پہلے ہی دن کے دربار میں اسکی درخواست
پر جزیے کی معافی کا حکم دیا گیا جسکی بابت کل ہندوں نے مارواڑ کے مالک کا احسان مانا اور مہاراجہ
جے سنگھ تو اس وقت معتوب تھا اور نہ ابھی محمد شاہ تخت پر بیٹھا تھا۔ سوائی جے سنگھ نے
جاٹوں کی روز افزوں طاقت کو جو خصوص آنبیر کے حق میں مضر تھی پست کیا۔

جب وہ سنہ ۱۱۳۲ھ مالوے کا حاکم ہو کر گیا اور وہاں اس نے دیکھا کہ مرہٹوں کا زور بڑھ
گیا ہے تو اپنے مطلب کے لئے سنہ ۱۱۴۳ھ میں مالوے کا صوبہ باجی راؤ کو دلوا دیا مورخ کہتے ہیں کہ

اُسکا باعث صرف دو لتوں کی ہم مذہبی تھی مگر غالباً باعث ترغیب اسکے سوا کچھ اور بھی ہوگا اس فعل کی نسبت خود انہی کے ہم وطن کہتے ہیں کہ جے سنگھ نے دکھنیوں کو ہندوستان کی کنجی سپرد کردی۔
۱۷۳۹ء میں نادر شاہ حملہ آور ہوا تو جے سنگھ بنظر حفظ نوائد خود اس لڑائی سے کنارہ کش رہا۔
جے سنگھ کے سوتیلے بھائی بیجے سنگھ کو اُسکی ماں نے جان کا خطرہ سمجھ کر اپنے میکے کھیچی واڑہ میں بھیجدیا تھا جب وہ جوان ہوا تو دربار میں بھیجا گیا بذریعہ تحفہ تحائف خصوص زیور و جواہرات کے جو اُسکی ماں نے دیئے تھے اُس نے قمرالدین خاں وزیر سے موافقت پیدا کی اوّل تو اُس نے صرف پرگنہ بسوہ کہ راج جے پور کے بہترین پرگنات میں سے ہے لینا چاہا تھا مگر جب یہ جے سنگھ نے دینا منظور کیا تو اپنی ماں کی تحریک سے اُس نے اور بھی پاؤں پھیلائے اور ریاست حاصل کرنیکی غرض سے پانچ کروڑ روپیہ اور پانچہزار سوار کی نوکری دینا منظور کیا بادشاہ نے ضمانت مانگی تو وزیر خود ضامن ہوگیا اُسکو آنبیر ملنے اور جے سنگھ کے بیدخل ہونیکی سند تیار ہوتی تھی کہ خان دوران خاں نے جو جے سنگھ کا پگڑی بدل بھائی تھا کرپارام وکیل جیپور حاضر باش دربار کو اس حال سے مطلع کیا اُس نے جے سنگھ کو اطلاع دی خط کے پہنچتے ہی جیپور میں شور ہوگیا اور ہر ایک کو جے سنگھ کی بے دخلی صریح نظر آنے لگی کیونکہ قمرالدین خاں بااختیار مطلق تھا جے سنگھ نے خط معتمد ناظر کو حوالے کیا اُس نے کہا کہ اس معاملے میں زور کر نہیں سکتے دولت سے کار برآری غیر ممکن ہے بس فقط فریب سے عقدہ کشائی ہوسکتی ہے حسب صلاح ناظر سرداروں سے مشورہ کیا موہن سنگھ ناتھاوت جاگیردار چوموں کہ رئیس کا موروثی سپہ سالار اور آنبیر کا پٹیل تھا اور دیپ سنگھ کھومبانی جاگیردار بانس کھوہ اور زورآور سنگھ شیوبرن پوتہ اور ہمت سنگھ نروکا اور کیسل سنگھ جھلائے والا اور بھوج راج موج آباد والا اور فتح سنگھ بادلی والا یہ سب سردار جمع ہوئے اُن سے کہا کہ تم نے مجھکو آنبیر کی گدّی پر بٹھایا ہے میرے بھائی کو جو بسوہ لینے پر رضامند ہے نواب قمرالدین خاں وزیر زبردستی آنبیر دیتا ہے انھوں نے کہا کہ آپ اطمینان رکھیں بشرطیکہ آپ اپنی بھائی کو بسوہ دیدیں ہم اسکا بندوبست کردیں گے راجہ نے اُسی وقت بسوے کا پٹہ لکھوا کر اور سب طرح صریت کرکے سرداروں کو سپرد کیا اور اپنی طرف سے انکو مختار کیا آنبیر کے پنچوں یعنی سرداروں نے بیجے سنگھ کے پاس اپنے وکیل بھیجے اُس نے جواب دیا کہ مجھ کو بھائی کا اعتبار نہیں ہے اسپر انھوں نے

اپنی اور کچھواہوں کی بارہ کوٹھری کی سیتاراہی یعنی کفالت دی اور کہلا بھیجا کہ اگر جے سنگھ اپنے قول پر ثابت
قدم نہ رہیگا تو ہم تمہاری طرف ہونگے اور خود تمکو آنبیر کی گدی پر بٹھا دینگے اس نے انکی ثالثی اور لسبوے
کا عطیہ منظور کیا مگر جب قمرالدین خاں سے یہ حال کہا گیا اسکی تسلی نہ ہوئی آخرالامر وزیر نے خان دوران
خاں اور کرپا رام کو متعین کیا کہ اسکو لسبوہ پر قابض کرا آویں سرداروں نے اس غرض سے کہ دونوں
بھائیوں میں سلوک ہوجائے بجے سنگھ کو ملاقات پر آمادہ کیا مگر اس نے آنبیر جانے سے انکار کیا اسواسطے
ملاقات کے واسطے جو موں کا مقام مقرر ہوا اور آخیر میں سانگانیر کہ جیپور سے چھ میل جنوب غرب میں
ہے قرار پایا۔ بجے سنگھ نے وہاں ڈیرا کیا جب جے سنگھ بھائی سے ملاقات کرنے کے واسطے چلنے لگا۔
ناظر راجی کی طرف سے پیغام لایا کہ دونوں لالجی کی ملاقات اور راضی نامہ میں بھی اپنی آنکھ سے دیکھوں۔ تو
کیا ہرج ہے راجہ نے سرداروں سے پوچھا انھوں نے کہا کچھ ہرج نہیں ہے۔ ناظر نے زنانہ سواری
کے واسطے مہاڈول اور تین سو رتھ تیار کئے مگر بجائے راجی کے سواری کے مہاڈول میں اگرسین بھائی بیٹھا
اور ایک ایک رتھ میں دو دو مسلح پوش سوار ہوئے اس دغا سے راجہ اور ناظر کے سوا کوئی آگاہ
نہ تھا شہر سے سواری روانہ ہوئی جو لوگ تلے انکو اس رفع نزاع کی خوشی میں فرضی راجی کی ہمراہی
نذرگذرانتے چلے گئے۔ سانگانیر میں سواری پہنچی دونوں بھائی ملاقی ہوئے جے سنگھ نے لسبوے کا
پٹہ دیکر براہ محبت کہا کہ اگر تمکو آمیر یعنی ہو تو میں اسکو چھوڑ دونگا اور لسبوے پر قناعت کرونگا بجے سنگھ
نے فرط شفقت سے مغلوب ہوکر جواب دیا کہ میری مراد پوری ہوئی اختتام ملاقات کے وقت ناظر
راجی کی طرف سے پیغام لایا کہ اگر سردار علیحدہ ہوجاویں تو میں وہاں آکر اپنے بچوں کو دیکھوں ورنہ
وہ دونوں میرے پاس آجاویں جے سنگھ نے سرداروں سے پوچھا کہ جیسا تم کہو ولیسا کیا جاوے۔
سرداروں نے صلاح دی کہ آپ جاکر راجی سے ملیں چنانچہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالکر محل
کے اندر گئے دروازے پر پہنچکر جے سنگھ نے اپنی تلوار کمر سے کھولکر ناظر کو سپرد کردی اور کہا کہ یہاں
اسکی کیا ضرورت ہے بجے سنگھ نے بھی اس نظر سے کہ میری طرف سے اعتبار میں کوتاہی نہ ہو
اسی طرح تلوار کھولکر دیدی ناظر نے دروازہ بند لیا اور اندر قدم رکھتے ہی بجے سنگھ بجائے راجی کہ بہ محبت
آغوش کے بھائی کے فولادی پنجے میں گرفتار ہوگیا اس نے فوراً ہاتھ پاؤں باندھکر اور مہاڈول
میں بند کر کے فرضی زنانہ سواری کو روانہ کیا ایک گھنٹے کے بعد جے سنگھ کے پاس خبر پہنچی کہ قیدی

بحفاظت تمام پہنچکر محل میں قید کردیا گیا ہے تب وہ اپنے سرداروں کے پاس آیا انھوں نے دیکھا کہ صرف
راجہ مع چند آدمیوں کے آتا ہے ایک دوسرے کی طرف تکنے لگے اور پوچھا بجے سنگھ کیا ہوا راجہ نے
جواب دیا میری پیٹھ میں ہی ہم دونوں بشن سنگھ کے بیٹے ہیں اور میں بڑا ہوں اگر تمھاری یہ خواہش ہے
کہ وہ راج کرے تو مجھکو مار ڈالو اور اسکو نکال لو میں نے تو تمھارے واسطے اپنا ایمان کھویا ہے اگر
بجے سنگھ حسب ارادہ اپنے ہمارے اور تمھارے دشمنوں کو لے آتا تو تم ضرور مارے جاتے یہ سُن
کر سردار حیرت میں آگئے اور خاموش محل سے نکل گئے چھ ہزار سوار شاہی جو بجے سنگھ کی
حفاظت کے لئے متعین ہوئے تھے باہر کھڑے تھے انھوں نے پوچھا کہ بجے سنگھ کہاں ہے جے سنگھ
نے جواب دیا تمھیں کچھ کام نہیں ہے یا تو چلے جاؤ ورنہ تمھاری گھوڑے مانگ لئے جاویں گے انکو
بجز اسکے کہ چلے جاویں کچھ چارہ نہ ہوا مجبور چلے گئے اور اس طرح بجے سنگھ نے قمرالدین خاں کی صلاح
نہ مان کر ایک ایمان فراموش بھائی کے ہاتھ میں جان پھنسائی بجے سنگھ کی موت و زندگی کا پتہ نہ
لگا جے سنگھ کے عیبوں میں سے ایک شراب خواری تھی یہاں تک کہ ایک دفعہ نشے کی حالت میں
وکیل بیکانیر اور بخت سنگھ راجہ ناگور کی تحریک سے ابھے سنگھ والی مارواڑ سے نااتفاقی پیدا کرکے
اور جودھپور پر فوج کشی کرکے شکست فاش کھائی سید عبداللہ خاں و حسین علیخاں وزیر ان
فرخ سیر سوائی جے سنگھ سے عداوت رکھتے تھے کیونکہ اُس نے فرخ سیر کو آمادہ کرنا چاہا کہ وہ ان سیدوں
کا استیصال کرے اسی لئے جے سنگھ فرخ سیر کے آخری عہد میں سیدوں کے خوش کرنے کو
دلی سے رخصت کردیا گیا تھا فرخ سیر کے مارے جانے اور رفیع الدرجات کے مسند نشین ہونے کے
بعد یہ دونوں بھائی بادشاہ کو ساتھ لیکر آگرے سے راجہ جے سنگھ کی مہم کے لئے روانہ ہوئے اور
فتح پور سیکری میں ایک ماہ تک مقیم رہے اور اب ارادہ کیا کہ اجمیر جاکر حضرت خواجہ صاحب کی زیارت
سے مشرف ہوں اگر وہاں راجہ جے سنگھ سوائی بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوا تو خیر ورنہ اسکو سزا
دیں مہاراجہ اجیت سنگھ راٹھوڑ بادشاہ کے ساتھ تھا اور وہ اپنے وطن کو رخصت ملنے کے لئے
بہانے ڈھونڈھتا تھا اُس نے کہا کہ اگر مجھکو رخصت کردیں تو راجہ جے سنگھ کو مطیع و منقاد کرلوں
چونکہ راجپوتوں کے فتنہ و فساد کا دفع کرنا مقصود تھا اسکو صوبہ داری احمد آباد دیکر خلعت اور ہاتھی
اور گھوڑا بادشاہ سے دلواکر رخصت کیا مگر سیکری سے بادشاہ کو لئے ہوئے آگرے کو واپس آگئے

اور اسی عرصے میں بادشاہ کا انتقال ہو گیا فارسی کی تاریخ فرخ سیر میں اسی طرح لکھا ہے۔
جے سنگھ نے سمبت ۱۷۸۴ مطابق ۱۷۲۸ء میں اپنے نام پر عمدہ شہر جے پور بسا کر اسکو آنبیر کے عوض راجدھانی قرار دیا۔ راجور کا علاقہ جو الور کی طرف ہے بڑگوجر راجپوتوں سے چھین لیا گیا۔ شیخاوالی کے سردار جو بادشاہی نوکری خود مختار راجاؤں کی طرح دیا کرتے تھے آپس کے جھگڑوں سے سوائی جے سنگھ کے خراجگذار بن گئے۔ پھر جودھپور والوں کی طرح جنھوں نے سلطنت کی ابتری سے گجرات کا کسی قدر علاقہ مارواڑ میں شامل کیا آگرہ اور دہلی کے سرحدی گاؤں دبا لئے اگر میواڑ کی قدیم ریاست اور مارواڑ کے زبردست مہاراجہ اجیت سنگھ اور ابھے سنگھ اس وقت موجود نہ ہوتے تو سوائی جے سنگھ ہاڑوتی یعنی کوٹہ بوندی کی طرح جہاں کئی بار اس نے دبا ڈالا تھا۔ تمام راجپوتانے کو اپنے تحت میں لانے کی کوشش کرتا اسی خیال سے اس نے خود کو سب راجاؤں سے بڑا جتانے کے لئے قدیم دستور کے موافق اشومیدھ جگ (پرستش قربانی اسپ) کی نظر سے ایک گھوڑا خاص شہر میں پھیر دیا کہ (ایک ہاتھ ہٹا کر لڑکے مارے جانے کے بعد جس نے گھوڑے کو پکڑ لیا) اپنا دل خوش کیا۔

سوائی جے سنگھ اس اتفاق میں بھی شریک تھا جو شاہوں کے برخلاف اودیپور۔ جے پور اور جودھپور والوں میں اس مطلب سے ہوا تھا کہ راٹھور اور کچھواہے دہلی والوں کو بیٹیاں دینا چھوڑ کر میواڑ سے رشتہ داری کریں تو وہاں کی لڑکی سے جو بیٹا پیدا ہو وہ بغیر لحاظ عمر کے راج کا وارث مانا جاویگا اسی بنا پر سوائی جے سنگھ کی شادی اودیپور میں ہوئی جس سے مادھو سنگھ پیدا ہوا۔ لیکن اس نے اس تعہد کے خلاف انصاف و مصلحت ہونے سے آگاہ اور اپنے فعل سے پشیمان ہو کر اس کے نتائج بد کے انسداد کی تدبیر کی یعنی ایشری سنگھ پسر کلاں کی شادی دختر جاگیردار سلومبر کے ساتھ کر دی کہ وہ راج اودیپور کا زبردست سردار اور وہاں کی فوج کا موروثی سپہ سالار تھا اور مادھو سنگھ کو چار پرگنے ٹونک۔ رامپورہ۔ پھاگی اور مالپورہ دیکر علیحدہ جائداد مقرر کر دی بلکہ بعوض پرگنات رامپورہ و بھان پورہ کہ اسکو راج اودیپور سے ملے تھے بجمعیت ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کے اس راج میں بطور جاگیردار نوکری کرنے کی اجازت دی تھی۔

سوائی جےسنگہ علم نجوم سے دلچسپی رکھتا تھا بدھیادھر متوطن بنگالہ سے تحقیقات نجوم میں اُسکو مشورہ رہتا تھا جسکی تجویز سے شہر جےپور آباد ہوا ہے اور وہ جین مذہب رکھتا تھا اسی وجہ سے راجہ جینیوں سے بہت انس رکھتا تھا محمد شاہ نے بیترہ نجوم کی اصلاح کا کام جے سنگہ کو تفویض کیا تھا ابتدا میں اُس نے الغ بیگ سمرقندی کے آلات کا استعمال کیا تھا مگر اُن سے اُسکی کاربرآری نہو سکی۔ مختلف مقامات کے مناظروں سے سات برس میں اُس نے نقشہ اجسام حرکات فلکی مرتب کرایا اور اُس کا زیچ محمد شاہی نام رکھا اُسکے ذریعہ سے اب تک نجوم کے کل حساب اور ترتیب بیترہ ہوتی ہے۔

پرتگال کے ڈیلاہائر صاحب کے نقشے میں بدھیادھر کی تنقیح دہ دسے جے سنگہ نے نصف درجے کی غلطی چاند کی گردش میں اور اُس سے کم دوسرے سیاروں کی حرکت میں ثابت کی اور یہ بھی کہ اُسکے بموجب گرہن پندرہ پل یعنی چوتھائی گھڑی پہلے یا پیچھے نکلتا ہے اوسکو علوم و فنون کی ترویج کا بڑا شوق تھا۔

جے سنگہ کے مسند نشین ہونے پر آنبیر کے راج میں صرف تین پرگنات یعنی آنبیر دیوسہ اور بسوہ تھے مغربی پرگنات ضبط ہو کر اجمیر کے بادشاہی ضلع میں داخل ہو گئے تھے شمال کراں شیخاواتی اپنے مربی راج سے قوی تر اور خودسر ہو گئے تھے راج کی حدود یہ تھیں شمال میں [illegible] کا تھانہ۔ مغرب میں سانبھر کا تھانہ شمال مغرب میں ہستنہ کا تھانہ اور مشرق میں دیوسہ اور [illegible] تھے اور بارہ کوٹھری سب جاگیرداروں کے قبضے میں بہت قلیل ملک تھا اور میواڑ کے زیر دست سرداروں سے مغلوب ہو رہے تھے۔ چنانچہ بیشوا سلوہنر کے سردار کو مثیں جےپور کی برابر سمجھتا تھا۔

جے سنگہ نے اپنی دانشمندی اور چالاکی سے جےپور کی ریاست اپنی اولاد کے لئے ایسے اوج پر چھوڑی کہ اُسکے بعد کئی بار فساد و نقصان ہونے پر بھی راجپوتانے میں آمدنی اور آسودگی کے لحاظ سے بہتر حالت میں ہے۔

سمبت ۱۸۰۰ مطابق سنہ ۱۷۴۳ء میں مہاراجہ سوائی جے سنگہ دوم نے چوالیس برس راج کرنے کے بعد وفات پائی اُسکے ساتھ تین رانیاں اور چند کنیزیں ستی ہوئیں۔

راجہ ایشوری سنگھ

اپنے باپ کے بعد سمت ۱۸۰۰ مطابق ۱۷۴۴ء میں جےپور کی گدّی پر بیٹھا اور اسکے چھوٹے بھائی مادھو سنگھ کے قبضہ میں ٹونک اور رامپورہ رہا۔ ٹونک کو زبردستی دبالیا تھا اور رامپورہ میواڑ سے ماتحتی کے اقرار پر لیا تھا۔

سمت ۱۸۰۳ مطابق ۱۷۴۷ء میں قندھار کے بادشاہ احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملہ کیا تو محمد شاہ کی طرف سے قمرالدین خاں وزیر کے ساتھ ایشوری سنگھ اپنی فوج سمیت مقابلے کو بھیجا گیا لیکن وزیر کے مارے جانے سے وہ جان بچاکر جےپور کو بھاگ آیا۔

راٹھوڑ اور کچھواہوں نے اودیپور والوں کی بیٹی سے اولاد ہونے پر بغیر لحاظ عمر کے جو ولیعہد ماننے کا عہد کیا تھا اسکے موافق مادھو سنگھ نے راج کا دعوےٰ کر کے مہارانا جگت سنگھ دوم کو اپنی مدد پر بلایا۔ ایشوری سنگھ نے روپے کے عوض اپنی مدد پر سیندھیا کو مددگار بناکر میواڑ کی فوج کو وہاں کے سرداروں کی سازش سے (کیونکہ راوت کسلونبر کی بیٹی ایشوری سنگھ کو بیاہی تھی) راج محل مقام پر شکست دی اور مہارانا شکست فاش کھاکر مفرور ہوا۔ اس نتیجے سے ایشوری سنگھ کا حوصلہ بڑھ گیا اور اس نے سیندھیا کے اتفاق سے اپنے پڑوسی دشمن یعنی ہاڑوں پر حملہ کیا کوٹے کا محاصرہ ہوا ہاڑوں نے کمال بہادری سے مقابلہ کیا کر اس لڑائی میں آپا سیندھیا کا ایک ہاتھ ٹوٹ گیا کوٹے کا علاقہ لوٹ کر بوندی کو چھین لیا جو کچھ عرصے کے بعد ہلکر وغیرہ کی مدد سے وہاں کے راجہ کو واپس ملی۔

سمت ۱۸۰۷ مطابق ۱۷۵۰ء میں دوبارہ مہارانا نے ٹونک و رامپورہ وغیرہ کے پرگنے اور چونسٹھ لاکھ روپیہ نقد دینا قبول کر کے ہلکر کو اپنے نواسے کی مدد پر بلایا۔ ایشوری سنگھ آرام طلب اور ضعیف الطبع تھا ہلکر کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا اور آٹھ برس راج کر کے ہتک عزت کے اندیشے سے زہر کھا مرا جس سے مادھو سنگھ کو آسانی کے ساتھ جےپور کا راج اور ہلکر کو مفت میں کئی پرگنے بہت روپوں کے ساتھ مل گئے۔

راجہ مادھو سنگھ اوّل

یہ راجہ سمت ۱۸۰۷ مطابق ۱۷۵۰ء میں اپنے بڑے بھائی کے بعد راج پاکر انتظام میں مصروف

ہوا کہتے ہیں کہ اس نے بوندی وغیرہ پر ایک دو بار قبضہ حاصل کیا تھا جو مرہٹوں کی برخلافی سے
قائم نہ رہا۔

راجہ نے ماچھیڑی کے جاگیردار نروکہ پرتاپ سنگھ کو جسکی اولاد میں رئیسان الور ہیں کسی قصور
پر جلاوطن کر دیا تھا جو بھرت پور کے راجہ جواہر سنگھ کے پاس چلا گیا اور وہاں سے اسکی جاگیر مقرر
ہو گئی۔ جواہر سنگھ والی بھرت پور نے جے پور کے معاملات میں ابتری دیکھ کر ضلع کماں طلب کیا اور
نہ پایا تو وہ ناراض ہوا جواہر سنگھ کی روز افزوں ترقی سے جیپور کے رئیس اور سرداروں کو
کینہ حسد تھا اور وہ اسی ناراضی کی وجہ سے لشکر لیکر بغیر اطلاع کئے جے پور کے علاقے میں ہو کر
پشکر اشنان کے واسطے گیا اور وہاں راجہ بجے سنگھ والی مارواڑ سے بہ تبادلہ دستار رابطہ
اتحاد و اتفاق مستحکم کیا یہ امر باشتعالک ہر سہائے وگور سہائے مشیران ریاست راجہ مادھو سنگھ
والی جیپور کو ناگوار ہوا کہ انکی صلاح سے اُس نے ایک خط بھیجکر لکھا کہ میری ریاست میں سے
معاودت نہ کریں اور سرداران ریاست کو بھی مقابلے کے واسطے جمع کیا راجہ جواہر سنگھ نے راجہ جیپور کی
اس تحریر پر کہ بے وجہ اور بے معنی تھی لحاظ نہ کرکے اسی راستے سے مراجعت کی اثنائے راہ میں جیپور کی
فوج سدِ راہ ہوئی پرتاپ نروکہ بھی اپنے ملک والوں یعنی جیپور کی فوج میں آملا اور بشمول دیگر کچھواہوں
کے بھرت پور والوں سے برسر مقابلہ ہوا اور اپنی پناہ دہی اور مہمان نوازی کا حق فراموش کیا ماونڈہ
مقام پر دونوں افواج میں سخت مجادلہ و خونریزی وقوع میں آئی جواہر سنگھ باوصف نقصان کثیر
ملازموں کے صحت و سلامتی سے داخل بھرت پور ہوا مگر راج جیپور وہاں کے تقریباً کُل نامی
سرداروں کے مارے جانے سے تباہ و برباد ہو گیا ماچھیڑی یعنی الور کی علیحدہ ریاست ہونے کا
باعث بھی یہی لڑائی تھی کیونکہ مادھو سنگھ نے لڑائی کے بعد پرتاپ سنگھ کے قصور معاف کرکے
اسکو ماچھیڑی کی جاگیر واپس دیدی جسکو اُس نے کچھ عرصے کے بعد ترقی دے کر دہلی کے آخری
بادشاہ شاہ عالم ثانی کی سندی سے خود مختار ریاست بنا لیا۔ مادھو سنگھ نے اس جنگ
کے ختم ہونے سے چوتھے دن پیچش کے عارضے سے سمت ۱۸۲۵ مطابق ۱۷۶۹ء میں سترہ برس
راج کرکے وفات پائی۔ مادھو پورہ متصل قلعہ رنتھنبور اسی نے آباد کیا ہے جس کے بعد [illegible]
کی کم عمری اور کم عقلی اور کارداروں کی شرارت اور خود مطلبی سے ریاست نے

بہت نقصان اُٹھایا۔

اسکے دو بیٹے تھے (۱) پرتھوی سنگھ ولیعہد (۲) پرتاپ سنگھ

راجہ پرتھوی سنگھ

یہ چھ سات برس کی عمر میں اپنے والد کے بعد راجہ ہوا اور اسکے چھوٹے بھائی پرتاپ سنگھ کی ماں چونڈاوتنی راج کا انتظام کرنے لگی ٹاڈ صاحب کہتے ہیں کہ یہ رانی بڑی بلند نظر اور مستقل مزاج تھی مگر اس کے عاشق فیروز نامی فیلبان نے اُسکو بدنام کر رکھا تھا۔ رانی نے زیادہ مہربانی سے فیروز فیلبان کو مصاحب کا درجہ دیدیا تھا اور پنچایت سرداران راج میں مقرر کیا تھا جس سے اکثر سردار ناراض ہو کر اپنی جاگیروں کو چلے گئے۔ رانی نے بلا امداد سرداران اجرائے کار ریاست کرنا چاہا اور اس غرض سے انباجی نامی پردیسی کے تحت میں فوج نوکر رکھ کر اسکی معرفت ملک کی جمع وصول کی۔ آزھت رام دیوان اور خوشحالی رام بوہرہ مصاحب [illegible] اگرچہ دونوں شخص بہت ہوشیار تھے مگر فیلبان رانی کے مزاج پر ایسا حاوی تھا کہ اُسکے روبرو کسی کی پیش [illegible] سنگھ نے رد [illegible] کی تھی۔

راجہ پرتھوی سنگھ مسند نشینی سے نو برس کے بعد سمت ۱۸۳۴ مطابق ۱۷۷۸ء میں گذر گیا جسکی موت گھوڑے سے گر کر بیان کی جاتی ہے لیکن پرتاپ سنگھ کی ماں چونڈاوت رانی پر اُسکے بیٹے کو راج ملنے کی غرض سے زہر دینے کا بھی الزام لگایا جاتا ہے۔ پرتھوی سنگھ کی باوجودیکہ ہنوز سن تمیز کو نہیں پہنچا تھا۔ اور ماجی چونڈاوتنی کے پاس رہا کرتا تھا دو شادیاں ہو گئی تھیں ایک بیکانیر میں دوسری کشن گڑھ میں کشن گڑھ والی رانی سے مان سنگھ نام لڑکا پیدا ہو گیا تھا اُسکو بخوف ہلاکت اول کشن گڑھ لے گئی اور جب وہاں بھی صورت امن کی نظر نہ آئی تو گوالیار کے لشکر میں بھیج گیا جہاں مدت تک سیندھیا کی حفاظت میں رہ کر ریاست کی امید دوسرے جہان کو اپنے ساتھ لے گیا۔

راجہ پرتاپ سنگھ

اسکو اپنے بڑے بھائی کے بعد سمت ۱۸۳۴ مطابق ۱۷۷۸ء میں راج ملا دہلی کا آخری بادشاہ شاہ عالم ثانی اپنے سال نویں جلوس میں سرداروں کا فساد دور کرنے کو فوج لے کر جے پور آیا راجہ نے حاضر ہو کر ایک ہزار اشرفی اور دو لاکھ روپیہ نذر میں پیش کیا بادشاہ نے بھی خلعت اور راج تلک دیکر نارنول وغیرہ کا علاقہ جو ضبطی میں آگیا تھا جے پور والوں کو واپس دیا اور آپ دہلی کو لوٹ گیا

اسکے بعد راؤ ماچھڑی نے بادشاہی سردار نجف خاں کو آگرے سے جاٹوں کی بیدخلی اور بھرت پور کی ضبطی میں بہت مدد دی جس سے بادشاہ نے ماچھڑی والے کو راؤ راجہ خطاب اور جاگیر کی سند بلا وساطت جے پور عنایت کی اس ذریعہ سے پرتاپ سنگھ کو خودمختار ریاست الور قائم کرنے کا حوصلہ ہوا۔ چونکہ راو تپنی رانی نے بھی اپنی طرف سے فیروز فیلبان کو بادشاہی دربار میں سپہ سالار افواج جے پور بنا کر روانہ کیا اور اُس نے افسر فوج شاہی کے لشکر میں راؤ راجہ ماچھڑی سے مساوی درجے کی ملاقات کی راؤ نے دل میں حسد مگر بظاہر دوستی کر کے ایک دعوت کے موقع پر کھانے میں زہر دلوا کر مروا دیا جب فیلبان مرگیا تو راؤ ماچھڑی بھی انتظام جے پور میں خوشحالی رام کا شریک ہوگیا اسی اثنا میں راجہ جے پور کی والدہ مختار کا بھی انتقال ہوگیا اور اب خوشحالی رام خزانچی جو پہلے راؤ ماچھڑی کا نوکر تھا جے پور میں بہت زور پکڑ گیا ابھی راجہ پرتاپ سنگھ ایسا ہوشیار نہیں ہوا تھا کہ بلا اعانت انتظام راج کر سکتا راؤ راجہ اور رہبرہ خوشحالی رام دونوں حریص تھے اُن میں بہت جلد نااتفاقی پیدا ہوگئی خوشحالی رام نے فوج شاہی کا ایک دستہ بہ افسری ہمدان خاں طلب کیا اس پر وہ نزاع و فساد پیدا ہوا کہ جس کے سبب سے مرہٹوں کی مداخلت ہوئی۔

سمت ۱۸۴۳ مطابق ۱۷۸۶ء میں راجہ پرتاپ سنگھ نے ہوشیار ہو کر مرہٹوں کو راجپوتانے سے نکالنے کے لیے جودھپور کے راجہ بجے سنگھ سے مدد چاہی جس نے اپنے ماتحت جاگیرداریان کو فوج دیکر اُسکے پاس بھیجدیا۔ راجہ اپنے مددگاروں کے ساتھ جن میں بادشاہی اسمٰعیل بیگ اور ہمدانی وغیرہ بھی شامل تھے مقام تونگہ پر لال سوٹ کے قریب مقابلے کو پہنچا۔ لڑائی میں راٹھوڑوں نے سیندھیا کے توپخانے پر بہادرانہ حملہ کیا اور سیندھیا کی فوج کو جسمیں جنرل ڈیبائنی کی پلٹن بھی تھی شکست فاش دی سیندھیا میدان جنگ سے بھاگ کر متھرا کو گیا اور کئی سال تک اس شکست کے نقصان کی تلافی نہ کر سکا راجپوتوں کو فتح کامل حاصل ہوئی راٹھوڑوں نے دھا بھائی کو بھیجکر اجمیر پر قبضہ کر لیا اور عہدنامہ خراجگذاری منسوخ کر دیا جنرل کومٹی ڈیبائنی کو اس شکست سے بڑی غیرت آئی اُس نے بامداد جوانمردی سیندھیا کے عمدہ قواعددان فوج تیار کی اور یہ سپاہ راجپوتانہ کو روانہ ہوئی راٹھوڑ بھی دوبارہ کچھواہوں کی مدد کو آ پہنچے لیکن اُن کے کسی خوشامدی بھاٹ نے ایک دوہا اس مضمون کا بنایا کہ راٹھوڑوں نے جے پور والوں کی ڈوبی ہوئی عزت کی ناؤ کو بچایا ہے۔

اس سے کچھواہوں نے رنجیدہ ہوکر سیندھیا کے ساتھ خفیہ عہدنامہ کر لیا کہ ہم لڑائی میں علیحدہ
رہینگے۔ راٹھوڑوں نے دشمن کے اپنے علاقے تک پہنچنے اور حملہ کرنے کا انتظار نہ کرکے مقام پاٹن واقع
توراواٹی پرگنہ جیپور سے شمال میں ہے کچھواہوں کے شامل ہو کر سیندھیا کی فوج کا مقابلہ کیا اپنی عادت
معہودہ کے موافق راٹھوڑوں نے ڈی بائنی کی توپوں پر حملہ کیا اور جو مقابل میں آیا اُسے تہ تیغ کیا مگر ہنوز
نہ پہنچنے پر توپوں کے گراپ گولوں کی مار مار سے ہزاروں طعمہ اجل ہوکر مجبور میدان جنگ سے بھاگے
راستے میں عام زمینداروں نے انکی سواری وکل سامان چھین لیا اس پر جیپور کے بھاٹوں نے جواب
میں اس مضمون کا کبت بنایا کہ راٹھوڑ لوگ گھوڑا۔ جوڑا۔ پگڑی۔ مونچھیں اور تلوار بھاری سمجھکر میدان
میں چھوڑ بھاگے۔ اس نفضول نا اتفاقی سے جو راجپوتانے کی خرابی کا باعث ہوئی مرہٹوں نے راٹھوڑوں
کو دوسری بار مقام میرتہ پر شکست دیکر ساٹھ لاکھ روپیہ بطور جرمانہ لیا اور جس قدر روپیہ میسر
نہ آیا اُسکے عوض میں مال اسباب فروخت کرالیا۔

سمت ۱۸۴۷ مطابق ۱۷۹۱ء پاٹن کی لڑائی اور راٹھوڑوں سے اتحاد فسخ ہونے کے بعد تکاجی راو
ہلکر نے جے پور پر حملہ کرکے سالانہ خراج مقرر کیا جو کچھ عرصے تک فوج خرچ کے طور نواب امیر خاں کو
اور آخر کار مہاراجہ جگت سنگہ کے وقت میں سرکار انگریزی کو دیا جانا قرار پایا۔

راجہ پرتاب سنگہ کے عہد میں خانگی جھگڑوں اور مرہٹوں کی لوٹ مار سے راج جیپور نہایت تباہ
حالت کو پہنچا اور غارتگروں کو متواتر روپیہ دیا گیا اس سے خزانہ خالی ہوگیا اگرچہ جیپور کے خزانے
میں اس کثرت سے روپیہ تھا کہ باوجودیکہ مادھو سنگہ نے حصول ریاست کے واسطے زرکثیر برباد
کیا اور ایام نابالغی پرتھی سنگہ و پرتاب سنگہ میں مصارف عظیم ہوتے رہے ۱۷۹۹ء میں تونگہ کی فتح پر
پرتاپ سنگہ نے صرف خیرات میں چوبیس لاکھ روپیہ تقسیم کیا۔

راجہ پریشانی کے وقت سمت ۱۸۵۹ مطابق ۱۸۰۳ء میں پچیس برس راج کرکے مرگیا۔ اور اُس
کا بیٹا جگت سنگہ وارث رہا۔

راجہ جگت سنگہ

سمت ۱۸۶۰ مطابق ۱۸۰۳ء میں اپنے والد کے مرنے سے راج پانے کے بعد سرکار انگریزی سے
عہدنامہ قبول کیا اس عہدنامے کا اول نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست جیپور نے نواب وزیر علیخاں کو جو لکھنؤ کی

حکومت سے خارج ہونے کے بعد بنارس کے رزیڈنٹ چیری صاحب اور دوسرے افسروں کو قتل کرکے جیپور میں پناہ پذیر ہوا تھا گرفتار کرادیا۔ باوجودیکہ راجہ نے اُس سے پگڑی بدلی تھی اور راجہ کی ماں نے اُسکو بیٹا بنایا تھا۔

منشی ذکاءاللہ صاحب تاریخ ہندوستان میں لکھتے ہیں کہ جب وزیرعلیخاں کے جے پور میں پناہ پذیر ہونیکی خبر گورنمنٹ میں پہنچی تو کپتان کولنس رزیڈنٹ مہاراجہ سیندھیا نے راجہ جیپور کو لکھا کہ تم وزیرعلی کو ہمارے حوالے کرو تو ہم تم کو بہت روپیہ دینگے راجپوتوں کا دھرم ہے کہ جو شخص انکی پناہ میں آئے خواہ وہ قاتل ہی کیوں نہ ہو اُسکو بھی دشمن کے حوالے نہیں کرتے مگر یہ وقت تو انقلاب کا تھا سارے دھرم کرم اپنی جگہ پر نہ تھے راجہ نے دیکھا کہ زر و بدنامی میں زر و جواہر ہاتھ لگتے ہیں اس لئے اُس نے کچھ اسکا دھیان نہیں کیا کہ ہمیشہ کو کلنک کا ٹیکہ لگیگا سرکار انگریزی سے روپیہ اور وزیرعلی سے جواہر لے کر سرکار کے حوالے اس شرط کے ساتھ کردیا کہ وہ جان سے نہ مارا جائے نہ اُسکے پاؤں میں بیڑیاں پڑیں مہمان کی مہمانداری کا یہ حق ادا کردیا کہ اُسکی جان بچادی بہرصورت جس منشاء سے سرکار نے عہدنامہ کیا تھا وہ اُسکو حاصل ہوگئی۔ اگرچہ اس گرفتاری سے راج جیپور کی ہندوستانیوں میں بدنامی ہوئی مگر یہی ثبوت کامل اس بات کا ہے کہ ریاست جے پور اپنے عہد و پیماں پر ثابت قدم رہی۔ لیکن اُس زمانے کے مدبروں نے اس وفاداری کا احسان نہ مانا اس سے جیپور کی عافیت اور سرکار انگریزی کی نیک نامی میں خلل واقع ہوا یعنی ۱۸۰۵ء میں بعہد حکومت لارڈ کارنوالس گورنرجنرل جنکو ریاستوں سے عہد و پیماں کرنا قرین مصلحت نہ معلوم ہوا عہدنامہ فسخ ہوکر جیپور کو بے مدد چھوڑا گیا کہ مرہٹوں نے سرکار انگریزی کا رفیق ہونیکی وجہ سے زیادہ تر بیباکانہ تاخت و تاراج کیا۔ تاہم جگت سنگھ نے بشمول لارڈ لیک بکر سے بدل و جان مقابلہ کرکے اپنی طرف سے تعہد کو قائم رکھا اور لیک صاحب نے سرکار انگریزی کی حفاظت بدستور جاری رکھنے کا اقرار کیا مگر سر جارج بارلو صاحب کو بھی اپنے متقدم لارڈ کارنوالس صاحب کی رائے پسند ہوئی اور لارڈ لیک کے عذرات پر مطلق التفات نہ کیا۔ اسی موقع پر جیپور کے وکیل نے لارڈ لیک سے کہا تھا کہ ہندوستان میں انگریزی عملداری ہونے کے وقت سے صرف اسی مرتبہ سرکار انگریزی نے اپنے ایمان کو آسائش پر موقوف رکھا ہے اس عہدشکنی پر حکام انگلستان

نے بہت اعتراض کیا اور ۱۸۱۱ء میں حکم صادر ہوا کہ جب موقع ہو جے پور کو از سر نو حفاظت انگریزی
میں لیا جاوے مگر بسبب درپیش جنگ نیپال بہتر متصور ہوا کہ جب تک شمول تدبیر استیصال
پنڈاروں کے پیش نظر نہ ہو اس حکم کی تعمیل ملتوی رہے۔ ریاست نے انگریزی سرکار کو مطلب
کا اب خیال رکھ کے ۱۸۰۳ء کے خاتمہ عہدنامے سے انکار کیا لیکن جب سرکار نے وہاں کے ناآشنا
ٹھاکروں کو خودمختار بنا دینا چاہا تو لاچار راجہ کی طرف سے ٹھاکر بیری سال نے سر چارلس مٹکاف
رزیڈنٹ کی معرفت عہدنامہ تحریر کیا جسکی رو سے خراج سالانہ دینا منظور کیا گیا۔ سال اول
بوجہ بربادی معاف۔ سال دوم چار لاکھ سکہ دہلی۔ سال سوم پانچ لاکھ سال چہارم چھ لاکھ سال
پنجم سات لاکھ۔ سال ششم آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ جب تک آمدنی ریاست چالیس لاکھ سے تجاوز
نہ کرے اور چالیس لاکھ روپے سالانہ سے زیادہ خالصے کی آمدنی ہونے پر خراج بھی قاعدے کے
ساتھ بڑھایا جانا قرار پایا۔

ٹاڈ صاحب کہتے ہیں کہ جگت سنگھ کی طرح بدوضع اور بدمزاج کوئی راجہ اسکے خاندان
میں نہیں ہوا۔ ایک ہندو مورخ جو ریاست کا طرفدار ہے لکھتا ہے کہ جگت سنگھ اپنی قوم اور زمانہ
میں سب سے زیادہ عیاش اور بدچلن رئیس ہوا ہے اگر اسکے عہد کے واقعات لکھنے کے قابل ہوتے
تو اسکی تاریخ کی ایک علیحدہ جلد ہوتی مگر وہ ایسے لغو اور فحش ہیں کہ انکے لکھنے میں اپنے وقت کا ضائع
کرنا اور ناظرین کے دلوں میں مطالعہ کتاب سے نفرت پیدا کرنا ہے مختصر یہ ہے کہ اسکے عہد میں
غیر ریاستوں کی حملہ آوری شہروں کا محاصرہ ٹھاکروں کی تاخت و تاراج ملک کی خرابی۔ رعایا
کی تباہی متواتر جاری رہی۔ رس کپور نامی ایک ادنے کسبی نے وہ فروغ پایا کہ اسکے مقابلے میں
عمدہ خاندان کی رانیاں گرد ہوگئیں اس پر یہاں تک عنایتیں ہوئیں کہ اسکو راج کے نصف ممالک
کی رانی کردی اور سلاح کا کل سامان بلکہ مہاراجہ سوائی جے سنگھ کا کتب خانہ تک نصف اسکو تقسیم
کردیا۔ چند روز کا خزانہ جسکی حفاظت میں کالی کھوہ کے بیٹے دل و جان تصدق کرتے تھے مفت
فضول خرچی میں تلف کردیا۔ تجارت میں خلل واقع ہوا زراعت جلد موقوف ہوگئی کسی روز روڑا رام
خزانچی ہوا دوسرے روز کوئی بقال ہوا تیسرے روز برہمن مقرر ہوا اور ہر ایک باری باری
خزانہ کی خدمت میں بھیجا جاتا تھا۔

رسکپور کا نام سکّے میں درج کرا دیا راجہ کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر نکلتی تھی سرداروں کو حکم تھا کہ شاہانہ رانیوں کے اُس کا ادب و تعظیم کریں مسٹر شیو نراین برہمن اُسکو بائی جی کہہ کر بولتا تھا۔ مگر چاند سنگھ سردار دونی نے ہر اُس جلسہ میں جسمیں وہ کسبی موجود ہوتی شریک ہونے سے انکار کیا اس حالت میں اُس پر دو لاکھ روپیہ کہ اُسکی چار سال کی آمدنی تھی جرمانہ ہوا سرداران ریاست راجہ اور اُسکی حکومت سے ایسے تنگ ہو گئے تھے کہ ایک دفعہ اُسکو گدی سے اُتارنیکی تجویز کی اور اگر رسکپور کو آمیر گڑھ میں قید نہ کر دیا جاتا تو یقین ہے اس تجویز پر ضرور عمل کرتے۔

سمبت ۱۸۷۵ مطابق ۱۸۱۸ء ۲۱۔ دسمبر کو راجہ جگت سنگھ نے سترہ برس راج کر کے اپنی بدنام زندگی انتظام کو پہنچائی۔ اُسکی وفات پر کسی کو افسوس نہ ہوا بلکہ کل راجپوتوں نے بالاتفاق کہا۔ کہ آج بیکنٹھ کا دروازہ کھلا ہے راجہ جگت سنگھ لاولد تھا مسند نشینی کے واسطے کسی کا گود لینا فرض ہوا اور تجدیدوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو بلا اعتراض راجہ ہو سکے اس واسطے بعض لوگوں نے نزور کے بلائے ہوئے راجہ موہن سنگھ کچھواہہ کو جس کا علاقہ سین دھیا نے چھین لیا تھا گدّی پر بٹھا دیا لیکن وہ رانیوں اور بڑے سرداروں کی ناراضگی کے سبب علیحدہ کر دیا گیا اور ایک بھٹیانی رانی کے آٹھ مہینے کا حمل تصدیق کئے جانے کے بعد سمبت ۱۸۷۵ مطابق ۱۸۱۹ء ۲۵۔ اپریل کو ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس نے تیسرے جے سنگھ سے شہرت پائی باشندگان جیپور کو اس وقت جو خوف تھا کہ رفع فساد کے حیلے سے سرکار انگریزی مداخلت کر کے ملک ضبط کر لیگی وہ جاتا رہا۔

اس جگت سنگھ نے راجپوتانے میں ایک اور طرح بھی فساد عظیم برپا کرایا جسکی تفصیل یوں ہے کہ رانا بھیم سنگھ کی دختر جسکی منگنی پہلے جودھپور کے مان سنگھ سے ہو کر بھیم سنگھ نے چھڑالی تھی راناکے ایما سے جگت سنگھ کو تحریک کیگئی اور اُسکے عشق باز مزاج کو کشن کمار کے حسن و جمال نے اپنی طرف ایسا کھینچا کہ اُس نے شادی کرنیکی درخواست کی۔ دونوں رقیبوں یعنی راجہ مان سنگھ والی جودھپور اور راجہ جگت سنگھ والی جے پور کے درمیان سوائی سنگھ سردار جودھپور کی شرارت اور فتنہ پردازی سے فساد عظیم برپا ہوا۔

نواب امیر خاں نے جسکو اوّل راجہ جیپور نے بُلایا تھا اور پھر راجہ نے نقض عہد کر کے اُس سے مخالفت کر لی اس لئے والی جودھپور نے خرچہ جنگ مقرر کر کے اپنی طرف کر لیا جیپور

والوں کو خوب تباہ کیا بلکہ قریب قریب سارا راجپوتانہ تباہی میں مبتلا ہو گیا کسی قسم کی بدنامی نہ تھی جو ان دونوں راجوں اور انکے ہمراہیوں نے حاصل نہ کی۔ قتل و غارت کا بازار برابر گرم رہا مگر دونوں رئیسوں میں سے کوئی اپنے دعوے سے دست بردار نہ ہوا اور ملک میں سیلاب خون جاری ہوا انجام کار نواب کے مشورے سے قرار پایا کہ بسبب فساد گم ہو جائے کرشن کمار کو جو راجستان میں بربادی پھیلوانے کے باعث دیال راجستان سمجھی گئی مار دیا جائے۔

راجہ جے سنگھ سوم

سمت ۱۸۷۵ مطابق ۱۸۱۹ء میں پیدا ہونے پر سر ڈیوڈ اکٹرلونی انگریزی سفیر دہلی کی صلاح و منظوری سے راج کا مستحق مانا گیا اور جو گاؤں سرداروں نے خالصے کے دبا لئے تھے وہ ان کے قبضے سے نکالے جا کر قدیم دستور کے موافق راج اور جاگیرداروں کے معمولی برتاؤ کی ہدایت کردی گئی۔ دوسری سال رانی مختار کی ناقص اور بدنام کارروائی سے فساد ہو کر محل کے اندر فوجی رام وغیرہ کئی اہلکار مارے گئے جس پر گورنر جنرل نے نگرانی کے خیال سے ایک پولٹیکل افسر کپتان سٹوورٹ کو خاص جے پور میں مقرر کیا۔ رانی نے راول بیری سال دیوان کے برخلاف ایک نمک حرام جھوتا رام کو مصاحب بنا لیا۔ لیکن پولٹیکل افسر نے سرکاری منشا سے بدصلاح کاروں کو بے دخل اور راول کو با اختیار کرا دیا۔ تین برس کے بعد راول دیوان جان کے خوف سے ایجنسی میں جا چھپا جسکو سر ڈیوڈ اکٹرلونی نے دیوانی سے موقوف کرکے رانی کو اختیار سونپ دیا لیکن جھوتا رام پھر سخت نالائق ثابت ہونے پر کئی برس کے لئے جلا وطن کیا گیا۔ سمت ۱۸۸۳ مطابق ۱۸۲۶ء میں میجر رو پولٹیکل ایجنٹ نے انتظام کی نظر سے سرداروں کو جمع کرکے رائے لینی چاہی جن میں سے کسی نے بھی راجپوتانی کی عادت کے موافق سب کے سامنے اپنا منشا ظاہر نہ کیا تب میجر صاحب نے ایک ایک کو علیحدہ کمرے میں بلا کر انکی رائے کا اندازہ لیا تو معلوم ہوا۔ کہ اکثر بڑے درجے کے سردار راول کے برخلاف اور رانی سے رضامند ہیں اس پر بھی سر چارلس مٹکاف نے راول کو دوبارہ بے اختیار کرکے جھوتا رام کو واپس آنے کا حکم دیدیا۔ فوج نے باقی تنخواہ نہ ملنے کی فریاد میں شہر پر [illegible] یہ بغاوت پولٹیکل ایجنٹ کے سمجھانے اور تنخواہ ملجانے سے دور ہوئی۔

سمت ۱۸۸۹ مطابق ۱۸۳۲ء میں لارڈ ولیم بینٹنگ گورنر جنرل نے اجمیر آکر راجپوتانے

کی عام افسری دہلی سے علیحدہ کر کے کرنل لاکٹ کو اوّل بار اجنبٹ گورنر جنرل راجپوتانہ مقرر کیا اسی برس شیخاوانی میں زیادہ لوٹ مار ہونے کے سبب سانبھر کی سانبھر جھیل پر کچھ عرصے تک انگریزی فوج رکھی جا کر اسکا چودہ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ جے پور کے ذمّے ڈالا گیا۔ راج پر بارہ لاکھ روپیہ سرکاری خراج باقی رہنے اور بہت سی خرابیوں کے وقت راجہ کی والدہ اسی سال کے اندر انتقال کر گئی جس سے جھونتا رام نمک حرام کو اپنے مختار رہنے کی غرض سے نوجوان رئیس کے ہلاک کرنے اور ایک بچّے کو وارث بنانے کے سوا کوئی تدبیر نہ سوجھی۔

سمنت ۱۸۹۱ مطابق شروع ۱۸۳۵ء میں راجہ جے سنگھ تیسرے کو سترہ برس کی عمر میں محل کے اندر دفعتہً مرنے پر جلد داغ دیا گیا جس سے جھونتا رام پر زہر دینے کا الزام قائم ہوا۔ کرنل آلوس اجنبٹ گورنر جنرل کے جلد جے پور آنے کے بعد قتل کا کوئی پختہ ثبوت نہ ملنے سے جھونتا رام قلعہ دیوسہ میں دائم الحبس کیا گیا اور کنور رام سنگھ کی والدہ چندراوت مختار ہوئی جس سے پھر ثابت ہوا کہ عورتوں کے کامل اختیار اور اُن کے نالائق مددگاروں سے تباہی کے سوا کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا۔

مہاراجہ رام سنگھ دوم

سمنت ۱۸۹۱ مطابق ۱۸۳۵ء میں جبکہ سوا برس عمر کا تھا رئیس مانا گیا اور اُسکی والدہ محافظ اور مختار قرار دی گئی۔ کئی مہینہ کے بعد پولٹیکل اجنبٹ نے جھونتا رام کے طرفداروں کو برطرف اور راول کو دیوان بنانا چاہا اسی موقع پر اجنبٹ گورنر جنرل راجپوتانہ جب اپنے اسسٹنٹ مسٹر بلیک وغیرہ کے ساتھ راول کے اختیار ملنے کا حکم سنا کر محلوں سے واپس چلا تو فسادیوں میں سے ایک شخص نے اجنبٹ گورنر جنرل کو تلوار سے زخمی کیا مسٹر بلیک نے فوراً مجرم کو پکڑ کر قیدخانے میں بھجوایا اور اجنبٹ گورنر جنرل پالکی میں پڑ کر ایجنسی پہنچا شہر والوں نے بلیک صاحب کے کپڑے خون سے بھرے ہوئے دیکھ کر شور مچا دیا کہ یہ صاحب کم عمر مہاراجہ کو مار کر جاتا ہے اس غلط افواہ سے سیکڑوں آدمی اُس پر دوڑ پڑے اور وہ شہر کا دروازہ بند پا کر ہاتھی پر سے ایک مندر کی چھت پر کود گیا۔ جہاں اُسکو بھرے والے مینوں نے بےرحمی سے قتل کر ڈالا۔ تین چپراسی۔ ایک چتردار اور ایک فیلبان بھی اس بلوے میں مارا گیا۔ راول نے قاتل مینوں کو پھانسی دلوا کر سرکاری

کمیشن کو بہت مدد دی جسکی تحقیقات سے جھونتارام کا دوست دیوان امرچند و ہدایت اللہ وغیرہ قتل اور خود جھونتارام و حکم چند ہمیشہ کو قلعہ چنار میں قید کیا گیا۔

اس بیہودہ فساد کے سبب راول اور رانی مہتاب کو راج کی ضبطی کا خوف ہوا لیکن انگریزی سرکار نے رئیس کی کم عمری کے لحاظ سے فسادی اور قاتل مجرموں کو معمولی سزائیں دینے کے سوا کسی طرح کا نقصان ریاست کو نہیں پہنچایا۔

سمت ۱۸۹۵ مطابق ۱۸۳۹ء میں کرنل سرجان صدر لینڈ اجنٹ گورنر جنرل نے فضول جھگڑوں کے سبب پولٹیکل اجنٹ کے ماتحت ریاستی کاروبار انجام پانے کے لئے ایک کونسل قائم کر کے دیوانی و فوجداری وغیرہ کی کچہریاں بھی مقرر کر دیں مہارانی نے اپنی بے اختیاری سے ناراض ہو کر کئی بار فساد کرایا جو سرکاری فوج کے ذریعہ سے دور کیا گیا۔ پولٹیکل اجنٹ نے ریاست کی زیرباری اور خرچ کو زیادہ دیکھ کر سالانہ خراج کی کمی اور باقی خراج کی رقم معاف ہونے کے واسطے اجنٹ گورنر جنرل کی معرفت سرکار میں رپوٹ کی جس پر کامل غور ہو کر سمت ۱۸۹۷ مطابق ۱۸۴۰ء سے معمولی خراج آدھا یعنی چار لاکھ روپیے سالانہ کے حساب سے لینا قرار پایا اور سمت ۱۸۹۸ مطابق ۱۸۴۲ء میں گورنر جنرل کے حکم سے چالیس لاکھ روپیہ بقایا کا بالکل معاف ہو گیا اسکے سوا سانبھر پر سے قبضہ اٹھا کر سرکار نے شیخاواٹی برگیڈ کا تمام خرچ اپنے ذمے لیا۔ اسی سال پولٹیکل اجنٹ کی رائے سے ریاستی سرداروں نے ستی ہونا اور لونڈی غلام بیچنا قانونی جرم مان کر چارنوں وغیرہ کو بیاہ شادی کے موقع پر بہت سا روپیہ دینا بیجا قرار دیا۔ اور ان باتوں کی روک کے واسطے غلاقے میں تاکید کے اشتہار جاری کر دیئے۔ لیکن کونسل کے ممبروں راؤ شیو سنگھ اور اسکے بھائی لچھمن سنگھ نے سوا لاکھ آمدنی کی جاگیریں اپنے رشتہ داروں کو دیکر تین لاکھ روپے سے زیادہ کا غبن کیا اس پر اجنٹ گورنر جنرل کے حکم سے کچھ جاگیریں ضبط اور غبن کا روپیہ وصول ہو کر لچھمن سنگھ وغیرہ شہر سے نکال دیئے گئے۔ پولٹیکل افسروں کی کوشش تدبیری سے سڑکیں۔ شفاخانے اور کئی باغ طیار کئے گئے جنمیں ہمیشہ ترقی ہوتی رہی۔

سمت ۱۹۰۶ مطابق ۱۸۵۰ء میں پنچایت پر سے پولٹیکل افسر کی نگرانی رفع ہو کر مہاراجہ کو ریاستی انتظام سپرد کر دیئے گئے۔ راول اپنی ذی اختیاری اور فضول خرچی سے راج کو زیربار اور

مہاراجہ کو غافل از کار رکھنا چاہتا تھا لیکن ایجنٹ گورنر جنرل نیک صلاح سے مہاراجہ نے راول کو برطرف کر دیا۔

سمت ۱۹۱۳ مطابق ۱۸۵۷ء کے غدر میں مہاراجہ نے ڈھائی ہزار آدمی شہر کی حفاظت کو رکھا چھ ہزار فوج پولٹیکل افسر کے ہمراہ کر دی۔ جو گوڑگانوہ وغیرہ کی طرف سے بہت سے انگریزوں کو ان کے ساتھ قلعہ آگرہ میں پہنچا آئی اور پولٹیکل ایجنٹ کے عورت بچوں کو مہاراجہ نے محل میں پناہ دیکر آرام سے رکھا اس خیر خواہی کے عوض گورنر جنرل نے پرگنہ کوٹ قاسم جو دہلی کے آخری وظیفہ خوار بادشاہ سے ضبط ہوا راج کو عطا کیا سمت ۱۹۲۰ مطابق ۱۸۶۳ء میں مہاراجہ نے جودھپور جا کر دو شادیاں کیں اور اسی برس اسکو حضور ملکہ معظمہ کی طرف سے اول درجے کا تمغائے ستارۂ (جی۔ سی۔ ایس۔ آئی) حاصل ہوا۔ اسی سال پنڈت شیو دین صاحب کے مر جانے سے مہاراجہ نے نواب فیض علیخاں فوج بخشی کو مصاحب اعلیٰ بنا کر اسکے ماتحت اول چار شخصوں اور پھر آٹھ شخصوں کی کونسل مقرر کی۔

سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۶ء میں مہاراجہ نے چھوٹے مدرسے کے عوض بڑا کالج قائم کیا۔

سمت ۱۹۲۵ کے قحط میں مہاراجہ نے غریبوں کی پرورش کر کے علاقے میں غلے کا محصول معاف کر دیا جس پر انگریزی سرکار نے اسکی ذاتی سلامی سترہ کے عوض انیس توپ کر دی۔ اسی سال یعنی ۱۸۶۸ء میں انگریزی سرکار نے ہرجانہ محصول کا روپیہ دینا منظور کیا کے بعد جیپور اور جودھپور سے سانبھر کو لے کر نمک پر اپنا بند و بست کر لیا سمت ۱۹۲۷ مطابق ۱۸۷۱ء میں انگریزی سرکار سے نواب فیض علیخاں کو ممتاز الدولہ خطاب اور سی۔ ایس۔ آئی کا تمغا ہوا اور وہ دو برس کے بعد راج کوٹہ کی خرابی کے سبب سرکاری طرف سے وہاں کا پولٹیکل سپرنٹنڈنٹ مقرر ہو کر گیا اور کئی سال تک عمدگی سے انتظام کرتا رہا۔ لارڈ میو گورنر جنرل کے جزیرۂ انڈمان میں جسکو عام لوگ کالا پانی کہتے ہیں ایک قیدی شیر خاں کے ہاتھ سے مارے جانے پر مہاراجہ کو جو انکا بڑا دوست تھا سخت رنج ہوا اس لئے اس نے دلی محبت سے میو صاحب کی قد آدم برنجی تصویر میو ہاسپٹل کے سامنے بلند چبوترے پر نصب کی جو مام نو اس باغ کے اندر قائم ہونے سے زیادہ خوشنما نظر آتی ہے اسی سال مہاراجہ نے آنکھ کی تکلیف سے شملے جا کر مشہور ڈاکٹر گنا مارا سے قدح (عمل جراحی) کرایا اور تندرست

ہو کر واپس آیا۔

سمت ۱۹۲۹ مطابق ۱۸۷۲ء میں نواب فیض علیخاں دیوان نے جو چندر دز بعد سر۔ کے سی ایس۔ آئی کا تمغا پاکر کوٹے کا منتظم ہوا اپنے عہدے سے استعفا دیا اور فتح سنگھ راٹھوڑ اسکی جگہ مقرر ہوا۔ سمت ۱۹۳۱ مطابق ۱۸۷۵ء میں مہاراجہ جو کئی برس پہلے نواب گورنر جنرل کی کونسل میں ممبر کے طور پر شریک رہ چکا تھا بڑودے کے مہاراجہ گائکواڑ کی تحقیقات کرنیوالی کمیشن میں ممبر کیا گیا جسکے نتیجے میں گائکواڑ سرکاری رزیڈنٹ کو زہر دلوانے کے الزام سے معزول کیا جا کر پونا بھیجدیا گیا۔ اسی سال اول لارڈ نارتھ برک گورنر جنرل اور پھر شاہزادہ ایڈورڈ البرٹ صاحب ولیعہد انگلستان و ہندوستان جیپور میں تشریف لائے جسکی یادگار میں مہاراجہ نے ایک عالیشان مکان البرٹ ہال تعمیر کرایا۔ سمت ۱۹۳۳ مطابق ۱۸۷۷ء جنوری میں مہاراجہ کو ملکۂ معظمہ کے شاہنشاہی لقب اختیار کرنے پر خطاب مشیر خاص ملکر انکی ذاتی سلامی اکیس ۲۱ توپ کردی گئی۔

سمت ۱۹۳۷ مطابق ۱۸۸۰ء میں مہاراجہ رام سنگھ دوسرے نے دستوں کی بیماری سے انتقال کیا وہ نہایت سادہ مزاج۔ رحمدل فیاض۔ اپنے قول کا پابند اور بے تعصب رئیس تھا انگریز افسر اور ہندوستانی رئیس ہمیشہ اسکی ملاقات سے خوشدل اور شکر گذار رہتے تھے درحقیقت سوائی جے سنگھ کے بعد راج جیپور میں اس سے بہتر شخص کوئی نہیں گذرا اس مہاراجہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے کنور قائم سنگھ ایسر دہ جاگیردار کا چھوٹا بیٹا جو کچھ مدت سے آپس کی رنجیدگی کے سبب نواب ٹونک کے پاس جا کر ایک منقسہ جاگیر پر گذر کرتا تھا۔ جیپور میں بلائے جانے کے بعد مادھو سنگھ دوم کے نام سے راج کا مالک بنایا گیا۔

مہاراجہ مادھو سنگھ دوم

یہ مہاراجہ ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوا تھا اور سمت ۱۹۳۷ مطابق ۱۸۸۰ء میں گود لئے جا کر گدی پر بٹھلایا گیا شروع میں کونسل کی نگرانی پر ایک خاص پولٹیکل افسر کپتان ٹالبٹ مقرر ہوا۔ اس کونسل میں دس ارکان تھے کونسل کے زمانے میں ریاست کے کاروبار نے نمایاں ترقی کی۔ کچھ عرصے کے بعد سرکاری نگرانی ریاست کے کام سے اٹھالی گئی سمت ۱۹۴۲ مطابق ۱۸۸۶ء میں مہاراجہ کے لئے اختیارات کا خریطہ اور خلعت سرکار سے آگیا جسکے کئی مہینے پہلے لارڈ ڈفرن گورنر جنرل

دورہ میں جیپور کا احوال ملاحظہ فرما گئے تھے۔ دوسرے برس مہاراجہ نے لیڈی ڈفرن فنڈ یعنی زنانہ اسپتالوں کے چندے میں ایک لاکھ روپیہ اور ملکہ معظمہ کی جوبلی یعنی پچاس ۵۰ سالہ حکمرانی کی یادگاری۔ کان کی تعمیر میں پچاس ۵۰ ہزار روپیہ دیا سمہ ۱۹۴۵ مطابق سنہ ۱۸۸۸ء میں مہاراجہ کو انگریزی سرکار سے خطاب و تمغائے ستارۂ ہند درجہ اوّل ملا اور سنہ ۱۹۰۱ء میں خطاب جی۔ سی۔ آئی۔ ای مرحمت ہوا جنوبی افریقہ کے فنڈ میں ایک معتدبہ رقم مہاراجہ نے دی سنہ ۱۸۹۹ء و سنہ ۱۹۰۰ء کے قحط میں مہاراجہ نے اپنی رعایا کو کافی مدد دی اور بطور افتتاحی اور ابتدائی امداد کے سولہ ۱۶ لاکھ روپیہ خرچ کیا اور شہنشاہی گورنمنٹ کی اعانت کے لئے ٹرنسپورٹ کور جس میں ایک سپرنٹنڈنٹ آٹھ افسر چھ سو پچانوے نان کمشنڈ افسر اور جوان ایک ہزار ایک سو چھتیس ٹٹو چار سو نوے گاڑیاں اور ۹۹ تانگے شامل ہیں قائم کیا۔ رسالہ ایک انگریزی افسر کی زیر نگرانی تھا اور ہمیشہ اپنے کام کیلئے آمادہ رہتا تھا چنانچہ دو مرتبہ اسکو میدان جنگ میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ مہاراجہ کی ابتدائی مسند نشینی سے آخر تک ریاست نے انتظام تعمیرات عامہ میں ایک کروڑ تراسی لاکھ بانوے ہزار نو سو بتیس روپیہ صرف کیا ہے جس سے ملک میں جابجا پختہ و خام سڑکیں نکالی گئی ہیں آبپاشی کا انتظام نہایت وسعت سے کیا گیا ہے ریاست کی تعمیرات میں ایک قابل دید عمارت البرٹ ہال ہے جس کا بنیادی پتھر پرنس آف ویلز نے جو اب شہنشاہ معظم ہیں اس زمانے میں اپنے ہاتھ سے رکھا تھا جب وہ ہندوستان کی تفریح سیاحت کیلئے تشریف لائے تھے یہ ہال اس ریاست کا عجائب خانہ ہے جے پور سوائی مادھو پور ریلوے کی بھی ایک شاخ ہے جس کا طول اکتیس میل ہے تعلیمات کا انتظام بھی قابل تعریف ہے خاص جے پور میں تین کالج ہیں۔ مہاراجہ کالج سنسکرت کالج۔ اور نٹل کالج۔ تعلیم نسواں کی غرض سے تین اسکول ہیں سالانہ خرچ تعلیمات کا ترانوے ہزار آٹھ سو اسی روپیہ ہے علاوہ میو ہسپتال کے جابجا ملک میں متعدد شفاخانے ہیں اس مد میں چھیاسی ہزار سات سو اکتالیس روپے صرف ہوتے ہیں۔ مہاراجہ مرنے کے کچھ عرصے پہلے علیل تھا مگر چند ہفتے سے طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی تھی آخر کار نمونیا سے انتقال ہو گیا۔ ساٹھ سال کی عمر تھی۔

افسوس ہے کہ مہاراجہ کی وفات سے ایک ایسا ہندو رئیس اٹھ گیا جو پرانی وضع کا پابند تھا اور انکے وقت میں نائبان ریاست مطلق العنان رہتے تھے خود مہاراجہ زیادہ تر کار ریاست

میں اس لئے مداخلت نہیں کرتا تھا کہ صاحب اعلیٰ کا کام آپ کرتا تھا اور دیوانی فوجداری اور محکمہ مال وغیرہ جن میں تمام علاقے کا اپیل ہوتا ہے کونسل کے ماتحت ہیں اور راج کے ہر پرگنے میں ایک ناظم اور اسکے ماتحت چند تھانہ دار رہتے ہیں۔

مہاراجہ مان سنگھ

۹ ستمبر کو جیپور میں آنجہانی مہاراجہ کی جگہ مسند نشین ہوئے انکی عمر ۱۲ سال کی ہے انکو مہاراجہ متوفی نے اپنی وفات سے ایک سال قبل متبنیٰ کیا تھا۔

استحقاق مسند نشینی جیپور

راج جیپور کی مسند نشینی کا استحقاق راجاوت نسل میں ہے کیونکہ راجاوتوں کا خاندان بڑا ہے اور پسند کرنے کے واسطے اشخاص بکثرت موجود ہیں اگرچہ راجاوت کا لقب پرتھی راج کے خلف کلاں کی اولاد کو مخصوص ہے اور چھوٹے بیٹوں کی اولاد کوٹھری دار ہے مگر بعض اوقات یہ سب راجاوت کہلاتے ہیں جھلائے کا رئیس راجاوت سرداروں میں جو مہاراجہ جیپور کے خاندان میں بہت قریب رشتہ دار ہیں جھلائے ایک قصبہ ہے اور یہاں قلعہ بھی ہے اور یہ مقام راستہ نصیر آباد و گولیا پر نصیر آباد سے ۲۰ میل شرق میں ہے۔ اول متبنیٰ ہونے کا حق جھلائے والوں کو ہے کہ یہ جگت سنگھ خلف مان سنگھ کی اولاد میں ہیں دوم مان سنگھ کے مساوی الدرجہ سرداروں کو ہے جنمیں جھلائے وبہنت سنگوت و دھولیہ و بھارمل داخل ہیں تیسرے سورسنگا و بادھو سنگھ کی اولاد بھی کی اولاد سمجھی جاتی ہے اور پسران پرتھی راج کی اولاد اس سے بہت دور سمجھی جاتی ہے۔

فصل شیخاواٹی کے بیان میں

یہ جیپور کا شمالی مغربی علاقہ بالکل ریگستان ہے جہاں سال بھر میں ایک فصل بارش کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور کنویں بہت کم ہیں اور پانی اتنے عمق پر ہے کہ ان سے آبپاشی نہیں ہو سکتی ہے ہر چاہ کا خرچ پانچہزار روپے سے آٹھ ہزار روپے تک ہے کنووں کو بڑے عمق پر غرق کرنا پڑتا ہے اور چونکہ ان کے اندر پانی سوت سے نہیں نکلتا ہے مگر ریتے میں چھن کر آتا ہے اس واسطے یہ بھی ضرور ہے کہ حوض بنا ہونے کی غرض سے انکا محیط وسیع تر ہو علاوہ اسکے ریت نکلنے

کا بھی خطرہ رہتا ہے جس کنویں میں ریت نکلتا ہے وہ چھوڑ دیا جاتا ہے چنانچہ قصبوں اور دیہات کے قریب اکثر کنوؤں کی کوٹھیاں بشکل مینار موجود ہیں۔ جب کنواں بہمہ وجوہ تیار ہو جاتا ہے اُس سے فائدہ بھی بہت ہوتا ہے گرد و پیش کے دیہات کے مویشی پانی پینے کو آتے ہیں۔ اُن پر محصول لیا جاتا ہے خشک موسموں میں مویشی اُن کے قریب جوار میں رکھے جاتے ہیں اور وہاں کی چراگاہوں کی بھی قدر زیادہ ہو جاتی ہے۔ جہاں کنواں ہوتا ہے وہاں ہی آبادی زیادہ ہوتی ہے اسی وجہ سے دیہات بڑے فاصلے پر ہیں جہاں زمین میں کنکر کی تہ نکلتی ہے وہیں گاؤں آباد ہو جاتا ہے۔

شیخاوائی زراعت کا ملک نہیں ہے سال تمام میں ایک فصل ہوتی ہے اور کبھی کبھی وہ بھی نہیں ہوتی کل ملک ریت کے ٹیلوں سے بھرا ہے اس میں صرف آک اور پھوک پیدا ہوتی ہیں پھوک ایک بے برگ درخت ہوتا ہے اسکے پھولوں کو آدمی کھاتے ہیں شاخوں سے اونٹوں کو عمدہ چارہ ملتا ہے اور اسکی جڑ سے کہ زمین میں دور تک پھیلتی ہے جلا کر کوئلے بناتے ہیں کہ جلانے کے کام آتے ہیں مقدم پیداوار جوار باجرہ مونگ اور موٹھ کی ہے۔ ریت کے ٹیلوں کو بڑی ہلوں سے بذریعہ اونٹوں کے کاشت کرتے ہیں جس سال بارش کثرت سے ہوتی ہے اس قدر پیداوار ہوتا ہے کہ زمیندار اچھی طرح خرچ کریں تب بھی مویشیوں کے واسطے بہت بچ رہتا ہے مگر اچھی بارش کم ہوتی ہے خفیف بارش زراعت کی بالیدگی اور ریت کو اڑنے سے باز رکھنے کے واسطے کافی نہیں ہوتی اور بارش کثرت سے ہوتی ہے تب ریت اڑ کر زراعت کو دبا لیتا ہے۔

آنبیر کے بارھویں راجہ اودے کرن کے پوتے یعنی موکل جی کے بیٹے شیخ جی کچھواہہ کے نام سے یہ ملک شیخاوائی کہلاتا ہے کیونکہ اسکی اولاد یہاں بڑی تعداد میں آباد ہے۔ شیخاوتوں سے پہلے اس علاقے پر قائم خانیوں کا قبضہ تھا جو چوہان نسل میں سے مسلمان ہو گئے ہیں۔ راجہ اودے کرن جس نے قائم خانیوں کو تابع کیا تھا اُسکے پوتے موکل جی نے اولاد ہونے کے لئے ایک مسلمان فقیر شیخ برہان الدین کی بہت خدمت کی جو خراسان وغیرہ کی طرف سے اس ویرانے میں آ رہا تھا جب موکل جی کے ایک بیٹا پیدا ہوا اور اسکی پیدائش شیخ برہان کی دعا سے خیال کی گئی تو لڑکے کا نام شیخا یا شیخ جی رکھا گیا اور شیخ کی ہدایتوں کے موافق بہت سی اسلامی رسمیں

اختیار کرلی گئیں جن پر اب تک عمل چلا آتا ہی شیخاوت ہندو دیوتاؤں کی طرح مسلمانوں کے پیغمبر
اور پیروں کی پوجا کرتے ہیں بچہ پیدا ہونے پر کلمہ پڑھاتے ہیں کھانے کے لئے بکرے اسلامی طور پر
ذبح کراتے ہیں سور کا گوشت بالکل نہیں کھاتے تھے شیخ برہان کے مرنے کے بعد اسکی قبر پر عمدہ
عمارت بنائی گئی جسکی تعظیم و زیارت کا رواج ہوگیا شیخاوت لوگ کچھواہوں کی ہر ایک شاخ سے
تعداد میں زیادہ اور محنت کشی میں بڑھکر ہیں کھیتڑی سیکر۔ اور کھنڈیلہ کے راجہ اور منوہرپور
وغیرہ کے جاگیردار شیخ جی کی نامور اولاد میں سے مانے جاتے ہیں شیخاوت جو اپنی ریگستانی عادت
کے سبب کل کچھواہوں میں زبردست ہیں۔ اُن میں سے بادشاہ اکبر اور جہانگیر وغیرہ کے
عہد میں راجہ گردھر۔ راؤ منوہرداس اور رائے سال درباری نے بڑی عزت
اور ناموری حاصل کی تھی۔

شیخاوتوں میں راجگان کھنڈیلہ اپنے مورث اعلیٰ راجہ گردھر کے نام سے گردھر جی کہلاتے
ہیں اگرچہ وہاں پانچ یعنی حصص صرف دو ہیں اور ہر ایک ہیں علیحدہ راجہ ہو مگر اس خاندان میں
جتنے آدمی غریب یا امیر ہیں سب ملقب راجہ معروف ہیں تا بجدیکہ جو افلاس و کم استعدادی سے
مزدوری کرتے ہیں وہ بھی راجہ کہلاتے ہیں اور اس نواح میں ایک عام مقولہ ہے کہ گردھر
جی کے سب راجہ۔

منوہرپور کا راؤ قدیم سردار اور ذی رتبہ ہو مگر بخلاف کل شیخاوتوں کے کہ خراجگذار ہیں راؤ
منوہرپور جاگیردار ہی کہ اُنکے سوائے راج میں نوکری کرتا ہی سیکر کا سردار ملقب راؤ راجہ مشہور
ہے اُس کے علاقے میں خاص سیکر اور رام گڑھ و لچھمن گڑھ و فتحپور وغیرہ قصبات دولتمند
ساہوکاروں کی آبادی کے ہیں اور راسکے بھائی بیٹوں میں سے چند ٹھاکر جیسے جھونجھنو۔ بالوڑہ اور
شیام گڑھ وغیرہ کے بہت زبردست ہیں چنانچہ ٹھاکر ڈونگر عرف ڈونگجی جس نے بار وتھیہ یعنی باغی
ہوکر چند سنگین وارداتوں کا ارتکاب کیا تھا اور گرفتار ہوکر آگرے کے جیل خانے میں قید ہوا اور اس
کا بھتیجا جواہر سنگھ جیل خانہ توڑ کر اُسے فرار کرلایا موضع جھونجھنو علاقہ سیکر کا رہنے والا تھا اس ڈونگجی
کا قصہ بابالوگ راجپوتانے میں گاتے پھرتے ہیں۔ شیخ جی کے وقت سے اب تک شیخاوت
بہت بڑھ گئے ہیں۔ محمد شاہ کے وقت میں دہلی کی سلطنت ضعیف ہوجانے سے مہاراجہ

سوائی جے سنگھ نے شیخاوتوں کی قوت کم کرنے کیلئے انکی خانگی نزاع کو موقع غنیمت سمجھ کر سر
بٹاکر کے مرجانے کے بعد یہ دستور جاری کیا کہ جب کوئی ٹھاکر مرتا اسکی اولاد جائداد کو برابر حصّوں
میں تقسیم کر لیتی صرف سیکر اور کھیتڑی کی ریاستیں اس خلل انداز تقسیم سے بچ رہیں سیکر میں جس
چھوٹے بھائی نے دعوے کیا اسی کو مار ڈالا اور کھیتڑی میں کسی راجہ کے ایک سے زیادہ لڑکا
پیدا نہ ہوا۔ اس تقسیم سے شیخاوتوں کی خود مختاری جاتی رہی اور انکی طاقت لوٹ گئی اور آپس کے
جھگڑوں میں مدد اور فریاد کے لئے جے پور کے دوسرے سرداروں کی طرح وہاں کا ماتحت ہونا
پڑا اب ہر ایک قصبہ ہر ایک گاؤں ہر ایک گھر ہر ایک کھیت برابر تقسیم ہوتا جاتا ہے سلطانہ گانگیا سر
کھیالی اور ٹائیلن وغیرہ دیہات میں اتنے ٹھاکر ہیں کہ ہر ایک کے حصّے میں صرف چند بیگہ
اراضی ہے۔

شیخاوتوں میں سب سے بڑا گروہ جو شیخاواٹی کے بڑے حصّے پر بتعداد کثیر پھیلا ہوا ہے
سادول سنگھ والوں کا ہے ان کے بزرگوں قائم خانی نواب سے فتح کرکے جھونجھنوں پر قبضہ
کیا تھا اس خاندان میں اول نامور شخص اور کل ٹھاکروں کا مورث اعلیٰ سادول سنگھ تھا اسکی
پانچ بیٹے ہوئے کشن سنگھ۔ نول سنگھ۔ زور آور سنگھ کیسری سنگھ اور اکھے سنگھ ان میں سے
اکھے سنگھ لاولد رہا۔ باقی چاروں نے اور اسی طرح انکی اولاد نے ملک موروثی مساوی حصّوں
میں تقسیم کیا کہ اس طرح اوقات مختلفہ پر بساؤ۔ سورج گڑھ۔ نولگڑھ۔ منڈاوہ۔ ڈونڈلود۔ اَل سیسر
مل سیسر۔ منڈریلہ۔ اسمٰعیل پور۔ جھجھوڑہ۔ پرسرام پورہ۔ دیوراداس۔ چنڈانہ۔ بیری۔ وہ
بدن گڑھ۔ ڈومرہ۔ گانگیا۔ ٹائیلن اور سلطانہ بیسیوں جائدادیں ہوگئیں۔ اور ان میں سے بھی
اکثر میں دو چار اور بعض بعض میں بیس تیس حصّے دار ہو گئے ہر ایک کی مختلف آمدنی ہے
ڈونڈلود۔ سورج گڑھ۔ نول گڑھ اور منڈاوہ وغیرہ بیس بیس تیس تیس ہزار اور غایت
درجہ بساؤ کی ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ ہے اس میں سے ہر ایک حسب حصّہ وحیثیت اپنی
خراج دیتا ہے پرانی تواریخ کے مطابق سیکر اور کھیتڑی کی آمدنی چار چار لاکھ اور کل شیخاواٹی
کی پندرہ لاکھ روپیہ سمجھی جاتی ہے جس میں سے تین لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب راج جے پور کو خراج
وصول ہوتا ہے اس علاقے کا صدر مقام قصبہ جھونجھنوں پندرہ ہزار آدمیوں کی آبادی

ہے جنمیں سب کا حصہ ہوا اور راج کا ناظم بھی وہیں قیام رکھتا ہے۔
علاوہ صاحب جاگیر شیخاوتوں کے انکی چند شاخیں ایسی ہیں کہ کچھ آمدنی نہیں رکھتیں۔
صرف چند دیہات میں بکثرت آباد ہیں ان میں برگزیدہ سلہدی والوں کا ہے کہ انکا اول بزرگ
سلہدی سنگھ ٹھاکر سادول سنگھ کا بھائی تھا مگر اپنی کوتہ اندیشی اور تند مزاجی سے شریک
جائداد نہ ہو سکا انکی اولاد کبھی نودڑ۔ جاکھل۔ نگلی۔ موہن واڑی۔ کمرب۔ دیوتہ اور چھاروڑہ
وغیرہ چھ سات دیہات میں رہتی ہے اور راج جیپور یا ٹھاکران سادول سنگھ کی نوکری
کرکے وجہ معیشت پیدا کرتی ہے۔

کل شیخاوت جو کچھواہوں کی ایک شاخ ہیں اور راجاوت جو مہاراجہ جیپور کے ہم قوم برادر
ہیں خراج کے سوا نوکری دینے کے پابند نہیں ہیں دوسرے جاگیردار جن سے خراج نہیں لیا جاتا۔
انکو چاکری میں حاضر رہنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

راجپوتوں کے سوا شیخاواٹی میں اور خصوصاً کھیتڑی و شمال مشرقی حصے میں ایک اور
قوم بہ تعداد کثیر مینوں کی ہے راج جیپور میں قلعہ اور خزانوں کے محافظ ہونے کے سبب سے مینوں کا
بہت زور ہے۔ انکی شاخیں کل ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ البتہ یہ لوگ ہمت و جوانمردی میں بوندی
دیواڑ کے کھیراڑ کے مینوں سے کمتر ہیں مگر چوری اور دور دور کی ڈاکہ زنی و غارتگری کی مہمات
و تدبیروں میں ان سے فائق ہیں۔

کھیتڑی

اس مختصر ریاست کا تعلق سرکار انگریزی سے بہت مدت رہا ہے سنہ ۱۸۰۳ء میں
راجہ ابھے سنگھ والی کھیتڑی لارڈ لیک کے شامل رہا تھا اور کھیتڑی خود اختیار ریاست متصور
ہو کر اس سے معاہدہ ہوا کہ اگر سرکار انگریزی اور جیپور کے درمیان نااتفاقی رہی تو کھیتڑی سرکار
انگریزی کی طرف متصور ہوگی جنگ مرہٹہ کے زمانے میں راجہ نے اپنا ملک اور فوج سرکار کو سپرد
کر دی اور اپنے بھائی کو مع راجپوت سواروں کے جنرل مونسن کے ساتھ مہم گجرات پر بھیجا اور
یہ تمام راجپوت جنرل کی ضرورت کے وقت دریائے چمبل کے کنارے پر لڑ کر مع اپنے افسر کے
مارے گئے اس حسن خدمت کے صلہ میں لارڈ لیک نے راجہ کھیتڑی کو پرگنہ کوٹ پتلی نو ہزار

روپیہ سالانہ جمع کا عطا کیا راجہ کھیتڑی کے پاس اس پرگنے کے علاوہ اور ملک بھی ہے جس کی بابت ریاست جیپور کو خراج دیتا ہے راجہ کے تمام علاقے کی آمدنی چھ لاکھ روپیہ سالانہ کی ہے ریاست کھیتڑی باعتبار پرگنہ کوٹ پتلی عطیہ سرکار انگریزی ریذیڈنسی جیپور سے متعلق ہے اور ویسے یہ ریاست ماتحت راج جیپور ہے کھیتڑی میں تانبے کی کانیں بہت ہیں مگر بدنظمی سے کانیں اور کھنڈالی خراب ہو رہی ہیں۔ سابق میں ان کے بیس گھر تھے اب ایک بھی نہیں رہا ہے ان میں باہم نزاع ہوا تھا اور راجہ کی عدم موجودگی سے فیصلے کی امید نہ تھی اور کانوں میں محنت کرنے سے کچھ ثمرہ نہ ملا مجبور چھوڑ کر چلے گئے بڑی کانوں کے اجراء میں سب سے زیادہ پانی نکلنے کی مشکل ہے اول تو دھات کی صفائی کے واسطے جلانے کی لکڑیوں میں کمی و گرانی ہے دوسرے اس کے گلانے کی دیگر مشکلات ہیں۔

کوٹ پتلی دراصل توراواٹی میں ہے مگر کھیتڑی سے متعلق ہونے کی وجہ سے شیخاواٹی میں سمجھا جاتا ہے کوٹ معنی قلعہ اور اسکے قریب موضع پتلی ہے۔ دو لفظوں سے کوٹ پتلی مرکب ہوا ہے انیسویں صدی کے شروع میں یہ قلعہ بہت مستحکم تھا اس پر مرہٹے قابض تھے لارڈ لیک نے انکو بیدخل کر کے قلعہ مع پرگنہ راجہ کھیتڑی کو دیدیا۔

سیکر

شیخاواٹی کی ایک ریاست کا صدر ہے ٹاڈ صاحب نے راؤ راجہ سیکر کی آمدنی تقریباً آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ کی لکھی ہے مگر یہ اندازہ اسکا صحیح نہیں ہے رئیس کی آمدنی چار پانچ لاکھ روپیہ سالانہ ہے اور چالیس ہزار روپیہ راج جیپور میں خراج دیتا ہے ١٨٣٥ء میں انگریزی فوج گئی۔ تب سیکر بلا مقابلہ خالی ہو گیا تھا۔

١٨٤٦ء میں سیکر میں بہت پر خطر فساد برپا ہوا تھا راؤ راجہ پرتاپ سنگھ ولد راؤ راجہ لچھمن سنگھ نے قبل وفات اپنے اسی ہزار روپے سالانہ کی جاگیریں اپنے تین کنیزک زاد لڑکوں اور ایک لے پالک رام سنگھ کو دی تھیں۔ چونکہ دہ برس تک وہ قابض رہے جب ١٨٤٤ء میں سرکار نے اس ملک کا انتظام کیا تب بھی کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ راؤ راجہ پرتاپ سنگھ نے ریاست سیکر میں اپنا ملک ہونیکی کرنل سدرلینڈ سے شکایت کی حسب اجازت صاحب ممدوح [illegible]

اُنکوبے دخل کرنیکا حکم دیا جے پور کی فوج پولٹیکل ایجنٹ کے ساتھ سنگرادت کے مقابلے میں فوج سیکر کی مدد کے واسطے گئی عرصے تک سنگرادت کا محاصرہ رہا آخرکار فتح ہوا راؤ راجہ نے پاڑودہ دبھوبھ پر جو مسکن ڈونگر سنگھ و جواہر سنگھ و بھوپال سنگھ ہیں فوج کشی کی۔ ٹھاکران مذکور راؤ راجہ کے بھائی ہیں مگر انھوں نے کنیزک زاد بھائیوں کی مدد کی تھی۔ ڈونگر سنگھ جو فوج شیخاواٹی میں رسالدار رہا تھا ساہوکار متھرا کی لڑکی کو لے جانے کی غرض سے اُس کے گھر پر حملہ کرنے کے جرم میں اول آگرے کے جیل خانے میں قید ہوا تھا جواہر سنگھ و بھوپال سنگھ کہ بھوبھ چھوٹ جانے کی وجہ سے بار دیگر ہو گئے تھے آگرے کے جیل خانے پر یکایک حملہ کرکے ڈونگر سنگھ کو نکال لے گئے ان سرکش لوگوں نے ملک کو تاخت و تاراج کیا اور نصیرآباد کے خزانے میں پہرہ والوں کو مار کر ۵۲ ہزار روپیہ کہ پلٹن کی تقسیم تنخواہ کے واسطے آیا تھا لوٹ لے گئے انجام کار ڈونگر سنگھ علاقہ جودھپور میں گرفتار ہو کر وہیں کی ریاست کے سپرد ہوا۔ جواہر سنگھ کی تحقیقات ہوئی مگر شہادت کامل نہ ہونے کی وجہ سے رہائی پاکر علاقہ بیکانیر میں پناہ پذیر ہوا اور ۱۸۸۲ء میں مع بھوپال سنگھ اور کنیزک زاد بھائیوں کے سیکر میں مسکن گزیں ہوا۔

۱۸۵۰ء میں راؤ راجہ پرتاپ سنگھ سیکر والا لاولد مر گیا۔ بھیروں سنگھ نامی بعمر سولہ برس دعویدار مسند پیدا ہوا۔ راؤ راجہ لچھمن سنگھ کے انتقال پر اُسکی رانی میڑتنی جی حاملہ تھی اُسکے میکے میں مقام گھاٹے راؤ اُس سے بھیروں سنگھ پیدا ہوا تھا حمل کی نسبت سب کو اعتراض تھا اور راجہ پرتاپ سنگھ نے اپنی حیات میں بھیروں سنگھ کو کبھی اپنا بھائی قبول نہیں کیا تھا اس کا سبب فریق ثانی نے یہ بیان کیا کہ اگر راجہ پرتاپ سنگھ قبول کر لیتا تو حسب رواج شیخاواٹی سیکر کا آدھا علاقہ دینا پڑتا سرداران شیخاواٹی سیکر میں جمع ہوئے اور سب نے ملکر بھیروں سنگھ کے حق میں رائے دی کہ وہ مسند نشین ہوا مگر اُسکی اصلیت میں مدت تک سب کو شبہ رہا۔

۱۱ مارچ ۱۸۶۶ء کو سیکر میں راؤ راجہ بھیروں سنگھ کا انتقال ہوا چند مہینوں سے بیمار تھا اس واسطے راج جے پور نے پیشتر سے انتظام عدم ارتکاب واردات کر دیا تھا۔ ٹھاکر بدھ سنگھ سردیری کا لڑکا مادھو سنگھ متبنے ہو کر مسند نشین ہوا سیکر کے سب لوگ

اُس سے رضامند تھی اور کل رشتہ داران و برادران اہلکاران راج جیپور کی موجودگی میں پگڑی
بندھی مسند نشینی کے وقت اُسکی عمر پانچ سال کی تھی ٹھاکر شیام سنگھ نے جو جدی خاندان سیکر
نے دعوے مسند نشینی کیا تھا مگر پیش نہ گیا مہاراجہ جیپور کا اس ریاست پر عرصے تک عتاب
رہا اور راج سے رئیس کی مسند نشینی منظور نہیں ہوئی وجہ یہ کہ اگرچہ باوصف عذرات و اشتباہ
اکثر عرض مند اور دعویدار لوگوں کے مہاراجہ نے مادھو سنگھ کے متبنے ہونے پر کچھ اعتراض نہیں
کیا تھا مگر بوجہ سرپرست ہونے کے نذرانہ مسند نشینی لینا چاہتا تھا سیکر والوں نے اول بحوالہ
دستور قدیم اپنی ریاست و راج ملک کے اُس کے ادا کرنے میں عذر کیا تھا۔ مگر
آخرکار جب مہاراجہ نے باجرائے اشتہار عام اپنی کل توابعین رئیس و جاگیرداروں
سے نذرانہ مسند نشینی لینے کا عام قاعدہ جاری کر دیا تو ٹھکر سنگھ منتظم سیکر نے
بھی منظور کر لیا اور یہ نے دو لاکھ روپیہ زر نذرانہ تین قسطوں میں ادا ہونا قرار پا کر اپریل ۱۸۶۹ء
میں رئیس کی مسند نشینی منظور ہوئی۔

باؤ

یہ ٹھکانہ جھوجھنوں سے ۲۲ میل شمال مغرب میں ہے یہاں نذرانہ مسند نشینی
چند سنگھ کی مسند نشینی و تبنیت پر بقدر چالیس ہزار روپیہ قرار پایا تھا۔ یہاں کا
جاگیردار ٹھاکر کہلاتا ہے۔

راج جیپور کے کچھواہہ سرداروں کا نقشہ

مع تعداد جاگیر بموجب ریکھ و تعداد اسپان و معافی و ماتحت سرداران وغیرہ

نمبر	نام شاخ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
		بموجب نقشہ مرتبہ کرنل ٹوڈ					بموجب دوسرے نقشوں کے			
۱	پورن ملوت		نیمری	۱۰۰۰۰	۱	۱۰۰۰۰	۳۱۲۰۰	۳۵	۴	۳۱
۲	پچاینوت	پچایت	لانبہ	۱۸۰۰۰	۳	۲۵۰۰۰	۳۲۲۴۰	۶۳	۰	۵۴
۳	ناتھاوت	ناتھو	چوموں	۷۰۰۰۰	۱۰	۲۲۰۱۰۰	۳۱۶۴۵۲	۷۸۳	۲۰۰	۵۸۳
۴	[illegible]	سرتاب	سورت	۲۲۰۰۰		۲۲۰۰۰	۵۶۲۷۳	۱۳۴	۱۵	۱۰۹
۵	کھنگاروت	کھنگا	دگی	۶۰۰۰۰	۲۲	۹۰۰۰۰	۵۱۴۳۸	۲۳۳	۱۶۰	۵۹۳
۶	راجاوت		جھلائی	۲۰۰۰۰	۱۴	۱۹۰۱۳۹	۳۲۱۳۴۵	۴۱۲	۱۱۳	۴۹۹

۷	ملیچھ وردت	ملیچھدر	اچرول	۲۹۰۰۰	۲۱	۱۳۰۰۰	۱۳۶۰۰	۱۹	۱۶	۸۲
۸	کلیانوت	کلیان	رلتوا	۲۵۰۰۰	۱۵	۳۴۵۰۰۰	۱۹۶۳۹۷	۳۳۷	۳۶	۳۰۱
۹	چتر بجوت	چتیر بنج	نگرو	۴۰۰۰۰	۶	۱۰۰۰۰۰	۸۳۷۰۳	۱۴۹	۲۰	۱۲۹
۱۰	گوگادت		ڈونی	۷۰۰۰	۱۳	۱۴۸۰۰۰	۶۱۱۶۱	۱۲۱	۴۰	۸۱
۱۱	کھمیانی		پانی کھوا	۲۱۰۰۰	۳	۲۴۰۰۰	۳۸۵۳۲	۵۰	۱۳	۳۷
۱۲	کم پادت		مہار	۲۸۰۰۰	۷	۴۱۰۰۰	۲۹۵۹۲	۴۴	۸	۳۶
۱۳	شتوپرن پوتر	سورت یا سورن	نتیدر	۱۰۰۰۰	۳	۵۰۰۰۰	۱۵۵۱۰۶	۲۷۴	۶۲	۲۱۴
۱۴	بن بیر پوتہ	بن بیر	پاٹ کوہ	۱۹۰۰۰	۳	۲۶۶۰۰	۲۴۲۷۵	۵۲	۸	۴۴
۱۵	نزدکا		ان یارہ	۲۰۰۰۰۰	۶	۳۰۰۰۰۰	۱۴۴۴۴۶	۲۶۶	۳۶	۲۳۰
۱۶	بانکاوت		لووان	۱۵۰۰۰	۴	۳۵۰۰۰	۲۵۰۴۰	۶۵	۴	۶۱
میزان				۹۴۷۰۰۰	۱۳۶	۲۱۹۴۸۳۶				

دوسرے جاگیرداران راج جیپور

نمبر	نام شاخ	تعداد جاگیر موجب بیگھہ	تعداد اسامیان بیگھہ	معافی	باقی نوکری والے
۱	کچھواہہ	۳۱۰۰	۶	۱	۵
۲	راٹھوڑ	۲۲۳۵۶	۳۲۳	۶۰	۲۶۳
۳	شیخاوت	۱۱۰۳۸۹	۲۵۵	۳۲	۲۲۳
۴	سواسرتہ	۱۲۸۰۰	۲۴	۲	۲۲
۵	بڑگوجر	۳۰۴۰۰	۵۹	۸	۵۱
۶	گوڑ	۱۶۰۰۰	۷	۲	
۷	چندراوت	۱۲۲۹۱	۲۴	۹	۱۵
۸	سیادوت	۴۵۰۰	۹	۱	۸
۹	دھیراوت	۲۵۰۲۱	۴۶	۱	۴۵
۱۰	پنوار	۸۱	۲	۲	

نمبر	نام شاخ	تعداد جاگیر موجب ریکھ	تعداد اسپان بموجب ریکھ	معافی	باقی نوکری والے
۱۱	راناوت	۱۹۲۰۰	۱۶	۲	۰
۱۲	چوہان	۲۱۶۲۰	۳۷	۳	۳۴
۱۳	بالاپوتہ	۵۴۲۰۰	۹۷	۷	۹۰
۱۴	سیکروال	۴۰۹۵۰	۹	۱	۸
۱۵	راجگڑھ کا	۸۴۱	۱	۱	۰
۱۶	ہمیر دے کا	۵۳۵۳۵	۱۳۹	۱۵	۱۲۴
۱۷	ہاڈہ	۴۴۲۵	۴	۴	۰
۱۸	اوگراوت	۲۲۰۰	۲	۲	۰

نوٹ

آج کل کوٹھری کا لفظ جے پور کی کسی جاگیر پر استعمال نہیں پاتا۔ سب ٹھکانے کہلاتے ہیں۔ کوٹھری کا لفظ الور کے جاگیرداروں پر اطلاق پاتا ہے۔

فصل

تاریخ الور جغرافیہ

الور گوشہ مشرقی شمالی راجپوتانہ میں آمدنی کے لحاظ سے دوسرے درجے کی ریاست ہے کہ درمیان خطوط عرض بلد شمالی ۲۷ درجہ ۴ دقیقہ اور ۲۸ درجہ ۱۴ دقیقہ اور خطوط طول بلد مشرقی ۷۶ درجہ ۷ دقیقہ اور ۷۷ درجہ ۱۴ دقیقہ کے واقع ہے۔ اسکے شمال میں سرکاری ضلع گوڑگانوہ اور کوٹ قاسم علاقہ جیپور مغرب میں نابھہ۔ پٹیالہ اور جیپور کا علاقہ۔ جنوب میں راج جیپور اور مشرق میں بھرت پور کا علاقہ پھیلا ہوا ہے۔ اس کی لمبائی شمال سے جنوب کو اسی میل اور چوڑائی پورب سے پچھم کو پینسٹھ میل رقبہ تین ہزار ایک سو اکتالیس میل مربع۔ آبادی ۹۰۰۰۰۰ آدمی سالانہ آمدنی بیس لاکھ روپیہ اور فوج سوار و پیدل چار ہزار بیان کی جاتی تھی۔ لیکن اس وقت آمدنی میں اضافہ ہو کر ۳۲۹۹۴۷۹ - روپیہ کو نوبت پہنچ گئی ہے۔

اس ریاست کا علاقہ پوربی حصّے کے سوا اکثر پہاڑی ہے جس میں زراعت کے لائق ہر جگہ میدان اور ہموار زمین بھی پائی جاتی ہے تمام علاقے میں دو ندیوں مونگانہ اور رساجی نام ہیں سے پہلی ہمیشہ کم و زیادہ جاری رہتی ہے اور دوسری برسات کے سوا اور موسم میں نہیں بہتی یہاں کا علاقہ اگرچہ عام طور پر ڈونڈھار کی شاخ کہلاتا ہے لیکن اس زمانے میں چار علیحدہ ناموں سے مشہور ہے ایک ڈھونڈھار جس میں مالاکھیڑہ۔ راجگڑھ۔ راج پور۔ اور ہلینہ پرگنے ہیں دوسرا انہیروٹہ جس میں تھانہ غازی۔ پرتاب گڑھ۔ عجب گڑھ اور بلدیو گڑھ پرگنے ہیں۔ تیسرا راٹھ جس میں مانڈن۔ شیر دو۔ بھروڈر۔ منڈاور۔ کرنی کوٹ۔ بہرانہ۔ ہرسورہ۔ جیند دلی۔ تنار پور حاجی پور۔ بمبرپور۔ بالسنور۔ اور رام نگر پرگنے ہیں چوتھا میوات جس میں خاص الور۔ راٹھ بہادر پور۔ گوبند گڑھ۔ پیل کھیڑہ۔ کشن گڑھ۔ اسمٰعیل پور۔ تجارہ اور ٹوکڑہ پرگنے ہیں سب علاقے میں انتظامی غرض سے بارہ تحصیلیں مقرر کی گئی ہیں۔

قوم میو۔ اور خانزادہ وغیرہ

میوات کے علاقے میں ایک قوم میو کے لوگ زیادہ رہتے ہیں۔ جو کسی تغلق وغیرہ بادشاہ کے عہد میں ہندوؤں سے مسلمان بنائے گئے ہیں انکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ راجپوت اور میؤں سے ملکر پیدا ہوئے۔ جاٹ اور گوجروں کی طرح وہ بھی اکثر چوری۔ غارتگری اور کھیتی سے گذر کرتے ہیں۔ میوات کے پرگنہ تجارا میں جو الور سے تیس میل شمال میں ہے ایک قوم خانزادہ نام قدیم سے آباد ہے جس کو چندر بنسی سری کرشن کی جادو نسل میں سے بیان کیا جاتا ہے سری کرشن کی بارھویں پشت میں ایک شخص بھگن پال تھا جس نے شہر بیانہ کے قریب قلعہ بھگن گڑھ بنایا سنہ ۹۲ھ میں شہاب الدین غوری نے یہ قلعہ فتح کر کے بہاءالدین طغرل کو دیدیا بھگن پال کا بیٹا اندپال مدت تک ادھر ادھر مارا مارا پھرا آخرکار اس نے سنہ ۱۱۶۳ میں اجان گڑھ آباد کیا اسکے بعد بیٹا اسکا انتی پال جانشین ہوا انتی پال کا بیٹا ادھان پال ہوا اور ادھان پال کا بیٹا السنراج ہوا۔ السنراج کے چند بیٹے تھے اُن میں سے لکھین پال پسر السنراج کے دو بیٹے سانبر پال اور شیوبر پال ہوئے یہ دونوں فیروز شاہ کے عہد میں مسلمان ہو گئے ان کے مسلمان ہونے کے باب میں دو قول ہیں ایک یہ کہ رغبت دلی سے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ غارتگری کی سزا میں قتل کے مستحق ہونے پر مسلمان ہو کر جان بری ہوئی۔ خان زادوں کا بیان ہے کہ ہمارے بزرگوں کو خان جادو کا خطاب ملا تھا عوام غلطی سے خانزادہ کہنے لگے لیکن محققین کا گروہ اسپر ہے کہ اسلام کے بعد بادشاہ نے انکو خان زاد کا خطاب دیا تھا جو عزت کی نشانی سمجھا جاتا تھا اور جو کوئی معزز ہندو مسلمان ہوتا تھا وہ خان زاد شاہی کہلاتا تھا۔ بہر صورت سانبر پال ایک شیر کو مارنے کی وجہ سے ناہر بہادر کے خطاب سے مخاطب ہوا اور شیوبر پال چھجو خاں کہلایا شیوبر پال کے نو بیٹوں میں سے ملک علاءالدین نامی کی اولاد زیادہ پھیلی اور ان خانزادوں کا کتابوں میں سلسلہ زیادہ مذکور ہے۔ ان دونوں صورتوں میں وہ تو مسلم چندر بنسی راجپوت ثابت ہوتے ہیں جنکی رشتہ داری اکثر شریف لوگوں اور ان نومسلموں سے ہوتی ہے جو چوہان وغیرہ قوم میں سے مسلمان ہونے کے بعد الور اور بہرام پور کے علاقے میں رانگڑ کہلاتے ہیں۔ خان زادے لوگ چار پانسو برس سے اکثر نامور چلے آتے ہیں نواب حسن خاں جو میوات کی حکومت کے سبب فارسی کی تاریخوں میں حسن خاں میواتی کے نام سے مشہور ہے

اور جب یہ بادشاہ کے مقابلے پر رانا سانگا کے ہمراہ دس ہزار سوار لیکر آگیا تھا اور جسکی بیٹی سے
اکبر کے وزیر بیرم خان کا بیٹا عبدالرحیم خان خاناں سپاہ سالار پیدا ہوا تھا اسی خانزادہ قوم
میں سے تھا جب سے عہد شاہجہان میں فیروز خان خانزادے نے رسوخ حاصل کرکے خطاب
نوابی پایا اور شاہ آباد کو آباد کیا. سو ڈیڑھ سو برس کے قریب سے جاگیر سک. تا جاتی رہنے کے سبب وہ
انگریزی سواروں وغیرہ میں نوکری یا تجارت وغیرہ مقام میں زمینداری کرتے ہیں۔

میو اور خانزادوں کے سوا الور کے علاقے میں مختلف برہمن - بنیے - راجپوت - کایستھ - جاٹ
گوجر اور اہیر رہتے ہیں جنمیں سے راجپوت جاگیرداری اور کھیتی سے - برہمن اور بنیے کھیتی اور سوداگری
سے - کایستھ نوکری سے - جاٹ گوجر اور اہیر کھیتی اور نوکری سے اپنا گذر کرتے ہیں دوسری
ریاستوں کی طرح میوؤں کے سوا الور کے جاٹ اور گوجر لوٹ مار کے بہت کم عادی ہیں۔

علاقہ اور آبادی

علاقہ الور کے پہاڑ جنکو اراولی پربت کا شروع کنارہ سمجھنا چاہئے برساتی موسم میں درخت
اور گھاس سے سرسبز رہتے ہیں ان میں کان کی کوئی کارآمد چیز پیدا نہیں ہوتی - جھیری گاؤں
کے پاس کسی قدر سفید پتھر نکلتا ہے - پہاڑ اور جنگل میں شیر - چیتے - سانبھر - نیل گائے - ہرن
اور سور وغیرہ جانور کثرت سے رہتے ہیں - جنکا راجہ کے سوا کوئی شکار نہیں کرسکتا - سوروں سے
کھیتی کا زیادہ نقصان نظر آیا تو انتظام ایجنسی میں بہت سے مارے جاکر پہاڑوں کے سوا
دوسری جگہ کم رہ گئے ہیں۔

شہر الور جو عرض البلد شمالی ۲۷ درجہ ۳۴ دقیقہ طول البلد شرقی ۷۶ درجہ ۴۰ دقیقہ پر آباد ہے
پچاس ہزار آدمی کی آبادی ہے اپنے تمام علاقے کے وسط میں ایک پہاڑ کے نیچے بسا ہوا ہے پہاڑ
پر مضبوط قلعہ کے اندر ایک محل چار کنڈ ایک تالاب سلیم ساگر اور ایک باؤڑی بنی ہوئی ہے - مغرب کی
ڈھلاؤ کی طرف ایک اندھیری دروازہ طویل راستے کے ذریعہ سے ضرورت کے لئے شہر کے
قریب رکھا گیا ہے اور شہر پناہ کی پختہ دیوار اس دروازے تک پہنچائی گئی ہے - آبادی کے گرد
کی شہر پناہ اور خندق جس میں پانچ پختہ دروازے بنے ہوئے ہیں کچی ہے اسکو سمت ۱۸۳۲ مطابق
سنہ ۱۷۷۶ء میں راؤ راجہ پرتاب سنگھ نے تیار کرایا تھا شہر کے کنارے پر ایک بڑے سے پختہ تالاب میں

نہروں کے ذریعہ سے پانی کی آمد رکھی گئی ہے۔ اور اسکے مشرقی طرف ریاست کے خوبصورت محلات قائم ہیں جن کے شمالی طرف ایک باغ میں مختلف قسم کے جانور پلے ہوئے ہیں شہر کے باہر لال دروازے کی طرف کیپٹل گنج بازار۔ مدرسہ۔ شفاخانہ۔ کوتوالی اور سرائے ہے جو بیچ طاس کیپٹل پولٹکل ایجنٹ کے انتظام میں بنائے گئے اور کمپنی باغ سے جو راؤ راجہ شیودان سنگھ نے طیار کرایا تھا بہت رونق ہوگئی ہے۔ شہر سے دو میل فاصلے پر جنوبی مشرقی طرف موتی ڈونگری نام ایک بلند مکان بنا ہوا ہے جس کے گرد پانچسو بیگہ زمیں میں بنے بلاس باغ ہر قسم کے درختوں سے بھرا ہوا ہے ان کے سوا راج اور سرداروں کے کئی اور باغ دور تک شہر کے گرد پھیلے گئے ہیں جو عمدہ نظر آتے ہیں۔

تاریخ

الور کے نروکے راجپوت کھتیڑی وغیرہ کے شیخاوتوں کی طرح کچھواہوں کی شاخ میں ہیں وہ آنبیر کے بارہویں راجہ اُدے کرن کی اولاد میں گنے جاتے ہیں اور اُس کے پڑپوتے نروجی کی نسل میں ہونے کے سبب نروکے کہلاتے ہیں جن کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

(۱) بیرسنگھ ولد راجہ اُدے کرن رئیس آنبیر (۲) مہراج (۳) نروجی (۴) لالہ جی (۵) اوداجی (۶) لاڈخاں (۷) فتح سنگھ (۸) کلیان سنگھ (۹) اگر سنگھ (۱۰) تیج سنگھ (۱۱) زورآور سنگھ (۱۲) محبت سنگھ (۱۳) راؤ راجہ پرتاپ سنگھ اوّل رئیس الور

یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ اُدے کرن کا بڑا بیٹا بیرسنگھ ایسا اقرارنامے کے سبب جو کھنڈیلہ کے راجہ نے اُدے کرن کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کرنے کے وقت اس مضمون کا لکھا لیا تھا کہ میری بیٹی سے لڑکا پیدا ہونے پر بغیر لحاظ عمر کے ولیعہد مانا جائے آنبیر کی گدی سے محروم رہ کر کسی گانو کا جاگیردار بنا اُسکے بعد مہراج۔ اور نروجی جس سے نروکے کہلائے لالہ جی اوداجی۔ لاڈخاں اور فتح سنگھ نے بھی وہیں دن کاٹے۔

فتح سنگھ کے بعد کلیان سنگھ نے آنبیر کے مرزا راجہ جیسنگھ دوسرے کے بیٹے کیرت سنگھ کے ماتحت جسکو شاہجہاں بادشاہ کی طرف سے پرگنہ کامہ جاگیر میں ملا تھا فسادی میووں کا خوب انتظام کیا تھا۔

سمت ۱۷۲۸ مطابق ۱۷۶۲ء میں کیرت سنگہ کے مرجانے پر اُسکے ساتھی لوگ ہر طرف پریشان ہوئے تو اُنمیں سے کلیان سنگہ نرو کا جیپور کے علاقے میں آرہا جسکو وہاں ماچیڑی اور رام پورہ دو گاؤں کچھ زمین سمیت جاگیر میں ملے۔ اُسکی اولاد میں بیٹے اگرسنگہ۔ پیتج سنگہ زورآور سنگہ اور محبت سنگہ چار شخص معمولی جاگیر پر قابض رہے۔ پانچویں بہادر اور چالاک پرتاپ سنگہ نے بھرت پور اور جیپور کے راج میں سے علاقہ دبا کر سمت ۱۸۳۲ مطابق ۱۷۷۵ء میں علیحدہ ریاست الور کی بنیاد ڈالی جسکی خودمختاری قائم رہنے کے لئے اُس نے آخری بادشاہ شاہ عالم ثانی سے سند مع منصب حاصل کی اور اپنی زندگی میں ہر طرح مضبوطی کر کے اپنی اولاد کے لئے قابض رہنے کے سوا کوئی کام باقی نہ چھوڑا۔ اس وقت سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے اس ریاست کی بنا پڑکر وہاں چھ رئیس راؤ راجہ پرتاپ سنگہ۔ راؤ راجہ بختاور سنگہ راؤ راجہ بنے سنگہ۔ راؤ راجہ شیودان سنگہ۔ مہاراجہ منگل سنگہ اور مہاراجہ جے سنگہ مسندنشیں ہوئے۔ جن میں سے راؤ راجہ شیودان سنگہ کے سوا کوئی راج کی گدی پر پیدا نہیں ہوا۔

راؤ راجہ پرتاب سنگہ

بکرم سدی ۳ سمت ۱۸۳۲ مطابق ۱۷۷۵ء ۲۵۔ نومبر کو ۳۵ برس کی عمر میں الور پر قابض ہوکر رئیس کہلایا۔ وہ جیپور سے مہاراجہ مادھو سنگہ اوّل کے عہد میں گرفتار کئے جانے کے خوف سے بھرت پور کو بھاگ گیا تھا اور جیپور و بھرت پور والوں کی لڑائی کے وقت اپنے رشتہ داروں کا شریک ہو گیا جس سے اُسکو قدیمی جاگیر واپس ملگئی۔ سمت ۱۸۲۴ میں مہاراجہ مادھو سنگہ کے مرنے کے بعد جیپور میں ابتری پھیلنے سے اس نے وہاں کا پرگنہ راجگڑھ اور تھانہ غازی اور بھرت پور کے میواتی گاؤں دبا لئے۔ راؤ پرتاب سنگہ ۱۷۷۱ء سے ۱۷۷۵ء تک بادشاہی سردار نجف خاں کو بھرت پور اور آگرے کا قبضہ دلانے میں اُسکا مددگار رہا جس سے نواب نے راؤ کو ماچیڑی کی سند۔ راؤ راجا کا خطاب اور پانچہزاری منصب ماہی مراتب سمیت شاہ عالم ثانی سے دلا دیا اس سے جیپور کو اور بھی بزرگی یعنی حکومت کا دعوے نہ رہا۔ سمت ۱۸۳۲ مطابق ۱۷۷۵ء میں راؤ راجہ نے بھرت پور کے ماتحت قلعہ دار نون سنگہ اور اسکی فوج سے قلعہ الور چھین

کر راجاؤں کی طرح مسند نشینی کا جلسہ کیا ایک بار نواب نجف خاں نے راؤ راجہ کی ترقی سے ناخوش ہو کر ٹپاٹ مقام سے چھ کوس مغربی طرف اسکو بڑی بھاری شکست دی لیکن اس نے جلد اس نقصان کا عوض نکالنے کو جیپور کا پرگنہ نسوہ لوٹ کر بیس لاکھ روپے کا مال حاصل کیا اور سمت ۱۸۴۳ مطابق سنہ ۱۷۸۶ء تک کچھ جیپور کے گاؤں اور زیادہ بھرت پور کے پرگنے دبا کر راج کو اتنا بڑھایا کہ وہ بغیر کسی کی مدد کے دوسرے رئیسوں سے مقابلہ کے لائق بن گیا۔ جن دو ریاستوں کا علاقہ دبایا گیا انھیں سے راؤ راجہ کو فائدہ اٹھانے کا سبق ملا تھا جیسے کہ جیپور والوں نے بادشاہی خالصے کی زمین دبائی اور بھرت پور والوں نے اُسمیں سے علیحدہ اپنی ریاست جمائی ویسے ہی رئیس الور نے ان دونوں کے پرگنے چھین کر حکومت پائی۔ ایسی حالت میں جبکہ مرہٹے وغیرہ ملک کو لوٹ کا دسترخوان سمجھے تھے راؤ راجہ نے وہ ہمت اور دلیری کا کام کیا جسکو راجپوت لوگ سیکڑوں برس سے چھوڑ چکے تھے۔ راؤ راجہ گدی پر بیٹھنے سے پندرہ برس کے بعد پوس بدی ۵ سمت ۱۸۴۷ بکرمی مطابق ۲۶ دسمبر سنہ ۱۷۹۱ء کو پچاس سال کی عمر میں مرگیا۔ اسکے بعد ٹھاکر تھانہ کا بیٹا بختاور سنگھ جو قریب رشتہ داری کے سبب گود لیا گیا تھا مالک بنا۔

راؤ راجہ بختاور سنگھ

اسکے گود لیئے جانیکی نقل اس طرح ہے کہ راؤ راجہ پرتاب سنگھ نے اپنے ہم قوم ٹھاکروں کو اُنکے لڑکوں سمیت ایک دربار میں جمع کیا سب لڑکے علیحدہ علیحدہ کھیل کی چیزوں میں مصروف ہوئے اور بختاور سنگھ ڈھال تلوار کا کھلونا لیکر راؤ راجہ کے پاس گدی پر جا بیٹھا جسکو اُس نے قدرتی پسند (انتخاب) سمجھ کر اپنا وارث قرار دیا۔

راؤ راجہ سمت ۱۸۵۰ مطابق سنہ ۱۷۹۳ء میں کچاہن علاقہ مارواڑ سے شادی کرکے واپس آتا تھا تو راستے میں مہاراجہ جیپور اُسکے باپ کی ماتم پرسی کے طور پر ملنے کو آیا اور یہ بھی اُس کے پاس گیا۔ راؤ راجہ نے ماتم پرسی کے شکریے میں دادسہ اور نسوہ وغیرہ پرگنے جے پور کو چھوڑ دیئے۔

نبی بخش خاں دہوسش دار خاں وغیرہ شیخ جو عہد راؤ راجہ پرتاب سنگھ میں مختار کاروبار ریاست تھے ان میں اپنی بااختیاری و کارگذاری سے نہایت تکبر آگیا اپنے زعم میں راؤ

راجہ کا کچھ وجود نہ سمجھتے تھے بلکہ ایک روز شیخ الہی بخش نے گفتگو بے ادبانہ سے ارتکاب گستاخی بھی کیا اس وجہ سے راؤ راجہ ان سے مکدر ہو گئے اور انگوزہ ہت سے مار کر۔ نواب احمد بخش خاں مصاحب کو رزیڈنٹی دہلی کا سفیر بنایا۔

سمت ۱۸۶۰ مطابق سنہ ۱۸۰۳ء میں الور کے علاقہ لاسواڑی گاؤں پر انگریزی جنرل لارڈ لیک اور سیندھیا وغیرہ سے لڑائی ہوئی جسمیں مرہٹوں کو شکست کے بعد راؤ راجہ کے مصاحب نواب احمد بخش خاں اور ٹھاکر سمرت سنگھ کلیاوت نے سپاہ کر کے بہت نقصان پہنچایا اس خیرخواہی میں راؤ راجہ سے بغیر خراج سرکاری عہد نامہ قرار پاکر انکو کئی پرگنے یعنی اسماعیل پور۔ منڈاور۔ دربارپور۔ بیرانہ۔ تاپے۔ مانڈھن۔ گھیلوٹ۔ بیجواڑ۔ سرائے دادری۔ بدھوانہ اور بھونگر انعام میں دئیے گئے اور خاص کارگذاری کے سبب نواب احمد بخش خاں کو سرکار انگریزی کی طرف سے پرگنہ فیروزپور اور راج کے نئے علاقے میں سے پرگنہ لوہارو جاگیر میں عنایت ہوا۔

لوہارو۔ نواب احمد بخش خاں کے بیٹے شمس الدین خاں سے جو ولیم فریزر رزیڈنٹ دہلی کے قتل کرنے کے جرم میں مارے گئے۔ پرگنہ فیروزپور ضبط ہو کر ضلع گوڑگانوہ میں شامل کیا گیا اور لوہارو انکی اولاد کے قبضہ میں صوبہ پنجاب کے ماتحت چلا آتا ہے۔

لیکن لوہارو کی ریاست سے مجھکو یہ روایت ملی ہے کہ نواب احمد بخش خاں عساکر سرکار انگلیشیہ میں شامل تھے اور علاوہ خدمت جنگ کے وہ اس کام میں بھی مصروف تھے کہ اثر سرکار انگلیشیہ کا راجپوتانہ میں پھیلے۔ الور و جیپور کے عناد و روزانہ فساد سے بھی وہ باخبر تھے اجمیر سے دہلی واپس آتے ہوئے وہ کئی بار الور میں مقیم ہوئے جہاں راؤ راجہ بختاور سنگھ سے چند بار انکی ملاقات ہوئی نواب کی شرافت نسبی و لیاقت حسبی کی وجہ سے احترام کے ساتھ راؤ راجہ نے اُن سے رابطہ بڑھایا اور انکی سپہ گری و فراست کی یہاں تک قدردانی کی کہ اُن کو ساتھ دستار بدلی۔

جبکہ معاملات ریاست میں گفتگو راؤ راجہ سے انکی شروع ہوئی تو نواب احمد بخش خاں نے نشیب و فراز واقعات مملکت ہند سے بحث کرنے کے بعد یہ امر اُن کے ذہن نشین کر دیا کہ

راؤ ماچیڑی کی دیرینہ باجگزاری وجاگیرداری جیپور کی وجہ سے گھات میں ایسے قوی دشمن [illegible] الور کی خودمختاری کا علم نگونسار کردیں اس اختلال سے دوامی نجات کی صورت ایک باقوت و با اقتدار حکومت کی حمایت سے ہی صرف حاصل ہوسکتی ہے۔

انگریزی فوجیں راجپوتانے میں امن وامان قائم کرنیکی غرض سے سایہ افگن ہیں قبل ازیں کہ ماچیڑی کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کا کوئی معاہدہ ہو مآل اندیشی اور تدبیر صائب یہی ہے کہ راؤ راجہ بختاور سنگھ سرکار کے سایۂ عاطفت وحمایت میں آ جائیں۔ ابتدا استدعا کو نواب احمد بخش خاں کا مشورہ و کوشش کارگر ہوئی۔ بختاور سنگھ نے اس امر اہم و دشوار و نازک مسئلے کا ذمہ دار اپنے مشورہ کار ہی کو بنانا چاہا اور اس پر اصرار کیا۔ نواب نے اس وساطت وسفارت کے بار گراں اپنے دوش ہمت پر لیا۔ رئیس الور کے نوشتجات لیکر عازم لشکر سرکار انگریزی ہوئے۔

ساتھ ہی اسکے فیمابین رئیس الور و نواب احمد بخش خاں کے یہ عہد وپیماں ہوئے۔ کہ اگر نواب کی ایلچی گری وکارگزاری سے جیپور کی ماتحتی سے الور خودمختار ریاست بن گئی تو لوہارو کا پرگنہ اس خدمت کے بدل میں رئیس الور بلا شرط احد اسے انکی ملکیت وحکومت میں دیدیگا۔ الور سے معاہدہ ہونے کے بعد راؤ راجہ بختاور سنگھ نے اپنے وعدے کا ایفا کیا اور اس پرگنے کو نواب کے نام اس طرح ہبہ کردیا گیا کہ اس پرگنے کی بابت گورنمنٹ انگریزی کے نام لادعوے ہونے کی دستاویز لکھدی تاکہ نواب اور انکے جانشین کسی عہد میں بھی پابند وماتحت راج الور کے نہ رہیں۔ نواب احمد بخش خاں نے بھی کوئی دست آویز کسی قسم کی ریاست الور کو نہیں دی اور انگریزی حکام کے مشورے وعلم ومنظوری سے لوہارو کے پرگنے کو اپنی ریاست فیروزپور کے محالات میں شامل کیا۔

نوٹ۔ اس روایت کی صداقت پر یہ دلیل ہے کہ ریاست لوہارو کو ریاست الور کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں۔ نہ خراج دیتی ہے نہ دوسری کسی طرح کی ماتحتی رکھتی ہے اور لوہارو پر ہی کیا منحصر ہے۔ راجہ نیمرانہ خراجگزار الور کا خراج بتوسط ایجنسی ادا ہوتا ہے۔

راؤ راجہ کو پرگنہ دادری اور بدھوانہ کے دور ہونے کے سبب عوض میں کرشن گڑھ اور تجارا دئے گئے۔ سمت ۱۸۷۰ مطابق ۱۸۱۳ء میں راؤ راجہ نے دُبّی اور سکرا و دقلعے جیپور کی علاقے میں سے دبالئے جنکو خلاف عہد نامہ جان کر سرکار انگریزی نے فوجی دھمکی سے واپس دلایا اور الور سے تین لاکھ روپیہ فوج خرچ میں لیا۔ لیکن راؤ راجہ نے علاقے میں نیا محصول جاری کرکے رعایا سے چھ لاکھ روپیہ وصول کیا۔

آخر عمر میں راؤ راجہ کو خلل دماغ ہو گیا تھا ایکبار اُس نے بیماری سے آرام نہ ہونے کے سبب سول شاہی نقیروں پر جن کا وہ بہت معتقد تھا جادوگری کا شبہ کرکے بہت سی بیگناہوں کے ناک کان کٹوا ڈالے اور ایک مٹکا بھر کر نواب احمد بخش خاں کے پاس جو ناراض ہو کر اپنی جاگیر کو چلے گئے تھے بھیجدیا۔ اس ظالمانہ کارروائی کی تحقیقات کے لئے ایک انگریزی افسر مقرر ہوا۔ لیکن اسی برس راؤ راجہ کا ماگھ سدی ۲ سمت ۱۸۷۱ مطابق ۱۸۱۵ء میں چوبیس برس راج کرنے کے بعد چالیس سال کی عمر پاکر انتقال ہو گیا اور سرکاری طرف سے دئے ہوئے پرگنے ضبط کر لینے کی تجویز ملتوی کھی گئی۔ اسکے مرنے کے بعد موسےنام طوائف سے جو اسکے ساتھ ستی ہو گئی تھی ایک بیٹا بلونت سنگھ اور ایک لڑکی چاند کنور باقی رہی۔ اور بھتیجا بنے سنگھ راجپوتانے کے قاعدے سے متبنے سمجھا گیا جس سے کچھ مدت تک راج کے دو حصے ہو گئے۔

راؤ راجہ بنے سنگھ

اور

راجہ بلونت سنگھ

یہ دونوں کم عمر رئیس الور کے مالک مانے گئے اور راج کا سب کام اہلکار کرتے رہے لیکن سمت ۱۸۸۰ مطابق ۱۸۲۴ء میں سرداروں نے بنے سنگھ کی طرفداری میں اور نواب احمد بخش خاں وغیرہ نے بلونت سنگھ کی مددگاری میں مخالفت پیدا کی۔ اس معاملے میں جنرل اکٹر لونی رزیڈنٹ نے راؤ راجہ بنے سنگھ کی حقداری مانکر صدر کو رپورٹ کی اور نواب احمد بخش خاں نے اُسکے برخلاف گورنر جنرل کی خدمت میں تحریر بھیجی جہاں سے رزیڈنٹ کو نواب کی رائے کے ساتھ کام کرنیکی ہدایت ہوئی اُس پر مجبور ہوکر رزیڈنٹ نے نواب سے

اتفاق کر کے اُنکے دشمنوں کو جنھوں نے اُنھیں قتل کے ارادے سے زخمی کیا تھا راؤ راجہ سے طلب کیا اور تعمیل نہ ہونے پر سرکشی کی رپورٹ کر کے فوجی دباؤ ڈالنے کی منظوری منگالی۔ راؤ راجہ نے خوف کے سبب راجہ بلونت سنگہ کو قید سے رہا کر کے رزیڈنٹ اور نواب کی صلاح کو قبول کیا۔ آخر یہ قرار پایا کہ چار لاکھ روپے سالانہ کی جاگیر جو اُس وقت الور کی تہائی آمدنی تھی راجہ بلونت سنگہ کو دی جانے اس لئے دو لاکھ آمدنی کا پرگنہ تجارا وغیرہ اور دو لاکھ روپیہ سالانہ نقد مقرر ہو گیا اقرار نامے میں یہ شرط لکھی گئی کہ اُسکے بعد خاص اولاد جاگیر کی حقدار رہے گی اور لا ولد ہونیکی صورت میں جاگیر واپس راج الور کے شامل ہو جائیگی۔ راجہ بلونت سنگہ تجارا کی خودمختار جاگیر پانے سے بیس برس کے بعد بغیر اولاد گذر گیا جس سے اُسکا تمام علاقہ پھر الور میں داخل ہو گیا۔

سمت ۱۸۸۳ مطابق ۱۸۲۶ء میں اس وجہ سے کہ راؤ راجہ نے نواب پر حملہ کرنیوالوں کو سزا دینے کے عوض بڑے بڑے عہدے دے رکھے تھے رزیڈنٹ نے رئیس سے ملاقات نہ کی اور اُسکے سفیر کو گورنر جنرل کی حضوری نصیب نہ ہوئی اس پر سرکار مہربانی سے ناامید ہو کر راؤ راجہ نے راج جے پور کا ماتحت بننا چاہا لیکن سرکار انگریزی سے اس خلاف عہدنامہ کارروائی کے سبب اُس پر کچھ جرمانہ ہو کر ممانعت کی گئی۔ سمت ۱۸۹۴ مطابق ۱۸۳۸ء میں راؤ راجہ نے انتظام کی ابتری سے خود تنگ آ کر آغا صاحب خوشنویس کی معرفت رزیڈنسی دہلی کے میر منشی عمو جان کو سات سو روپیہ ماہوار تنخواہ پر دیوان ریاست اور نواب فیروزپور کے نوکر مرزا اسفندیار بیگ کو تین سو روپیہ تنخواہ پر نائب دیوان مقرر کیا۔ ان اہلکاروں نے شہر اور پرگنوں میں عدالتیں قائم کر کے تمام قرضہ بے باق اور ساہوکاروں کا ٹھیکہ اور بے جا دباؤ بالکل علاقے سے اُٹھا دیا۔ کئی برس کے بعد منشی نے رشوت کے ذریعہ سے بدنیتی پھیلائی اور مرزا نے دیانتداری سے اُسکی مخالفت اختیار کی اوّل تو منشی نے مرزا کو ملکی کام سے علیحدہ کرا کر مدرسے کی نگرانی پر رکھ دیا۔ لیکن آخر میں مرزا نے منشی پر رشوت لینا ثابت کر کے اُسکو قید کرایا جو سات لاکھ روپیہ ڈنڈ دیکر رہا ہوا۔ مرزا نے دیوانی کا عہدہ پا کر پانچ برس تک عمدگی سے کام کیا لیکن سمت ۱۹۱۲ مطابق ۱۸۵۶ء میں راؤ راجہ

فالج کی بیماری سے ضعیف ہو کر پھر منشی عمو خاں اور اسکے بھائی فضل اللہ خاں و انعام اللہ خاں کے دم میں آ گیا اور انکو دوبارہ مختار بنا دیا۔

۱۸۵۷ء کے غدر میں جبکہ راؤ راجہ بہار بھاؤ سنگ نے بارہ سو آدمی کی جمعیت باغی فوج کے مقابلے کو آگرے کی طرف روانہ کی جو شکست کھا کر پریشان ہو گئی۔ ان دنوں میں رئیس کی بیماری کے سبب میا اچپلہ وغیرہ نے مرزا کے اشارے سے کئی آدمیوں کو جادو کرنے کے الزام سے بیگناہ مروا ڈالا۔ اس سخت ظلم کے بعد جو کم عقلی اور ضعیف الاعتقادی سے ریاستوں میں ہو جایا کرتا ہے۔ راؤ راجہ کی جان نہ بچی اور صلاح کاروں نے بھی بد نتیجہ دیکھا۔ میا اچپلہ جنیرہ میں قتل ہوا مرزا کچھ مدت کے بعد اندھا ہو کر ریاست سے نکالا گیا۔

اور بھادون بدی ۹ سمت ۱۹۱۴ مطابق ۱۸۵۷ء کو راؤ راجہ بنے سنگھ بیالیس سال راج کرنے کے بعد پچاس برس کی عمر میں مرگیا۔

راؤ راجہ نے آغا خوشنویس سے پچاس ہزار روپے کے مصارف میں کتاب گلستان لکھوائی۔ مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی نامور منطقی کو اپنے یہاں نوکر رکھا پنڈت رد نیائن دموتی رام شاستری۔ صدیق و سکھدیو پہلوان وغیرہ نامی لوگ راج میں جمع کئے تھے۔

راؤ راجہ شیودان سنگھ

تیرہ برس کی عمر کے اندر سمت ۱۹۱۴ مطابق ۱۸۵۷ء اگست میں اپنے والد کے بعد مسند نشین ہوا اسکی کم عمری سے کئی سال تک سرکاری نگرانی لازم تھی لیکن ہندوستان میں غدر و فساد کے باعث اور منشی عمو خاں کی کارگذاری کے اعتبار سے کوئی مداخلت نہ کیگئی۔ کم عمر رئیس لکھنا پڑھنا چھوڑ کر ایکدم ناچ و رنگ فضول باتوں میں مصروف ہو گیا اور عمو خاں کے رشتہ داروں کی صحبت میں رہ کر جنھوں نے اس پر بھی مصیبت ڈالی راجپوتوں کو بالکل بے قدر اور جانوروں کی برابر سمجھنے لگا۔ مرزا اسفندیار بیگ نے راجپوتوں کو رئیس کے مسلمان ہو جانے کا اندیشہ جتلا کر ایکدم فساد پر تیار کیا جنھوں نے سمت ۱۹۱۵ مطابق ۱۸۵۸ء اگست میں رات کے وقت چھاپہ مار کر دو آدمیوں کو قتل اور منشی اور اسکے دونوں بھائیوں کو قید کر لیا۔ پھر فسادیوں نے منشی اور اسکے رشتہ داروں کو راؤ راجہ کے تاکید کرنے سے دہلی بھیجدیا۔ اس

معاملے کی خبر سنکر کپتان نکسن پولٹیکل اجنٹ بھرت پور سے جلد الور میں آیا اور اُس نے رئیس کو راجپوتوں کی تباہی پر مستعد اور ملکی کام سے بے خبر دیکھ کر پنچایت اور ایجنسی قائم ہونے کے لئے صدر میں رپورٹ کردی جو منظور ہوکر نومبر ۱۸۵۸ء میں کپتان انہی کی تقرری عمل میں آئی اور راؤ راجہ ایک برس تک خود مختار رہنے کے بعد ہوشیار ہونے تک کام سے بیدخل کیا گیا۔ رئیس نے دوسرے برس ٹھاکر لکھدیر کو جو راجپوتوں کا سرغنہ تھا قتل اور ایجنسی کو زبردستی خارج کرنا چاہا۔ لیکن پولٹیکل افسر نے خبر پاکر کئی صلاح کاروں کو جتی کی سزا دی۔ ایجنسی کے انتظام میں مالگذاری کا بہنا انتظام ہونے سے راج کی سالانہ آمدنی پندرہ لاکھ تک پہنچگئی۔

دوبارہ اختیارات

پانچ برس بیدخل رہنے کے بعد سمت ۱۹۱۹ مطابق ۱۸۶۳ء ۱۴۔ دسمبر میں راؤ راجہ کو دوبارہ حکومت کے اختیارات ملے۔ انھوں نے دوبارہ اختیار پاتے ہی ٹھاکر لکھدیر کو اُسکی جاگیر نکال کر کلکتے میں گورنر جنرل سے ملاقات کی دوسرے برس میاں جان جابک سوار رئیس کی ناراضگی سے مارا گیا جس کی تحقیقات میں کپتان ہملٹن افسر کی سستی معلوم ہوکر محکمہ ایجنسی بالکل توڑ دیا گیا اور کپتان مذکور فوجی صیغے میں تبدیل کردیا گیا۔ راؤ راجہ نے سنبھل کر بہت عمدہ انتظام کیا لیکن یہ اُسکی عادت کے خلاف تھا اُس نے ایک برس کے بعد دوبارہ عیش و آرام میں پڑ کر کئی رنڈی بھڑووں کو جیپور سے اپنے یہاں بلوالیا جس سے مہاراجہ رام سنگھ بہت رنجیدہ ہوا اس موقع کو غنیمت سمجھکر لکھدیر نے جیپور سے بہت سے لٹیرے راجپوت جمع کرکے الور پر حملہ کیا مگر الور کی فوج نے اُسکو شکست دیکر اپنے علاقے سے نکالدیا۔

راؤ راجہ شیو دان سنگھ نے جلد اپنی ننہال شاہ پور سے واپس آکر ریاست جیپور پر کئی لاکھ روپیہ نقصان کا دعوے کیا۔ جیپور نے خبلی طور پر اُس سے دو چند ہرجانہ پیش کیا اس مقدمے میں گورنر جنرل کا منشا ٹھاکر لکھدیر کو سزا دینے کا ضرور تھا لیکن راجپوتانے کے پولٹیکل افسروں کو راج جیپور اور ٹھاکر لکھدیر کی رعایت منظور تھی اس لئے کچھ نتیجہ پیدا نہ ہوکر لکھدیر سو روپیہ ماہوار پنشن پر حکم کے موافق جیپور اور الور دونوں کے علاقے سے باہر اجمیر کے مقام میں رہنے لگا۔

سمت ۱۹۲۵ مطابق ۱۸۶۹ء میں راؤ راجہ نے راج کے ہر ایک قصبے اور بڑے گاؤں میں مدرسے مقرر کیے جنمیں سولہ ہزار روپیہ سالانہ خرچ سے پانچ ہزار لڑکے تعلیم پاتے تھے۔ اسی سال راؤ راجہ کے جھالراپاٹن والی رانی سے کنور پیدا ہوا جسکی خوشی میں لاکھوں روپیہ خرچ کردیا گیا۔

دوسرے سال حضور ملکہ معظمہ کے دوسرے بیٹے شاہزادہ صاحب اڈنبرا ریاست میں آکر دعوت اور سیر سے خوشی کے ساتھ واپس گئے۔ اسکے بعد راؤ راجہ نے بہت سے فوجی راجپوتوں کو موقوف کردیا جنھوں نے فساد کرنا چاہا۔ کپتان جیمس بلیر نے بہت فہمائش کی لیکن وہ قرولی میں جاکر فوت ہوگیا۔ کپتان طامس کیڈل نے ایجنسی پر مقرر ہوکر ابتری کے سبب رئیس کے دوبارہ بے دخل ہونیکی رپوٹیں کیں۔ انھیں دنوں میں راؤ راجہ کا کنور اور رانی جھالی بیماری سے انتقال کرگئے جس کے غم نے اسکو علاوہ ایجنسی کا حکم آجانے کے زیادہ پریشان کیا۔

دوبارہ بے اختیاری

سمت ۱۹۲۷ مطابق ۱۸۷۰ء اکتوبر کے مہینے میں سات برس حکومت کے بعد راؤ راجہ دوبارہ بے اختیار کیا گیا جس پر اُس نے رنج سے فقیری حتبلا نے کو گیروا کپڑے رنگ لیے رئیس نے سات برس کے اندر ساڑھے بیس لاکھ کا خزانہ اور سولہ لاکھ قرض لے کر ساڑھے چھتیس لاکھ روپیہ راج کی سالانہ آمدنی کے علاوہ خرچ کر ڈالا۔ وہ بے اختیاری میں سوائے سامان کے سوا جیب خرچ کا پندرہ ہزار روپیہ ماہوار وقت سے پہلے خرچ کرکے تنخواہ کے علاوہ اُس نے ستانوے ہزار روپیہ قرض لیکر خرچ کر ڈالا اور ساہوکاروں اور سوداگروں کو آئندہ قرض دینے کی ممانعت کی گئی۔ رئیس نے طیش میں آکر بلکل کو مروا ڈالنا چاہا۔ لیکن خبر ہوجانے سے اُسکے صلاح کار پھر قید کیے گئے۔ انگریزی سرکار سے قرض لیا جاکر سات لاکھ روپے میں فوجی نوکروں اور رنڈی بھڑوؤں کو بے باق کیا گیا۔ سمت ۱۹۳۰ مطابق ۱۸۷۳ء میں مالگذاری کا نیا بندوبست ہونے سے آمدنی میں سات لاکھ کی ترقی ہوکر بیس لاکھ روپے سالانہ خالصے کی جمع وصول ہونے لگی۔ اسی سال دلی سے الور تک

ریل جاری ہونے پر رئیس نے بڑی دھوم سے انگریزی افسروں کی دعوت کی۔

افسوس ہے کہ وہ خودمختاری کی امید و رنج میں آٹھ برس ذی اختیار اور آٹھ برس مجروح دل رہ کر سمت ۱۹۳۱ مطابق ۱۸۷۴ء ۱۱۔ اکتوبر کو ضعف دماغ کی بیماری سے اپنی انتیسویں سالگرہ کے بعد انتقال کر گیا اُسکے بعد ایک لڑکا جسونت سنگھ رہا جس کو ماں کی طرف سے شریف نہ سمجھا جا کر۔ نزوکہ راجپوتوں کی بارہ کوٹھریوں میں سے گود لینے کی ضرورت پڑی۔ انگریزی سرکار سے منگل سنگھ ٹھاکر بھانہ اور لکھدیر جاگیردار بجواڑہ کی بابت بڑے سرداروں سے رائے لینے کا حکم آیا زیادہ لوگوں نے پولٹیکل افسر کی صلاح سے کم عمر منگل سنگھ کو پسند کر کے گدی پر بیٹھایا۔

مہاراجہ منگل سنگھ

یہ گود لئی جا کر سمت ۱۹۳۱ مطابق ۱۸۷۴ء ۱۔ دسمبر کو چودہ برس ایک مہینے کی عمر میں مسند نشین کیا گیا اور ٹھاکر لکھجی یعنی لکھدیر اور اُسکے ساتھیوں نے سرکشی کی جو کسی قدر جاگیریں ضبط کئے جانے سے دور ہوئی۔ لکھدیر سنگھ نے اگلے رئیس کو ہر طرح دق کیا تھا لیکن اب وہ انگریزی منشا کے خلاف کارروائی سے فائدہ نہ اٹھا سکا اور اُس نے ہدایت کے موافق آخری عمر اجمیر و جیپور میں رہ کر پوری کی۔ دوسرے دعویدار کنور جسونت سنگھ نے ابراہیم سوداگر وغیرہ کی مدد سے کئی برس تک راجہ بلونت سنگھ کی طرح تیجارا وغیرہ ملنا۔ لینے کی کوشش کی مگر سرکار کی طرف سے کچھ توجہ نہ ہوئی اس لئے اُسکو گذارے کے لائق تنخواہ پر جو رئیس نے مقرر کر دی صبر کرنا پڑا۔

سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء ۲۲۔ اکتوبر کو راؤ راجہ میوکالج اجمیر میں تعلیم کے لئے سب رئیس زادوں سے پہلے داخل ہوا۔ ایک برس تک اُس نے پڑھنے لکھنے پر خوب دل لگایا لیکن پھر سیر و شکار کا شوق زیادہ ہونے سے پنڈت من پھول سی۔ ایس۔ آئی۔ اتالیق نے استعفا دیا۔ اور کپتان این۔ سی۔ مانٹلی اُس کے عوض مقرر ہوا۔ کپتان نے سمت ۱۹۳۳ مطابق ۱۸۷۶ء کی رپورٹ میں جس سال کہ راؤ راجہ کی شادی مہاراجہ کشن گڑھ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ لکھا ہے۔ کہ وہ (راؤ راجہ) انگریزی زبان لکھنے پڑھنے کی بہ نسبت اچھی طرح بول سکتا ہے

فارسی کسی قدر سیکھی ہے اور اردو سے خوب واقف ہے۔ اسی سال پنچایت کے ممبروں میں سے پنڈت روپ نارائن دیوان اور ٹھاکر منگل سنگھ گڑھی والے کو انگریزی سرکار سے رائے بہادر خطاب عطا ہوا۔

سمت ۱۹۴۱ مطابق ۱۸۸۴ء نومبر کے مہینے میں راؤ راجہ کو سرکاری طرف حکمرانی کو کامل اختیارات ملے جسکی خوشی میں اس نے کسان رعایا کو باقیات کا دس لاکھ روپیہ چھوڑ دیا اور سمت ۱۹۴۲ مطابق ۱۸۸۵ء میں انکو انگریزی سرکار سے تمغائے ستارہ ہند درجہ اول حاصل ہوا۔ سمت ۱۹۴۳ مطابق ۱۸۸۶ء میں راؤ راجہ نے پچاس ہزار روپیہ ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی جوبلی کے یادگاری مکان کے چندے میں دیکر خیرخواہی ثابت کی۔

سمت ۱۹۴۵ مطابق ۱۸۸۹ء کے شروع پر انگریزی سرکار سے راؤ راجہ کو خطاب مہاراجہ موروثی طور پر عنایت ہوا۔ شمالی ہندوستان کے قربت کے اثر سے الور کا سررشتہ تعلیم ترقی پر ہے۔ انگریزی و فارسی مدرسے ہر پرگنے میں قائم ہیں اور دارالریاست کے ہائی سکول میں انٹرنس تک تعلیم دی جاتی ہے۔ مہاراجہ منگل سنگھ نے ۱۸۹۲ء میں انتقال کیا۔

مہاراجہ جے سنگھ

مہاراجہ جے سنگھ اپنے باپ منگل سنگھ کے بعد مسند نشین ہوئے انکو پورے اختیارات ۱۹۰۳ء میں ملے۔

فصل

قرولی کی تاریخ میں جغرافیہ

قرولی مشرقی راجپوتانہ میں ایک چھوٹی لیکن پرانی ریاست ہے جو خطوط عرض بلد شمالی ۲۵ درجہ ۴۳ دقیقہ اور ۲۶ درجہ ۴۸ دقیقہ اور خطوط طول مشرقی ۷۶ درجہ ۳۴ دقیقہ اور ۷۷ درجہ ۴۴ دقیقہ کے درمیان واقع ہے۔ اس کے شمال میں بھرت پور اور جیپور مغرب میں جے پور جنوب میں جیپور اور گوالیار مشرق میں گوالیار اور دھولپور ہے رقبہ

۱۲۴۲ میل مربع آبادی ۱۴۶۵۵۰ خالصہ کی آمدنی ۶۲۷۷۶۲ روپیہ سالانہ کے قریب اور فوج سوار و پیدل کا تخمینہ دو ہزار ہے۔

اس ریاست کا اکثر علاقہ سخت پہاڑی ہے اور برساتی نالوں سے جنوب مشرقی طرف چنبل دریا کے پاس بڑے غار پھیلے ہوئے ہیں۔ بارش کے موسم میں شمالی مغربی پہاڑ نہایت سرسبز ہو کر اونٹ وغیرہ جانوروں کے لیے چارے کا بڑا ذریعہ ہو جاتے ہیں کہ جس کے واسطے انگریزی علاقے کے اونٹ بھی وہاں چرائی کو آتے ہیں۔ آبادی میں جادو اور راجپوتوں کے سوا اکثر گوجر اور کسی قدر جاٹ۔ مالی۔ کاچھی۔ مینہ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ کھیتی سے اپنا گذر کرتے ہیں اور جاگیرداروں کے دباؤ سے لوٹ مار کم کرتے ہیں۔

سرداروں میں سے ہاڑوتی۔ امرگڑھ۔ رائونترہ اور عنایتی مقام کے سردار اول درجے میں شمار ہوتے ہیں جن کا رئیس سے کچھ جھگڑا نہیں ہے۔ کم درجے کے ٹھاکروں میں سے اکثر راج کے برخلاف اور شاکی رہتے ہیں۔ انتظام کی نظر سے علاقہ چار تحصیلوں۔ قرولی۔ منڈرایل۔ اوٹ گر اور ماچلپور میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان مقامات کے علاوہ بہادرپور۔ گڑلہ اور جبیرہ کل سات جگہ پر تھانے مقرر ہیں۔

قصبہ قرولی جو گوالیار سے نو اسی میل مغربی طرف اور آگرے سے [illegible] میل جنوب مغرب میں اور دہلی سے ڈیڑھ سو میل جنوب میں عرض البلد شمالی ۲۶ درجہ ۳۰ دقیقہ طول البلد مشرقی ۷۷ درجہ ۱۰ دقیقہ پر واقع ہے۔ اس کے گرد پختہ شہر پناہ بنی ہوئی ہے اور دو میل کے قریب تک ہر طرف ناہموار زمین اور سخت ندی نالے پھیلے ہوئے ہیں جس سے دشمنوں کی رسائی وہاں دشوار معلوم ہوتی ہے۔ آبادی کے گرد درختوں وغیرہ سے ہر قسم کی سرسبزی ہے۔ مکانات اینٹ اور پتھروں کے پختہ بنے ہوئے ہیں لیکن گلی کوچے اکثر تنگ اور پتھریلے رہتے ہیں۔ شہر پناہ کے باہر دو پہاڑیوں پر قلعے موجود ہیں۔ ان میں سے رئیس کے رہنے کا قلعہ بہت عمدہ ہے جس کے اندر برجوں اور محل کے علاوہ کئی باغ بھی لگے ہوئے ہیں۔

راج قرولی میں کل گاؤں چار سو پانچ ہیں جن میں سے خالصے کے ڈھائی سو گاؤں کی سالانہ آمدنی چھ لاکھ ۲۷ ہزار ۷ سو باسٹھ روپیہ ہے باقی ڈیڑھ لاکھ سالانہ

آمدنی کے گاؤں جاگیر خیرات اور نوکری وغیرہ میں تقسیم ہیں اور ریاست کے تمام چھوٹے بڑے ماتحت جاگیرداروں کی تعداد چالیس ہے۔

تاریخ

راج قردلی کی قدیم تاریخ کچھ نہیں ملتی لیکن اس ملک میں انکا وطن بہت پرانا خیال کیا جاتا ہے۔ راجگان قردلی بناص جادو نسل سے چندربنسی راجپوت ہیں یہ لوگ علاقہ برج یعنی متھرا کے آس پاس سے کبھی کہیں دور نہیں گئے۔ ایکبار انھوں نے بیانے پر قبضہ کر لیا تھا جہاں سے وہ مسلمان بادشاہوں کے دور میں بیدخل کیے گئے اور پھر انھوں نے چنبل دریا کے کنارے پر قردلی اور سبل گڑھ کو آباد کیا۔

سمت ۱۵۱۰ مطابق ۱۴۵۴ء میں مالوے کے بادشاہ محمود خلجی نے قردلی فتح کر کے اپنی خالصے میں شامل کر لی اور جادو راجپوت پہاڑوں وغیرہ میں گذر کرتے رہے شاہنشاہ اکبر کے وقت میں جبکہ گجرات و مالوہ کے سوا راجپوتانے کے بھی مضبوط مقامات اسکے عمل میں آگئے تو اُس نے اپنی پابندی سے جیسا کہ وہ خاندانی لوگوں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا کرتا تھا قردلی والوں کو بھی کچھ جاگیر اور منصب دیا۔ راجہ گوپال جادو اجمیر میں بادشاہی قلعدار رہ کر سمت ۱۶۱۴ مطابق ۱۵۵۷ء میں مر گیا جس نے کئی سال پہلے بادشاہی فوج کے ہمراہ رہ کر بنگالہ فتح کرانے وغیرہ میں عمدہ بہادری دکھلائی تھی اور جس کا بیٹا کلیان داس سمت ۱۶۶۰ مطابق ۱۶۰۳ء میں بادشاہی منصب دار سردار تھا۔ دہلی کی سلطنت ضعیف ہو جانے پر مرہٹوں نے راجپوتانے کی دوسری ریاستوں کی طرح قردلی کو بھی اپنا زیر دست بنایا۔

سمت ۱۸۲۵ مطابق ۱۷۶۸ء میں مہاراجہ سندھیا نے سبلگڑھ چھین کر قردلی کو قدیم رئیس کے قبضہ میں چھوڑ دیا۔ راجہ قردلی پچیس ۲۵ ہزار روپیہ سالانہ خراج کے طور پیشوا کو دیتا تھا جس کے عوض ماچلپور کا پرگنہ سونپ رکھا تھا۔

سمت ۱۸۷۳ مطابق ۱۸۱۶ء میں انگریزی سرکار نے راجپوتانہ وغیرہ سے مرہٹوں کا

دخل اُٹھایا تو سب سے اوّل راجہ قیرولی نے عہدنامے کے ساتھ سرکاری اطاعت قبول کی
اور اس کا خراج بالکل معاف ہو کر پرگنہ ماچلپور چھوڑ دیا گیا۔ راجہ نے درخواست کی تھی کہ چنبل کے
جنوبی طرف والے پرگنے جو سیندھیا نے دبا لئے ہیں سرکاری خراج قائم ہو کر اسکو دلائے جائیں
لیکن انگریزی سرکار نے سیندھیا کے ساتھ عہدنامہ طے ہو جانے کے سبب اس بنتی کی کارروائی
منظور نہ کی۔ اس بخشش پر سمت ۱۸۹۱ مطابق ۱۸۳۵ء میں راجہ سربخش پال نے عہدنامے کے
برخلاف بھرت پور کی لڑائی میں سرکار کے مخالف راؤ درجن سال کو فوج بھیجکر مدد دی لیکن
تھوڑے عرصے کے بعد سرکاری اطاعت کے سوا کوئی حرکت اس سے ظاہر نہ ہوئی۔

راجہ سربخش پال دیو

اس راجہ نے عہدنامے کے بعد جیپور اور قیرولی کی سرحدی تکراروں میں انگریزی
سرکار کے منشا کے موافق عمل کیا۔ وہ سمت ۱۸۹۴ مطابق ۱۸۳۷ء میں لاولد مرگیا اور اس
کا رشتہ دار بھتیجا پرتاپ پال اس شرط پر رئیس قرار پایا کہ اگر راجہ کے اصلی لڑکا پیدا ہوگا تو وہ
گدّی چھوڑ دیگا۔

راجہ پرتاپ پال

اسکے متبنے ہونے کے بعد ایک رانی نے اپنا حاملہ ہونا بیان کیا تھا جس کے غلط ثابت
ہونے پر اسکو سمت ۱۸۹۵ مطابق ۱۸۳۹ء میں اجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ نے رئیس مقرر کیا
پچھلے راجہ کی رانی اور والدہ ناراض ہو کر بھرت پور چلی گئیں راجہ پرتاپ پال سمت ۱۹۰۴ مطابق ۱۸۴۷ء
میں لاولد مرگیا جس کے عہد میں فساد اور قرضے کی زیر باری کے سوا کوئی عمدہ کام نہ ہوا۔

راجہ نرسنگھ پال

اسکو ریاستی سرداروں نے رئیس بنایا۔ لیکن انگریزی سرکار نے قرضے کا بندوبست
ہونے تک یہ بات منظور نہ کی اور قرضہ و اندرونی فساد دور کرنے کے لئے ایک پولیٹکل اجنٹ
مقرر ہوا۔ سمت ۱۹۰۸ مطابق ۱۸۵۲ء ۱۰ جون کو راجہ مرگیا جس نے دور کے رشتہ دار
بھرت پال کو گود لینے کا منشا ظاہر کیا تھا۔

راجہ بھرت پال ۔ اسکے لئے سمت ۱۹۰۸ مطابق ۱۸۵۲ء میں کرنل ہنری لارنس

نے گورنمنٹ سے مسند نشینی کی درخواست کی لیکن لارڈ ڈلہوزی صاحب نے جو گود لینے کی
رسم کو روا نہ رکھتے تھے اطلاع پہنچتے ہی قرولی کی ضبطی کا حکم بھیجدیا تو بھی پارلیمنٹ انگلستان
نے خلاف رواج قرولی کی ضبطی کو راجپوتانے کے دوسرے رئیسوں کی رنجیدگی کا سبب
خیال کرکے گورنر جنرل کی تجویز نامنظور کی اور بھرت پال کی نابالغی تک پولٹیکل افسر کو انتظام
رکھنے کی ہدایت ہوئی۔ ریاستی سرداروں نے کامیابی کے بعد بھرت پال کی مسند نشینی
بیجا سمجھ کر مدن پال نامی کو زیادہ حقدار مانا یہ بات راجپوتانے کے اکثر رئیسوں کی طرفداری
اور تحقیقات سے صحیح معلوم ہو کر بھرت پال تین برس ہی بعد لاحاصل امیدواری سے علیحدہ
ہوا۔

مہاراجہ مدن پال

اسکے سمت ۱۹۱۱ مطابق ۱۸۵۴ء میں سرکاری منظوری سے مسند نشین ہونے پر
ایجنسی کا انتظام جو تین برس سے خالصے کے طور پر تھا اٹھالیا گیا اور دوسرے سال
محکمہ ایجنسی بالکل برخاست ہو کر رئیس کو قرضہ ادا کرنے کی ہدایت کیگئی ۱۸۵۷ء کے غدر
میں مہاراجہ مدن پال نے انگریزی افسروں کو مدد دیکر بڑی خیرخواہی ظاہر کی جسکی عوض ایک
لاکھ ستر ہزار روپیہ سرکاری قرضہ معاف ہو کر ریاست کے لئے پندرہ کی جگہ سترہ توپ کی
سلامی اور مہاراجہ کو بیناک نامی کا خلعت عطا ہوا انھیں دنوں میں دہلی سے پریشان ہو کر
حکیم احسان اللہ خاں قرولی میں آیا جسکو مہاراجہ نے پانچسو روپے ماہوار پر نوکر
رکھا۔ کچھ عرصے کے بعد صیغہ مال کی درستی کے لئے ایک پولٹیکل افسر مقرر ہوا جو بہت ضعیف بعد اس
کے بعد سمت ۱۹۱۷ مطابق ۱۸۶۱ء میں واپس لیا گیا۔

سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۶ء مہاراجہ کو تمغائے ستارہ ہند درجہ اول سرکار سے
ملا ۱۸۶۹ء میں مہاراجہ نے راؤ سروہی کی بہن کے ساتھ شادی کی اور قحط کے سبب
سرکار سے دو لاکھ روپے قرض لیکر رعایا کی پرورش میں صرف کئے۔

یہ مہاراجہ سمت ۱۹۲۶ مطابق ۱۸۶۹ء ۱۷ اگست کو پندرہ برس راج کرکے مرگیا
اسکا بھتیجا لچھمن پال راؤ ہاڑوتی راج کا وارث تھا لیکن ایک رانی کے حاملہ بیان کئے جانے

سے اسکو گدی نصیب نہ ہوئی اور وہ ایک مہینے کے اندر مر گیا۔ جس سے جے پال جو راؤ ہاڑوتی ہو گیا تھا گدی پر بیٹھا۔

مہاراجہ جے سنگھ پال

اس نے سمت ۱۹۲۶ مطابق ۱۸۶۹ء کے اندر قرولی میں گو آکر میجر والٹر پولیٹیکل ایجنٹ کی صلاح سے فضول مصارف تخفیف کئے جس سے بہت سا قرضہ جلد ادا ہو گیا۔ یہ مہاراجہ چھ برس راج کرنے کے بعد سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء ۱۹ نومبر کو انتقال کر گیا اور اسکا بھتیجا ارجن پال جس کے لئے وہ پولیٹیکل افسر سے کہہ گیا تھا۔ راج کا وارث مانا گیا۔

مہاراجہ ارجن پال

سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۶ء یکم جنوری کو کرنل رائٹ پولیٹیکل افسر اور ٹھاکروں کی تجویز سے مسند نشین ہوا۔ راج کے ماتحت ٹھاکر عنایتی اور بھورتن والے کو جنمیں سے ایک کی آمدنی چھ ہزار اور دوسرے کی دس ہزار سالانہ ہے اور جو سرکشی سے غارتگروں کو پناہ و تیم دیتے رئیس نے فوجی دباؤ اور جرمانے کی سزا سے درست کیا۔

سمت ۱۹۳۸ مطابق ۱۸۸۲ء میں قرولی کے جاگیرداروں اور زمینداروں نے سخت سرکشی اور فریاد کی جس پر مہاراجہ کے ملکی اختیارات سرکاری حکم سے ضبط ہو کر پولیٹیکل ایجنسی کے لئے اول کپتان ٹالبٹ اور پھر کرنل یوین سمتھ نے نیا انتظام کیا صدر میں اپیل کے واسطے ایک پنچایت قائم ہوئی۔

سمت ۱۹۴۳ مطابق ۱۸۸۶ء ستمبر کے مہینے میں مہاراجہ ارجن پال نے دس برس ۱۰ مہینے راج کر کے وفات پائی۔ اور مہاراجہ کا نوجوان بھتیجا بھنور پال راج کا وارث مانا گیا۔

میں لاولد مر کر

مہاراجہ بھنور پال

یہ ۲۰ فروری ۱۸۶۴ء کو پیدا ہوئے اور ۱۴ اگست ۱۸۸۶ء کو مسند نشین ہوئے ان کی تعلیم میو کالج اجمیر میں ہوئی تھی یکم جنوری ۱۸۹۴ء کو انھیں کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا اور ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو جی۔ سی۔ آئی۔ ای کا انھوں نے ہنداؤں کی سڑک پر چو کر نزدیک اترہیا

ریلوے اسٹیشن کو جاتی ہے پل طیار کرائے اور مدن پورا اور رندکا پور کے تالاب قریباً ایک لاکھ روپیہ صرف کرکے تیار کرائے

وہ اعلےٰ درجے کے نشانہ باز اور شکار کے بہت شائق ہیں۔

تیسرا باب مارواڑ یعنی مغربی شمالی راجپوتانے کے بیان میں

اس میں ریاست ہائے جودھ پور۔ بیکانیر۔ جیسلمیر۔ سروہی اور کرشن گڑھ کا حال ہے۔

فصل

جودھپور کی تاریخ میں جغرافیہ

ملک جودھپور جو مارواڑ کے نام سے مشہور ہے راجپوتانے میں اول درجے کی ریاست ہے اور وسعت یعنی زمین کے حساب سے بہت بڑا علاقہ ہے مارواڑ کا اصلی نام مارستھل ہے ماستھل سنسکرت کے لفظ سے مخفف ہے مرموت کو کہتے ہیں اور ستھالی زمین خشک کے معنے میں ہے اور یہ لفظ ستھالی کثرت استعمال سے بگڑ کر تھل ہوگیا اور تھل اسکو کہتے ہیں جو بیکس سرسبز اراضی کے ہر ایک تھل کا نام جداگانہ ہے۔ جیسے کا درتھل اور گاتھل وغیرہ ماتھل یا لفظی معنی موت کی سرزمین ہے اور مراد اس سے زمین بے آب ہے ماستھل کو مروستھل بھی لکھتے ہیں اور اب علی العموم مارواڑ کہلاتا ہے اسکے اور بھی کئی نام ہیں جیسے مارواڑ اور مارو ستھل اور مارو ستھان اور مارو یا تھلی بھی ہے صرف مارو بھی کہتے ہیں اس وسیع ریگستان میں جو شمالی طرف پنجاب اور مغربی طرف سندھ تک چلا گیا ہے۔ اس وقت تین ریاستیں جودھپور۔ بیکانیر اور جیسلمیر واقع ہیں جو راٹھور نسل کے راجپوتوں کے تحت حکومت ہیں۔ لیکن سروہی و کرشن گڑھ کو بھی قریب ہونے کے سبب انھیں کے شامل اس باب میں ہم نے بیان کیا ہے۔ چونکہ اس ملک کا سب سے بڑا اور عمدہ حصہ جودھپور والوں کے قبضے میں ہے اس لئے عام طور پر راج

جودھپور کو ہی مارواڑ کہا جاتا ہے۔ اور باقی ریاستیں اپنی دارالریاست کے نام سے معروف ہیں۔ علاقہ جودھپور کے شمال میں شیخاواٹی۔ بیکانیر اور جیسلمیر مغرب میں جیسلمیر کچھ کی کھاڑی اور سندھ جنوب میں گجرات۔ سروہی اور میواڑ مشرق میں میواڑ۔ اجمیر۔ کرشن گڑھ اور جیپور ہے۔ طول شمال و مشرق یعنی سانبھر اور مارو کھ سے جنوب و مغرب یعنی سندھ کی سرحد تک تین سو بتیس میل۔ عرض میواڑ سے جیسلمیر تک ایک سو ساٹھ میل کل رقبہ ۳۴ ہزار نو سو تریسٹھ میل مربع آبادی ۲۰۵۰۱۳۱۔ آدمی اور فوج سوار و پیدل چھ ہزار سے کچھ زیادہ شمار کی جاتی ہے یہ ملک درمیان خطوط عرض بلد شمالی ۲۴ درجہ ۳۶ دقیقہ و ۲۷ درجہ ۴۰ دقیقہ اور طول بلد شرقی ۷۰ درجہ ۴ دقیقہ و ۷۵ درجہ ۲۲ دقیقہ کے واقع ہی۔ اب آمدنی جودھپور کی اٹھاسی لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔

جودھپور کے مشرقی جنوبی علاقہ گوڈواڑ کے سوا جو ہر طرح سرسبز و آباد ہے۔ باقی سب طرف اکثر جنگل اور ریگستان نظر آتا ہے۔ جنوب میں جالور و سوانہ کی طرف پہاڑی سلسلے پھیلے ہوئے ہیں اور بعض اور جگہ بھی ٹیکریاں ہیں لیکن کوئی بڑا پہاڑ نہیں ہے۔ علاقے میں اکثر گاؤں ایسے ہیں کہ جہاں بارش بغیر دوسرے ذریعے سے کچھ پیدا نہیں ہو سکتا اور پینے کے واسطے بھی چار پانچ کوس سے گاڑیوں پر لاد کر پانی لایا جاتا ہے۔ کیونکہ ریتے کی زمین میں کنواں کھودنے کا مقدور سب گاؤں والوں کو نہیں ہے۔ اس ریگستانی ملک میں لونی ندی جو مشرقی طرف پشکر کے قریب سے نکلکر جنوبی مغربی سرحد پر جا گذرتی ہے بڑی قدر کے لائق ہے۔ اس ندی کے شمالی مغربی طرف ریتہ اور خشک ملک زیادہ ہے اور جنوبی مشرقی طرف پہاڑیاں اور برساتی ندیاں اکثر نظر آتے ہیں جہاں پیدا وار بھی اچھی ہوتی ہے اور لٹیرے لوگ بھی کسی قدر رہتے ہیں۔

قحط اگرچہ ایسی بلا ہے کہ ہر ملک میں اسکی مصیبتیں قدرتی فیض یعنی عام بارش کے بغیر کسی کی مدد سے رفع نہیں ہو سکتیں لیکن مارواڑ کے ریگستان میں جہاں کافی بارش سے بھی بخوبی حاجت روائی نہیں ہوتی۔ اسکی سختی نہایت مشکل درجے کو پہنچ جاتی ہے

جو شخص اجمیر سے مغربی سمت کو جودھ پور کے لیئے روانہ ہوا اُسے تین کوس پُشکر
مقام سے ریت کا سمندر طے کرنا پڑتا ہے اور اُسی قدر فاصلے پر جودھ پور کی سرحد شروع
ہوتی ہے۔ جہاں نشان کے واسطے منارے کھڑے ہوئے ہیں۔ آگے بڑھکر اجمیر سے بیس کوس
فاصلے پر خالصے کا پرگنہ میرتہ آتا ہے جس کے نام کی اصلیت زیادہ ریتے میں آباد ہونے کے سبب
مہارتیہ معلوم ہوتی ہے اس کے گرد سُرخ پتھر کی شہر پناہ کہیں درست اور کہیں ٹوٹی
ہوئی موجود ہے۔ عام مکانات بھی پختہ اور خوبصورت نظر آتے ہیں ایک بڑی مسجد اور تکیہ بھی یہاں
بنا ہوا ہے۔ قصبے کی آبادی دس ہزار کے قریب سمجھی جاتی ہے میرتے میں مندہ پھلکی (مہرسانی)
بنتی ہے جس جو ایک خوشبودار جڑ ہوتی ہے اسکے برتن بہت عمدہ بنتے ہیں۔ اس مقام کے نام
سے راٹھوڑ راجپوتوں کی ایک شاخ میرتیہ بھی کہلاتی ہے جو بہادر مشہور ہے جیمل میرتیہ نامی
یہیں کا جاگیردار تھا جس سے یہ مقام چھین کر راؤ مالدیو نے اپنے دوست ماتحت سردار جگمل
میرتیہ کو دیدیا تھا اکبر بادشاہ کے حکم سے ناگور و اجمیر کے صوبہ دار شرف الدین حسین میرزا نے
تین دن سخت لڑائی کے بعد یہ قصبہ جگمل سے چھین کر جیمل کے حوالے کیا لیکن جب
شرف الدین نے بادشاہ سے بغاوت کی تو اُسکی دوستی کے سبب جیمل کو بھی یہاں سے
علیحدہ ہونا پڑا اور وہ اکبر اور مالدیو دونوں کے برخلاف کامیابی کی اُمید نہ دیکھکر میواڑ میں رانا
اودے سنگھ کے پاس پہنچا۔ جہاں اُسکو بدھنور کی بڑی جاگیر ملی جو کئی بار ضبط و بحال ہو کر
اب تک اُسکی اولاد کے قبضے میں چلی آتی ہے۔ جیمل میرتیہ جب اکبر نے چتوڑ پر حملہ کیا وہاں لڑکر
مارا گیا اور اُسکی اولاد اب تک میواڑ کے اوّل درجے کے سرداروں میں داخل ہے۔

میرتہ سے بیس کوس مغربی طرف کسی قدر سیاہ کنکریلی اور خشک زمین طے کرکے
ٹھاکر ستاج کی جاگیر کا پیپاڑ مقام آتا ہے اس قصبے کی شہر پناہ درست نہیں ہے اور آبادی
بھی بے رونق معلوم ہوتی ہے۔ یہاں سے نکلکر پھر ریتہ شروع ہوتا ہوا اور پیپاڑ سے بیس کوس
ریت کے سمندر میں شہر جودھ پور اور قلعہ ایک ٹاپو کی طرح نظر آتا ہے شہر سے تین کوس
شمالی طرف پرانی راجدھانی منڈور (یا منڈاور) ہے جہاں بہت مدت سے رئیسوں کی مرنے
کے بعد چھتریاں (ہندوؤں کے مقبرے) بنائی جاتی ہیں اب اُس جگہ ایک مختصر باغ اور مکان

کے سوا کچھ آبادی نہیں ہے صرف برساتی ندی کو روک کر ایک بند تیار کرایا ہے جس سے کھیتی وغیرہ کا فائدہ متصور ہے یہ مقام عرض بلد شمالی ۲۶ درجہ ۲۱ دقیقہ و طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ ۸ دقیقہ کے درمیان واقع ہے۔

جودھپور سے مشرقی شمالی طرف پچھتر میل کے فاصلے پر مشہور شہر اور قلعہ ناگور ویران جنگل میں آباد ہے جہاں گائے بیل عمدہ ہوتے ہیں اور پیتل اور لوہے کا کام اچھا بنتا ہے آبادی کی شہر پناہ کے اندر خوبصورت قلعہ بنا ہوا ہے جس پر بڑے معرکے گذرے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے شروع عہد سے اجمیر کی طرح ناگور بھی اُنکے قبضے میں اکثر رہا اور وہاں اُن کے بڑے مکان اور مقبرے موجود تھے جن کو پچھلے زمانے میں توڑ کر بخت سنگھ نے اپنے محل وغیرہ تیار کرائے۔ تغلق بادشاہوں کے آخر عہد میں جبکہ دہلی کی سلطنت کمزور ہوئی اور دکھن۔ گجرات اور مالوے کے حاکم خود مختار بن کر بادشاہ کہلانے لگے۔ تو اجمیر وغیرہ مالوے والوں کے قبضے میں گیا اور ناگور مقام گجرات والوں کے حصے میں آیا جہاں اُن کے رشتہ دار فیروز خاں اور شمس خاں وغیرہ بہت عرصے تک قابض رہے اور اُن کے ساتھ میواڑ کے راناکونبھا اور موکل کی کئی بار لڑائیاں ہوئیں جن کے صدمے اس شہر و قلعہ کو اُٹھانے پڑے لیکن وہ فتح نہ ہوا۔ ہمایوں بادشاہ کے زور سے گجراتیوں وغیرہ کے کمزور ہونے پر اور پھر خود ہمایوں کی تباہی سے اجمیر و ناگور دونوں مقام جودھپور کے راؤ مالدیو نے دبا لئے۔ نئے پٹھان بادشاہ شیر خاں نے مارواڑ کی سرحد پر آکر لڑائی میں راٹھوڑوں پر فتح پائی اور مالدیو نے ان مقامات سے ہاتھ اُٹھایا لیکن شیرشاہ کے مرنے کے بعد اُسکی اولاد کو ضعیف پاکر راؤ مالدیو نے دوبارہ ناگور وغیرہ کو دبا لیا۔ جب دہلی میں پھر مغلوں کا دور ہوا تو اُن میں سے اکبر بادشاہ کے ماتحت سردار حسین قلی خاں نے اجمیر کو حاجی خاں سے اور ناگور کو راؤ مالدیو سے چھین کر خالصے میں داخل کیا۔ مالدیو کے مرنے کے بعد اُسکے بیٹے چندرسین نے ایک بار موقع پاکر ناگور کو دبا لیا۔ لیکن اکبر کے فوجی بخشی شہباز خاں نے اُسکو دوبارہ فتح کر لیا۔ جب مالدیو کے پڑپوتے اور راجہ اودے سنگھ کے پوتے راجہ گج سنگھ نے اپنے بڑے بیٹے امر سنگھ کے عوض دوسرے کنور جسونت سنگھ کو ولیعہد بنایا تو شاہجہان بادشاہ

نے جو رگھو سنگھ کے باپ کا بھائی تھا مہربانی کے ساتھ امر سنگھ کو راؤ کا خطاب اور خالصے میں سے قلعہ ناگور مع علاقہ کے جاگیر میں دیدیا جسکی اولاد کئی پشت تک وہاں قابض رہی۔ محمد شاہ کے عہد میں دلی کی سلطنت کمزور ہو جانے پر جودھپور کے مہاراجہ ابھی سنگھ اور اُسکے چھوٹے بھائی بخت سنگھ نے راؤ امر سنگھ کی اولاد سے ناگور چھین کر اُنکو مختصر جاگیر دی۔ بخت سنگھ ناگور کا مالک بنا اور اُس نے بڑے بھائی سے مخالفت ہونے پر یہ قلعہ کبھی نہیں چھوڑا یہاں تک کہ مہاراجہ ابھے سنگھ کے مرنے کے بعد بخت سنگھ نے اپنے بھتیجے مہاراجہ رام سنگھ سے جودھپور بھی چھین کر مارواڑ کی مہاراجگی حاصل کی اُس وقت سے ابتک یہ مقام جودھپور کے خالصے میں چلا آتا ہے۔

مشرقی شمالی گوشے میں جودھپور سے ستر کوس پر پرگنہ مارواڑ ہے جس کے پاس جنوبی طرف نمک کی سانبھر جھیل پھیلی ہوئی ہے جو بادشاہی خالصے میں سے مہاراجہ سوائی جے سنگھ اور راجہ جیت سنگھ نے دبا کر نصف النصف بانٹ لی تھی۔ اب اس پر انگریزی انتظام ہے۔ اسی طرف جودھپور سے ۵۹ کوس پر کوچامن کی بڑی جاگیر ہے جہاں ایک بلند قلعہ۔ خوبصورت آبادی اور عمدہ باغ بنا ہوا ہے خاص شمال میں جودھپور سے ساٹھ کوس پر خالصے کا پرگنہ پھلودی جو بیکانیر والوں سے چھین لیا گیا ہے اور بڑی جاگیر کا قصبہ پوکرن آباد ہے۔ مغربی جنوبی طرف جودھپور سے تیس کوس پر پچپدرہ مقام ہے جہاں عمدہ سفید نمک پیدا ہوتا ہے جودھپور سے چونتیس کوس پر جنوب و مغرب کو سوانہ کا مشہور قلعہ ہے جس کے قریب کچھ پہاڑی سلسلے پائے جاتے ہیں۔ اکبر بادشاہ کے وقت میں اس قلعہ پر کئی بار فوجیں آئیں جن کے افسر سید قاسم بارہ اور بیکانیر کے راؤ رائے سنگھ وغیرہ تھے۔ راؤ چندر سین نے مقابلہ کر کے کئی سال تک اس قلعہ کو بچاؤ رکھا آخر میں شہباز خاں نے اُسکو فتح کیا اور راجہ ادے سنگھ راٹھوڑ کو بادشاہی اطاعت کے سبب جودھپور کے ساتھ واپس ملا۔

مارواڑ کے جنوبی مغربی طرف ضلع ملانی جہاں کے گھوڑے وغیرہ عمدہ گنے جاتے ہیں پھیلا ہوا ہے یہاں کے راٹھوڑ راجپوت نہایت سرکش ہیں کسی کو پالوٹی نہیں

مانتے راج کی اطاعت نہ کرنے اور غیر علاقوں میں غارتگری کرنے کے سبب مہاراجہ مانسنگھ کے وقت سے سرکار انگریزی نے یہاں اپنا انتظام رکھا ہے۔ خراج کی بابت چار ہزار روپیہ سالانہ پولیٹیکل افسر کی معرفت جودھپور کو دیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے جو گنا انتظامی خرچ قدیمی حق قائم رکھنے کے لئے ریاست کو دینا پڑتا ہے۔ جالور جہاں کا قلعہ عمدہ گنا جاتا ہے جو دھپور سے جنوبی مغربی طرف اڑتیس ۳۸ کوس سوکڑی ندی کے کنارے پر آباد ہے یہ مقام بھی مدت تک اجمیر و ناگور کی طرح گجراتی بادشاہوں کی ماتحت پٹھان سرداروں کے قبضے میں تھا اور مغلوں کے عہد میں بھی عمدہ کارگذاری کے سبب وہ لوگ یہاں قائم رہے۔ مہاراجہ جسونت سنگھ کے افغانستان میں مرجانے کے بعد جب عالمگیر بادشاہ کے حکم سے اٹھائیس برس تک جودھپور ضبط رہا تو اجیت سنگھ پندرہ برس تک علاقے میں خالی لڑائی جھگڑے کرتا پھرا۔ آخر اس کا وفادار راٹھوڑ درگداس بادشاہی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عالمگیر نے خواہش وقت دکن کی لڑائیوں میں پھنسا ہوا تھا قلعہ جالور مع سانچور وہاں کے پٹھان سردار مجاہد خاں سے لے کر اجیت سنگھ کو جاگیر میں دیدیا۔ اس کے تیرہ ۱۳ برس کے بعد بادشاہ کے انتقال ہونے پر مہاراجہ نے جودھپور وغیرہ کو بھی دبا لیا۔ جالور اس وقت سے اب تک مارواڑ کے خالصے میں داخل چلا آتا ہے مجاہد خاں کو بادشاہ نے جالور کے عوض پرگنہ پالن پور جاگیر میں عنایت کیا تھا جہاں پر اب تک اسکی اولاد نواب کے خطاب سے سرکار انگریزی کے ماتحت پانچ لاکھ روپے سالانہ آمد کے علاقے پر حکومت کرتی ہے۔

پرگنہ گوڈواڑ جودھپور کی جنوبی سرحد پر واقع ہے جسکی برابر سرسبز و آباد زمین تمام مارواڑ میں نہیں ہے یہ پرگنہ میواڑ کے تحت میں تھا سمبت ۱۸۲۴ مطابق ۱۷۶۷ء میں میواڑ کے اکثر ماتحت سرداروں نے رانا ارسی سے بغاوت کی تھی جس کے سبب کچھ عرصے کے بعد فسادیوں کے قبضے میں آجانے کے خیال سے یہ پرگنہ جودھپور کے مہاراجہ بجے سنگھ کی حفاظت میں تین ہزار سوار مدد کے طور پر حاضر رکھنے کے عوض دیا گیا۔ لیکن فوجی مدد یا علاقے کی واپسی دونوں چیزوں میں سے ایک بات بھی حاصل نہ ہوئی یہ سوا سو برس کے عرصے سے

جودھپور کے تحت میں چلا آتا ہے اسکے مغربی طرف ایرن پورہ گاؤں پر انگریزی چھاؤنی ہے جہاں
پر ایک بے قواعد پیادہ پلٹن اور کچھ بنگال احاطے کے سوار رہتے ہیں اس کا خرچ ایک لاکھ
پندرہ ہزار روپیہ سالانہ جودھپور سے لیا جاتا ہے گوڈواڑ کے علاقے میں ٹھاکر گھانے راؤ
کی ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کی بڑی جاگیر ہے جس کا تحتی تعلق مارواڑ ہے یہ پرگنہ جانے کے پہلے
میواڑ سے تھا۔ پرگنہ خالصہ کا صدر مقام دیسوری گاؤں ہے شہر پناہ کے اندر دو ہزار
آدمیوں کی بستی جودھپور سے چالیس کوس کے فاصلے پر ہے۔ گاؤں سے ڈیڑھ کوس پر سرحد
کے طور دیسوری کی نال یعنی گھاٹ شروع ہوتا ہے جس میں سے میواڑ کا راستہ ہے اس گھاٹ
میں سے جسکے دونوں بازو پر تین کوس تک بلند پہاڑ کھڑا ہوا ہے گاڑی وغیرہ اچھی طرح گذر
سکتی ہے ایک کنارے پر جودھپور کی طرف سے چند سوار اور دوسرے سرے پر اودے پور
کی طرف سے ماتحت ٹھاکر جھیلواڑہ کے کچھ راجپوت حفاظت کے لئے رہتے ہیں جسکی موجودگی
سے گھاٹ کے اندر کوئی خطرہ نہیں سمجھا جاتا۔

دیسوری سے اٹھارہ کوس شمالی طرف اور جودھپور سے بائیس کوس جنوب کو قصبہ
پالی آٹھ ہزار آدمی کی آبادی ہے یہاں ہاتھی دانت کا چوڑا اور کھانے کا تمباکو عمدہ ہوتا ہے یہ
مقام استھان راٹھوڑ نے جو مارواڑ میں پہلا شخص راٹھوڑوں کی ریاست جمانے والا گذرا ہے
شروع تیرھویں صدی عیسوی میں برہمن لوگوں سے جو اس مقام کے قیام کے باعث پلی
وال (پالی والے) کہلاتے ہیں چھین لیا تھا اب یہ خالصہ میں ایک پرگنہ کا صدر ہے اور
اس طرف سے اجمیر والی سڑک احمد آباد کو جاتی ہے جس پر اب سرکاری ریل جاری
ہو گئی ہے اور جس میں ایک ساٹھ میل کی شاخ مہاراجہ نے جودھپور تک تیار کرائی ہے پالی
سے اجمیر کو جاتے ہوئے جودھپور سے اٹھائیس کوس جنوب و مشرقی طرف سڑک سے کئی
کوس فاصلے پر سوجت مقام آباد ہے جس میں سرخ پتھر کے پختہ مکانات نہایت خوبصورت
معلوم ہوتے ہیں۔ قصبے کے مغربی طرف سرخ پتھر کی ایک پرانی گڑھی لڑائی یا بے مرمتی
رہنے کے سبب ٹوٹی پڑی ہے جو راناکوبھا کی بنائی ہوئی بیان کی جاتی ہے۔ مارواڑ کا تمام
علاقہ بائیس پرگنوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن پر ایک حاکم اور تھانہ دار رہتا ہے تعلیم کے لئے

کالج اور ہائی اسکول شہر میں ہیں اور علاقے میں بھی بعض جگہ مدرسے جاری کئے گئے ہیں

شہر جودھپور

اجمیر سے مغربی جنوبی طرف ساٹھ کوس فاصلے پر عرض بلد شمالی ۲۶ درجہ ۱۹ دقیقہ طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ ۲۱ دقیقہ پر آباد ہے۔ اسکے شمالی طرف دیوار کی طرح کئی میل تک پہاڑ چلا گیا ہے اور باقی تین طرف ریت کا میدان پڑا ہے شہر پناہ پانچ میل گھیر کی ہے جس کے اندر ساٹھ ہزار آدمی بستے ہیں اور ابھی کچھ اور بھی آبادی کی گنجائش نظر آتی ہے مکانات یہاں اکثر سرخ پتھر کے خوبصورت بنے ہوئے ہیں۔ بازار وغیرہ زیادہ کشادہ نہیں ہیں شہر میں پانی کم نصیب ہونے سے کئی تالاب بھی بنائے گئے ہیں جن میں سے مشرقی طرف گلاب ساگر عمدہ ہے اس میں ایک پختہ نہر کے ذریعہ سے جسکے دونوں کنارے بلند ہونے کے سبب شہر کی گندگی اور بدرو داخل نہیں ہو سکتی۔ جنگل سے برساتی پانی لایا جاتا ہے جو چھ مہینے تک پینے کے کام میں آتا ہے اس تالاب کے قریب ایک مختصر باغ بھی ہے جہاں ریاست کی اکثر کچہریاں بنی ہوئی ہیں شہر کے شمالی مغربی بلند حصے پر مہاراجہ صاحب کا مضبوط قلعہ ہے۔ جو بیس کوس تک فاصلے سے صاف نظر آتا ہے اور جسکی جنوبی مشرقی طرف بڑی بڑی توپیں جمی ہوئی ہیں۔ قلعہ کی لمبائی پانسو گز اور چوڑائی ڈھائی سو گز بیان کی جاتی ہے جسکے مغربی شمالی حصے پر ریاست کے زنانہ و مردانہ بلند محلات تعمیر کئے گئے ہیں۔ قلعہ کی باقی زمین ہموار ہے جس پر سے شہر اور دور تک جنگل کی سیر ہو سکتی ہے قلعہ کے مغربی دامن میں ایک مختصر تالاب رانی ساگر نام فصیل کے اندر قلعہ والوں کی ضرورت کے لئے بنا ہوا ہے جسمیں سے پانی کی سخت تکلیف معلوم ہونے پر شہر والوں کو بھی سیراب ہونے کی اجازت ملجاتی ہے۔

اس شہر کو راؤ جودھا راٹھوڑ نے سمت ۱۵۱۵ مطابق ۱۴۵۹ء میں آباد کر کے منڈور کی عوض اپنا دارالریاست قرار دیا۔ سمت ۱۵۴۹ مطابق ۱۴۹۲ء میں راؤ کے بیٹے سوجا پر دوسرے بیٹے بیکا نیر والے نے چڑھائی کر کے جودھپور کا محاصرہ کیا لیکن توپ گولہ اس زمانہ میں نہ ہونے سے فتح کرنا آسان نہ تھا۔ اس لئے بیکا کچھ ہتیار وغیرہ سامان لینے پر لوٹ گیا۔ راؤ مالدیو کے بعد اسکے جانشین بیٹے راؤ چندر سین سے اجمیر کے صوبہ دار حسین قلی خاں اکبر شاہی

نے قلعہ جودھپور چھین لیا جو چند رسین کے بعد اُس کے بھائی اودے سنگھ کو اطاعت میں رہنے سے اکیس برس کا عرصہ گذرنے پر مع علاقہ (سوائے ناگور) واپس ملا مہاراجہ جسونت سنگھ اوّل کے مرجانے پر عالمگیر نے جودھپور وغیرہ ناگور کے راؤ اندر سنگھ کو عنایت کیا۔ لیکن وہ کم طاقتی سے نکالدیا گیا اس پر بادشاہ نے جودھپور اور کل علاقہ ضبط کر کے نالصے کے طور صوبہ گجرات کے متعلق کردیا۔ راٹھوڑوں نے کئی بار زور مارا لیکن کامیاب نہوئے اٹھائیس برس ضبطی رہنے کے بعد عالمگیر کے انتقال پر سمبت ۱۷۶۳ مطابق سنہ ۱۷۰۷ء میں مہاراجہ اجیت سنگھ نے جودھپور وغیرہ دبالیا۔ شاہ عالم بہادر شاہ نے فوج بھیجکر پھر ایک برس کے قریب ضبط رکھا لیکن دوبارہ مہاراجہ نے اودے پور اور جیپور والوں کی فوجی مدد سے اپنا وطن مع سانبھر وغیرہ کے حاصل کرلیا۔

محمد شاہ کے وقت سنہ ۱۷۲۶ء میں بادشاہی فوج شہر کے پاس لوٹ مار کر کے واپس چلی گئی اور مہاراجہ ابھے سنگھ نے بادشاہی رضامندی حاصل کرلی۔ مہاراجہ مان سنگھ کے وقت سنہ ۱۸۰۸ء میں نواب امیر خاں نے جیپور والوں کی طرفداری میں شہر کو لوٹنے کے لیے شمالی پہاڑی سے گولے مارنے کے سبب قلعہ کے بعض مقامات کو نقصان پہنچایا۔ پھر انگریزی عہد سنہ ۱۸۳۹ء میں بھی اس مہاراجہ کے ظلم کی شکایت ہونے پر کئی مہینے تک سرکاری فوج قلعہ کے اندر رکھی گئی اور راجہ کے خیرخواہ ثابت ہونے پر واپس لے لی گئی اسکے بعد یہاں کبھی کسی غیر کا قبضہ یا حملہ نہیں ہوا۔ شہر کے باہر جنوبی مشرقی طرف مہاراجہ جسونت سنگھ دوسرے نے قلعہ کے محلوں میں رہنا پسند نہ ہونے کے سبب اپنی قیام کے لئے ایک مختصر باغ اور انگریزی قطع کے کئی بنگلے و مکان تیار کرا کر انکو عمدہ سامان سے سجایا۔ اس جگہ عام لوگ راعی باغ یعنی اونٹوں کے چرواہے کا باغ کہتے ہیں۔

قوم

اس مشہور نسل کی ابتدا مشکوک ہے۔ کرنل ٹاڈ لکھتا ہے کہ راٹھوڑوں کا کرسی نامہ ہاچند رجی کے دوسرے بیٹے کش سے انہیں منسلک کرتا ہے اس لئے وہ سورج بنسی ہوئے۔ مگر اس قوم کے بھاٹ یہ شرف انکو نہیں دیتا اور اولاد کش ہونے کے باوجود وہ

سورج بنسی نسل کے ایک شخص کش یپ کی اولاد سے اور ایک دیت عورت کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہرنیاکشی پو کی اولاد پر اس سبب سے شیطانی نسل ہونیکا بدنما داغ لگایا جاتا ہے۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ وہ کش تپ اولاد اجمیدیا یا اجمید کے گھرانے کے جانشین ہوئے جو چندر بنسی ہیں اور قنوج کے بانی ہیں۔ واقعی شجرہ داں راٹھوڑوں کو کیو سیپ کا نسل سے بتاتے ہیں۔ راٹھوڑوں کے کارناموں کا مرکز گادھی پور یا گادھی پور عرف قنوج ہے جہاں وہ پانچویں صدی عیسوی میں سربرآرا تھے اور اگرچہ اس زمانے سے قبل وہ اپنا سلسلۂ نسب کوسا عرف اجودھیا یا اودھ سے منسلک کرتے ہیں لیکن اُن کے قول کے سوا اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ ایک اور مقام پر کرنل ٹاڈ کہتا ہے کہ راجگان مارواڑ اپنا سلسلۂ نسب کش فرزند رامچندر جی سے منسلک کرنے کے مدعی ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکے شجرہ نویسوں نے غلطی کی ہے اور قنوج اور کوسمبی کے کیو سیپ کا خاندان کو اولاد کش تصور کر لیا ہے حالانکہ سورج بنسی خاندانوں کے شجرہ نویس اپنے شجروں میں اُن کو سورج نسل میں داخل نہیں کرتے۔

کرنل ٹاڈ کی متذکرہ بالا تحریروں سے ظاہر ہے کہ راٹھوڑوں کے حسب نسب کے متعلق تین مختلف اقوال ہیں اُنکی تشریح مع تذکرہ درج ذیل ہے۔

(۱) جودھپور کے راٹھوڑ راجگان اپنے آپکو سورج بنسی بتاتے ہیں اور اپنا شجرہ نسب کش فرزند رام چندر جی سے ملاتے ہیں یا جو داسکے انکے بھاٹ مذکورۂ بالا عرف کوسا کو انکی طرف منسوب نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اگرچہ وہ سورج بنسی اور اولاد کش ہیں۔ لیکن اُن کے مورث کش یپ نے ایک دیت عورت سے شادی کی جس کے بطن سے راٹھوڑ نسل ہے دیت کے معنی شیطان اور دیو اور راکشش کے ہیں اسی لئے ہرنیاکسی پو یا ہیرنا کے کش یپ کی اولاد کو شیطانی نسل کہا جاتا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ کس یپ کی یہ دیت بیوی ہندوستان کے قدیم سیاہ فام باشندگان ڈراوڈ میں سے تھی جن پر راکشش اور دیگر نفرت انگیز الفاظ کا استعمال رامائن اور ہندوؤں کی دوسری قدیم کتب میں ہوا ہے۔

اگرچہ دیت کا اطلاق برہمنوں کے شاستروں میں بدھ مذہب والوں پر بھی ہوا ہے اور مطلب اس سے بدمذہب اور دہریہ اور کافر ہوتا ہے لیکن میری یہاں یہ رائے نہیں کیونکہ اول تو کس بیٹ گوتم بدھ سے قبل تھا دوسرے یہ کہ بہت سے خاندان جنھوں نے بدھ مت اختیار کر لیا شرافت سے خالی نہیں سمجھے جاتے۔ تیسرے یہ کہ جب اس قسم کے نفرت انگیز الفاظ کا استعمال ڈر اور ڈپر ہوتا ہی تو ہم کیوں زبردستی دیت کے معنے یہاں بودھ کے لیں

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ راٹھوڑ کُش نَبْ بانی قنوج کے جانشین ہیں کُش نَبْ کے باپ کا نام کُش تھا لیکن یہ کُش رام چندر جی کا بیٹا نہیں بلکہ اُک احمید اسے ہے اور احمید نسل بودھ سے ہی اس بودھ کو گوتم بدھ بانی مذہب بودھ سے مخلوط نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ بودھ مشہور بانی مذہب گوتم بدھ سے صدیوں قبل سا کا دیپ یا سھتیا یا وسط ایشیا سے آکر ہندوستان میں مقیم ہوا ہندوا سے دیوتا مانتے ہیں اور یہ چندر بنسی نسل کا مورث اعلے ہے اس قول کے بموجب راٹھوڑ چندر بنسی ہیں۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ راٹھوڑ قنوج میں خاندان کُش نَبْ کی سلطنت کے وارث تھے اور جو وہ اپنا سلسلہ سورج بنسی اجگان اجودھیا سے ملاتے ہیں۔ اُس کا کوئی ثبوت سوائے اُن کے اپنے قول کے نہیں۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ راٹھوڑ احمید اکی نسل سے تو ہیں لیکن کُش نَبْ کی اولاد نہیں بلکہ احمید اکی دوسری بیوی کیسونی کے بطن سے ہیں کیسونی کی اولاد کیوسیکا کہلاتی ہے (جسکو کبھی کُسِک اور کبھی کاسیکا لکھتے ہیں) اور اس گھرانے نے شمالی ہند میں زبردست سلطنت قائم کی تھی اس قول کے بموجب بھی راٹھوڑ چندر بنسی ہیں۔

ان تینوں اقوال پر غور کرنے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ راٹھوڑ اغلباً چندر بنسی ہیں کیونکہ

(الف) اُنکے سورج بنسی ہونے کا ثبوت سوائے اُن کے اپنے کرسی نامے کے کوئی اور نہیں۔

(ب) تواریخی واقعات اُنکو چندر بنسی گھرانوں کا جانشین مانتے ہیں۔

(ج) سورج بنسی شجرہ نویس انکو سورج بنسی نسل سے علیحدہ بتاتی ہیں۔

تنبیہ حق تحقیق یہ ہی کہ خاندان مارواڑ کا اپنے تئیں سورج بنسی کشتی کی اولاد میں سے بیان کرنا بسبب غلطی کرسی نامہ نویسوں کے ہے کہ انھوں نے سورج بنسی کشتی اور چندربنسی کشتی یا کیوسک کے خاندانوں کو باہم مخلوط کردیا ہے۔

راٹھوڑ خاندان کے ایک مورث اعلیٰ سے جو ایک راجہ تھا ول نام قوم راشٹوا یا الیسی سے مقابلہ کو ثبوت اصلیت اس خاندان راجپوت کا سنتھیا قوم سے ہونے کا پایا جاتا ہے سنتھیا قوم نے دریائے آمو واقع وسط ایشیا پر حکمرانی کی ہو اور قدیم زمانے میں بڑی وسیع آبادی انکی بحیر اسود کے شمال اور بحیر اخضر کے مشرق میں تھی اور صفت قدیم ان کی افتاب بنسی تھی آمو ایک دریا ہے جو جیحوں کے نام سے مشہور رہے یہ دریا ایران و توران کے درمیان واقع ہے یہی دریا آکسس کہلاتا ہے سنتھیا یا ستھین منجملہ ان چار قوموں کے ہے جنھوں نے یونانی حکومت کبٹر یا زائل کی تھی اور متقدمین مورخان ہند اس قوم اسوا کو اپنے خاندان بنسی کی ایک نوع عظیم بیان کرتے ہیں اور بے شبہ جو ستھین ہندوستان میں تھے دریائے اٹک سے دریائے گنگا تک سب ایک قوم کے تھے۔

راٹھوڑوں کی تعداد راجپوتانے میں اس وقت اتنی زیادہ ہو کہ کچھواہوں کے سوا کوئی دوسرا گروہ انکی برابر لاکھوں کی تعداد میں نہیں ہے ڈیڑھ سو برس کے قریب انکا راج گدھی پور یعنی قنوج میں رہا جہاں کمدھج کہلاتے ہیں اور جہاں سے انکی تیرہ شاخیں علیحدہ ہوئیں راجپوتانے میں آنے کے بعد انکی بہت سی شاخیں ہوگئی ہیں اگرچہ اس وقت سے پہلے وہ اپنے آپ کو اجودھیا عرف اودھ کے چندربنسی راجوں کی نسل میں بتلاتے ہیں مگر اسکی تصدیق نہیں ہوئی۔ دسیانی گیارھویں صدی عیسوی سے انکی تاریخ تاریکی سے نکلکر صاف ہوگئی ہندوستان میں فتح تاتاریوں کے زمانے کے قریب راٹھوڑوں نے دہلی کے تنور چوہان بادشاہ داہل واڑہ کے بالہ کا نسل کے ساتھ راجگان ہند پر حکمرانی کرنے کے واسطے زور آزمائی کی ہے اس حکومت کی نزاع نے ان سب کو برباد کردیا۔

قنوج سے نکلکر جے چندر کا پوتا شیوجی مارواڑ میں پناہ پذیر ہوا اور یہاں

جماؤ کر کے راٹھوڑ لوگ راؤ مالدیو کے عہد تک ترقی کرتے رہے اور راؤ کا خطاب راؤ مشہور ہوا۔ یہاں بھی انھوں نے اپنی ویسی ہی جنگ آوری کی ہمت دکھلائی جیسے لوگ شیوجی کے خاندان میں ہوئے ان میں سے زیادہ راجپوتوں میں کوئی بہادر نہیں ہوا۔ اکبر بادشاہ نے اودے سنگھ کو راجہ کہنے کا حکم دیا۔ شاہجہاں نے اپنے آخر وقت میں راجہ جسونت سنگھ کو سات ہزاری ذات دسوار کا منصب جو شاہزادوں کے بعد گنا جاتا تھا اور مہاراجہ کا خطاب جو کسی دوسرے کو نہ ملا تھا عنایت کیا۔ بادشاہی دربار میں محمد شاہ اور احمد شاہ کے عہد تک وہ جاتے رہے اور انکا درجہ اوّل راجاؤں میں گنا جاتا تھا۔

تاریخی احوال

قنوج میں راٹھوڑوں کی چھ پیڑھی یعنی (۱) شری چندر (۲) مہی چندر (۳) چندر دیو (۴) مدنپال دیو (۵) گوبند چندر (۶) بجے چند ر کے حکومت کرنے کے بعد ساتویں جے چند ر پر وہاں کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔

کرنل ٹاڈ نے قنوج میں راجہ نین پال راٹھوڑ کا قبضہ آخر پانچویں صدی عیسوی میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس نے سمت ۵۲۶ مطابق ۴۷۰ء میں قنوج کو فتح کر کے راجہ اجے پال والی قنوج کو قتل کیا اس وقت سے یہ قوم قنوجیہ راٹھوڑ مشہور ہوئی لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ ایک چینی سیاح ہیون تسانگ وہاں ساتویں صدی عیسوی تک بیس راجپوتوں کا راج لکھتا ہے اور دسویں صدی عیسوی کے ایک کتبے سے اس جگہ ایک غیر قوم کی حکومت کا ثبوت ملتا ہے راجہ بجے چند ر کے ایک کتبے سے سمت ۱۱۰۶ مطابق ۱۰۵۰ء میں قنوج لینا پایا جاتا ہے اور سمت ۱۲۵۰ مطابق ۱۱۹۵ء میں جے چند ر پر وہاں کی حکومت ختم ہوئی اس لئے سمجھا جا سکتا ہے کہ ڈیڑھ سو برس کے قریب راٹھوڑ وہاں کے راجہ رہے بہر حال انکو یہ عزت حاصل ہے کہ راجپوتانے میں آنے سے پہلے بھی وہ ہندوستان کے ایک عمدہ حصّہ پر خود مختاری کے ساتھ راج کر چکے ہیں۔ اور اس وقت بھی بڑے راجاؤں میں انکا شمار ہے۔ قنوج کے آخری راجہ جے چند ر کے پڑپوتے شیوجی کی اولاد کتنی جگہ رئیس بنی ہوئی ہے راجپوتانے میں

جودھپور، بیکانیر اور کرشن گڑھ۔ مالوہ میں رتلام و سیتامؤ وغیرہ اور گجرات میں ایڈر کے راجہ کی اولاد میں ہونے کا فخر کرتے ہیں۔ ان چھ ریاستوں میں سے جودھپور کا درجہ بڑا ہے کیونکہ باقی دوسری ریاستیں چھوٹی ہونے کے علاوہ یہیں کے خاندان میں سے علیحدہ ہو کر لوگوں نے پیدا کی ہیں جس کا بیان آگے موقع پر آویگا۔

شروع تیرھویں صدی عیسوی میں راٹھوڑ لوگ مارواڑ آئے اور آخر چودھویں صدی عیسوی میں انھوں نے مارواڑ کا صدر مقام منڈور حاصل کیا اس حساب سے انکو راجپوتانے میں رہتے ہوئے سات سو برس اور راج کرتے ہوئے پانچ سو سے کچھ زیادہ سال کے قریب گذرے۔

شروع گیارھویں صدی عیسوی میں سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کر کے پنجاب کا علاقہ دبا لیا تھا جہاں دو سو برس تک اسکی اولاد حکومت کرتی رہی۔ پھر ایک بہادر قوم غوری نے غزنویوں کے عوض عروج پا کر پنجاب کو اپنے تحت میں لیا جن میں سے معز الدین محمد سام عرف شہاب الدین غوری نے دہلی و اجمیر کے راجہ پرتھوی راج چوہان سے ایک بار شکست کھانے کے بعد سمت ۱۲۵۹ مطابق سنہ ۱۱۹۲ء میں سرہند کے قریب لڑائی ہونے پر پرتھوی راج کو قتل کر کے اُس کا تمام ملک دبا لیا دوسرے برس شہاب الدین اور اُسکے نائب قطب الدین ایبک نے قنوج کے راجہ جیچند (جے چند) راٹھوڑ پر چڑھائی کی راجہ نے بھی بہت سی فوج لیکر مقابلے کو بڑھا۔ چندوار مقام پر لڑائی میں جے چند شکست پا کر بھاگتے ہوئے دریائے گنگا میں ڈوب گیا یا دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہوا اسکا سامان تین سو ہاتھی اور کل مال دشمنوں کے قبضے میں آیا اگرچہ راٹھوڑوں کا نام کنارہ دریائے گنگا سے معدوم ہو گیا۔ لیکن شیوجی کی اولاد نے راجپوتانے میں اپنے قدم جمائے۔ خدا کی شان تو دیکھیے کہ پرتھوی راج نے جے چند کی بیٹی سنجوگتی کو چھیننے کے بعد ایک سال پورا ہوتے ہی اسکی ہتک عزت کی سزا شہاب الدین سے پائی اور پھر خود جے چند دوسرے سال اُسی شہاب الدین کے ہاتھ برباد ہوا کیونکہ دونوں کی قوت باہمی عناد سے کمزور ہو کر سلطان غوری کا شکار ہو گئی

نوٹ کہتے ہیں کہ پرتھی راج سے جے چند رنے اپنی ہاتھ سے بدلا لینا ناممکن سمجھا تو اس نے محمد غوری کو لکھا تھا اور اس امر کی تحریک کی تھی کہ وہ ایک دفعہ پھر دہلی کے راجپوتوں پر حملہ کرے۔

شہاب الدین نے اپنے معتبر نوکر قطب الدین کو ہندوستانی علاقے سپرد کر کے یہاں کا مالک بنا دیا۔ جس نے تھوڑے عرصے کے بعد بنگالہ وغیرہ بھی اپنے عمل میں کر لیا اس طرح پنجاب سے لے کر دلی۔ قنوج اور بنارس یعنی روہیلکھنڈ اور بنگالے کی شرقی سرحد تک تمام شمالی ہندوستان مسلمانوں کے قبضے میں آگیا جو چھ سو برس تک کسی دوسرے کو نہیں مل سکا۔ اور راجپوت قومیں ویران۔ مقامات راجپوتانہ اور دکن کی طرف پریشان ہوئیں جنہیں سے پرتھوی راج چوہان اور جے چند راٹھوڑ کی اولاد کو راجپوتانے میں پناہ ڈھونڈھنی پڑی ہی مارواڑ میں آنے کے بعد راٹھوڑوں کا زمانہ تین حالتوں میں تقسیم ہو سکتا ہے

پہلا قنوج چھوٹنے پر شیوجی سے پرم دیوتک جسمیں وہ زمینداروں کی طرح کچھ زمین اور گاؤں پر قابض رہے اس ایک سو ستر برس کے عرصے میں دس پشتیں گذریں۔

دوسرا زمانہ راؤ چونڈا کے منڈور لینے سے راؤ مالدیو تک جسمیں وہ ترقی کر کے خود مختار رئیس رہے۔

تیسرا دور موٹا راجا اودے سنگھ سے اس وقت تک جسمیں کچھ مغل بادشاہوں کی مہربانی اور کسی قدر اپنی طاقت سے انھوں نے بڑے بڑے مقامات پر اپنا راج پھیلایا۔

دوسرے دور میں راٹھوڑوں کے بزرگ (سردار) راؤ کہلاتے تھے جب اودے سنگھ شہنشاہ اکبر کی خدمت میں حاضر ہو کر فرماں بردار بنا۔ تو شہنشاہ نے اسکو راجہ کا خطاب عنایت کر کے حکم دیا کہ اب جو کوئی اس گروہ (راٹھوڑ) کا سردار بنے اسکو راجہ خطاب سے پکارا جائے اور اگر چھوٹا بھائی راجہ بن جائے تو بڑے کو راؤ کہا جائے اس راٹھوڑ فرقے کا حال دوسرے راجپوتوں کے برخلاف ہے کیونکہ دوسروں میں بڑا بیٹا ولیعہد کیا جاتا ہے اور راٹھوڑوں میں جسکی ماں سے راجہ کو زیادہ محبت ہوتی ہے وہ جانشین کر دیا جاتا ہے موٹا راجا سے دو پشت

کے بعد یہاں والیان ملک کا خطاب مہاراجہ مقرر ہوا۔

۱۔ شیوجی راٹھوڑ

راجہ جے چندر کے بعد برہ دوی سین اور سیت رام نے کچھ نام حاصل نہیں کیا لیکن جے چند کے پوتے سیت رام کا بیٹا شیوجی دوسرے آدمی ساتھ لیکر راجپوتانے کے مغربی ریگستان میں پہنچا۔ بیکانیر کے موقع سے جو اُس وقت آباد نہ ہوا تھا دس کوس کو نومد کے مقام کے سونلنکھی رئیس نے اُسکو خاندانی سمجھ کر اپنے پاس رکھا اور اپنے دشمن جاڑیچہ رئیس کے مقابلے پر اچھی کارگذاری دکھلانے کے سبب جس میں شیوجی کے بہت سے ساتھی قتل ہوئے سونلنکھی نے اپنی بہن کے ساتھ اُسکی شادی کردی اُس کے بعد شیوجی نے گجرات پہنچکر لاکھا جاڑیچہ کو قتل کیا اور واپس آکر مارواڑ میں لونی ندی کے کنارے پر میہوہ مقام کے راجپوتوں کو ایک دعوت میں قتل کیا۔ تھوڑے دنوں پیچھے اس نے گوہل راجپوتوں کو بھی جواب گجرات میں آباد ہیں خارج کرکے اُنکے کھیڑ مقام پر قبضہ کرلیا شیوجی کے مرنے کے بعد اُسکا بڑا بیٹا آسھتان قائم مقام ہوا۔

۲۔ آسھتان

پالی مقام کے پالی وال برہمنوں نے میرا اور رینہ وغیرہ لٹیروں کے ظلم سے بچنے کیلئے شیوجی کو بہادر سمجھ کر اپنے علاقے میں لا بسایا تھا۔ اور آسھتان اسی مقام پر سونلنکھنی سے پیدا ہوا تھا ٹاڈ کہتا ہے آسھتان سے ایک کام ایسا ظہور میں آیا جس سے پایا گیا کہ راجپوتان سابق چنداں پابند قول و قرار کے نہ تھے یعنی آسھتان نے جو ہمیشہ لوٹ گیری کی فکر میں رہتا تھا ہولی کے تیوہار پر برہمنوں کے سردار وغیرہ کو نشہ و غفلت کی حالت میں قتل کرکے پالی کا تمام علاقہ دبالیا۔ اسکے بعد آسھتان نے اپنے دوسرے بھائی سونگ کو ایڈر کے رئیس بھیل وغیرہ سے ایسے موقع پر راج وغیرہ دلایا۔ جبکہ وہ ایک شادی میں نشہ پیکر غافل تھا

تیسرے بھائی اجمل نے کاٹھیاواڑ میں اوک منڈ مقام دبالیا جس کی نسل بھدیل مشہور ہے۔

۳۔ ڈھوہڑ

آسھتان کے آٹھ بیٹوں میں سے بڑا ڈھوہڑ باپ کا جانشین ہوا اُس نے قنوج پر حملہ آوری کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اس بات سے ناامید ہو کر منڈور لینے کی کوشش میں جان کھو دی۔

۴۔ رائے پال

ڈھوہڑ کے سات بیٹوں میں سے بڑا رائے پال باپ کا قائم مقام ہوا اُس نے منڈور کے پڑیہار رئیس کو مار کر اپنے باپ کا عوض لیا۔ اگرچہ منڈور تو جلد اُسکے قبضے سے نکل گیا لیکن اور علاقے میں ہر طرف اُسکے تیرہ بیٹوں نے جماؤ کر لیا۔

رائے پال کے بعد بیٹوں (۵) کاہل (۶) جالنجھن یا جالن سی (۷) چھاڈا (۸) ٹیڈا (۹) سلکھا (۱۰) بیرم دیو۔ ایک دوسرے کے بعد جانشین ہوئے جنھوں نے بھائی راجپوتوں وغیرہ کو دبا کر علاقہ بڑھایا۔ ان میں پچھلا بیرم دیو جس کی اولاد بہت سی ہے جوئیہ راجپوتوں کے ہاتھ سے مقابلے میں مارا گیا۔

شیوجی سے بیرم دیو تک دو سو برس کے زمانے میں جو راٹھوڑ سردار گذرے اُن کے احوال میں صحیح سال و سمت نہیں ملے اس لئے قیاسی اور غلط سنہ چھوڑ دئیے گئے

۱۱۔ راؤ چونڈا راٹھوڑ

راؤ چونڈا راٹھوڑوں میں بڑا نامی شخص گذرا ہے جس سے تاریخ مارواڑ میں بنیاد دور شروع ہوئی راؤ مالدیو تک پوری دو سو برس کے عرصے میں وہ ترقی کے ساتھ خود مختار رئیس تھے۔ چونکہ ہر ایک شخص آنے والی قوم کو کبھی تکلیف اور کبھی آرام کی صورت پیش آتی ہے۔ راؤ چونڈا نے بھی اپنے شروع زمانے میں ایسی مصیبت اُٹھائی کہ ایک بار اُسکو سالو مقام کے کسی چارن سے پناہ مانگنی پڑی۔ تھوڑے دنوں کے بعد اُسکی ہمت بڑی شہرت کا سبب ہوئی اُس نے اپنی قوم کے تمام آدمیوں کو جو علاقے میں پھیلے ہوئے تھے جمع کر کے سمت ۱۴۵۱ مطابق ۱۳۹۵ء میں قنوج کی تباہی سے پورے دو سو برس کے بعد

منڈور پر حملہ کیا اور وہاں کے پڑیہار رئیس کو جو راؤ خطاب سے مشہور تھا قتل کر کے مارواڑ کی راجدھانی پر اپنا جھنڈا گاڑا کیا جس سے وہ منڈور کا راؤ بن گیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ مارواڑ کی تاریخ میں صحیح سال لکھا گیا۔

چونڈا نے حکومت پا کر بھی اکثر دشمنوں سے لڑائی جاری رکھی تھی۔ اس نے ایک دفعہ ناگور والے حاکم کی فوج پر جو گجراتی بادشاہوں کے ماتحت تھا فتح پائی۔ لیکن قلعہ پر قبضہ حاصل نہ ہو سکا۔ اسی طرح بھاٹیوں سے بھی وہ اکثر لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ سمت ۱۴۶۵ مطابق ۱۴۰۸ء میں ناگور کے پاس دشمنوں سے مقابلہ کر کے ایک ہزار راجپوتوں سمیت مارا گیا۔ اور راؤ کے چودہ بیٹوں میں سے بڑا رنمل کئی برس کے بعد اپنے بھائی کانہ کے لڑائی میں مارے جانے پر وارث بنا۔

۱۲۔ راؤ رنمل

راؤ رنمل سمت ۱۴۸۴ مطابق ۱۴۲۷ء میں گدی پر بیٹھا۔ اسکی بہن ہنس بائی نام سواڑ کے بوڑھے رانا لاکھا کو بیاہی گئی تھی جس سے موکل (جی) کے پیدا ہونے پر بڑے بھائی چونڈا نے راج کا دعوے چھوڑ کر مالوے میں رہنا اختیار کیا تھا۔ موکل جی کے مارے جانے کے بعد کو بھائی کی کم عمری کے سبب راؤ رنمل مع اپنے بیٹے جودھا کے ملکی کام سنبھالنے کی خاطر چتوڑ میں رہتا تھا لیکن میواڑ کے سرداروں کو راٹھوڑوں کا تمام ریاست میں جاری ہونا ناپسند ہوا۔ اس لئے اس خوف سے کہ راٹھوڑ میواڑ میں اپنی حکومت نہ جما لیں وہاں کے سب لوگوں نے رانا کو بھائی کے چچا چونڈا کو جو ناراض ہو کر بادشاہ مالوہ کے پاس جا رہا تھا مدد کے واسطے بلایا۔ سمت ۱۵۰۰ مطابق ۱۴۴۳ء میں چونڈا نے آتے ہی ایک بار رات کے وقت قلعہ پر دخل کر لیا۔ راؤ رنمل جس کو نشے کی حالت میں ایک عورت نے چارپائی سے باندھ دیا تھا ہمت کے ساتھ کئی مخالفوں کو مار کر کام آیا اور راؤ کا بیٹا جودھا جان بچا کر اپنے ساتھیوں سمیت بھاگ کر وطن پہنچا لیکن چونڈا نے راٹھوڑوں کا پیچھا نہ چھوڑا اور انکا خاص دارالحکومت منڈور دبا لیا جو سات برس تک سیسودیوں کے قبضے میں رہنے کے بعد راؤ جودھا نے واپس لیا۔ رنمل کے قتل ہونے کے بعد اسکے چوبیس بیٹوں میں سے

جودھا ولیعہد بنا اور دوسروں نے علیحدہ جاگیریں پائیں

۱۳ - راؤ جودھا

راؤ جودھا اپنے باپ کے بعد سات برس تک اپنی راجدھانی سے بے دخل رہا۔ اُس نے سمت ۱۵۱۰ مطابق ۱۴۵۳ء میں سوجت لیکر دوسرے برس بڑی جمعیت کے ساتھ منڈور پر حملہ کیا۔ چونڈا سیسودیہ کے دو بیٹے کونتل اور مانجا اس لڑائی میں کام آئے اور منڈور مقام راٹھوڑوں نے واپس لیا۔ سمت ۱۵۱۵ مطابق ۱۴۵۹ء میں راؤ جودھا نے منڈور کے عوض ایک پہاڑی کے پاس اپنے نام پر شہر جودھپور کی بنیاد ڈالکر پہاڑی کے ایک بلند حصّے پر مضبوط قلعہ طیار کرایا جس سے دور تک ملک کی نگرانی ہو کر دشمنوں سے بچاؤ کیا جائے۔ یہ شہر منڈور سے جنوب میں پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہوا اور پرانے شہر کی فصیل کا مسالا نئے شہر کی تعمیر میں بہت کچھ خرچ ہوا ہے۔

نئی راجدھانی آباد کرنے کے تیس برس کے بعد سمت ۱۵۴۵ مطابق ۱۴۸۹ء میں اکسٹھ سال کی عمر پاکر راؤ جودھا انتقال کر گیا۔ جودھپور کو بسے ہوئے اس وقت ساڑھے چار سو سے کچھ زیادہ عرصہ گذرتا ہے۔

۱۴ - راؤ ساتل

راؤ جودھا کے بیٹوں میں سے اکثر نامور ہوئے۔ بڑا ساتل جس نے پوکرن مقام سے پانچ کوس پر ساتلمیر بسایا تھا تین برس راج کرکے ایک لڑائی میں پٹھانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اُس کے بعد دوسرا سوجا یعنی سورجمل جودھپور کی گدی پر بیٹھا۔ تیسرے کا حال معلوم نہیں۔ چوتھے دودا نے سانبھر پر قبضہ حاصل کیا تھا جسکی اولاد میرتے میں رہنے سے میرتیہ راٹھوڑ کہلاتی ہے۔ جیمل میرتیہ جو چتوڑ پر مارا گیا اور جسکی اولاد میواڑ میں اب بدھنور کی جاگیردار ہے اسی دودا کا پوتا تھا۔ جودھا کے چھٹے بیٹے بیکا نے مارواڑ میں شمالی طرف جاٹوں وغیرہ کا ملک دبا کر شہر بیکانیر آباد کیا۔ جہاں پر اب تک اُسکی اولاد راج کرتی ہے۔

بیکانیر والوں کا بیان ہے کہ بیکا سوجا سے بڑا تھا۔ اسی لئے اُس نے ساتل کے بعد جودھپور کا دعوے کیا۔

۱۵۔ راؤ سوجمل عرف سوجا

یہ اپنے بڑے بھائی سانتل کے بعد جودھپور کی گدی پر بیٹھا۔ بیکانیر کی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس وقت بیکانیر کے راؤ بیکا نے جو راؤ جودھا کے بیٹوں میں سانتل سے چھوٹا اور سوجا سے بڑا تھا کل مارواڑ کا دعویدار بنکر جودھپور پر چڑھائی کی اور سوجمل نے راؤ جودھا کی ڈھال تلوار اور چتر وغیرہ چیزیں جو قابل عزت گنی جاتی تھیں بیکا کو دے کر صلح کر لی سمت ۱۵۷۲ مطابق ۱۵۱۶ء میں پیپاڑ مقام پر سے بعض غارتگر پٹھان ایک سو چالیس عورتیں پکڑ کر لے چلے اور راؤ سوجا نے اُن کا پیچھا کیا سخت مقابلہ ہونے کے بعد عورتیں تو اُن کے پنجے سے چھڑالی گئیں لیکن اس ہنگامے میں راؤ سوجا کی جان گئی۔ راؤ کے پانچ بیٹوں میں سے بڑا باگھا۔ جوانی میں مرچکا تھا اس لئے اُسکا بیٹا اور راؤ کا پوتا گانگا ولیعہد مانا گیا راؤ کے دوسرے بیٹے اوداکی اولاد میں بیماج۔ جیتارن اور رائے پور وغیرہ کے ٹھاکر ہیں۔ جو اوداوت کہلاتے ہیں۔

۱۶۔ راؤ گانگا

اس نے سمت ۱۵۷۲ مطابق ۱۵۱۶ء میں اپنے دادا کے بعد راج پایا اسکے ایک چچا سانگا نے گدی کا دعوے کیا تھا لیکن وہ مقابلے میں قتل ہوا اور اسکے مددگار پٹھانوں نے جو ناگور پر قابض تھے شکست پائی۔ سمت ۱۵۸۴ مطابق ۱۵۲۸ء میں جب میواڑ کا رانا سانگا مقام بیانہ کی طرف بابر بادشاہ سے مقابلے کو گیا تو اس موقع پر مارواڑ کے رائے مل ور رتن سنگھ میرتیہ وغیرہ بھی اُس کے ہمراہ تھے جو وہاں لڑائی میں کام آئے۔ اس لڑائی کے چار برس کے بعد اور مسند نشینی کے سولھویں برس راؤ گانگا کو اسکے بے رحم بیٹے مالدیو نے حکومت کی حرص میں جھروکے سے گرا کر مار دیا جبکہ وہ افیون کی پینک میں غافل بیٹھا تھا

۱۷۔ راؤ مالدیو

سمت ۱۵۸۸ مطابق ۱۵۳۲ء میں اپنے بے گناہ باپ کی جان کھو کر راج کا مالک ہوا۔ یہ راٹھوڑوں میں بڑا زبردست و نامی رئیس گنا جاتا ہے جسکی وقت کا سا عروج قنوج چھوٹنے کے بعد کبھی حاصل نہیں ہوا سیوے سانگا سے۔ راٹھوڑ مالدیو سے اور کچھواہے سوائی جے سنگھ

کے نام سے ہمیشہ فخر کرتے ہیں یہ راؤ سمت ۱۵۶۸ میں پیدا ہوا تھا۔ ان دنوں میں ہمایوں
تو اپنے بھائیوں کی بغاوت کے سبب راجپوتانے کی طرف توجہ نہ کرسکا اور میواڑ میں رانا
سانگا کے بعد کئی ایسے کم عقل رئیس قائم ہوئے جنہوں نے فضول خانگی جھگڑوں سے
اپنی طاقت کو نقصان پہنچایا اس لئے راؤ مالدیو کی ہمت کے آگے اسکو ترقی کرنے میں کوئی
روکنے والا نظر نہ آیا۔ اس نے ہر طرف بغیر خیال دوست و دشمن کے قدم بڑھانا شروع
کیا۔ بہت جلد ناگور و اجمیر جو گجراتی حاکموں کے قبضے میں تھے دبا لئے ۱۵۹۶ مطابق ۱۵۳۹ء
میں جنوبی طرف جالور سوانہ اور بھادراجون فتح کرکے لونی ندی کے کنارے پر مہیوہ وغیرہ
مقاموں کے خودسر جاگیرداروں کو تابع کیا۔ اسکے دو برس کے بعد راؤ بیکا کی اولاد میں سے
راؤ کلیان بیکانیر سے بے دخل کیا مغربی طرف جیسلمیر کے بھاٹیوں سے بیکم پور وغیرہ
چھین کر اپنے آدمیوں کو بسادیا جہاں اب تک وہ مالدوت کثیر سے مشہور ہیں اس طرح
چاروں طرف علاقہ بڑھا کر حفاظت کے خیال سے راؤ نے جودھپور کی پختہ شہرپناہ بنوائی
میرٹھ۔ پیپاڑ۔ پھلودی اور پوکرن وغیرہ مقامات پر مضبوط قلعے اور مکان تیار کرائے سخت
سرداروں کے زور پکڑنے اور خالصہ کم نہ ہونے کی غرض سے زیادہ جاگیریں جو پشت
میں راٹھوڑوں کو مل جایا کرتی تھیں دینا موقوف کیا اور راؤ رنمل اور راؤ جودھا کی
اولاد میں خاص جاگیریں قائم رکھ کر ایسا انتظام کیا جس سے وہ زیادہ نہ بڑھ
سکیں۔

سمت ۱۵۹۹ مطابق ۱۵۴۲ء میں ہمایوں بادشاہ اپنے بھائیوں کی بغاوت اور
شیر خان پٹھان کے ملک دبا لینے سے سندھ وغیرہ کی طرف پریشان پھرتا ہوا امداد
کی امید پر پھلودی مقام تک راؤ مالدیو کے ملک میں آیا۔ جس نے بادشاہ کو بہت دفعہ
بلایا تھا اثنائے راہ میں جو بادشاہ کے ساتھ دوربین تھے وہ مالدیو کے مکر و عذر سے
اندیشہ مند تھے اور حزم و احتیاط کی باتوں سے بادشاہ کو آگاہ کرتے تھے بادشاہ کے حکم سے
میر سمندر جو نہایت ہوشمند تھا مالدیو کے پاس گیا اور اسکے دل کی تمام باتوں کو دریافت
کرکے بادشاہ کے پاس لوٹ آیا اور عرض کیا کہ راؤ نے جو اخلاص کی تمہیدیں کی تھی وہ سچی

نکھیں اس وقت رائے نے کچھ میوہ بادشاہ کے پاس بھیجا۔ یا اب مالدیو کی بے وفائی اور ماتوں میں بھی ظاہر ہونے لگی۔ جب بادشاہ کا لشکر مالدیو کی راجدھانی کے پاس آیا تو سنگا ناگوری کہ مالدیو کے معتمدوں میں سے تھا بادشاہ کے لشکر میں بطور سوداگروں کے آیا اور اس جستجو میں ہوا کہ کوئی الماس گراں بہا ہو تو اسکو خریدوں اسکی اوضاع سے خبر نہیں معلوم ہوتی تھی بادشاہ نے فرمایا کہ اس مشتری کے خاطر نشان یہ بات کردو کہ ایسے جواہر گراں بہا خریدنے سے میسر نہیں ہوتے جو ہر شمشیر آبدار کے ہاتھ آتے ہیں جبکہ اسکے ساتھ کسی بادشاہ کی رائے بھی ہو یا بادشاہوں کی عنایت سے میسر ہوتے ہیں اس مزور کے آنے سے اندیشہ زیادہ تر ہو گیا اور سمندر کی وریا پر بادشاہ نے بخشش کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بادشاہ کے نمک حرام دو نوکر راجہ کے پاس گئے اور انھوں نے راجہ کو سمجھایا کہ بادشاہ کے پاس لعل و گوہر بڑے بیش قیمت ہیں وہ بادشاہ سے طلب کرے شاید اسکی تحقیق کے لئے اس نے سنگا کو بھیجا ہو۔ تنگدستی کے وقت بادشاہوں میں حزم و احتیاط زیادہ ہو جاتے ہیں اس لئے ہمایوں نے شمس الدین اتکہ کو راجہ کے پاس بھیجا اور رائے مل سونی کو بھی بھیجا کہ بہت جلد وہاں جائے اور اپنی فراست سے وہاں کا حال دریافت کرکے اطلاع دے اگر وہاں سے لکھکر اطلاع نہ دے تو اشارت معہودہ میں آگاہ کرے مالدیو کی وفاق و نفاق کی علامت یہ ٹھہری کہ وہ اپنے قاصد کو کہدے کہ بادشاہ کے پاس جاکر اپنی پانچوں انگلیوں کو ملاکر پکڑے اور خلاف و نفاق کی اشارت یہ کہ فقط چھوٹی انگلی کو ہاتھ میں پکڑے اب بادشاہ کا لشکر قصبہ پھلودی سے کہ راجہ کے موطن جودھپور سے ساٹھ کوس پر تھا دو تین منزلیں طے کرکے جوگی ندی کے کنارے پر فرودکش ہوا۔ رائے مل سونی کا قاصد آیا۔ اور اس نے چھوٹی انگلی کو پکڑا۔ اس اشارے کی حقیقت معلوم ہو گئی کہ راجہ کا ارادہ مکر و دغا کا ہے اس نے ایک جماعت کثیر کو بادشاہ کے استقبال کے لئے بھیجا جس کا ارادہ کچھ اور ہی تھا اُسے مالدیو پر دغابازی کا شبہ اس سے اور بھی زیادہ ہو گیا کہ بادشاہ کا ایک کتابدار ہندوستان میں کسی شکست میں بھاگ گیا تھا اور وہ مالدیو کے پاس جاکر اُس کا نوکر ہو گیا تھا اس نے بادشاہ کو لکھا کہ خدا کے واسطے آپ یہاں سے جس قدر جلد ممکن ہو تشریف لے جائے مالدیو کا یہ فاسد ارادہ ہے کہ حضور کو گرفتار کرکے شیر شاہ کے حوالے کرے شمس الدین

آنکہ مالدیو کے پاس تھا مالدیو نے اُسکے لئے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ وہ بادشاہ سے کسی طرح
خط وکتابت نہ کرسکے گویا اُسکو آزاد قیدی بنا رکھا تھا مگر یہ آنکہ اُسکے نکلنے سے نہ ٹلا۔ جب مالدیو
کی نیت میں اُس نے فساد دیکھا تو وہ چھپ کر بادشاہ کے پاس چلا آیا اور اُس نے وہاں
کا سارا حال عرض کیا جس سے بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ میں خطرناک حالت میں ہوں اُس
نے بے تامل پھلودی کی طرف کوچ کردیا۔ جیسلمیر کی راہ سے امرکوٹ جانیکا ارادہ کیا۔

ابوالفضل نے لکھا ہے کہ ایک گروہ لوگ آدمیوں کا یہ کہنا ہے کہ مالدیو ابتدا میں بادشاہ
کا خیراندیش تھا مگر آخر کو جب اُس نے بادشاہ کی بے سامانی اور قلت جمعیت دیکھی تو اُسکی
نیت میں فساد آگیا یا شیرخاں نے مواعید فریب آمیز اُس سے کئے اور اُس نے شیرشاہ کا
غلبہ دیکھا یا شیرشاہ نے اُسکو ہمایوں کی خدمت واعانت کرنے سے ڈرایا۔ بہر تقدیر وہ راہ
ہدایت وسعادت سے پھرا اور ورق اخلاص کو الٹ دیا ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ابتدا سے
انتہا تک اظہار بندگی کرنا اور عرائض عبودیت بھیجنا بالکل نفاق پر مبنی تھا۔

نظام الدین احمد نے تاریخ طبقات اکبری میں مالدیو کی نسبت لکھا ہے کہ جب ہندوستان
سے ہمایوں خارج ہوا اور شیرشاہ کی فتح نے چاروں طرف اپنے پاؤں پھیلائے تو افغانوں
اور راجپوتوں کے درمیان مڈبھیڑ ہونے لگی۔ مالدیو نے ہمایوں کو اس لئے بلایا تھا کہ اُسکے
سہارے سے وہ اپنے قومی دشمن شیرشاہ کا مقابلہ کرسکے مگر جب اُسکے ملک میں بادشاہ آگیا
اور اُسکو معلوم ہوگیا کہ بادشاہ کے پاس سپاہ نہایت قلیل ہے اور وہ بھی خستہ حال اور
پریشان ہے اور اُسمیں کوئی قابلیت مالدیو کی امداد کی نہیں ہے اور شیرشاہ کی سپاہ ضلع ناگور
میں جو اُسکے ملک کی سرحد پر ہے دھمکیاں دے رہی ہے اور شیرشاہ نے ایلچی بھیجکر بہت سے
وعدے وعید کئے۔ تو اُس نے کمال بے مروتی سے یہ امر قرار دیا کہ جس طرح ہوسکے بادشاہ کو
گرفتار کرکے شیرشاہ کے حوالے کرے خلاصہ یہ ہے کہ راجہ سمجھتا تھا کہ بادشاہ کے ساتھ ہونا شیرشاہ
سے جھگڑا مول لینا ہے شیرشاہ کو وہ ایسا زبردست جانتا تھا کہ اپنی ہستی اُسکے سامنے نہ
گنتا تھا۔ بادشاہ کے آنے سے اُسکو یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں اُسکے پکڑنے کو شیرشاہ سارا لشکر
لیکر اُسکے ملک پر نہ چڑھ آئے غرض ایسے ایسے اندیشوں سے اُس نے شیرشاہ سے وعدہ کرلیا

کہ ہمایوں کو پکڑ کر اسکے حوالے کر دیگا۔

بادشاہ نے مراجعت کی یہاں تک کہ وہ پھلودی سے چلکر ستلمیر میں پہنچا جو جیسلمیر کے ملک میں تھا بادشاہ چلا جاتا تھا کہ صبح کو کیا دیکھتا ہے کہ لشکر کے پیچھے سے تین فوجیں سواروں کی چلی آتی ہیں۔ مورخ قیاساً ہر فوج کی تعداد پانچ سو آدمیوں کی بتاتے ہیں تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سپاہ مالدیو کی تھی بادشاہ کے ساتھیوں میں سے شیخ علی بیگ اور درویش کوکا اور درویش اور ایک اور جماعت کل بائیس آدمی دشمنوں کی طرف روانہ ہوئے یہ حسن اتفاق ہے کہ جس وقت وہ پہنچے تو سوار ایک تنگ راہ میں آگئے تھے اور شیخ علی نے اوّل ہی تیر میں مخالفوں کے سردار کو ہلاک کیا ادھر سے جو تیر شست سے نکلا مخالفوں میں سے ایک معتبر کو اس نے خاک پر گرایا دشمنوں میں طاقت مقاومت نہ رہی اور تھوڑے لشکر نے بڑے لشکر کو بھگا دیا اور بہت سے آدمیوں کو قید کیا۔

یہاں سے بادشاہ فتحیاب ہو کر جیسلمیر راول لون کرن کے آدمیوں سے لڑتا ہوا بڑی تکلیف کے ساتھ عمرکوٹ پہنچا جہاں اُسکے اکبر شاہزادہ پیدا ہوا پھر وہ ہندوستان سے ایران کو شاہ طہماسپ اوّل کے پاس چلا گیا۔

سمت ۱۶۰۰ مطابق ۱۵۴۴ء میں پٹھان بادشاہ شیر شاہ سور نے مالدیو پر چڑھائی کی۔ جسکی تفصیل یہ ہے کہ شیر شاہ کو جب یہ حال معلوم ہو کہ مالدیو راجہ مارواڑ نے مسلمانوں پر بڑا ظلم ڈھا رکھا ہے اور ملک ناگور و اجمیر کو تعدی اور ظلم سے لے لیا ہے تو بادشاہ نے اس پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور سنہ ۹۵۰ ہجری میں حکم دیا کہ اس کا لشکر ناگور۔ اجمیر اور جودھپور کی طرف کوچ کرے کوئی مورخ لکھتا ہے کہ اسکا لشکر اسی ہزار تھا کوئی اسکو بیشمار بتاتا ہے جب یہ لشکر آگرے سے سفر کر کے فتح پور سیکری میں پہنچا۔ تو شیر شاہ نے حکم دیا کہ سارا لشکر تیار ہو کر ایسا مرتب و مسلح چلے جیسے جنگ کے واسطے چلتا ہے ہر منزل میں قلعہ و خندق بنائی جائے اثنائے راہ میں ایک منزل ریگستان میں ہوئی وہاں ہر چند سعی کی ریگ سے قلعہ نہیں سکا تو بادشاہ کے پوتے محمود خاں پسر عادلخاں نے یہ تجویز ایجاد کی کہ ٹاٹ کے تھیلوں میں ریت بھر کر قلعہ بنایا جائے شیر خاں نے اس حسن تدبیر پر پوتے کو شاباش دی جب مالدیو کو شیر شاہ کی چڑھائی کا حال

معلوم ہوا تو وہ بھی پچاس ہزار راٹھوڑوں کے ساتھ اجمیر کے قریب مقابلے کو پہنچا شیر شاہ جب غنیم کے نزدیک آیا تو یہ حکمت چلا کہ ہندی خط میں خطوط مالدیو کے امرا کی طرف سے اس مضمون کے لکھوائے کہ ہم اس راجہ کے ظہر و ستم کے خوف سے سرتابی کر کے برسوں کے بغض نکالیں گے اور جنگ میں اُسکو گرفتار کر کے حضور کے پاس لائیں گے حضرت بادشاہ کچھ فکر و اندیشہ نہ کریں ان خطوط کو ایک خریطے میں بند کر کے ایک اپنے آدمی کو دیا کہ مالدیو کے خیمے کے نزدیک جا کھڑا ہو اور جب وہ سوار ہو تو اس خریطے کو اُسکی راہ میں ڈالکر چھپ جائے اس آدمی نے ہدایت کے موافق کام کیا جب مالدیو کے وکیل نے راہ میں پڑا ہوا خریطہ دیکھا تو اُسے اُٹھایا اور اُن خطوں کو مالدیو کے پاس لے گیا۔ مالدیو نے چونکہ بہت سے راجوں اور زمینداروں کو تہ و بالا و مغلوب کر کے ملک بڑھایا تھا اور باپ کو مار کر راج پایا تھا وہ پہلے ہی سے زمینداروں اور سرداروں سے اندیشہ مند تھا۔ ان خطوں نے اس اندیشے کو بڑھایا اور واپس جانے کا ارادہ کیا ہر چند راجپوتوں نے سمجھایا کہ آپ کیا کرتے ہیں مگر اُس نے کچھہ نہ سنا۔ جب اُن راجپوتوں کو ان خطوں کے مضامین پر علم ہوا تو انکو اس بے وفائی و تہمت بے جا کا بڑا قلق ہوا انھوں نے راجہ سے کہا کہ اب ہم اس تہمت کے مٹانے کے واسطے اپنی ہمت دکھاتے ہیں۔ حیف ہے کہ ہم راجپوتوں پر بیوفائی کا نام آئے غرض یہ کہ چند سردار جنمیں جے چند ل اور گوپا بڑے سورما تھے دس۱۰ بارہ۱۲ ہزار سوار لیکر شیر شاہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور راؤ اُس شتاب کے سبب جو اُسکے دل میں جما ہوا تھا جودھپور کو بھاگ آیا۔ راجپوتوں نے وہ ہنگامہ کارزار گرم کیا کہ قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے شیر شاہ اس وقت درود وظائف میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک سپاہی اُسکو برا بھلا کہتا ہوا آیا کہ تو یہاں پڑھ رہا ہے وہاں لشکر کو شکست ہوتی ہے مگر اُس نے سپاہی کو جواب کچھ نہ دیا اشارے سے گھوڑا منگایا اور جب گھوڑا آیا تو سوار ہوا کہ فتح کی خبر آئی خواص خاں نے جے چند ل اور گوپا کو مع اُنکی سپاہ کے مار ڈالا جب شیر شاہ کو ان راجپوت سرداروں کی جوانمردی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے لطیفہ کہا کہ ایک مٹھی باجرے پر سلطنت دہلی ہاتھ سے چلی تھی اس لطیفے میں لطف یہ تھا کہ مارواڑ کا ملک ریگستانی ہے اسمیں سوائے باجرے کے اور پیداوار اچھا نہیں ہوتا۔ مالدیو کی یہ بھی جسارت تھی کہ وہ صرف اپنی طاقت سے کسی دوسری

مدد کے بغیر ایک زبردست بادشاہ کے مقابل پہنچا اور اسکے بعد کسی راجہ کو بادشاہ کے سامنے میدان میں جاکر لڑائی کرنیکی ہمت نہ رہی۔

شیرشاہ نے خواص خاں اور عیسےٰ خاں نیازی اور بعض اور امراؤ کو ملک ناگور میں متعین کیا اور خود مراجعت کی۔ خواص خاں نے قلعہ جودھپور کے قریب ایک شہر آباد کیا اور اپنے نام پر خواص پورہ اسکا نام رکھا۔ اور کل ملک ناگور اجمیر اور قلعہ جودھپور اور مارواڑ کی اضلاع کو اپنی قبض و تصرف میں لایا۔ مالدیو کو جب ان خطوط کا اصل حال معلوم ہوا کہ وہ جعلی تھے تو اسکے دل پر بڑا صدمہ ہوا اور گجرات کی سرحد پر قلعہ سوانہ میں وہ بھاگ گیا۔

شیرشاہ کے مرنے کے بعد سمت ١٦٠٥ مطابق ١٥٤٩ء میں راؤ مالدیو نے دوبارہ اپنی ملک کے ساتھ اجمیر و ناگور کو دبالیا لیکن سمت ١٦١٣ مطابق ١٥٥٦ء میں پٹھانوں کے سردار حاجی خاں نے اجمیر واپس لیا۔ ہمایوں کے مرجانے کے بعد جس نے کہ افغانستان سے آکر پنجاب وغیرہ پر قبضہ کرلیا تھا اسکے ہونہار بیٹے اکبر نے باپ کے ارادوں سے زیادہ کام کیا بہت جلد دہلی و آگرہ وغیرہ لیکر آنبیر کے راجہ بھارامل کو فرماں بردار بنانیکے بعد راجپوتانہ کی طرف توجہ کی۔ سمت ١٦١٤ مطابق ١٥٥٨ء میں اسکے ماتحت سردار شاہ قلی خاں محرم نے حاجی خاں کو نکال کر اوّل اجمیر و جیتارن اور پھر ناگور و ساتھر کو آسانی سے دبالیا۔ اکبر کی زبردست سلطنت سے راؤ مالدیو کو بہت نقصان پہنچا اور پھر وہ کسی طرح سر اٹھانے کے قابل نہ رہا اور اسکو پے در پے اور مغلوب ہونا پڑا۔ مشرقی علاقے اکثر مارواڑ سے نکلکر بادشاہی خالصے میں شامل ہوتے گئے چنانچہ سمت ١٦١٩ مطابق ١٥٦٢ء میں ناگور کے صوبہ دار شرف الدین حسین مرزا نے تین دن تک سخت لڑائی کے بعد راؤ کے ماتحت سردار دیوداس اور جگمال راٹھوڑ سے میرتہ بھی لے لیا۔ اسی سال میں اس لڑائی کے تھوڑے دن کے بعد بیس برس راج کرکے راؤ مالدیو نے وفات پائی وہ زبردست اور طاقتور اسی وقت تک ثابت ہوا کہ ہندوستان کی سلطنت اولوالعزم اور زبردست بادشاہوں سے خالی تھی جب سلطنت ہند کی باگ طاقتور بادشاہوں کے آہنی پنجے میں آئی تو مالدیو تنزل کو پہنچکر معمولی زمیندار رہ گیا اگر وہ اور زندہ رہتا تو اکبر اعظم کے سامنے دست بستہ تخت کے تلے اسے کھڑا ہونا پڑتا۔

ہو کر مارا جاتا۔
اُس نے دستور کے خلاف اپنے تیسرے بیٹے چندر سین کو راج کا مالک بنایا تھا باقی گیارہ بیٹوں میں سے بڑا رام سنگھ پہلے اکبر کے پاس اور پھر میواڑ میں جا رہا۔ دوسرے اودے سنگھ کو اکبر کی خدمت میں رہنے سے چندر سین کے بعد راج ملا۔ چوتھے کا نام رائے مل تھا۔ دسویں آسکرن کی اولاد نے ضلع اجمیر میں جونیاں وغیرہ کی جاگیر پائی۔ ان کے سوا اوروں کی نسل مارواڑ میں کئی جگہ پھیلی ہوئی ہے۔

۱۴۔ راؤ چندر سین

سمت ۱۶۱۹ مطابق ۱۵۶۲ء راج کا مالک ہوا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اپنے نامور باپ کی طرح آزادی سے راج کرے لیکن اسی سال میں اجمیر کے صوبہ دار حسین قلی خاں نے جودھپور کو آگھیرا جس سے راؤ چندر سین جان بچا کر سوانہ کی طرف چلدیا اور شہر و قلعہ بادشاہی قبضے میں جا کر کئی برس کے بعد اسکے بڑے بھائی اودے سنگھ کو ملا۔ آٹھ برس کے بعد سمت ۱۶۲۷ مطابق ۱۵۷۱ء میں جب اکبر بادشاہ اجمیر ہو کر ناگور آیا تو وہاں جودھپور ملنے کی امید پر چندر سین کو حاضر ہونا پڑا کیونکہ اُس کا ہم قوم دشمن راؤ کلیان مل بیکانیری اپنے بیٹے رائے سنگھ کو لیکر بادشاہ کے پاس جودھپور لینے کی فکر میں آ موجود ہوا تھا لیکن بادشاہ نے جودھپور کسی کو نہ دیا راؤ چندر سین اسکے بعد سوانہ میں رہ کر لوٹ مار کرتا رہا جس میں بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ سے اُس کے مددگار راول میگھراج کا بھائی مان سنگھ۔ سوجا اور دویدا اس راٹھوڑ وغیرہ مارے گئے۔ شاہ قلی خاں صوبہ دار اور راؤ رائے سنگھ بیکانیری نے سوانہ کو آگھیرا تو چندر سین گرفتاری کے خیال سے بیتا راٹھوڑ کو قلعہ میں رکھ کر پہاڑوں کی طرف چلدیا بادشاہی سرداروں کو سوانہ کی مہم پر زیادہ مصروف دیکھکر چندر سین کے بھتیجے کلا راٹھوڑ نے ناگور دبالیا۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ پانچ برس سے سوانہ فتح نہ ہوا اور ناگور بھی ہاتھ سے گیا تو بخشی شاہ باز خاں کو بڑی فوج کے ساتھ مارواڑ پر بھیجا جس نے اُس ملک کا دورہ کر کے سمت ۱۶۳۳ مطابق ۱۵۷۶ء میں ناگور و سوانہ بہت جلد فتح کیا اور دوسرے کئی چھوٹے بڑے قلعے بھی راٹھوڑوں سے چھین لئے۔

شہباز خاں مضبوط مقامات پر بٹھلانے بیٹھ گیا تو چار برس تک چندر سین نے پہاڑوں میں پریشانی اٹھائی۔ اگرچہ اچھا پھر ہمت کرکے اس نے ضلع اجمیر سے کئی گاؤں لوٹ لئے لیکن واپسی کے وقت جبکہ پائندہ خاں مغل اور قاسم بارہ وغیرہ نے پیچھا کیا۔ تو چندر سین پر بڑی مصیبت اور تکلیف گذری جس سے وہ پہاڑوں کے پاس پہنچنے تک سمت ۱۶۳۷ مطابق ۱۵۸۱ء میں اپنے باپ سے انیس برس بعد انتقال کرگیا۔ اور کچھ عرصے کے بعد اسکی اولاد کو بادشاہی اطاعت کرنے سے ضلع اجمیر میں بھنائے کی جاگیر ملی۔

۱۹۔ موٹا راجہ اودے سنگھ

یہ جب اکبر کی خدمت میں حاضر ہوکر فرماں بردار بنا تو شہنشاہ نے اس کو سمت ۱۶۴۰ مطابق ۱۵۸۳ء میں مورثی مقام جودھپور وغیرہ سونپ دیا۔ اس راجہ نے اپنی بہن کو اکبر کی زوجیت میں دیدیا اس خیال سے ٹاڈ صاحب بہت ناراض ہیں اور اسکو بھی اودے پور کے رانا اودسنگھ کی طرح منحوس خیال کرتے ہیں اور اس لڑکی کا نام جودھا بائی تھا اور راؤ مالدیو کی بیٹی تھی یہ بیگم جب تک سلیم پیدا نہ ہوا تھا اپنے آبائی مذہب پر رہی لیکن بعد ازاں یہ دین اسلام میں شریک ہوگئی تھی اس کے حسن وجمال کی شہرت تو تھی ہی لیکن اسکی شاعری اور شیریں کلامی نے اکبر کو اور بھی اپنی طرف کھینچ لیا تھا یہ بھاشا زبان کی شاعرہ بہت اچھی تھی یہ بیگم سلیم کی ماں تھی۔ کھانا ہمیشہ مسلمان ہونے کے بعد بھی چوکا لگاکر کھاتی رہی ہاں پوشاک کا طریقہ بالکل مسلمانی تھا۔ مروت سخاوت میں بے مثل تھی سلیم کے پیدا ہونے سے یہ بیگم گویا ممتاز بیگموں میں سے شمار ہوتی تھی بادشاہ نے اسکو راحت جان خطاب دیا تھا اکبر کو زیادہ محبت اس سے یوں بھی تھی کہ بعض بعض راجپوتوں کے معاملے میں اسے مشورہ دیا کرتی تھی جودھا بائی نے اپنی ماں کے مرنے پر ایک دردناک نظم موزوں کی تھی باپ نے اسکو محل کے اندر ہی گھوڑے پر چڑھنا نیزہ بازی کرنا لیمو کاٹنا منچ اکھاڑنا سکھا دیا تھا فطری طور پر اسے شاعری سے بھی حصہ ملا تھا مسٹر ل میں لکھتی ہیں کہ جودھا بائی اکبر کے کل رانیوں میں حسین وجمیل تھی۔

وقائع راجپوتانہ میں ذکر کیا ہے کہ جب اکبر کی جودھا بائی کے ساتھ شادی ہوکر جودھپور کی خاندان شاہی سے رشتہ داری ہوگئی تب بادشاہ نے بجز اجمیر کے صرف ممالک منضبطہ

بھی کو واگذاشت نہ کیا بلکہ مالوے کے اکثر محال اضلاع عطا کئے۔ اُن سے مارواڑ کی آمدنی دوچند ہوگئی اپنے بہنوئی بادشاہ کی دستگیری سے اودے سنگھ نے اپنے بھائی بیٹوں کی طاقت کو کم کیا دوسرے بڑے سرداروں کے بازو جھاڑے اور اکثر قدیم جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط کیں کہ اس طرح ضبطی وبند وبست جدید سے چودہ سو گاؤں خالصے میں شامل ہوئے اکبر نے اپنے بیٹے سلیم کی شادی خود اودے سنگھ کی لڑکی کے ساتھ کی اس رانی کا نام جگت گسائیں تھا اس سے شاہزادہ خرم پیدا ہوا جو شاہجہاں کے لقب سے مشہور ہے تذکرہ عالم میں لکھا ہے کہ موٹا راجہ کی بیٹی کا نام روپی تھا اور حیات النسا بیگم کے نام سے مخاطب ہوئی۔ یہ بیگم فارسی زبان خوب جانتی تھی اور شعر کہنے میں بھی طبیعت نہایت رسا تھی۔ خوبصورتی میں بھی یکتا تھا نور جہاں اور اسمیں خوب مجلس گرم رہتی تھی۔ ٹاڈ صاحب نے لکھا ہے کہ خورم کا نام اصل میں کورم معلوم ہوتا ہے جو لفظ کچھواہا کا مرادف ہے جو اسکی رجپوتنی ماں کی قوم کا نام تھا لیکن یہ محض غلطی ہے خرم کی رجپوتنی ماں کی قوم راٹھور ہے نہ کچھواہا۔

راٹھوڑ قوم کی ایک اور لڑکی بھی جہانگیر کی زوجیت میں تھی جس کو کرمسی بیگم کہتے تھے جیسا کہ جہانگیر خود اپنے تزک میں لکھتا ہے۔ راجوں کی تلکی ضرور تیں ایسی تھیں کہ وہ اسکے سامنے بادشاہوں کو خوش رکھنا چاہتے تھے اور بادشاہ اُن سے یگانگت اس طرح پیدا کرنے کے خواہش مند تھے۔ جیسے راجپوتوں کی قوموں میں باہم تھی اسی غرض سے دوسری خاندانوں میں بھی سلیم کی شادیاں ہوئیں تھیں چنانچہ ۲۴۔ ربیع الاول ۱۴ سنہ ہجری کو جہانگیر کے محل میں جگت سنگھ کی بیٹی داخل ہوئی اور ردادی کے محل میں اُسکی شادی کی مجلس آراستہ ہوئی۔ منجملہ اُس جہیز کے کہ راجہ مان سنگھ نے ہمراہ کیا تھا ساٹھ ہاتھی تھے اور ایک بیٹی راجہ بھگوانداس ولد راجہ بھارامل کی بھی سلیم کی زوجیت میں تھی۔ انھیں شادیوں نے مسلمانوں کی سلطنت کی قوت کو تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔ اگر مغل ایسا نہ کرتے تو انکی سلطنت چولیں ہند نہ ہلا سکتے اور ہندوں کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ نہ رہتی۔ اس جملہ معترضہ کے بعد معلوم ہو کہ یہ راجہ دس برس پہلے صادق خاں کے ہمراہ اودچھہ کے راجہ مدھکر پر بھیجا گیا تھا جسکی بغاوت دور کر کے قلعہ بزور چھین لیا گیا تھا۔

سمت ۱۶۴۱ مطابق ۱۵۸۵ء میں وہ مرزا عبدالرحیم خاں خانان کے ساتھ گجرات کی آخری بادشاہ مظفر پر روانہ کیا گیا تھا جہاں فتحیابی ہوئی۔ آخر عمر میں راجہ اودے سنگھ اس قدر بھاری ہو گیا تھا کہ گھوڑے وغیرہ کی سواری نہیں کر سکتا تھا اس سبب سے اسکو بادشاہ نے ایکہزاری منصب کے ساتھ موٹا راجہ خطاب دیا تھا جس کے بعد مارواڑ کے رئیس لوگ راؤ کے عوض راجہ کہلانے لگے۔ یہ راجہ بارہ برس راج کر کے سمت ۱۶۵۲ مطابق ۱۵۹۶ء میں دمے کی بیماری سے انتقال کر گیا اور چار رانیاں اسکے ساتھ ستی ہوئیں۔ موٹا راجہ کی اولاد میں سترہ بیٹے اور سترہ بیٹیاں تھیں۔ جن میں سے تیسرا بیٹا سورج سنگھ باپ کی وصیت سے راج کا مالک ہوا اسکو دلپت نے بادشاہی خدمت سے بہت عزت حاصل کی تھی جس کے پوتے رتن سنگھ نے شاہجہاں کے حکم سے صوبہ مالوہ میں جاگیر پاکر اپنے نام پر قصبہ رتلام آباد کیا اور وہ اب تک اسکی اولاد کی راجدھانی ہے۔ نویں کرشن سنگھ نے اپنی کارگذاری کے عوض شاہجہاں بادشاہ سے ضلع اجمیر میں جاگیر پاکر اپنے نام پر کرشن گڑھ بسایا جو اب تک اس کی نسل والوں کے قبضے میں چلا آتا ہے۔

۲۰۔ راجہ سورج سنگھ یا سور سنگھ

یہ سمت ۱۶۵۲ مطابق ۱۵۹۶ء میں راجہ ہو کر گجرات کا قائم مقام صوبہ دار کیا گیا۔ جہاں سے چار برس کے بعد دکن کو گیا اور وہاں شاہزادہ دانیال والوالفضل وزیر اکبر کے ماتحت رہ کر ناسک وغیرہ مقام کے لینے میں جنگ میں شریک رہا۔ اسکو دس برس وطن سے علیحدہ رہنے کے بعد سمت ۱۶۶۰ مطابق ۱۶۰۴ء میں بادشاہی طرف سے نوبت و نقارہ عطا ہو کر مارواڑ آنے کی رخصت ملی اور راٹھ کا مصاحب گوبند داس بھاٹی جمعیت کے ساتھ دکن میں متعین رہا۔

راجہ سورج سنگھ سمت ۱۶۶۵ مطابق ۱۶۰۹ء میں اکبر کے انتقال کر جانے کے بعد جہانگیر بادشاہ کے حکم سے دوبارہ دکن جا کر کئی برس کے بعد واپس آیا اور سمت ۱۶۷۱ مطابق ۱۶۱۵ء میں بادشاہ زادہ خرم یعنی شاہجہاں کے ماتحت میواڑ پر بھیجا گیا تھا جہاں سے واپس آنے پر بادشاہ نے اسکا منصب پانچہزاری ذات اور تین ہزار سوار مقرر کیا۔ دوسرے برس اجمیر میں جبکہ بادشاہ پشکر تالاب کی سیر کو گیا ہوا تھا راجہ کے چھوٹے بھائی کرشن گڑھ کے رئیس کرشن سنگھ نے

مارواڑ کے دیوان گوبند داس بھاٹی کے مکان پر دشمنی کے سبب حملہ کیا راجہ سورج سنگہ لڑائی کا حال سنتے ہی جمعیت سمیت بھاٹی کی مدد کو تیار ہوا اُس کے مکان سے نکلتے ہی کرشن سنگھ کے ساتھ مقابلہ ہو گیا جو گوبند داس کو مار کر فارغ ہو چکا تھا اس موقع پر کرشن سنگھ اپنے ایک بھتیجے کرن سنگہ اور چھتیس راجپوتوں کے ساتھ مارا گیا اور راجہ کے تیس آدمی قتل ہوئے بادشاہ نے یہ خبر سنکر افسوس کے سوا کسی کو سزا دینے کے قابل نہ سمجھا۔ اسی برس راجہ سورج سنگھ دو مہینے کی رخصت لیکر وطن آیا تھا جہاں سے اپنے کنور گج سنگھ کو ساتھ لیکر دہلی پہنچا اور تیسری بار دکن جاکر چار برس کے بعد سمت ۱۶۷۶ مطابق سنہ ۱۶۲۰ع میں راج پانے سے چھبیسویں ۲۵ سال وہیں اُنکا انتقال ہو گیا اُس نے بہت سا وقت بادشاہی نوکری میں صرف ہونے پر بھی اپنے ملک کو ترقی پہنچا کر راجیہ بھاٹی کو زیادہ رونق وا بنایا۔ اُس کا تیار کرایا ہوا سور ساگر تالاب شہر جودھپور کے باہر شمالی مغربی طرف اب تک موجود ہے جس کے کنارے پر مکانات اور ایک باغ لگا ہوا ہے۔ راجہ کے بیٹے گج سنگھ کو جہانگیر بادشاہ نے راج تلک (نقشہ ریاست) دیا جس کا ذکر وہ اپنی تزک میں اس طرح تحریر کرتا ہے۔

سنہ ۱۰۲۸ ہجری (مطابق سمت ۱۶۷۶ و سنہ ۱۶۲۰ع) میں راجہ سورج سنگھ کے مرنے کی خبر مجھکو ملی جو دکن میں اپنی موت سے گذر گیا وہ راؤ مالدیو کا پوتا تھا اور یہ ایسا شخص تھا جو رانا کے ساتھ برابری کا دعوے کرتا تھا۔ راجہ سورج سنگھ میرے بزرگ باپ (اکبر) اور مہربانیوں سے بڑی عزت اور منصب پر پہنچا۔ اُس کا ملک اُسکے باپ اور دادا کے وقت سے بھی بڑھ گیا ہے اُسکے بیٹے کا نام گج سنگھ ہے جسکو اُس نے اپنی زندگی میں ملکی کام سونپ دیئے تھے۔ گج سنگھ کو میں نے ہوشیار دیکھ کر تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب۔ راجہ کا خطاب۔ اور نشرہ عنایت کیا اور اُسکے چھوٹے بھائی (سبل سنگھ) کو پانچسو ذات اور ڈھائی سو سوار کا منصب اور وطن میں جاگیر دی۔

۲۱۔ راجہ گج سنگھ

سمت ۱۶۷۶ مطابق سنہ ۱۶۲۰ع میں جودھپور کا مالک ہو کر دکن بھیجا گیا جہاں عمدہ کارگذاری دکھلانے کے سبب دو برس کے بعد اُسکو بادشاہی طرف سے نوبت و نقارہ ملکر چار ہزاری انعامات

و تین ہزار سوار کا منصب عطا ہوا۔

سمت ۱۶۸۰ مطابق ۱۶۲۴ء میں شاہزادہ شاہجہاں کے بغاوت کرنے پر بادشاہ زادہ پرویز اور مہابت خاں کے ہمراہ گج سنگھ کو بھی لڑائی پر جانا پڑا۔ جہانگیر نے اس خیال سے کہ شاہجہاں جو دھپور کے راجہ اودے سنگھ کی بیٹی سے پیدا ہوا ہے اور راٹھوڑ اسکے طرفدار نہ بنیں راجہ گج سنگھ کی بہن کے ساتھ بادشاہ زادہ پرویز کا بیاہ کرادیا (یہ لڑکی سورج سنگھ والی جودھپور کی بیٹی ہے) اور راجہ کا منصب پانچہزاری تک بڑھادیا مقابلہ ہونے پر شاہجہاں شکست کھاکر بنگالہ دکن کی طرف بھاگ گیا پھر اور سمت ۱۶۸۴ مطابق ۱۶۲۸ء میں جہانگیر و پرویز کے مرجانے سے آگرے میں آکر بادشاہ بن گیا۔ اس موقع پر راجہ گج سنگھ جو خانجہاں لودی صوبہ دار مالوہ کا ساتھ چھوڑ کر دھینیے سے اپنے وطن آرہا تھا جلوسی دربار میں گیا جہاں اسکو نیزہ۔ نقارہ۔ ہاتھی گھوڑا۔ تلوار و خلعت ملا۔ دوسرے برس خانجہاں لودی صوبہ دار خاندیس کے باغی ہونے پر ارادت خاں کے ساتھ راجہ گج سنگھ اور بیکانیر و بوندی وغیرہ کے رئیس مقابلے کو بھیجے گئے لڑائی میں رائے چندرسین کا بیٹا کرسی۔ جیمل میرتیہ کا پوتا راجہ گوردھن اور بلبھدر وغیرہ مارے گئے اور دو برس کے بعد ارادت خاں مع تمام ساتھیوں کے قتل ہوا۔ اسکے بعد راجہ گج سنگھ کسی مہم پر نہ بھیجا گیا۔ اس کا بڑا بیٹا امر سنگھ فوجی کام انجام دیتا رہا۔ سمت ۱۶۹۴ میں راجہ گج سنگھ اپنے دوسرے بیٹے جسونت سنگھ کے ساتھ اسکی ولیعہدی منظور کرانے کے لئے شاہجہاں کے دربار میں گیا جہاں چند روز کے بعد آگرے کے مقام پر تاریخ جیٹھ سدی ۳ سمت ۱۶۹۵ مطابق ۱۶۳۹ء میں انیس برس راج کرکے گذر گیا۔ اسکے مرنے پر بڑے بیٹے کا محروم رہکر دوسرے کو راج ملنے کا سبب پرانے بیانات کے ساتھ شاہنامہ شاہجہانی میں مولوی عبدالحمید لاہوری نے اس طرح پر لکھا ہے۔

۲ محرم ۱۰۴۹ھ ہجری (مطابق سمت ۱۶۹۵ و ۱۶۳۹ء) کو راجہ گج سنگھ نے جو بادشاہی رشتہ داری۔ بڑی کارگذاری۔ بہت طاقتوری اور زیادہ صاحب لشکری سے ہندوستان بھر کے راجاؤں میں بڑا تھا زندگی کا سامان طے کیا (مرگیا) قدرداں شاہنشاہ نے راجہ کے بیٹے جسونت سنگھ کو خلعت جمدھر

چارہزاری ذات وتین ہزار سوار کا منصب اور راجہ کا خطاب اسکے باپ کی وصیت کے موافق دیا۔ اس راجہ نے ایک ہزار اشرفی۔ بارہ ہاتھی اور کسی قدر جڑاؤ وہتیار نذر کے طور پیش کئے۔ راجہ جسونت کے بڑے بھائی امر سنگھ کو جو بادشاہی حکم سے بادشاہزادہ شجاع کی خدمت میں کابل گیا ہوا تھا ہزار سوار کی ترقی سے تین ہزاری ذات د سوار کا منصب اور راؤ کا خطاب بخشا گیا۔ پہلے زمانے میں راٹھوڑوں کے بزرگ (سردار) راؤ کہلاتے تھے جب سورج سنگھ کا باپ راجہ اودے سنگھ شہنشاہ اکبر کی خدمت میں حاضر ہو کر فرماں بردار بنا تو شہنشاہ نے اسکو راجہ کا خطاب عنایت کرکے حکم دیا کہ اب جو کوئی اس گروہ (راٹھوڑ) کا سردار بنے اسکو راجہ خطاب سے پکارا جائے اور اگر چھوٹا بھائی راجہ بن جائے تو بڑے کو راؤ کہا جائے۔ اس راٹھوڑ فرقے کا حال دوسرے راجپوتوں کے برخلاف ہے کیونکہ دوسروں میں بڑا بیٹا ولیعہد کیا جاتا ہے اور راٹھوڑوں میں جسکی ماں سے راجہ کو زیادہ محبت ہوتی ہے وہ جانشیں کردیا جاتا ہے جیسے راجہ اودے سنگھ کا بیٹا سورج سنگھ جو تین بھائیوں سے چھوٹا تھا۔ باپ کے اسکی ماں پر زیادہ مہربان ہونے کے سبب راجہ بن گیا اور بڑا اسکت سنگھ راؤ کہلایا۔

۲۔ مہاراجہ جسونت سنگھ اول

سمت ۱۶۹۵ مطابق ۱۶۳۹ء میں راج کا مالک ہوا اس پر شاہجہاں کی بڑی مہربانی تھی کہ راج ملنے کے تھوڑے دنوں بعد وہ اسکو پنجہزاری منصب دیکر اپنے ساتھ کابل لے گیا۔ اور اسکی کم عمری کے سبب راج کے انتظام پر بادشاہی منصب دار راج سنگھ راٹھوڑ کو مارواڑ میں مدار المہام مقرر کرکے بھیجدیا۔ دو برس کے بعد راج سنگھ کے مرجانے پر مہیش داس راٹھوڑ کو جو راجہ اودے سنگھ کا پوتا اور رتلام کے آباد کرنے والے رتن سنگھ کا باپ تھا دو ہزاری ذات وسوار کا منصب اور جالور جاگیر میں دیکر مارواڑ کا دیوان بنایا۔ سمت ۱۷۰۱ مطابق ۱۶۴۵ء میں راجہ جسونت سنگھ کے بڑے بھائی راؤ امر سنگھ نے جس کو بادشاہی طرف سے ناگور جاگیر

میں ملا تھا۔ شاہجہاں کے سامنے صلابت خاں درباری بخشی کے سینے میں دوڑ کر کٹار ماری جس سے وہ مر گیا اسی وقت خلیل اللہ خاں اور ارجن گوڑ نے امر سنگھ کو تلواروں سے قتل کیا۔ امر سنگھ کی لاش باہر لائی جانے پر اسکے راجپوتوں نے کئی پہرہ دار گرزبرداروں کو جان سے مارا اور خود بھی سب لڑکر ہلاک ہوئے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ راؤ امر سنگھ کی آدمیوں نے جو ناگور میں رہتے تھے بیکانیر کی سرحد پر کچھ زمین دبالی تھی جس کا حال بیکانیر کے راجہ کے لکھنے کے موافق صلابت خاں نے بادشاہ سے عرض کرکے امین بھیجنے کی تجویز ٹھہرائی تھی اس بات کو امر سنگھ نے بیکانیر والوں کی طرفداری خیال کرکے ناحق صلابت خاں کی اور اپنی جان کھوئی۔ ناگور کی جاگیر بادشاہ نے امر سنگھ کے بیٹے رائے سنگھ کے نام پر بحال رکھی تھی جو چار پشت بعد جودھپور کے مہاراجہ ابھے سنگھ نے ضبط کرلی۔

سمت ۱۷۰۲ مطابق ۱۶۴۵ء میں شاہجہاں نے راجہ جسونت سنگھ کو چھ ہزاری ذات دسوار کا منصب اور آٹھ برس کے بعد مہاراجہ کا خطاب دیا جو اس وقت تک راجپوتانے میں کسی کو نہ ملا تھا۔

سمت ۱۷۱۴ مطابق ۱۶۵۸ء میں شاہجہاں کے سخت بیمار ہوجانے سے بادشاہزادوں میں تخت کے لئے جو لڑائیاں ہوئیں اُن میں مہاراجہ جسونت سنگھ دارا شکوہ کا طرفدار تھا اس لئے قاسم خاں وغیرہ کے ساتھ دکن کے صوبہ دار بادشاہزادہ اورنگ زیب اور گجرات کے ناظم بادشاہزادہ مراد بخش کے روکنے کو مالوے کی طرف بھیجا گیا۔ روانگی کے وقت پچیس ہزار فوج کے سوا مہاراجہ کو سات ہزاری ذات دسوار کا منصب جو شاہزادوں کے بعد وزیر ہی کو ملتا تھا مالوے کی صوبہ داری۔ سو گھوڑے۔ اور ایک لاکھ روپیہ انعام ملا۔ مہاراجہ کو شاہجہاں کی مصاحبت میں آرام سے رہنے کے سوا اب تک کہیں لڑائی پر جانے کا کام نہ پڑا تھا اور اس وقت اُسکو بڑا افسر ہونے کے ساتھ ہی پہلی بار ایسی لڑائی پیش آئی جس میں ایک بہادر اور زبردست اور ہوشیار دشمن یعنی اورنگ زیب سے مقابلہ تھا۔ مہاراجہ اجین میں آیا جب اُس نے سنا گجرات سے مالوے کی طرف مراد بخش آتا ہے تو وہ قاسم خاں اور سارے لشکر کو لیکر بانسبواڑہ کی راہ سے لڑنے کے قصد سے مراد کی سر راہ پر آگیا اور کاچرودہ سے تین

کوس پر آنکر ٹھہرا جس سے مراد بخش اٹھارہ کوس پر تھا اور جاسوسوں کو بھیجا کہ مراد بخش کی عزیمت
کی خبر سے محقق طور پر اطلاع دیں اور اورنگ زیب نے دریائے نربدا کے گذروں اور راستوں کا
بندوبست ایسا کر رکھا تھا کہ صوبہ دکن اور خاندیس کی کوئی خبر راجہ کے پاس نہیں پہنچ سکتی
تھی اسکو یہ خبر ہی نہیں ہوئی کہ اورنگ زیب برہان پور سے مالوے کی طرف چلا ہے وہ صرف مراد بخش
سے لڑنے کے لیے آمادہ و تیار تھا جب مراد بخش کو راجہ کی اور اُسکے ساتھ لشکر شاہی کے آنے
کی خبر ہوئی اور اُس نے دیکھا کہ مجھ میں اس لشکر کے مقابلے کی تاب و توان نہیں ہے تو وہ اورنگ زیب
کی ہدایت و ارشاد سے جو اُس نے اپنے مراسلات میں کی تھی کاچرودہ سے اٹھارہ کوس
کے فاصلے پر اُس راہ کی سمت بدلی جس پر آتا تھا اور دیپالپور کے نواحی میں اورنگ زیب
سے آن ملا راجہ جسونت سنگھ نے کاچرودہ میں چار مقاموں کے بعد سنا کہ مراد بخش جس راہ
پر آتا تھا اُسے بدل کر دوسری راہ پر چلا گیا اب وہ اُس راہ کی تفتیش میں تھا اور اب تک اسکو
خبر نہ ہوئی کہ اورنگ زیب کا لشکر دریائے نربدا سے پار آگیا ہے اس عرصے میں راجہ شیورام گوڑ
نے جو مانڈو میں تھا راجہ کے پاس نوشتہ بھیجا جس میں اورنگ زیب کے نربدا سے پار ہونے کا حال
مجمل لکھا تھا اور یہ بھی ہوا کہ قلعہ دھار میں جو دارا شکوہ کے نوکر تھے وہ اورنگ زیب کے لشکر کے
قریب آنے سے ڈر کر قلعہ کو چھوڑ کر بھاگے اور راجہ سے جا کر ملے راجہ نے یہ خبر سنکر کاچرودہ میں جس
راہ سے آیا تھا اُسی راہ سے بازگشت کی اور جنگ کے ارادے سے دھرمات پور سے ایک کوس
پر آیا کہ اورنگ زیب کے لشکر کا سد راہ ہو۔ اورنگ زیب یہ نہیں چاہتا تھا کہ لڑائی ہو اور مسلمانوں
کا خون ہو دھرمات پور میں آنے سے پانچ چھ روز پہلے کب رائے کو کہ ایک برہمن فہمیدہ تھا
مہاراجہ جسونت سنگھ کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہے۔ صرف
باپ کی ملازمت کی نیت ہے ہمارے ساتھ تم بادشاہ کی خدمت میں چلو ہمارے سر راہ سے
ہٹ کر جودھپور اپنے وطن چلے جاؤ نہیں تو لڑائی میں تمہارا بڑا نقصان ہوگا مہاراجہ نے اس
پیغام کو کچھ نہ سنا اور جنگ و پیکار کے لئے آمادہ ہوا کب رائے کو الٹا بھیج دیا جب اورنگ زیب
کو یقین ہو گیا کہ لڑنا ضرور پڑے گا تو وہ تدبیر جنگ اور ترتیب سپاہ میں مصروف ہوا۔ روز جمعہ
۲۲ رجب ۱۰۶۸ ہجری ۱۶۵۸ء کو سپاہ کے ساتھ اسکی سرکوبی کا ارادہ کیا بہت سے ہاتھی

اور توپخانہ آراستہ کرکے اُس سے لڑنے کا مصمم ارادہ کرلیا اپنے لشکر کے ہراول پر شاہزادہ محمد سلطان
اور نجابت خاں کو مقرر کیا اور انکے ساتھ شجاعت خاں خلف نجابت خاں و سید مظفر خاں
بارہ و احمد خاں خویشگی و لودی خاں و پردل خاں و کمال خاں لودی و سید نصیر الدین دکھنی
و جمال بیجاپوری و الہام اللہ و عبد الباری انصاری و میر ابو الفضل ماموری و قادر داد وغیرہ
انصاری کو امداد کو رکھا اور ذوالفقار خاں و بہادر خاں و ہادی داد خاں و سید دلاور خاں
و زبردست خاں و سادات خاں و حمید کاکر وغیرہ کو تھوڑے سے توپخانے کے ساتھ شاہ
زادے کے ہراول میں مقرر کیا اور توپخانے کا اہتمام مرشد قلی خاں کے سپرد کردیا اور میر آتش
کو فوج میمنہ میں متعین کیا۔ اور میسرہ کی طرف شاہزادہ محمد اعظم کو ایک سپاہ کے ساتھ مقرر کیا
ملتفت خاں اور ہمت خاں اور کار طلب خاں و سپہدار خاں و راجہ اندرمن دھندیرہ
و ہوشدار خاں و بختیار خاں و میر بہادر دل و منعم خاں و شیخ عبد العزیز و سید یوسف اسمٰعیل
نیازی و یعقوب و دلاور زیاب خاں و نعمت اللہ ولد حسام الدین خاں و سید حسن دکھنی
کھنیجی راجہ سارنگدہ وغیرہ تابیاں و میر یمن اور ایک اور جماعت کو اس طرف مقرر کردیا اور شیخ
مرزا اور اُس کا بھائی سید میر و عبد الرحمن و غازی بیجاپوری و فتح خاں روہیلہ و اسمٰعیل خویشگی
و کیسری سنگھ بھورتیہ و رگناتھ راٹھوڑ و مسعود منگلی و سید منصور و بادل بختیار و سیف الدین
بیجاپوری وغیرہ کو سیدھے بازو پر مقرر کیا۔ صف شکن خاں و خواص خاں و سکندر روہیلہ اور
دوسرے امرائے دکھنی مثل جادوں راؤ و رستم راؤ و دولت مند خاں و فتاجی و ہاجی و منوجی
دلسونت راؤ کو الٹے ہاتھ کی طرف بھیجا۔ قراولی میں عبد اللہ خاں و قزلباش خاں و دوست بیگ
برادر زادہ محمد شریف توپچی و عبد اللہ بیگ وغیرہ کو رکھا اور خود عالمگیر قلب لشکر میں رہا اور
اپنے ساتھ اصالت خاں و مخلص خاں و بہادر خاں و قلیچ خاں و جوہر خاں و عنبر خاں و
ذوالقدر خاں و غیرت خاں و میر ابراہیم تورہ بیگی و بھگونت سنگھ ولد راؤ ستر سال ہاڑا و سوبھکرن
بندیلہ و اللہ یار بیگ میر توزک و بیگ محمد خویشگی کو رکھا۔

جب مہاراجہ جسونت سنگھ کو یہ حال معلوم ہوا کہ عالمگیر اس تیاری کے ساتھ میدان میں
آیا ہے تو براہ مکاری دفع الوقتی کی غرض سے عالمگیر کی خدمت میں سفیر بھیجکر عرض کرایا۔ کہ خانہ زاد

کو مقابلے کا داعیہ نہیں ہے حضور سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا اگر تقصیر معاف فرما دیا جائے
تو سلام کو حاضر ہو جاؤں۔ عالمگیر نے سمجھہ لیا کہ فرصت ڈھونڈھتا ہے اس لئے جواب دیا کہ
اب ہم سوار ہو چکے تو توقف کے کیا معنے اگر جسونت سنگہ اپنے قول میں سچا ہے تو اپنے لشکر سے نکلکر تنہا
نجابت خاں کے پاس چلا آئے وہ شاہزادہ محمد سلطان کے پاس اسے لے جائیگا اور شاہ
زادہ اسکو اپنے ہمراہ ہمارے حضور میں لے آئیگا اور اسکے قصورات کی معافی کرائے گا چونکہ جسونت
کی عرض فریب سے خالی نہ تھی پھر جواب نہ بھیجا اور لڑائی کے لئے سوار ہوا اور قاسم خاں کو اپنے لشکر
کے ہراول کا سردار بنایا اور بڑے بڑے سردار راجپوتوں کو جیسے مکند سنگہ ہاڑا اور شاہ پوری
کے سجان سنگہ سیسودیہ اور سجان سنگہ بوندیلہ اور رام سنگہ چندراوت و رتلام والے رتن سنگہ
راٹھوڑ و ارجن گوڑ و دیالداس جھالا و موہن سنگہ ہاڑا و خوشحال بیگ کاشغری و سلطان حسین
ولد اصالت خاں اور دوسرے شاہی معتبر آدمیوں کو اس سپاہ میں مقرر کیا اور اس
لشکر کے بخشی بہادر بیگ کو جو توپخانے کا افسر بھی تھا تمام توپخانے کے ساتھ لشکر کے
سامنے رکھا اور جانی بیگ و ابا قاسم خاں اور دوسرے امرا کو بھی لشکر کے سامنے متعین
کیا اور مخلص خاں و محمد بیگ و یادگار بیگ کو جو تورانی سپاہیوں میں نامی تھے قراولی
کو مقرر کیا مہیش داس و گوردھن راٹھوڑ راجپوتوں کی نہایت چیدہ سپاہ کے ساتھ فوج
کے اگلے حصہ میں بھیجے گئے اور چیدہ چیدہ راجپوتوں کا ایک گروہ جو قریب دو ہزار کے تھا اور
بھیم داس ولد راجہ بیٹھل داس گوڑ وغیرہ بادشاہی راجپوتوں کو بھی اپنے ہمراہ لیکر قلب لشکر میں
ٹھہرا اور راجہ رائے سنگہ سیسودیہ کو عمدہ راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلب لشکر کی
معاونت پر رکھا۔ افتخار خاں و سید شیر خاں بارہ اور سید سالار اور یادگار مسعود و محمد مقیم
ولد شاہ بیگ خاں منصب داروں کو الٹی طرف دیا لوجی و برسوجی و راجہ دیبی سنگہ بوندیلہ کو
اس لشکر کی حفاظت کے لئے چھوڑا جو بنگاہ کے پاس تھا جسونت سنگہ ایسی زبردست سپاہ
اور بھاری لشکر کے ساتھ عالمگیر کی لڑائی کو مصروف ہوا پانچ چھ گھڑی دن چڑھے لڑائی شروع
ہوئی۔ بان اور گولے اور گولیاں طرفین کی طرف سے برسنے لگے۔ عالمگیر کا لشکر تھوڑا تھوڑا
بڑھنے لگا اور تیر و بان و بندوق سے دشمن کو تنگ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ جسونت سنگہ

کی سپاہ میں سے مکند سنگہ ہاڑا اور رتن سنگہ راٹھور رتلام والا و دیال داس جھالا و ارجن گوڑ
اور شاہپورے کا سجان سنگہ سیسودیہ اور دوسرے سرداریش دستی کرکے دھاوا کرتے
ہوئے عالمگیر کے توپخانے پر پہنچکر لڑنے لگے مرشد قلی خاں و ذوالفقار خاں کے پاس باوجودیکہ
دشمن کی برابر سپاہ نہ تھی مگر یہ حملہ اُنکا مقابلہ کر رہے تھے اس ہنگامے میں مرشد قلی خاں مارا گیا
اور ذوالفقار خاں جان دینے پر آمادہ ہوکر گھوڑے سے اُتر پڑا اور لڑائی میں مصروف ہوا جو
تھوڑے سے آدمی ساتھ تھے اُنہی کی استعانت سے مردانہ جنگ کرنے لگا۔ یہاں تک
کہ راجپوت توپخانہ عالمگیری کے پاس سے ہٹ گئے۔ اگرچہ ذوالفقار خاں کے ساتھی خستہ و
شکستہ ہو گئے تھے مگر اپنے مقاموں پر جمے رہے۔ اب جسونت سنگہ کے راجپوتوں نے عالمگیر کے
ہراول کو جا دبایا اور اُن کی مدد کو جسونت سنگہ کی اور سپاہ بھی آگئی اور جب یہ خبر پہنچی شاہ
زادے اور نجابت خاں وغیرہ نے بھی جم کر اچھی طرح مقابلہ کیا۔ اگرچہ راجپوت جان توڑ
کر کوشش کر رہے تھے مگر عالمگیر کے ہاتھیوں کے پاؤں بدستور جموں پر جمے ہوئے تھے۔ یہ
حال دیکھکر بہت سے خان سپاہ ہراول کی ساتھ مدد کو پہنچ گیا اور صف شکن خاں الٹی بازو
کی فوج کو بڑھا لایا اب جم کر لڑائی ہونے لگی عالمگیر ہاتھی پر سوار یہ حال دیکھ رہا تھا فوراً اپنی
رکاب کی سپاہ کو لیکر مدد کو پہنچ گیا اور اس طرح اپنی اگلی سپاہ کو قوت پہنچائی اس حملے سے
راجپوت بہت خستہ اور مقتول ہوئے مکند سنگہ ہاڑا و شاہپورے والا سجان سنگہ سیسودیہ
و رتلام والا رتن سنگہ راٹھور و ارجن گوڑ و دیال داس جھالا و موہن سنگہ ہاڑا وغیرہ مہاراجہ
کے حملہ آور بڑے بڑے سردار کام آئے اور بہت سے اور راجپوت سپاہی و سوار مقتول ہوئے
اس سخت وقت میں ٹوڈہ کا راجہ رائے سنگہ سیسودیہ و راجہ سجان سنگہ بوندیلہ و امر سنگہ
چنداوت جسونت سنگہ کی فوج میں سے بھاگ نکلے۔ مراد بخش کہ سیدھے بازو پر تھا
اُس نے دشمن کی سپاہ پر جدھر سے بھاگڑ پڑگئی تھی ایسی ضرب لگائی کہ وہ تاب نہ لا سکی
اس حملے سے بالوجی و یرعوجی بھی ڈر کر میدان سے بھاگ گئے۔ اور دیبی سنگہ مراد بخش
کے پاس آکر ادھر مل گیا اور اُس سے کہا کہ عالمگیر سے عفو قصور کرا دے جب مراد بخش
کی سپاہ مہاراجہ جسونت سنگہ کی الٹی طرف کی سپاہ کی طرف سے گذری تو افتخار خاں

اعظم نے اُس پر حملہ کیا لیکن مارا گیا یہ حال دیکھ کر جسونت سنگھ میدان جنگ سے بھاگ نکلا قاسم خاں اور بقیہ سپاہ نے بھی راہ فرار اختیار کی اور عالمگیر کو عظیم الشان فتح حاصل ہوگئی تمام توپخانہ اور ہاتھی قبضے میں آگئے۔ عالمگیر نے منظر دروں کا تعاقب کرایا اور حکم دیا کہ دشمن کے لشکر کے مسلمانوں سے تعرض نہ کیا جائے اور انکا مال و اسباب نہ لوٹا جائے۔ عالمگیر کے ساتھیوں میں سے سوائے مرشد قلی خاں و ذوالفقار خاں و سکندر روہیلہ و شیخ عبدالعزیز درگناتھ سنگھ راٹھوڑ کے اور کوئی سردار کام نہ آیا یہ لڑائی اجین کے قریب بلوچپور گاؤں پر جس کا نام بعد کو فتح آباد ہوا واقع ہوئی۔

جسونت سنگھ کے ذاتی آٹھ ہزار راجپوتوں میں سے لڑکر پانسو کے قریب باقی رہ گئے جو اسکے ساتھ بھاگ آئے اس واقعہ کے بعد جسونت سنگھ نے آگرے جانا مناسب نہ جانا اور ان بچے کچھے سپاہیوں کے ساتھ سیدھا اپنی راجدھانی کو چلا گیا جسونت سنگھ کی رانی نے جو رانائے اودیپور کی بیٹی تھی جب سُنا کہ اُسکا شوہر پانسو سپاہیوں کے ساتھ معرکے سے جان بچاکر نکل آیا ہی تو اُس نے بجائے اسکے کہ اس آفت سے بچنے کی مبارکباد دیتی اور تسلی کرتی فوراً حکم دیا کہ قلعے کے دروازے بند کردو۔ ایسے بے عزت نامردے کو میں قلعہ میں ہرگز نہ آنے دونگی ایسا شخص میرا شوہر، میرے باپ کا داماد اور ایسا بے عزت میں ہرگز اُس کا مُنہ دیکھنا نہیں چاہتی جو شخص ایسے ناموراناکا رشتہ دار ہو۔ چاہیئے کہ اُسکی شجاعت اور نیک نامی کی تقلید کرے۔ اور اگر فتح نہ پاسکے تو بہادری سے جان دیدے اور اس سے تھوڑی دیر بعد اسکے دل میں کچھ اور خیالات گذرے اور کہا میرے لئے ابھی چتا تیار کرو مجھے دھوکا ہوا میرا شوہر حقیقت میں مارا گیا اور یہی سچ ہے بس اب میں زندہ رہنا نہیں چاہتی۔ اور تھوڑے عرصے بعد پھر غصے میں آکر لعن طعن کرنے لگی اور اسی حالت میں اسکو آٹھ دن گذر گئے اور شوہر کا مُنہ نہ دیکھا لیکن آخر اسکی ماں اسکے پاس آئی تب کچھ تسلی و تشفی کرکے سمجھایا کہ گھبراؤ نہیں مہاراجہ ذرا دم لیکر از سر نو فوج جمع کرکے اورنگ زیب پر پھر حملہ کردیگا۔

ڈاکٹر برنیر کی یہ بات واہی معلوم ہوتی ہے اُس تاریک زمانے میں اسکو رانی کی باتیں معلوم ہونے کی کیا سبیل تھی اور اس قصے کے غلط ہونے پر دلیل یہ ہے کہ رانی کو شکست

کا تجربہ پہلے سے تھا اُسکا باپ اکبر کی سپاہ سے ہزیمت پاکر کوہستان میں چھپتا پھرتا تھا لیکن ایک شریف رانی پر بہتان معلوم ہوتا ہے۔

دوسری بھاری لڑائی میں آگرے کے قریب دارا شکوہ کی طرف سے رستم خاں بہادر ربو نادی کار آزمودہ سپاہ سالار ہارا۔ اور کرشن گڑھ کا روپ سنگہ راٹھور وغیرہ مقابلے میں کام آئے دارا شکوہ بھاگ کر سندھ کی طرف چلا گیا اور اورنگ زیب نے فتح کے بعد چھوٹے بھائی مراد بخش کو قید کرکے آنبیر کے مرزا راجہ جے سنگ کی معرفت جو بنگالے کی طرف سے اسکے پاس آگیا تھا مہاراجہ جسونت سنگہ کو قصوروں کی معافی کے ساتھ دلی بلا لیا۔ جہاں سے بادشاہزادہ شجاع کے مقابلے کو الہ آباد کی طرف کوچ ہوا۔ کھجوہ گاؤں پر پہنچ کر جو قصبہ کوڑا اور جہاں آباد سے پانچ کوس کے فاصلے پر اب ضلع فتح پور قسمت الہ آباد میں ہے مہاراجہ جسونت سنگہ نے جو ہرگز عالمگیر کا فائدہ نہ چاہتا تھا شجاع کو چھاپہ مارنے کا پیغام بھیج کر عالمگیر کی پچھلی فوج پر یکایک ایسا حملہ کر دیا کہ وہ سب شکست کھا کر بھاگ گئی اور اس نے تمام خزانہ اور اسباب کو لوٹنا شروع کر دیا لیکن شجاع کی شکست سے جسونت سنگہ لوٹ کا مال سمیٹ کر فی الفور آگرے ہوتا ہوا اپنے ملک کو بھاگ گیا۔ جسونت سنگہ نے گھر پہنچتے ہی اُس مال و دولت سے جو کھجوہ سے لوٹ کر لایا تھا جدید فوج بھرتی کرنی شروع کر دی اور دارا شکوہ کو لکھ بھیجا کہ آپ بلا توقف آگرے کو چلے آئے۔ میں اپنی تمام فوج کے ساتھ راستے میں آن ملونگا راجہ جےسنگہ نے یہ خیال کرکے کہ لڑائی کے تمام رنگ ڈھنگ سے اورنگ زیب ہی کے غلبے کی امید ہوتی ہے اُسکی خوشنودی حاصل کرنیکی غرض سے دارا شکوہ کی طرفداری چھوڑ دینے کی صلاح مصلحت جانی اور جسونت سنگہ کو لکھا کہ تم نے اس میں کیا فائدہ سوچا ہے کہ ڈوبتے کے ساتھی بنتے ہو۔ اگر تم اسی بات پر قائم رہو گے تو اس کا کچھ فائدہ ہونا تو معلوم مگر ہاں تمہارا خاندان اور تم بیشک برباد ہو جاؤ گے بیچارے راجپوتوں کا خون کرانے سے باز آئے اگر تم دارا شکوہ کو بچائے جو چھوڑ دو گے تو اورنگ زیب تمہاری پچھلی خطائیں سب معاف کرےگا اور اس شاہی خزانے کا بھی مطالبہ نہ کریگا جو تم نے کھجوہ کی لڑائی میں لوٹ لیا تھا بلکہ فوراً گجرات کی صوبہ داری پر فائز کئے جاؤ گے اور ایسے صوبے کی حکومت میں جو تمہارے

علاقے سے متصل ہے جو فوائد ہیں وہ تم بخوبی سمجھ سکتے ہو جسونت سنگھ اس امر پر مائل
ہو گیا کہ گھر سے قدم باہر نہ نکالے۔ دارا بیچارہ ایک بار اور قسمت آزمائی کر کے اجمیر کی لڑائی
میں بھی شکست پا کے بھر گجرات ہوتا ہوا دکن کی طرف بھاگا جہاں سے گرفتار ہو کر
عالمگیر کے حکم کے موافق قتل کیا گیا۔

سمت ۱۷۱۶ مطابق ۱۶۶۰ء میں عالمگیر نے مہاراجہ کا سات ہزاری منصب بحال
رکھ کر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا جہاں سے دو برس کے بعد اسکو نواب شائستہ خاں کی
نیابت میں دکن جانے کا حکم ہوا وہاں جانے کے بعد مہاراجہ نے سیوا سے ساز و باز کر لیا
ڈاکٹر برنیر جس کا دل مسلمانوں کے جاہ و حشم سے سخت زخمی تھا اس نے اس موقع پر سیوا کی
تعلّی میں بہت کچھ لکھا ہے۔ کہتا ہے کہ سیوا کی جرات و جسارت کو اسی پر قیاس کر لینا چاہئے
کہ باوجودیکہ شہر اورنگ آباد کے گرداگرد شائستہ خاں کی سپاہ اتری ہوئی تھی اور شہر فصیل سے
بھی محصور تھا مگر اس پر بھی سیوا ایک رات صرف چند سپاہیوں کے ساتھ شائستہ خاں کے
مکان کے اندر اس ارادے سے جا ہی گھسا کہ شائستہ خاں کو پکڑ کر اسکے تمام مال و
دولت پر قابض ہو جائے اور اگر تھوڑی دیر اور خبر نہ ہوتی تو کچھ شک نہیں ہے کہ یہ اپنی منصوبہ
میں ضرور کامیاب ہو جاتا۔ چنانچہ شائستہ خاں اس موقع پر سخت زخمی ہوا اور اس کا بیٹا میان
سے تلوار نکالتے ہوئے مارا گیا۔

اس سے تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس نے بندرگاہ سورت کو لوٹ لیا چونکہ اس
موقع پر سیوا سے کسی نے اتنا بھی نہ پوچھا کہ تیرے منہ میں کئے دانت ہیں اس وجہ سے بادشاہ
کو یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ اسکے اور مہاراجہ جسونت سنگھ کے باہم خفیہ سازش ہے اور شائستہ خاں
پر حملہ کرنا اور سورت کو لوٹنا سب اسکے علم اور اشارے سے ہے اس لئے جسونت سنگھ
دکن سے واپس بلا لیا گیا مگر وہ دہلی آنے کی جگہ اپنی ریاست کو چلا گیا اور دکن کی صوبہ داری
پر بادشاہ زادہ معظم اور نیابت میں راجہ جے سنگھ بھیجے گئے۔ کچھواہہ راجہ نے خیر خواہی
سے سیوا کو لڑائیوں میں لاچار کر کے بادشاہی حضور میں بھیجدیا جہاں سے وہ پنجہزاری
منصب والوں کے شامل کھڑا کئے جانے پر رنجیدہ ہو کر چالاکی سے بھاگ کر پھر دکن چلا گیا

سمت ۱۷۲۳ مطابق ۱۶۶۷ء میں بادشاہ زادہ معظم کے ہمراہ مہاراجہ جسونت سنگھ دوبارہ دکن بھیجا گیا جہاں چار برس رہ کر اس نے بادشاہ زادے کو بغاوت پر طیار کیا عالمگیر نے کوئی واقعہ پیش آنے سے پہلے سمت ۱۷۲۷ مطابق ۱۶۷۱ء میں بادشاہ زادے کے عوض مہابت خاں کو دکن کا صوبہ دار بنایا اور مہاراجہ کو وطن کی رخصت ملی جہاں سے تھوڑے دنوں کے بعد وہ کنور پرتھوی سنگھ سمیت بادشاہی دربار میں حاضر ہوا۔

جب عالمگیر کے ساتھ بارہ برس تک مہاراجہ نقصان رسانی کے ساتھ پیش آتا رہا اور باوجود اغماض بادشاہ کے درپردہ دق کرنے کے منصوبے باندھتا رہا تو بادشاہ نے اُس کو دکن کے عوض افغانستان کی طرف بھیج دیا جہاں کوئی ہم قوم اور ہم مذہب اسکو موافقت کے لئے نہیں مل سکتا تھا۔ مہاراجہ جسونت سنگھ سمت ۱۷۲۸ مطابق ۱۶۷۲ء میں صوبہ دار کابل کا مددگار ہو کر جمرود کی تھانہ داری پر جو پشاور سے پانچ کوس مغربی طرف ہے گیا اور آٹھ برس وہاں رہ کر پوس سدی ۱۰ سمت ۱۷۳۵ مطابق ۱۶۷۹ء میں مرگیا پچاس برس کی عمر پائی اسکے بھائی بند راجپوت اسکی رانی اور ننھے ننھے دو بیٹوں کو ساتھ لے کر بے اذن شاہی اور صوبہ دار کابل کے بے دستک راہ داری وطن جانے کے لئے چل کھڑے ہوئے جب اٹک پر میر بحر اُن کے پاس دستک نہ ہونے کے سبب مزاحم ہوا راجپوتوں نے جنگ کی اور غالب ہو کر کسی پایاب راہ سے پار اُترے شاہجہاں آباد بر سر راہ تھا۔ ناچار یہاں وارد ہوئے عالمگیر نے اُن کی یہ خبر سُنکر اور اپنی کینۂ دیرینہ کو جو جسونت سنگھ کے ساتھ تھا کار فرما کر کوتوال کے نام حکم صادر کیا کہ اُنکی فرودگاہ پر پہرے بٹھا دے چند روز کے بعد راجپوتوں نے اپنی ذاتی شجاعت کے سوا یہاں فند و فریب کی قدرت دکھائی کہ بادشاہ سے ورگی داس اور چند سرداروں نے جانے کی رخصت مانگی بادشاہ نے اس سبب سے کہ آدمیوں کے کم ہو جانے سے رانی اور لڑکوں کو بس میں رکھنا زیادہ آسان ہو جائے گا۔ اُنکی درخواست منظور کرلی۔ اُنھوں نے راجہ کے لڑکوں کو غلاموں کے لڑکوں کی صورت اور غلاموں کے لڑکوں کو راجہ کے لڑکوں کے ہم شکل بنایا۔ رانی کو مردانہ لباس اور لونڈی کو رانی کا زیور اور لباس پہنایا۔ یہاں عورتوں کی پردہ نشینی کام کر گئی ورنہ اس کا

ہونا مشکل تھا سو ہم مار راجپوتوں کو خیمے کے اندر بیٹھا کر اُن سے کہا کہ ہم رانی اور کنوروں کو لیکر
چلتے ہیں اگر یہ راز کھل جائے تو تم ان جعلی لڑکوں اور رانیوں کی حراست میں اسقدر کوشش
کرنا کہ پانچ چھ گھنٹے اسمیں لگ جائیں اُنکے جانے کے بعد دو تین پہر گذر گئے تو بادشاہ کو اسکی
خبر ہوئی اس نے تحقیق کی تو کوتوال نے عرض کیا کہ لڑکے اور رانیاں خیمے میں ہیں بادشاہ
نے جانے والوں کے پیچھے آدمی دوڑائے اور خیمے کی رانی اور لڑکوں کو قلعہ کے اندر بُلایا
اس پر راجپوتوں نے کہا کہ ہم رانی اور لڑکوں کو نہیں دیں گے۔ اُن کی عوض جان دینگے
اس پر بادشاہ نے فوج بھیجی راجپوت اُن سے بمقابلہ پیش آئے بہت سے اُن میں سے
مخالفوں کو مار کر مرے جو بچے وہ بھاگے جعلی رانیاں اور لڑکے بادشاہ کے پاس آئے اُس
نے حرم سرا میں بھیجا بیگموں نے اُنکو اپنا متبنےٰ بنایا رانی کو بیگموں کا پرستار بنایا اپنی
غفلت چھپانے اور ہوشیاری دکھانے کے لئے بادشاہ کو یقین دلایا کہ اصلی لڑکے اور
رانی یہی ہیں جو بادشاہ کے محل میں ہیں درگداس اور راجپوت تو اس معرکے سے زندہ
بچ کر پراگندہ ہوگئے مگر پھر جمع ہوگئے اور وطن کو چلے خیمے پر لڑائی ہونے کے سبب سے رانی
کو اتنی فرصت ملی کہ وہ خود جودھپور میں مع دونوں بیٹوں کے صحیح وسلامت داخل ہوئی
بادشاہ مدت تک اس شبہ میں رہا کہ اجیت سنگھ جس کو یہاں سے لیکر بھاگے ہیں۔ وہ
جسونت سنگھ کا اصلی بیٹا نہیں ہے راجپوتوں نے مہاراجہ کا نام باقی رہنے کے لئے اُس کو بیٹا
بنایا ہے اور اصلی اولاد اسکی میرے پاس ہے۔

مآثر عالمگیری میں واقعات سنہ ۲۲ جلوس مطابق سنہ ۱۰۹۰ ہجری میں لکھا ہے کہ جسونت سنگھ
کابل میں مرگیا اس کا کوئی بیٹا نہ تھا اسکے معتبر نوکر سونگ اور رگناتھ داس بھاٹی اور
رنچھور اور درگاداس (درگداس) وغیرہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مہاراجہ کی دو
رانیاں حاملہ ہیں جب اسکے متعلقین لاہور میں آئے تو دونوں رانیوں سے بیٹے پیدا
ہوئے نوکران مسطور نے دونوں بیٹوں کے پیدا ہونیکی اطلاع بادشاہ کو کی اور منصب
راج کے عطا کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں بیٹوں کو ہمارے
پاس لائیں جس وقت لڑکے سن تمیز کو پہنچیں گے۔ اُن کو منصب و راج عنایت

ہوگا راجپوتوں کا گروہ دلی میں آیا اور التماس مرقوم میں مبالغہ والحاح کیا اس اثنا میں ایک بیٹا باپ سے جا ملا (مرگیا) جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس فرقے کا ارادہ یہ ہے کہ پسر دوم اور دونوں رانیوں کو جودھپور لیجا کر بغاوت کیجئے تو ۲۶ جمادی الآخرے سنہ ۱۰۹۰ ہجری کو حکم ہوا کہ روپ سنگھ راٹھوڑ کی حویلی میں جو مہاراجہ کی دو رانیاں ٹھہری ہوئی ہیں اُنکو مع پسر کے نور گڑھ میں لے آئیں فولاد خاں کوتوال و سید حامد خاں وغیرہ اس لئے مقرر ہوئے کہ اس فرقے کو ارادۂ فاسد سے باز رکھیں اگر وہ لڑیں تو اُنکی گوشمالی کی جائے حسب الحکم امرا کاربند ہوئے۔ لوازم نصیحت ترغیب و تخویف کے ساتھ بجا لائے مگر راجپوتوں نے نہ مانا اور وہ لڑے۔ اور بہت مرے اور بادشاہی آدمی مارے گئے جب راجپوتوں نے اپنا حال تنگ دیکھا تو اُنھوں نے دونوں رانیوں کو جو مردانہ لباس پہنے ہوئی تھیں مار ڈالا اور پسر دوم کو کسی شیر فروش کے گھر میں چھپا دیا تھا اُسکو سراسیمگی میں چھوڑ کر فرار ہوئے فولاد خاں کو پسر دوم کی حقیقت معلوم ہوئی تو وہ شیر فروش کے گھر سے اُس بیٹے کو بادشاہ کے حضور میں لایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ راجہ کی لونڈیاں جو اسیر ہو کر آئی ہیں اُن کے ہمراہ وہ زیب النساء بیگم کے سپرد ہوا اور لڑکے کا نام محمدی رکھا جائے خان مذکور دوسرے روز لڑکے کا زیور اور اشیا لایا اس آشوب میں راجہ کا اور دونوں رانیوں اور راجپوتوں کا اسباب لوٹیرے لوٹ کر لے گئے جو بچا وہ بیت المال کے کوٹھے میں داخل ہوا۔ دونوں رانیوں کی اور رگھنوِر رئیس راجپوتوں اور رئیس اور سرداروں کی لاشیں شمار میں آئیں باقی چہارم جمادی الآخرے سنہ ۱۰۹۰ھ کو بھاگ جودھپور پہنچ گئے اور درگا (درگ داس) کے بہکانے سے راجپوتوں نے دو جعلی بیٹے رن منچھن (جو مرگیا تھا) اور اجیت سنگھ راجہ جسونت سنگھ سے منسوب کئے اور فتنہ انگیزی شروع کی لیکن عالمگیر نے اسکو جعلی قرار دیکر راٹھوڑوں کی سرکشی کے سبب جودھپور کو خالصے میں داخل کیا لیکن راٹھوڑوں سے طاہر خاں فوجدار جودھپور عہدہ برآ نہ ہو سکا اور ناگور کا راؤ اندر سنگھ بھی نظم نسق نہ کر سکا اسکو بادشاہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ بادشاہ نے جودھپور کی تسخیر کے لئے سربلند خاں کو تازہ لشکر دیکر روانہ کیا ۲۶ رجب کو بادشاہ سے معروض ہوا کہ اجمیر کے فوجدار منور خاں کی راٹھوڑوں سے تین روز تک خوب لڑائی رہی

اور منور خاں کو فتح ہوئی اور راٹھوڑوں کا سرغنہ راج سنگھ راٹھوڑ بہت سے آدمیوں کے ساتھ مارا گیا تو اس نے تعلقہ جودھپور کے معموروں کے سرکش راجپوتوں کے پرگنات کے تاخت و تاراج کرنے کے لئے افواج مقرر کیں سربلند خاں کی ماتحتی میں سپاہ کے آجانے سے راٹھوڑ مارواڑ سے نکلکر میواڑ پہنچے جہاں اُن کی اعانت میں راج سنگھ رانائے اودیپور نے کمر ہمت چست کی تو اوائل ذی الحجہ سنہ ۱۰۹۰ ہجری کو بادشاہ اجمیر کو روانہ ہوا اور رانائے اودیپور کو فرمان تہدید آمیز لکھا کہ وہ جزیہ دینا قبول کرے اور راجہ جسونت کے فرزند نام شخص کو جودھپور کے علاقے سے نکالے جب بادشاہ اجمیر میں آیا اُس نے ۶ محرم سنہ ۱۰۹۱ ہجری کو مہاراجہ جسونت سنگھ کے ملک کی ضبطی کے لئے خان جہاں بہادر کو بھیجا ۲۵ ربیع الثانی کو جودھپور سے واپس آیا اُس نے وہاں بتخانوں کو ڈھایا اور کئی چھکڑے بتوں سے بھرے ہوئے بادشاہ کے پاس لایا مورد تحسین و آفرین ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا بتوں کو کہ اکثر مرصع و طلائی و نقرئی و برنجی و مسی و سنگی تھے دربار کے جلو خانے اور جہام جہاں نما کے زینوں کے نیچے ڈالیں کہ وہ پامال ہوں۔ مدتوں پڑے رہے اور پھر اُنکا نام و نشان باقی نہ رہا رانا راج سنگھ اوّل نے راٹھوڑوں کی حمایت میں ایک سال تک لڑائی کی۔ جب ملک اُسکا بالکل برباد ہوگیا اور تاب مقاومت نہ رہی تو سرداروں نے اُسکو زہر دیکر مار دیا اور جے سنگھ نے اُسکی جگہ مسند نشین ہوکر بادشاہ سے معافی چاہی۔

اب راٹھوڑ پھر اپنے وطن کی طرف پھیلے جہاں سمت ۱۷۳۸ مطابق سنہ ۱۶۸۲ء میں جبکہ بادشاہ دکن کو چلا گیا تھا میرتہ مقام پر ایک دوسری لڑائی وزیر اسد خاں کے بیٹے اعتماد خاں سے جو بعد کو ذوالفقار خاں کہلایا پیش آئی اس جنگ میں سونگ۔ عجب سنگھ۔ سانولداس۔ بہاری داس اور گوکل داس وغیرہ راٹھوڑ کام آئے۔ باقی لوگوں نے میواڑ میں پور اور مانڈل کا علاقہ جا لوٹا۔ جہاں بادشاہی طرف سے کرشن گڑھ کا رئیس مان سنگھ فوجدار بنا ہوا تھا اس کے بعد راٹھوڑ لوگ سروہی کے پہاڑوں میں چلے گئے۔ جہاں اُن کا کمسن راجہ اجیت سنگھ پوشیدہ رکھا گیا تھا جسکی تفصیل یہ ہے کہ اجیت سنگھ کی سوتیلی ماں اَت سنگھ دیوڑی سروہی والے اکھے راج کی بیٹی تھی۔ راٹھوڑ

درگداس اور مکند داس اجیت سنگھ کو سروہی میں لے گئے اور رات سکھ دیوڑی کی گود میں جو اُس وقت اپنے بھائی راؤ اودے سنگھ کے پاس تھی ڈالکر یہ کہہ گئی کہ اس سے تمہارے خاوند کا نام چلے گا یہ خبر راؤ اودے سنگھ کو ہو گئی اور اُس نے محل میں آکر اپنی بہن سے پوچھا کیا جو جودھپور کے دھنی کا لڑکا یہاں ہے بہن نے جواب دیا کہ جو جودھپور کے دھنی کے ہی بیٹا ہوتا تو میں کیوں تیرے گھر رہتی اور کیوں تو طعنہ دینے کو آتا تو ایک روز کے بعد راؤ تو آبو کو چلا گیا اور آنند کنور بائی اپنی اجیت سنگھ کی ماں نے بنظر احتیاط اجیت سنگھ کو پرورش کے واسطے پروہت جے دیو کے حوالے کیا۔ راؤ مذکور نے پروہت کو بلاکر بھی وہی سوال کیا اُس نے جواب دیا کہ میں تو دوکانداری کرکے اپنی روٹی پیدا کرتا ہوں مجھے ایسی باتوں سے کیا واسطہ ہے اور پھر وہ سروہی چھوڑ کر گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ مگر کالندری کے ٹھاکر نے اُسکو اپنے گانوں میں رکھ لیا۔ بعد کھیچی مکند داس سروہی میں آنند کنور بائی کے پاس آیا اُس سے پروہت جے دیو کو رقعہ لکھا یا کہ یہ ہمارا معزز سردار ہے اور یہی مہاراجہ کو لایا تھا اسکو مہاراجہ کے درشن کرا دینا اور اسکے سوا اور کسی کو بھید مت دینا کھیچی مذکور اُس رقعہ کے ذریعہ سے مہاراجہ کے درشن کرکے نو برس تک پروہت جے دیو کے دروازے پر دھونی رمائے ہوئے بیٹھا رہا اجیت سنگھ کے چھپ رہنے کی خبر کھیچی نے راٹھوڑوں کو دی درگداس وغیرہ سردار بڑی دھوم دھام سے نقارہ۔ نشان۔ ہاتھی اور پالکی لیکر آئے اور مہاراجہ کے باہر آکر موضع پالڑی میں سب نے درشن کئے اور سروہی میں آکر بڑے جلوس سے ستیا کی پوجا کی۔

اعتقاد خاں مارواڑ میں دورہ کرتا ہوا اُس کو صوبہ گجرات کا ایک ماتحت ضلع تصور کرکے دکن کو چلا گیا راٹھوڑ جب موقع پاتے پہاڑوں سے نکلکر بادشاہی تھانوں پر حملہ کرتے سمت ۱۷۴۲ مطابق ۱۶۸۶ء میں انھوں نے سوانہ قلعہ جالور جہاں کا تھانہ دار پُردل خاں میواتی مقابلہ کرکے مارا گیا اور راجپوتوں نے کچھ روز بعد خوشی سے پہاڑوں میں اپنے راجہ کے درشن کئے سمت ۱۷۴۴ مطابق ۱۶۸۸ء میں درجن سنگھ ہاڑا جو بوندی سے نکالا گیا تھا پرمانڈل کی لوٹ میں راٹھوڑوں کا شریک بن کر دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

سمت ۱۷۴۶ مطابق سنہ ۱۶۹۰ء ۱۱۰۲ ہجری میں نواب شجاعت خاں صوبہ دار گجرات و مارواڑ

نے جب یہ خبر سُنی کہ اجیت سنگھ کے نائب درگ داس اور دوسرے حامی راٹھوڑوں نے تمام
ضلاع مارواڑ میں لوٹ مار مچا رکھی ہے تو وہ عجلت کے ساتھ یلغار کرتا ہوا احمد آباد سے جودھپور
پہنچا اور اس فتنہ و فساد کے فرو کرنے میں مصروف ہو گیا لیکن چونکہ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ جب
تک ملک مارواڑ کے تمام سرحدی اضلاع کا قرار واقعی بند و بست نہ کیا جائیگا یہ آگ
ٹھنڈی نہیں ہو سکتی اس لئے براہ دور اندیشی اُس نے کمال خاں عرف کرن کمال
رئیس پالن پور و جالور کو لکھ بھیجا کہ تم کوہ ارادلی کے دروں اور گھاٹیوں کی ناکہ بندی کر دو تاکہ
راٹھوڑ علاقہ مارواڑ کو اپنی لوٹ مار سے تباہ و برباد نہ کر سکیں یہ حکم پاتے ہی کمال خاں نے پالنپور
کا انتظام اپنے دلیر فیروز خاں کے سپرد کیا اور خود جودھپور پہنچ کر راٹھوڑوں کی آمد و رفت
کے عام راستے روک لئے۔ اور سوندھا پہاڑ کی گھاٹیوں کا محاصرہ کر کے ایسا بند و بست کیا کہ
ایک متنفس بھی باہر نکلنے کا موقع نہ ملا۔ یہ کمال خاں مجاہد خاں کا بیٹا تھا اور سمت ۱۷۶۲ مطابق
سنہ ۱۷۰۶ء ۱۱۱۸ ہجری میں فوت ہوا

سمت ۱۷۵۱ مطابق سنہ ۱۶۹۵ء میں اجیت سنگھ کی شادی اودیپور کے رانا کی بھتیجی کے ساتھ
ہوئی اور اس وقت بادشاہ کے دل سے وہ شبہ دور ہوا کہ جو اُس نے سمجھ رکھا تھا کہ راٹھوڑوں
نے ملک لینے کی فکر میں اجیت سنگھ نامی کو مہاراجہ جسونت سنگھ کا جعلی بیٹا بنا لیا ہے۔

مرآت احمدی میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۱۰۷ ہجری مطابق سمت ۱۷۵۱ ۱۶۹۵ء میں درگداس نے ہمیشہ
کی آوارگی سے تنگ آ کر گجرات کے صوبہ دار شجاعت خاں کے کامدار ایشور داس کے ذریعہ
سے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا اگر پیشگاہ سلطانی سے میرا قصور معاف ہو کر براہ پرورش
جاگیرات منضبطہ واگذاشت فرمائی جاویں تو فوری شاہزادہ اکبر کے فرزندوں کو حضور میں
بھیجدے۔ اورنگ زیب نے درگداس کی درخواست منظور کر لی اور فوراً نواب
شجاعت خاں کے نام اس مضمون کا فرمان جاری کیا کہ جو فوج شاہی راٹھوڑوں کی تعاقب
میں متعین ہے واپس بلا لی جائے اور اجیت سنگھ اور اُسکے نائب دُرگداس کو ہر طرح مطمئن
کر کے شاہزادہ اور شاہزادی کو حضور شاہی میں بھجوا دیا جائے۔ دُرگداس نے قصوروں
کی معافی پر باغی شاہزادہ محمد اکبر کے بیٹے بلند اختر اور بیٹی صفیۃ النسا کو جو زمانہ بغاوت میں

راٹھوڑ رانی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے شجاعت خاں کی معرفت بادشاہی حضور میں بھیج دیا اور یہ معلوم ہونے پر کہ درگداس نے محمد اکبر کی اولاد کو جو بغاوت کے وقت شاہزادہ اُس کے پاس چھوڑ گیا تھا۔ عزت و آرام سے رکھنے کے علاوہ اجمیر سے ایک اُستاد بلاکر تعلیم دلانے میں بہت کوشش کی ہے تو عالمگیر نے نہایت مہربانی سے درگداس کو صوبہ دار احمد آباد کے پاس حاضر ہو جانے پر ایک لاکھ روپیہ انعام اور میرٹھ کی جاگیر اور تین ہزاری ذات اور ڈھائی ہزار سوار کا منصب عنایت کیا

دوسرے سال درگداس کی عرض پر اجیت سنگھ کو بادشاہ نے جالور کا علاقہ جو کسی زمانے میں راٹھوڑوں کے قبضے میں تھا بہاری پٹھان نواب مجاہد خاں کے بیٹے کمال خاں سے لیکر جاگیر میں دیا اور نواب کمال خاں کو پالن پور عوض میں حوالے کیا جہاں اُسکی اولاد اب تک رئیس بنی ہوئی ہے۔ راجپوتانے والوں کا قول ہے کہ اجیت سنگھ نے جالور خود دبا لیا تھا جسکو بادشاہ نے درگداس کی عرض پر بحال رکھا۔ اور پالن پور والوں کا بیان ہے کہ پالن پور پہلے سے نواب کے قبضے میں تھا جالور کا معاوضہ کچھ نہ ہوا۔

تاریخ ٹاڈ راجستان میں مرقومہ بالا واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ سمت ۱۷۵۳ مطابق سنہ ۱۱۰۹ھ سنہ ۱۶۹۷ء میں جب درگداس کی وساطت سے اجیت سنگھ کو دوبارہ پیام صلح دیا گیا تو ضمناً بادشاہ نے اُسکو منصب پنجہزاری پر سرفراز فرمانے کا وعدہ بھی کیا مگر اُس نے تجویز سلطانی کا شکریہ ادا کرکے عرض کیا کہ اگر بجائے اس منصب کے جالور۔ سوریٹھی اور سانچور بھی سے ملک میں شامل فرمائے جائیں تو عین عزت افزائی ہے چونکہ اورنگ زیب کے شاہزادے کی اولاد کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا وہ درحقیقت قابل قدر تھا اس لئے اُسکی یہ درخواست منظور فرمالی گئی۔

سمت ۱۷۵۸ مطابق سنہ ۱۷۰۲ء میں شجاعت خاں کے مرجانے پر گجرات کی صوبہ داری جسکے متعلق مارواڑ بھی تھا بادشاہزادہ محمد اعظم کے نام ہوئی اور جودھپور میں ناظم قلی فوجدار مقرر ہوکر آیا۔ اسکے دوسرے برس چوہان رانی سے اجیت سنگھ کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ابھے سنگھ رکھا گیا۔ اسی برس درگداس جو چار برس سے بادشاہزادہ اعظم کے

پاس حاضر تھا جان کے خوف سے مارواڑ میں بھاگ آیا لیکن دوسرے برس بادشاہی حکم سے پھر احمد آباد چلا گیا اور پرگنہ میرتہ جو بھاگ آنے کے سبب ضبط ہو گیا تھا۔ اجیت سنگھ کو جاگیر میں دلوایا۔ سمت ۱۷۶۲ مطابق ۱۷۰۵ء میں گجرات کی صوبہ داری ابراہیم خاں کے نام مقرر ہوئی اور دوسرے سال دُرگداس بادشاہی فوج میں سے مارواڑ چلا آیا۔ سمت ۱۷۶۳ پھاگن بدی چودس مطابق ۱۷۰۷ء میں احمد نگر مقام پر عالمگیر بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ بڑا بادشاہ زادہ بہادر شاہ کابل سے اور دوسرا اعظم شاہ دکن سے تخت لینے کے واسطے آگرے کو چلا ایسی حالت میں جبکہ ہر ایک بادشاہی آدمی اپنی فکر میں پڑا راٹھوڑوں کو اپنی کامیابی کا اچھا موقع ملا فوراً خبر پاتے ہی جالور سے بڑی تیاری ہوئی اور اجیت سنگھ نے دُرگداس وغیرہ راٹھوڑوں کی مدد سے بادشاہی فوجدار ناظم قلی کو نکال کر جودھپور پر قبضہ کر لیا۔

۲۳۔ مہاراجہ اجیت سنگھ

مہاراجہ اجیت سنگھ نے اپنے باپ کے انتقال سے اٹھائیس[28] برس کے بعد اٹھائیس[28] برس کی عمر میں عالمگیر کے مرجانے پر سمت ۱۷۶۳ مطابق ۱۷۰۷ء میں جودھپور دبا کر مارواڑ کی مہاراجگی حاصل کی۔ اس وقت سوجت اور سوانہ اور پالی وغیرہ بھی جنکو بادشاہی نوکر چھوڑ کر چلدئے تھے راٹھوڑوں کے قبضے میں آئے بہادر شاہ نے تخت پر بیٹھ کر دوسرے برس راجپوتانے پر چڑھائی کی۔ کیونکہ وہ اجیت سنگھ کے جودھپور دبا لینے اور سوائی جے سنگھ کی اعظم کی ہمراہی کرنے کے سبب دونوں سے ناراض تھا۔ علاوہ اسکے اخبار نویس کی تحریر سے بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اجیت سنگھ نے مسلمانوں پر نہایت سختی کی ہے گاؤکشی کو منع کیا ہے اذان دینے کی ممانعت کر دی۔ اُن مساجد کو ڈھا دیا ہے جو اورنگ زیب کے عہد میں بتخانوں کو مسمار کر کے بنی تھیں اور اپنے نئے نئے مندر بنانے شروع کئے ہیں راناے اودیپور کی فوج اور جے سنگھ راجہ کی رفاقت سے ایسا مغرور ہوا ہے اس لئے بادشاہ شعبان ۱۱۱۹ھ ہجری کو راجپوتوں کی گوشمالی پر متوجہ ہوا۔ اور آنبیر وطن جے سنگھ کی راہ سے منزل بمنزل ہوا اجمیر اور چتوڑ کے درمیان خیمہ زن ہوا کہ رمضان آگیا مقامات کا حکم دیا راجپوتانہ پامال و غارت کرنے کے لئے فوج کو بسر داری شاہزادہ عظیم الشان روانہ کی اور ہراول میں جملۃ الملک خان خانان بہادر د

صمصام الدولہ کو مقرر کیا جب لشکر شاہی نے ملک و مال و جان و عیال کی خرابی بہت کی
راجپوتوں اور رعایا کے زن و فرزند کو اسیر کیا اور آباد قصبات و دیہات کو جلایا لوٹا کھسوٹا
تو راجپوتوں کے صاحب فوج سردار مال و عیال و اطفال کے ساتھ دشوار گذار پہاڑوں میں
داخل ہوئے جو اشجار خاردار سے پر تھے اجیت سنگھ اور اسکے معاونوں نے جانا کہ جان کی
سلامتی اور مال و عیال کا امان انقیاد اور اطاعت میں ہے تو انھوں نے خانخاناں اور اسکے
بیٹے خان زماں کی طرف رجوع کی اپنی عاجزی ظاہر کر کے اماں چاہی اور عبودیت قبول کی اور
پیغام دیا کہ خان زماں و قاضی القضات قاضی خاں جودھپور میں آکر مساجد کی تعمیر اور بتخانوں
کی تخریب اور احکام شرعی کا اجرا کریں نمازیں پڑھیں اذانیں دیں گائیں ذبح کریں ارباب
عدالت کو مقرر کریں جزیہ کے احکام نافذ کریں اور ہمارے اعمال کو معاف کریں اور جودھپور
اور اسکے اطراف کے معموروں میں ارباب عدالت قاضی و مفتی اور مساجد میں امام و مؤذن
مقرر کریں اجیت سنگھ و جیسنگھ باتفاق درگداس اجمیر مقام پر قصوروں کی معافی کے لیے بادشاہ
کے پاس حاضر ہو گئے لیکن بہادر شاہ نے آنبیر و جودھپور کو ضبط کر کے وہاں اپنی فوج
رکھدی مہاراجہ اجیت سنگھ سوائی جیسنگھ اور درگداس وغیرہ بادشاہ کے ہمراہ دلی گئے جہاں
سے جلد انکو بادشاہ کی اردلی میں دکن کی طرف کوچ کرنا پڑا لیکن دونوں راجہ اپنے علاقوں کی
ضبطی کے رنج سے نربدا ندی پر اپنے ڈیرے کھڑے چھوڑ کر میواڑ کو چلے آئے مہارانا امر سنگھ نے انکو
خاطرداری سے رکھکر بادشاہزادہ جہاندار شاہ کی معرفت آنبیر و جودھپور واپس ملجانے کیواسطے
بہت سفارش کی لیکن بادشاہ نے دونوں راجاؤں کے حاضر ہوئے بغیر انکا ملک دینا منظور
نہ کیا تب سمت ۱۷۶۵ مطابق ۱۷۰۸ء میں مہاراجہ اجیت سنگھ اور سوائی جیسنگھ مہارانا کی مدد سے
فوج جمع کرتے ہوئے مارواڑ پہنچے جہاں بادشاہی فوجدار مہراب خاں نے جو دس گیارہ مہینے
سے حاکم بنا ہوا تھا شہر جودھپور بغیر مقابلہ حوالے کر دیا اور راٹھوڑوں نے دوبارہ اپنی راجدھانی
میں داخل ہو کر خوشی کی تھوڑے دن آرام لے کر راٹھوڑ لوگ مہاراجہ جے سنگھ کے ساتھ سانبھر
کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں بادشاہی نوکر سید حسین خاں وغیرہ کے مقابلے میں مارے
جانے کے بعد راٹھوڑ اور کچھواہوں نے سانبھر کو آپس میں بانٹ لیا۔

سمت ۱۷۶۷ مطابق ۱۷۱۰ء میں بہادر شاہ دکن سے لوٹ کر دوبارہ اجمیر آیا جہاں
مہاراجہ اجیت سنگھ۔ مہاراجہ جے سنگھ اور درگداس کے پھر حاضر ہوئے پر پنجاب میں سکھوں
کے بلوے کی خبر سے بغیر کسی سختی کے جودھپور اور آنبیر پر راجاؤں کا قبضہ بحال رہنے کی سندیں
دیکر واپس چلا گیا اور حکم ہوا کہ درگداس مارواڑ میں نہ رہنے پائے۔ مہاراجہ اجیت سنگھ نے
بادشاہ کے خوش رکھنے کو یا اپنی مرضی سے قدیم مددگار وفادار کی علیحدگی قبول کی جو آخر عمر میں
مہارانا کے پاس اودیپور رہا اور بے مروتی کا الزام مہاراجہ اجیت سنگھ کے نام باقی رہ گیا
سمت ۱۷۶۹ مطابق ۱۷۱۲ء میں مہاراجہ نے بادشاہی حکم سے ہمالیہ کی پہاڑی ریاست
تاہن وغیرہ کا فساد دور کرنے کے بعد وطن کی رخصت لی۔

بہادر شاہ کے انتقال کے بعد اسکا بڑا شاہزادہ جہاندار شاہ تخت نشین ہو کر گیارہ مہینے
کے اندر اپنے بھتیجے فرخ سیر اور سیدوں کے ہاتھ سے قتل ہوا اور ذوالفقار خاں وغیرہ نامی
سردار بھی جو عالمگیر کا زمانہ دیکھے ہوئے تھے مروائے گئے اس سے رہی سہی مغلوں کی طاقت اور
رعب میں فرق آگیا۔ فرخ سیر کے جلوس پر مہاراجہ جے سنگھ نے دلی میں حاضری دی اور مہاراجہ
اجیت سنگھ چپ بیٹھا رہا۔ اس لئے سمت ۱۷۷۱ مطابق ۱۷۱۵ء میں سید حسین علیخاں امیر الامرا
چند امرا اور بڑے لشکر کے ساتھ اسکی تادیب کے لئے روانہ ہوا مہاراجہ کو جب اسکی اطلاع
ہوئی تو وہ افواج بادشاہی کے صدمے سے خائف ہوا اور امراء کی خدمت میں وکلائے معتبر
کو مع تحفوں کے بھیجا اور عفو جرائم کی التماس کی اس ضمن میں فرخ سیر اور حسین علیخاں کے بھائی
قطب الملک کے درمیان باہم کاروں کی سعایت سے ایسا عناد و فساد بڑھ گیا کہ فرخ سیر
نے عبداللہ خاں کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ خاں نے امیر الامرا کے بلانے کیلئے
خط لکھے۔ امیر الامرا نے قطب الملک کے ایما سے اجیت سنگھ سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ
مہاراجہ اپنی بیٹی کی شادی فرخ سیر سے کرے اور پیشکش معتبر دینا قبول کرے اور بیٹے
کو ملازمت کے لئے بھیجے امیر الامرا شائستہ خاں کو مہاراجہ کی لڑکی لانے کے لئے چھوڑ کر بادشاہ
کے پاس آیا جسکے ساتھ مہاراجہ کو دلی جا کر اپنی بیٹی فرخ سیر کے ساتھ بیاہ دینی پڑی
۱۱۲۷ھ مطابق ۱۷۱۵ء میں فرخ سیر نے شادی کے سامان تیار کرنے کا حکم دیا۔ گھوڑے

دنوں میں سامان تیار ہوگیا امیر الامرا نے دختر کی طرف سے اسباب شادی تیار کیا جس دھوم دھام سے یہ بیاہ رچانہ پہلے کسی نے دیکھا نہ کسی نے کسی سے سُنا دوم ذی الحجہ ۱۱۲۷ ہجری کو محفل نکاح منعقد ہوئی امیر الامرا کے گھر ہی بادشاہ آیا اور رانی کو بیاہ کر اپنے گھر لے گیا منشی ذکاء اللہ صاحب کہتے ہیں کیا زمانے کا انقلاب ہے کہ وہی راجہ اجیت سنگھ جو غلام کے لباس میں جان بچا کر اپنی دار السلطنت کو بھاگا تھا اب اس نے بادشاہ کو بیٹی دے کر دار السلطنت میں گھر بیٹھے بیٹھے اپنا تسلط و اختیار پیدا کیا۔ اسکا ہندوانہ نام شنتلی کماری اور اسلامی نام گیتی آرا بیگم تھا یہ حسن و جمال اور بہادری میں بے مثل تھی حسن لکھتا ہے کہ تقریباً کل مہابھارت کے اشعار حفظ تھے اور جس وقت پڑھتی تھی اسے جوش آجاتا تھا دونوں شوہر و زوجہ شراب خواری میں مبتلا رہتے تھے مہاراجہ اجیت سنگھ کو اس امر کے صلہ میں چھ ہزاری ذات و سوار کا منصب اور گجرات کی صوبہ داری ملی جو چھ برس تک بحال رہی۔ مہاراجہ فرخ سیر کے وزیر سید عبد اللہ خاں کا محرم ہمراز ہوگیا اور جبکہ امیر الامرا دکن کی مہم میں مصروف تھا تو مہاراجہ بادشاہ اور سید عبد اللہ خاں میں صلح کا واسطہ ہوا اور آخر ماہ شوال ۱۱۳۰ ہجری میں صلح ہوگئی دکن میں بادشاہ کی صلح کی خبر امیر الامرا حسین علیخاں کو پہنچی تو اس نے دلی کی طرف چلنے میں توقف کیا پھر خبر آئی کہ صلح باقی نہیں رہی اور قطب الملک کا نوشتہ بھائی کے بلانے کے لئے گیا تو پھر وہ وہاں سے بہت سے امرا اور پچیس ۲۵ ہزار سوار اور توپخانہ اور دس گیارہ ۱۱ ہزار برقنداز ہمراہ لے کر دلی کی طرف روانہ ہوا۔ ایک دن بادشاہ شکار کو سوار ہوا یہ قرار دیا کہ مراجعت کے وقت وہ قطب الملک کی ملاقات کو جائے گا مہاراجہ اجیت سنگھ کا داماد بادشاہ تھا۔ مگر وہ سید عبد اللہ خاں کا ہمدم و ہمراز تھا اور قابو کا انتظار کر رہا تھا اسکا گھر سر راہ واقع تھا بادشاہ کو مرکوز خاطر یہ تھا کہ جب اسکی سواری مہاراجہ کے گھر کے قریب پہنچے گی تو وہ نذر لے کر نیچے کے واسطے آئے گا تو وہ اہتمام کر کے اسکو قید کرلے خواہ یہ بات بادشاہ کے دل کی راجہ کو معلوم ہوئی ہو یا نہ معلوم ہوئی ہو۔ مگر الخائن خائف فقط گمان وظن سے وسواس و ہراس پیدا ہو کر بادشاہ کی مراجعت سے پہلے سید عبد اللہ خاں کے مکان میں پناہ کے لئے مہاراجہ چلا گیا۔

الغرض امیر الامرا نے دلی کے قریب پہنچ کر راجہ جے سنگھ کو جو بادشاہ کا دلی رفیق تھا دلی

سے رخصت کرادیا اور تمام بادشاہی قلعہ وغیرہ اپنے انتظام میں لے لیا اور پنجم ربیع الاول ۱۱۳۱ھ کو قطب الملک و راجہ اجیت سنگھ معتمد آدمیوں کے ساتھ قلعے میں آئے بادشاہی آدمیوں کو دروازوں سے اُٹھایا اور اپنے آدمیوں کو بٹھایا چند خواص و خواجہ سرائے ناکارہ بادشاہ کے پاس رہے اور کوئی قلعہ میں بادشاہ کے زبردست رفقا میں سے نہ رہا دوبارہ آٹھویں تاریخ کو سادات نے قلعے کا بندوبست قرار واقعی کیا قطب الملک و مہاراجہ اپنے معتمدوں اور انتخابی فوج کے ساتھ قلعے میں داخل ہوئے اور اول کی طرح بادشاہی آدمی احاطے سے باہر کردیئے گئے۔ رات کے وقت شہر میں فتور مچا۔ دونوں بھائیوں کی فوجیں کوچہ و بازار میں مستعد و مہیا گھوڑوں پر سوار کھڑی تھیں کوئی نہیں جانتا تھا کہ قلعے میں کیا گذرا سید عبداللہ خاں اور اجیت سنگھ اپنے اعیان کے ساتھ مشورے اور اندیشے کر رہے تھے کہ صبح ہوتے کیا ہو۔ بادشاہ محل میں چلا گیا تھا۔ سید عبداللہ خاں و اجیت سنگھ نے افسانہ دافسوں سے پیغام بھیجا کہ وہ محل سے نکلے مگر فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ سید پرادر دوسرے آدمی زنانے میں گھس گئے اور بادشاہ کو جو بام محل کے کوٹھے کے گوشے میں چھپا ہوا تھا اسکو بڑی بے حرمتی سے کھینچ کر باہر لائے اور بادشاہی عورتوں کا زیور چھین لیا اور بادشاہ کو نابینا کردیا اور شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات پسر خرد رفیع الشان بہادر شاہ کے پوتے اور محمد اکبر خلف اورنگ زیب کے نواسے کو تخت سلطنت پر بیس برس کی عمر میں بٹھایا۔ اول روزہ دیوان میں راجہ اجیت سنگھ اور راجہ رتن چند کی آرزو کے موافق جزیے کی معافی کا حکم دیا گیا۔ مہاراجہ اجیت سنگھ نقد و جواہر سے مالامال ہو کر احمد آباد کو جاتا تھا کہ بازار کے دونوں طرف کلمات لایعنی اور صریح دشنام بازار کے لچے اُسے سناتے اور کہتے کہ داماد کا خون بہائے کر اور اپنا منہ کالا کر کے اس شہر سے باہر جانا چاہتا ہے راجہ ان باتوں سے ایسا تنگ ہوا کہ ایک دو آدمیوں کو جان سے مارا اور ایک دن چند کشمیریوں کو اس تقصیر میں گرفتار کیا اور سادات کے حکم سے ان کو گدھے پر سوار کر کے تشہیر کی۔ غرضکہ فرخ سیر کے بعد دو شاہزادے رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات تین مہینے نام کے لئے سلطنت کر کے مر گئے۔ اور سید دن ستارہ روشن اختر کو محمد شاہ کے لقب سے بادشاہ بنایا۔ جس نے ان کا دباؤ ناپسند کر کے سعادت خاں برہان الملک اور نظام الملک وغیرہ کی مدد سے بنا و

برباد کر دیا۔ اجیت سنگھ کو محمد شاہ کی مسند نشینی سے پیشتر ہی گجرات کی حکومت اُس رفاقت
کے صلے میں عنایت ہوئی تھی جو اُس نے کسی زمانے میں سادات بارہ رفقائے فرخ سیر کے ساتھ
کی تھی اور اجمیر کی حکومت خود محمد شاہ نے اس شرط پر دی تھی کہ اگر بادشاہ اور سیدوں کے
درمیان لڑائی کا ہنگامہ برپا ہو تو اُسمیں کسی کی طرفداری نہ کرے اور اگر کسی کی اعانت کرے
تو بادشاہ کی غرض اجمیر و احمد آباد کے دونوں صوبے مہاراجہ کو محمد شاہ کے بقائے دولت تک
حسب ضابطۂ بادشاہی ملے تھے مہاراجہ سادات کا شریک و رفیق تھا اُسکو اپنا رفیق و معین بنانے
کے واسطے محمد شاہ کی ماں نے یہ تدبیر کی تھی کہ دونوں صوبوں کا فرمان مع پنجے کے نشان کے اُس
کے پاس بھیجا تھا لیکن یہ مہاراجہ سلطنت مغلیہ بلکہ کل مسلمانوں کا آخر دم تک دشمن رہا اُس
نے ان دونوں صوبوں کے آدمیوں پر وہ ستم ڈھایا کہ خدا کی پناہ۔ بہت سے باشندے وہاں
سے بادشاہ کے حضور میں استغاثے کے لئے آئے یہاں اہل دربار کو مہاراجہ سے کینہ اس لئے
چلا آتا تھا کہ وہ سادات کا رفیق بڑے درجے کا تھا مہاراجہ بھی مسلمانوں کے ساتھ ناحق کا دشمن
کرتا تھا بادشاہ نے دونوں سے مہاراجہ کو خارج کیا گجرات کی صوبہ داری حیدر قلی خاں کو اور
اجمیر کی مظفر علی خاں کو جو صمصام الدولہ و راجہ جے سنگھ کے متوسلین میں سے تھا عنایت
کی جب مہاراجہ اجیت سنگھ کی معزولی کی خبر اس صوبۂ گجرات میں منتشر ہوئی تو مہاراجہ کے
نائب نے چاہا کہ حیدر قلی خاں کے آنے تک شہر کو غارت اور تجار کو تاراج کر کے باہر چلا جائے
مہر علیخاں بخشی معزول جو مہاراجہ کی نیابت چند روز کر چکا تھا اور مہاراجہ کے محاسبے سے آزردہ
تھا اور حیدر قلی خاں بھی بخشی مذکور اور صفدر خاں ثانی سے ملول و مکدر تھا ان دونوں نے
اتفاق کر کے اس نظر سے کہ راجپوتوں کا ظلم دفع ہوگا اور حیدر قلی خاں کی خوشنودی حاصل ہوگی
اور حسن خدمت کے حقوق اس پر متحقق ہوں گے ایک جماعت افاغنہ اور رعایا کی جمع کر کے مہاراجہ
کے نائب کے سر پر جا چڑھے۔ ایک جنگ ہوئی اور راجپوتوں کی جماعت کثیر کشتہ و زخمی ہوئی
نائب مغلوب و محصور اپنی حویلی میں ہوا اور صفدر علی خاں بابی (یا ثانی) کے خواہر زادے
کی اعانت سے خفت و خواری کے ساتھ شہر بدر کیا گیا۔ وہ اپنے وطن جودھپور کی راہ میں
دست اندازی کرتا ہوا چلا گیا اور مظفر علی خاں جو اجمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا بسبب عسرت و

بے سرانجامی کے قصبہ رداڑی میں جو دلی سے تیس کوس ہے آگے نہ بڑھا تھا کہ یہ خبر آئی کہ
اجیت سنگھ مہاراجہ جودھ پور اجمیر میں آگیا اُسکے پاس تیس ہزار سوار اور اطراف کے زمیندار
اور راجپوت ہمراہ ہیں اس سبب سے بھی مظفر علی خاں نے رداڑی میں چند روز توقف کیا
مہاراجہ اجیت سنگھ نے اجمیر میں داخل ہوکر اول منادی پھروائی کہ تمام قصاب اور سب
دوکاندار و اہل حرفہ اپنے پیشے میں بے اندیشہ و خرخشہ مصروف ہوں موذنوں اور خادموں
کو بلاکر اپنی بدنامی دور کرنے کے لئے اور قواعد اسلام کی تبعیت کے اظہار کے لئے تاکید کی کہ
وہ اپنی مساجد کی تعمیر کریں اور تمام ارکان بادشاہی کو بلاکر اُس نے محمد شاہ کا وہ فرمان
دکھایا کہ جسمیں قول و قسم لکھے ہوئے تھے کہ محمد شاہ کے بقائے عمر و دولت تک اجمیر و احمد آباد
کی صوبہ داری مہاراجہ کے پاس بحال رہیگی اب اُس نے اپنے عرائض اور اس فرمان
کی نقل دیوان بادشاہی کے ساتھ صمصام الدولہ و روشن الدولہ کے پاس بھجوائی اور
عرضداشت میں یہ درخواست کی کہ احمد آباد کی صوبہ داری حضور کی رضی کے لئے نذر کرتا
ہوں۔ مگر اجمیر کی صوبہ داری کا امیدوار و خواستگار ہوں اگر وہ بحال نہ رہیگی تو ہم چشموں
میں میری آبرو نہ رہیگی اور جب آبرو نہ رہی تو جان لے کر کیا کرونگا۔ اس لئے امیدوار
ہوں کہ دونوں صوبوں میں سے کوئی ایک صوبہ عنایت ہو۔ ان دونوں صوبوں کے ساتھ میرا
سر اور میری جان وابستہ ہے جب مہاراجہ اجیت سنگھ کے یہ نوشتے آئے تو صمصام الدولہ
قلت زر اور دشواری جنگ پر نظر کرکے مصالحت اور ترک منازعت پر مائل ہوا اور کہا
کہ صوبہ اجمیر میں اکثر بزرگوں کے مزار ہیں اور دار الخلافہ کے نزدیک ہے اس لئے صوبۂ گجرات
اجیت سنگھ کے لئے بحال رکھنا مناسب ہے اور صوبۂ اجمیر بادشاہ کے کسی مخلص کو دینا چاہئے
مگر بادشاہ کا اور بعض ارکان دولت کا خصوص حیدر قلی خاں کا ارادہ یہ ہوا کہ مہاراجہ کی تنبیہ و
تادیب کرنی چاہئے حیدر قلی خاں کے ساتھ اور امرا شریک نہ ہوئے تو اُس نے برہان الملک نواب
سعادت خاں بہادر جنگ کو بلایا۔ جو اس وقت آگرے کی صوبہ داری پر سرفراز تھا۔ وہ فوراً
آیا۔ سامان کارزار درست ہوا مگر اور امرا اُسکے ساتھ متفق نہ ہوئے پھر بادشاہ نے بھی اعانت
میں پہلو تہی کی اتنے میں یہ خبر آئی کہ مظفر علی خاں کا تو سارا اسباب سپاہ نے اپنی تنخواہ میں

لے لیا اور اس نے صوبہ داری کا فرمان اور خلعت بادشاہ کی خدمت میں واپس کردیا اور خود جیپور چلا گیا اُسکے تعاقب میں بعض زمینداروں اور مفسدوں نے بادشاہی ملک کو تاخت و تاراج کیا مہاراجہ اجیت سنگہ نے نارنول کو خوب لوٹا یہاں کے فوجدار بازید خاں سے مہاراجہ کا مقابلہ نہ ہوسکا پھر مہاراجہ سے صمصام الدولہ نے لڑنے کا ارادہ کیا افواج مغلیہ نے اُسکے ساتھ اتفاق نہ کیا حیدر قلی اس کے ساتھ متفق ہوا اور خیمے سے باہر نکلا خلوت میں صمصام الدولہ نے بادشاہ سے کہا کہ لڑنا مصلحت نہیں ہے اگر مہاراجہ کی فتح ہوئی تو بادشاہی کا کیا ٹھکانا ہے اور اگر مہاراجہ کو شکست ہوئی تو وہ پہاڑوں میں جا چھپے گا پس روپیہ اور لشکر کہاں ہے جو اس کا علاج کرے گا۔ پھر قمر الدین خاں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور سید عبداللہ خاں اور نجم الدین علی خاں کی رہائی کی درخواست کی تو وہ نامنظور ہوئی مہاراجہ اجیت سنگہ نارنول پر قبضہ کر کے رواڑی میں آیا جو دلی سے پچاس میل ہے اُسکی روک تھام میں سپہ سالار کے نفاق و عدم اتفاق سے اور کام کرنے میں نارضامندی ہونے سے سارے عزم اور آزادی بیکار رہی اور آخر الامر صمصام الدولہ شہر سے باہر نکلا اور مہاراجہ کی دلجوئی بار بار کی مہاراجہ اپنے ارادے سے باز نہ رہا مہاراجہ جو یہ چاہتا تھا کہ اگر اجمیر اُسکو مل جائیگا تو وہ گجرات کو چھوڑ دیگا اس کا متوقع وہ کیا گیا نظام الملک اورنگ آباد سے بادشاہ کے پاس آتا تھا اُسکے آنے پر تمام تدابیر و انتظام ملکی موقوف رہا۔

تاریخ ہندی رستم علی میں سال پنجم جلوس محمد شاہ کے سوانح میں لکھا ہے کہ مہاراجہ اجیت سنگہ کی تنبیہ کے لئے شرف الدین خاں امرا کی جماعت کے ساتھ بھیجا گیا مہاراجہ نے علانیہ بغاوت اختیار کی تھی اور اجمیر و سانبھر پر قبضہ کر کے وہ نارنول میں آیا۔ شرف الدین خاں کے ساتھ مہاراجہ جیسنگہ سوائی والی جےپور اور محمد خاں بنگش والی فرخ آباد اور گوپال سنگہ راجہ بھدادر تھے ایک لاکھ سوار اور دو لاکھ سے زیادہ پیادے ساتھ تھے مہاراجہ اجیت سنگہ اس خبر کو سُن کر جو اس باختہ ہوا اور نارنول سے بھاگا اور گڈھ بیٹی کے قلعہ میں پناہ لی یہاں وہ چند روز ٹھہرا۔ پھر ایک اونٹ پر سوار ہو کر جودھپور چلا گیا۔ امرائے شاہی کی معرفت درخواست کی اور اپنے بیٹے دھونکل سنگہ کو امرائے شاہی کے حوالے کیا۔ کہ وہ بادشاہ کے پاس اُسکو لیجائیں

خافی خاں لکھتا ہے کہ مہاراجہ اجیت سنگھ کو نظام الملک کی آمد آمد کی خبر نے خواب غفلت سے بیدار کیا اور اس نے پیغام دیا کہ میں صوبۂ احمد آباد سے ہاتھ اٹھاتا ہوں اور صوبۂ اجمیر کے بحال رہنے کی درخواست کرتا ہوں۔

اجیت سنگھ کو اسکے چھوٹے بیٹے بخت سنگھ نے سمت ۱۷۸۰ مطابق ۱۷۲۴ء میں مار ڈالا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکے بیٹے ابھے سنگھ نے قتل کیا تھا اس قتل کا سبب مورخوں نے جدا جدا بیان کیا ہے راجہ اجیت سنگھ نے بادشاہ سے مخالفت اختیار کی تھی اس لئے قمرالدین خاں وزیر نے اس سے وعدہ کیا کہ باپ کو مار ڈالے تو اسکو جودھپور کی ریاست مل جائیگی اس لئے اس نے باپ کے خون سے ہاتھ لال کئے۔ کوئی لکھتا ہے کہ کسی رجپوت کی لڑکی سے ابھے سنگھ کی نسبت ٹھہری تھی مگر اسکے باپ اجیت سنگھ نے اس سے خود شادی کرنی چاہی۔ اس لئے بیٹے کی غیرت میں آکر باپ کو مار ڈالا۔ یہ عورت مہاراجہ کے ساتھ ستی ہو گئی۔

۴۲۔ راج راجیشر مہاراجہ ابھے سنگھ

مہاراجہ ابھے سنگھ کو سمت ۱۷۸۱ مطابق ۱۷۲۴ء میں محمد شاہ نے راج ملک دیگر راج راجیشر خطاب عنایت کیا بادشاہی فوج جو علاقہ لوٹتی ہوئی جودھپور تک پہنچی تھی دلی میں واپس بلا لی گئی اور ناگور کی سند بھی راؤ امر سنگھ کی اولاد کے عوض مہاراجہ کو ملی۔ مہاراجہ نے دہلی سے آکر ناگور کو جا گھیرا جہاں کا آخری راؤ اندر سنگھ اسکے پاس پناہ مانگنے کو حاضر ہو گیا لیکن مہاراجہ نے ناگور ضبط کر کے وہاں اپنے چھوٹے بھائی بخت سنگھ کو قائم کیا اور راؤ کو گذر کے لائق مختصر جاگیر حوالے کی تھوڑے دنوں کے بعد مہاراجہ نے سروہی پر چڑھائی کر کے وہاں کے راؤ اور دوسرے سرکشوں کو کچھ عرصے کے لئے فرماں بردار بنایا۔ ۱۷۸۳ مطابق ۱۷۲۶ء مہاراجہ کو دوبارہ دلی جانے کے بعد جب گجرات کا صوبہ دار مبارز الملک سربلند خاں بہادر دلاور جنگ مرہٹوں کے مقابلے کو روانہ ہوا تو اس کے ہمراہ مہاراجہ ابھے سنگھ۔ بزرگار راجہ جے سنگھ کچھواہہ اور میواڑ کے مہارانا سنگرام سنگھ دوم کی فوج بھیجی گئی۔ سورت کے قریب مقابلہ ہونے پر مرہٹے دکن کو بھاگ گئے اور بادشاہی فوج واپس آئی۔

سمت ۱۷۸۷ مطابق ۱۷۳۲ء میں جبکہ اودھ اور دکن کے صوبہ دار خود مختار بن بیٹھے تھے۔

گجرات کے صوبہ دار سربلند خاں بہادر دلاور جنگ کی طرف سے بھی یہی شبہ پیدا ہوا اس لئے مہاراجہ ابھے سنگھ کے نام گجرات کی صوبہ داری مقرر ہوکر روانگی کے وقت اسکو خاص خلعت۔ ہاتھی گھوڑا۔ اٹھارہ لاکھ روپیہ نقد اور پچاس توپیں دی گئیں۔ مہاراجہ دلی سے جودھپور ہوتا ہوا بیس ۲۰ ہزار سے زیادہ بادشاہی اور دیسی فوج لیکر احمد آباد کے پاس پہنچا اور سربلند خاں بہادر بھی یہ خبر پاکر شہر سے باہر آٹھہرا۔ مہاراجہ نے شہر کے باہر ایک گاؤں میں مورچے جمائے۔ شہر کے باہر دونوں طرف سے ۲ دو دن تک توپیں چلتی رہیں۔ تیسرے اور چوتھے روز بندوق۔ تیر اور تلوار وغیرہ سے خوب لڑائی ہوکر دونوں فریق کے سیکڑوں آدمی مارے گئے۔ پانچویں روز آپسمیں صلح ہوکر ملاقات کے وقت مہاراجہ اور نواب پگڑی بدل بھائی بنے۔ اس لڑائی میں بخت سنگھ زخمی ہوا اور نواب کو رخصت کے وقت دوستانہ طور پر ایک لاکھ روپیہ اور باربرداری کے لئے اونٹ وغیرہ دئے گئے۔ نواب دلی پہنچکر اس عذر سے کہ میرے بغیر لڑائی روانہ ہونے پر فوج کے آدمی جو کئی برس سے تنخواہ نہ ملنے کے فریادی تھے مجھے مار ڈالتے کشمیر کے صوبے پر بھیجا گیا۔ مہاراجہ کا عمل جم جانے کے بعد دوسرے سال باجی راؤ پیشوا مرہٹے نے چوتھ کے حیلے سے قصبہ بڑودہ دبالیا اور مہاراجہ کی فوج شہر کو واپس نہ لے سکی لیکن نواب نظام الملک جسکی اولاد میں اب حیدر آباد والے نواب ہیں۔ دکن سے بادشاہی لوگوں کی مدد کو سورت تک آیا تو مرہٹے بڑودہ چھوڑکر بھاگے اور مہاراجہ نے قاصد خط بھیجکر نواب کا شکریہ ادا کیا اسکے بعد کئی برس تک گجرات کی صوبہ داری مہاراجہ کے نام رہی جس کے متعلق ہونے کے سبب رئیس ایڈر۔ کچھ۔ ڈونگرپور۔ پالن پور اور سروہی وغیرہ مہاراجہ کو حاضری دیا کرتے تھے۔

پیلاجی گائکواڑ اگرچہ سنہ ۱۷۳۰ء میں بڑودے سے خارج ہوگیا تھا مگر اب تک اُس میں اس قدر دم باقی تھا کہ مہاراجہ ابھے سنگھ نے اپنی حکومت کا استحکام اس میں سمجھا کہ کسی طرح اسکو ٹھکانے لگائے۔ چنانچہ ابھے سنگھ نے بظاہر پیلاجی راؤ کے ساتھ محبت اور دوستی کا سلسلہ پیدا کرکے سفارت کے بہانے سے اپنے ایک ملازم راجپوت کو اسکے پاس ڈاکور میں جو احمد آباد سے گوشۂ جنوب و مغرب میں مہی ندی کے کنارے پر آباد ہے بھیجا۔ اس

راجپوت نے کان میں کچھ بات کہنے کے حیلے سے پیلاجی راؤ کے پیٹ میں زہر سے بجھی ہوئی کٹاری
ایسی ماری کہ جس کے زخم سے پیلاجی تڑپ تڑپ کر بہنایت تکلیف کے ساتھ ہلاک ہو گیا
اس پر اُس کے بھائی بندوں کے انیسی آگ لگی کہ وہ گجرات پر چڑھ گئے اور اس کو
برباد کر دیا اور آس پاس کی قزاق قوموں بھیل اور موگیوں کو برانگیختہ کر دیا کہ وہ کبھی مسلمانوں
کے مطیع نہ ہوویں غرض ان جنگلی قوموں اور گائیکواڑ کے خاندان نے ملک گجرات کو
آپس میں تقسیم کر لیا بلکہ انھوں نے جودھپور پر جا کر ہاتھ مارا جس کے سبب سے مہاراجہ
ابھے سنگھ اپنی ریاست کے واسطے گجرات کو چھوڑ کر بھبراج بھنڈاری کو اپنی نیابت پر مقرر
کر کے چلا آیا اور اس نائب سے کچھ نہ ہو سکا۔

مہاراجہ ابھے سنگھ ایک لڑاکو اور آوارہ مزاج رئیس تھا آرام سے بیٹھنا پسند نہیں
کرتا تھا اُس نے گجرات سے بے فکر ہو کر بیکانیر لینے کا ارادہ کیا جس پر اُسکا چھوٹا بھائی
ناگور کا بخت سنگھ حسد کے سبب برخلاف ہو کر جیپور اور بیکانیر والوں کا شریک بن گیا اور
ان سب نے مہاراجہ ابھے سنگھ کو تنگ کر کے اکیس ۲۱ لاکھ روپیہ فوج خرچ کے نام سے وصول
کیا لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ بخت سنگھ نے کچھواہوں کو واپسی کے وقت لوٹ لیا۔ اس
جھگڑے کے بعد مہارانا اودیپور کی معرفت راجپوتوں میں میل ملاپ ہو گیا۔

ابھے سنگھ کی زندگی میں نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا اور محمد شاہ
جو آخری شہنشاہ کہلانے کا مستحق تھا سمت ۱۸۰۴ مطابق ۱۷۴۸ء میں ملک آخرت کو انتقال
کر گیا جس کے بعد اُس کا بیٹا احمد شاہ تخت نشین ہوا اُس نے دوسرے برس گجرات
کی صوبہ داری بخت سنگھ کو دی تھی جو مرہٹوں کے زور سے زیادہ عرصے تک قائم نہ رہی۔

مہاراجہ ابھے سنگھ سمت ۱۸۰۶ مطابق ۱۷۵۰ء میں سینتالیس برس کی عمر پا کر سولہ برس
راج کرنے کے بعد دنیا سے سفر کر گیا اور اُسکے بیٹے رام سنگھ کے وقت میں بخت سنگھ کو کامیابی کا موقع ملا

۲۵۔ مہاراجہ رام سنگھ

سمت ۱۸۰۶ مطابق ۱۷۵۰ء میں اپنے باپ کے بعد گدی پر بیٹھا لیکن وہ ایسا سخت
مزاج تھا کہ مارواڑ کے اکثر سردار علیحدہ ہو کر اُس کے چچا بخت سنگھ سے جا ملے۔ جو بہت نون

سے راج لینے کی فکر میں تھا ایک برس کے اندر بخت سنگھ نے مہاراجہ رام سنگھ کو میرتے کے قریب بھاری شکست دیکر اُس کا زور توڑ دیا۔ اور سرداروں کی مدد سے جودھپور دبا لیا۔

۲۶۔ مہاراجہ بخت سنگھ

سمت ۱۸۰۷ مطابق ۱۷۵۱ء میں اپنے بھتیجے کو خارج کرکے مارواڑ کا مالک بنا۔ اس نے اپنی چالاک طبیعت سے سرداروں وغیرہ کو ایسا راضی کر لیا کہ دوبارہ مُلک نکل جانے کا اندیشہ نہ رہا لیکن رام سنگھ کا وفادار پڑوسیت جگو دکن سے مادھوراؤ سیندھیا کو مدد پر بُلالیا یہ پہلا موقع تھا کہ خانہ جنگی کے سبب مارواڑ میں مرہٹوں کا قدم داخل ہوا۔ اس وقت مرہٹے جو لڑائی کم اور لوٹ زیادہ پسند کرتے ہیں تمام مُلک اور رعیت کو لٹا کر دیکھ کر واپس چلے گئے۔

سمت ۱۸۰۹ مطابق ۱۷۵۳ء میں جبکہ مہاراجہ بخت سنگھ اجمیر کے قریب ٹھہرا ہوا تھا اُسکی بہن اور جیپور کے مہاراجہ مادھو سنگھ کی رانی نے کھانے میں زہر دلوا کر رام سنگھ کے دشمن کا کام تمام کیا۔ اور مہاراجہ کے بیٹے بجے سنگھ کو اُسکی گدی پر قائم رہنے کے واسطے تمام جھگڑوں کا بار اُٹھانا پڑا۔ مہاراجہ بخت سنگھ ایک بہادر۔ چالاک اور خود مطلب شخص تھا۔ اُس ذی بدبختی نے باپ کو قتل کیا اور بھائی کے ساتھ آخر میں بے وفائی برت کر بھتیجے سے زبردستی راج چھین لیا جس کے عوض میں وہ زیادہ آرام نہ پاکر تین برس کے اندر زہر سے ہلاک ہوا۔ اُسکی اولاد میں سے تین شخص بجے سنگھ بھیم سنگھ اور مان سنگھ گدی پر بیٹھ کر پھر نسل قطع ہوگئی اور سو برس کے اندر مہاراجہ اجیت سنگھ کے بیٹے آنند سنگھ کی اولاد میں سے جو جان بچا کر ایڈر چلا گیا تھا۔ گود لینے کی حاجت پڑی۔

۲۷۔ مہاراجہ بجے سنگھ

سمت ۱۸۰۹ مطابق ۱۷۵۳ء میں مارواڑ کی حکومت پر قائم ہوا۔ اُسکی مسند نشینی احمد شاہ نے منظور کی اور راجاؤں میں سے بیکانیر اور کرشن گڑھ والے جو راٹھوڑ خاندان میں سے ہیں ماتم پرسی اور مبارکباد کے لئے جودھپور آئے دوسرے برس مہاراجہ ابھے سنگھ کے بیٹے رام سنگھ نے مہاراجہ جیپور اور مرہٹوں کی مدد سے مارواڑ پر چڑھائی کرکے میرتہ کی

لڑائی میں مہاراجہ بیجے سنگھ کو شکست دی اور پیچھا کرکے اسکو ناگور میں جا گھیرا مرہٹوں کا افسر آپاجی سیندھیا ایک مارواڑی راجپوت کے ہاتھ سے مارا گیا اور انھوں نے مہاراجہ بیجے سنگھ سے فوج خرچ میں کئی لاکھ روپے نقد اور رام سنگھ سے اجمیر مقام جو دلی کی سلطنت کی ضعف سے بخت سنگھ کے وقت میں مارواڑ کے شامل ہو گیا تھا لیکر رام سنگھ کو اسکی قسمت پر چھوڑ دیا۔ جو مدت کے بعد پریشانی کے ساتھ سمت ۱۸۲۹ مطابق ۱۷۷۲ء میں جے پور میں مر گیا مرہٹوں سے شکست پانے کے بعد سرداروں نے ملک کو تباہ اور مہاراجہ کو بہت دق کیا۔ جس سے مہاراجہ کے خیر خواہ دھائے بھائی نے باہر کی تنخواہ دار فوج نوکر رکھی جو اپنے مالک و افسر کے سوا دوسروں کی پروا نہ رکھے۔ لیکن پریشانی میں روپے کی کمی سے اس قدر آدمی جمع نہ ہو سکے۔ جس سے فسادی سرداروں کی طاقت توڑی جاتی۔ لاچار مہاراجہ سرداروں کو منانے کے لئے بیسلپور مقام پر گیا اور واپس آکر انکے ساتھ شہر میں رہنا قبول کیا۔ اتفاق سے مہاراجہ کا گرو آتما رام مر گیا۔ اور اسکی میت کی رسمیں ادا کرنے کے لئے مہاراجہ کو رانیوں سمیت قلعہ پر جانے کا موقع ملا۔ جس کی پیروی سے تمام سرداروں کو بھی وہاں جانا لازم آیا مہاراجہ نے اپنی تکلیفوں کا فوراً بدلا لیا۔ اہوہ۔ بیناج اور راس وغیرہ کے زبردست سردار مہاراجہ کی تنخواہ دار فوج کے ہاتھ سے لڑکر قتل ہوئے اور ٹھاکر دیبی سنگھ جو مہاراجہ اجیت سنگھ کا اور بیجے سنگھ کا چچا مشہور ہو کر پوکرن میں گود جانے کے بعد فسادیوں کا سرغنہ بنا تھا قید میں سر پھوڑ کر مر گیا اس کے بیٹے سبل سنگھ نے باپ کا عوض لینے کو سر اٹھایا لیکن وہ پال اور ایک دوسرے مقام پر چڑھائی کرنے میں مارا گیا۔

مہاراجہ بیجے سنگھ نے سرداروں کے تباہ کرتے ہی زور پکڑا۔ مارواڑ کی غارتگر قوموں کو سزا دیکر عمرکوٹ مقام سندھ کے حاکم سے چھین لیا جو اب مارواڑ کی مغربی جنوبی سرحد سے بہت دور ہے۔ کچھ عرصے کے بعد جیسلمیر کا کسی قدر علاقہ دبا لیا اور سمت ۱۸۲۷ مطابق ۱۷۷۰ء میں ایک زرخیز پرگنہ گوڈواڑ فوجی مدد کے عوض میواڑ سے حاصل کیا جبکہ وہاں خانگی فساد سے اس بات کی ضرورت تھی۔ سمت ۱۸۴۳ مطابق ۱۷۸۶ء میں مرہٹوں کا فساد دور کرنے کے لئے جے پور کے مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی شرکت مہاراجہ بیجے سنگھ نے بھی قبول کرکے اپنے راجپوت

مدد کو بھیجدئے۔ جن کی بہادری سے تونگہ مقام پر لال سوٹ کے قریب سیندھیا کو بڑی شکست
ملی اور راجپوتانے کے تمام مقامات سے اُسکو ہاتھ اٹھانا پڑا۔ چنانچہ مقام اجمیر بھی ایکبار پھر مارواڑ
میں شامل ہوا۔ اس لڑائی سے چار برس کے بعد مرہٹوں نے بڑی فوج کے ساتھ کوچ
کیا اور اس وقت میں جیپور والوں نے مارواڑ والوں کی امداد میں ایک فضول بات پر
نااتفاقی کرکے کوتاہی کی۔ راٹھوڑوں کو شکست عظیم ہوئی یہ لڑائی پاٹن کے مقام پر ہوئی تھی۔
دوسری لڑائی میرتے کے مقام پر ہوئی۔ اس میں بھی راٹھوڑوں کو مرہٹوں نے کچل ڈالا اور
راجپوتانے کا صدر مقام اجمیر اور کچھ عرصے کے لئے ایک دفعہ مرہٹوں کے قبضے میں جاکر مارواڑ سے
ہمیشہ کو علیحدہ ہوا۔ مہاراجہ بیجے سنگھ نے مرہٹوں کو ساٹھ لاکھ روپے فوج خرچ میں سے کچھ
نقد اور باقی سامان وغیرہ دیکر پیچھا چھوڑایا۔

آخر عمر میں مہاراجہ بیجے سنگھ ایک پاسبان عورت کا بہت مطیع ہوگیا تھا جس کے بیٹے
کو اس نے وارث قرار دیکر ولیعہد ظالم سنگھ کو محروم رکھنا چاہا تھا جب خواص وال لڑکا مرگیا
تو مہاراجہ نے اپنے ایک پوتے مان سنگھ کو جو چھوٹے کنور گمان سنگھ کا بیٹا تھا خواص کے گود
رکھدیا سرداروں نے ایسی کارروائیوں سے رنجیدہ ہوکر مالکوسنی گانوں میں جمع ہوگیا۔ جہاں
اُن کے منانے کے واسطے مہاراجہ کو جانا پڑا۔ لیکن سرداروں نے کچھ حیلہ کرکے پاسبان عورت
کو مہاراجہ کے پاس آتے ہوئے مار ڈالا اور اُنکے پوتے بھیم سنگھ کو جو پانچویں کنور بھیم سنگھ کا بیٹا
تھا۔ گدی پر بٹھانے کے واسطے قلعہ سے بُلالیا۔ مہاراجہ نے فوراً بھیم سنگھ کو سوجت کا پرگنہ
اور سوانہ کا قلعہ جاگیر میں دیکر راضی کرلیا جہاں وہ خوشی کے ساتھ چلا گیا۔

مہاراجہ بیجے سنگھ نے بھیم سنگھ کی خرابی کے لئے اپنے بیٹے ظالم سنگھ کو عمدہ علاقہ گوڈواڑ
جاگیر میں دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے بھتیجے کو مار کر اپنا ولیعہدی کا حق حاصل کرے
ظالم سنگھ کے مقابل بھیم سنگھ شکست پاکر پوکرن ہوتا ہوا جیسلمیر چلا گیا اور مہاراجہ
بیجے سنگھ خانگی جھگڑوں اور اپنی پسندیدہ خواص کے مارے جانے کے رنج سے اساڑھ
سمنت ۱۸۵۰ مطابق ۱۷۹۳ء جولائی میں اکیاون سال کی عمر کے اندر اکتالیس[۴۱] برس راج
کرکے مرگیا۔ اُسکے بیٹے ظالم سنگھ اور پوتے بھیم سنگھ دو دعویداروں میں سے پچھلا کامیاب

ہوکر راج کا مالک بن گیا۔ مہاراجہ بجے سنگھ کی اولاد اس طرح پر تھی۔

مہاراجہ بجے سنگھ

- فتح سنگھ
- ظالم سنگھ
- ساونت سنگھ
  - سور سنگھ
- شیر سنگھ
- بھوم سنگھ
  - بھیم سنگھ
    - دھونکل سنگھ
- گمان سنگھ
  - مان سنگھ
- سردار سنگھ

۲۸ - مہاراجہ بھیم سنگھ

سمت ۱۸۵۰ مطابق ۱۷۹۳ء میں اپنے دادا کے مرنے کی خبر پاتے ہی جیسلمیر سے چار پہر میں جودھپور پہنچکر گدی پر بیٹھ گیا اور حقدار ظالم سنگھ جو سیسودیہ رانی سے پیدا ہوا تھا گھبرا کر میواڑ کو بھاگ گیا جہاں کچھ عرصے کے بعد مہارانا کی وظیفہ خواری میں رہ کر فصد لینے میں ایک بے موقع رگ کے کٹ جانے کے سبب سے مرگیا۔ مہاراجہ بھیم سنگھ نے راج پاکر چاہا کہ گدی کا کوئی دعوے دار زندہ چھوڑا جائے۔ اس لئے اس نے اپنے دس برس حکومت کا زمانہ رشتہ داروں کی تباہی میں صرف کیا۔ مہاراجہ کا باپ بھوم سنگھ اور اسکے چار چچا فتح سنگھ ظالم سنگھ، ساونت سنگھ اور گمان سنگھ تو پہلے سے مر چکے تھے۔ صرف دو چچا شیر سنگھ اور سردار سنگھ اور دو رشتہ دار بھائی یعنی ساونت سنگھ کا بیٹا سور سنگھ اور گمان سنگھ کا بیٹا مان سنگھ باقی تھے جنمیں سردار سنگھ قتل کیا گیا۔ شیر سنگھ آنکھیں نکالے جانے کے بعد سر پھوڑ کر مر گیا اور سور سنگھ بھی گرفتاری کے بعد مار ڈالا گیا۔ مہاراجہ بجے سنگھ کی اولاد میں سے صرف ایک مان سنگھ ایسا قسمت ور نکلا۔ جو بھیم سنگھ کے بعد راجہ بنے کو اسکے ظلم سے بچ رہا۔

مہاراجہ بھیم سنگھ نے سب دعویداروں کو ٹھکانے لگا کر مان سنگھ کی گرفتاری کا ارادہ کیا جو قلعہ جالور میں رہ کر علاقے کو تباہ کیا کرتا تھا۔ ایکبار پالی کے دھاوے میں مان سنگھ کا پیچھا

کیا گیا اور وہ گھوڑے سے گر کر دشمنوں کے پنجے میں آنے ہی کو تھا کہ اہوہ کے ٹھاکر نے اپنے
گھوڑے پر بٹھا کر جالور پہنچایا۔ مہاراجہ کی فوج جالور کے محاصرے کو گئی لیکن اُسکی بدمزاجی
سے اکثر سردار مان سنگھ کے طرفدار بن گئے۔ اور جب ٹھاکروں پر طعنے کے ساتھ تاکید و سختی کیگئی
تو وہ رنجیدگی سے غیر ریاستوں میں چلے گئے۔ اُن میں سے اکثر کی جاگیریں تو آسانی سے ضبط
ہوگئیں لیکن بنجاج مقام ایک برس مقابلے کے بعد فتح ہوا اور وہاں کا قلعہ خاک میں ملا دیا گیا
اس کارروائی سے فرصت پاکر مہاراجہ کی تنخواہ دار فوج جالور پہنچی جہاں اُس نے مان سنگھ
کو ایسا تنگ کیا کہ وہ رسد وغیرہ کے نہ رہنے سے حاضر ہو جانے کے لئے تیار ہی تھا کہ سمت ۱۸۶۰
مطابق ۱۸۰۴ء میں مہاراجہ بھیم سنگھ کے مرجانے سے فوج والوں نے مان سنگھ کو قیدی بنانے کے
عوض اپنا مالک مان کر قلعہ سے باہر آنے کی درخواست کی اور وہ اپنے گرو کی معرفت جس نے
پہلے سے کسی طرح مہاراجہ کے مرنے کی خبر پانے کے بعد پیشین گوئی کا حیلہ کرکے مان سنگھ
کو کامیاب ہونے کی امید دلائی تھی۔ قلعہ سے نکل کر مارواڑ کا مالک بنا۔

۲۹۔ مہاراجہ مان سنگھ

اس نے سمت ۱۸۶۱ مطابق ۱۸۰۴ء میں ریاست پاکر سرداروں کی برخلافی کے سبب
اپنی تمام عمر فکر اور اندیشے میں کاٹی۔ ٹھاکر دیبی سنگھ کا پوتا اور سبل سنگھ کا بیٹا سوائی سنگھ
جس کے باپ اور دادا سرکشی میں مارے گئے تھے اور جو شیخی سے مارواڑ کی حکومت اپنی کٹار
کے میان میں بتلایا کرتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں مہاراجہ مان سنگھ کی مخالفت پر اٹھا اس
نے اپنے ساتھی سرداروں کی سازش سے مشہور کیا کہ مہاراجہ بھیم سنگھ کی ایک رانی حاملہ ہے
اور لڑکا پیدا ہونے پر ملک کا وارث سمجھا جائیگا اس بات پر سب کے اتفاق کر لینے سے مہاراجہ
نے دب کر پیدائش کے بعد کنور کو ناگور و سوانہ جاگیر میں دینے کا وعدہ کر لیا۔ رانی سے جس
لڑکے کا پیدا ہونا مانا گیا۔ اُسکو حفاظت کی غرض سے پوکرن بھیجے جانے کے بعد دھونکل سنگھ نام
سے شہرت دیکر ناگور و سوانہ لینے کا تقاضا شروع ہوا لیکن مہاراجہ نے اُسکو جعلی قرار
دیکر جاگیر دینے سے صاف انکار کر دیا اور مہاراجہ کے خوف سے رانی نے بھی دھونکل سنگھ کو
اپنا بیٹا قبول نہ کیا جس سے سوائی سنگھ اور اُسکے ساتھی کچھ عرصے کے لئے چپ ہو رہے۔

جب سوائی سنگھ کا زور دھونکل سنگھ کے معاملے میں نہ چلا تو اُس نے جیپور کے راجہ
جگت سنگھ سے مہاراجہ مان سنگھ کو اودیپور کے مہارانا بھیم سنگھ کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے
کی بابت لڑا دیا۔ بڑے گھاٹے پر سوبیا ورسے کئی کوس فاصلے پر کچھوا سہ اور راٹھور لڑنیکو تیار
ہوئے مقابلے کے موقع پر مارواڑ کے میرتیہ اور چانپاوت وغیرہ سردار دشمنوں سے جا ملے اور
مہاراجہ نے کچامن۔ اہوہ۔ جالور اور سیلج کے چار جاگیرداروں کے سوا کسی کو اپنے پاس نہ
پایا۔ ہولکر جس نے لارڈ لیک کے مقابلے پر شکست پاکر اکثر مارواڑ میں پناہ لی تھی اور مہاراجہ
نے وقت روانگی لاہور انگریزوں سے اندیشہ نہ کرکے اسکے اہل و عیال کو اپنے پاس رکھا تھا
اُس نے اس وقت مہاراجہ مان سنگھ کی امداد سے پہلو تہی کی۔ جس کی وجہ نواب امیر خاں نے
یہ بتایا ہے کہ وہ مہاراجہ جے پور کے ایک معتمد اہلکار رائے رتن لال سے بشرط ترک معاونت
مان سنگھ نذرانہ مقرر کر چکا تھا اور دوسرے یہ کہتے ہیں کہ ہلکر مہاراجہ مان سنگھ کی مدد کو اٹھارہ
کوس پر آگیا تھا مگر سوائی سنگھ جاگیردار پوکرن نے دس لاکھ روپے کی ہنڈی کوٹے کے
مقام پر وصول پانے کے بہانے سے لوٹا دیا۔ مہاراجہ مان سنگھ اس حالت میں بھی حملہ
کرکے جان کھونا چاہتا تھا۔ لیکن چاروں خیر خواہ سردار اسکو میرتہ اور پیپاڑ ہوتے ہوئے جودھپور
لے آئے اور پیچھا کرنے والے انبارہ کے سردار کو مہاراجہ کے نوکر ہست ال خاں نے راستے میں
روک لیا۔ اٹھارہ توپیں اور دوسرے دہاتھی وماہی مراتب نقرئی۔ ہودج و پالکی خاصہ
مخالفوں نے لے لئے۔ سوائی سنگھ نے مہاراجہ جگت سنگھ اور نواب امیر خاں کو (جو مہاراجہ
جگت سنگھ کی مدد کو آیا تھا) لاکر جودھپور کا محاصرہ کرایا۔ شہر آسانی سے دشمنوں کے قبضے
میں آکر لوٹا گیا اور دھونکل سنگھ کی دہائی پھیری گئی لیکن قلعہ جو شہر کے اندر ایک بلند گھاٹے
پر ہے پانچ مہینے تک دھاوا ہونے پر بھی فتح نہ ہو سکا قلعہ کے بعض نازک محلات کو توپوں
کے فیر سے کچھ نقصان پہنچا فوج کے خرچ کو روپیہ اور سامان نہ رہا تو اکثر سواروں نے تنخواہ
نہ ملنے کے بہانے سے امیر خاں کی ماتحتی میں پالی۔ بیلاڑا اور اکثر سرداروں کی جاگیریں لوٹ
لیں۔ سوائی سنگھ و دھونکل سنگھ جو خود دوسروں کے محتاج تھے اس کا کچھ بندوبست نہ کر سکے
اتفاق سے جگت سنگھ اور اسکے دیوان سے نواب امیر خاں کی مخالفت ہو گئی۔ کیونکہ دولت راؤ

سیندھیا کی فوج جگت سنگھ کی بلائی ہوئی پہنچ گئی تھی اُن میں سے اباجی نے توڑ جوڑ کر امیرخاں سے نفاق کرادیا اور جے پور والوں نے امیرخاں کو فوج خرچ دینا بند کر دیا اس لئے مان سنگھ نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر نواب امیرخاں کو ملا لیا اور چار لاکھ پچاس ہزار روپیہ ماہوار حق امداد اور کچھ جاگیر وغیرہ اُس کے لئے مقرر کر کے اپنی عزت قائم رکھنے اور کچھواہوں کو نیچا دکھانے کی تدبیر کی۔ چنانچہ نواب نے اپنی تمام سپاہ کو جگت سنگھ کی رفاقت و امداد سے علیحدہ کر کے جودھپور سے کوچ کر دیا تاکہ جے پور والوں کے خلاف کارروائی شروع کرے مہاراجہ جے پور نے اپنی زبردست فوج امیرخاں پر بھیجی جو علاقہ جے پور سے اُسکو ہٹا کر خود جے پور کی سرحد پر آئندہ کے واقعات کے تدارک کے لئے ٹھہر گئی۔ امیرخاں نے تازہ فوج جمع کر کے جیپور کی فوج کا قلع و قمع کر دیا اور ساٹھ توپیں اور تمام سامان چھین لیا۔ اور راٹھوڑ سرداروں کی خواہش سے جو اُسکے ساتھ تھے جے پور کو جا گھیرا۔ جگت سنگھ کی بہن نے جو شہر میں موجود تھی باظہار کمال عجز اپنی اوڑھنی امیرخاں کے پاس بھیجی اور اُسکو بھائی بنا کر درخواست کی کہ شہر کو تو نہ لوٹے نذرانہ لے لے۔ لیکن عالی ہمت نواب نے نذرانہ بھی معاف کر کے شہر کو لوٹنے سے چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہیں کہ مہاراجہ جگت سنگھ کچھواہہ نے اپنی دارالریاستہ کی خرابی کا حال سنتے ہی بارہ لاکھ مرہٹوں کو مدد کے واسطے اور نو لاکھ روپیہ امیرخاں کو برباد نہ کرنے کی غرض سے دیکر جودھپور کا محاصرہ چھوڑا۔ غرضکہ امیرخاں کی کارروائیوں سے مہاراجہ مان سنگھ کی گدی قائم رہ گئی اور اُسکے بھاری دشمن سوائی سنگھ اور جیپور والوں کی تمام چالاکی ناکارہ گئی۔

جب راجہ جگت سنگھ میرتے سے دس کوس مشرقی طرف پہنچا تو مہاراجہ مانسنگھ کے چاردن خیرخواہ سرداروں نے کچھواہوں پر حملہ کر کے جودھپور سے لی ہوئی چالیس توپیں اور دوسرا سامان چھین لیا۔ پھر اُن سرداروں نے کرشن گڑھ کے راجہ سے جو ان جھگڑوں میں کسی کا طرفدار نہ تھا ۲ لاکھ روپیہ مانگ کر امیرخاں کے نذر کیا تاکہ وہ آخر تک مہاراجہ مان سنگھ کا شریک بنا رہے۔ خیرخواہ سردار۔ امیرخاں اور اندرراج سنگھوی کے ساتھ جودھپور پہنچکر اپنی موروثی جاگیروں پر بحال ہوئے۔ مہاراجہ مان سنگھ نے بڑی خاطر

تو اضع سے نواب کو پگڑی بدل بھائی بناکر خاص قلعہ پر رہنے کے لئے ایک محل دیدیا۔

سوائی سنگھ جاگیر پوکرن کا امیرخاں کی تدبیر سے مقتول ہونا

نواب امیرخاں سے مہاراجہ مان سنگھ نے کہا کہ ہر چند آپ کے بے نہایت احسانات مدۃ العمر فراموش نہ کروں گا لیکن سوائی سنگھ نے دھونکل سنگھ کو صد رنشیں اپنا کر کے جودھپور کی ریاست میں خلل ڈالنے کا ارادہ کیا ہے جب تک اُس کا تدارک نہ کیا جائیگا اطمینان کلی حاصل نہ ہوگا امیرخاں نے کہا کہ پروردگار مسبب الاسباب ہے جب اُس نے اتنی درستی کردی۔ وہ بہر نوع مطمئن کرسکتا ہے اس بات سے راجہ کے دل میں قرار آیا اور ساڑھے چار لاکھ روپے ماہواری فوج خاص امیرخاں کے اور چند پرگنے جن کی آمدنی چار لاکھ روپے سال تھی جاگیر مصارف امیرخاں کے فرزند وزیرالدولہ کے لئے اور اٹھارہ لاکھ روپے سالانہ نوکری کمپوے مختارالدولہ کے لئے اور ڈیڑھ لاکھ روپے سالانہ کی جاگیر اور سرداروں اور کارگذاروں کے لئے مقرر کر کے سند تحریر کردی اس وقت امیرخاں نے پانسو سواروں کے ساتھ جودھپور سے ایک منزل کوچ کر کے ناگور کی طرف ڈیرہ کیا باقی سپاہ کہ وصولی تنخواہ کے لئے جودھپور میں رہ گئی تھی۔ اکثر اُن میں سے دوسرے کوچ میں آملے اسی طرح باقی لشکر مقام کریال تک کہ ناگور سے ایک منزل ہے آملا اور سواران حیدرآبادی وغیرہ جو ہمراہی ہلکر سے جُدا ہو کر راجہ جگت سنگھ کے شامل ہوگئے تھے اس منزل میں آکر امیرخاں سے مل گئے چنانچہ جمعیت مبلغ ۲ ہزار سے زیادہ ہوگئی غرضکہ امیرخاں کمپوے لال سنگھ اور کمپوے مہتاب خاں کو جو زیر ایالت مختارالدولہ نواب محمد شاہ خاں تھے اور رلیعن فتح سشیولال بخشی جے پور کے ضلع میرتہ میں اقامت گزیں تھے واسطے تنبیہ وگوشمالی زمیندار ان سرکش علاقہ جودھپور کے کہ اپنے آقا سے بغاوت اختیار کر کے در پردہ سوائی سنگھ سے سازش رکھتے تھے نامزد کیا اور کرنیل موہن سنگھ کو مع پلٹن ڈیوڑھی خاص وغیرہ سپاہ متفرق کے باتفاق محمد غفور خاں کے واسطے تحصیل علاقہ گوڈواڑ متعلقہ جودھپور کے روانہ کیا اور مرزا حاجی بیگ کو بحکمت عملی واسطے دام گستری جاگیردار پوکرن کے کہ ناگور میں بھاروانہ کر کے محرک سلسلۂ اتحاد ہوا اور کہلا بھیجا کہ باوجود اس قدر ہمارے سلوک کے مان سنگھ

نے دھرنے کے تنگ وقت میں شرط دوستی ادا نہ کی اور امداد خرچ سے باز رہا اگر تمہاری
صلاح ہو تو میں بعوض اسکی اس بے پروائی کے دھونکل سنگھ کو مسندنشین جودھپور کر کے
مان سنگھ کے اخراج پر کمر ہمت باندھوں۔ اور بابو سیندھیا اور جان بتیس جرنیل کو جو سوائی سنگھ
کے شامل تھے ملاکر اور انکی تنخواہوں کی اپنے پاس سے سبیل کرکے سوائی سنگھ سے توڑکر اجمیر
کی طرف روانہ کردیا جب امیرخاں نے اس طرح میدان حریفوں سے خالی کرالیا تو با افواج
خاص و سواران سیندھیا کہ بامید وصولی تنخواہ کے لشکر امیرخاں میں رہ گئے تھے کوچ کرکے
موضع سونڈدہ میں ناگور سے پانچ کوس پر اترا اور تمام فوج کو جو جابجا ضلع جودھپور میں متعین
تھی بلاکر اپنے شامل کیا اور اس عرصے میں مرزا حاجی بیگ وکیل امیرخاں بھی سوائی سنگھ
کے پاس سے لوٹ کر امیرخاں کے پاس آیا اور عرض کیا کہ چالیس لاکھ روپے سوائی سنگھ نے
دینا منظور کئے ہیں امیرخاں نے دام تذویر بچھانے کے لئے دوبارہ وکیل مذکور کو بھیجکر کہلایا
کہ مجھ کو تمہارا قول و قرار منظور ہے لیکن تفصیل اقساط و تقرر میعاد معین کردینا کردینا چاہیئے
سوائی سنگھ نے جواب دیا کہ جس روز امیرخاں سے میری ملاقات ہوا اس سے عرصہ تیرہ یوم
میں تیرہ لاکھ روپیہ دونگا اور ستائیس لاکھ روپیہ اس وقت دونگا کہ مان سنگھ کو جودھپور سے
نکال کر دھونکل سنگھ کو اسکی جگہ مسندنشین کردیا جائے گا اور کہا کہ اگر نواب محمد شاہ خاں میری دلجمعی
کردیں تو امیرخاں سے ملنے کو چلوں۔ عرض امیرخاں نے یہ بات منظور کرکے مختارالدولہ محمد شاہ خاں
کو سوائی سنگھ کے پاس جانے کا حکم دیا۔ مختارالدولہ سوائی سنگھ سے ملکر امیرخاں کے پاس
لوٹ آیا اور عرض کیا کہ سوائی سنگھ اپنی تسلی اور جمع خاطر کو مجھ سے قسم چاہتا ہے اس میں آپ
کی کیا مرضی ہے امیرخاں نے فرمایا اس باب میں مجھ سے استفسار کی کیا حاجت تھی۔ جو
امر موجب نمک حلالی اور درستی لشکر اسلام کا ہو بلاتا۔ خیر عمل میں لانا بجا تھا۔ ہرچند بباعث
اسکی دغابازی کے کہ ترقیات نواب کا بدخواہ تھا اسکی بربادی منظور تھی۔ لیکن چونکہ مختارالدولہ
نے یہ امر بطور مسئلہ دریافت کیا تھا۔ اسکی تسلی کو ثقات لشکر نے کہا کہ واسطے خیرخواہی سردار
اسلام اور درستی لشکر مسلمین کے خون ایک کافر بدخواہ معتمد کا فریب و دغا سے
روا اور درست ہے۔

غرضکہ مختار الدولہ نے اُسکو مطمئن کرکے واسطے ملاقات نواب امیر خاں کے مقام حضرت سلطان التارکین پرگنہ ناہن ناگور و سونڈوہ ہے راضی کیا چنانچہ سوائی سنگھ و جمعی کرکے تقریباً دو ہزار سوار کے ساتھ وہاں آیا اور اس طرف سے مختار الدولہ نے جا کر امیر خاں کی جانب سے گفتگوئے اصلاح امر کی اور سوگند سے اپنی کلام کو مؤکد کیا لیکن باوجود اس امر کے سوائی سنگھ کو دغدغۂ خاطر تھا اور بالکل اطمینان نہ تھا اس لئے مختار الدولہ نے بہت اصرار کے ساتھ وہاں امیر خاں کو بلوایا نواب نے سوائی سنگھ سے کہا کہ اگر تم اپنے وفائے عہد اور ایصال زر قرار دادہ میں ہم سے سچے رہو گے اور خلاف اتحاد عمل میں نہ لاوگے تو جملہ عہد و پیماں میرا تم سے درست و بجا ہے ورنہ درصورت خلاف و اختلاف برعکس اُسکا ظہور میں آئیگا۔ سوائی سنگھ نے یہ بات سُنکر باظہار مصالحت اپنی جماعت سے متصل لشکر امیر خاں کے ڈیرہ کیا لیکن چونکہ دل اُسکا غبار فریب سے صاف نہ ہوا تھا۔ نواب کو مطمئن کرکے فریب دینا چاہا اُس وقت مان سنگھ کے وکیل نے کہ امیر خاں کے ہمراہ حاضر تھا احوال ملاقات امیر خاں سے سوائی سنگھ کے ساتھ اور ڈیرہ کرنا اُس کا قریب قیام گاہ نواب کے دیکھ کر اپنے مہاراجہ کو خفیہ تحریر بھیجی کہ یہاں امیر خاں نے سوائی سنگھ سے رابطۂ اتحاد محکم کر لیا ہے اور دھونکل سنگھ کی مسند نشینی کا ارادہ ریاست جودھپور پر کیا ہے آپکو مطلع کرتا ہوں مہاراجہ جودھپور نے کہ دانشمند اور امیر خاں کی جانب سے مطمئن تھا جواب میں وکیل کو لکھ بھیجا کہ نواب کی جو مرضی ہو عمل میں لاوے تم فقط اُسکے ہر حال سے ہمکو اطلاع دیتے رہو۔

چونکہ سوائی سنگھ کے دل میں فریب و دغا تھی باوجود قسم اور اقرار محبت کے اُس نے خفیہ چار آدمی مقرر کئے اور ہر ایک کو سو سو اشرفیاں دیکر ایک ایک گاؤں دینے کا وعدہ کرکے کہا کہ تم امیر خاں کے لشکر میں جا کر باُمید نوکری شامل ہو۔ اور موقع پاکر اُسکو قتل کر دو چاروں اس کام کا بیڑہ اُٹھا کر آئے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے آخوند زادہ محمد ایاز کے ایک ڈیرے میں جو نواب کے ڈیرے کے متصل واسطے اُن مسافروں کے کہ نوکری کی طلب میں آیا کرتے تھے کھڑا ہوا کرتا تھا ٹھہرے۔ اتفاقاً ایک رفیق صادق مان سنگھ کا کہ بظاہر سوائی سنگھ کے شامل ہو گیا تھا اس راز سے مطلع ہو کر مہاراجہ مان سنگھ

کو اطلاع پر داز ہوا۔ مہاراجہ نے اس تمام حال سے بہ تفصیل قوم و وطن اُن چاروں کے نواب
امیر خاں کو اطلاع دی اور لکھ بھیجا کہ اخوند زادے کے خیمے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ امیر خاں بہ پیش
قبض بغل میں لیکر دو تین خدمتگاروں اور ایک مشعلچی کے ساتھ اُس ڈیرے کی طرف آیا
اور سب کو باہر چھوڑ کر مُنہ رومال سے لپیٹ کر خیمے میں گھسا اور اُن چاروں کو آہستہ جگا کر اُن
میں بیٹھ گیا اور آہستہ اُن سے کہا کہ جس کام کو آئے ہو۔ اُسکی کیا تدبیر ہے اُنھوں نے ایک اجنبی
آدمی دیکھ کر کہا کہ ہم نوکری کو آئے ہیں اور کچھ یہاں ہمارا کام نہیں امیر خاں نے کہا کہ تم نوکری
کو نہیں آئے ہو۔ بلکہ بغرض واسطے قتل امیر خاں کے آئے ہو وہ بولے صاحب یہ کیا بات ہے
ہم کو کیا تم برباد کیا چاہتے ہو کہ اس بات کا الزام رکھ کر نوکری سے باز رکھو۔ امیر خاں نے کہا
کہ تمہارا اخفا بے جا ہے مجھے بھی سوائی سنگھ نے اسی کام کو بھیجا ہے اور تمہارا حال مجھ سے کہدیا
ہے کہ سو سو اشرفیاں نقد ہر ایک کو دیکر ایک ایک گاؤں جاگیری بعد بر آمد کار تمکو دینا کیا ہے
پھر تمہارا نام و نشان مجھکو بتا کر مجھکو بھی سو اشرفیاں دی ہیں چنانچہ یہ نام ہیں اور سوائی سنگھ
نے کہدیا ہے کہ تمہارے اتفاق سے اس کام کو پورا کروں لہذا مشورے کو تمھارے پاس
اس وقت میں آیا ہوں وہ یہ سُنکر چُپ چاپ رہے۔ امیر خاں نے مُضر است جان لیا کہ خاموشی
دلیل رضا ہے اُن سے آہستہ کہا کہ یہاں سے الگ چل کر اپنی تدبیر مجھ سے کہو اور میں بھی اپنی
قرارداد سے تمکو مطلع کروں وہ چاروں امیر خاں کے ساتھ خیمے سے نکلکر روانہ ہوئے خدمتگار
و مشعلچی بھی کہ باہر پوشیدہ کھڑے تھے امیر خاں کے اشارے پر پیچھے چلے اُن لوگوں نے اُن
کو دیکھ کر امیر خاں سے پوچھا یہ کون ہیں امیر خاں نے کہا میرے رفقا ہیں اس کام کے پورا
کرنے کو ساتھ لایا ہوں۔ غرض لشکر سے باہر ایک طرف بیٹھے امیر خاں نے کہا کہ تدبیر قتل تم
نے کیا سوچی ہے ہر ایک نے جدا جدا اپنا منصوبہ بیان کیا امیر خاں نے جب اُنکا بیان اُنکی
زبان سے سُن لیا تو مشعلچی کو کہا کہ مشعل روشن کرے پھر مُنہ سے رومال کھولکر خدمتگاروں
کو قریب بلا کر اُن چاروں سے کہا کہ اے اہل فریب تم جس سے دغا کرنے آئے ہو وہ میں ہوں
اب کہو مجھ سے کس طرح دغا کروگے امیر خاں کی اس تقریر سے وہ کانپنے لگے اور نادم و پشیمان
ہوکر اُن کے قدموں پر گر پڑے امیر خاں نے اُن میں سے ایک کو رخصت دی کہ جا کر سوائی سنگھ

سے یہ حال کہے اور ان کو اغوندرادے کے پاس قید کیا اور کہا کہ اس قدر غفلت کرنا اور میرے خون کے تشنہ دشمنوں کو اپنے پاس رکھنا تمہاری دانائی و مروت سے بعید ہے اس نے عذر لاعلمی پیش کیا۔

امیر خاں وہاں سے اپنے خیمے میں آیا اور سوچا کہ سوائی سنگھ باوجود قسم اور اقرار کے مکر و فساد خون ریزی میں ہے اسکا کام تمام کرنا اب لازم پڑا چنانچہ ایکدن چند سواران نامی ساتھ لے کر اسکے پاس گیا اور کہا کہ تم نے جو تیرہ لاکھ روپئے دینے کا اقرار تیرہ دن گذرنے پر کیا تھا اب دو چند اُسکے گذرے ایک حبہ وصول نہ ہوا لہذا معاہدہ اور مصالحہ ہم سے لوٹ گیا اب فقط اس واسطے آیا ہوں کہ تم کو مطلع کروں اور جہاں تم کہنا گورہا اور مقام پر تمکو پہنچا دوں۔ اُس نے کلمات تملق اور زمانہ سازی کے بہت سے کہے پھر امیر خاں لوٹ کر اپنی قیامگاہ میں آیا اور راب سوائی سنگھ کے ساتھ دغا کرنے کے لئے مختار الدولہ محمد شاہ خاں اور رائے ہمت رائے کو اسکے پاس بھیجا کہ صلاح کرنے اور رخصتانہ ملاقات کرنے کے بہانے سے لے آئیں غرض کہ انھوں نے جا کر ایسی تقریر چرب و شیریں اس سے کی کہ وہ امیر خاں سے ملنے کے لئے آنے پر آمادہ ہو گیا اس طرف لشکر میں امیر خاں نے یہ تجویز کی تھی کہ چند روز پیشتر سے سپاہ کی قواعد لیا کرتا تھا اور جب اُسکے آنے کا دن معین ہوا تو ایک بڑا خیمہ لشکر میں باہم ملاقات کے لئے نصب کرایا۔ اور دو طرف القاب چھپر کھٹ قناتوں کی آڑ میں کھڑی کیں اور لشکر کے شہدوں سے کہا کہ جب سوائی سنگھ مع رفقا اس میں آکر بیٹھے اور تم بالنسری کی آواز سنو تو خیمے کی طنابیں یک لخت کاٹ دینا تاکہ خیمہ اُن لوگوں پر گر پڑے اور گولہ اندازوں سے فرمایا کہ جب تم بالنسری سنو اور خیمہ گرتا دیکھو چھپروں کی توپوں کی متواتر فیر کرنا اور مردان فوج جنکو سوائی سنگھ کی سلامی کے لئے خیمہ ملاقات کے قریب کھڑا کیا تھا انکو حکم دیا کہ جب توپ سر ہو تو جو ہمراہی سوائی سنگھ کے دیکھو یا خیمے سے نکلے اسکو بلا تامل تہ تیغ کرو۔ کوئی اُن میں سے جان بر نہ ہو۔ غرض جب سوائی سنگھ مختار الدولہ محمد شاہ خاں اور رائے ہمت رائے کے ہمراہ لشکر میں آیا امیر خاں کے سرداروں نے اسکو مع اُسکے مصاحبوں کے خیمے میں لاکر بٹھایا اور باقی اسکے ساتھی خیمے کے سامنے کھڑے رہے۔ اُس نے جب آکر امیر خاں کو خیمے میں نہ پایا دریافت کیا مختار الدولہ نے کہا کہ نہا کر پوشاک پہنتے ہیں۔ اب

آئے۔ یہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا میں جلد انکو لاتا ہوں باہر نکلکر امیر خاں کے پاس آیا ہمت رائے
دیوان امیر خاں کے خیمہ میں تھا اُسکے جانے کے بعد وہ بھی خیمے سے باہر آیا کہ عطر و پان کی درستی
کراؤں۔ بمجرد آجانے دونوں سرداروں کے لئے نواز نے بالنسری بیجانی شہہ دیے
طنابیں کاٹ دیں خیمہ اُن پر گرا۔ خیمہ کے گرتے ہی چہرہ توپوں کا قناتوں کی آڑ سے اُن اجل رسیدوں
کی مزاج پرسی کا پہنچا باہر والوں کا کام نواب کی سپاہ نے تمام کیا امیر خاں کا دخل ناگور میں ہو گیا
وہاں کا تمام سامان تین سو توپوں کے ساتھ لوٹ لیا یہ سب چیزیں سانبھر مقام کو بھیجدی
گئیں جہاں پہلے سے امیر خاں کا قبضہ تھا۔ دھونکل سنگھ۔ راجہ بیکانیر اور سوائی سنگھ کے آدمی
جو ناگور میں تھے ڈر کر پوکرن کی طرف چلے گئے امیر خاں نے وہاں عمل و دخل کر لیا اور کچھ فوج
وہاں رکھکر خود جودھپور کو چلا گیا وہاں مہاراجہ مان سنگھ سے ملکر قلعہ اور شہر ناگور کو اُسکے
کارپردازوں کے سپرد کیا۔ مہاراجہ مان سنگھ نے نواب کا ممنون احسان ہو کر اُسکو قلعے میں
محلوں کے اندر اُتارا اور راس ۲۵ لاکھ روپے میں سے جو بعد فتح ناگور و قتل سوائی سنگھ و اخراج
دھونکل سنگھ کے امیر خاں کو دینا قرار پایا تھا۔ نصف نقد واسطے خرچ سپاہ کے دیا اور باقی
کے لئے تھوڑی سی مہلت چاہی۔

اس عرصے میں مان سنگھ کے ایک رفیق نے اُسے چٹھی اس مضمون کی لکھی کہ اب
جودھپور اور تمام علاقہ مارواڑ میں امیر خاں کا دخل ہو گیا ہے ظاہر اً تمہاری ریاست زوال
کے قریب ہے اور تمام اس ملک میں دور اسلام ہو جائیگا۔ اتفاقاً وہ تحریر نواب کے ہاتھ آگئی
اُسکے مضمون سے مطلع ہو کر سنگی اندرراج بخشی سے باوجود ناسازی طبع رخصت ہو کر شہر
سے باہر رائے کے باغ میں مقام کیا مان سنگھ یہ سنکر پریشان ہوا سمجھا کہ امیر خاں آزردہ خاطر
ہو گیا کہ بلا ملاقات شہر سے باہر اُٹھ گیا۔ اپنے ہمراہ بخشی اندرراج وغیرہ مصاحبوں کو لیکر امیر خاں
کے پاس آیا اور معذرت چاہی اور کہا اگر کوئی امر خلاف مرضی مجھ سے سرزد ہوا ہو۔ بلا تکلف
بیان فرماویں کہ جسمیں آپکی رضامندی ہو عمل میں لاؤں۔ ہر چند اوّل امیر خاں نے عذر
کیا کہ میں آزردہ خاطر تم سے کسی وجہ سے نہیں ہوں لیکن جبکہ راجہ نے از حد اصرار کیا۔ تو
امیر خاں نے وہ چٹھی ہندی کی پیش کی۔ راجہ نے اُسکو دیکھکر کہا کہ لعنایت الٰہی میرا اور آپکا

مقدمہ واحد ہے یہ ممکن نہیں کہ اہل غرض کی تقریر و تحریر سے دلوں میں کدورت آئے۔ لیکن امیر خاں نے نہ مانا اور کوچ پر آمادہ ہوگیا ناچار راجہ شہر میں چلا آیا۔

جب اندرونی فسادی سوائی سنگھ کی ہلاکت سے جس نے مارواڑ کو ایک تباہی میں ڈالدیا تھا دھونکل سنگھ کا طرفدار گروہ نیست و نابود ہوگیا تو امیر خاں نے مہاراجہ کے دوسرے بڑے دشمنوں یعنی جیپور اور بیکانیر والوں پر چڑھائی کر کے انکا علاقہ لوٹ مار سے برباد کر دیا آخر میں بیکانیر سے دو لاکھ روپیہ فوج خرچ اور پرگنہ پھلودی جو فسادمیں انکو مل گیا تھا لینے پر صلح ہوگئی۔

امیر خاں نے ہر طرح کامیابی کے بعد اپنے ایک رشتہ دار غفور خاں کو جس کی اولاد میں جاورے کے نواب ہیں ناگور کا قلعہ دار بنا کر میرتہ کی جاگیر دوسرے سپاہیوں کو بانٹ دی اور مقام سانبھر پر ایک زبردست تھانہ قائم کیا جس سے نمکین جھیلوں پر نگرانی رہی۔ ان مقامات سے انگریزی عہد ناموں کے بعد امیر خاں کا قبضہ اٹھ گیا۔

سنہ ۱۲۲۷ہجری میں مہاراجہ جودھپور نے بتاکید امیر خاں کو اجمیر سے بلایا۔ جب امیر خاں قریب جودھپور پہنچا تو راجہ نے استقبال کر کے شہر کے قریب باغ میں اتارا پھر بعد دو تین دن کے خلوت میں کہا کہ بخشی سنگھی اندر راج مجھ سے منحرف ہوا ہے اور زر کثیر خورد برد کیا ہے چاہتا ہوں کہ تم سے اسکو قید کراؤں اور اس سے جرمانہ قرار واقعی لیکر اسکی جگہ شیو چرن بھنڈاری کو کام دوں امیر خاں نے کہا مشہور ہے کہ بخشی کا کام بند کیا جائے وہ اگرچہ درحقیقت تمہارا مخالف ہے مگر بہر دانا ہے جو اس سے کام نکلیں گے اور سے محال ہیں مہاراجہ نے عندیہ نواب کا سمجھکر اسکو بحال رکھا۔

ایکبار بعض راٹھور سرداروں نے اندر راج بخشی اور مہاراجہ کے گرو دیوناتھ سے ناراض ہوکر ساٹھ لاکھ روپے کے عوض انکو مار ڈالنے کے لئے امیر خاں سے درخواست کی۔ جسکے حکم سے بخشی اور دیوناتھ کو اسکے سپاہیوں نے قلعہ پر جا کر مار ڈالا۔ گرو کے مارے جانے کے بعد امیر خاں نے جودھپور کا تعلق چھوڑا اور مہاراجہ نے رنج و دیوانگی کے سبب ریاستی کاروبار اپنے بیٹے چھتر سنگھ کو سونپ دئے لیکن اس کم عمر کو عیاشی میں پڑنے کے سبب دشمنوں نے

جلد زہر سے مار دیا۔ بیٹے کے بے موقع مر جانے سے مہاراجہ پر زیادہ دیوانگی چھائی اُس نے
ایک خدمت گار کے سوا جو کھانا پکا کر لاتا تھا سب کو بے اعتبار جان کر کسی کو پاس نہ آنے دیا
یہاں تک کہ ایک انگریزی اہلکار منشی برکت علی تنہا اُس کا حال پوچھنے کو گیا اور سرکاری عہد نامہ
ہونے کے بعد اُس نے تکلیف سے رہائی پائی۔

سمت ۱۸۷۳ مطابق ۱۸۱۷ء میں سرکار انگریزی نے ہندوستان کے اندر امن قائم
ہونے کے واسطے راجپوتانے کے اکثر رئیسوں کو غارتگروں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت
کی۔ جودھپور سے بھی اس موقع پر ایک وکیل دہلی گیا اور جو عہد نامہ کنور چھتر سنگھ کے مر جانے سے ملتوی
رہ گیا تھا دسمبر ۱۸۱۸ء میں طے پایا۔ اسکے دوسرے برس مسٹر ولڈر اور تیسرے سال کرنل ٹاڈ جودھپور
گئے جنھوں نے مہاراجہ کو تسلی اور نیک صلاحیں دیکر ملکی انتظام پر مائل کیا۔ سرکاری توجہ
کے خیال سے سرکش سردار مہاراجہ سے کسی قدر ڈرنے لگے لیکن اہلکاروں نے رعیت پر ظلم
کرکے اکثر جاگیریں بے سبب ضبط کرلیں۔ مہاراجہ نے اپنے مطلب کے واسطے ایکدم سنبھالا
لیا۔ دیوان اکھے راج وغیرہ کو قید کرکے بہت سا روپیہ وصول کرنے کے بعد ان سب ظالموں
کو بڑی بے رحمی سے مروا کر قلعہ کے نیچے پھنکوا دیا۔ پھر نئی فوج کے ذریعہ سے جاگیرداروں
پر سختی شروع کی جو تنگ ہو کر مارواڑ سے نکل گئے۔

سمت ۱۸۷۹ مطابق ۱۸۲۳ء میں جلاوطن سرداروں نے پولٹیکل افسر سے اپنی جاگیریں
بیجا ضبط ہونے کے سبب فریاد کی جس پر پولٹیکل ایجنٹ نے بڑی مشکل سے صلح کرائی۔
لیکن اسکا پورا اثر کئی برس کے بعد ہوا۔ سمت ۱۸۸۰ مطابق ۱۸۲۴ء میں علاقہ میرواڑہ کے اکیس ۲۱
گانوں جنمیں اور میر لوگوں کا فساد دور کرنیکو آٹھ برس کے واسطے انگریزی انتظام میں دئیے
گئے دوبارہ نو برس کی میعاد مقرر ہوئی پھر یہ گانوں ہمیشہ کے واسطے سرکاری ضلع اجمیر کے
متعلق رکھے گئے۔ اسی طرح زیادہ تکرار رہنے کے سبب ملانی کا علاقہ بھی پولٹیکل افسر مارواڑ
کی نگرانی میں لیا گیا جہاں سے سرکاری معرفت چار ہزار روپیہ سالانہ خراج لینے اور کل
انتظامی خرچ دینے کے سوا ریاست کو کچھ تعلق نہیں ہے۔

پوس بدی ۲ سمت ۱۸۹۲ مطابق دسمبر ۱۸۳۵ء میں ایک دوسرا عہد نامہ سرکار

انگریزی اور مہاراجہ جودھپور کے درمیان طے پایا جسکی رو سے پہلے عہدنامے کی آٹھویں دفعہ جسمیں ڈیڑھ ہزار سوار مدد کے طور پر سرکار کو دئے جانے کا ریاست نے ذمہ لیا تھا تبدیل ہوکر اُسکے عوض ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ سالانہ نقد فوج خرچ کے نام سے سرکار انگریزی کو دیا جانا قرار پایا۔ اسکے چند روز بعد ریاست نے مقام عمرکوٹ پر قبضہ دلانے کا دعوے پیش کیا۔ جو سمت ۱۸۶۳ مطابق ۱۸۰۶ء سے مارواڑ کے شامل ہوگیا تھا اور پھر جس کو سمت ۱۸۶۹ مطابق ۱۸۱۳ء میں تالپور سندھ کے امیروں نے دبا لیا تھا۔ سرکار انگریزی نے سندھ کے فتح ہونے کے بعد اس سرحدی مقام کو اپنے قبضے میں رکھنا مناسب سمجھکر عمرکوٹ کی دس ہزار سالانہ آمدنی کے عوض ریاستی خراج ایک لاکھ آٹھ ہزار سالانہ میں کمی کرکے سمت ۱۸۸۱ مطابق ۱۸۲۷ء سے اٹھانوے ہزار خراج قائم رکھا جسکی تعداد فوج خرچ کے ملانے سے دو لاکھ تیرہ ہزار ہوتی ہے۔

آخر وقت میں مہاراجہ کے مزاج پر ناتھ لوگ یعنی جوگی جنھوں نے جالور میں اُسکا ساتھ دیا تھا بڑے حاوی ہوگئے تھے اُنکی بیجا حرکتوں (شہری عورتیں پکڑ لینے اور ملکی کاروبار میں دخل دینے) سے عام رعیت اور جاگیرداروں کو نہایت شکایت تھی اس لئے سمت ۱۸۹۵ مطابق ۱۸۳۹ء میں کرنل سرجان سدرلینڈ ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ فوج کے ساتھ انتظام کی درستی کے واسطے جودھپور آکر ٹھہرا رہا۔ اس عرصے میں جاگیرداروں اور رعایا کو رضامند کرکے انگریزی فوج بندوبست کے لئے خاص جودھپور میں رکھنی پڑی جو امن ہو جانے پر پانچ مہینے کے بعد اٹھا لیگئی لیکن اس وقت سے ایک پولیٹکل افسر کا قیام ہمیشہ کے واسطے جودھپور میں قرار پاگیا۔ پولیٹکل افسر نے ایکبار کئی جوگیوں کو جنھوں نے ایک برہمن کی لڑکی پکڑلی تھی مارواڑ سے نکلوادیا۔ اس غم میں مہاراجہ مان سنگھ نے کھانا پینا کم کرنے اور ضعف بڑھ جانے سے سمت ۱۸۹۹ مطابق ۱۸۴۳ء ۵ دسمبر کو چالیس ۴۰ برس کے قریب راج کرکے بغیر اولاد انتقال کیا جس پر مہاراجہ بخت سنگھ کی نسل کا خاتمہ ہوگیا اور مہاراجہ اجیت سنگھ کی دوسری اولاد میں سے گود لینے کی ضرورت پڑی۔ اس موقع دھونکل سنگھ نے گدی کا دعوے کیا۔ لیکن سرکار سے نامنظور ہوا۔ اور ایڈر و احمدنگر کے رئیسوں میں سے جو خاندان مارواڑ کے قریبی رشتہ دار ہیں گود لینے کی اجازت ہوئی۔

۳۰۔ مہاراجہ تخت سنگھ

تخت سنگھ رئیس احمد نگر جو مہاراجہ اجیت سنگھ سے تیسری پشت میں ہے سمت ۱۸۹۹ مطابق شروع ۱۸۴۳ء میں رانیوں۔ سرداروں اور اہلکاروں کی مرضی سے جودھپور طلب کیا گیا اس نے اپنے کنور جسونت سنگھ کو احمد نگر کی ریاست پر رکھنا چاہا تھا لیکن جودھپور چلے آنے سے وہاں کا حق جاتا رہا تھا اس لئے سمت ۱۹۰۴ مطابق ۱۸۴۷ء میں احمد نگر کا علاقہ انگریزی حکم سے ایڈر کے شامل کیا گیا جس سے ساٹھ برس پہلے علیحدہ ہوا تھا۔

سمت ۱۹۱۳ مطابق ۱۸۵۷ء کے غدر میں کنٹنجینٹ فوج جودھپور لیجن نام نے فساد کرکے میجر میسن پولٹیکل ایجنٹ کو مار ڈالا اور اس کا سر ہوا کے قلعہ پر لٹکا دیا۔ لیکن مہاراجہ ہر طرح سرکاری خیرخواہ رہا جس کے صلے میں اسکو تمغائے ستارہ ہند درجہ اوّل ملا۔ دوبارہ پیچھا کئے جانے پر فسادی ٹھاکروں نے بیکانیر میں پناہ لیکر ملک کو لوٹ مار سے تباہ کیا۔ آخر کار دس برس کے بعد سرکار انگریزی کی مداخلت سے ٹھاکروں کو قدیمی جاگیریں ملکر جا بیٹھے پر امن کے ساتھ راج کا قبضہ ہوا۔ مہاراجہ نے ملکی انتظام کے واسطے کرنل ہلیر کو جو سرکاری نوکری سے علیحدہ ہو گیا تھا نوکر رکھا۔ لیکن چند روز بعد وہ یہاں بھی نہ رہ سکا۔ پھر حاجی محمد خاں جو راجپوتانہ رزیڈنسی کا زبردست میر منشی رہ چکا تھا ریاست میں دیوان کیا گیا اور سمت ۱۹۲۳ مطابق ۱۸۶۶ء میں اسکے لشکر کے مقام پر مارے جانے کے بعد مہاراجہ نے منشی مردان علی کو جس کا تخلص شعروں میں رعنا ہے انتظام سپرد کیا جس نے کئی برس تک اچھی کارروائی کی لیکن علاقے میں اسکے پردیسی ماتحتوں نے ظلم سے خرابی اور بدنامی پیدا کر دی۔

سمت ۱۹۲۵ مطابق ۱۸۶۹ء کے قحط میں بد انتظامی کے علاوہ مارواڑ کی رعایا پریشان ہوکر غیر علاقوں میں نکل گئی راستوں میں وہ اور انکے مویشی کثرت سے تباہ ہوئے مہاراجہ کے پاس تو اپنے ہی خرچ کو روپے کی فریاد رہنے سے کچھ نہ تھا وہ رعیت کی مطلق دستگیری نہ کر سکا۔ لیکن رانیوں اور بعض ٹھاکروں نے مدت تک محتاجوں کو کھانا دیا۔ کنور جسونت سنگھ کو گوڈواڑ کا پرگنہ ایک لاکھ مبلغ کے حساب سے دیا جا کر کمی و بیشی لینی دینی ٹھہری تھی اس میں قحط کے سبب اسی ہزار سالانہ کی کمی ہونے سے کنور صاحب نے جودھپور آکر روپے کا

مطالبہ کیا ریاست میں خود دس لاکھ روپیہ معمول سے کم وصول ہوا تھا اس لئے مردان علیخاں دیوان کبھی مجرا دینا نہیں چاہتا تھا لیکن فساد کی صورت قائم ہو جانے پر بڑی مشکل کے ساتھ روپیہ ادا کرنا پڑا باقی کنوروں کو سوائے زورآور سنگھ کے جو پچاس ہزار لیتا رہا بیس بیس ہزار روپیہ سالانہ اور کنیزک زادہ بیٹوں کو سوائے موتی سنگھ کے جس کو بڑا ہونے کے لحاظ سے بارہ ہزار دیا گیا چھ چھ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیریں ملیں اور اسکو سب نے منظور کر لیا۔

سمت ۱۹۲۶ مطابق سنہ ۱۸۷۰ء میں سرکار انگریزی اور راج جودھپور کے درمیان نمک کی بابت عہدنامہ ہو کر سانبھر کے آدھے حصہ کے واسطے سرکار نے سوا لاکھ روپیہ دینا قبول کیا۔ اور ساڑھے آٹھ لاکھ من سے زیادہ نمک فروخت ہونیکی صورت میں بیس ۲۰ روپیہ سیکڑہ اور دینا منظور فرمایا۔ تین مہینے کے بعد ناوہ اور گوڈہ کے نمک کی بابت دوسرا عہدنامہ لکھا گیا جس کے موافق ۳۶ ہزار روپیہ سالانہ معمولی اور نو لاکھ من سے زیادہ نمک بکنے پر چالیس روپیہ سیکڑہ سرکار انگریزی کی طرف سے جودھپور کو ملنا قرار پایا۔ سانبھر جسمیں آدھا حصہ جیپور کا تھا جلد سرکاری قبضہ ہو گیا۔ لیکن ناوہ اور گوڈہ پر مدت کے بعد اس انتظام کی نوبت پہنچی۔

سمت ۱۹۲۸ مطابق سنہ ۱۸۷۲ء میں مہاراجہ نے جسمانی ضعف کے سبب اپنے بڑے کنور جسونت سنگھ کو ملکی حکومت سپرد کر دی۔ لیکن دوسرے کنور زورآور سنگھ نے اس دعوے پر کہ جسونت سنگھ احمد نگر کی پیدائش ہے اور وہ خود مارواڑ میں پیدا ہونے کے سبب ولیعہدی کا حقدار ہے قلعہ اور شہر ناگور پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ میجر ای۔ سی۔ امپی پولٹیکل ایجنٹ نے فوراً موقع پر پہنچکر اپنی خوش تدبیری سے قلعہ خالی کرا کر فساد دور کیا۔ کنور جسونت سنگھ کا احمد نگر میں وارث رہنا بہت برس پہلے سرکاری حکم سے ملتوی رہ چکا تھا اور وہ ہر طرح ولیعہد مارواڑ مانا گیا تھا اس لئے زورآور سنگھ کی درخواستیں جودھپور اجمیر میں رہکر راج ملنے کے واسطے دو برس تک بھیجتا رہا۔ سرکار سے ہمیشہ نامنظور ہوئیں۔ آخر وہ سرکاری ہدایت سے اپنے بڑے بھائی کو بزرگ و مالک مان کر جودھپور گیا جہاں اُسکو پچیس ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر ملی۔

شروع سمت ۱۹۲۹ میں میجر والٹر پولٹیکل ایجنٹ کو جو دورے میں گیا ہوا تھا ڈاکٹر مینڈلی نے مہاراجہ کی سخت بیماری کا احوال لکھا اور وہ جلد واپس مہاراجہ کے دیکھنے کو گیا جس

مہاراجہ کو خوشی اور اطمینان ہوا لیکن دس روز بعد ۱۲ فروری ۱۸۷۳ء کی رات میں تیس برس کے قریب راج کر کے مہاراجہ تخت سنگھ نے وفات پائی۔ پولٹیکل ایجنٹ کی موجودگی سے کوئی رانی یا پرداہت وغیرہ ستی نہ ہوسکی۔ یہ مہاراجہ اگرچہ رات دن عیش و آرام میں مشغول رہنے کے سبب ملکی کاروبار کی بہت کم خبر رکھتا تھا اور علاقے میں ٹھاکروں کی سرکشی سے اکثر ابتری پھیل رہی تھی لیکن خاص اسکی طرف سے کسی پر ظلم نہ تھا اس لئے اسکے انتقال پر عام رعیت کو بڑا رنج گذرا۔ سرکار انگریزی نے بھی ہمیشہ اسکو خیرخواہ خیال کیا۔ جو سرکاری افسر سے اس سے ملا بہت خوش ہوا۔

مہاراجہ کو پولٹیکل افسر سے اپنے اہلکاروں کا ملنا ہرگز پسند نہ تھا اور جس شخص کی اجنبی کی طرف سے سفارش کی جاتی اسکو وہ ضرور غیر معتبر جانتا کیونکہ اسکا خیال تھا کہ خوشامدی چالاک اہلکار راج کے اندرونی حالات اور ٹھاکروں کے پیچیدہ معاملات ظاہر کر کے رضامندی حاصل کرتے ہیں جس کے سبب غیروں کو مداخلت کا موقع ملجاتا ہے ان باتوں سے اسکی دانشمندی ثابت ہوتی ہے۔ اس مہاراجہ کے ستائیس رانیاں۔ سترہ پرداہت اور سترہ کنیزک کل ساٹھ عورتیں تھیں۔ جن سے دس کنور کنیزک زاد لڑکے پانچ بیٹیاں اور نو کنیزک زاد لڑکیاں کل چونتیس اولاد پیدا ہوئی ان سب میں بڑا کنور جسونت سنگھ راج کا مالک ہوا۔

۳۱۔ مہاراجہ جسونت سنگھ دوم

سمت ۱۹۲۹ مطابق ۱۸۷۳ء یکم مارچ کو میجر چارلس والٹر پولٹیکل ایجنٹ کے سامنے حسب دستور ٹھاکر بگڑی کے راج تلک کرنے پر مسند نشین ہوا۔ دوسرے برس مہاراجہ نے خاص جودھپور میں دیوانی۔ فوجداری اور اپیل وغیرہ کی عدالتیں مقرر کر کے انکے ماتحت پرگنوں میں حاکم اور تھانہ دار متعین کئے اور سب عدالتوں کی اپیل وغیرہ کے لئے چند سردار اور عزت دار اہلکاروں کی ایک کونسل محکمہ خاص یا مصاحب نام قرار دی گئی اس کا نگران اور افسر اعلیٰ بھیا فیض اللہ خاں کو کیا۔ جو تمام کاروبار میں مہاراجہ کا قائم مقام اور مختار عام سمجھا گیا۔

مہاراجہ نے ڈکیتی اور جرائم کا سختی سے سدباب کیا اور ریلوے اور انہار کی تعمیر میں بڑا حصہ لیا اور جنگل کی اصلاح کی۔ اور باقاعدہ بندوبست محاصل اراضی جاری کیا اس نے دو رجمنٹیں امپیریل سروس سواروں کی قائم کیں اگست ۱۸۷۵ء میں جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا

اور انکی سلامی ۱۷۔ توپوں سے ترقی پاکر ۲۱ ضرب توپ تک پہنچ گئی۔
اگلے مہاراجہ نے میو کالج کے چندے میں ایک لاکھ روپیہ دیا تھا اس مہاراجہ نے مارواڑ کی بورڈنگ ہوس (قیام گاہ طلبا) کے لئے چھتیس ہزار روپیہ عنایت کرکے اجازت دی کہ تمام کالج بننے کو مکرانے کا جس قدر پتھر درکار ہو بغیر کسی قیمت و محصول کے اسکے علاقے سے لیا جاوے
اسی طرح کانپور میں غدر کے بعض بہادر مقتولوں کی یادگار کے طور پر ایک گرجا تیار ہونے کے لئے پولیٹیکل اجنٹ کی معرفت سفید پتھر مانگا گیا جس کو مہاراجہ نے منظور کرکے بغیر قیمت کرایہ اپنے خرچ سے کانپور تک پتھر پہنچا یا دیا اور سمت ۱۹۳۱ مطابق ۱۸۷۵ء میں مہاراجہ اپنے والد کی خاک گنگا میں پہنچانے کو بنگالہ وغیرہ کی طرف گیا۔ مذہبی رسموں سے فارغ ہو کر کلکتے میں جناب وسیرائے سے ملاقات اور اکثر مقامات کی سیر کرتا ہوا جیپور اور اجمیر کے رستے سے جودھپور داخل ہو گیا۔ اسی سال میں فوج کی تنخواہ چڑھ جانے اور بہت سی ضرورتوں کے سبب مہاراجہ نے علاوہ اُن بیس لاکھ روپے کے جو مختلف ساہوکاروں سے لیکر خرچ کر دیا تھا چوبیس لاکھ روپیہ انگریزی سرکار سے قرض لیا جس کے ادا ہونے کے لئے کئی برس کے بعد قسطیں مقرر کی گئیں۔
اس سال کے آخر میں لارڈ نارتھ بروک وسیرائے راجپوتانے کا دورہ کرتے ہوئے مہاراجہ کی درخواست پر جودھپور آئے وسیرائے کا مارواڑ میں آنیکا یہ اول ہی موقع تھا اس لئے راج کی طرف سے کئی لاکھ روپیہ خرچ ہو کر روشنی و دعوت بڑی دھوم دھام سے کیگئی۔ اس سے تھوڑے دنوں کے بعد مہاراجہ نے شاہزادہ صاحب ویلز سے ملاقات کی جنھوں نے اسکو اول درجے کا تمغائے ستارہ ہند عنایت کیا۔ سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۶ء میں زیادہ قرضداری کے سبب فوج خرچ وغیرہ میں تخفیف ہو کر بھیا فیض اللہ خاں جو روپیہ زیادہ خرچ کرتا تھا۔ صاحب اعلیٰ کے منصب سے علیحدہ کیا گیا مدت کے بعد اسکے عوض مہاراجہ کا مسیر بھائی مہاراج پرتاپ سنگھ مقرر ہوا جس نے باوجود احتیاط سے کام کرنے کے مسلمانوں سے نفرت رکھی۔ مہاراجہ کا چھوٹا بھائی مہاراج ظالم سنگھ مددگار صاحب اعلیٰ قرار دیا گیا۔
سمت ۱۹۴۳ مطابق ۱۸۸۶ء میں مہاراجہ نے راجپوتانہ لائن سے جو اجمیر سے احمد آباد کو جاتی ہے ساٹھ میل کی ایک ریلوے شاخ اپنے خرچ سے جودھپور تک تیار کرائی جس کو بڑھا کر ناگور

بیکانیر کے راستے سے پنجاب تک ملا دیا ہے اسی سال انگریزی سرکار سے مہاراج پرتاب سنگھ
کو تمغائے ستارۂ ہند درجۂ دوم ملا دوسرے برس ۱۸۸۷ء مئی مہینے میں مہاراج سر پرتاب سنگھ
حضور قیصرۂ ہند کے جشن جوبلی یعنی پچاسویں سال جلوس کی خوشی میں شریک ہونے کو ولایت
گیا جہاں اسکو شاہزادے صاحب ویلز کی فوجی مصاحبت اور لفٹننٹ کرنل کا درجہ
عطا ہوا۔

مہاراجہ کا انتقال ۱۸۹۵ء میں ہوا۔ اور اس کا اکلوتا خرد سال بیٹا سردار سنگھ
مسند نشین ہوا۔

۳۲۔ مہاراجہ سردار سنگھ

مہاراجہ سردار سنگھ سنہ ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوا۔ اسکی صغر سنی کے زمانے میں اسکے چچا مہاراجہ
سر پرتاب سنگھ نے باامداد کونسل انتظام کیا۔ مہاراجہ کو سنہ ۱۸۹۸ء میں پورے اختیارات ملے
جودھپور کے امپیریل سروس سواروں نے سنہ ۱۸۹۷ء میں سرحد پر اور سنہ ۱۹۰۰ء میں چین میں خدمات
جنگ انجام دیں۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں سکۂ ریاست بند کر کے انگریزی سکہ جاری کیا مہاراجہ سنہ ۱۹۰۱ء
میں انگلستان گیا اور اسکی ایک شادی مہارانا فتح سنگھ جی والی ادیپور کی بیٹی سے ہوئی سنہ ۱۹۱۰ء
کے سال اوپر مہاراجہ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی بنایا گیا۔

۲۱۔ مارچ سنہ ۱۹۱۱ء کو مہاراجہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا سمیر سنگھ اسکا جانشین ہوا

۳۳۔ مہاراجہ سمیر سنگھ

کم سن مہاراجہ جودھپور کی نابالغیت کے زمانے میں اسکی ریاست کے کاروبار چلانے
کا جو معاملہ گورنمنٹ ہند کے زیر غور تھا اسکے متعلق یہ فیصلہ صادر کیا گیا کہ میجر جنرل مہاراجہ پرتاپ سنگھ
جو اسکا دادا ہوتا ہے اور راج ایڈر کا مسند نشین تھا۔ اپنی ریاست ایڈر کا انتظام اپنے فرزند
متبنے کے سپرد کر کے خود ریاست جودھپور میں کونسل آف ریجنسی کے فرائض انجام دے مہاراجہ
سردار سنگھ کے زمانۂ نابالغیت میں بھی پرتاپ سنگھ ریجنٹ رہ چکا تھا اور کونسل کا وائس
پریسیڈنٹ مہاراج ظالم سنگھ مقرر ہوا۔ خرد سال مہاراجہ کپتان اسٹرونگ کی اتالیقی میں
اپنے چھوٹے بھائی کے انگلستان میں تعلیم پاتا رہا۔ اواخر سنہ ۱۹۱۲ء میں وہ جودھپور واپس آیا

لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند نے جودھپور تشریف لیجا کر ۴ مارچ ۱۹۱۶ء کو وہاں دربار منعقد کر کے نوجوان مہاراجہ کو اختیارات ریاست عطا کئے اور مہاراجہ پرتاپ سنگھ ریجنٹ جو میدان جنگ میں برٹش افواج کے پہلو بہ پہلو جرمن کی فوج سے معرکہ آرا تھا اپنے عہدے سے مستعفی ہو گیا اور ۱۹۱۸ء میں مہاراجہ سمیر سنگھ گذر گیا۔

۳۴ - مہاراجہ امید سنگھ

۴۲ - اکتوبر ۱۹۱۸ء کو متوفی نوجوان مہاراجہ سمیر سنگھ کا سوگ اٹھایا گیا۔ اور دسہرہ منانے کے بعد شام کو آنجہانی مہاراجہ کے منجھلے بھائی مہاراجہ امید سنگھ مسند نشین ہوئے جنکی عمر اسوقت ۱۵ سال کی تھی اور انکے والد کے چچا مہاراجہ پرتاپ سنگھ یورپ سے واپس آکر والی ریاست کی کم سنی کے باعث ریجنٹ کے فرائض انجام دینے لگے۔ ۴ ستمبر ۱۹۲۲ء کو مہاراجہ پرتاپ سنگھ نے انتقال کیا۔

۱۹۲۳ء میں ملک معظم نے مہاراجہ کو فوج کا آنریری کپتان بنایا جانا منظور فرمایا

۱۷ جون ۱۹۲۳ء کو مہاراجہ کے مشکوے میں ولیعہد پیدا ہوا۔

جودھپور کے تمام جاگیرداروں کے قبضے میں تخمیناً پچاس لاکھ روپے سالانہ آمدنی کی زمین ہے۔ سندھی صاحبزادہ عباس علیخاں کی عزت تمام سرداروں سے خاص طور پر زیادہ ہے۔

اوّل اور دوسرے درجے کے سرداروں کا نقشہ یہاں درج کیا جاتا ہے یہ دونوں درجے کے سردار پانچسو روپیہ سالانہ آمدنی پر ایک سوار کے حساب سے نوکری اور حاضری دیتے ہیں۔

نمبر	نام ٹھکانا	قوم	تعداد سوار	سالانہ آمدنی	کیفیت
۱	پوکرن	چانپاوت راٹھوڑ	۱۰۰	۱۰۰۰۰۰	یہ ٹھکانا بہت زبردست ہے

۲	آسوپ	کونپاوت	۵	۴۰۰۰۰	راٹھوڑ
۳	کھیروہ	جودھا	۱۰	۳۰۰۰۰	ایضاً
۴	راس	اوداوت	۱۷	۴۰۰۰۰	ایضاً
۵	نیناج	"	۱۰	۴۰۰۰۰	ایضاً
۶	اہوہ	چانپاوت	۱۶	۱۶۰۰۰	یہ جاگیر پہلے زیادہ تھی
۷	ریان	میرتیہ	۸	۳۶۱۰۰	راٹھوڑ
۸	بھاوراجون	جودھا	۲۷	۳۲۰۰۰	راٹھوڑ
۹	رائےپور	اوداوت	۳۸	۵۰۰۰۰	ایضاً
۱۰	کچامن	میرتیہ	۱۶	۴۸۰۰۰	ایضاً
۱۱	گھانےراؤ	میرتیہ	۴۲	۴۵۰۰۰	یہ تقریباً سوا سو برس پہلے میواڑ کا ماتحت تھا
۱۲	آہور	چانپاوت	۱۰	۲۳۰۰۰	راٹھوڑ
۱۳	داسپہ	ایضاً	۱۳	۲۶۰۰۰	ایضاً

١٤	ژوبیٹ	ایضا	١١	١٦٠٠٠	ایضا
١٥	کنٹالیہ	کونپاوت	١٢	١٤٠٠٠	ایضا
١٦	لامبیا	اودادت	٧	١٩٠٠٠	ایضا
١٧	گولیر	میرتیہ	٥	٢٣٥٠٠	ایضا
١٨	بھکری	ایضا	٥	١٩٥٠٠	ایضا
١٩	بوڑھسو	ایضا	٢٤	٣٨٠٠٠	ایضا
٢٠	سینڈھا	ایضا	٢٩	٣٧٠٠٠	ایضا
٢١	بلونڈا	ایضا	٦	٢٠٥٠٠	ایضا
٢٢	کھیمسر	کرمسوت	٣٢	١٢٠٠٠	ایضا
٢٣	راکھی	چیہران	٢٢	٢٢٠٠٠	غیر قوم جاگیردار
٢٤	کلانہ	کرپوت	٣	١٢٠٠٠	راٹھوڑ
٢٥	منانہ	میرتیہ	٧	١٦٠٠٠	راٹھوڑ

۲۶	پالاسنی	اودواوت	۲	۱۴۰۰	ایضاً
۲۷	کھینواڑا	چاپاوت	۱۷	۱۶۵۰	ایضاً
۲۸	باکرہ	ایضاً	۷	۱۷۵۰	ایضاً
۲۹	چینڈاول	کونپاوت	۸	۲۲۰۰	ایضاً
۳۰	اگیوہ	اودواوت	۳	۲۱۰۰	ایضاً
۳۱	آسیاواس	میرتیہ	۴	۱۴۰۰	ایضاً
۳۲	چانوڈ	ایضاً	۲۴	۳۴۰۰	ایضاً
۳۳	جاولا	ایضاً	۸	۳۸۰۰	ایضاً
۳۴	سرڈو	ایضاً	۱۲	۳۳۰۰	ایضاً
۳۵	شیوطرسی	ایضاً	۱۵	۲۸۰۰	ایضاً
۳۶	لاڈنو	جودھا	۷	۲۰۰۰	ایضاً
۳۷	کلیان پور	چہوان	۶	۱۰۰۰	غیر قوم

۳۹	کھیجرلہ	بھاٹی	۸	۱۵۰۰۰	چند بستی غیر قوم
۴۰	جھیلا منڈ	رانادت	۴	۱۵۰۰۰	غیر قوم
۴۱	ڈوڈیانہ	ہیر سنگھ	۹	۳۳۰۰۰	راٹھوڑ

فصل

تاریخ بیکانیر جغرافیہ

راج بیکانیر جو راجپوتانے کے شمال میں پھیلا ہوا ہے وہ زمین کے حساب سے جودھپور کے سوا دوسری تمام ریاستوں سے وسعت میں زیادہ ہے لیکن باوجود اسکے ریگستانی ملک ہونیکی وجہ سے آمدنی خالصہ آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ سے کچھ زیادہ تھی جس کو آبپاشی کے ذریعہ بہم پہنچاکر چوراسی لاکھ روپیہ تک موجودہ والی ملک کی بیداری نے پہنچا دیا۔ اس کے شمال میں ہریانہ علاقہ ہانسی حصار۔ مغرب میں بہاولپور اور جیسلمیر کا علاقہ ہے جنوب میں جودھپور کا راج اور مشرق میں شیخاواٹی ملک جیپور ہے۔ طول مشرق سے مغرب کو دو سو میل۔ عرض شمال سے جنوب کو ایک سو ساٹھ میل۔ رقبہ سترہ ہزار چھ سو چھہتر میل مربع اور بقولے ۲۳۳۱۱ میل مربع آبادی قریباً چھ لاکھ آدمی ریاست بیکانیر خطوط عرض بلد شمالی ۲۷ درجہ ۳۰ دقیقہ اور ۲۹ درجہ ۵۵ دقیقہ اور طول بلد مشرقی ۷۲ درجہ ۳۰ دقیقہ اور ۷۵ درجہ ۴۰ دقیقہ کے مابین واقع ہے۔

اس ریگستانی ملک میں تین حصہ جاٹوں کے سوا صرف ایک چوتھائی میں راٹھوڑ سارسوت برہمن اور جوئیہ۔ داہیہ۔ سنگو بیا راجپوت جو مسلمان ہو گئے ہیں چارن۔ بھاٹ مالی اور نائی قوم کے لوگ آباد ہیں اور کسی قدر ہنار گر جاوڑہ اور تھوری وغیرہ بھی بستے ہیں یہ سب گوشت کھاتے ہیں اور راجپوتانے وغیرہ کے دوسرے لوگوں کی طرح پرہیز کم رکھتے ہیں

سارسوت برہمن بھی مثل اور ملک کے برہمنوں کے پرہیز نہیں رکھتے گوشت کھاتے اور تمباکو پیتے ہیں۔ کھانا کھانے کے وقت اس بات کی پروا نہیں کی جاتی کہ وہ کس کے ہاتھ کا پکایا ہوا ہے یہاں پر جانوروں میں اونٹ بہت عمدہ اور قیمتی ہوتا ہے جسکو کار آمد ہونے کی سبب ریتہ کی ناؤ کہنا چاہئیے جنگل میں رہنے والے آدمی بھیڑ بکریاں بہت پالتے ہیں جنکی اون سے کمبل اور دوسرے باریک کپڑے پسند کے لائق بنے جاتے ہیں ان سب جانوروں کو دو دو چار چار روز کے بعد پینے کے واسطے پانی نصیب ہوتا ہے اور وہ عادت کے موافق اُسپر صبر رکھتے ہیں۔

درمیانی ملک کے سوا جسمیں کہیں کہیں گیہوں چنا اور جو بویا جاتا ہے عام پیداوار کی چیزیں باجرہ۔ موٹھ۔ اور تل سمجھے جاتے ہیں۔ شمال و مغربی علاقے میں اسقدر کثرت کے ساتھ ریتہ کا میدان پھیلا ہوا ہے کہ جسمیں کہیں کہیں کیر اور بیر وغیرہ کی جھاڑی کے سوا جو اکثر جانوروں کی کھانے میں آتی ہے بالکل کوئی چیز گھانس تک پیدا نہیں ہوتی۔ ہرطرف ریت کے ٹیلے پہاڑیوں کی طرح نظر آتے ہیں جن کے گرمی میں تیز ہوا کے سبب اُڑنے اور جگہ بدلنے سے اکثر خوف رہتا ہے علی العموم کل ملک میں پانی نایاب ہے اکثر سطح زمین سے دو سو چار سو فٹ عمق پر ہوتا ہے جہاں قریب ہے زیادہ تر شور ہوتا ہے پانی جمع کرنے واسطے پختہ حوض جن کو ٹانکہ کہتے ہیں بنا لیتے ہیں۔ اُن میں برسات کا پانی فراہم کیا جاتا ہے جب وہ [illegible] خشک ہو جاتا ہے تو پھر اُنھیں عمیق کنوؤں کے پانی سے کام چلتا ہے بیکانیر میں ایک کنواں تین سو چار سو فٹ عمیق کھودا تھا اسمیں ایسے زور سے پانی نکلا کہ ساٹھ فٹ کے عمق تک بھر گیا اور دس فٹ سے زیادہ پانی کم نہ ہوا اور یہ بھی دریافت ہوا کہ نو دس میل کے فاصلے پر کنوؤں میں جو چیز گر گئی تھی اُس کنوئیں میں سے نکلی۔ اس تمام خرابی پر بعض قدرتی چیزیں ککڑی اور تربوز جسے یہاں متیرہ کہتے ہیں بڑی غنیمت سمجھی جاتی ہیں۔ تربوز کی قاشیں کاٹ کر سکھا لیتے ہیں جو پیداوار کی کمی اور قحط کے موقع پر جس کا ہمیشہ اندیشہ بنا رہتا ہے کام میں لائی جاتی ہیں یہاں کے جنگل کا تربوز ہندوستان کے تربوز سے بہت بڑا ہوتا ہے اسی سبب سے اسکی مقدار کی نسبت مبالغہ بھی بہت کرتے ہیں مگر اسمیں شک نہیں کہ بعض تربوز تین یا چار

وٹ محیط کا ہوتا ہے اور جس شاخ میں لگتے ہیں وہ مثل عام تربوز کے باریک ہوتی ہے بعض جگہ نبات اور سجی بھی بہت تیار کیجاتی ہے جو بکنے کے واسطے دوسرے ملکوں تک پہنچتی ہے اس ملک میں چند کنویں ایسے ہیں کہ اُن کے پانی سے روا خوب جمتا ہے۔ ریلکینٹ اور ریمانک حتیٰ ۲۳ گرہ اودھ سے شکر لاکے مصری بناتے ہیں مگر روا جمتا ہے یہاں کی مصری کل ہندوستان میں جاتی ہے سفیدی اور صفائی میں اس سے بہتر اور کہیں کی نہیں ہوتی اس ریگستانی ملک میں وقت پر باران رحمت کے نزول سے کچھ موٹا غلہ پیدا ہو جاتا ہے اگر بدقسمتی سے بارش نہ ہو تو بس قیامت ہی آجاتی ہے ریاست نے گورمنٹ کی مربیانہ توجہ سے احداث انہار کرکے ریاست کا معقول رقبہ سرسبز و شاداب کرکے بیکانیریوں کو بیرونجات میں جاکر گداگری و محنت و مزدوری سے دن کاٹنے کی دقت اور مصیبت سے بچالیا۔

شہر بیکانیر جسمیں پچاس ہزار کے قریب آدمی بستے ہیں کنکریلی اور غیر موزوں زمین پر آباد ہے اسکے گرد شہر پناہ اور برج وغیرہ بنے ہوئے ہیں یہ شہر عرض بلد شمالی ۲۸ درجہ طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ ۲۲ دقیقہ پر واقع ہے۔

تاریخی احوال

بیکانیر والے جنکی ریاست اس وقت سے کچھ اوپر چار سو برس پہلے قائم ہوئی ہے جودھپور کے راٹھوڑ خاندان کی شاخ میں ہیں جبکہ مارواڑ کے راؤ جودھا نے سمت ۱۵۱۵ میں پرانی راجدھانی منڈور کے عوض شہر جودھپور آباد کیا تو اسکا ایک بیٹا بیکا نام اپنے چچا کاندھل کی مدد سے تین سو راٹھوڑ لیکر شمالی ویران علاقے میں فتحمندی کے ساتھ بڑھتا چلا گیا جس نے جانگلو مقام کے سانکھلہ راجپوتوں کو برباد و رپوگل کے بھاٹیوں کو زیر کرکے وہاں کے رئیس کی لڑکی سے شادی کی اور کورم دیسیر مقام پر مضبوطی سے جما کرنے کے بعد تمام جاٹوں کو جو مدت سے علاقے میں پھیلے ہوئے تھے اور آپس کے جھگڑوں سے ضعیف ہو رہے تھے اپنا تابع بنالیا۔ جاٹوں کے اطاعت قبول کرلینے پر جنکے سردار شیخ سرا در رانیہ مقام میں رہتے تھے بیکا نے بھی انکے ساتھ رعایت کا برتاؤ قائم رکھا اس اتفاق سے جاٹوں نے بیکا کو ہر موقع پر مدد دی۔ شمالی طرف جوئیہ راجپوتوں کو زیر کرکے مغربی سمت بھاٹی لوگوں سے بھاگور مقام چھین لینے کے بعد اس علاقے میں جیساکھ

بیدی ۱۵ سمت ۱۵۴۵ مطابق ۱۴۸۹ء کو منڈور چھوٹنے سے تیس برس کے بعد بیکا نے اپنے نام پر شہر بیکانیر کی بنیاد ڈالی۔ یہ شہر عرض بلد شمالی ۲۸ درجہ اور طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ ۲۲ دقیقہ پر واقع ہے جب بیکا نے علاقے پر جم گیا تو اسکے چچا کاندھل نے زیادہ شمالی طرف قدم بڑھا کر جاٹوں کی اور جاگیریں ضبط کیں جہاں اسکی اولاد جو کاندھلوت کہلاتی ہے اور جھنڈ ہی کے گھمنڈ سے بہت کم رئیس کی اطاعت کرتی ہے آباد ہے آخر کاندھل مقام حصار کے بادشاہی صوبہ دار کے مقابلے پر مارا گیا جس سے اسکی ترقی کا سلسلہ رک گیا اور کاندھل کا نامور بھتیجا بیکا بھی اپنی علیحدگی کے بسانے سے چھ برس کے بعد چھپن برس کی عمر پا کر گذر گیا۔

۱ - راؤ بیکا

(سال پیدائش) سمت ۱۴۹۵ مطابق ۱۴۳۹ء

(سال مسند نشینی) سمت ۱۵۴۵ مطابق ۱۴۸۹ء

(سال وفات) سمت ۱۵۵۱ مطابق ۱۴۹۵ء

یہ پہلا نامور شخص ہے جس نے اپنی ہمت سے علیحدہ ریاست پیدا کر کے اپنے نام پر شہر بیکانیر بسایا مرنے کے بعد اس نے تیرہ ۱۳ بیٹے چھوڑے تھے جنمیں سے بڑا نارا جی مسند نشین ہوا۔ دو بیٹے بیکا کے بھاٹی رئیس پوگل کی دختر سے تھے ان میں سے ایک کا نام گرسی تھا جسکی اولاد اس کثرت سے ہوئی کہ وہ گرسوت بیکا کر کے مشہور ہیں۔

۲ - راؤ نارا جی

(سال پیدائش) سمت ۱۵۲۶ مطابق ۱۴۷۰ء

(سال مسند نشینی) سمت ۱۵۵۱ مطابق ۱۴۹۵ء

(سال وفات) ایضاً

یہ چند روز راج کر کے لاولد مر گیا جس سے اسکا دوسرا بھائی لون کرن ریاست کا مالک بنا۔ یہ لڑکا دختر بھاٹی رئیس پوگل کے بطن سے تھا۔

۳ - راؤ لون کرن

(سال پیدائش) سمت ۱۵۲۷ مطابق ۱۴۷۱ء۔

(سال مسند نشینی) سمت ۱۵۵۱ مطابق ۱۴۹۵ء
(سال وفات) سمت ۱۵۸۳ مطابق ۱۵۲۶ء

اس نے مغربی سرحد پر کچھ علاقہ بھاٹیوں کا دبایا اسکے بڑے کنور رتن سنگھ نے ولیعہدی کا دعوے چھوڑ کر مہاجن مقام کی جاگیر جس کے متعلق (۱۴۰) گانوں تھے یعنی پتول کی جس سے نون کرن کے مرنے کے بعد اس کا دوسرا بیٹا جیت سی راج کی گدی پر بیٹھا۔

۴ - راؤ جیت سی

(سال پیدائش) سمت ۱۵۴۶ مطابق ۱۴۹۰ء
(سال مسند نشینی) سمت ۱۵۸۳ مطابق ۱۵۲۶ء
(سال وفات) سمت ۱۵۹۸ مطابق ۱۵۴۲ء

جیت سی نے سرکش سرداروں کو دبا کر بیدا راٹھوڑ کی اولاد پر جو مدت سے بہاں آکر آزادی کے ساتھ رہتی تھی خراج اور کئی قسم کا محصول قائم کیا۔ اس کے وقت میں جودھپور کے ناتھی راؤ مالدیو نے بیکانیر چھین لیا تھا جو کرنل ٹاڈ کے قول کے موافق اسکے بیٹے کلیان مل کو اکبر بادشاہ کی مدد سے واپس ملا۔

۵ - راؤ کلیان مل

(سال پیدائش) سمت ۱۵۷۵ مطابق ۱۵۱۹ء
(سال مسند نشینی) سمت ۱۶۰۱ مطابق ۱۵۴۵ء
(سال وفات) سمت ۱۶۲۸ مطابق ۱۵۷۲ء

کلیان مل اپنے باپ کے بعد دو برس تک بیکانیر سے علیحدہ علاقے میں گذر کرتا رہا سمت ۱۶۰۰ مطابق ۱۵۴۴ء میں جب شیر شاہ بادشاہ نے مارداڑ پر چڑھائی کی اور مالدیو کو اسکے مقابلے کی فکر پڑی تو راؤ کلیان مل نے اپنے باپ دادا کی راجدھانی بیکانیر پر قبضہ کرلیا کرنل ٹاڈ نے لکھا ہے کہ اسکو کچھ عرصے کے بعد بیکانیر اکبر بادشاہ کی مدد سے ملا ہماری خیال سے پہلا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ سمت ۱۶۲۷ مطابق ۱۵۷۱ء میں جبکہ مالدیو مرچکا تھا۔

کلیان مل نے اکبر بادشاہ کے ناگور آنے پر اپنے بیٹے رائے سنگھ کے ساتھ پہلی بار حاضر ہو کر بادشاہی اطاعت قبول کی اور کسی سبب سے اپنے بھائی کان سنگھ کی بیٹی اکبر کو بیاہ دی کچھ دنوں کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

۶۔ راؤ رائے سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۵۹۸ مطابق ۱۵۴۲ء

(سال مسند نشینی) سمت ۱۶۲۸ مطابق ۱۵۷۲ء

(سال وفات) سمت ۱۶۶۸ مطابق ۱۶۱۲ء

کرنل ٹاڈ نے لکھا ہے کہ راؤ نے یہ بات خود اختیار کی کہ وہ اپنے باپ کے پھول گنگا کو لیجائے اسوقت دہلی کے تخت پر اکبر اعظم شہنشاہ تھا اور وہ اور رائے سنگھ دونوں ہم زلف تھے اس لئے کہ دونوں سے راول جیسلمیر کی دو بیٹیاں کہ باہم بہنیں تھیں بیاہی ہوئی تھیں جب رائے سنگھ آمیر والے مان سنگھ کے ذریعہ سے حاضر دربار ہوا تو شہنشاہ نے اسکو چار ہزاری منصب اور راجہ کا خطاب اور صوبہ حصار عنایت کیا اس وقت جودھپور والا مالدیو معرض عتاب بادشاہی میں تھا اسکا زرخیز ضلع ناگور بھی اس سے چھین لیا تھا جو رائے سنگھ کو مرحمت ہوا اس بیان میں بہت غلط و خبط ہے راؤ مالدیو اس وقت زندہ نہ تھا اور نہ ناگور کسی کو دیا گیا بہر صورت راؤ رائے سنگھ پر اکبر بادشاہ کی بڑی مہربانی تھی وہ مسند نشینی سے دو برس کے بعد بادشاہ کے ساتھ اسکی مشہور چڑھائی میں موجود تھا جو گجرات پر بڑی دلیری اور تیزی کے ساتھ کی گئی تھی اور وہ مارواڑ کی ان لڑائیوں میں بھی جو راؤ چندر سین کے ساتھ پیش آئیں بادشاہی فوج کا شریک تھا سمت ۱۶۳۴ مطابق ۱۵۷۸ء میں اس نے ترسون خاں کے ہمراہ رہکر جالور کے رئیس تاج خاں کو جسکی اولاد میں اب پالن پور کے نواب ہیں اور سروہی کے راؤ سرتان دیوڑہ کو جس نے بغاوت کی تھی بادشاہی حضور میں حاضر کر دیا اور کچھ عرصہ تک آبو پر اسکے راجپوتوں کا قبضہ رہا۔ بعض تواریخ میں اسی طرح لکھا ہے سروہی کی تاریخ میں راؤ سرتان کے بیان میں اسکی تفصیل دیکھو۔

سمت ۱۶۴۲ مطابق ۱۵۸۶ء میں رائے سنگھ نے ابوالقاسم کے ساتھ بلوچوں پر جا کر انکا

فساد دور کیا۔ اسی سال راؤ کی بیٹی بادشاہ زادہ سلیم یعنی جہانگیر کو بیاہی گئی۔ سمت ۱۶۴۷ مطابق ۱۵۹۱ء میں اسکو بیکانیر کی رخصت ملی جہاں آکر اس نے فسادی جوئیہ اور جاٹوں کی اکثر جاگیریں ضبط کریں۔ سمت ۱۶۵۶ مطابق ۱۶۰۰ء راؤ کا بڑا بیٹا دلپت سنگھ دکن سے بیکانیر کو بھاگ آیا اور فوجی دباؤ سے واپس حاضر ہوا لیکن بادشاہ کو باپ بیٹوں کی ملاوٹ معلوم ہو جانے سے کچھ دنوں تک راؤ کا سلام بند رکھکر حاضری کی پھر اجازت ملی۔

سمت ۱۶۶۲ مطابق ۱۶۰۶ء میں اکبر کے مرجانے کے بعد جہانگیر نے اپنے اوّل جلوس پر رائے سنگھ کو ہزاری ذات کی ترقی سے پانچہزاری ذات اور چارہزار سوار کا منصب عنایت کیا جو اس وقت تک جے پور اور جودھپور والوں کے سوا دوسروں کو نہ ملا تھا۔ اسی برس بادشاہزادہ خسرو نے بغاوت کی تو یہ نتیجہ دیکھکر اپنے وطن بھاگ آیا۔ لیکن خسرو کے گرفتار ہو جانے کے بعد جہانگیر کے پاس حاضر ہونا پڑا۔ جہاں امیرالامرا شریف خاں کے ذریعہ سے قصور کی معافی عمل میں آئی اس کے مرجانے کے بعد بڑا کنور دلپت سنگھ جو دکن کی مہم پر گیا ہوا تھا راج کا مالک ہوا۔

۷۔ راؤ دلپت سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۶۲۱ مطابق ۱۵۶۵ء

(سال مسندنشینی) سمت ۱۶۶۸ مطابق ۱۶۱۲ء

(سال وفات) سمت ۱۶۷۰ مطابق ۱۶۱۴ء

راؤ دلپت سنگھ کو راج ملنے کا احوال جہانگیر نے اپنے تزک میں اس طرح لکھا ہے۔

"سنہ ۱۰۲۱ ہجری (مطابق سمت ۱۶۶۸ و ۱۶۱۲ء) دلپت نے دکن سے آکر حاضری دی اسکا باپ رائے سنگھ مرگیا تھا جس سے اسکو راؤ کا خطاب اور خلعت دیا گیا رائے سنگھ کے ایک دوسرا بیٹا سورج سنگھ بھی تھا جسکو وہ ولیعہد کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسکی ماں سے وہ زیادہ محبت رکھتا تھا جس وقت رائے سنگھ کے گذرنے کا ذکر میرے سامنے کیا جاتا تھا سورج سنگھ کم عمری اور کم عقلی سے عرض کرنے لگا کہ باپ نے مجھے ولیعہد بناکر ٹیکہ دیا ہے۔ یہ بات مجھکو بُری معلوم ہوئی اور میں نے کہا کہ اگر تیرے باپ نے تجھے ٹیکہ دیا ہے تو ہم دلپت کو دیتے ہیں

میں سے اپنے ہاتھ سے دلپت کے ٹیکا لگا کر اسکی موروثی جاگیر بحال رکھی اور پٹنے کے ناظم مرزا رستم کے مددگاروں میں مقرر کر کے اسکو دو ہزاری ذات اور ہزار سوار کا منصب عنایت کیا۔"

راج ملنے سے دو برس کے بعد دلپت بادشاہی نوکری پر سے بھاگ آیا جس سے جہانگیر نے ناراض ہو کر اس کے چھوٹے بھائی سورج سنگھ کو فوج کے ساتھ راؤ کو ٹیکا دلانے کے لئے بھیجا۔ بیکانیر کے پاس مقابلہ ہونے پر دلپت سنگھ شکست پا کر حصار کی طرف بھاگا جہاں کے بادشاہی فوجدار ہاشم خوستی نے اسے گرفتار کر کے بادشاہی حضور میں بھیج دیا اور وہ بغاوت کے جرم میں قتل کیا گیا۔

بیکانیر کی دلپسی تاریخ کا بیان ہے کہ وہ اپنے ایک سردار وغیرہ کی مدد پا کر بادشاہی قید سے نکل جانے کے ارادے پر مقابلے میں مارا گیا۔

۸۔ راؤ سور سنگھ یا سورج سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۶۵۱ مطابق سنہ ۱۵۹۵ء

(سال سند نشینی) سمت ۱۶۷۰ مطابق سنہ ۱۶۱۴ء

(سال وفات) سمت ۱۶۸۸ مطابق سنہ ۱۶۳۲ء

اس نے اپنے بڑے بھائی کے قید و قتل ہونے کے بعد راج پا کر سمت ۱۶۷۶ مطابق سنہ ۱۶۲۰ء میں دو ہزاری ذات اور ہزار سوار کا منصب حاصل کیا اسکے وقت میں بھاوت مہتا جو اوسوالوں کی ایک شاخ ہے اور جنھوں نے ملکی کار و بار میں بہت اختیار پیدا کر لیے راؤ رائے سنگھ کے عوض اسکے بیٹے دلپت سنگھ کو راج دلانا چاہا تھا قتل کئے گئے تباہی کے بعد انکی نسل اودیپور پہنچ کر پھیلی جہاں اب ملکی کار و بار میں دخل پائی جاتی ہے سمت ۱۶۸۸ مطابق سنہ ۱۶۳۲ء میں راؤ سور سنگھ دکھن کی مہم پر جہاں وہ بادشاہی فوج کے ساتھ بھیجا گیا تھا انتقال کر گیا اور اسکے بیٹے کرن سنگھ نے راج پایا۔

۹۔ راؤ کرن سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۶۷۳ مطابق سنہ ۱۶۱۶ء

(سال مسند نشینی) سمت ۱۶۸۸ مطابق ۱۶۳۲ء
(سال وفات) سمت ۱۷۲۶ مطابق ۱۶۶۹ء

راؤ کرن سنگھ اپنی مسند نشینی سے ۲ برس بعد مقرب خاں کے ساتھ اور سمت ۱۷۱۲ مطابق ۱۶۵۵ء میں بادشاہزادہ اورنگ زیب کے ماتحت دکن بھیجا گیا۔ جب شاہجہاں کے بیمار ہو جانے سے شاہزادہ اپنے بڑے بھائی کے مقابلے کو آگرہ کی طرف چلا تو راؤ بغیر رخصت کے وطن چلا آیا۔ اور اسکا بیٹا کیسری سنگھ ہر لڑائی میں ساتھ رہا۔ اورنگ زیب یعنی عالمگیر نے بادشاہ بنکر راؤ کو فوج کے ذریعہ سے پکڑ لیا اور سمت ۱۷۲۴ مطابق ۱۶۶۸ء میں زیادہ ناراضگی کے سبب اسکے بڑے بیٹے انوپ سنگھ کو بیکانیر کا مالک بنا دیا جس کے دو برس کے بعد وہ رنج سے مرگیا۔ اس نے اپنے راج میں فسادی سرداروں کا زور توڑ کر ریاستی انتظام عمدہ طور پر قائم کیا تھا۔

۱۰- راؤ انوپ سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۶۹۵ مطابق ۱۶۳۹ء
(سال مسند نشینی) سمت ۱۷۲۴ مطابق ۱۶۶۸ء
(سال وفات) سمت ۱۷۵۵ مطابق ۱۶۹۹ء

راؤ انوپ سنگھ نے جو اپنے باپ کی زندگی میں راج پا چکا تھا سمت ۱۷۳۵ مطابق ۱۶۷۹ء میں انوپ گڑھ قلعہ بنوایا اور سرکش سرداروں سے ناراضگی کے سبب غیر ملک کی تنخواہ دار فوج نوکر رکھی عالمگیر بادشاہ اس سے بہت خوش تھا۔

سمت ۱۷۴۳ مطابق ۱۶۸۷ء میں اسکو مقام سکھر علاقہ سندھ کی فوجداری اور قلعہ داری ملی اس کے بعد کئی برس تک وہ بادشاہی فوج کے شامل دکن کے مسلمان رئیسوں اور مرہٹوں سے لڑائیاں کرکے سمت ۱۷۵۵ میں مرگیا اور اس کا بیٹا راجہ ہوا۔

۱۰- راؤ سروپ سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۷۴۶ مطابق ۱۶۹۰ء
(سال مسند نشینی) سمت ۱۷۵۵ مطابق ۱۶۹۹ء

(سال وفات) سمت ۱۷۵۷ مطابق ۱۷۰۱ء

یہ راج پاکر دکن میں بادشاہ عالمگیر کے پاس حاضر رہا اور تین برس کے اندر کم عمری میں وہیں مرگیا جس سے اسکے چھوٹے بھائی سجان سنگھ کو گدی ملی۔

۱۱۔ راجہ سجان سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۷۴۷ مطابق ۱۶۹۱ء

(سال مسند نشینی) سمت ۱۷۵۷ مطابق ۱۷۰۱ء

(سال وفات) سمت ۱۷۹۲ مطابق ۱۷۳۶ء

اس نے ۳۵ سال راج کیا اور اسکے نام پر سجان گڑھ آباد ہوا جو اس زمانے میں مدت تک پولیٹکل افسر کا قیام گاہ رہا۔ اسکے وقت میں عالمگیر اور بہادر شاہ وغیرہ کے مرجانے سے دلی والوں کا دباؤ نہ رہا تو جودھپور کے مہاراجہ ابھے سنگھ اور اسکے چھوٹے بھائی بخت سنگھ نے کئی بار بیکانیر لینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ محمد شاہ کے عہد سمت ۱۷۹۲ میں اسکا انتقال ہوا اور اسکا بیٹا زورآور سنگھ جو سرکشی کے سبب باپ کے سامنے ہی ریاستی اختیار پاچکا تھا راج کا مالک ہوا۔

۱۳۔ راجہ زورآور سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۷۶۹ مطابق ۱۷۱۳ء

(سال مسند نشینی) سمت ۱۷۹۲ مطابق ۱۷۳۶ء

(سال وفات) سمت ۱۸۰۲ مطابق ۱۷۴۶ء

یہ دس برس راج کرکے لاولد فوت ہوگیا اسکے وقت میں بھی جودھپور کے مہاراجہ ابھے سنگھ نے کئی دفعہ بیکانیر پر چڑھائی کی۔ سمت ۱۷۹۶ مطابق ۱۷۴۰ء میں جے پور کے راجہ سوائی جے سنگھ اور ناگور کے حاکم مہاراج بخت سنگھ نے بیکانیر کی مدد پر آکر ابھے سنگھ کو تنگ کیا جس سے وہ بیکانیر کا محاصرہ چھوڑ بھاگا۔

بیکانیر کی دیسی تاریخ میں لکھا ہے کہ مہاراجہ ابھے سنگھ سوا اکیس[۲۱] لاکھ روپیہ فوج خرچ لیا جاکر جودھپور کا محاصرہ اٹھایا گیا۔

۱۴۔ راجہ گج سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۷۸۰ مطابق ۱۷۲۴ء
(سال مسند نشینی) سمت ۱۸۰۲ مطابق ۱۷۴۶ء
(سال وفات) سمت ۱۸۴۴ مطابق ۱۷۸۸ء

گج سنگھ جو راؤ انوپ سنگھ کا پوتا اور آنند سنگھ کا بیٹا تھا اپنے رشتہ دار بھائی راجہ زورآور سنگھ کے لاولد مر جانے پر گود لئے جاکر راجہ بنایا گیا۔ اس نے حسب سلیقہ بھاٹیوں سے کئی سرحدی مقام چھین لئے اور بہاولپور والوں سے انوپ گڑھ قلعہ جو پہلے جاتا رہا تھا واپس حاصل کر کے اُن لوگوں کی حملہ آوری روکنے کے لئے مغربی علاقہ بالکل اُجاڑ دیا۔ سمت ۱۸۱۰ مطابق ۱۷۵۴ء میں راجہ کو دلی کے بادشاہ احمد شاہ نے فوجی مدد کے عوض سات ہزاری منصب اور حصار کا ضلع جاگیر میں دیا۔ اس راجہ نے ناگور کے مہاراج بخت سنگھ کو جودھپور کا راج ملنے کے واسطے مہاراجہ رام سنگھ کے مقابلے پر اچھی مدد دی اور بخت سنگھ کے بعد اسکے بیٹے مہاراجہ بجے سنگھ کا ساتھ دینے میں بھی کوتاہی نہیں کی جس سے کچھ عرصے تک جودھپور اور بیکانیر میں اتفاق رہا۔ بیالیس ۴۲ برس راج کرنے کے بعد اسکا انتقال ہونے پر کنور راج سنگھ وارث رہا۔

۱۵۔ راجہ راجسنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۸۰۱ مطابق ۱۷۴۵ء
(سال مسند نشینی) سمت ۱۸۴۴ مطابق ۱۷۸۸ء
(سال وفات) ایضاً

اس راجہ کو اسکے چھوٹے بھائی صورت سنگھ کی ماں نے دو ہفتے کے اندر زہر دیکر مار ڈالا اور اسکے دو بیٹوں پرتاپ سنگھ وجے سنگھ کا بھی صورت سنگھ نے اسی طرح کام تمام کیا

۱۶۔ راجہ پرتاپ سنگھ

(سال پیدائش) معلوم نہیں
(سال مسند نشینی) سمت ۱۸۴۴ مطابق ۱۷۸۸ء
(سال وفات) سمت ۱۸۴۵ مطابق ۱۷۸۹ء

کم عمر پرتاپ سنگھ کو اسکے چچا صورت سنگھ نے اٹھارہ مہینے تک نام کے لئے راجہ بنا رکھا پھر مقام مہاجن اور بھادر راجپوت وغیرہ کے سرداروں کی موافقت سے راجہ کے مارنے کا ارادہ کیا لیکن صورت سنگھ کی رحمدل بہن مانع ہوئی تب اس نے مقام نروہر کے تنگدست راجہ کو تین لاکھ روپے کے جہیز کے لالچ سے بلا کر زبردستی بہن کی شادی اسکے ساتھ کر دی بہن کے اطمینان کے لئے اگرچہ صورت سنگھ نے بچے راجہ کی حفاظت پر قسم کھائی مگر اسکے چلے جانے کے بعد راجہ مرا ہوا پایا گیا۔ جس کو یقین کے ساتھ صورت سنگھ کے ہاتھ سے ہلاک ہونا سمجھتے ہیں۔

۱۷۔ راجہ صورت سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۸۲۲ مطابق ۱۷۶۶ء

(سال مسند نشینی) سمت ۱۸۴۵ مطابق ۱۷۸۹ء

(سال وفات) سمت ۱۸۸۵ مطابق ۱۸۲۹ء

راجہ صورت سنگھ جو راجہ گج سنگھ کا دوسرا بیٹا تھا اپنے بھتیجے کو مار کر گدی پر بیٹھا اور اس نے اپنی ظالم طبیعت سے بھائی بھتیجوں کو قتل یا اپنے ملک سے خارج کر کے کوئی دعویدار باقی نہ رکھا۔ سمت ۱۸۵۶ مطابق ۱۸۰۰ء میں راجہ نے کئی ہزار فوج بہاولپور کی طرف بھیجی جو وہاں کا علاقہ لوٹنے کے بعد شکست کھا کر واپس آئی۔ سمت ۱۸۶۱ مطابق ۱۸۰۵ء میں مسلمان بھاٹی راجپوتوں کے قبضے سے قلعہ بھٹنیر چھین لیا گیا جو اب تک بیکانیر کے متعلق چلا آتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد جودھپور کے مہاراجہ مان سنگھ کے برخلاف وہاں کے دعویدار دھونکل سنگھ کا ساتھ دیکر صورت سنگھ نے چوبیس لاکھ روپیہ جو اس وقت اس ویران و جنگلی ریاست کی پانچ برس کی آمدنی تھی خرچ کر ڈالا لیکن نواب امیر خاں کے دباؤ سے جو مان سنگھ کی مدد پر تھا شکست کھا کر پھلودی مقام ہمیشہ کے واسطے جودھپور کے قبضے میں دیا اور ۲ لاکھ روپیہ فوج خرچ کے بابت نواب کو دینا پڑا۔

سمت ۱۸۷۴ مطابق ۱۸۱۸ء میں سرکار انگریزی نے دوسری ریاستوں کی طرح راجہ صورت سنگھ کے ساتھ بھی عہدنامہ طے کر کے بیکانیر کو اپنی حفاظت میں لیا اور اس سبب سے کہ پہلے کسی بادشاہ یا مرہٹوں نے اس ویران ملک پر خراج قائم نہ کیا تھا۔ اس لئے سرکار

انگریزی کو بھی اس وقت کوئی رقم دیجانی قرار نہ پائی۔ آخر عمر میں راجہ نے عام رعیت سے ظلم کے ساتھ بہت روپیہ وصول کیا جو پاپ دور ہونے کے خیال خام سے لالچی اور مکار برہمنوں کو دیا جاتا تھا۔ کاشتکار لوگ تنگ آ کر غیر علاقوں میں جا بسے اور ملکی خرابی کی حالت میں راجہ نے چالیس ۴۰ برس راج کر کے اس جہان سے کوچ کیا۔

۱۸۔ راجہ رتن سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۸۴۷ مطابق ۱۷۹۱ء

(سال مسند نشینی) سمت ۱۸۸۵ مطابق ۱۸۲۹ء

(سال وفات) سمت ۱۹۰۸ مطابق ۱۸۵۲ء

یہ راجہ جبکہ ریاست کی تباہ حالت اور سرداروں کی بغاوت سے ہر طرف لوٹ مار جاری تھی گدی پر بیٹھا اس نے راج پاتے ہی جیسلمیر پر چڑھائی کر دی جہاں کے لوگوں نے اسکی رعایا کو ستایا تھا جیسلمیر کے قریب بڑی لڑائی ہونے کو تھی کہ سرکار انگریزی نے عہدنامے کے برخلاف راجپوتانے میں فساد کی صورت دیکھ کر مہارانا اُدے پور کے ذریعہ سے دونوں ریاستوں کو اُنکے نقصان کا عوض دلا دیا۔

سمت ۱۸۸۶ مطابق ۱۸۳۰ء میں راجہ نے سرداروں کے دبانے کو انگریزی فوج مانگی لیکن وہاں سے اعتراض ہو کر انکار کر دیا گیا۔ سمت ۱۸۹۱ مطابق ۱۸۳۵ء میں بیکانیر و جیسلمیر کا سرحدی فساد جو مدت سے چلا آتا تھا اُسکو سرکار نے ایک انگریزی افسر کے ذریعہ سے دور کرایا۔ تھوڑی دنوں کے بعد راجہ نے پُرانے زمانے کے طور پر علاقہ بڑھانے کے خیال سے سرکاری ضلع حصار کی طرف بے جا ارادہ کیا جو فوجی دھمکی سے زبردستی رد کر دیا گیا۔ اس راجہ نے بائیس ۲۲ برس راج کرنے کے بعد وفات پا کر اپنے کنور سردار سنگھ کو چھوڑا جس کے آئندہ صحیح النسب اولاد نہ ہونے سے راجہ صورت سنگھ کی اولاد کے قبضہ سے راج جاتا رہا۔

۱۹۔ مہاراجہ سردار سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۸۷۵ مطابق ۱۸۱۹ء

(سال مسند نشینی) سمت ۱۹۰۸ مطابق ۱۸۵۲ء

(سال وفات) سمت ۱۹۲۸ مطابق ۱۸۷۲ء

اس مہاراجہ نے سمت ۱۹۱۴ مطابق ۱۸۵۷ء کے غدر میں کئی انگریزوں کو پناہ دیکر ہانسی
حصار کی طرف باغیوں کے مقابلے کو اپنی فوج بھیجدی جس کے عوض اجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ
کی سفارش اور ولسیرائے ہند کی منظوری سے مہاراجہ کو گود لینے کی سند کے علاوہ اکتالیس
گاؤں جنکی سالانہ آمدنی چودہ ہزار تین سو تھی ہمیشہ کے واسطے عنایت ہوکر سمت ۱۹۱۷ مطابق
۱۸۶۱ء میں اُن پر دخل دلایا۔ ان گاؤں پر کئی برس کے بعد معمول سے زیادہ محصول
لگانے کے سبب فریاد ہوئی۔ اس لئے ولسیرائے کی طرف سے ہدایت ہوکر سمت ۱۹۲۴
مطابق ۱۸۶۷ء جبکہ محکمہ پولٹیکل اسسٹنٹ اجنٹ گورنر جنرل بیکانیر کے لئے سجان گڑھ میں
قائم ہوچکا تھا کپتان پاؤلٹ پولٹیکل افسر کی معرفت اس شکایت کا مناسب فیصلہ ہوگیا۔

مہاراجہ کے بیس سال عہد میں بیس سے زیادہ کامدار انکے لالچ اور اپنے ناقص انتظام
کے سبب سے بدلے گئے آخر مہاراجہ نے دیسی لوگوں کو زیادہ بے وفا اور خود مطلب پاکر
اوّل منشی ولایت حسین کو جو ڈپٹی مجسٹریٹ تھا اور پھر پنڈت من پھول کو جو اکسٹرا اسسٹنٹ
کمشنر تھا انگریزی علاقے سے دیوان کے عہدے پر طلب کیا۔ تیز مزاج منشی سے تو رعایا اور
سردار برخلاف ہوگئے اور مسکین پنڈت کو مہاراجہ نے ناپسند کرکے ہمیشہ اپنے پاس نہ آنے
دیا اس لئے انتہا درجے کی بدانتظامی کے سبب کپتان ایڈورڈ بریڈفورڈ پولٹیکل اجنٹ
جیپور سرکاری حکم سے بیکانیر گیا۔ اور فضول خرچ کم کراکر مہاراجہ کو نیک صلاحیں دیں جس
سے پنڈت من پھول سی۔ ایس۔ آئی۔ ای۔ کی مدد کے واسطے ایک پنچائت مقرر ہوئی
لیکن خود سر رئیس کے آگے وہ محض بیکار رہی۔

ریاست کی ابتری کے وقت سمت ۱۹۲۸ مطابق ۱۸۷۲ء ۱۶ مئی کو صبح کیوقت
مہاراجہ سردار سنگھ نے انتقال کیا۔ اُس نے ایک کنیزک زاد بیٹے کے سوا
جو راج کا مالک نہیں ہوسکتا تھا کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ یہ مہاراجہ بلند حوصلہ اور فیاض
شخص تھا۔ آخر عمر میں جوتشی وغیرہ لوگوں کے بہکانے سے پرانی رسموں کا زیادہ پابند
اور ملکی انتظام سے غافل رہ کر آرام طلب ہوگیا تھا۔ جس کے سبب اکثر شکائتیں ہوئیں

۲۰- مہاراجہ ڈونگر سنگھ

(سال پیدائش) سمت ۱۹۱۱ مطابق ۱۸۵۵ء
(سال مسند نشینی) سمت ۱۹۲۹ مطابق ۱۸۷۲ء
(سال وفات) سمت ۱۹۴۴ مطابق ۱۸۸۷ء

ڈونگر سنگھ جو مہاراجہ گج سنگھ کی اولاد میں سے چھٹی پشت میں تھا بڑی رانی اور اہلکاروں وغیرہ کی صلاح سے کپتان بریڈ فورڈ اسسٹنٹ ایجنٹ گورنر جنرل کے بیکانیر پہنچنے پر گود لئے جاکر راج کا مالک بنایا گیا اور ۲۲ جنوری ۱۸۷۳ء کو کرنل سولیوس پہلی ایجنٹ گورنر جنرل نے اسکو سرکاری خلعت۔ ریاستی اختیار۔ اور خزانہ وغیرہ حوالے کیا۔ دوسری برس پنڈت من بھول دیوان جس نے اپنی آخر عمر کا حصہ راج بیکانیر کی بہتری میں صرف کیا تھا بیماری سے استعفا دیکر علیحدہ ہوا۔ مہاراجہ نے اسکو خلعت اور جاگیر دیکر اسکی جگہ اپنے باپ لال سنگھ کو پنچایت کا افسر مقرر کیا۔

سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۶ء میں مہاراجہ مذہبی یاترا کے لئے بنگالہ و الہ آباد وغیرہ کی طرف گیا جہاں کی سرسبزی و آبادی سے جس کا نقشہ بیکانیر والوں کی نظر سے اپنے ریگستانی اور ویران علاقے کے سوا نہ گذرا تھا انکو زیادہ تعجب ہوا۔ دوسرے سال مہاراجہ اپنی شادی کرنے کو مقام بھوج راجدھانی کچھ علاقہ کاٹھیاواڑ کو گیا جہاں سے منڈوی مقام میں پہنچکر کشتی کی سواری پر دوارکا کے درشن کو روانہ ہوا۔ اس مختصر دریائی سفر میں بیکانیر والوں کے ہوش و حواس جاتے رہے اور انھوں نے اپنی دیوی ماتا سے منتیں مانیں کہ اگر ہم صحیح و سلامت اپنے ریگستانی ٹیبوں میں پہنچ جائیں تو پھر ہرگز دریا و سمندر کی طرف رخ نہ کریں گے۔ کچھ دنوں کے بعد یہ سفر جلد طے کر لیا گیا۔ بیکانیر واپس آنے پر مہاراجہ کو ریاستی مشکلوں نے گھیر لیا۔ ساہوکاروں وغیرہ نے شکائتیں کیں کہ مہاراجہ روپیہ جمع کرنے کی فکر میں رعایا پر سختی کرتا ہے روپیہ درہ کرنے کے عوض دفن ہوتا ہے۔ علاقے میں واردات کی کثرت کے سوا سرداروں نے ہمیشہ ریاست سے ناراضی ظاہر کی لیکن وہ خود بھی اپنی رعیت پر ظلم اور غیر علاقوں میں جرم کرتے تھے جس سے سارا ملک آفت و مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔

سمت ۱۹۴۴ مطابق ۱۸۸۴ء میں جبکہ جاگیرداروں کا فساد انتہا درجے کو پہنچ گیا اور کئی بار سرکاری ہدایت اور ریاستی فوج کشی سے بھی رعایا کے آرام و ملکی انتظام کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو کرنل سر اڈورڈ بریڈفورڈ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایجنٹ گورنر جنرل سرکاری فوج لے کر ریاست میں گیا فسادی سردار اسکے طلب کرنے پر حاضر ہوگئے جو قید کر کے اجمیر بھیجدئے گئے مہاراجہ ڈونگر سنگھ سے گیارہ برس حکومت کے بعد ریاستی اختیارات ضبط ہو کر کپتان ٹالبٹ، پولیٹیکل سپرنٹنڈنٹ کو سپرد کئے گئے اور اسکے ماتحت منشی امین محمد دیوان اور کئی شخصوں کی پنچایت تمام علاقے اور صدر کی کچہریوں کا اپیل سننے کو قائم ہوئی۔

باہمی رنج و فساد نے وہ نتیجہ پیدا کیا جو ہر طرح افسوس کا باعث ہے اب انگریزی رعب سے کسی کو سرکشی کی مجال نہیں رہی۔ معزولی سے تین برس کے بعد ۱۹۔ اگست ۱۸۸۷ء کو مہاراجہ ڈونگر انتقال کر گیا اور اسکا چھوٹا بھائی وارث مانا گیا۔

۲۱۔ مہاراجہ گنگا سنگھ جی

(سال پیدائش) سمت ۱۹۳۶ مطابق ۱۸۷۹ء

(سال مسند نشینی) سمت ۱۹۴۴ مطابق ۱۸۸۷ء

یہ مہاراجہ ۳۱۔ اگست ۱۸۸۷ء میں اپنے بڑے بھائی کی جگہ گدی پر بٹھائے گئے انہوں نے میو کالج اجمیر میں تعلیم پائی۔ ان کے جوان اور ہوشیار ہونے تک بدستور سرکاری انتظام رہا کئی فسادی ٹھاکر جو چار سال پہلے بلوے کے سبب گرفتار ہونے کے بعد اجمیر بھیجدئے گئے تھے۔ سمت ۱۹۴۵ مطابق ۱۸۸۸ء کو اگست کے مہینے میں انکو انگریزی سرکار سے واپس بیکانیر آنے کی اجازت ملی۔ اسی سال ۱۱۔ اکتوبر کو خان بہادر منشی امین محمد دیوان نے انتقال کیا ریاست سے پرورش کے طور پر اسکے بیٹے کے نام پر ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار مقرر فرمایا۔

۱۸۸۹ء اور ۱۸۹۳ء کے درمیان میں ایک امپیریل سروس سمیل کور پانسو سپاہیوں کی قائم کی گئی اور اسے گنگا رسالہ کا نام دیا گیا اس رسالے نے سپیشل رجمنٹ کے طور پر ۱۹۰۰ء میں چین میں خدمات انجام دیں اور ۱۹۰۲ء و ۱۹۰۴ء میں اسکے دو سو پچاس سپاہیوں کے دستے نے شمالی لینڈ میں جنگ میں حصہ لیا۔ اور گذشتہ جنگ جرمنی میں مصر میں خدمات

انجام دیں۔ مہاراجہ کی چین کی عملی خدمات کے صلے میں گورنمنٹ نے قیصر ہند کا تمغا درجہ اول اور جی۔ سی۔ آئی۔ ای کا اعزاز عطا کیا۔

۱۸۹۶ء میں ۴ لاکھ ستتر ہزار صرف سے دریائے گھاگرہ سے ریاست نے نہریں کھدوائیں اور اسی سنہ میں کوئلے کی کان بیکانیر کے جنوب میں چودہ میل کے فاصلے پر پالانا میں دریافت ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ اس میں بیس لاکھ ٹن کوئلہ ہے۔

۱۶۔ دسمبر ۱۸۹۸ء کو جمعہ کے روز نوجوان مہاراجہ کو مسٹر مارٹنڈیل ایجنٹ گورنر جنرل نے باضابطہ مسند نشین کیا ہز اکسلنسی نواب گورنر جنرل اور وسیرائے ہند نے ایک تہنیت آمیز خریطہ مہاراجہ کو بھیجا اور گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف سے مہاراجہ کو ایک قیمتی مرصع ہار اور ایک شمشیر بطور نشان اعزاز بھیجی گئی صاحبزادہ حمید الظفر خاں جو نواب نجیب الدولہ کے متنسبین سے ہیں انکی نیابت میں مدار المہامی کا کام انجام دیتے تھے۔ جو پہلے سے اس کام پر مامور تھے۔

۱۸۸۹ء اور ۱۹۰۲ء کے درمیان میں ریاست نے ۲۵۰ میل لمبی ریلوے لائن جنوب میں مارواڑ سے بیکانیر ہوتی ہوئی شمال مشرق میں پنجاب کی سرحد تک ۵۱ لاکھ روپے کے صرف سے تیار کرائی۔

۱۸۹۹ء میں جو قحط پڑا تو بیکانیر اور جودھپور کی رعایا گھر بار اور شہر چھوڑ چھوڑ کر چاروں طرف گئی۔ مارواڑ اور بیکانیر میں پانی اور چارے کے قحط سے مویشی اور انسان دونوں کا برا حال تھا ہزارہا مویشی مارے پیاس کے مرگئے اور انکے مالک جو سنجال اور آسودہ تھے بھیکیں مانگنے لگے مارواڑ میں دو پیسے کو بکری بکی۔ چار چار روپے میں گھوڑے بکے۔ چار آنے سے دو دو روپے تک گائے بیل بکتے رہے بیکانیر اور جودھپور کی رعایا کا بڑا حصہ ترک وطن کرکے دیگر علاقجات اجمیر مالوہ وممالک شمال ومغرب اودھ اور پنجاب وغیرہ میں چلا گیا۔ اور وہاں ہر ایک شہر و قصبے کی گلی کوچوں میں گروہ در گروہ بھیک مانگتا پھرتا تھا حکام ضلع اجمیر نے ایک خاص تدبیر کی کہ ہر ریاست کی رعایا کے لئے علیحدہ علیحدہ احاطے قائم کئے اور وہاں ان کی رہائش کے لئے جھونپڑیاں وغیرہ بنوا کر رکھا اور ہر ایک ریاست کی رعایا کو

علیحدہ علیحدہ امدادی کاموں پر لگایا اور ریاستوں کو اطلاع دی کہ اس قدر قحط زدہ آدمی ریاست کے یہاں کام پر لگائے ہوئے ہیں اور یہ کام محض ریاستوں کی رعایا کی جان بچانے کے لئے کھولے گئے ہیں یا تو اپنی رعایا کو لیجا کر ریاست میں اُنکے لئے کام کھولو۔ ورنہ تمام ایسے کاموں کا خرچ ریاستوں سے لیا جائیگا اس کارروائی کا فوری اثر یہ ہوا۔ کہ ہر ایک ریاست نے اپنے اپنے معتمد اجمیر میں بھیجکر اپنی رعایا کو واپس بلا لیا مہاراجہ نے اس قحط میں دریا دلی اور رسیدا رسغری سے کام لیا اور دہلی دربار کے موقع پر ۱۹۱۱ء میں گورنمنٹ نے اُن کو جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب عطا کیا ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء میں جب ملک معظم جارج پنجم اپنے زمانہ ولیعہدی میں ہندوستان آئے تو مہاراجہ اُنکے ایڈیکانگ تھے۔ ۱۹۱۱ء میں یونی ورسٹی کیمبرج نے اُنکو ایل۔ ڈی کی ڈگری عطا کی

۱۹۱۱ء میں بتقریب دربار تاج پوشی جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا اُنکو خطاب ملا۔

ابتدائے جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں مہاراجہ نے بذات خود شریک جنگ ہونیکی سرکار میں درخواست دی جو منظور ہو گئی۔ ۱۹۱۸ء کے سال نو پر مہاراجہ کی ذاتی سلامی ۱۹ توپ مقرر ہوئی اور کے۔ سی۔ بی بنائے گئے۔

جنگ عظیم کی صلح کانفرنس جب پیرس میں منعقد ہوئی تو ہندوستان کی طرف سے جو صلح کے ڈیلیگیٹ شرکت کے لئے بھیجے گئے اُن میں مہاراجہ بھی تھے اور اختتام کانفرنس مذکور کے بعد ۱۲ جولائی ۱۹۱۹ء کو ہندوستان واپس مراجعت فرمائے بمبئی ہوئے باوجودیکہ اُنکی درخواست پر پبلک استقبال کی تجویز فسخ کردی تھی مگر اس پر بھی گھاٹ پر انکا پرتپاک استقبال ہوا۔

متعدد والیان ریاست بمبئی کے نامور رؤسا اور بیکانیر کے اہلکار اور سربرآوردہ مارواڑی تجار معہ دوست وطن پر ویلکم کہنے کو موجود تھے مہاراجہ کو کثرت پھولوں کے ہار پہنائے گئے وہ چند منٹ تک حاضرین سے گفتگو کر کے تاج محل ہوٹل میں گئے جہاں سے شب کو اسپیشل ٹرین میں سوار ہو کر بیکانیر پہنچگئے۔

آجکل مہاراجہ صاحب الیان رؤسا کے چانسلر ہیں اور دیسی ریاستوں کے

متعلق جملہ ابواب میں ان سے مشورہ ہوتا ہے اور ان کا قول فیصل مانا جاتا ہے۔

فصل

تاریخ جیسلمیر جغرافیہ

جیسلمیر انتہائے مغربی راجپوتانہ میں ایک چھوٹی ریاست ہے جس کے شمال میں بیکانیر و بہاولپور۔ مغرب میں ملک سندھ۔ جنوب میں جودھپور کا علاقہ۔ مشرق میں جودھپور اور بیکانیر کا راج ہے۔ پانچ سو برس پہلے یہ ریاست بڑی خیال کیجاتی تھی لیکن رفتہ رفتہ دوسرے لوگوں یعنی جودھپور۔ بیکانیر۔ بہاولپور اور سندھ والوں نے ترقی پاکر چاروں طرف سے یہاں کا علاقہ دبالیا تو بھی ریگستانی ریاست کا رقبہ اب سولہ ہزار پانسو مربع میل رہ گیا ہے اور سرسبزی نہ ہونے کے سبب اتنے بڑے علاقے میں ۸۸۲۷۰ آدمیوں کی آبادی گنی جاتی ہے راج کی فوج ایک ہزار ہے۔ خالصے کی آمدنی اگلے زمانے میں سوا لاکھ سالانہ تھی جسمیں سے آدھا روپیہ زمین کی لاگت سے اور نصف بیکانیر کیطرح سائر سے علاوہ دھواں محصول اور راہ محصول یعنی خالصہ شماری مردم شماری اور مویشی کے حساب سے وصول ہوتا تھا لیکن اس وقت میں یہ آمدنی بڑھ کر دولاکھ چالیس ہزار روپے سالانہ کو پہنچ گئی ہے اور پہلے زمانے میں سوالاکھ روپے سالانہ کے قریب سرداروں کی جاگیر سمجھی جاتی تھی جس نے خالصے کی ترقی کے ساتھ ترقی کی ہوگی۔

جیسلمیر کے کل گاؤں چارسو اکسٹھ ہیں جنمیں سے دوسوچوبیں خالصے کے ہیں اور دوسوسینتیس راجپوتوں چارنوں اور اہلکاروں وغیرہ کے قبضے میں ہیں بھائیوں میں جاگیر و زمین اکثر برابر تقسیم ہوجاتی ہے جس کو ریاست پسند نہیں کرتی کیونکہ ایک دوسرے کی ماتحتی کا سلسلہ ٹوٹنے سے عام طور پر خودسری کے سبب جلد بے انتظامی پھیل جاتی ہے۔

یہ ریاست اسی قطعہ ملک کا ایک ساحصہ ہے جسے ہندوستان کے قدیم جغرافیہ میں

مارستھل لکھا ہے یہ ریاست خطوط عرض بلد ۲۶ درجہ ۰ دقیقہ و ۲۹ درجہ ۲۸ دقیقہ اور خطوط طول بلد ۷۰ درجہ ۳ دقیقہ و ۷۲ درجہ ۱۵ دقیقہ کے درمیان واقع ہے علاقے میں ہر طرف ریتی کا میدان ہے صرف جنوبی طرف کچھ پہاڑی اور جھاڑی پائی جاتی ہے جس میں جانوروں کے چرنے کے لائق چارہ پیدا ہوتا ہے۔ ریگستانی ٹیلوں کے پاس بھی اکثر خاردار جھاڑی اور بھوربٹ وغیرہ گھاس ہوتی ہے جو یہاں کے ریوڑ اور اونٹوں کے واسطے بہت کارآمد ہے پانی کی سخت ضرورت کے سبب ہر مقام پر تالاب کھودے گئے ہیں جو بارش کے دنوں میں بھر جانے سے کچھ عرصے تک آدمی اور جانوروں کی زندگی قائم رکھنے کا سہارا سمجھے جاتے ہیں۔ غلہ جسمیں اکثر جگہ باجرا اور کہیں مونگ اور موٹھ بوئی جاتی ہے بارش کے بغیر کنووں کے ذریعہ سے جو تعداد میں کم اور گہرائی میں زیادہ ہیں ہرگز پیدا نہیں ہوسکتا ملک میں اکثر بھاٹی راجپوت۔ پلی وال برہمن کسی قدر جاٹ اور گڈریے وغیرہ قوموں کے لوگ بستے ہیں کھانے پینے کے برتاؤ میں نہایت سادگی برتی جاتی ہے یہاں تک کہ غیر ذات کے لوگوں سے پرہیز اور بچاؤ کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔

اس ریگستانی ملک کی راجدھانی یعنی شہر جیسلمیر جس کو راول جیسل نے درمیانی بارھویں صدی عیسوی میں عرض بلد ۲۶ درجہ ۵۶ دقیقہ اور طول بلد ۷۰ درجہ ۵۸ دقیقہ پر آباد کیا تھی میل لمبی چوڑی پہاڑی کے جنوبی کنارے پر بسا ہوا ہے شہر پناہ اور اسکے برج پتھروں سے چنے گئے تھے جواب اکثر جگہ سے گر گئے ہیں۔ اس تین میل لمبے شہر میں صرف تین دروازے ہیں اور آبادی کے جنوبی حصے میں پون میل مربع اور دو سو فٹ سے زیادہ بلند پہاڑی پر ریاست کا قلعہ بنا ہوا ہے جس میں مہاراول صاحب کا چتردار محل خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔

شہر میں اکثر مکان پختہ بنے ہوئے ہیں اور مہاراول بھی وہیں رہنا پسند کرتے ہیں لیکن قلعہ کے سامنے والی کسی قدر درست دوکانوں کے سوا اور کسی طرف رونق دار بازار وغیرہ نہیں ہے۔

قوم

جیسلمیر کے مہاراول جو چندربنسی سری کرشن کی اولاد میں سمجھے جاتے ہیں۔ قومی

لحاظ سے راجہ رامچندر کی سورج بنسی نسل سیسودیہ وغیرہ کے سوا تمام راجپوتوں سے بہتر اور قابل تعظیم خیال کئے گئے ہیں۔

اول چندربنسی راجہ جو تاتار سے ہندوستان میں آیا جو ہندوؤں کا قدیمی وطن ہے اسکا نام پدھ یا بدھ دیو تھا اور وہ کسی شخص انڈ یعنی چاند نامی کی اولاد میں تھا اسکو مرکری بھی کہتے ہیں یہ شخص سیتھیا نسل سے تھا جو اس میدان میں بودوباش رکھتی تھی جو اب جل ہنگری کہلاتا ہے اور وہاں سے ترکستان تک اور اس قوم کی صفت قدیم آفتاب پرستی بھی بعض نے تمام راجپوتوں اور جاٹوں کو سیتھیا نسل سے منسوب کیا ہے ان اقوام میں اب بھی بعض وہی عادات و توہمات پائے جاتے ہیں جو قوم سیتھیا میں دیکھنے میں آتے ہیں بعض زمانہ حال کے مورخ سیتھیا نسل کے لوگوں کو مغل نسل سے تسلیم کرتے ہیں لیکن اب ان لوگوں کی آریہ نسل ہونیکی شہادت روز بروز مضبوط ہو رہی ہے الفنسٹن صاحب کہتے ہیں کہ جاٹ سیتھیا والوں کی نسل میں ہوں تو ہوں مگر راجپوت سب کے سب خالص ہندو ہیں اگر یہ کہا جائے کہ ہندو اور سیتھیا والے ایک ہی نسل سے پیدا ہوئے اور پیچھے اپنے اپنے مخصوصات کے سبب جدا جدا دو قومیں ہوگئیں تو اس معاملے پر گفتگو کرنے کی کوئی حاجت نہیں لیکن اگر یہ کہا جائے کہ ایسے زمانے میں جسکی تاریخ موجود ہے ان دونوں قوموں میں اجتماع واقع ہوا تو اس بات پر ہمکو شبہ ہے کہ غیر ملک کے لوگوں کا زناردار قوموں میں مخلوط ہو جانا ایسی بات ہے کہ جسکا منو نے کبھی خیال تک نہیں کیا منو کا زمانہ نو برس قبل حضرت مسیح سے سمجھا جاتا ہے اور سیتھیا کے ملک کے لوگ سنہ عیسوی کی شروع میں ہندوستان میں نقل مکان کرکے آئے تھے پس یہ خیال کرنا نہایت مخدوشیت رکھنے والی قوم میں غیر ملک کے لوگوں کا ایسے زمانے میں داخل اور مخلوط ہو جانا جبکہ منو کے مجموعے میں ہندوؤں کی قوموں کے آپس میں نہایت کامل امتیاز قائم ہو چکا تھا نہایت دشوار ہے اسمیں کلام نہیں کہ ہندوستان میں اول آریہ چار ہزار برس پیشتر آئے تھے جن کی اولاد برہمن اور راجپوت ہیں بعد اس کے تک شاک چھٹی صدی قبل از مسیح میں آئے اور پھر سیتھین سنہ عیسوی کے شروع میں آئے اور سب سے بعد جیٹ جو سیتھین سے

نکلنے کے دعوے میں شریک ہو آئے۔ تیمور تاتار میں جن جیٹ سے لڑا کرتا تھا اُن سے وہ جاٹ
مراد نہیں جو آگرے کے قریب دو آبہ میں رہتے ہیں جن لوگوں کو چینی یو کی اور تاتاری جیٹے اور
اور بعض انگریز مورخ جیٹی کہتے ہیں۔ وہ ایک قوم تاتاری علیحدہ ہے لیکن لسٹ ایل سے کام لینے
والے انھیں جاٹوں کو انھیں جیٹ کی اولاد ملتے ہیں اس جملہ معترضہ کے بعد کہتا ہوں کہ
بھاگوت میں لکھا ہے کہ بدھ جو دانا اور اوتار تھا بھرت کھنڈ میں ریاضت کرنے کے لئے آیا تھا
اُس نے ایلا سے شادی کی اُس سے پرورابانی متھرا پیدا ہوا اسکے چھ فرزند ہوئے ایک اُن
میں کا آیو تھا جس سے چندربنس ہندوستان میں جاری ہوا۔

مگر پران میں تحریر کیا ہے کہ اکشواک کی بیٹی ایلا جنگل میں پھرتی تھی ناگاہ بدھ یعنی مرکری
فرزند اندو نے اُس کو پکڑ کر اس سے صحبت کی اور حمل رہا اور اسکی اولاد سے چندربنسی نسل
پیدا ہوئی اور یہی شخص بادی مذہب بھی بنا اور خاص ہندوستان میں یہ مذہب اسکے
ساتھ آیا اسکی اولاد بھی بدھ عقائد کی گرم جوش معاون تھی جب تک کرشن اور اشور کے
پوجنے والوں نے اُنکے مذہب میں رخنہ نہ ڈالا۔ بلکہ خود کرشن قبل از بنا کرنے ایک نئے مذہب
کے بدھ کی پرستش کیا کرتا تھا مردوں کو چتا پر جلانے اور انکی خاکستر پر گنبد بنانے اور
عورت کے خاوند کے ساتھ ستی ہونیکی رسمیات بدھ نے قوم میں داخل کی۔

اس بدھ نامی کے پڑپوتے تیاتی کے تین بیٹوں میں سے ایک کا نام یدو تھا جس
کی اولاد یادو یا جادو کہلاتی ہے خاندان جیسلمیر کچھ یعنی اقوام بھاٹی و جاریجا
(جنھیں جاڑیجہ بھی لکھتے ہیں) جو تمام ریگستان ہند میں ستلج سے سمندر تک پھیلی ہوئی ہیں
بیان کرتی ہیں کہ ہم خاندان چندربنس بدھ و کرشن میں ہیں اور خاندان چندربنسی کے
بانی بدھ سے کرشن وجد ہشتم تک عرصہ بارہ سو سال کا حاوی ہے خاندان چندربنسی کو
چندر راوت بھی بولتے ہیں بعض افسانوں میں لکھا ہے کرشن کے بیٹے دریائے اٹک کے پار
جانے پر مجبور ہوئے اور وہ راجپوت جو اُس خطے یعنی دریائے اٹک کے اُس طرف سے سندھ
اور کچھ میں اس زمانے میں آئے ہیں قوم یادو یا جادوں میں سے ہیں۔ جاٹ قوم کی بعض روایتوں
سے انکا نکاس یادوں سے دریافت ہوتا ہے اور انکا اصلی مسکن مغرب دریائے سندھ

پایا جاتا ہے اس سے واقعات یاد دکی کہ وہ زابلستان سے آئے تھے تائید ہوتی ہے اور اس
قوم کے کرشن سے پیدا ہونے کا گمان رفع ہوتا ہے

تنبیہ بُدھ یعنی مرکری اور مشہور بانی مذہب بُدھ میں فرق ہے اس لئے کہ مرکری چندر بنسی
ہے اور مذہب بُدھ کا بانی سکیامنی یا گوتم چھتری اور سورج بنسی نسل کا تھا اور کپیلا واقع شمالی
گورکھپور کا باشندہ تھا گوتم جبکہ پیدا ہوا تب ہندوستان کے تمام شمالی حصّوں میں بدھ کا
مذہب رائج تھا اور برہمنوں کا مذہب صرف چھوٹے سے ملک قنوج میں رواج رکھتا تھا۔

اس دنیا میں اور اس سے پہلی دنیاؤں میں بہت سے بدھ ہوئے ہیں لیکن جن سات
اخیر بدھوں کا حال بیان کیا گیا ہے اُن میں گوتم کو ساتواں بدھ خیال کرتے ہیں اور لقب بُدھ جو کہ
چندر بنس کے مورث کا نام تھا اسکو امتیازاً دیا گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے چندر بنسی بدھ کو مفقود یا
کو خوب پختہ کیا اور وہ سنہ عیسوی سے ۵۴۰ سال اور بقولے ۴۳۰ برس اور بعض کے نزدیک ۵۷۶
سال قبل پیدا ہوا تھا اور گوتم کے وقت میں چندر بنسی بودھ کا مذہب بدلکر اس طریقے کا ہو گیا۔ جو
فی الحال اقوام چین میں دیکھنے میں آتا ہے لیکن اب جو کتبے بدھ کے ملے ہیں اُن سے اسکی وفات
پانسو پچاس برس قبل مسیح کے ثبوت کو پہنچی ہے

کرنل ٹاڈ کا خیال ہے کہ بھاٹی لوگ ترکستانی منغلوں وغیرہ کے رشتہ دار ہیں اور یوسف
زئی پٹھان بھی اسی نسل میں سے ہیں۔ بھاٹیوں میں سے اکثر لوگ مصیبت کے وقت مسلمان
ہو گئے ہیں اور پیشہ ور بڑھئی جاٹ اور کمہار وغیرہ بھی بن گئے ہیں۔

مگر ٹاڈ کا یوسف زئی فرقے کو اس نسل میں شمار کرنا تحقیق کے خلاف ہے وہ دراصل
اسرائیلی ہیں اور یہ بات اُنمیں مسلم ہے اور ایسے امر کی بحث کے وقت جسکو ایک قوم پشت بہ
پشت اپنے خاندان اور نسب کی نسبت تسلیم کرتی چلی آتی ہو یہ بالکل نامناسب ہے کہ ٹاڈ صاحب
چند بیہودہ قیاسوں کو ہاتھ میں لیکر اُنکے مسلمات کو رد کر دیں اگر ایسا کیا جائے تو میں سمجھتا
ہوں کہ دنیا میں کوئی قوم بھی اپنی صحت قومیت کو ثابت نہیں کر سکتی اگر یوسف زئی یا دوسرے
افغان راجپوتوں میں سے نکلے ہوتے تو اُنکے نام یوسف زئی اور داؤد زئی اور سلیمان زئی عبرانیوں
کی طرز پر نہ ہوتے اور کوہ سلیمان اور درّہ خیبر نام مقاموں کے اسماعیلی یادگار کے لئے نہ رکھے جاتے

اگر وہ اصل میں ہندو ہوتے تو انکے قدیم برتاؤ کی ایک جھلک ضرور دکھائی دیتی حالانکہ جو قومیں پہلے ہندو تھیں اُن میں ضرور کچھ نہ کچھ ایسا پایا جاتا ہے۔ جب نادر شاہ بارادہ تسخیر ہندوستان پشاور میں داخل ہوا تو اس وقت یوسف زئی سرداروں نے اُسکے حضور میں کتاب مقدس بائبل کا ایک نسخہ جو عبرانی زبان میں تھا پیش کیا جسکو انھوں نے بحفاظت رکھا تھا۔

تاریخ

اس وقت سے تین ہزار برس پیشتر کے قریب چندر بنسی لوگ ہندوستان میں بڑے زبردست اور نامور تھے مہابھارت کی لڑائی جو مشہور ہے یہ لڑائی چندر بنسی خاندان کی دو شاخوں یعنی کوروں اور پانڈوں کے آپس میں ہوئی تھی ان دونوں کو بہت سے رفیقوں سے جنمیں بعضے بہت دور دور سے آئے مدد پہنچی پانڈوں نے فتح پائی لیکن ایسے بڑے نقصان کے بعد فتح اونکو نصیب ہوئی کہ اُن میں سے جو زندہ بچے تھے اپنے عزیزوں اور فوج کی تباہی اور ضائع ہونیکی رنج سے دنیا کو ترک کر کے ہمالیہ کے برف میں جا کر مر گئے اُن کے بڑے رفیق سری کرشن تھے کرشن کی پرستش رام کی پرستش سے بہت زیادہ ہوتی ہے کرشن بھی اس جنگ عظیم کے بعد اپنی راجدھانی کو گجرات میں واپس آئے انکا انجام بھی اچھا نہ ہوا۔ کیونکہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ اپنے ملکی جھگڑوں میں پھنس گئے اور اتفاق سے ایک بھیل کے تیر سے جو ایک جھاڑی پر نشانہ لگاتا تھا مارے گئے جب صحرائی بھیل نے جس نے کرشن کو زخمی شدید کیا تھا اپنی عذرخواہی بابت اس حرکت بے ارادہ کے کی اور وہ قصور اُسکا معاف ہوا تھا تو اُس وقت کرشن نے یہ کہا کہ یہ حرکت معاوضہ انصافی ہے کیونکہ پہلے جنم میں جب کرشن رام تھے تو انھوں نے اُسکو قتل کیا تھا کرشن کے قتل کے بعد قوم نکاب نے جو اب معدوم ہے اور بھیلوں کی طرح تھی خاندان کرشن کو لوٹا۔

جب رات دن جھگڑوں کے سبب چندر بنسیوں پر مصیبت پڑی تو یہ لوگ ریاستی ہندوستان سے پنجابی سرحد کی طرف ہٹائے گئے ان کے ساتھ کرشن کی اولاد بھی تھی انھوں نے اوّل دوآبہ پنجاب کے یادو کے ڈانگ پر قیام کیا پھر سندھ کا عبور کر کے

زابلستان میں پہنچے اور انہیں سے ایک شخص نے جس کا نام گج پسر رچھ پسر سوباہو پسر باہوبل پسر بھتی باہو پسر تابھ پسر سجیرا پسر پردیومن پسر سیری کرشن تھا افغانستان کے پہاڑوں میں حکومت جماکر اپنے نام پر قلعہ گجنی (غزنی) تیار کرایا جس کا وقت اس زمانے سے دو ہزار برس بیشتر قیاسی طور پر بیان کیا جاتا ہے ترکستانی فوجوں کے حملہ کرنے پر راجہ گج مارا گیا۔

ٹاڈ نے لکھا ہے یہ سپاہ خراساں کی طرف سے آئی تھی اور شاہ خراساں دو بار ہندوؤں سے شکست یاب ہوچکا تھا آخری مرتبہ اس نے شاہ روم سے مدد اس غرض سے حاصل کی کہ ملک کفار میں قرآن اور طریق امامیہ داخل اور قائم کرے لیکن اس عقل کے دھنی کو یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ راجہ گج کے زمانے میں مذہب اسلام جاری کب ہوا تھا

بہرصورت چند ہندیوں کو دشمنوں کے زور سے جو مستقین بیان کئے جاتے ہیں وہ ملک چھوڑ کر ہندوستان کی طرف لوٹنا پڑا۔ اور گج کا بیٹا شالباہن نام پنجاب میں آکر رہنے لگا جہاں اس نے سمت ۷۲ بکرماجیتی میں شالباہن پور آباد کیا اور گرد و نواح کے بھومیوں نے اسکی اطاعت منظور کی شالباہن نے کل ملک پنجاب کو فتح کیا اسکے ۱۵ فرزند تھے بڑا بیٹا بلند نام جے پال تنور والی دہلی کی لڑکی سے بیاہا گیا تھا۔ شالباہن نے پھر زور لگا کر غزنی کی فتح کا ارادہ کیا اور دریائے اٹک کو عبور کرکے غزنی پر حملہ کیا۔ جلال اسکے مقابلے کے لئے بیس ہزار سپاہ لیکر آیا مگر شالباہن فتحیاب ہوا اور غزنی پر قبضہ کیا اور بلند کو وہاں چھوڑ کر اپنی دارالریاست پنجاب میں آگیا اور تھوڑے عرصے میں راہی ملک عدم ہوا۔ ۳۳ سال نو ماہ حکومت کی۔ بلند گدی نشین ہوا۔ اب پھر ترکستانی قوموں نے ترقی کی اور تمام ملک کو اپنے زیر حکم کرنا شروع کیا یہاں تک کہ علاقہ جات گرد و نواح غزنی بھی ان کے قبضہ و اختیار و اقتدار میں آگئے۔ بلند کے سات فرزند تھے اور وہ خود شالباہن پور میں رہتا تھا اور غزنی میں اپنے پوتے چکیتو پسر بھوپتی کو حاکم بنا دیا۔ بھوپتی بلند کا دوسرا بیٹا تھا اس طرف مخالف کی قوت جو اہل اسلام تھے بڑھی ہوئی تھی اس لئے چکیتو نے مسلمانوں کو بڑے بڑے عہدے دئے اور تمام فوج میں انہیں کو بھرتی کیا اور مسلمانوں کی

کی ترغیب سے خود بھی مسلمان ہوگیا اور بادشاہ بلخ وبخارا کی دختر سے شادی کر کے وہاں کا بادشاہ بن گیا اور اس سے قوم چغتہ مغل پیدا ہوئی لیکن یہ تاریخی غلطی ہے چغتائی خاں کا والد چنگیز خاں تھا چغتہ کا مورث چغتائی خاں ہے نہ چکیتو۔ بلند کے تیسرے بیٹے گولر کے آٹھ بیٹے تھے جنکی اولاد بھی گولر کہلائی اور قریب قریب سب انہیں سے مسلمان ہوگئے تھے یہ اقوام کشمیر ہیں اور دریا کی مغربی جانب سکونت پذیر ہیں۔ بلند کے چوتھے بیٹے جنج کے سات فرزند تھے اور اسکی اولاد بنام جنج مشہور ہے شالباہن کے بیٹے بلند اور پوتے بھاٹی نے پنجاب میں دن گذارے۔

نوٹ۔ محقق دوربین سمجھتے ہیں کہ پسران کرشن کا ہندوستان سے باہر جانا اور پھر دشمنوں کے زور سے ان لوگوں کی اولاد کا افغانستان کو چھوڑ کر ہندوستان کی طرف لوٹنا ایک قسم کا افسانہ ہے حقیقت میں جادو یا یادو کی قوم زابلستان سے آئی ہوئی ہے سری کرشن کی اولاد نہیں اور بعض محقق انہیں سیتھین نسل سے مانتے ہیں۔

۱۔ بھاٹی

یہ بلند کا بڑا بیٹا تھا اور اپنے والد کے بعد گدی نشین ہوا اس نے پنجاب میں خوب فتحیں حاصل کیں جس سے حسب دستور راجپوتوں کے اسکے نام پر اسکی اولاد بھاٹی راجپوت کہلانے لگی اور قدیم یادو کا لقب موقوف ہوگیا اسکے پاس بہت سا خزانہ اور ساٹھ ہزار سوار اور بیشمار پیادے تھے اس نے لاہور میں فوج کا اجتماع کر کے سبربھان راجہ کناک پور کے ساتھ جنگ کی سبربھان اس جنگ میں مقتول ہوا جسکے ساتھ چالیس ہزار سپاہ تھی بھاٹی کے دو فرزند تھے منگل راؤ اور مسور راؤ۔

۲۔ منگل راؤ

بھاٹی کے بعد گدی نشین ہوا۔ اس پر غزنی کی طرف سے حملہ ہوا اور وہ بھاگ کر سندھ میں چلا گیا۔ دشمن نے شالباہن پور کا محاصرہ کیا مسور راؤ راجہ کے خاندان کو لیکر پہلے ہی ہاں سے نکل گیا تھا اور لاکھی جنگل میں جو کسی زمانے میں جنگلی گھوڑوں کی نسل کے واسطے مشہور تھا اور وہ نسل اب معدوم ہے بود و باش اختیار کی۔ مسور راؤ کے دو فرزند تھے ابھے راؤ اور سارن۔ ابھے راؤ نے کل لاکھی جنگل کو اپنے زیر حکومت کیا اور اسکی اولاد کثرت سے ہوئی

اور وہ سب اٹھوریا بھاٹی کہلاتی ہے سارن نے اپنے بھائی سے تکرار کرکے علیحدگی اختیار کی
اُسکی اولاد کاشتکار ہو گئی اور یہ سارن جیٹ کے نام سے مشہور ہیں اسی سبب سے ہندوستان
کے جاٹ کاشتکاروں میں یہ قول چلا آتا ہے کہ وہ خاندان جادو کی اولاد ہیں اور اُن کا اصل
وطن قندہار ہے جب منگل راؤ شاہ غزنی سے بھاگا تھا تو اسکی اولاد خانہائے رعایا میں چھپی
تھی ایک ساہوکار ستی داس قوم تاک نے جس کے بزرگوں کو بزرگان راجہ بھاٹی نے خراب و
تباہ کیا تھا ارادہ بدلہ لینے کا کر کے بادشاہ کو اطلاع دی کہ بھاٹی کی اولاد ایک ساہوکار کے گھر
میں مخفی ہے بادشاہ نے ساہوکار مذکور کو طلب کر کے قسم کھا کر کہا کہ اگر وہ پسران شالباہن کو
حاضر نہیں کریگا تو اُسکے زن و بچہ سب قتل کئے جائیں گے۔ ساہوکار نے عذر کیا کہ اُسکے پاس
راجہ کے لڑکے نہیں ہیں بلکہ وہ لڑکے ایک بھومیہ کے ہیں جو بہ وقت حملہ آوری فوج کے فرار
ہو گیا ہے اور وہ میرا مقروض تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُن کو حاضر کرے اور اُن کے گاؤں
کا نام دریافت کیا جو نام اُس نے بتایا اُس گاؤں کے بھومیہ کو طلب کر کے بادشاہ نے اولاد
شالباہن کو اُنکے ساتھ حکم صرف کھانے کا نہیں دیا بلکہ اُنکی شادی اُن بھومیہ لوگوں کی
دختروں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ساہوکار کو کوئی موقع بجز تسلیم کرنے اس امر کے باقی نہ رہا تھا
لہذا وہ زمیندار کی پوشاک میں حاضر کیے گئے انھوں نے اُن جاٹوں کے ساتھ کھانا کھایا اور
اُن کی بیٹیوں کے ساتھ شادی بھی کی اس واسطے اس طرح کولراے کی اولاد کلوریا جاٹ
ہو گئی اور موندراج اور شیوراج کی اولاد موندرا جاٹ اور شیورا جاٹ ہو گئے اور پسران خرد
پھول اور کیولا جونائی اور کہار مشہور کئے گئے تھے وہ اس فرقے کے ہو گئے۔
منگل راؤ جس نے پناہ صحرائے کنارہ دریائے گھا میں پائی تھی دریائے مذکور کے پار
چلا گیا جہاں کے ریگستان میں اُس نے کچھ حکومت پیدا کر لی اس وقت میں یہ قوم برابا کنارہ
دریائے مذکور پر آباد تھی جو اب مسلمان ہے۔
منگل راؤ نے باستر ضائے راجہ سودا اپنا مقام قیام آس پاس علاقہ لود۔ وہ اور برابا اور
سودا کے وسط میں اختیار کیا۔ ادھر تیار راجپوت بھی رہتے تھے جو اب مسلمان ہو گئے ہیں اور
پونگل میں یہ برا قوم رہتی تھی اور مقام لودروا میں قوم سودرا راجپوت مسکن گزیں تھی۔ اور

دھات ایں سو دار اجپوت سکونت پذیر تھے۔

۳۔ منگل راؤ

یہ اپنے باپ منگل راؤ کے ساتھ مقام شالباہن پور سے فراری ہو گیا تھا باپ کے مرنے پر اُسکا جانشین ہوا۔ اور قرب وجوار کے سب راجوں نے اُسکی راجگی منظور کی اور امرکوٹ والے راجہ سوڈا نے اپنی دختر کی شادی اُسکے ساتھ کی اُسکے تین فرزند پیدا ہوئے کیہر یا کیسر اور مولراج اور گوگلی اس نے ایک قلعہ کی بنا ڈالی اور اُسکا نام تنو دیبی کے نام سے تنوت رکھا قبل ختم ہونے اس تعمیر کے اُس نے وفات پائی۔

۴۔ کیہر سنگھ اوّل

اپنے باپ کے بعد گدی نشین ہوا یہ اپنے باپ کے وقت میں تاخت و تاراج کرنے میں مشہور تھا اس کے وقت میں تنوت پر حسبرت رئیس براہا نے فوج کشی کی کیونکہ مقام مذکور اُسکی سرحد پر تعمیر ہوا تھا مگر مولراج نے اُسکی حفاظت کی اور حسبرت کو مجبوری واپس جانا پڑا سمت ۷۸۷ مطابق سنہ ۷۳۱ء میں قلعہ تنوت کی تعمیر ختم ہوئی جو راجپوتانہ کی مغربی شمالی سرحد پر ہے اور مندر تنوماتا اُسمیں تعمیر ہوا عرصہ قلیل کے بعد ایک عہدنامہ قوم براہا کے ساتھ عمل میں آیا اور رئیس قوم کے رئیس کی بیٹی کی شادی مولراج کے ساتھ ہوئی اس طرح ریاست بھٹی کی قائم ہوئی اس طرح اس وقت سے پونے بارہ سو برس پہلے بھاٹی لوگ راجپوتانہ کے ریگستانی حصے میں آنے کے بعد ہر قسم کی تکلیفیں اٹھا کر یہاں آباد چلے آتے ہیں بھاٹیوں نے چنا راجپوتوں کا جواب معدوم ہیں علاقہ فتح کیا مگر ان راجپوتوں نے کیہر سے عوض لے لیا یعنی وہ شکار میں تھا کہ انھوں نے اُس پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ اُسکے پانچ فرزند تھے سب سے بڑے کا نام تنو تھا۔

۵۔ تنو

اس نے گدی نشین ہو کر علاقہ براہا اور علاقہ لنگا ملتان والوں کا تباہ کیا۔ مگر حسین شاہ مع لانگھا یا لنگا راجپوتوں کے حملہ آور ہوا اسکے ساتھ کھکڑ اور جوہیا راجپوت (جواب معدوم ہیں) اور دوسری قومیں بھی تھیں اور یہ سب سوار تھے اور شمار میں دس ہزار

تنّو یہ سب علاقہ براہا میں پہنچے اور وہاں قیام کیا سب براہا شریک اُنکے ہوگئے تنّو نے اپنے ہم قوم
جمع کئے چار روز تک اُس نے قلعہ میں محصور رہ کر لڑائی کی پانچویں دن حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے
کھولدئے جائیں اور اپنے فرزند بیجے رائے کو ہمراہ لے کر شمشیر بدست باہر آیا اور محاصرین پر حملہ آور
ہوا۔ اوّل براہا کی قوم بھاگی پھر سب سواروں نے اُسکی پیروی کی فتحیاب راؤ نے مال غنیما
جو اُسکو میدان جنگ میں ملا اپنے قبضہ میں کیا اس فتح کے بعد شادی کا نارئیل جیجو رئیس
پوتاین کی طرف سے اُسکے بیٹے کے واسطے آیا اور ایک عہد نامہ مشارکت بمقابلہ راجہ ملتان
آپس میں منعقد ہوا۔ تنّو نے ایک قلعہ بجاسی دیبی کے نام پر بنایا اور اُسکا نام تنّوت رکھا
اس قلعہ میں اُس نے دیبی کی مورت سمت ۸۷ مطابق سنہ ۷۳۱ء میں قائم کی اور اسی سال
اپنی موت سے مرگیا۔

۶۔ بیجے رائے

تنّو کے بعد اُسکا بیٹا بیجے رائے قائم مقام ہوا اُس نے فوج کشی کر کے اپنی قدیم دشمن
قوم براہا کو شکست دیکر تاخت و تاراج کیا۔ سمت ۸۹۳ میں رانی پوتاین سے پیدا ہوا۔ اُسکا
نام دیوراج رکھا ایک مرتبہ پھر اقوام براہا اور لنگا نے بیجے رائے پر فوج کشی کے لئے اتفاق کیا
مگر اُنکو شکست نصیب ہوئی اور بھاگ گئے جب ان قوموں کو یقین ہوگیا کہ وہ مقابلے میں
سر نہیں ہوتے تو دغابازی کی فکر کی اور پیغام بھیجا کہ اس عناد قدیمی کے رفع کرنے کیلئے
رئیس براہا اپنی بیٹی بیجے رائے کو دیتا ہے اس پر بھاٹی وہاں گئے بیجے رائے اور اُسکا کٹھ
سو رشتہ دار ہمقوم قتل کئے گئے دیوراج بھاگ کر ایک پُروہت کے گھر میں پہنچا۔ وہاں
بھی اُسکا تعاقب ہوا جب کوئی امید تحفظ باقی نہ رہی تو برہمن نے کورے زنار صغیر سن
راجہ کے گلے میں ڈالدی اور اس غرض سے کہ تعاقب کرنیوالوں کو اُنکی غلطی کا اطمینان
کرے کہ جسکی وہ تلاش کرتے ہیں وہ نہیں ہے برہمن اُنکے روبرو اُسکے ساتھ ایک برتن
میں کھانا کھانے بیٹھا شہر تنّوت کا محاصرہ کر کے فتح کیا۔ اور جو شخص اُس میں ملا
اُسکو قتل کیا۔

پس عرصہ قلیل کے واسطے نام بھاٹی کا معدوم ہوگیا۔

۷ - دیو راج

یہ مدت تک لاک بیرا میں مخفی رہا مگر آخر کار جرات کر کے وہاں سے بھاگ نکلا
اور مقام بوتا جو اسکے نانا کا شہر تھا پہنچا اسکو نہایت خوشی ہوئی جب اس نے دیکھا کہ
اسکی ماں قتل ہونے سے محفوظ رہ کر وہاں موجود ہے دیو راج نے محتاجی کی ذلت سے تنگ
آکر ایک گاؤں کی درخواست کی رئیس نے دینے کا وعدہ کیا مگر رئیس بوتا کے رشتہ داروں
نے اسکو اس فعل سے ڈرایا اس لئے رئیس اپنے وعدے سے پھر گیا۔ اور یہ کہا کہ اسکو
صحرا میں تھوڑی سی زمین دیجائیگی۔ دیو راج نے چپکے چپکے اس زمین پر ایک قلعہ کی تعمیر شروع
کی اور سمت ۱۰۹۵ مطابق سنہ ۱۰۳۸ء میں اپنے نام سے اس ویران موقع پر قلعہ دیو راول بنا
دیئے راول کہتے ہیں ہوا یا جب رئیس بوتا نے سنا کہ اس کا نواسا بجائے مکان کے ایک
قلعہ تعمیر کراتا ہے تو اس نے ایک جمعیت قلعہ کو منہدم کرنے کے لئے بھیجی دیو راج نے اپنی
ماں کے ہاتھ قلعہ کی کنجی حملہ آوروں کے پاس بھیجی اور پیام دیا کہ حملہ آوران فوج آکر قلعہ کو اپنے
قبضے میں لے آئیں اور وہ انکی عزت اور آبرو کریگا جب سردار جو ایک سو بیس تھے آئے
انکو کہلا بھیجا کہ دس دس آدمیں ان سے کچھ مشورہ کرنا ہے جب وہ دس سردار آئے ان کو
قتل کر کے انکی لاشوں کو دیوار کے باہر پھکوا دیا اسی طرح دس دس سردار آتے تھے اور قتل
ہوتے تھے جب سب سردار آچکے اور قتل ہوئے تو یہ خبر منتشر ہوئی اور بے سرداروں
کی فوج بھاگ گئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد راؤ کے پاس وہ پروہت جس نے اسکو بیرا با
میں بچایا تھا آیا اور اب وہ جوگی ہو گیا تھا دیو راج اسکا چیلہ ہو گیا اور اس جوگی کی صلاح
سے اس نے اپنے دشمن برایا کو غفلت کی حالت میں قتل کر کے اپنی حکومت کو دوبارہ جمایا
اس وقت سے بھاٹیوں کا خطاب راؤ کے عوض راول قرار پایا جو اب تک ان کے
رئیسوں کے نام پر جاری ہے یہ راول اسی جوگی کا خطاب تھا جسکا دیو راج چیلہ بنا تھا اس
مہم کے بعد اس نے لنگا راجپوتوں پر فوج کشی کا ارادہ کیا لنگا کا راجہ علی پور میں شادی
کرنے کے لئے جا رہا تھا مقام مذکور میں دیو راج نے ان پر حملہ کیا اور ایک ہزار آدمی اسکے
قتل کئے باقی ماندہ نے اسکی اطاعت قبول کی۔

دیراوَل سے جنوبی سمت کو بودر راجپوت رہتے تھے انکی دارالریاست مقام بودرو اتھی اس خاندان کا پرویت ناراض ہوکر دیوراج کے پاس پناہ لایا اور اس نے دیوراج کو تحریک کی کہ انپر فوج کشی کرے دیوراج بارہ ہزار سوار لیکر روانہ ہوا اور شہر میں گھس کر قتل شروع کیا اور سوبھان رئیس بودر کی بیٹی سے بیاہ کرکے اور فوج کا ایک دستہ قلعداری پر بودرو امیں چھوڑ کر آپ دیراول میں واپس آیا۔ اس عرصے میں اسکے شہر کا تاجر جسکا نام جس کرن تھا آیا اور راول سے فریاد کی کہ دھار انگری کو گیا تھا وہاں کے راجہ برج بھان ہوا رنے اسکو گرفتار کیا اور ڈنڈ میں روپیہ لیکر رہا کیا راول نے بہت سی سپاہ کے ساتھ دھار پر چڑھائی کی اور جس نے راستے میں اسکا مقابلہ کیا اسکو مغلوب کیا۔ برج بھان نے پانچ روز تک دھار کا تحفظ کیا آخر کار آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ مقتول ہوا مول راج اس فتح کے بعد لوٹ آیا۔

ایک روز تھوڑے سے آدمی ساتھ لیکر شکار کو گیا چنپار اجپوتوں کے ایک باغی گروہ نے اس پر حملہ کرکے مع ۲۶ ہمراہیوں کے قتل کرڈالا دیوراج نے ۵۵ سال حکمرانی کی۔

۸ - مونڈ

یہ راول اپنے باپ دیوراج کے مارے جانے سے جانشین ہوا اور اس نے اپنے باپ کے قاتلوں پر انتقام کی غرض سے حملہ کیا اگرچہ انھوں نے جمع ہوکر تحفظ کیا تاہم انکے آٹھ سو آدمی کام آئے اس کے فرزند بچھراج کی بعمر چوتھا سال سولنکھی راجہ انہلواڑہ (پٹن) کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔ مونڈ کچھ عرصے کے بعد موت سے مرگیا۔

۹ - بچھراج

سمت ۱۰۳۵ مطابق سنہ ۹۷۹ء میں باپ کے بعد رئیس ہوا۔ اسکے پانچ بیٹے تھے دوساج اور سنگھ اور راہی را اور انکھوا اور رمال پسیاو یہ سب صاحب اولاد اور مورث ایک ایک فرقے کے ہوئے سنگھ کی اولاد سنگھ راجپوت کہلاتی ہے راہی کے بیٹے پاہو نے جو بہیہ راجپوتوں کا علاقہ تا بمقام دیبی چھال فتح کیا اور پوگل میں اپنا دارالریاست بنایا اس ریگستان میں اکثر کنوئیں تیار کرائے۔

جواب تاک پاہو کا کنواں کہلاتے ہیں۔

۱۰- دوسلج

سمت ۱۱۰۱ مطابق ۱۰۴۴ء میں باپ کے بعد رئیس ہوا۔

متصل کھاٹو واقع ناگور ضلع مارواڑ کے ایک شخص جنگ جو قوم کھیچی جسکا نام جد ہیر رہتا تھا اس نے غارتگری تا بدر وازہ پوگل کی تھی اور اکثر چترنگ بھاٹیوں کو قتل کیا تھا۔ دوساج نے ایک قافلہ اس حیلے سے تیار کیا کہ وہ گنگا کے نہان کو جائیگا اور بے خبری میں علاقہ کھیچی پر حملہ کیا اور شخص مذکور مع اپنے نوسو ہمراہیوں کے قتل ہوا۔ دوساج اور اسکے تین بھائی کھیڑ میں گئے اور وہاں پرتاب سنگھ رئیس گہلوت کی بیٹیوں سے شادی کی۔

دوساج کے وقت میں ہمیر راٹھ سودا نے اسکے علاقے میں لوٹ مار کی دوساج نے بہت کچھ صلح اور آشتی کے پیام دیئے مگر بے سود ثابت ہوئے اس نے مقام دھات میں کوچ کیا اور فتح حاصل کی۔ دوساج کے تین بیٹے تھے۔ جیسل۔ بجے راج۔ اور لنگا بجے رائے یہ پچھلا لڑکا اسکی صغر سنی میں رانی راناوت خاندان میواڑ سے پیدا ہوا تھا جسکی شادی سدراج جے سنگھ سولنکھی کی دختر سے ہوئی تھی۔ یہی پچھلا بیٹا باپ کے بعد جانشین ہوا۔

۱۱- لنگا بجے رائے

یہ سیسودیہ قوم کی رانی سے پیدا ہوا تھا اور اپنے باپ کے بعد گدی کا مالک سمجھا گیا لیکن جلد گذر گیا۔

۱۲- بھوج دیو

یہ اپنے باپ کے گذر جانے سے ۲۵ سال کی عمر میں جانشین بنا ابھی اسکی مسند نشینی کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ اسکے چچا جیسل نے مخالفت کی لیکن اسکے ساتھ ہمیشہ پانسو سولنکھی راجپوت موجود رہتے تھے اس لئے جیسل اسکو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا اس زمانے میں سلطان شہاب الدین غوری نے ملتان اور سندھ کو تاخت و تاراج کیا جیسل اپنے دوسو عزیز اور رشتہ دار سواروں کو ساتھ لیکر بادشاہ کے پاس حاضر ہوا اور اپنا مافی الضمیر عرض کیا اور بادشاہ کے ساتھ رفاقت کی قسم کھائی بادشاہ کے حکم سے مسلمانوں کی کمک اسکو حاصل ہوئی۔ مقام لودروا کا محاصرہ کر کے اپنے بھتیجے کو قتل کیا دو روز تک اہل شہر کو

اجازت رہی کہ اپنا مال و اسباب جس قدر اٹھا سکیں لیکر باہر چلے جائیں تیسرے روز مسلمانوں
کو لوٹنے کی اجازت دی گئی انھوں نے پرانی راجدھانی لودروا کو غارت کیا اور کریم خاں مال
مغروقہ لیکر بھکر کو روانہ ہوا۔

۱۳۔ راول جیسل

اس نے اپنے بھتیجے سے راج لیکر لودروا راجدھانی کے عوض جو صاف میدان
میں تھی دس میل فاصلے سے ایک پہاڑی پر سمت ۱۲۱۲ کے ساون مہینے مطابق سنہ ۱۱۵۶ء
میں شہر جیسلمیر آباد کیا اسکے بارہ برس کے بعد وہ مرگیا اور اسکے دو بیٹوں کیلن اور شالباہن
میں سے پچھلا جو چھوٹا تھا سرداروں کی سازش سے راج کا مالک ہوگیا۔

۱۴۔ شالباہن دوسرا

سمت ۱۲۲۴ مطابق سنہ ۱۱۶۸ء میں مسند نشین ہوا اسکی اول تعلقات قوم کاٹھی کے بھٹی
جو زیر حکومت اپنے حاکم جگ بھان کے درمیان سے ہوئی تھا اور راول کے بھتیجے بھٹی راکو
کاٹھی کا مقتول ہوا اور اسکے گھوڑے جیسلمیر پہنچائے گئے۔

کوہستان ابو کی ناتھ میں ایک ریاست تھی یہاں کا راجہ جادو قوم سے شالباہن
اول کی اولاد میں تھا جب وہ خوشی سے خارج ہوا تھا اس وقت میں اس ریاست کا
راجہ لاولد فوت ہوا تو ایک پیام جیسلمیر میں آیا کہ کوئی راجہ وہاں کے واسطے بھیجا جائے تاکہ
خالی گدی پر وہ وہاں بیٹھے شالباہن نے اپنے تیسرے بیٹے ہسو کو وہاں بھیجا مگر وہ اثنائے
راہ میں فوت ہوگیا اسکی رانی حاملہ تھی اسکو رستے میں درد زہ پیدا ہوا۔ اور زیر درخت پلاس
کے اسکے فرزند پیدا ہوا۔ اس لئے اسکا نام پلاسو رکھا اور یہی لڑکا گدی نشین ہوا۔ اور
اسکے نام سے اس ریاست کا نام پلاسوہ مقرر ہوا۔

شالباہن سروہی کو شادی کرنے گیا تو اسکے بیٹے بیجل نے راج دبالیا شالباہن نے
بہت عاجزی کی۔ مگر بیٹے نے نہ مانا۔

اس لئے وہ مقام کھیدال میں جسکی دارالریاست کا نام دیرادل تھا چلا گیا۔ اور
وہاں بلوچوں سے مقابلہ کرنے میں قتل ہوا۔

۱۵۔ بجل

جب اسکا باپ سروہی میں اپنی شادی کو گیا تھا تو بڑا بیٹا ہونیکی وجہ سے ریاست کا انتظام اسکے سپرد کر گیا تھا۔ شالباہن کی روانگی کے بعد بجل کے دھابھائی نے یہ خبر مشہور کی۔ کہ راول ایک شیر کے شکار میں مارا گیا اور بجل کو ترغیب دی کہ راول کا خطاب لے لیکن یہ بھی زیادہ عرصے تک حکومت نہ کرسکا ایک روز غصے میں اس نے اپنے دھابھائی کو مارا۔ اُس نے بھی پھر کر اسکو مارا اس پر بجل کو غصہ اور شرم آئی اور خودکشی سے جان کھوئی۔

۱۶۔ کیلن

برادر کلاں شالباہن دوم جسکو محروم کرکے جبیل کے نائب سلتنے نکالدیا تھا اب سمت ۱۲۵۲ مطابق ۱۲۰۶ء میں پھر طلب ہو کر پچاس سال کی عمر میں راول ہوا خضر خاں بلوچ نے پانچہزار سپاہ کے ساتھ دریائے مہران یعنی سندھ کا عبور کرکے علاقہ کھڈال پر حملہ کیا یہ حملہ اسکا بعد قتل شالباہن دوم کے دوسری مرتبہ تھا کیلن نے سات ہزار راجپوتوں کے ساتھ مقابلہ کیا سخت خونریزی کے بعد خضر خاں اور اُسکے پندرہ سو ساتھی مارے گئے ۱۹ سال حکومت کرکے مرگیا۔

۱۷۔ چاچک دیو اوّل

سمت ۱۲۷۵ مطابق ۱۲۱۹ء میں راج پاکر چنا راجپوتوں پر جو اب معدوم ہیں فوج کشی کی۔ اونکے دو ہزار آدمی قتل کرکے چودہ ہزار مویشی پکڑ لایا ان میں سے باقی ماندہ کو بمجبوری قوم جو سہیہ کے پاس پناہ لینی پڑی بعد اسکے رانا روم سہی راجہ سودا پر فوج کشی کی اور اُسکے چار ہزار سواروں کو شکست دی اور وہ اپنی دارالریاست امرکوٹ میں پناہ گیر ہوا اور اپنی لڑکی زوجیت میں دیکر دشمن کو رخصت کیا۔ قوم راٹھوڑ جو عرصۂ قلیل سے علاقہ کیہر میں آباد ہوئی تھی ہمسایہ تکلیف دہ تھی چاچک نے فوج سوداسے مدد لیکر اُن پر حملہ کیا۔ راٹھوڑوں نے بھی ایک بیٹی دیکر صلح کرلی۔

بھاٹیوں کے بڑے دشمن لنگا قوم کے راجپوت تھے جو سولنکھیوں کی ایک شاخ ہے

ہمیشہ اُنکے اور بھاٹیوں کے درمیان جنگ وجدل رہتی تھی سنہ ۷۳۱ء سے جب قلعہ تنوٹ سردار بھاٹی نے تعمیر کیا تھا چاچک دیو کے عہد تک ان دونوں گروہوں میں آتش جنگ مشتعل رہی آخر کار اُس وقت جنگ سرد ہوئی جو چاچک دیو کی افسری میں بھاٹیوں اور لنگاہیں بغیر مداخلت تیسری قوم کے وقوع میں آئی۔ فرشتہ اس قوم کے کل خاندان کو راجگان ملتان سے تعبیر کرتا ہے اور قوم لنگا کو افغان قرار دیتا ہے اور ابوالفضل کی تحریر سے انکا قوم لومڑی سے ہونا پایا جاتا ہے یہ قوم فی الحقیقت بہت کثرت سے اقوام جبٹ میں ہے تواریخ بھاٹی میں لنگا کو ایک صفحہ میں مسلمان اور دوسرے میں راجپوت لکھا ہے۔

نوٹ۔ اندوستھان لوگ حیوانات کے نام سے مشہور ہوتے ہیں مثلاً لومڑی اور بیرایا یعنی خوک اور تاک شاک یعنی سانپ اور اشویا السپی یعنی گھوڑا۔ بہر صورت رات دن کی تکرار و فساد سے یہ لوگ تنگ آکر سندھ وغیرہ کی طرف جا پھیلے اور وہاں مسلمان ہوکر **بلوچ** کہلاتے ہیں۔

چاچک دیو ۳۲ برس راج کرکے مرگیا اسکا بیٹا تیج راؤ جوانی میں بعمر بیالیس ۴۲ سال چیچک تے عارضی سے مرگیا اس لئے دو پوتوں جیت سی اور کرن سی میں سے چھوٹا لڑکا دادا کو زیادہ عزیز ہونیکے سبب راجہ بنایا گیا۔

۱۸ - کرن سی

اس سے اسکے دادا کو بہت محبت تھی جب وہ قریب المرگ ہوا تو اُس نے اپنے رئیسوں کو جمع کیا اور اُن سے درخواست کی کہ وہ اُسکی یہ خواہش منظور کریں کہ اُسکا چھوٹا پوتا اُسکا جانشین ہو جب یہ جانشین ہوا تو اسکا بڑا بھائی جیت سی ترک وطن کرکے گجرات میں چلا گیا۔ اور وہاں کے مسلمان بادشاہوں کی ملازمت اختیار کی کرن سی اٹھائیس سال حکمرانی کرکے گذر گیا۔

۱۹ - لاکھن سی

کرن کے مرنے پر سمت ۱۳۲۷ مطابق سنہ ۱۲۷۱ء میں یہ رئیس ہوا جو رات کے وقت گیدڑوں کا بولنا ٹھنڈ کی تکلیف سے خیال کرکے اُنکے واسطے کپڑے بھجوانے کی تاکید کیا کرتا تھا اس پر

بھی وہ بولتے تو اُنکے واسطے مکانات رمنہ راج میں بنوادیئے اکثر وہ مکانات اب بھی موجود ہیں
لاکھن پر اسکی رانی جو قوم سوداسے تھی حاوی تھی اُس نے اپنے بھائیوں کو امرکوٹ سے
طلب کیا۔ مگر اُسکے دیوانے خاوند نے اُنکو قتل کرکے اُنکی لاشیں دیوار سے باہر پھکوادیں چار
برس کے بعد اہلکاروں نے اس دیوانے راول کو خارج کرکے اُسکے بیٹے کو گدی پر بٹھادیا

۲۰- پون پال

اپنے باپ کی معزولی کے بعد مسند نشین ہوا۔ لیکن پھر اسکو بھی بدمزاجی کے سبب نکال کر
اسکے داداکرن کے بڑے بھائی جیت سی کو گجرات سے بلاکر راج کا مالک بنا دیا۔

۲۱- جیت سی اوّل

اسکو سمت ۱۳۳۲ مطابق ۱۲۷۶ء میں گدی نصیب ہوئی۔ اسکے عہد میں رانا روپ سی
والی منڈور کے علاقے پر محمد شاہ (غزنی) نے فوج کشی کی راجہ شکست کھاکر مع اپنے بارہ بیٹوں
کے فرار ہوا اور راول کے پاس آکر پناہ لی راول نے اُسکو مارو واسطے رہنے کے دیا علاءالدین
محمد غوری آناساگر کے پاس اجمیر میں مقیم تھا اُسکے پاس ملتان اور ٹھٹہ سے خراج جارہا تھا جب
یہ خزانہ مقام سکھر میں پہنچا تو جیت سی نے داؤں لگاکر اُسکو لوٹ لیا بادشاہ کو اس امر کی
اطلاع ہوئی تو اُس نے راول کی سزادہی کا حکم دیا۔ راول نے بنظر تحفظ تمام بوڑھے اور
ضعیف عورت ومرد جنگل میں بھجوادئے اور جیسلمیر میں مورچہ بندی کرائی اور دارالریاست
کے گرد کئی کوس تک ملک ویران کردیا اور پانچ ہزار سپاہ آزمودہ کار قلعہ کے اندر رکھی مسلمانوں
نے جیسلمیر کو آگھیرا۔ راول کے پوتے دیوراج پسر مولراج اور پڑپوتے ہمیر پسر دیوراج کی
شجاعت سے قلعہ محصورین کے ہاتھ سے ابھی نہ نکلا۔ جیت سی کے مرجانے پر لاش قلعہ
میں جلائی گئی اور اُس کا بڑا بیٹا مولراج راول ہوا۔ جیت سی نے اٹھارہ سال
حکمرانی کی۔

نوٹ محمد بادشاہ غزنی سے مراد محمد غوری ہے اور یہ ٹاڈ کی غلطی ہے کہ اُس نے رانا روپ سی
پر اُسکا حملہ لکھا ہے محمد غوری ۱۲۰۶ء مطابق ۶۰۲ ہجری میں اس جہان سے رحلت
کرچکا تھا اور وہ اٹک کے پاس رات میں گھکروں کے ہاتھ سے شہید ہوا تھا نہ کہ پرتھی راج

چوہان کے تیر سے مارا گیا تھا جیسا کہ ٹاڈ نے ایک لغو قصہ لکھ دیا ہے کہ چند کبیشر کی سفارش سے
سلطان اُسکی تیر اندازی کا کمال دیکھنے لگا اور راجہ نے کبیشر کے اشارے سے سلطان کے
تیر مارا جو مر گیا حالانکہ پرتھی راج میدان جنگ ہی میں مروا دیا گیا تھا اور چند جیسے لاغی بھاٹوں
کو وہ مترکب لگاتا۔

۲۲۔ مولراج اوّل

سمت ۱۳۵۱ مطابق ۱۲۹۴ء میں حالت محاصرہ میں راول ہوا دوسرے سال راجپوتوں نے
رسد نہ رہنے سے عورتوں کو قتل کر کے دشمنوں پر حملہ کیا راول ساتھیوں سمیت مارا گیا۔ اور
مسلمانوں نے دو برس تک قلعہ پر قبضہ رکھنے کے بعد اسکو توڑ کر چھوڑ دیا اس تباہی سے بھاٹی
لوگ کئی برس تک پریشان رہے۔ جیت سی کے وقت سے اس وقت تک جو مسلمان لڑے
اور قلعہ کو برباد کیا وہ شاید گجراتی ہونگے نہ علاء الدین محمد غوری کے آدمی وہ اس وقت سے بہت
پہلے مر چکا تھا۔ جیت سی کے بیٹے رتن سی کی محبوب خاں سردار بادشاہی کے ساتھ دوستی تھی
اُس نے بروقت بربادی جیسلمیر کے اپنے دونوں بیٹوں گرسی اور کہتیر کو محبوب خاں کے حوالے
کرا دیا تھا۔ محبوب خاں کی وفات کے بعد گرسی اجازت لیکر مغرب کی جانب علاقہ مہوہ میں آگیا
جہاں اُس نے مہلادیبی جگمال کی ہمشیرہ سے شادی کی اور اس کا بھائی بھی مخفی طور
پر وہاں سے چلا آیا۔

۲۳۔ دُودُو

جیسلمیر کی بربادی سے کئی سال کے بعد جگمال وغیرہ راٹھوڑوں نے بھاٹیوں کا ویران
قلعہ آباد پایا۔ جیسیر جیسل کی اولاد میں سے دودو اور تلک سی نامی دو شخصوں نے بے خبر حملہ
کر کے دشمنوں کو نکال دیا اس کامیابی سے دودو نے راول خطاب پاکر قلعہ کی مرمت کرائی اور
تلک سی نے اجمیر کے بادشاہی علاقے میں لوٹ مار شروع کی اور اسپان فیروز شاہ کو جو آناساگر
پر پانی پینے کو آتے تھے لیگیا جس سے دوبارہ مسلمانوں کی فوج نے جیسلمیر کو آگھیرا۔ اور راول
دودو وغیرہ اپنی عورتوں کو قتل کرنے کے بعد سمت ۱۳۶۲ مطابق ۱۳۰۶ء میں لڑ کر مارے گئے دودو
کے سترہ سوہم قوم کام آئے اور وہ دس برس گدی نشیں رہا۔

۲۴ - گرسی

گرسی جو رتن سی بن جیت سی کا بیٹا تھا جب تیمور نے دہلی پر حملہ کیا تو اس نے ایسی خدمات کیں کہ اسکا ملک موروثی عطا ہوا چنانچہ اس نے وہاں پہنچکر جیسلمیر کی ویرانی کی درستی کی اور آبادی بڑھائی سپاہ فراہم کی۔ بملا دیبی سے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے اس نے اپنی رانی کے مشورے سے کیہر کو جو دیوراج کا بیٹا دختر روپ سنگھ رانائے منڈور کے بطن سے تھا متبنے کیا تو م جسیر اس امر سے ناراض ہوئی کیونکہ وہ جیسلمیر کی گدی کو اپنا حق جانتی تھی اور اس نے گھات سے گرسی کو مار ڈالا یہ سنکر بملا دیبی نے اُنکے ارادوں کے توڑنے کے لئے فوراً کیہر کو گدی پر بٹھا دیا اور اس نظر سے کہ جو دو خواہشیں اُسکے شوہر کی تھیں یعنی ایک تو پورا کرنا گرسی ساگر کا اور دوسرے تحفظ قرار واقعی اُسکے متبنے فرزند کیہر کا جب تک یہ اچھی طرح مکمل نہ ہو جائیں اُس نے اپنا ستی ہونا ملتوی کیا چھ ماہ کے بعد جب یہ دونوں کام پورے ہو گئے۔ تو وہ چتا پر جا کر ستی ہو گئی بملا دیبی نے یہ بھی کہدیا تھا کہ اگر کیہر لاولد رہے تو فرزندان ہمیر اُسکے جانشین کئے جائیں۔

۲۵ - کیہر دوسرا

اسکے آٹھ بیٹے ہوئے ان میں سے سوما کی اولاد سوما بھائی کہلاتی ہے اسکی جاگیر میں سیکم پور تھا جو زبردستی اسکے تیسرے بھائی کیلن نے چھین لیا سوما مع تمام آدمیوں کے ترک وطن کرکے گروپ میں جا کر آباد ہو گیا اور پانچویں بیٹے ساتل نے ایک قدیم شہر کو نیا نام ساتل میر مشہور کیا کیہر کے اولاد ہونیکی وجہ سے فرزندان ہمیر کے مسند نشین ہونے کی نوبت نہ پہنچی۔ ہمیر کے دو بیٹے تھے ایک کا نام جیتا تھا اور دوسرے کا لون کرن۔ جیتا کے واسطے رانا کمبھا والی میواڑ نے اپنی دختر کے ساتھ شادی کے لئے ناریل بھیجا تھا جو منظور ہوا دولہا بیاہ کے لئے روانہ ہوا ارادلی پہاڑ میں پہنچا تو وہاں دلہن کے متعلق ایک راز کی بات سُنکر خفیہ تحقیقات کرائی تو معلوم ہوا کہ وہ عیب دلہن میں ضرور ہے اس لئے جیتا نے شادی نہ کی رانا اس فعل سے نہایت غصے ہوا مگر شرم کی وجہ سے اُس نے معاوضے کا ہاتھ دراز نہیں کیا اور بجائے اظہار کرنے اس بے آبروئی کے اپنی دختر کی نسبت راجہ کھیچی اچلداس نامی گگرون والے

کے ساتھ کردی۔

یہ دونوں بھائی مع ایک سو بیس ہمراہیوں کے مقام پوگل پر ایک ارادے کے انجام میں کام آئے

۲۶۔ کیلن دوسرا

کیہر کے بعد اُسکا تیسرا بیٹا کیلن توم بھاٹی کا سردار بنا اور تمام علاقے پر قبضہ کرلیا اور مقام دیوراول کو جو بھاٹیوں کے قدیم دشمن داہیا راجپوتوں نے دبا لیا تھا اُن سے چھین لیا کیلن کی مخالفت پر اقوام جوہیا اور لانگا نے کمر باندھی بعض بھاٹی بھی انکی مدد کو آمادہ ہوئے لیکن کیلن کے ہاتھ سے ہزیمت پائی۔ کیلن نے اپنی شادی خاندان سما جام والا میں کی اور ان میں جو تکرار علاقے کی بابت باہم رہتی تھی اُسے رفع کیا شجاعت جام جسکی اُس نے مدد کی تھی کیلن کے ہمراہ مدد میں آ گیا بعد دو سال کے اُس نے وفات پائی اب کیلن نے سما کا سارا علاقہ اپنے قبضے میں کرلیا اور بہتر سال کی عمر پائی اسکی حکومت پنجاب تک پہنچی تھی۔

۲۷۔ چاچک دیو دوسرا

کیلن کے بعد دوسرا چاچک دیو مسند نشین ہوا بعض کہتے ہیں کہ زمل مسند نشین ہوا لیکن یہ صرف علاقجات سمالی میں جو اُسکی جاگیر تھی حکمرانی کرتا تھا اور اس کے بعد صرف دو مہینے تک زندہ رہا۔

چاچک دیو نے اپنا قیام ماروت میں اس غرض سے قرار دیا کہ اپنے علاقے کو اہل ملتان کی تاخت و تاراج سے بچائے رکھے رئیس ملتان نے بھاٹیوں کے پرانے مخالفوں مثل لانگا۔ جوہیا اور کھیچی کو شریک کر کے چاچک دیو پر حملہ کیا اس نے بھی سترہ ہزار سوار اور چودہ ہزار پیادہ مقابلے کو تیار کر کے دریائے بیاس عبور کیا لڑائی میں فتحیاب ہوئے دوسری سال پھر لڑائی ہوئی اس میں سات سو چالیس بھاٹی کام آئے اور تین ہزار ملتانی کھیت رہے ان فتوحات کے بعد چاچک کا ملک وسعت پذیر ہوا اور وہ ایک تھانہ زیر حکم اپنے فرزند کے بمقام اسنی کوٹ آنزدیے دریائے بیاس چھوڑ کر پوگل میں واپس آ گیا بعد ازاں اُس نے فوج کشی مہیال رئیس دوندی پر کی اور اُسے شکست دی۔

برجنگ راٹھوڑ نے مشہور قلعہ سالمیر جسمیں صاحب دولت مہاجن رہتے تھے ایک بھاٹی

رئیس سے چھین لیا تھا اور تاخت و تاراج کا ہاتھ صحرا میں پھیلایا تھا چاچک نے اسکی رعیت میں سے بہت سے سیٹھ اور دوسرے اہل دولت گرفتار کر کے جیسلمیر کے متفرق شہروں جیسے دیراول اور مارورت وغیرہ میں آباد کر دئے اور اس راٹھوڑ کے بیٹے کو گرفتار کر کے اُڈل میں اپنے پاس رکھا تاکہ اسکا والد خوش رہ کر رکھے۔ آخر عمر میں چاچک نے اپنے بڑے بیٹے (۲۸) برسل کو اپنا جانشین بنایا اور علاقہ کھدال جسکا دارالریاست دیراول تھا دوسرے بیٹے (۲۹) رندھیر کو دیا جو ایک چوہان رانی سے تھا اور خود ملتان وسندھ کی طرف چلا گیا جہاں دشمنوں کے مقابل لڑکر کام آیا۔ برسل کے قدیم دشمن لانگا نے لسرکہ دگی ہیبت خاں اس پر حملہ کیا مگر شکست کھاکر واپس گیا۔ اسی عرصے میں حسین خاں بلوچ نے بیکم پور پر حملہ کیا اور شکست یاب ہوا۔

ریاست بٹ جانے سے کچھ عرصے تک بھاٹیوں کا ایک راجہ نہ رہا۔ لیکن آخر کار (۳۰) برسی نے راول بنکر سمت ۱۵۳۰ مطابق ۱۴۷۳ء میں بیکم پور وغیرہ کی عمارت تیار کرائی برسی کے مرنے پر (۳۱) **جیت سی** دوسرا راج کا مالک ہوا۔

جیت سی دوسرے تک جیسلمیر کا تاریخی احوال نہایت تاریکی میں ہے اور اسکے بعد بھی کرنل ٹاڈ کے بیان میں بہت فرق نظر آتا ہے اس لئے یہاں پر جیت سی کے بعد کئی پشت کا سلسلہ وار احوال تذکرۃ الواقعات ہمایونی۔ اکبر نامہ۔ توزک جہانگیری اور بادشاہ نامے سے صحیح کر کے لکھا جاتا ہے۔

۳۲۔ راول لون کرن

اسکے وقت سمت ۱۵۹۹ مطابق ۱۵۴۲ء میں ہمایوں بادشاہ جسکی سلطنت شیر شاہ نے دبالی تھی جودھپور کے راؤ مالدیو سے کچھ مدد نہ پانے کے سبب تکلیفیں اٹھاتا ہوا سندھ کو جاتے وقت جیسلمیر کے علاقے میں سے گذرا اور وہاں گائیں پکڑ کر ذبح کرائیں تو راؤ جیسلمیر کے دو ایلچی بادشاہ کے پاس آئے اور انھوں نے یہ شکایت کی کہ بادشاہ مسلح سپاہ کے ساتھ اس ملک میں بغیر بلائے چلا آیا اس ملک میں گائے ذبح نہیں ہوتی۔ بادشاہ کے آدمیوں نے اس مقدس جانور کو پکڑ کر حلال کیا اب بادشاہ کا لشکر راجہ کی رعایا کے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائیگا۔ بادشاہ نے امرا سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے انھوں نے کہا کہ ملامت سے

تو کام چلنے کا نہیں رب شمشیر سے حکم فرمائے کہ ان ایلچیوں کو مقید کیجئے بادشاہ نے انکو قید کر دیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ راؤ لون کرن اور اُسکے بیٹے مال دیو نے اکثر کنوؤں میں ریت بھروا دیا تاکہ ہمایوں اور اُسکے آدمیوں کو پانی نصیب نہ ہوا ور جب ہمایوں جیسلمیر پہنچا تو راول جیسلمیر بادشاہ کے آنے سے ناراض ہوا اور شہر کے باہر جو تالاب تھا اُسکی محافظت کی تاکہ لشکر شاہی کہ محنت اُٹھا کر سراپیے اس مرحلۂ بے آبی میں آیا ہے بے آب ہو کر تیسے آزار پائے مگر بادشاہ کے شیروں نے دست بردی کی اور گردہ کو تالاب کے کنارے پر شکست دی وہ بھاگ کر قلعہ میں چلے گئے اب پھر یہاں سے صحرائے بے آب میں سفر کیا چوتھے روز چار چاہ پر پہنچا تاہم پانی اُن سے نکلنا دشوار تھا اور بہت سے آدمی پیاس کے مارے مرگئے پانی کی ایک بوند بھی مرتے وقت تک اُنکے حلق میں نہ پہنچی اس وقت راجہ کا بیٹا سفید علم ہاتھ میں لئے نمودار ہوا اُس نے بادشاہ کے پاس آدمی بھیجکر یہ عرض کیا کہ حضور اس ملک میں دشمنوں کی طرح آئے اور گائے کشتی کی۔ جو ہندوؤں کے دھرم میں نہایت ممنوع ہے اگر حضرت یہاں اطلاع کر کے آتے تو مہمانداری آپ کی راجہ کی طرف سے موافق اُس قاعدے کے ہوتی جو راجاؤں اور زمینداروں میں مروج ہے اگر چند روز قیام کا ارادہ یہاں ہو تو میں بیل اور ڈول بھیجکر حوض کو پر کر دوں کہ بادشاہ کے لشکر کے آدمی اور مویشی اچھی طرح پانی پئیں۔ میرے ایلچیوں کو جو حضور نے قصور قید کر رکھا ہے خلاص فرمائے بادشاہ نے نردی بیاک تی سفارش سے ان ایلچیوں کو چھوڑ دیا غرضکہ ہمایوں پکھالوں میں پانی بھروا کر عمر کوٹ کیطرف روانہ ہوا جہاں کا رانا پرشاد ہمایوں کے ساتھ اس بے سامانی کے عالم میں ایسی تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آیا جیسا کہ کوئی بڑے بادشاہ کے ساتھ پیش آتا ہے اس وقت صرف سات سوار بادشاہ کے ساتھ باقی تھے اور دوسرے ایک ایک دو دو تین تین کر کے فنا ہوئے سات ہفتے کے قریب امرکوٹ میں ہمایوں رہا امرکوٹ ایک چھوٹا سا ضلع کم حاصل تھا بادشاہ کی اقامت دراز کے لئے مناسب نہ تھا یہاں ۵۔ رجب سنہ ۹۴۹ ہجری مطابق ۱۵۔ اکتوبر ۱۵۴۲ء کو حمیدہ بیگم بانو سے شاہزادہ اکبر متولد ہوا۔

لون کرن کے مرنے کا خاص وقت معلوم نہیں۔ اُسکے بیٹوں میں سے ہر راج

جیسلمیر کی گدّی پر بیٹھا۔

۳۳۔ راول ہرراج

اس وقت سمت ۱۶۲۷ مطابق ۱۵۷۱ء میں جب اکبر بادشاہ اجمیر ہوتا ہوا ناگور پہنچا تو اس جگہ آمبیر کے راجہ بھگوانداس کی معرفت راول کی بیٹی بادشاہی محل میں داخل ہوئی اور اس وقت سے جیسلمیر والوں نے بھی بادشاہی اطاعت قبول کی۔

۳۴۔ راول بھیم سنگھ

اس نے اپنے باپ ہرراج کے بعد راج پاکر سمت ۱۶۴۷ مطابق ۱۵۹۱ء میں مرزا خانخاناں کے ماتحت اڑلیسہ و بنگالہ وغیرہ کی بغاوت دور کرنے میں کارگذاری دکھلائی یہ پچیس برس کے قریب راج کرکے مرگیا اور اسکے چھوٹے بھائی کلیان نے گدّی پائی۔

۳۵۔ راول کلیان سنگھ

کرنل ٹاڈ نے کلیان کو بھیم سنگھ کا چچا لکھ کر اسکے عوض منوہرداس کا راول ہونا بیان کیا ہے جس کو غلط ثابت کرنے کے لئے تزک جہانگیری کی عبارت یہاں درج کیجاتی ہے۔

۱۰۲۵ہجری (مطابق سمت ۱۶۷۳ وسنہ ۱۶۱۷ء) کلیان جیسلمیری جسکے بلانے کو راجہ کشن داس (کچھواہہ) گیا تھا حاضر ہوا۔ اس نے نسو مہریں اور ہزار روپیہ نذر میں پیش کیا۔ اسکا بڑا بھائی راول بھیم جاگیر کا مالک تھا جب وہ مرا۔ تو اس نے ایک دو مہینے کا بچہ وارث چھوڑا۔ لیکن وہ بھی زیادہ نہ جیا اس (بھیم) کی بیٹی کو میں نے شاہزادگی میں بیاہ کر ملکۂ جہاں خطاب دیا تھا۔ چونکہ اس قوم کے لوگ پہلے سے سلطنت کے خیرخواہ چلے آرہے ہیں اور ایک رشتہ بھی ہوگیا تھا۔ اس لئے راول بھیم کے بھائی کلیان کو طلب کرکے میں نے سرداری کا ٹیکہ اور راول خطاب عنایت کیا۔ دوبارہ راول کلیان کی طرف سے کچھ نذر کا سامان پیش ہوا اور اسکو دوہزاری ذات ایک ہزار سوار کا منصب دیا گیا۔

سمت ۱۶۸۵ مطابق سنہ ۱۶۲۹ء میں شاہجہاں نے تخت پر بیٹھکر کلیان سنگھ کا منصب بحال رکھا لیکن راول کے مرنے پر اسکے بیٹے منوہرداس سے راج چھین

کرسبل سنگھ کو دیدیا جو راول لون کرن کے بیٹے مالدیو سے تیسری پشت میں تھا۔

۳۶۔ راول سبل کرن

سمت ۱۶۹۵ مطابق ۱۶۳۹ء کے بعد شاہجہاں کے حکم سے مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور نے مدد کر کے سبل سنگھ کو راج دلایا جس کے عوض جیسلمیر کا پرگنہ پوکرن ہمیشہ کے واسطے راٹھوڑوں کے قبضہ میں آیا۔ بادشاہ کی طرف سے سمت ۱۷۱۲ مطابق ۱۶۵۶ء میں سبل سنگھ کو ایک ہزاری منصب ملا۔

کرنل ٹاڈ افسوس کرتا ہے کہ بیکانیر کے راٹھوڑوں نے شمالی علاقہ۔ اور جودھپور والوں نے جنوبی پرگنے بارمیر وغیرہ جیسلمیر میں سے بے سبب دبا لئے لیکن زمانے کی یہی چال ہے کہ زبردست لوگ جا و بے جا ملک دباتے ہیں شروع میں یہ بات ناگوار گذرتی ہے اور عرصے تک قیام پا لینے سے حقداری سمجھ لی جاتی ہے۔

۳۷۔ راول امر سنگھ

اس نے سمت ۱۷۱۵ مطابق ۱۶۵۹ء کے بعد عالمگیر کے عہد میں گدی پر بیٹھکر بلوچوں اور بیکانیر کے راٹھوڑوں سے لڑائی میں بعض سرحدی مقام واپس لئے۔

۳۸۔ راول جسونت سنگھ

یہ سمت ۱۷۵۸ مطابق ۱۷۰۲ء میں راج کا مالک ہوا۔ اسکے وقت میں راٹھوڑوں نے بارمیر۔ پوگل اور پھلودی وغیرہ پرگنے دبا لئے اور اسکے پانچ بیٹوں میں سے بڑا جگت سنگھ گذر گیا تو اسکا بیٹا اکھے سنگھ وارث رہا۔ لیکن اکھے سنگھ کے گدی پر بیٹھتے ہی اسکے چچا تیج سنگھ نے راج چھین لیا۔

۳۹۔ راول تیج سنگھ

اسکے راج لینے پر اکھے سنگھ دلی جاکر اپنے باپ کے چچا ہری سنگھ کو مدد پر لایا تیج سنگھ لڑائی میں زخمی ہونے سے مرگیا اور اسکا کم عمر بچہ وارث رہا۔

۴۰۔ راول سوائی سنگھ

اسکے تین برس کی عمر میں گدی پر بیٹھنے کے بعد وعید ارا کھے سنگھ نے بڑی جمعیت سے

قلعہ پر حملہ کر کے اس بے گناہ کو قتل کرنے کے بعد راج حاصل کیا۔

۴۱۔ راول اکھے سنگھ

یہ سمت ۱۷۷۸ مطابق ۱۷۲۲ء میں راول ہوا۔ اسکے وقت میں بہاول خاں نے جو داؤد خاں کا پوتا اور مبارک خاں کا بیٹا تھا مقام دیوراول اور کھدال کا علاقہ دبا کر اپنی نئی ریاست بہاولپور میں داخل کیا۔

۴۲۔ مہاراول مولراج

سمت ۱۸۱۸ مطابق ۱۷۶۳ء میں راج کا مالک ہوا اسکے اٹھاون سال عہد میں دیوان سروپ سنگھ اور اُسکے بیٹے سالم سنگھ نے بھائیوں کے ملک اور خاندان کو نہایت تباہ کیا۔ جب راول کے ولیعہد رائے سنگھ نے سروپ سنگھ کو قتل کرنا چاہا۔ تو دیوان نے راول کنور کو ملک سے خارج اور واپس آنے پر ایک قلعہ میں قید رکھکر زہر سے مروا ڈالا۔ اور اسکے دو بیٹوں ابھے سنگھ اور دھونکل سنگھ کا بھی اسی طرح کام تمام کیا۔ راول کا دوسرا بیٹا جیست سی اندھا ہونیکے سبب جان سے بچا رہا تیسرے مان سنگھ نے گھوڑے سے گر کر وفات پائی اور اسکے بیٹوں کو بیکانیر میں پناہ لینی پڑی۔

سمت ۱۸۷۵ مطابق ۱۸۱۸ء ماہ دسمبر میں بڑی مشکل کے بعد سالم سنگھ نے سرکاری عہدنامہ ہونے دیا اس سے دو برس کے بعد مہاراول مولراج کے مرجانے سے اُسکا پوتا گج سنگھ جو مان سنگھ کا بیٹا تھا اور اپنے دوسرے بھائیوں کے وطن سے نکل جانے پر کم عمری کے سبب ریاست میں رہ گیا تھا گدی بٹھایا گیا۔

۴۳۔ مہاراول گج سنگھ

یہ سمت ۱۸۷۷ مطابق ۱۸۲۱ء میں راج کا مالک ہوا۔ اسکی شادی میواڑ کے مہارانا بھیکم سنگھ کی بیٹی کے ساتھ اُس موقع پر ہوئی جبکہ بیکانیر اور کرشن گڑھ کے مہاراجہ بھی مہارانا کی دوسری بیٹیوں کے ساتھ اپنے بیاہ کے لئے اودیپور گئے ہوئے تھے اس رشتہ داری سے بیکانیر جیسلمیر کے سرحدی جھگڑوں میں کچھ کمی ہوگئی۔ سمت ۱۸۸۰ مطابق ۱۸۲۴ء میں سالم سنگھ دیوان مر گیا۔ مہاراول کو اُسکے بیجا دباؤ اور رعیت کو نار واسختی سے نجات ملی۔ سالم کے پیچھے اسکے

ڈ دبیٹوں سے بڑے نے چھوٹے کی ماں کو کسی نوکر کے ساتھ آشنائی رکھنے کے خیال سے مار ڈالا جس سے مہاراول نے جواب ہوشیار ہوگیا تھا اُسے قید کر کے فسادیوں کا بالکل زور توڑ ڈالا۔

سندھ کی لڑائی پر مہاراول نے سرکار انگریزی کو باربرداری کے لئے اونٹ جمع کرنے میں بہت مدد دی۔ جس کے عوض سمت ۱۹۰۰ مطابق ۱۸۴۴ء میں سندھ کی فتح ہونے پر وہاں کے نواب میر علی مراد خاں سے شاہ گڑھ۔ گرسیہ اور گوٹڑہ کے قلعے جو کسی وقت دبا لئے گئے تھے واپس دلائے گئے اسکے دو برس کے بعد مہاراول کے لاولد انتقال کرنے سے رانی راناوت نے اُسکے چھوٹے بھائی کیسری سنگھ کے بیٹے رنجیت سنگھ کو گود لیا۔

۴۴۔ مہاراول رنجیت سنگھ

سمت ۱۹۰۲ مطابق ۱۸۴۶ء میں گدی پر بیٹھا جس کو دوسرے رئیسوں کی طرح ۱۸۶۲ء میں سرکار انگریزی سے گود لینے کی سند حاصل ہوئی اور سمت ۱۹۲۰ مطابق ۱۸۶۴ء ۱۶۔ جون کو اسکے لاولد انتقال کرنے پر اسکے چھوٹے بھائی بیری سال کو راج ملا۔

۴۵۔ مہاراول بیری سال

سمت ۱۹۲۰ مطابق ۱۸۶۴ء جون کے مہینے میں جبکہ اُسکی پندرہ سال کی عمر تھی گدی پر بیٹھا اس نے فضول جھگڑوں کے سبب مدت تک گدی نشینی سے انکار رکھا لیکن دو برس کے بعد کرنل ایڈن اجنٹ گورنر جنرل کے نیک صلاح دینے اور ضابطے کے ساتھ مسند نشین کرنے سے اُسکا رنج واندیشہ دور ہوا۔ سمت ۱۹۳۰ مطابق ۱۸۷۴ء میں مہاراول نے ڈونگرپور جاکر وہاں کی مہاراول اودے سنگھ کی بیٹی سے شادی کی جسمیں ڈیڑھ لاکھ روپے کے قریب خرچ پڑا اور پونے دو لاکھ کے قریب جہیز وغیرہ کی آمدنی ہوئی۔ سمت ۱۹۴۴ مطابق ۱۸۸۷ء میں مہاراول سخت بیمار ہوگیا۔ جس سے رزیڈنٹ مارواڑ وہاں گیا اور اطمینان کے بعد واپس جودھپور چلا آیا۔

بیری سال نے ۱۸۶۴ء سے ۱۸۹۱ء تک حکومت کی۔

اُسکی بیوہ نے ٹھاکر کوشل سنگھ جاگیردار لاٹھی کے بیٹے شیام سنگھ کو متبنے بنالیا۔

۴۶۔ مہاراول سالیواہن

گورنمنٹ کی منظوری سے شیام سنگھ مسند نشین ہوئے اور اُنھوں نے شالیواہن کا لقب اختیار کیا اُنھوں نے میوکالج اجمیر میں تعلیم پائی اُن کی شادی سروہی کے مہاراو کیسری سنگھ کی دوسری بیٹی سے ہوئی ۱۸۹۸ء میں اُنکو پورے اختیارات ملے۔

فصل

تاریخ سروہی جغرافیہ

ریاست سروہی مغربی راجپوتانہ میں ایک چھوٹی سی ریاست ہے جو درمیان خطوط عرض بلد شمالی ۲۴ درجہ ۲۰ دقیقہ اور ۲۵ درجہ ۲۰ دقیقہ وطول بلد شرقی ۷۲ درجہ ۱۰ دقیقہ و ۷۳ درجہ ۱۰ دقیقہ کے واقع ہے اسکے شمال ومغرب میں مارواڑ جنوب میں پالن پور ماہی کانٹھ اور بڑودہ مشرق میں میواڑ و مارواڑ کا علاقہ ہے۔ رقبہ ریاست ۱۹۶۴ میل مربع آبادی ایک لاکھ نواسی ہزار ایک سو تہتر آدمی خالصے کی آمدنی ایک لاکھ روپیہ سالانہ اور اس سے کچھ زیادہ کی زمین ماتحت جاگیرداروں کے قبضے میں تھی لیکن اس وقت خالصے کی آمدنی ۹۶۳۹ ۷، روپیہ سالانہ کی ہے۔ یہ علاقہ اکثر غیر آباد ہے اور پہاڑیاں زیادہ ہیں جو اراوالی (اربلی) پہاڑ کی شاخیں سمجھی جاتی ہیں اُسکے پورب میں جو ملک کا حصہ ہے وہ بالکل پہاڑیوں اور جنگل جھاڑیوں سے بھرا پڑا ہے آبو کا پہاڑ اور اُسکے قریب کا پہاڑی ضلع جو بھاکر کہلاتا ہے اسی حصے میں ہے مگر پچھم کی طرف کا ملک البتہ کشادہ اور کسی قدر زیادہ آباد بھی ہے کہ جہاں جابجا زراعت ہوتی ہے۔ آبو کا پہاڑ بہت سرسبز وسیر حاصل ہے۔ اسکی آب وہوا بہت خنک اور خوشگوار ہے ایجنٹ گورنر راجپوتانہ موسم گرما و برسات میں یہاں رہتے ہیں ہندوؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ کوہ آبو بوجہ بود وباش جاپیش کے مثل سمیر، وکیلاش کے پہاڑوں کا گرد سمجھا جاتا ہے آبو پر ایک روز بسر کرنے سے انسان کے کل گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور ایک سال وہاں رہنے سے نوع بشر کا گرد ہو جاتا ہے اُسکی اونچی سے اونچی چوٹی گروشکھر کہلاتی ہے جو سمندر سے ۵۷۰۰ یا ۵۸۰۰ فٹ اونچی ہے وہ

قدیم سے بہت متبرک اور عبادت گاہ عظیم ہندو اور جین دھرم کے ماننے والوں کا خیال کیا جاتا ہے
اسکے اوپر بشمت منی کا آشرم اور اچلیشر مہادیو کا مندر بہت مشہور ہے اور وہاں سے دو
تین کوس پر مقام دلواڑہ میں جین دھرم کے کئی نہایت عمدہ اور قیمتی مندر ہیں جنکی تعمیر صناعی
اور سنگتراشی میں کروڑوں روپیہ صرف ہوا ہے۔ ان میں سب سے بڑا مغرب کی طرف رکھب
دیو کا مندر کہلاتا ہے۔ بقول کرنل ٹاڈ یہ مکان ہندوستان کے کل مندروں سے بڑا ہوا اور
آگرے کے تاج گنج کے سوا کوئی عمارت اسکی برابر نہیں ہوسکتی کہتے ہیں کہ اس مقام پر پیشتر شیو اور
اور وشنو کے مندر تھے۔ بیرونی عمارت کے بڑے کمرے میں ایک منھ کے مختلف دھاتوں سے مرکب
جینیوں کے دیوتا کی مورت ہے اور مندر کے محاذی بمل ساہ یعنی ساہوکار اہل واڑہ اس مندر
کے بنانے والے کی پرتمان ہے کل مندر چودہ برس کے عرصہ میں تیار ہوا تھا دوسرا نمیناتھ کا
مندر ہے اسکے کتبے سے سنہ ۱۲۳۶ء کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور باقی ماندہ دو مندر صرف چار
سو برس سے کچھ زیادہ کے بنے ہوئے اور اس سے کمتر درجے کے ہیں مگر اب سب خراب
ہوتے جاتے ہیں کوہ آبو کا اصلی نام اربدھ ہے اس پر پرستن گان شمس اور دہریوں
کی لڑائی ہوئی تھی۔ پیروان مذہب بودھ تو اسکو اپنے اول بودھ سے آدھ ناتھ سے منسوب
کرتے ہیں اور برہمن السیشور یا اچلیش مخصوص الموقع دیوتا سے جس اگنی کنڈ سے برہمنوں نے
چار نسلوں کو اچلیش اور معتقدان کثیر المعبود کی طرف سے بمقابلے دیت یعنی دہریوں
کے (کہ عبارت بدھ مت والوں سے ہے) لڑائی کرنے کے واسطے پیدا کیا تھا اسکو
آبو شکھر پر اب بھی دکھلایا کرتے ہیں۔

ان پہاڑوں میں اکثر بھیل کولی اور گراسیہ بہت عرصے سے اور کثرت
سے آباد ہیں۔ بھیل پچھم کے پہاڑوں میں رہتے ہیں یا ان کے دامن میں۔ ان کی آبادی
متفرق ہوتی ہے وہ اپنے جھونپڑے گول اور دور دور بناتے ہیں اور وقت پر ایک بھیل
کی چیخ سنکر ادھر ادھر سے صدہا جمع ہوجاتے ہیں انکا خاص ہتھیار تیر اور کمان ہے اور
لیٹ کر خوب تیر مارتے ہیں پہلے تو اکثر انکا گذارہ لوٹ مار سے چلتا تھا مگر اب کھیتی بھی
کرنے لگے ہیں وہ کسی دھرم کے پابند نہیں اور نہ ان کا کوئی مذہب ہے یہاں تک کہ مرے

ہوئے چوپاؤں کو کھاجاتے ہیں اور اسی سبب سے کوئی اُنکے ہاتھ کا پانی نہیں پیتا ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ میواڑ سے اس طرف آئے ہیں اور انکا زیادہ تر گروہ میواڑ میں ہے اور کہنے کو ہندوؤں میں داخل ہیں اور انھیں کی طرف جذب ہوتے جاتے ہیں اور قوم مینہ اُترکی طرف زیادہ ہے چھ سو برس کے قریب ہوئے کہ یہ ڈیوڑھ چوپانوں کے ساتھ گوڈواڑ سے آئے تھے اور اس علاقے میں بس گئے یہ بھی چوری اور غارتگری میں بھیلوں سے کم نہیں بلکہ بہادری اور مضبوطی میں اُن سے دو قدم بڑھے ہوئے ہیں اور بہت جلد بدی اور خونخواری پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور ہمیشہ فساد کرتے رہتے ہیں انکو پہاڑوں میں دوڑنے اور گھاٹیوں پر چڑھنے اُترنے کی خوب مہارت ہوتی ہے اور گراسیہ ایک قوم بگڑی ہوئی راجپوتوں کی ہے وہ ایڈر کی طرف سے آئی ہے اور اُنکی زیادہ تر آبادی بھی اُسی طرف کو سروہی کے مشرقی پہاڑوں اور گھاٹیوں کے نیچے اور اوپر جھونپڑیوں میں ہے اور جس علاقے کا نام بھاکر ہے وہ ان لوگوں کا مسکن ہے عجیب وحشی ہیں اور کبھی اس بات کو گوارا نہیں کرتے کہ کوئی آدمی بلامرضی اُنکی اُنکے علاقے میں آجائے اُنکی زبان بہت ہی کم سمجھ میں آتی ہے اُنھوں نے پہاڑوں پر ڈھول رکھ چھوڑے ہیں کہ جسکی آواز پر فوراً صدہا آدمی جمع ہوجاتے ہیں اور راستہ بند کردیتے ہیں یہ بھاکر کا علاقہ آبو سے ۱۵ کوس لمبا اور بارہ کوس چوڑا ہے مگر گراسیہ ایک جگہ پر نہیں رہتے ہیں دوسرے تیسرے برس اپنے جھونپڑوں کو دوسری جگہ لیجاتے ہیں اور وہاں ایسے ہی جنگل کاٹ کر زمین کو قابل زراعت کرلیتے ہیں۔ ان گراسیوں میں سے اکثر کے پاس بڑی جاگیریں ہیں جو اپنی وحشت اور جنگلی مددگاروں کی اعانت سے ریاست کی بہت کم اطاعت کرتے ہیں۔

زمین کے مالک جو راجپوت ہیں وہ بھی عادات اور طریقہ اپنی رعیت کا سا رکھتے ہیں وحشت یہاں کے باشندوں میں یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ ذراسی بات پر راج سے بغاوت کرکے بار وٹھیہ ہوجاتے ہیں اور لوٹ مار کرنے لگتے ہیں اور آپس میں مدت دراز سے نااتفاقی چلی آتی ہے یہ ریاست تو قوم چارن کے واسطے اچھی وجہ معیشت ہے یہاں کے ٹھاکر اور راجپوت جو پشتہا پشت سے بغاوت کرنے اور بار وٹھیہ ہوجانے کے عادی ہیں۔ اُن لوگوں پر بہت کچھ اعتبار رکھتے ہیں اور بغیر اُنکی ضمانت کے کسی شرط کے قبول کرنے پر راضی

نہیں ہوتے انکا کوئی راضی نامہ بغیر ومیانگی چارنوں کے نہیں ہوتا جو بار وٹھیہ اپنے ٹھکانے پر بیٹھتا ہے وہ جب تک کسی چارن کا بچن نہیں لیتا ہے تب تک ایسا نہیں کرتا ہے اور چارنوں نے بھی اپنی شاعری سے دیوڑوں کو خوب خوب بڑھایا ہے چارن کے معنے چاروں طرف شہرت دینوالے کے بیان کئے گئے ہیں شروع میں انکا تعلق رشتہ داری کا راجپوتوں کے ساتھ رہا لیکن اگلے زمانے میں دان لینے کی وجہ سے انکی راجپوتوں سے علیحدگی ہوئی اور دان دینے اور لینے والوں میں فرق سمجھا گیا۔

سروہی کے راج میں برسات میں پہاڑوں سے کئی ندیاں اُترتی ہیں اور مارواڑ کی ندی لونی سے ملکر کچھ کے خلیج میں گرتی ہیں مگر بناس ندی جو آبو کے پہاڑ سے نکلی ہے ریاست ہائے میواڑ۔ ڈھونڈھار ٹونک اور ہاڑوتی میں ہوکر چنبل ندی میں جا ملتی ہے۔

سروہی کے پہاڑ مارواڑ کے پہاڑوں کی بہ نسبت سرسبز اور سیراب ہیں اور میدانوں میں جا بجا نشیب ہے اور پانی سطح زمین سے بہت قریب ہے مگر اسپر بھی بند تالاب اور چاہات بہت ہی کم ہیں کوہ آبو پر ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کا قیام رہتا ہے یہاں پر کھی تالاب اور درختوں کی ترو تازگی سے بڑی رونق معلوم ہوتی ہے۔

پہلے اس علاقے میں پواروں کا راج تھا اور اُس وقت چندراوتی نگری اُن کی راجدھانی تھی اسکے کھنڈرات ابھی تک آبو کے نیچے اپنی پچھلی یادگار کا اظہار کرتے ہیں ان میں اکثر عمارتوں کے ستون اور پتھر اُس اعلےٰ اور افضل سنگتراشی کی یادگار ہیں جس سے اس ملک کی دولتمندی ثابت ہوتی ہے اب ان کھنڈروں میں گراسیوں کے جھونپڑے نظر آتے ہیں ریاست سروہی میں گیارہ پرگنے اور ۴۳۱ گانوں ہیں اُن میں سے دوسو گانوں بھائی بیٹوں کی جاگیرات میں دئے ہوئے ہیں ان میں بارہ جاگیردار بڑے ہیں۔

خاص شہر سروہی پانچہزار آدمی کی آبادی اجمیر سے دوسو میل جنوب و مغرب میں احمد آباد جاتے ہوئے ریلوی لائن سے قریب ہے چھوٹا سا شہر اربلی پہاڑ کے نیچے آباد ہے یہ قصبہ پرانی بستی سے علیحدہ ہے جو اب اُجڑ گئی ہے شروع پندرھویں صدی عیسوی میں سرنوا پہاڑ کے نام پر سرنوی نام سے آباد کیا گیا تھا جو بدل کر سروہی ہو گیا ہے مکان اکثر پتھر اور اینٹوں سے پختہ بنے

ہوئے ہیں اور مہاراؤ کا محل ایک بلند جگہ پر مضبوط ہونے کے سوا کچھ بڑا یا خوبصورت نہیں ہے

سروہی کی تلوار جو اکثر سیدھی ہوتی ہے اور سروہی یا کتی کہلاتی ہے تمام ہندوستان میں مشہور ہے وہ بہت کارآمد ہوتی ہے اور کاٹ بھی خوب کرتی ہے مگر اس میں ایک بڑا عیب یہ ہے کہ بعض اوقات لگاتے ہی ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتی ہے۔

قوم

سروہی والے دیوڑہ راجپوت ہیں جو چوہانوں میں سے نکلے ہیں وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم مہاراجہ پرتھی راج چوہان کے چچا کن کی اولاد میں ہیں مگر تحقیقات سے انکا لاکھن سی راجہ ناڈول علاقہ مارواڑ کی اولاد میں ہونا ثابت ہوا ہے ناڈول کے چوہان راجے بھی بڑے نامی ہوئے ہیں۔ سمت ۱۰۰۰ سے سمت ۱۲۴۸ تک انکا بڑا عروج رہا ہے اول راجہ ناڈول کا لاکھن تھا جو سمت ۱۰۳۹ میں گجرات کے دارالحکومت انہلپور پٹن تک راہداری کا محصول لیتا تھا اور میواڑ کا راج اسکو خراج دیتا تھا اس نام کو لکھمن بھی لکھتے ہیں اور یہ ناڈول کا راجہ لاکھن مانک راج چوہان کی نسل سے تھا نہ کن کی۔ کن کی اولاد میں تو پوری علاقہ آگرہ کے راجہ ہیں مانک راج چوہان کے دس بیٹوں سے ایک کا نام نربان تھا اسکی اولاد میں نربان چوہان ہوئے، وہ مارواڑ کے اُتر میں رہا کرتے تھے اُن میں دیوٹ نام ایک بڑا بہادر شخص ہوا اُس نے آبو کے پاس راج کیا اور سروہی نام شہر بسایا اسکی نسل والے دیوڑہ چوہان کہلائے۔ لیکن نربانوں کی تواریخ میں اس روایت کے برعکس یہ بات لکھی ہے کہ قوم نربان دیوڑوں سے پیدا ہوتی ہے اُسکا مورث اعلیٰ جسکا نام راجہ جین تھا سروہی سے آیا تھا۔

دیوڑوں کا نام پرتھی راج راسا میں بھی آیا ہے مگر اُس سے اُن کی پیدائش معلوم نہیں ہوتی۔ دیوراج ڈیوڑہ پرتھی راج کے ساونتوں میں داخل اور قنوج کی لڑائی میں اسکے ساتھ تھا بعض کہتے ہیں کہ اس راؤ چوہان کی عورت دیوی تھی جس سے اسکی اولاد دیوڑہ کہلائی۔ بعض کہتے ہیں کہ لاکھن چوہان والی ناڈول کی سترھویں پشت میں راؤ کیتو تھا اور اس کیتو کا پوتا مانی جی تھا اسکی رانی چند کا بھوانی تھی اُس سے دیوراج اور ریاتا دو بیٹے پیدا ہوئے دیوراج کی اولاد دیوڑہ کہلائی۔ ان روایتوں سے ثابت ہے کہ قوم دیوڑہ ناڈول کے چوہانوں سے

نکلی ہے اور ناڈول کے چوہانوں کو پرتھی راج چوہان کی اولاد سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ اُن کا مورث اعلیٰ راؤ لاکھن مانک راج چوہان کی نسل سے تھا کرنل ٹاڈ نے ایک لاکھن ہی پرتھی راج کی اولاد میں لکھا ہے اور وہ اکثر شہاب سے قوم مہاجن کا بانی ہوا ہے مگر وہ ناڈول کا راجہ نہیں تھا۔ اور یہ نسبت ان کے باپ کے نام پر انکا نام رکھا ہونا زیادہ تر موزوں اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ اور راجپوتوں میں قوم باپ کے نام پر ہی مشہور ہوتی ہے اسی لئے محققین کا یہ قول ہے کہ دیوراج کے نام سے اسکی قوم دیوڑہ کہلاتی ہے جس طرح دیوڑوں نے اپنی طاقت سے سروہی کی ریاست حاصل کی تھی ویسے ہی غیروں کی اطاعت بھی مقابلہ اور مجبوری بغیر آسانی سے اختیار نہیں کی۔ انہوں نے میواڑ کے رانیوں کو آپس کی تکرار سے فیصلے کے لئے اکثر بزرگ و سرپنچ قرار دیا تھا اور پھر گجرات کے بادشاہ جو دہلی کے خاندان کی ماتحتی سے نکلکر خود مختار بادشاہ کہلانے لگے تھے جو [illegible] لیے اور لوٹ مار کرنے کے سوا سروہی پر زیادہ دباؤ نہیں رکھ سکے لیکن مغل شاہنشاہ اکبر جنہوں کی تدبیر ان معاملات میں کامل تھی۔ دیوڑوں کو آزاد نہیں چھوڑا اور انکو میواڑ کے تعلق سے علیحدہ کر کے اپنا تابع بنایا۔

تواریخ

سمت ۱۲۵۰ مطابق ۱۱۹۴ء میں جبکہ شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج چوہان کے قتل ہونے کے بعد دلی اور اجمیر وغیرہ پر قبضہ کر لیا تو چوہان لوگوں نے شمالی ہندوستان کو پریشان ہو کر راجپوتانہ کے ویران علاقوں میں جہاں جنگل اور پہاڑ کے سبب بچاؤ ہو سکتا تھا سہارا ڈھونڈھا اُن میں سے دیوراج نامی شخص کی اولاد میں سے (۱) راؤ لوبھا نے سمت ۱۳۷۸ مطابق سنہ ۱۳۲۱ء میں پرمار راجپوتوں سے آبو کا قلعہ لے لیا اور یہ وہ عہد تھا کہ ترکوں کی سلطنت بسبب انتقال سلطان علاء الدین خلجی کے کمزور ہو گئی تھی اور راجپوتوں کو جابجا خروج کا موقع مل گیا تھا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ لوبھا نے آبو کے پنوار راجہ کو مار کر اسکے ہاتھ سے خود بھی جان دی لیکن اسکا بھائی تیج سی آبو کی گدی پر بیٹھ گیا اور پنوار دب کر تیجسی کے نوکر ہو گئے۔ اور کچھ چلے گئے۔

میر اسنوار کی بہن جو راجہ کی بیٹی تھی تیج سی کو بیاہی گئی اور تیج سی نے صرف چار پانچ

گانوں میرا کو جاگیر میں دئے۔ لونبھا کا دوسرا نام لونگ ہے۔ راس مالا میں لکھا ہے کہ (۲) تیج سنگھ لونبھا کا بیٹا تھا اور تیج سنگھ کا بیٹا (۳) کانڑدیو اور کانڑدیو کا بیٹا (۴) سامنت دیو تھا بعض کتابوں میں جو کرسی نامہ دیا ہے اُسمیں تیج سنگھ۔ کانڑدیو اور سامنت سنگھ کا نام ہی نہیں آیا ہے وہ راؤ لونبھا کے بعد (۲) راؤ سلکھا۔ اور سلکھا کے بعد (۳) راؤ رنمل اور راؤ رنمل کے بعد (۴) راؤ سوبھان۔ اور راؤ سوبھان کے بعد ( ) راؤ سہس مل کو لکھتے ہیں۔

بعض کتابوں میں یوں لکھا ہے (۱) لونبھا (۲) سلکھا (۳) رنمل (۴) سوبھان (۵) سہس مل (۶) لاکھا (۷) جگمال (۸) اکھے راج (۹) رام سنگھ (۱۰) دودا (۱۱) اودے سنگھ (۱۲) مان سنگھ اوّل (۱۳) سرتان اوّل (۱۴) راج سنگھ (۱۵) اکھے راج (۱۶) اودے بھان اوّل (۱۷) بیری شال (۱۸) سرتان دوسرا (۱۹) شتر سال (۲۰) مان سنگھ دوسرا (۲۱) پرتھوی راج (۲۲) جگت سنگھ (۲۳) بیرسال (۲۴) اودے بھان دوسرا (۲۵) شیر سنگھ (۲۶) اُمید سنگھ (۲۷) مہاراؤ کیسری سنگھ

بہر حال ان میں سے رنمل تک آبو پر راج کرتے رہے اور راؤ سوبھان نے سمت ۱۴۶۲ مطابق سنہ ۱۴۰۵ء میں سرنوا پہاڑ میں جہاں اُسکے بزرگوں نے پناہ لی تھی ایک شہر بسایا اور وہاں رہنا اختیار کیا اور اُسکے بیس برس کے بعد سمت ۱۴۸۲ مطابق سنہ ۱۴۲۵ء میں راؤ سہس مل نے جو لونبھا کی پانچویں پشت میں تھا سروہی کو جو اب تک موجود ہے بسایا اور قلعہ بنایا کہتے ہیں کہ اُس نے اپنی راجدھانی کا نام سارنیشور مہادیو کے نام پر شیوپوری رکھا تھا مگر کثرت استعمال سے سروہی مشہور ہو گیا سہس مل نے اپنا علاقہ بڑھایا اور ایک پہاڑ کے سولنکھیوں سے جو راج سروہی اور مارواڑ کی سرحد پر واقع ہے جنگ کی اور کچھ زمین اُنکی چھین لی۔ راؤ سہس مل جو دھاجی راٹھور والی منڈور اور راؤ راجمل وکومبھا رانیان چتوڑ کا ہمعصر تھا اور ایک بیٹی اُسکی ان دونوں راجوں اور ایک اندر کے راؤ لونبھا کو بیاہی تھی اور اُسکا باپ سلکھا چتوڑ کے رانا لاکھا کا ہمعصر تھا اور اُسکی بیٹی سیران دیوی رانا ہڈور کی رانی تھی۔

اسکے وقت میں گجرات کا بادشاہ قطب الدین تھا وہ بار بار سروہی کی طرف سے میواڑ پر حملہ کیا کرتا تھا جس میں ریاست سروہی بھی لٹ جاتی تھی۔ ایک بار رانا کومبھا نے سروہی کو فتح کیا۔ اور آبو کا پہاڑ دیوڑوں سے فتح کر لیا اور بعض کہتے ہیں کہ سہس مل کے دوسرے

بیٹے لاکھا کے کہنے سے بطور پناہ پذیری کے رانا کو بخوف افواج شاہی حین۔ ماہ آبو کے اوپر چلکر کھ میں ٹھہرا تھا اور جب اُس نے ایسے مضبوط مقام کو پاکر اُسکے چھوڑنے سے انکار کیا تو سہس مل کے بڑے بیٹے دھیراج نے فوج جمع کرکے اور بزور حمایت بادشاہ گجرات کے پہاڑ کے اوپر جاکر رانا اور اُسکے آدمیوں کو نکالدیا۔

۶۔ راؤ لاکھا

تاریخ فرشتہ میں راؤ لاکھا کو کنٹھا دیو لکھا ہے۔ کنٹھا دیو سوائے لاکھا کے اور کوئی راجہ سرو ہی کا نہیں ہوسکتا ہے۔

سنہ ۹۶۲ ہجری مطابق سمت ۱۵۴۴ میں کئی سوداگر عربی اور عراقی گھوڑے اور کچھ اسباب لیکر گجرات کو جاتے تھے جب علاقہ سروہی میں پہنچے تو لاکھا نے اُنکو لوٹ لیا اُنھوں نے جاکر سلطان محمود بے گڑہ سے فریاد کی سلطان نے اُن کو مال مغرد تہ کی قیمت اپنے خزانے سے دلاکر راؤ کو لکھا کہ یا تو سوداگروں کا مال بھیجدے یا لڑائی کی تیاری کر کہ میں آتا ہوں راؤ نے ڈر کر سب مال واپس کردیا سلطان محمود بیگڑہ کے وقت میں ملک خضر نے سروہی پر یورش کرکے خراج لیا تھا۔ اُس لاکھا نے آبو پہاڑ پر اپنے نام سے لکھی تالاب کھدوایا۔ جس کو اب عام لوگ بگاڑ کر نکھی تالاب بولتے ہیں۔

۷۔ راؤ جگمال

راؤ لاکھا کے چار بیٹے جگمال۔ ہمیر۔ شنگر اور اودا تھے جگمال جب راؤ ہوا تو ہمیر نے اُس سے آدھوں آدھ راج بٹوالیا۔ جگمال آبو میں اور ہمیر سروہی میں رہا یہ بات جگمال کو بری لگی اور اُس نے فوج کشی کرکے ہمیر کو مار ڈالا راؤ جگمال کی بیٹی جودھپور کے راؤ گانگاجی کو بیاہی تھی جس کے بطن سے راؤ مالدیو پیدا ہوا تھا۔

۸۔ راؤ اکھے راج

جگمال کے بعد اُس کا بیٹا اکھے راج مسند نشین ہوا۔ پالن پور کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایکبار جالور کے رئیس مجاہد خاں عرف موکھا کو شکار گاہ میں راؤ اکھاجی عرف اکھے راج نے پکڑ لیا جس کے بدلے میں جالور کے لشکر نے سروہی کا ملک لوٹ کر اُجاڑ دیا اور سروہی

کے کنور مالدین سنگھ کو جو دولہا بنا ہوا براتیوں کے ساتھ جاتے ہوئے اُن پہاڑوں کے سلسلے میں فوت گشت ہوا۔ جو سرحد جالور کے قریب واقع ہے گرفتار کر لیا اور مسلمان کرنیکی دھمکی دی تب راؤ نے خان جالور کو چھوڑ دیا۔ راؤ اکھے راج کے بعد اُسکا بیٹا رائے سنگھ گدی پر بیٹھا۔

۹۔ راؤ رائے سنگھ

بھین مال کا پرگنہ اُس وقت جالور کے پٹھانوں کے پاس تھا راؤ نے اُس پر چڑھائی کرکے شہر بھین مال کو گھیرا اُسکے اندر سے ایک تیر آیا اور راؤ کا مکتر توڑ کر بغل میں لگا اُس سے راؤ کا کام تمام ہوگیا۔ اُس کو جودھپور کے راؤ گانگاجی راٹھوڑ کی بیٹی چانپا بائی بیاہی تھی۔

۱۰۔ راؤ دُودا

رائے سنگھ نے مرتے وقت کہا تھا کہ میرا بیٹا اودے سنگھ بہت چھوٹا ہے پانچ راجپوت ملکر ملک میرے بھائی دُودا کو دیدیں وہ اودے سنگھ کو بھی پال کر بڑا کریگا اس سبب سے سب راجپوتوں نے دُودا کو راؤ بنایا وہ گادی پر تو بیٹھا لیکن مالک اودے سنگھ کو سمجھتا تھا اس لئے بالگھیلوں سے جنگ کی اور مرتے وقت کہا کہ ٹیکا اودے سنگھ کو دینا میرے بیٹے مان سنگھ کو نہ دینا اور اودے سنگھ کو کہا جو تیری خوشی ہو تو موضع لویانہ میرے بیٹے کو دیدینا۔

۱۱۔ راؤ اودے سنگھ

راؤ دودا کے انتقال کے بعد راجپوتوں نے اودے سنگھ کو تو سرد ہی کا مالک کیا اور موضع لویانہ مان سنگھ کو دیا ایک برس کے بعد اودے سنگھ نے مان سنگھ سے زبردستی لویانہ چھین لیا اور اُسکے باپ کے احسانات کا پاس نہ کیا وہ چیتوڑ میں رانا کے پاس چلا گیا جس نے اُس کو اٹھارہ گاؤں دئیے۔

۱۲۔ راؤ مان سنگھ

مسند نشینی سے ایک برس کے بعد اودے سنگھ چیچک سے مرگیا۔ تو اسکو چیتوڑ سے بلاکر دیوڑوں نے گدی پر بٹھا دیا۔ اس نے راج پاکر اپنے چچازاد بھائی اودے سنگھ کی بیوہ اور حاملہ رانی کو جس سے شاید کوئی ولیعہد پیدا ہوتا بیرحمی سے مار ڈالا۔ کیونکہ راؤ رائے سنگھ کی بیوہ چانپا بائی نے کہا تھا کہ اودے سنگھ کی بیوہ کو حمل ہے جب میرے پوتا ہوگا تو میں مان سنگھ کو نکالدونگی

سروہی کے پاس ہی بہت سے گاؤں کولیوں کے تھے وہ اب تک کسی راؤ کے مطیع نہ ہوئے تھے مان سنگھ نے ایک دن میں ۲۲ جگہ علیحدہ علیحدہ فوجیں بھیجیں جنھوں نے ایک ساتھ ۲۲ جگہ حملہ کر کے کولیوں کو نکال دیا اور اُن کے گاؤں میں چھ مہینے تک تھانہ رکھا لیا۔ کولی عذر خواہ ہوئے اور جو حکم راؤ نے دیا وہ انھوں نے منظور کر دیا تب راؤ نے خوش ہو کر اُن کی زمین اُنکو دیدی۔

اس راؤ کی ایک بیٹی رانا پرتاپ سنگھ کو بیاہی تھی اور دوسری بیٹی اُدے چند رسین والی جودھپور کو۔

اُسکے ایک خدمت گار کلا نے آبو کے اوپر برا بھلا کہنے سے خفا ہو کر کٹاری سے زخم کیا اور خود صاف نکل گیا راؤ پہر بھر کے بعد مر گیا اور اُسکے کوئی اولاد نہ ہونے کے سبب سے اُنکی وصیت کے موافق بھان سنگھ دیوڑہ کا بیٹا سرتان سنگھ جو موضع پامیرہ میں رہتا تھا راج کا مالک بنایا گیا جو راؤ لاکھا کی پانچویں پشت میں تھا۔

۱۴۔ راؤ سرتان

راؤ سرتان دیوڑہ سمت ۱۶۲۲ مطابق ۱۵۶۶ء میں سروہی کی گدی پہ بیٹھا لیکن دھیاجی دیوڑہ نے جو ریاست کا منتظم پہلے سے تھا سرتان کی خود بینی و نخوت سے آزردہ ہو کر دھیا دیوڑہ کو جو سرتان کی جان و مال کا محافظ تھا قتل کر کے سرتان کو مسند ریاست سے اتار دیا اور رانا پرتاپ والی میواڑ کی حمایت سے اپنی مسند نشینی کی کوشش کرنے لگا راؤ اکھا کی نسل سے ایک شخص کلا تھا اُس نے جب یہ معاملہ دیکھا کہ ہر ایک مسند نشینی کے مسودے میں مشغول ہے تو اُس نے سروہی کی مسند نشینی کی سند شہنشاہ اکبر سے اپنے نام پر لکھوالی دھیاجی دیوڑہ یہ خبر سنکر سروہی کے خزانے اور مہادیو کے شوالے سے جس قدر مال لے جا سکا لیکر ایڈر چلا گیا۔ کلا بادشاہی سند کے ذریعہ سے سروہی میں آکر مسند نشین ریاست ہوا اور بیجیا قوم کو راجپوتوں کو اپنی مدار المہامی کا عہدہ دیا مگر چونکہ قوم بیجیا اور ان ڈونگراوت راجپوتوں میں جو سروہی کے رہنے والے تھے۔ قدیم سے دشمنی چلی آتی تھی۔ اس لئے یہ ڈونگراوت راجپوت راؤ کلا سے بھی ناراض ہو گئے اور رادادوت وغیرہ راجپوتان سروہی سے متفق ہو کر دھیاجی کو ایڈر سے

بلاکر اُنکی وساطت سے راؤ سرتان مسند نشین سابق کو از سر نو مسند نشین کرنے کے متعلق مشورہ کیا اور سب نے اتفاق کر کے اُسکو بمقام رام سن میں بلاکر ملک خاں والی جالور سے جس کی اولاد اب پالن پور میں حکومت کرتی ہے مدد چاہی لڑائی میں کلا شکست فاش کھاکر میواڑ کی طرف بھاگ گیا اور ملک خاں کی فوج نے سروہی آکر راؤ سرتان کو بار دگر مسند نشین کیا اور اِس امداد کے معاوضہ میں راؤ اور اسکے دیوان وجاجی نے علاقہ سروہی میں سے پرگنات ڈوڈیالی۔ سوانہ۔ لوہیانہ اور بڑگانوں ملک خان کو دئیے۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مسند نشینی سے بارہ برس کے بعد سرتان نے تاج خاں رئیس جالور کے ساتھ اکبر سے سرکشی کی بادشاہ نے اپنے ایک ماتحت سردار ترسون خاں اور بیکانیر کے راؤ رائے سنگہ کو فوج کے ساتھ سروہی پر بھیجا مقابلے میں لاچار ہوکر تاج خاں اور راؤ سرتان نے بادشاہی دربار میں حاضری دی کچھ عرصہ کے بعد راؤ نے بادشاہی حضور سے بھاگ کر پھر سرکشی پر کمر باندھی اور سید ہاشم خاں بارہ اور راؤ رائے سنگہ نے دوبارہ آبوگڑھ کا محاصرہ کرنے کے بعد راؤ سرتان کو بادشاہی اطاعت پر مجبور کیا۔ لیکن اکبر نے دیوڑوں کا زور توڑنے کی غرض سے میواڑ کے مہارانا اودے سنگہ کے بیٹے جگمال کو جو باپ کے بعد گدی نہ ملنے کے سبب اپنے بڑے بھائی رانا پرتاپ سنگ سے رنجیدہ ہوکر بادشاہی دربار میں چلا گیا تھا سروہی کا آدھا راج بانٹ دیا۔ اس پر دیوڑوں نے تھوڑے دنوں میں جگمال کو دغا سے مار کر اپنا تمام علاقہ واپس لے لیا۔

نوٹ۔ پالن پور یا جالور کے کسی رئیس کا نام تاج خاں نہیں البتہ تاج خاں ہتیانی جالور والوں کا ایک افسر تھا۔ ملک خاں والی جالور نے سمت ۱۶۳۲ مطابق ۱۵۷۶ء سنہ ۹۸۴ ہجری میں انتقال کیا اور غزنی خاں اسکی جگہ مسند نشین ہوا تو عبد الرحیم خان خاناں بیرم خاں کے بیٹے نے اسکو بوجہ اسکے تمرد کے گرفتار کر کے قید کر دیا تو اُس کی ماں امران بائی نے جو راول بھیم ویورا ٹھوڑ جاگیردار ضلع باڑمیر کی لڑکی تھی رہائی کے لئے ایک قاصد کو خط دیکر رائے سنگہ والی بیکانیر کے پاس جو اُس وقت اکبر کے پاس حاضر تھا اور اسکا ہم قوم تھا اور کلیان سنگہ راٹھوڑ کا بھائی تھا بھیجا اور اُس نے راؤ مالدیو کی بیٹی جودھا بائی کے ذریعہ سے کوشش

کی جو اکبر کی نہایت چہیتی بیگم تھی چنانچہ غزنی خاں نے پانچ سال کے بعد رہائی پائی۔
سمت ۱۶۴۱ مطابق ۱۵۸۵ء میں راؤ سرتان کی طرف سے بجا دیوڑہ نے بادشاہی فوج کے شامل رہ کر گجرات کا فساد دور کرنے میں بہت کارگذاری دکھلائی سرتان بیس برس راج کر کے گذر گیا۔ راج سنگہ اُسکا بیٹا وارث ہوا۔

۱۴۔ راؤ راج سنگہ

سمت ۱۶۶۷ مطابق ۱۶۱۱ء میں راؤ سلطان کے بعد گدی پر بیٹھا اسکے وقت میں بھی باپ کے وقت کی طرح خانگی فساد ہوتا رہا۔ اسکے کئی بھائی تھے۔ اُن میں سے سور سنگہ نے چند سرداروں کی مدد سے حملہ کیا اور راج سنگہ سے سروہی کا راج لے لیا۔

۱۵۔ راؤ سور سنگہ

چونکہ جودھپور کے راجوں اور نیز جہانگیر کو بوجہ مارڈالنے راؤ رائے سنگہ اور جگمال سیسودیہ کے سروہی کی طرف سے بڑی ناراضی تھی اور اسی وجہ سے کئی دفعہ راؤ سرتان پر فوج کشی ہوچکی تھی اور اب پھر اُسکا احتمال تھا اس لئے راؤ سور سنگہ نے راجہ سورج سنگہ والی جودھپور سے اس شرط پر کہ راجہ سورج سنگہ اور کنور گج سنگہ کی شادی سروہی کے خاندان میں کیجائیگی اور جو ۲۹۔ راٹھور رائے سنگہ کے ساتھ موقع دتانی میں مارے گئے تھے اُنکے بھائی بیٹوں اور بھتیجوں کے بیاہ بھی اُسی وقت کرے جائینگے۔ اور جو ہاتھی گھوڑے وغیرہ راؤ سرتان نے دنیا کئے تھے وہ بھیجا دیں گے۔
بعد اسکے پھر خانگی فساد شروع ہوا اس۔ لئے کہ پرتھی راج سوبا وت جو راؤ سرتان کے چچازاد بھائی سوجا کا بیٹا تھا اور راج سنگہ سے ایک پشت رشتے میں بڑا ہونے کی وجہ سے بزرگی اور سرپرستی کا دعوے رکھتا تھا وہ راؤ سور سنگہ سے ناراض ہوکر راؤ راج سنگہ سے جا ملا جس سے اُسکو دوبارہ سروہی کی مسند حاصل ہونیکا حوصلہ ہوا۔ پس اب ایک لڑائی پھر درمیان دونوں دعویداروں کے ہوئی جس میں راؤ سور سنگہ ہارا اور راج سنگہ بار دیگر ریاست کا مالک ہوا مگر بدقسمتی سے اُسکے اور پرتھی راج کے درمیان میں بھی ناچاقی ہوگئی

اور پرتھی راج مع اپنے خاندان کے اُس سے باغی ہوگیا جسکی وجہ سے ۶ سے تک ملک میں بہت بڑا فساد رہا۔ راناکرن سنگھ کی فہمائش سے بھی نااتفاقی دور نہ ہوئی۔ راؤ راج سنگھ نے پرتھی راج کو جو دھپور والوں کی مدد سے ملک سے نکلوادیا مگر اس نے سال بھر کے بعد دفعتہ راؤ راج سنگھ پر حملہ کیا اور اسکو آسانی سے مار لیا مگر اسکا دو برس کا بچہ اکھے راج دائی کے چھپا دینے سے بچ گیا۔ اتنے میں راؤ کے آدمی جمع ہوگئے اور پرتھی راج بمشکل تمام اپنے آدمیوں کی مدد سے جان بچاکر موضع پالڑی کیطرف نکل گیا۔

۱۶۔ راؤ اکھے راج

راؤ راج سنگھ کے مارے جانے کے بعد سمت ۱۶۷۵ میں اُسکے بیٹے اکھے راج کو جو صرف دو برس کا تھا جانشین کیا گیا اور چتوڑ کے رانا امر سنگھ اور ایڈر کے راؤ کلیان مل نے راج سنگھ کے مارے جانے کا سخت افسوس اور اسکے نو دو سال بچے کی ہر ایک موقع پر مدد رکھی۔ جس سے سیسو دیہ پربت سنگھ وغیرہ سرداران سروہی نے زور پاکر پرتھی راج کو سروہی کی سرحد سے باہر نکالدیا۔ خود پرتھی راج تو دیول راجپوتوں کی امداد سے جیکلان کے ایک نہایت دشوار گذار پہاڑ میں رہنے لگا۔ اور اسکا بیٹا چاندا سروہی کے علاقے میں لوٹ مار کیا کرتا تھا۔ راؤ اکھے راج نے بہت جلدی ہوش سنبھالا اور بارہ برس کی عمر میں اپنے ملک اور مال کی خبر لینی شروع کرکے باغیوں پر حملہ کرنا جاری کردیا اس وقت راناکرن سنگھ مر چکا تھا اور رانا جگت سنگھ اُسکی جگہ بیٹھ گیا تھا چونکہ اکھے راج کبھی کبھی سرحد میواڑ میں بھی حملہ کردیتا۔ اس لئے رانا جگت سنگھ نے دوسرے برس اپنی مسند نشینی کے راؤ کے اوپر فوج بھیجی اُس نے سروہی کے راؤ کو شکست دی اور اسکی نامی عمارتوں کو ڈھوا دیا۔

سمت ۱۷۱۱ میں جودھپور کا مہاراجہ جسونت سنگھ گجرات جاتا ہوا سروہی پہنچا ایک دن مقام ہوکر دوسرے دن راؤ کی بیٹی آنند کنور بائی سے مہاراجہ کی شادی ہوئی جس کو دیوڑی ات سکھ دی کا خطاب ملا۔ راؤ کا بڑا بیٹا اودے بھان اوّل تھا جو راؤ سے مخالفت رکھتا اور میواڑ کا رانا جگت سنگھ مرگیا تھا اور رانا راج سنگھ اسکا جانشین ہوا تھا راؤ اکھے راج اور رانا راج سنگھ سے موافقت نہیں تھی کنور اودے بھان اودیپور میں رانا کے پاس

گیا اور اُسکی فوج کو سرد ہی پر چڑھا لایا۔ راؤ میواڑ کی فوج کے ہاتھ میں گرفتار ہوا سپہ سالار
فوج میواڑ اودے بھان کو گدی پر بیٹھا کر راؤ کو اُسکے حوالے کر کے چلا گیا اودے بھان باپ
کو قید کر کے مالک ریاست ہوا لیکن کچھ عرصہ کے بعد رام دیوڑہ اور صاحب خان سیسودیہ
نے راؤ کو قید سے چھڑا کر پھر مسند پر بیٹھایا راؤ نے اودے بھان کو مع اُسکے بیٹے کے مروا دیا۔ پرتھی
راج دو دیوڑوں کے ہاتھ سے پہلے مارا جا چکا تھا۔ بعد کو اُسکا بیٹا چاندا اپنی موت سے مرا۔
اکھے راج نے چاندا کے بیٹے دیوڑہ امرا کو پالا تھا۔ دلواڑہ اور جیت واڑہ وغیرہ مواضعات مع حاصل
راہداری کے دیکر منا لیا اس تدبیر سے ریاست میں امن ہو گیا۔ ۵۵ سال راج کر کے سمت ۱۷۳۰
میں راؤ اکھے راج کا انتقال ہو گیا۔ اس نے شاہجہاں کی بہت خیر خواہی کی تھی اُسکو اُڑنا
اکھے راج بھی کہتے تھے کیونکہ اس نے بڑے بڑے دھاوے کئے تھے اور ایکدن میں دور دور
تک پہنچکر دشمنوں سے لڑا تھا۔

۱۷۔ راؤ اودے سنگھ

یہ اکھے راج کا دوسرا بیٹا تھا جو باپ کے بعد سمت ۱۷۳۰ میں مسند نشین ہوا اسکے وقت میں
میں مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور کا خرد سال بچہ اجیت سنگھ پوشیدہ طور پر سرد ہی میں
رکھا گیا تھا اور جب مہاراجہ کے ہوشیار ہونے پر راٹھوڑوں نے اُسکو آگر دیکھا اور ابھی
اودے سنگھ کو اسکی خبر نہ تھی جب اُسکو خبر ہوئی تو ملنے کو گیا اور اجیت سنگھ کو نذر دی اور راٹھوڑ
درگداس اور کھیمی چند داس سے مہاراجہ کو محل میں لیجانیکے واسطے بہت منت کی۔ جب
مہاراجہ محلوں میں گیا تو راؤ نے پانچ ہزار روپے کا چبوترہ بنا کر نظر سے گذرانا اور بہت خوشی کی
سمت ۱۷۵۴ میں اودے سنگھ کا انتقال ہو گیا۔

۱۸۔ راؤ چھتر سال

راؤ اودے سنگھ کے بعد یہ مسند پر بیٹھا اس نے دس برس راج کیا

۱۹۔ راؤ اُمید سنگھ

یہ راؤ چھتر سال کا چچا تھا اور سمت ۱۷۶۴ میں اسکی جانشینی اختیار کی سمت ۱۷۷۲ میں
مہاراجہ اجیت سنگھ گجرات کو جاتا ہوا سرد ہی میں آیا اور راؤ کی بیٹی سے اجیت سنگھ کی شادی

ہوئی۔ اور اجیت سنگھ کی زندگی تک جودھپور اور سروہی کے درمیان صلح وصفائی رہی۔

سمت ۱۷۸۷ میں جودھپور کے مہاراجہ ابھے سنگھ نے گجرات جاتے ہوئے ریواڑہ کے دیوڑوں پر جو علاقہ جالور میں لوٹ مار کیا کرتے تھے جالور سے فوج کشی کی اور جنگل کٹوا کر ریواڑہ کو ویران کر دیا پھر موضع پوسالیہ علاقہ سروہی کو لوٹا جلا دیا امید سنگھ نے اپنے وکیلوں کو بھیجکر پیش کش اور ایک ڈولہ بھیجا اور صفائی کر لی اور ملاقات کر کے دیوڑہ نرائن داس ٹھاکر پاڑیو کو مع اپنی فوج کے ابھے سنگھ کے ہمراہ کیا۔

۲۰۔ راؤ مان سنگھ

امید سنگھ کے بعد چھتیس سال کا بیٹا مان سنگھ مسند نشین ہوا۔ سمت ۱۸۰۶ میں دنیا سے گذر گیا۔

۲۱۔ راؤ پرتھی راج

مان سنگھ کے بعد پرتھی راج جانشین ہوا۔ اور سمت ۱۸۲۹ میں دنیا سے اٹھ گیا

۲۲۔ راؤ تخت سنگھ

اپنے باپ پرتھی راج کے بعد جانشین ہوا آخر یہ بھی دنیا سے جاتا رہا لاولد تھا۔

۲۳۔ راؤ جگت سنگھ

یہ اپنے بھتیجے تخت سنگھ کے بعد گدی پر بیٹھا۔

۲۴۔ راؤ بیری شال

اپنے باپ کے بعد گدی پر بیٹھا۔ چونکہ ریاست سروہی سے اور جودھپور والوں سے اچھا برتاؤ تھا۔ اور مہاراجہ بھیم سنگھ والی جودھپور اور بیری شال سے بھی بخوبی دوستی اور صفائی تھی۔ اس لئے اس نے مان سنگھ کو جو قلعہ جالور میں مہاراجہ بھیم سنگھ کی فوج سے لڑ رہا تھا مدد نہیں دی۔ مان سنگھ نے سمت ۱۸۵۸ میں بیری شال سے چاہا تھا کہ مثل مہاراجہ اجیت سنگھ کے اسکو بھی کوہستان سروہی میں کوئی جگہ پناہ کی ملے کہ جہاں وہ اپنے قبائل کو رکھکر بدلجمعی تمام مہاراجہ بھیم سنگھ والی جودھپور سے لڑائی جاری رکھے بلکہ اس نے اپنے خرد سال کنور چھتر سنگھ کو بھی مع کسی قدر آدمیوں کے بغرض پناہ جو بھی جنگلات سروہی میں بھیجدیا تھا

لیکن راؤ نے اس خیال سے کہ مہاراجہ بھیم سنگھ کے ساتھ بگاڑ ہو جائیگا انکار کر دیا اور جھنتر سنگھ کو پناہ نہ دی ناچار لوگ اسکو میواڑ کیطرف لے گئے اور اس حقیقیت میں ایک آنکھ کنور مذکور کی کسی جھاڑی میں کانٹا لگ جانے سے جاتی رہی جسکا غصہ عمر بھر مان سنگھ کو رہا سمت ۱۸۶۰ میں راؤ بیری شال کا انتقال ہو گیا

۲۵ - راؤ اودے بھان

یہ اپنے باپ کیطرح ہمیشہ جودھپور کے مہاراجہ بھیم سنگھ کی دشمنی کا خیال کھتا رہا اور مان سنگھ کو کچھ مدد نہ دی جب مہاراجہ بھیم سنگھ کی وفات کے بعد مان سنگھ جودھپور میں مہاراجہ بنا تو اس نے راؤ اودے بھان کی ضد پر جاگیردار جیچ کو جو ریاست سردہی سے خلاف رکھنے کو اپنی اسلاف کی میراث سمجھتا تھا راؤ کی برابر تعظیم دیدی اور اسکے خاندان کی ایک لڑکی بیاہ لی جس سے بھٹا کر مذکور کو اور بھی حوصلہ سرکشی کا ہو گیا ایسے ہی بھٹا کر مڈار کے خاندان کی دو لڑکیاں لیکر اسکو بھی مدد دی اور خود سردہی کے اوپر دس ہزار فوج بھیجی سردہی شہر پر راؤ نے تین دن مقابلہ کیا چوتھے روز مارواڑیوں نے ہلہ کر دیا شہر اُنکے قبضہ میں آگیا۔ راؤ بھاگ کر پہاڑوں میں چلا گیا جہاں سے حملے کیا کرتا اور لوٹ مار کرکے پھر اپنی مقام پر پہنچ جاتا رعایا آباد ہوتے نہیں پاتی مارواڑیوں کا خرچ آمدنی سے زیادہ لگتا انھوں نے کچھ انتظام کرکے میںوں کو سزا دی اور راؤ کے ہمراہیوں سے بھی جنگ کرکے انکی لوٹ کھسوٹ کو بند کیا۔

سمت ۱۸۶۲ میں مہارانا بھیم سنگھ کی بیٹی کی شادی کی بابت لڑنے کے لئے جے پور والوں نے بھی جودھپور پر فوج کشی کر نیکی خبر مشہور ہوئی تو مہاراجہ مان سنگھ نے بلوبیشن بندی میرتے میں جاکر اپنے افسران مقیم سردہی کو حکم لکھا کہ سردہی میں راؤ اودے بھان کو بٹھا کر مع فوج کے یہاں چلے آؤ اُس وقت سردہی والوں نے مارواڑیوں کا تعاقب کیا اور کچھ سامان لوٹ لیا راؤ اودے بھان سردہی میں آبیٹھا مگر اسکا رویہ اپنی رعیت کی نسبت بہت خراب تھا وہ لوگوں کی ننگ و ناموس پر دست درازی کرتا تھا اور سرداروں کو زیادہ ستاتا رہتا تھا اور بات بات میں اُن کے اوپر فوج بھیجدیتا تھا جس سے رعیت اور سردار وغیرہ سب لوگ اُس سے ناخوش رہتے تھے سرداروں کی بغاوت سے ملک میں فساد پھیلا

ہوا تھا خزانے میں کوڑی نہ تھی سپاہیوں کی تنخواہ ادا نہ ہوتی تھی بیوپاریوں کے امن میں خلل
تھا۔ اسیطرح یہ ہوا کہ سمت ۱۸۷۰ میں راؤ اپنے باپ کے پھول لیکر گنگاجی کو گیا واپس آتے ہوئے
مہاراجہ مان سنگھ والی جودھپور نے فوج بھیجکر پالی سے اسکو جودھپور پکڑوا منگوایا۔ اور
چالیس پچاس ہزار روپیہ نذرانہ داخل کرنیکا اقرارنامہ لکھواکر چھوڑا۔ راؤ نے اس رقم کے
واسطے رعایا پر ڈنڈ ڈالا اور دولتمندوں کو بہت ستایا آخر ان تمام خرابیوں کا نتیجہ ہوا کہ تمام
سردار و متصدی راؤ سے بدل گئے اور انھوں نے راؤ کے بھائی شیو سنگھ کو جس کے اخلاق
اچھے تھے اپنے اور اپنے ملک کی حفاظت پرست کیا وہ بھی اپنی جاگیر سے سروہی میں آیا۔ اور
بھائی کو قید کرکے سب کی صلاح سے آپ اُسکی جگہ بیٹھ گیا۔ یہ واقعہ سمت ۱۸۷۴ میں ہوا۔ راؤ
ادے بھان نے اپنے معتمد جودھپور میں بھیجے اور مہاراجہ مان سنگھ سے فریاد کی مہاراجہ
نے سمت ۱۸۷۶ میں کچھ فوج اُسکے چھڑانے کو بھیجی ٹھاکر نیبج بھی اسکے شامل ہوا مگر سروہی کے
تمام آدمیوں نے متفق ہوکر مقابلہ کیا اور شکست دیکر اُس فوج کو اپنے علاقے سے ہٹا دیا راؤ
معزول اٹھائیس برس قید رہ کر سمت ۱۹۰۳ مطابق ۱۸۴۷ء میں لاولد مرگیا۔

۲۶۔ راؤ شیو سنگھ

سمت ۱۸۷۴ مطابق ۱۸۱۸ء میں سروہی کے انتظام پر قائم ہوا اور اس نے امن رہنے
کی امید پر سب رئیسوں کے بعد سرکار انگریزی کے ساتھ سمت ۱۸۸۰ مطابق ۱۸۲۳ء ۱۱۔ دسمبر
کو ماتحتی کا عہدنامہ تحریر کیا۔ اسکے بارہ برس کے بعد سرکار انگریزی نے ریاست کی درستی کے
لئے پچاس ہزار روپیہ راؤ کو بغیر سود قرض دیکر باغی ٹھاکروں کو ریاست کا ماتحت بنا دیا۔
لیکن کئی سردار جو عام عہدناموں سے پہلے پالن پور کے متعلق ہوگئے تھے۔ سروہی کے
تحت میں نہ آسکے۔

سمت ۱۹۰۱ مطابق ۱۸۴۵ء میں راؤ نے اجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کا قیام اپنے علاقہ
آبو پہاڑ پر منظور کیا اسکے متعلق گائے۔ کبوتر اور مور وغیرہ جانور نہ مارنے کی شرطیں کی گئیں
جن پر اب تک عمل چلا آتا ہے اقرارنامے کے اندر یہ بھی درج ہے کہ انگریزی فوج ریاستی رعایا
پر ظلم کرکے کوئی چیز بغیر قیمت نہ لے اور اپنی حفاظت کا ہر ایک انگریز اور ہندوستانی مسافر

خود انتظام کرے یہ پہاڑ سطح سمندر سے ساڑھے پانچہزار فٹ تک بلند ہے یہاں پر کچھی تالاب درختوں کی تر و تازگی اور پرانے جین مندروں کی باقیات سے بڑی رونق معلوم ہوتی ہے اور گرم موسم میں معتدل آب و ہوا رہتی ہے۔

سمت ۱۹۱۰ مطابق ۱۸۵۴ء میں ریاست پر دو لاکھ روپیہ قرض ہو جانے سے راؤ نے اپنے معتمد سید نعمت علی کی معرفت سر ہنری لارنس صاحب کے۔ سی۔ بی۔ ایجنٹ گورنر جنرل کے نام خریطہ لکھکر اپنے راج کا انتظام انگریزی پولیٹیکل سپرنٹنڈنٹ کے حوالے کیا جس کی نگرانی میں ریاست کی آمدنی ایک لاکھ روپے سالانہ سے بھی کم ثابت ہو کر سرکاری خراج تیس ہزار سے پندرہ ہزار روپے سالانہ رکھا گیا۔ سنہ ۱۸۵۷ء کے عام غدر میں سروہی کیطرف سے بڑی خیر خواہی ظاہر ہوئی جس کے عوض خراج اور بھی کم ہو کر ساڑھے سات ہزار روپے سالانہ رہ گیا۔ سات برس میں ریاست کی حالت درست ہو جانے پر سب کاروبار واپس راؤ کو سونپ دئے گئے۔ اس راؤ کی چار بیٹیاں تھیں جنمیں سے ایک بیٹی بڑی خوشامد کے ساتھ مہاراجہ تخت سنگھ والی جودھپور کے اس طرح بیاہی گئی کہ اس کا ڈولا اہلکاران راج مارواڑ کے ساتھ جو ڈولا لینے آئے تھے اور مہاراجہ جو دیالڑی پرگنہ گوڈواڑ میں مقیم تھا بھیجدیا اس لڑکی سے مہاراجہ نے موضع سوریالی میں شادی کی اور سارا خرچ دربار مارواڑ نے اپنی طرف سے ادا کیا۔

راؤ نے سمت ۱۹۱۷ مطابق سنہ ۱۸۶۱ء میں بڑھاپے اور ضعف کے سبب راج کا اختیار اپنے کنور گمان سنگھ کو دیدیا یہ بہت ہوشیار اور منتظم تھا اور اپنے باپ کی نیابت میں راج کے تمام کاموں کو انجام دیتا تھا مگر کچھ عرصے کے بعد اس نے خودکشی کر کے اپنی جان دیدی بعد اسکے راؤ شیو سنگھ نے چاہا کہ اپنے دوسرے بیٹے جیت سنگھ کو نائب کر کے کام سونپ دیں لیکن ایجنٹ گورنر جنرل نے منظور نہ کیا اور اس کے حکم سے بڑے کنور امید سنگھ کو حکومت کا اختیار دیدیا۔ اور راؤ سمت ۱۹۱۷ مطابق سنہ ۱۸۶۱ء میں مر گیا۔

کنور امید سنگھ کو اختیارات کی حالت میں ایکبار گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ ایکبار زہر دیا گیا ایک بار جس مکان میں وہ سوتا تھا اسکی چھت کی پٹی اس پر گرائی گئی مگر سروہی کا راج اسکی قسمت میں لکھا تھا ہر بار بچ گیا۔

۲۷- راؤ امید سنگھ

یہ سمت ۱۹۱۷ مطابق ۱۸۶۱ء میں راج کا مالک ہوا تو اُسکے چھوٹے بھائیوں نے تھوڑی جاگیر لینے سے انکار کرکے بہت دنوں تک فساد اُٹھایا لیکن آخر لاچار ہوکر معمولی جاگیر قبول کرلی اس راؤ کو تین برس تک پولٹیکل سپرنٹنڈنٹ کی صلاح دمدورہنے کے بعد کاروبار کی اختیارات حاصل ہوئے۔

سمت ۱۹۲۱ مطابق ۱۸۶۵ء میں راؤ کی چھوٹی بہن سے شادی کرنیکو جودھپور کا مہاراجہ تخت سنگھ سروہی میں آیا حالانکہ اب تک کوئی رئیس وہاں کا شہر میں نہیں آتا تھا سروہی سے ۱۰ کوس پر موضع پوسالیہ میں ڈولہ جاتا تھا۔ راؤ نے خاطرداری میں تیس ہزار روپیہ خرچ کیا اور تین کوس تک پیادہ پا پیشوائی کی۔ لیکن علاقے سے لاگت نیوتہ کے طور کچھ زیادہ وصول ہوگیا اسکے دوسرے برس راؤ نے منشی نعمت علی خاں کو جو لارنس صاحب کی سفارش سے بھرت پور چلا گیا تھا واپس طلب کرکے دیوان بنایا اور پھر تھوڑے دنوں میں ناخوش ہوکر اُسے ایک گاؤں کی جاگیر پر بھیجدینے کے بعد ریاست کچھ کے اہلکار منشی امین محمد کو کامدار مقرر کیا۔ انہیں دنوں میں راؤ سرکاری تاکید سے پولٹیکل سپرنٹنڈنٹ اور بعض اہلکاروں کے ساتھ پہاڑی علاقے کا دورہ کرکے گراسیہ وغیرہ لٹیروں سے اُس نقصان کے عوض جو اُنھوں نے مہی کانٹھہ پر کیا تھا اور جسکا ہرجانہ راج کو دینا پڑا تھا چار ہزار روپے کی قیمت کے جانور لینے کے بعد واپس آیا۔ اور ایک دو مقاموں پر زبردست تھانہ قائم کردیا۔

سمت ۱۹۲۴ مطابق ۱۸۶۸ء میں منشی امین محمد نے کئی کچہریاں مقرر کرکے اُن کیلئے قاعدہ باندھے اور رسائر کا محصول جو ہر جگہ علیحدہ شرح سے لیا جاتا تھا ایک قرار دیا۔ دوسرے برس راؤ نے قحط کے سبب غلے کا محصول معاف کیا اور تیسرے سال اُسکی بیٹی کی شادی کرشن گڑھ کنور کے ساتھ ہوئی ۱۸۶۸ء و ۱۸۶۹ء کی قحط سالی اور بھاگر چھپانا کے فسادات اور بھیلوں کی لوٹ مار کیوجہ سے ریاست میں بڑی مصیبت تھی۔

۱۸۷۰ء میں ریاست کا پولٹیکل چارج اہرن پورکے اررنگولر فورس کے کمانڈنگ کو

دیا گیا جس کو خاص اختیارات عطا ہوئے۔

سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء ۱۰ ستمبر کو راؤ امید سنگھ نے ۳۴ سال کی عمر میں بخار کی بیماری سے انتقال کیا۔ اُس نے اپنے پندرہ برس دورِ حکومت میں کسی پر ظلم نہیں کیا اور ذاتی لحاظ و مروت سے کسی ماتحت کو نقصان نہیں پہنچایا بصرف جاگیرداروں کو جو اپنا درجہ سب سے اول سمجھتے ہیں۔ برہمن۔ چارن اور جوگیوں وغیرہ کے زیادہ عزت پا جانے سے شکایت رہتی تھی۔

۲۸۔ مہاراؤ کیسری سنگھ

۲۰۔ جون ۱۸۵۷ء کو پیدا ہوئے اور اُنیس برس کی عمر میں سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء ۲۴۔ نومبر کو مہورت کے دن مسند نشین ہو کر جلد انتظام پر توجہ کی اور قدیمی ملازم منشی نعمت علی خاں کو جو میواڑ میں جا کر نوکر ہو گیا تھا دیوانی پر واپس بلا لیا۔ دسہرے پر مہاراؤ نے رئیس دانتہ کی بیٹی سے شادی کی اور فرضی نام رکھ کر بنگالے و بمبئی وغیرہ کی طرف سفر کو گئی جس سے خرچ کم اور تجربہ زیادہ حاصل ہوا۔

سمت ۱۹۳۷ مطابق ۱۸۸۱ء میں منشی نعمت علی خاں دیوان کو بوجہ نیک نامی کے گورنر جنرل کے حضور سے خان بہادر خطاب ملا۔ ٹھاکر بیدارہ نے باغی ہو کر سروہی اور مارواڑ کی سرحد پر بڑا فساد برپا کیا جس سے دونوں ریاستوں کو فوج کشی کرنی پڑی۔ اُس وقت وہ پہاڑوں میں چلا گیا اور ۶ سال تک سروہی کے علاقے میں لوٹ مار کرتا رہا آخر کار علاقہ مارواڑ میں پکڑا گیا اور ۱۸۸۲ء کو گولی مار دیا گیا۔ اول درجے کا ٹھاکر ریاست سروہی میں تھا اسکے مارے جانے سے غربی راجپوتانے میں امن ہو گیا اسی سال میں راؤ نے اپنی چچا جامت سنگھ رئیس کھراڑی کی جاگیر جو ساڑھے بارہ ہزار روپیہ سالانہ کی تھی۔ بوجہ حکم عدولی وغیرہ کے ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کی صلاح سے ضبط کرلی اور عوض میں اسکے پانسو روپیہ ماہواری تنخواہ مقرر کر دی۔ ۱۷۔ فروری ۱۸۸۷ء کو راؤ نے ملکہ معظمہ کی پچاس سالہ جلوس کی بڑی خوشی کی اور کئی قیدی رہا کئے۔

سمت ۱۹۴۵ مطابق ۱۸۸۸ء کو راؤ کے کنور نے انتقال کیا مگر اسی سال کے اندر دوسرا کنور

پیدا ہو گیا اور شروع ۱۸۸۹ء میں راؤ کو سرکار سے موروثی طور پر مہاراؤ کا خطاب ملا۔ اور ۱۸۹۵ء میں کے۔سی۔ایس۔آئی کا خطاب ملا اور ۱۹۰۱ء میں جی۔سی۔آئی۔ای کا ۱۹۱۱ء کے دربار دہلی میں انھیں مہاراج دھراج کا موروثی خطاب ملا۔

فصل

تاریخ کشن گڑھ یا کرشن گڑھ جغرافیہ

کرشن گڑھ وسط راجپوتانہ میں ایک چھوٹی ریاست ہے جس کے شمال و مغرب میں مارواڑ جنوب میں انگریزی ضلع اجمیر۔ مشرق میں جیپور کا ملک ہے یہ ریاست خطوط عرض بلد شمالی ۲۵ درجہ ۵۰ دقیقہ اور ۲۶ درجہ ۵۰ دقیقہ اور خطوط طول بلد شرقی ۷۴ درجہ ۵۰ دقیقہ اور ۷۵ درجہ ۵۱ دقیقہ کے درمیان واقع ہوا۔ رقبہ ۸۵۸ میل مربع آبادی ۸۷۰۹۳ آدمی خالصے کی سالانہ آمدنی ساڑھے تین لاکھ روپیہ اور اس سے کچھ کم آمدنی کی زمین جاگیرداروں کے تحت میں تھی لیکن اب خالصے کی آمدنی ۸۴۹۹۸۳ روپیہ تک پہنچ گئی ہے اور اسی طرح جاگیرداروں کی آمدنی بھی بڑھ گئی ہوگی۔ فوج سوار اور پیدل چھ سو آدمی بیان کی جاتی ہے۔

اس ریاست کی زمین کم پیداوار کی ہے جس سے کھیتی وغیرہ کی مدد کے واسطے اکثر تالاب بنوائے گئے ہیں۔ علاقے میں مشرقی حصے کے سوا ہر طرف پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں جنھیں خار دار سینڈھ کے درخت جو کھیتوں کی باڑ اور سوکھ جانے پر جلانے کے سوا کسی کام میں نہیں آتے کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اس راج میں خالصے کے تین کرشن گڑھ۔ روپ نگر۔ سرداراور رجا گیر کا قصبہ فتح گڑھ مشہور گنے جاتے ہیں۔ جن میں حفاظت کے لئے قلعے اور مضبوط مکانات بنے ہوئے ہیں۔ خاص راجدھانی کرشن گڑھ ریلوے سڑک سے جو آگرہ دہلی سے اجمیر کو جاتی ہے کچھ دور ایک بلند پہاڑی مقام پر آٹھ ہزار آدمی کی آبادی ہے اسکے اندر راجہ کا محل مضبوط اور عمدہ بنا ہوا ہے شہر پناہ چوڑی اور مکانات اکثر پختہ ہیں ایک تالاب اور باغ بھی رونقدار معلوم ہوتا ہے۔

تاریخ

یہ راٹھوڑوں کی ریاست اس وقت سے تین سو برس پہلے جہانگیر بادشاہ کے شروع عہد میں اُسکی عنایت سے قائم ہوئی۔ جہانگیر نے جودھپور کے موٹہ راجہ اودے سنگہ کے ایک بیٹے کرشن سنگہ نام کو اُسکی خدمت گذاری کے عوض ضلع اجمیر میں سیٹھولاؤ وغیرہ گانوں کی جاگیر سمت ۱۶۶۶ مطابق سنہ ۱۶۱۰ع میں دی تھی جس کے دو برس کے بعد اُس نے اپنے نام پر کرشن گڑھ بسا کر راجدھانی کے طور پر وہاں رہنا اختیار کیا اس شہر کا عرض بلد شمالی ۲۶ - ۲۳ طول بلد مشرقی ۷۴ - ۵۷ ہے۔ کرشن گڑھ والے اگرچہ مارواڑ والوں کی چھوٹی شاخ میں ہیں لیکن بزرگوں کی جاگیر میں سے کچھ نہ ملنا اور اپنی کارگذاری سے ریاست پانے کے سبب وہ جودھپور والوں کا احسان نہیں مانتے۔ بادشاہی عہد میں انکا درجہ جے پور، جودھپور، بیکانیر بوندی اور کوٹے کے بعد سمجھا جاتا ہے اور انکو عالمگیر کے مرنے تک کوئی خطاب راجہ یا راؤ وغیرہ تین چار ہزاری منصب کے سوا نہیں ملا تھا۔ شاید محمد شاہ وغیرہ نے بہادر سنگہ کو راجہ خطاب سے عزت دی ہو۔ یہاں تین سو برس کے اندر سولہ رئیس گدی پر بیٹھے جن کے نام نیچے لکھے جاتے ہیں۔ (۱) کرشن سنگہ ولد راجہ اودے سنگہ معروف بہ موٹا راجہ والی جودھپور (۲) سہس مل (۳) جگمال (۴) ہری سنگہ (۵) روپ سنگہ (۶) مان سنگہ (۷) راجہ راج سنگہ (۸) راجہ ساونت سنگہ (۹) راجہ بہادر سنگہ (۱۰) راجہ بردہ سنگہ (۱۱) راجہ پرتاپ سنگہ (۱۲) مہاراجہ کلیان سنگہ (۱۳) مہاراجہ مُکہم سنگہ (۱۴) مہاراجہ پرتھوی سنگہ (۱۵) مہاراجہ شاردول سنگہ (۱۶) مہاراجہ مدن سنگہ۔

یہ ریاست بہت چھوٹی تھی بلکہ قلت ملک و نقص زمین ریاست کے واسطے بہت مفید ہوئی کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اس ریاست سے سلطنت مغلیہ اور مرہٹوں نے جو مدت تک اخراج نہیں لیا اُسکا سبب صرف قلت ریاست تھی۔

(۱) کرشن سنگہ یا کشن سنگہ

اسکو سمت ۱۶۶۶ میں اسکے بہنوئی جہانگیر بادشاہ نے علاقہ اجمیر میں سے جاگیر دے کر ایکہزاری ذات اور پانسو سوار کا منصب عنایت کیا تھا دو برس بعد مہابت خاں کے

ماتحت میواڑ پر بھیجا گیا جہاں سے زخمی ہونے کے بعد بیس آدمی قتل اور تین ہزار قید کر لایا۔ اور اپنی اس شجاعت وکارگذاری سے منصب داروں کے درجے سے ترقی کر کے امارت کے درجہ پر پہنچا یعنی منصب دوہزاری ذات اور ہزار سوار سے سربلند ہوا۔ سنہ ۹ جلوس میں منصب دوہزاری ذات و پانصد سوار سے سرفراز ہوا۔ پھر شاہزادہ شاہجہاں وغیرہ کے ہمرکاب رہ کر کئی بار بہادری دکھلانے پر سمت ۱۶۷۲ مطابق ۱۶۱۶ء میں اسکا منصب تین ہزاری ذات اور ڈیڑھ ہزار سوار تک پہنچا تھا کہ وہ اسی سال ایک خانہ جنگی میں مارا گیا جس کا ذکر تزک جہانگیری میں بھی آیا ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ سنہ ۱۰۲۴ ہجری (مطابق سمت ۱۶۷۲ وسنہ ۱۶۱۶ء) میں بادشاہ جہانگیر اجمیر گیا کرشن سنگھ اور اسکا بھائی راجہ سورجسنگھ والی جودھپور ساتھ تھے ایک دن بادشاہ پشکر کے تالاب کی سیر کو گیا اور رات کو وہیں رہ گیا دونوں بھائیوں میں عرصے سے رنج چلا آتا تھا وجہ یہ تھی کہ گوبند داس بھاٹی نے جو سورج سنگھ کی سرکار میں مختار کل تھا کسی خانگی معاملے میں گوپال داس نے اسکے بھتیجے کو قتل کر ڈالا کشن سنگھ کو امید تھی کہ راجہ اس قصور کی ضرور سزا دیگا لیکن جب اس نے بے پروائی پائی تو کشن سنگھ نے بھتیجے کا بدلا لینے پر زور دیا بھائی نے نہ مانا۔ آخر کار دونوں بھائیوں کے دلوں میں محبت کے بجائے عداوت پیدا ہو گئی اور بول چال کھانا پینا آنا جانا سب ترک ہو گیا کشن سنگھ موقع اور وقت کا متلاشی تھا اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کچھ رات رہے اپنے سپاہیوں کو مسلح کر کے سورج سنگھ کے پڑاؤ پر جا پہنچا۔ اور گوبند داس کے خیمے پر پہنچکر سپاہیوں کو جو پہرہ دے رہے تھے قتل کرنا شروع کیا۔ گوبند داس اس شور وغل کو سنکر خواب سے بیدار ہوا اور دریافت کیواسطے خیمے سے باہر نکلا ہی تھا کہ کشن سنگھ کے آدمیوں نے جو اوسکی تلاش میں تھے پکڑ کر اُس کا کام تمام کر دیا اسی عرصے میں راجہ سورج سنگھ بھی شور وغل سے بیدار ہوا اور شمشیر برہنہ لیکر خیمہ سے باہر نکلا کچھ سپاہی بھی مدد کو آ گئے کشن سنگھ کو گوبند داس کے مارے جانے کا حال معلوم نہ تھا وہ اُسکی تلاش میں سرگرداں پھرتے پھرتے اُسکے خیمے میں گھسا اُسی وقت سورج سنگھ بھی آ پہنچا دونوں بھائیوں اور اُن کے سپاہیوں میں زور وشور سے تلوار چلنے لگی۔ کشن سنگھ مع اپنے بھتیجے کرن سنگھ کے مارا گیا۔

صبح کو سورج نکلنے پر دیکھا گیا کہ کشن سنگھ چھتیس ہمراہیوں سمیت مقتول پڑا تھا اور راجہ کے تیس آدمی مارے گئے تھے۔ بادشاہ کو اس معاملے کی خبر لشکر کے مقام پر ملی لیکن کوئی ایسا قصوروار نظر نہ آیا جس کو سزا دی جائے اس لئے ان سب کی لاشیں جلانے کا حکم دیا گیا۔

۲۔ سہس مل

کرشن سنگھ کے چار بیٹوں سہس مل جگمال بھارمل اور ہری سنگھ میں سے بڑا کنور پانچ سو ذات دو سو سوار کا منصب پاکر گدی پر بیٹھا۔ باقی بھائیوں کو جہانگیر کے ملازمت شاہی میں منسلک کرکے منصب پر سرفراز کیا۔

سہس مل بارہ برس کے بعد سمت ۱۶۸۵ میں کہ شاہجہاں کا شروع عہد تھا گذر گیا۔

۳۔ جگمال

کرشن سنگھ کے دوسرا بیٹا جگمال ڈیڑھ ہزاری ذات سات سو سوار کا منصب اور راج پاکر چھ سات مہینے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی بھارمل سمیت جس کا منصب ایک ہزاری ذات پانچ سو سوار تھا کسی راجپوت کی حمایت پر مہابت خاں کے بیٹے امان اللہ خاں کے ماتحت لوگوں سے لڑ کر مارا گیا۔

۴۔ ہری سنگھ

یہ کرشن سنگھ کا چوتھا بیٹا اپنے تین بڑے بھائیوں کے مر کھپنے کے بعد سمت ۱۶۸۵ مطابق سنہ ۱۶۲۹ء میں گدی پر بیٹھا۔ سنہ ۵ جلوس شاہجہانی میں منصب ہزاری ذات ششصد سوار پر سرفراز ہوا۔ سنہ ۹ جلوس میں خان جہاں بارہ کے ساتھ مہم بیجاپور میں متعین ہوا۔ سنہ ۱۱ جلوس میں منصب ہزار و پانصدی ذات ہشت صد سوار سے مفتخر ہو کر شاہزادہ محمد شجاع کے ساتھ کابل میں تعینات ہوا اسکے بعد منصب ہزار و پانصدی ذات نہ صد سوار سے ممتاز ہوا۔ سنہ ۱۴ جلوس میں شاہزادہ محمد مراد بخش کے ساتھ کابل میں مامور ہوا سنہ ۱۵ جلوس میں ۲۳ صفر سنہ ۱۰۵۴ ہجری کو پندرہ برس راج کرکے لاولد مر گیا جس کے بعد شاہجہاں بادشاہ اسکے بھتیجے اور بھارمل کے بیٹے روپ سنگھ کو خلعت و اسپ دے کر کرشن گڑھ

کی جاگیر پر قائم کیا۔

۵ - روپ سنگھ

یہ سمت ۱۷۰۰ مطابق ۱۶۴۳ء میں اپنے چچا ہرتی سنگھ کے بعد کشن گڑھ کی حکومت پر سرفراز ہوا۔ اول اول شاہ جہاں نے ۱۷ سنہ جلوس میں اُسکو منصب ہزاری ذات اور ہفت صد سوار پر مفتخر کیا۔ ۲۳ سنہ جلوس میں شاہجہاں نے منصب دو ہزار و پانصدی ہزار و دو صد سوار پر سر بلند کر کے شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ مہم قندھار پر مامور کیا۔ ۲۴ سنہ جلوس میں منصب سہ ہزاری دو ہزار ذات و پانصد سوار پر ترقی پائی۔ ۲۵ سنہ جلوس میں نقارہ عطا ہوا و منصب چار ہزاری ذات و پانصد سوار سے ممتاز ہو کر دوسری مرتبہ مہم قندھار میں متعین ہوا۔ ۲۶ سنہ جلوس میں منصب چار ہزاری ذات دو ہزار و پانصد سوار پر مفتخر ہو کر تیسری مرتبہ شاہزادہ دارا شکوہ کے ساتھ مہم قندھار میں شریک ہوا۔

سمت ۱۷۱۰ مطابق ۱۶۵۴ء میں یہ چار ہزاری ذات و تین ہزار سوار کا منصب حاصل کرنے کے بعد دوسرے سال قلعہ چتوڑ کے گرانے میں جسکی درستی عہد نامے کے خلاف رانا نے کر لی تھی سعد اللہ خاں وزیر کے ہمراہ تھا جس سے شاہ جہاں نے اسکو پرگنہ مانڈل گڑھ دو لاکھ روپے سالانہ جمع پر میواڑ سے نکالکر دیا۔ چو چار برس کے بعد رانا راج سنگھ اول نے شاہجہاں کی بیماری کے وقت چھین کر کشن گڑھ والوں کو وہاں سے نکال دیا۔ سمت ۱۷۱۵ مطابق ۱۶۵۹ء میں شاہجہاں کے سخت بیمار ہو جانے پر اُسکے بیٹوں دارا شکوہ اور اورنگ زیب نے آگرے کے قریب ساموگڑھ میں لڑائی کی تو اُس جنگ میں دارا شکوہ نے روپ سنگھ کو اپنی فوج ہراول کا سردار مقرر کیا اس لڑائی میں اُسکی جرات و شجاعت کا یہ عالم تھا کہ دلاوران زمانہ کے حوصلے سے بڑھ کر قدم مارتا تھا آخر کار اپنی بے نظیر شجاعت سے اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس جا پہنچا اور کمال دلیری کے ساتھ اپنی تلوار سے اُس ہاتھی کی عماری کی رسیوں کو کاٹنا شروع کیا اورنگ زیب اس جوانمرد دلیر پرجوش افسر کی اس جسارت اور بہادری کو دیکھکر ایسا خوش ہوا کہ بے اختیار چلایا خبردار اس بہادر کو نہ مارنا اور زندہ گرفتار کر لینا۔ مگر لڑائی کے شور و غوغا میں جب تک یہ فقرہ بادشاہ کے منہ سے نکلا آناً فاناً میں سیکڑوں تلواریں

اسپیر پڑگئیں جنھوں نے اسکا نقش صفحۂ ہستی سے مٹادیا۔

اس نے اپنے نام پر قصبۂ روپ نگر آباد کیا جو اجمیر سے ۲۶ میل شمال مشرق میں ہے اور جلسور سے ۱۲ میل جنوب مغرب میں واقع ہے اسکی بیٹی بادشاہزادہ محمد معظم کو بیاہی گئی تھی جسکی تفصیل یہ ہے کہ عالمگیر نے روپ سنگھ کو حکم دیا کہ اس لڑکی کو اپنے وطن سے محلات شاہی میں بھیجدے جب وہ بادشاہی محل میں داخل ہوگئی تو اول اسکو مسلمان کیا اور چند روز تک بیگمات اور شاہی مستورات کے پاس ضروریات دینی کے سیکھنے کو رکھا وہ لڑکی تھوڑے عرصے میں احکام دین سے مطلع ہوگئی اب بادشاہ نے بیاہ کا جشن ترتیب دیا اور سامان بیاہ اور لاکھ روپے سے زیادہ کا جواہرات اور سامان واسباب اور مکانات اس لڑکی کو عطا کیے اور علاوہ اسکے بہت سا امارت کا اور بھی سامان بخشا۔ بیگمات نے بھی بہت قیمتی جہیز اسکے لئے بنایا۔ ۱۳۔ ربیع الثانی کو شب کے وقت عقد نکاح کی رسم قرار پائی اور جشن بادشاہانہ ترتیب دیا گیا۔ ناچ ورنگ ہوا اول شاہزادہ اپنے مکان سے دریا کے رستے کشتی میں سوار ہوکر قلعہ کے پائے برج میں کشتی سے اترا اس وقت دریا کے دونوں طرف بھاٹھ باندھکر روشنی ہورہی تھی اور دریا کے اس پار آتش بازی گاڑی گئی تھی۔ کشتی سے اترکر شاہزادہ گھوڑی پر سوار ہوا۔ بادشاہ کے حکم سے اسدخاں بخشی دوم وسیف خاں وافتخار خاں اختہ بیگی و ملتفت خاں میر توزک ہمرکاب چلے۔ طوائف اور گوئیے گھوڑے کے آگے آگے ناچتے گاتے جاتے تھے۔

دربار خاص میں بادشاہ بڑے تجمل سے مسندنشین تھے اور محفل راگ ورنگ منعقد تھی شاہزادہ یہاں پہنچا۔ بادشاہ نے پچاس ہزار کی قیمت کے موتیوں کا سہرا سر سے باندھا اور دو دانے موتیوں کے ۵۵ ہزار کی قیمت کے بخشے اور بازوبند مرصع اور خنجر خاص موتیوں کی حمائل کے ساتھ اور چرکسی خاصہ واریدجڑی ہوئی اور جیغہ مرصع اور ایک خاص ہاتھی سنہری حوضے کے ساتھ اور پانچ گھوڑے عربی وعراقی جنمیں سے ایک پر ساز مرصع تھا اور ایک پر زین اور ساز طلائی تھا مرحمت کئے اور آتش بازی کے چھوٹنے کا حکم دیا بعد اسکے جب نکاح کا وقت آیا تو قاضی القضات عبدالوہاب نے بادشاہ کے سامنے

نکاح پڑھا اور مبارکباد کے شادیانے ارباب نشاط نے گانا شروع کئے نوبت خانے سے نوبت بجنے لگی۔ اس جشن میں سلطنت بخارا کا سفیر بھی شریک تھا اسکو دو روپیے اور دو اشرفیاں عنایت ہوئیں جنمیں سے ایک روپیہ اور ایک اشرفی کا وزن تین تین سو تولہ کا تھا اور ایک روپیہ اور ایک اشرفی کا وزن دو دو سو تولہ کا۔

خوشحال خاں کلاونت اور اسکے بھائی بیرام خاں کو چار ہزار روپیے کے زیور مرصع اور نقد تین ہزار روپیے مرحمت ہوئے اور جوہر خاں کلاونت کو دو ہزار روپیے بخشے جام جہاں نما میں مولوی قدرت اللہ نے لکھا ہے کہ محمد عظیم اسی لڑکی کے بطن سے تھا۔

۶- مان سنگھ

یہ اپنے باپ کے بعد کم عمری میں مسند نشین ہوا اور ہوش سنبھالنے پر اس نے عالمگیر کو بہت خوش رکھا۔

سمت ۱۷۴۰ مطابق سنہ ۱۶۸۴ء میں اسکو پرگنہ مانڈل اور رپور پر جو عالمگیر نے جزیے کے عوض ضبط کئے تھے فوجدار یعنی حاکم ضلع مقرر کیا گیا جہاں کئی برس تک اس نے اچھا بندوبست رکھا پھر سنہ ۳۵ جلوس عالمگیری میں ذوالفقار خاں کے ساتھ قلعہ جنجی کی تسخیر پر متعین ہوا اور نہایت بہادری سے قلعہ مذکور فتح کیا۔

سنہ ۴۳ جلوس میں منصب سہ ہزاری سے مفتخر ہوا۔ دکن کے اندر سمت ۱۷۶۳ مطابق سنہ ۱۷۰۶ء میں مرگیا اور اسکا بیٹا راج سنگھ وارث رہا جو اپنے باپ کی زندگی میں شاہ عالم بہادر شاہ کے حکم سے راج کشن گڑھ کا کام کرتا تھا۔

۷- راج سنگھ

اسکو گدی پر بیٹھنے کے بعد شاہ عالم بن عالمگیر نے تین ہزاری منصب دیا فرخ سیر کے عہد میں وہ سید وزیر دل کا طرفدار گنا جاتا تھا سمت ۱۸۰۵ مطابق سنہ ۱۷۴۹ء میں یہ مرگیا۔

تو اسکے بیٹوں ساونت سنگھ اور بہادر سنگھ میں راج کے لئے جھگڑا پھیلا۔

۸ - ساونت سنگھ

۹ - راجہ بہادر سنگھ

ساونت سنگھ کی مسند نشینی جو دہلی میں حاضر تھا محمد شاہ نے منظور کر لی تھی لیکن بہادر سنگھ نے کرشن گڑھ دبا لیا جس کی سید علی کی فکر میں ساونت سنگھ بادشاہی کمزور ہونے کے سبب مرہٹوں اور جودھپور والوں سے مدد مانگتا پھرا۔ آخر اُسکے بیٹے سردار سنگھ نے روپ نگر علیحدہ حاصل کیا۔

ساونت سنگھ اپنے وطن سے باہر سمت ۱۸۲۱ مطابق سنہ ۱۷۶۴ء میں مر گیا اور دوسرے سال اُسکا بیٹا سردار سنگھ بھی روپ نگر کی گدی پر لاولد گذر گیا تو اس موقع پر کرشن گڑھ والے بہادر سنگھ نے ہوشیاری سے اپنے بڑے بیٹے بڑدسنگھ کو روپ نگر میں گود کے طور پر بھیجکر ریاست ایک کر لی لیکن اس خیال سے کہ بڑدسنگھ کے روپ نگر میں گود جانے کے سبب دوسرا بیٹا بکھ سنگھ کرشن گڑھ کا دعوےٰ نہ کرے اُسکو راج میں سے دسویں حصے کے طور پر فتح گڑھ کا پرگنہ بغیر خراج جاگیر میں دیا۔

ایک تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۷۸۶ء میں جودھپور کے راٹھوڑ اور جیپور کے کچھواہوں نے مرہٹوں کے مقابلے کے واسطے اتفاق کیا اور تونگا کی لڑائی میں انکو شکست دی اس شکست کا عوض سنہ سترہ سو نوے و اکانوے عیسوی میں پاٹن اور میرتہ کی لڑائی ہونے سے ہوا۔ ان لڑائیوں کے واسطے کشن گڑھ کا رئیس بہادر سنگھ مرہٹوں کو اپنے ملک پر چڑھا کر لایا تھا اُن کو لانے میں اُسکو کچھ اپنی بہبودی و بہتری کی خواہش نہ تھی بلکہ اپنے مالک مہاراجہ جودھپور سے انتقام لینا مقصود تھا کہ اُس نے بہادر سنگھ کو اپنے بھائی کے حقوق واجب غصب کرنے سے باز رکھا تھا۔

میرتے کی لڑائی نے مرہٹوں کو راجپوتانے پر مسلط کر دیا۔ اور صرف کشن گڑھ کا دغا باز رئیس اُن عام مظلومی سے محفوظ رہا۔ لیکن یہ بات اور وجوہ سے غلط ہونے کے علاوہ یوں بھی غلط ہے کہ بہادر سنگھ سنہ ۱۸۰۲ء میں مر چکا تھا اور اُسکے مرنے پر بڑدسنگھ نے راج پایا نہ کلیان سنگھ نے۔

۱۰ - راجہ برد سنگھ

یہ سمت ۱۸۳۸ مطابق ۱۷۸۱ء میں گدی پر بیٹھکر سات برس کے بعد انتقال کرگیا۔ اور کنور پرتاپ سنگھ راجہ ہوا۔

۱۱ - راجہ پرتاپ سنگھ

اس نے سمت ۱۸۴۵ مطابق ۱۷۸۸ء میں گدی پر بیٹھ کر جودھپور کے برخلاف کارروائی کرنی چاہی جس پر جودھپور کے مہاراجہ بجے سنگھ نے ٹھاکر امر سنگھ کو جو راجہ راج سنگھ کا پوتا اور بہادر سنگھ کا بیٹا تھا فوج کے ذریعہ سے روپنگر کا علاقہ دلا دیا راجہ پرتاپ سنگھ کے بہت دنوں تک جودھپور میں حاضر رہنے اور التجا جاری کرنے سے کرشن گڑھ واپس ملا اور جب مہاراجہ بجے سنگھ اپنے ماتحت سرداروں کے جھگڑے میں پھنسا تو پرتاپ سنگھ نے امر سنگھ سے روپنگر چھین کر تمام علاقے پر قبضہ کرلیا۔ یہ راجہ سمت ۱۸۵۴ مطابق ۱۷۹۷ء میں فوت ہوگیا۔

۱۲ - مہاراجہ کلیان سنگھ

اس نے سمت ۱۸۵۴ مطابق ۱۷۹۷ء میں اپنے باپ کے بعد مسند نشین ہوکر ۱۸۱۸ء میں عہدنامے کے ساتھ بغیر خراج انگریزی سرکار کی اطاعت قبول کی۔ یہ ہوشیار مہاراجہ غیر ریاستوں جیپور اور جودھپور کے جھگڑوں میں صلاح کار رہا اور اسکے بیٹے محکم سنگھ کی ایک شادی سمت ۱۸۷۸ مطابق ۱۸۲۱ء میں مہارانا اودیپور کے یہاں ہوئی۔ زمانے کا بڑا انقلاب دیکھنے سے اسکی طبیعت میں کچھ جنون پیدا ہوگیا تھا کہ اسکے ذہن میں سمایا کہ سرکار انگریزی راج کے اندرونی کاروبار میں مداخلت کرنا چاہتی ہے اور اس خیال سے ۱۸۲۵ء میں دہلی کے پنشن خوار بادشاہ اکبر ثانی کی خدمت میں استغاثہ کرنے کو چلا لیکن انگریزی افسروں کی ہدایت سے واپس چلا آیا پھر اس نے سمجھا کہ سرداران ریاست کی نوکری براہ واجب نقد مطالبہ سے مبدل ہوسکتی ہے مگر کوئی کفالت نہ تھی کہ زر نقد ادا کرنے پر بھی وہ نوکری کرنے سے معذور رہیں گے اسواسطے انھوں نے انکار کیا بلکہ ٹھاکر فتح گڑھ نے خودسری اختیار کی مگر سرکار انگریزی نے ریاست کا جاگیردار قرار دیکر مہاراجہ کا حکم ماننے کی ہدایت کی مہاراجہ نے انکی سزادہی کے ارادے سے فوج متعین کی مگر جوش دیوانگی میں یکایک

خاندان تیموریہ کے بقیہ بادشاہ کے روبرو استغاثہ کرنے کے واسطے پھر دہلی کو چلا گیا اور وہاں
خیالی منصب مثلاً دربار شاہی میں موزہ پہن کر جانے کا قیمتاً حاصل کرنے میں مصروف
ہوا۔ ایسی حالت میں بھی کشن گڑھ میں اُسکے ہمراہی غافل نہ رہے انھوں نے فوج بھرتی
کی اور بوندی کی ریاست سے بھی مدد لی۔ ٹھاکروں نے بھی کوٹے سے مدد لیکر مقابلے میں
کوتاہی نہ کی ان میں لڑائی ہونے لگی اور اس سبب سے قرب وجوار کے علاقہ انگریزی
میں بھی شر پیدا ہوا اس واسطے مہاراجہ کو ہدایت ہوئی کہ خود اُسکی اور اُسکے ملازمین اور
ٹھاکروں کی حرکات سے جو نقصان پیدا ہوگا اُسکی جوابدہی مہاراجہ کے ذمے ہے اور اگر
فی الفور بندوبست نہ کریگا تو اُس کا عہدنامہ منسوخ ہو کر ٹھاکروں سے عہد و پیمان کیا جائیگا
اس ہدایت نے اُسکو ششدر کر دیا اور وہ یکایک دہلی سے واپس آیا اور اپنے سرداروں کو
جمع کرکے بذات خود دشمنوں پر حملہ آور ہوا۔ مگر سرداروں کے رویے سے ثابت
ہوا کہ اُنکو اپنے ہم قوم باغیوں پر حملہ کرنا منظور نہ تھا ایک ایک کرکے سب علیحدہ ہو گئے اور پھر
سب نے اُسکے صغیر سن لڑکے کو مسند نشین کرنا چاہا کلیان سنگھ اجمیر کو بھاگ گیا اور سرکار
انگریزی سے درخواست اعانت کرکے اپنی ملک کا ٹھیکہ دینا چاہا مفسد ٹھاکروں نے بھی سرکار
میں استغاثہ کیا سرکار نے کلیان سنگھ کی درخواست نامنظور کرکے ہدایت کی۔ کہ اگر وہ دہلی
کو چلا جاوے اور اسکی غیر حاضری میں انتظام ملک بہ اہتمام پنچایت ہوتا رہے تو کچھ مضائقہ نہیں
اس پر مہاراجہ اور سرداروں کے درمیان عہد و پیمان ہوا مگر شرائط مقررہ کی کفالت دینے
میں سرکار نے انکار کیا وہ دہلی کو چلا گیا اور رزیڈنٹ نے فہمائش کرکے اُسکو واپس بھیجا
بدرجۂ لاچاری سرداروں نے حسب خواہش مہاراجہ یہ بھی منظور کیا کہ جودھپور کا مہاراجہ تصفیہ
کر دے۔ مگر اسمیں سرکار انگریزی کی کفالت ہو یہ امر سرکار نے منظور نہ کیا سرداروں نے
ولیعہد کو مسند نشین کر دیا اور کرشن گڑھ کا محاصرہ کرکے اُس میں داخل ہونے والے
تھے کہ مہاراجہ نے پولٹکل ایجنٹ کی درمیانگی منظور کی اُسکی وساطت سے شرطیں قرار
پا گئیں اور کلیان سنگھ کرشن گڑھ میں آگیا مگر تھوڑے عرصے کے بعد ثابت ہوا کہ مہاراجہ
اور سرداروں کی درمیان صلح و اتفاق رہنا غیر ممکن ہے کیونکہ مہاراجہ اپنے قول پر ثابت قدم

نہیں ہے سردار پھر جمع ہوئے اور مہاراجہ کلیان سنگھ سمت ۱۸۸۸ مطابق ۱۸۳۲ء میں اپنے کنور محکم سنگھ کو راج سونپ کر ۶۳ ہزار روپے سالانہ پنشن پر انگریزی علاقے میں جا رہا۔ جہاں چھ برس کے بعد انتقال کر گیا۔

۱۳۔ مہاراجہ محکم سنگھ

یہ نوجوان اور نیک مزاج مہاراجہ اپنے والد کے سامنے سرداروں کے اتفاق سے راج پاکر نو برس کے بعد سمت ۱۸۹۷ مطابق سنہ ۱۸۴۰ء میں لاولد مر گیا جس سے پرتھوی سنگھ فتح گڑھی جاگیر سے گود آکر ریاست کا مالک ہوا۔

۱۴۔ مہاراجہ پرتھوی سنگھ

یہ سمت ۱۸۹۸ مطابق سنہ ۱۸۴۱ء ۲۵۔ اپریل کو گود لئے جاکر چار برس کی عمر میں گدی پر بیٹھایا گیا جو ہوش سنبھالنے پر لائق اور کارگزار نکلا اسکے وقت میں آگرے سے اجمیر کو ریل جاری ہونے کے سبب نمک وغیرہ کی راہداری چھوٹنے سے کرشن گڑھ کو ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ محصول کا نقصان پہنچا سرکار نے بیس ہزار روپیہ سالانہ ہرجانہ دینا منظور کیا اور باقی کمی دور کرنیکو مہاراجہ نے تین لاکھ روپیہ لگا کر سمت ۱۹۲۷ مطابق سنہ ۱۸۷۱ء تک ۲۳ تالاب تیار کرائے جن سے چوبیس ہزار پانسو بیگھہ زمین کھیتی اور آبادی کے لائق ہو گئی۔

سمت ۱۹۲۲ مطابق سنہ ۱۸۶۵ء میں مہاراجہ کی بڑی بیٹی اودے پور کے مہارانا سجن سنگھ کو اور کچھ عرصے کے بعد دوسری بیٹی الور کے مہاراؤ راجہ منگل سنگھ کو بیاہی گئی سمت ۱۹۳۶ مطابق سنہ ۱۸۸۰ء میں اس مہاراجہ کا انتقال ہو گیا۔

۱۵۔ مہاراجہ شاردول سنگھ

اپنے والد کے بعد سمت ۱۹۳۶ مطابق سنہ ۱۸۸۰ء ۸ جنوری کو گدی پر بیٹھا اور چار برس کے بعد سیر اور ملاقات کے لئے اودے پور جاکر خاطر داری سے دو ہفتے مہمان رہنے کے بعد واپس آیا۔ سمت ۱۹۴۳ مطابق سنہ ۱۸۸۶ء میں مہاراجہ کی چھوٹی بہن جھالرا پاٹن کے مہاراج رانا ظالم سنگھ کو بیاہی گئی۔ یہ پہلا موقع ہے کہ جھالرا پاٹن والوں کو بڑا ... ریاست سے بیٹی ملی۔ سرکار نے اسکو جی۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب دیا تھا۔ اس ...

نے سنہ ۱۹۰۰ء میں انتقال کیا۔ اس کے بعد ان کے اکلوتے بیٹے مدن سنگھ کو مسند ریاست حاصل ہوئی۔

۱۶۔ مہاراجہ مدن سنگھ جی

یہ سنہ ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے اور ان کو سنہ ۱۹۰۵ء پورے اختیارات ملے۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں انھیں کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا اور سنہ ۱۹۱۱ء کے دربار دہلی میں کے۔ سی۔ ایس آئی کا وہ برٹش فوج میں آنریری میجر بھی ہیں۔ ابتدائے سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم میں شریک ہونیکی درخواست دی تھی جو گورنمنٹ نے منظور کی انکی سلامی ۱۵ ضرب توپ ہے۔

چوتھا باب ہاڑوتی کا بیان

اسمیں بوندی۔ کوٹہ اور جھالاواڑ کا بیان ہے۔

فصل

تاریخ بوندی جغرافیہ

بوندی جنوبی مشرقی راجپوتانہ میں دوسرے درجے کی پرانی ریاست ہے یہ راج درمیان خطوط عرض بلد شمالی ۲۴ درجہ ۵۰ دقیقہ اور ۲۵ درجہ ۵۵ دقیقہ اور خطوط طول بلد مشرقی ۷۵ درجہ ۲۳ دقیقہ اور ۷۶ درجہ ۳۰ دقیقہ کے واقع ہے۔ اسکے شمال میں جے پور مغرب میں جہازپور وغیرہ علاقہ اودیپور۔ جنوب میں علاقہ گوالیار۔ مشرق میں راج کوٹہ ہے طول پچاس میل عرض پچاس میل رقبہ ۲۲۲۰ میل مربع آبادی سنہ ۱۹۱۱ء میں ۲۱۸۷۳۰ آدمی تھی۔ خالصے کی آمدنی پانچ لاکھ روپیہ سالانہ کے علاوہ اسی قدر ماتحت جاگیرداروں کی ہے اور فوج سوار و پیدل ڈھائی ہزار سمجھی جاتی ہے لیکن اب خالصے کی آمدنی ۸۰۴۴۵۹ روپیہ ہوگئی ہے۔

راج بوندی میں پہاڑی سلسلہ شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی طرف چلا گیا

ہے جس سے علاقے کے دو حصے ہو جاتے ہیں دونوں طرف کی زمین ہموار اور قابل پیداوار ہے مشرقی جنوبی علاقہ چنبل ندی پر ختم ہوتا ہے جو ریاست کوٹے کی سرحد ہے اور شمالی مغربی حصہ اجمیر کے پہاڑوں سے جا ملا ہے۔ بوندی کی میج ندی جو میواڑ کے علاقے سے آتی ہے چنبل دریا میں شامل ہوتی ہے دوسرے برساتی ندی نالے ہر طرف کچھ عرصے تک جاری رہتے ہیں معمولی پیداوار کے علاوہ کئی جگہ لوہا بہت نکلتا ہے ملک کی آب و ہوا تندرستی کے لئے بہتر نہیں ہے۔ بخار۔ گٹھیا۔ نظر کی کمزوری اور بدہضمی وغیرہ بیماریاں ہر موسم میں ہوتی رہتی ہیں۔

شہر بوندی جس میں چالیس ہزار آدمی بستے ہیں ایک پہاڑ کے گھاٹے میں مناسب موقع پر آباد ہے شہر پناہ کے اندر تین دروازے آمد و رفت کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ دو بازار چوڑے ہیں لیکن پانی کے بہاؤ کا کچھ بندوبست نہیں کیا گیا جس سے صفائی نہیں رہتی بہار اور راجہ کا محل اونچی جگہ پہاڑ کے ڈھال پر تعمیر ہوا ہے جس کی عمارت راجپوتانے میں عمدہ قسم کی سمجھی جاتی ہے۔ محل کے سوا شہر بھر میں کوئی بڑا یا خوبصورت مکان نہیں ہے یہ شہر کوٹے سے بائیس میل شمال و مغرب میں اور آگرے سے ایک سو چھیانوے میل جنوب و مغرب میں ہے شہر کے دروازے پرانے زمانے کے خوف کی پابندی میں شام سے صبح تک بند رکھے جاتے ہیں شہر بوندی کوٹے سے ۲۴ میل شمال مغرب میں بمبئی سے ۹۰ میل شمال مشرق میں آگرے سے ۱۹۵ میل جنوب مغرب میں عرض بلد شمالی ۲۵ درجہ ۲۶ دقیقہ طول بلد مشرقی ۷۵ درجہ ۱۳ دقیقہ پر واقع ہے۔

قوم

بوندی والے چوہان قوم کی ہاڑا شاخ میں اجمیر کے راجہ مانک چند کے پوتے است پال کی اولاد میں سے مانے جاتے ہیں جس کی پیدائش قصے کے طور پر ہاڑ یعنی ہڈیوں سے قرار پا کر اسکی نسل ہاڑا راجپوت مشہور ہوئی۔ راجپوتانے کے جس جنوبی مشرقی علاقے میں رہ کر انھوں نے ناموری پیدا کی اسکا نام بھی ہاڑوتی ہو گیا۔ بوندی۔ کوٹہ اور جھالراپاٹن کا اکثر حصہ اس علاقے میں داخل ہے۔ بوندی اس علاقے میں سب سے پرانی اور نامور ریاست ہے۔

تاریخ

ہاڑے شروع میں کئی جگہ کامیاب ہوکر پریشانی میں پڑے وہ سمت ۱۳۹۸ مطابق
سنہ ۱۳۴۲ء میں میواڑ کی مدد سے بوندی کا راج پاکر سوا دو سو برس تک چتوڑ کے ماتحت رہے
اور سمت ۱۶۲۶ مطابق سنہ ۱۵۶۹ء میں وہ اکبر بادشاہ کو قلعہ رنتھنبور حوالہ کر کے خودمختار راجہ اور
بادشاہی منصب دار بنے غرض وہ اس وقت سے تخمیناً کچھ کم پانسو برس پہلے راجپوتانے
میں سرداری کے درجے کو پہنچے اور ساڑھے تین سو برس پہلے خودمختار راجاؤں کے طور علیحدہ
رئیس شمار ہوئے راجپوتانے میں آنے کے بعد اس وقت تک اُن کی چھبیس پشتیں گذری ہیں۔
بوندی کے رئیس اگرچہ میواڑ کی ماتحتی میں رہنے سے انکار کرتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے
کیونکہ انکو دکن سے نکالے جانیکے بعد میواڑ میں پناہ ملی اور وہیں کی مدد سے اول بھینسرور
اور پھر بوندی کا علاقہ حاصل ہوا جس سے یہ سمجھنا چاہئے کہ راجپوتانے میں اُنکے جماؤ کا باعث
میواڑ والے ہی ہوئے۔ راؤ سرجن کو بادشاہی منصب دار بننے سے پہلے ابوالفضل میواڑ
والوں کا ماتحت بتلاتا ہے جسکی تصدیق اقبال نامہ جہانگیری میں معتمد خاں اور بادشاہ نامہ
شاہجہانی میں مولوی عبدالحمید لاہوری بھی کرتے ہیں۔

استپال کے بزرگوں میں سے اسیچپال نے اسیر آباد کیا تھا اسکے
بعد مانک رائے نے سمت ۷۴۱ مطابق سنہ ۶۸۵ء میں شاکمبھری دیوی کے نام سے شاکمبھر
گانوں لیایا جسکو اب سانبھر کہتے ہیں۔ یہ قصبہ سانبھر جھیل کے کنارے پر آباد ہے۔ اور
اُسکے سبب سے اس نسل کے راجوں کو سانبھری کا لقب ملا ہے اسی مانک رائے کی اولاد
میں جس سے ایک شاخ کی نویں پشت میں راجہ پرتھی راج ہوا تھا کھیچی۔ ہاڑہ۔ موہل
نربھان۔ دیوڑہ۔ سبھردریہ۔ بھدوریچہ۔ دھنیریہ اور باگڑیچہ وغیرہ چوہان قوم کی کئی شاخیں
ہیں۔

مانک رائے کا بیٹا الور راج مقام اسی یعنی ہانسی پر قابض تھا جس کے بیٹے استپال
کو سمت ۱۰۸۱ مطابق سنہ ۱۰۲۵ء میں وہاں سے دشمنوں نے نکالدیا وہ دکن کی طرف جاکر
آسیر وغیرہ کا مالک ہوگیا اور اسی سے ہاڑا شاخ چلی۔ استپال کے بعد لوک پال

ہوا جسکا بیٹا ہمیر سمت ۱۲۵۹ مطابق ۱۱۹۳ء میں راجہ پرتھی راج کے ہمراہ شہاب الدین کے مقابلے پر مارا گیا۔ ہمیر کے بعد کالکرن ۔ ماہ مگد۔ پانچہ اور رجیند رچار شخص آسیر کے راجہ ہوئے ان میں سے پچھلے کو سمت ۱۳۵۱ مطابق ۱۲۹۵ء میں علاؤ الدین خلجی بادشاہ نے حملہ کرکے قتل کیا جس کا بیٹا رین سی ڈھائی برس کی عمر میں حفاظت کے لئے چتوڑ پہنچایا گیا اور وہ میواڑ والوں کی پناہ میں رہ کر راجپوتانے کے اندر ترقی کے ساتھ قدم جمانے والا ہوا (۱) رین سی نے جو آسیر علاقہ برار سے بچاؤ کے لئے میواڑ میں لایا گیا تھا جوان ہوکر چتوڑ والوں کی مدد سے بھینسروڑ گڑھ کی جاگیر ڈنگا بھیل سے چھین لی۔ رین سی کے بعد (۲) کولن سی ہوا۔ اسکے پوتے (۳) بانگو نے علاقے کو خوب بڑھایا۔ بانگو کے پیچھے (۴) دیو نے زور پاکر سمت ۱۳۹۸ مطابق ۱۳۴۲ء میں مینہ لوگوں کو زیر کرنیکے بعد باندو گھاٹہ کے درمیان شہر بوندی بسایا جس کے ارد گرد ہاڑوں کے زیادہ پھیل جانے سے علاقے کا نام ہاڑوتی ہوگیا۔ دیو کے بعد (۵) سمرسی اور اسکے بعد (۶) ناپوجی ہوا جو ایک سونکھی کے ہاتھ سے مارا گیا اور ہاڑون نے سونکھی کو مار کر عوض لیا (۷) ہاموں سمت ۱۴۴۱ مطابق ۱۳۸۴ء میں رئیس ہوا۔ جس پر میواڑ والوں نے فوج کشی کرکے نقصان اٹھایا۔ ہامون سولہ برس راج کرکے مر گیا۔ اور سمت ۱۴۵۷ مطابق ۱۴۰۰ء میں اسکا بیٹا (۸) بیر سنگھ راج پاکر سمت ۱۵۲۶ مطابق ۱۴۷۰ء میں انتقال کر گیا اسکے بعد (۹) باندو نے گدی پر بیٹھ کر سمت ۱۵۴۲ مطابق ۱۴۸۵ء کے قحط میں رعایا کی خوب پرورش کی اسکے دو چھوٹے بھائیوں نے مسلمان ہوکر بادشاہی مدد سے بوندی چھین لی اور سمرقندی و عمر قندی نام سے حکومت کرنے لگے باندو اکیس برس پہاڑوں میں پریشان رہ کر مر گیا۔

۱۰- نزاین داس

یہ باندو کا بیٹا تھا۔ اس نے اپنے دونوں چچاؤں کو قتل کرکے بوندی واپس لی۔ وہ بتیس برس راج کرکے گذر گیا۔

اور اسکا چھوٹا بھائی نربودھ ہاڑا بیانے کے قریب راناسانگا کی فوج کے شامل رہ کر بابر بادشاہ کے مقابلے میں مارا گیا۔

۱۱۔ سورج مل

سمت ۱۵۹۰ مطابق ۱۵۳۴ء میں بوندی کا مالک ہوا۔ جس کو رانا سانگا کی طرف سے رنتھمبور کی قلعہ داری کنور بکرماجیت اور اودے سنگھ کی حفاظت کے لئے ملی تھی۔ رانا سانگا کے بڑے بیٹے رتن سی نے اپنے دونوں بھائیوں کو چتوڑ بلا کر رنتھمبور ضبط کرنا چاہا اور جب دونوں کنور چتوڑ نہ گئے تو رانا نے یہ بات سورج مل کے بہکانے سے خیال کرکے اُس کو اپنے پاس بلایا۔ ایک روز شکار کے موقع پر رتن سی اور سورج مل ایک دوسرے پر حملہ کرکے مارے گئے۔

۱۲۔ سلطان

سمت ۱۵۹۱ مطابق ۱۵۳۵ء میں مسند نشین ہوا جس کو چند روز کے بعد بوندی والوں سے دیوانہ ہو جانے پر لوگوں نے خارج کر دیا اور وہ ایک گاؤں میں رہ کر مر گیا اُس کے اولاد نہ ہونے کے سبب سرداروں نے میواڑ کے رانا کی منظوری سے بانڈو کے پوتے اور نربود کے بیٹے ارجن کو گدی پر بٹھایا۔

۱۳۔ ارجن

جس وقت بہادر شاہ گجراتی نے چتوڑ کا محاصرہ کیا سمت ۱۵۹۲ مطابق ۱۵۳۶ء میں رانا بکرماجیت کی نوکری پر پانچ سو ہاڑوں سمیت ایک برج میں سرنگ لگائے جانے سے جہاں وہ متعین تھا اڑ گیا اور اُسکے بعد سرجن نے وارث بن کر میواڑ کے عوض بادشاہی اطاعت اختیار کی۔

۱۴۔ راؤ سرجن ہاڑا

اس نے سمت ۱۵۹۸ مطابق ۱۵۴۲ء میں بوندی کا راج پایا۔ شیر شاہی خاندان کے اخراج پر ساونت سنگھ نامی بوندی کے برادر اصغر نے رنتھمبور کے افغان حاکم جھجار خاں سے ۱۵۵۳ء میں موافقت پیدا کی کہ اس ذریعہ سے اُس نے یہ مشہور قلعہ اُس کے بزرگ راؤ سرجن کو دیدیا۔ اس کارنمایاں کے صلہ میں کہ ایک عمدہ قلعہ ملک بوندی میں ٹھہرایا ہوا۔ ساونت جی کو شہر کے قریب جاگیر ملی اور اسکا نام مشہور ہو گیا اور ساونت

باڈون کا خاندان اُس سے نامزد ہوا اور بیدلے کے چوہان سردار نے جو اس قلعہ کے دلوانے میں شریک تھا یہ شرط مقرر کی کہ راؤ سرجن بطور ماتحت میواڑ کے اس پر قابض رہے۔

جب اکبر قلعہ چتوڑ کی فتح سے فارغ ہوا تو رن بھنبور کے قلعہ پر فوج کشی کی یہ قلعہ کوہ رن کی چوٹی پر بنا تھا۔ رن پہاڑ کو کہتے ہیں بھنبور جوشن پوش یعنی جوشن پوش پہاڑ اس قلعہ کے محاصرے میں سخت دشواریاں پیش آئیں۔ بے دمدموں کے کامیابی ممکن نہ تھی۔ بادشاہ نے اسکا اہتمام راجہ ٹوڈرمل اور قاسم خاں میر بحر کے سپرد کیا انھوں نے کمال عرق ریزی اور بڑے انتظام سے اسکا بندوبست کیا بہادروں نے دمدموں میں گھس کر اور پہاڑوں پر چڑھ کر اونچے اونچے مقام پیدا کئے جن کی بلندی قلعہ کی عمارتوں کو تھر کی نظر سے گھورتی تھی۔ ان پر ساٹھ ساٹھ منی توپیں چڑھائی ایک ایک توپ کو دو دو سو بیل اور سات سات آٹھ آٹھ سو کہاروں نے کھینچا اور اُن پہاڑوں کی چوٹیوں اور دھاروں پر مورچوں میں جمادیا کہ جہاں چیونٹی کے پاؤں پھسلتے تھے جب ان توپوں کی فیر ہونا شروع ہوئے تمام قلعہ کے مکانات فرش زمین ہوگئے راجہ چتوڑ کا حال دیکھ چکا تھا۔ گھبرا گیا اسی عرصے میں ایک دن جبکہ رمضان کی آخری تاریخ تھی۔ بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج رات تک راجہ یا اسکی جانب سے کوئی شخص حاضر دربار نہ ہوا تو ہم کل صبح عید کا جشن قلعہ کے اندر منائینگے یہ حال سنکر راؤ سرجن کے اور بھی چھکے چھوٹ گئے بعض ٹھاکروں اور سرداروں کو بیچ میں ڈالا اور دودا اور بھوج اپنے دونوں بیٹوں کو دربار میں بھیجا اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ کوئی امیر آکر مجھے بھی لے جائے تو میں بھی حاضر ہوا جب دودا اور بھوج بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بادشاہ نے بہت خاطرداری کی دونوں کو خلعت مرحمت ہوئے جب لوگ خلعت پہنانے کے واسطے دربار سے باہر لائے۔ ان کے ایک ہمراہی نے اپنی جہالت سے یہ سمجھا کہ بادشاہ نے ان کو قید کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگ انھیں قیدخانے میں لئے جاتے ہیں فوراً تلوار میان سے سونت کر آگے بڑھا سرجن راجہ بھگوان داس کے ایک نوکر نے جو وہاں کھڑا ہوا تھا سمجھایا۔ مگر اسکو یقین نہ آیا اور مجنونانہ حالت میں ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے بارگاہ شاہی کیطرف

طرف دوڑا راستے میں راجہ پورنمل اور دو تین اور آدمیوں کو زخمی کیا اور شیخ بہاء الدین مجذوب
بدایونی کو قتل کر ڈالا یہ حال دیکھ کر مظفر خاں کے ایک نوکر نے اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ آپ ہی
ہاتھ میں کام تمام ہوگیا اس ناگوار واقعہ کو دیکھ کر راؤ سرجن کے بیٹوں کو بہت خجالت ہوئی
اور خوف بھی پیدا ہوا اگرچہ انکا کوئی قصور نہ تھا بادشاہ نے انکو خلعت پہنوا کر بہایت اعزاز و
اکرام سے رخصت کیا اور حسین قلی خاں کو راؤ سرجن کے پاس بھیجا اس نے قلعہ سے باہر
تک آکر استقبال کیا اور بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ قلعہ میں لیجا کر اوتارا خاں مذکور نے بھی
راجہ کی بہت تشفی کی اور اپنے ساتھ دربار میں لاکر حضور میں پیش کیا اس نے سونے کی
کنجیاں اور گراں بہا پیش کش نذر کیا اور تین دن کی مہلت لے کر تیسرے دن قلعہ سپرد
کر دیا اور بجائے میواڑ کے دہلی والوں کی ہتھے قبول کی یہ واقعہ سمت ۱۶۲۶ مطابق سنہ ۹۷۶ھ
کا ہے۔ اکبر نے اسکا درجہ جیسلمیر و جودھ پور کے بعد بیکانیر وغیرہ کی برابر رکھا تھا۔ سرجن کو بادشاہی
طرف سے راؤ خطاب کے سوا دو ہزاری منصب ملا۔ اول گڑھ کی جاگیر عطا ہوئی سنہ ۲۰
جلوس میں گڑھ کے بجائے چناڈہ کی جاگیر مرحمت ہوئی اور اس کے وطن بوندی
کی حکومت پر بھی اسکو سرفراز کیا گیا

سرجن نے بادشاہی اطاعت قبول کرنے اور جاگیر دوسری جگہ پانے کے بعد
بوندی کا راج اپنے بڑے بیٹے دودا کو سونپ دیا تھا دودا سنہ ۲۲ جلوس مطابق سمت ۱۶۳۴
موافق ۱۵۷۷ء میں بلا حصول رخصت دربار سے چلا گیا اور بوندی پہنچ کر لوٹ مار شروع
کر دی۔ اکبر نے راؤ سرجن کو مع زین خاں کوکلتاش کے اسکی تنبیہ کے واسطے
روانہ کیا سنہ ۲۳ جلوس میں شاہباز خاں کنبوہ کی سفارش سے دودا کا قصور معاف
ہوگیا اکبر نے صوبہ پنجاب میں اسکو تعینات کر دیا۔ دودا دوبارہ بادشاہی حضور سے
بھاگ رانا پرتاپ سنگھ کے پاس پہنچا۔ جہاں سے واپس آتا ہوا دوبارہ
مالوے کی طرف جاتا ہوا کسی آدمی کے زہر دینے سے سنہ ۳۰ جلوس اکبری مطابق
۱۵۸۵ء (سمت ۱۶۴۱) میں مر گیا۔ اسی سال راؤ سرجن نے بھی بادشاہی فوجوں کے
ساتھ کارگذاری دکھلانے کے بعد انتقال کیا۔

۱۵۔ راؤ بھوج

باپ کے ساتھ ملازمت اکبری میں داخل ہوا۔ سمت ۱۶۳۵ مطابق سنہ ۱۵۷۹ء میں
باپ کے سامنے راج کا اختیار پاچکا تھا اور سمت ۱۶۴۱ مطابق سنہ ۱۵۸۵ء میں بوندی کی حکومت
پر پہنچائے اپنے بھائی اور باپ سے سرفراز ہوا۔ مدتوں تک کنور مان سنگھ کے ساتھ متعین
رہا اور معرکہ اڑیسہ میں خاص نام پیدا کیا اسکے بعد شیخ ابوالفضل کے ساتھ مہم دکن میں مامور
ہوا۔ سنہ ۴۹ جلوس اکبری تک منصب ہزاری پر سربلند تھا۔ شہنشاہ جہانگیر نے تخت نشین
ہوکر جگت سنگھ پسر راجہ مان سنگھ کی لڑکی سے جو راؤ بھوج کی نواسی تھی شادی کرنی چاہی
راؤ بھوج نے اس قرابت کی مخالفت کی بادشاہ کو اسکی جانب سے ملال پیدا ہوا ارادہ کیا
کہ کابل سے واپس ہونے پر تدارک کیا جائے گا لیکن قبل واپسی بادشاہ کے سنہ ۱۰۱۶ ہجری
مطابق سمت ۱۶۶۵ موافق سنہ ۱۶۰۸ء میں انتقال کیا۔

۱۶۔ راؤ رتن

راؤ بھوج کا بیٹا تھا جب راؤ بھوج پر جہانگیر کا عتاب نازل ہوا تو باپ کے ساتھ
یہ بھی چند روز تک مورد عتاب رہا۔ سنہ ۳ جلوس میں حاضر دربار ہوکر رتن ہاتھی پیش کیے
جن میں سے بادشاہ کو ایک بہت پسند آیا اور اسکا نام رتن گج رکھا۔ جہانگیر نے راؤ رتن
کا قصور معاف کرکے خطاب سربلند راؤ سے مفتخر کیا۔ سنہ جلوس میں شاہزادہ خرم کے
ساتھ مہم رانا پر متعین ہوا۔ سنہ جلوس میں مہم دکن پر مامور رہا۔ سنہ ۱۷ جلوس مطابق
سنہ ۱۶۲۲ء (سمت ۱۶۸۲) میں جب شاہجہاں باپ سے باغی ہوگیا مہابت خاں اور اور
امرا کو حکم ملا کہ شاہزادے کو گرفتار کرلاؤ۔ رتن بھی اس مہم میں تعنات ہوا۔ جب شاہجہاں کی
فوج نے قلعہ برہان پور کو لینا چاہا تو سربلند راؤ نے قلعہ نہ چھوڑا۔ اس پر جہانگیر نے خوش
ہوکر راؤ رتن کو منصب پنجہزاری ذات پانچہزار سوار سے ممتاز کرکے خطاب رام راج سے
جو دکن میں بکرماجیت کے خطاب کی برابر معزز سمجھا جاتا تھا موصوف کیا۔ جب زمانے نے کروٹ
بدلی اور شاہ جہانی اقبال آفتاب عالمتاب کی طرح چمکا۔ راؤ رتن خوف کے مارے اپنے
وطن بوندی کو چلدیا لیکن پھر کچھ سوچ سمجھ کر ۸ رجب سنہ ۱۰۳۷ ہجری (مطابق سنہ ۱۶۲۸ء

دسمبر ۱۶۲۸) کو دربار میں حاضر ہو گیا شاہجہاں نے نہایت عالی ہمتی سے پہلی باتوں کو دل سے بھلا دیا اور خلعت و جمدھر مرصع علم و نقارہ اسپ و فیل مرحمت کر کے منصب پنجہزاری ذات پنجہزار سوار پر سرفراز کر دیا پہلے سال جلوس میں خان خانان مہابت خاں کے ساتھ مہم کابل پر متعین ہوا ۳ سنہ جلوس میں بہت سے امرا اور منصبداروں کے ساتھ مہم تلنگانہ پر مامور ہو کر روانہ ہوا۔ ۴ صفر سنہ ۱۰۴۰ ہجری کو حسب الحکم حضور میں حاضر ہوا۔ اور یمین الدولہ آصف خاں کے ساتھ پھر دکن میں مامور کیا گیا بالاگھاٹ میں پہنچکر ۲۶ جمادی الاولے سنہ ۱۰۴۰ ہجری کو وفات پائی۔

ولیعہد گوپی ناتھ اسکے سامنے ہی مر چکا تھا اس لئے بادشاہ نے اسکے پوتے شترسال کو بوندی پر قائم رکھ کر دوسرے بیٹے کو کوٹہ کا علاقہ اور ایک دوسرا پرگنہ جاگیر میں دیدیا جس سے کوٹہ کا راج اس وقت سے کچھ کم تین سو برس پہلے علیحدہ ہوا۔ اسکی تفصیل بادشاہنامہ میں اس طرح لکھی ہے۔

۱۶۔ ربیع الاول سنہ ۱۰۴۲ ہجری (مطابق سنہ ۱۶۳۲ء) کو بالاگھاٹ کی عرضیوں سے حضور میں معلوم ہوا کہ راؤ رتن کی زندگی کے دن پورے ہوئے قدردان بادشاہ نے اسکے ولیعہد پوتے کو راؤ خطاب اور تین ہزاری ذات دو ہزار سوار کا منصب عنایت کر کے بوندی اور کھٹکر کا علاقہ جو راؤ رتن کا وطن تھا جاگیر میں دینے کے بعد فرمان کے ذریعہ سے حضور میں طلب کیا۔ راؤ رتن کے چھوٹے بیٹے مادھو سنگھ کو ڈھائی ہزاری ذات ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب اور کوٹہ اور پھلایتہ کا پرگنہ علیحدہ جاگیر میں دیا۔ راؤ شترسال کا باپ گوپی ناتھ (راؤ رتن کا بڑا بیٹا) دبلے بدن پر بھی ایسا طاقتور تھا کہ درخت کی دو شاخیں جو شامیانے کے ستون کی برابر ہوں۔ ان میں سے ایک پر پاؤں رکھ کر اور دوسرے کے تلے ٹکرا کر زور کر کے چیر ڈالتا تھا۔ آخر وہ ایسے ہی بیفائدہ زور کرنے سے بیمار پڑا جلد مر گیا۔

نوٹ۔ راؤ رتن کا پوتا اندر سنگھ ۸ جلوس شاہجہانی میں جھجار سنگھ بندیلے کی سرکوبی پر متعین ہوا ۹ جلوس میں سید خان جہان بارہ کے ساتھ عادل شاہ والی بیجاپور کی تنبیہ پر مامور ہوا ۱۰ جلوس تک منصب ہشت صدی ذات سہ صد سوار پر سرفراز تھا ۱۲ جلوس میں شاہزادہ مراد بخش کے ساتھ صوبہ کابل میں متعین ہوا ۱۹ جلوس میں مہم بلخ و بدخشاں میں شریک ہو کر اپنی ہمت مردانہ کے جوہر دکھائے اور ۲۰ جلوس میں منصب ہشت صدی چار صد سوار پر سربلند ہوا۔

۱۷۔ راؤ شتر سال

۱۰۴۱ ہجری مطابق ۱۶۳۲ء (سمبت ۱۶۸۸) میں شاہجہاں نے اسکو جو گوپی ناتھ کا بڑا بیٹا تھا اسکا جانشین مقرر کرکے منصب سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار سے سرفراز کیا۔ اور خطاب راؤ سے مفتخر کر کے بوندی اور کھٹکر اور رنتھبور وچوار کے پرگنات جاگیر میں مرحمت فرمائے جب راؤ شتر سال بالاگھاٹ سے دربار میں حاضر ہوا چالیس ہاتھی پیش کش کئے بادشاہ نے اٹھارہ ہاتھی قیمتی مبلغ دو لاکھ پچاس ہزار روپے کے قبول کر کے بقیہ ہاتھی واپس کر دئے اور خلعت فاخرہ اور علم و نقارہ اور اسپ مع زین نقرئی کے عطا کیا۔ ۶ جلوس میں محاصرہ قلعہ دولت آباد اور ۷ جلوس میں تسخیر قلعہ پرینڈہ میں شریک ہو کر شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے اور اسکے صلے میں ۸ جلوس میں خان زماں صوبہ دار بالاگھاٹ کا نائب مقرر ہو کر بالاگھاٹ میں متعین ہوا۔

۱۸ جلوس میں مہم قندھار میں شریک ہوا ۱۹ جلوس میں مہم بلخ و بدخشاں میں مامور ہوا ۲۱ جلوس میں وہاں سے واپس آکر رخصت حاصل کر کے وطن کو روانہ ہوا ۲۲ جلوس میں واپس آکر منصب سہ ہزار و پانصدی ذات سہ ہزار و پانصد سوار پر سرفراز ہوا اور شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ مہم قندھار پر تعینات ہوا۔ اور رستم خاں اور قلیچ خاں کے ساتھ محاصرہ قلعہ بست میں نہایت بہادری اور بے جگری سے خدمتیں انجام دیں ۲۵ جلوس میں شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ اور ۲۶ جلوس میں شاہزادہ دارا شکوہ کے ساتھ مہم قندھار میں شریک ہوا۔ ۲۹ جلوس میں

شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ دکن میں متعین ہوا اور قلعہ بیدر اور قلعہ کلیانی کے معرکوں میں خدمات
نمایاں انجام دیں۔ سنہ ۳۱ جلوس مطابق ۱۰۶۵ھ (سمت ۱۷۱۵) میں جب شاہ جہاں کی بیماری
کی خبر سنکر شجاع اور اورنگ زیب اور مراد بخش اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ دارالسلطنت
کی طرف روانہ ہوئے تو خاندان کے خیر خواہوں نے ہر چند عرض کیا کہ جو آگ بھڑک گئی ہے آب
تدبیر کے بغیر بجھنی مشکل ہے۔ اسمیں بادشاہ کو ایک فریق بنانا مناسب نہیں ہے اورنگ زیب
اور مراد بخش وغیرہ کو آنے دینا چاہیے جب بادشاہ کے حکم سے شاہی امراء ان سے علیحدہ ہوجائینگے
تو ان میں خود ہی لڑنے کی طاقت نہ رہیگی بادشاہ نے بھی اس رائے کو پسند کیا دارا شکوہ
نے اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے راؤ شتر سال اور رام سنگھ کے اغوا سے اس بات کو منظور
نہ کیا۔ بلکہ اس رائے کو نفاق پر محمول کر کے علانیہ کہہ اٹھا کہ میں عنقریب ان کو تہ پا کچھ ہارا
(یعنی شرعی پانچوں والے مسلمان امیروں کو) درجلیب (اردلی) شتر سال خواہم دادا یندا س
نعرے کے سنتے ہی سب امرا کیا تورانی کیا ایرانی بیدل ہوکر در پردہ فریق ثانی کے طرفدار
ہو گئے جیسا کہ عاقل خاں رازی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے غرضکہ اورنگ زیب نے معرکہ
اجین میں جسونت سنگھ سے میدان مار کر آگرے کے قریب موضع ساموگڑھ میں پڑاؤ ڈالکر
مورچے جمائے اور دارا شکوہ سے یہاں جنگ ہوئی اس لڑائی میں راؤ شتر سال نہایت
شجاعت و بہادری سے لڑکر دارا شکوہ کی طرف سے کام آیا عالمگیر نے ساموگڑھ کا نام
دارا شکوہ پر فتح کے بعد فتح آباد رکھا تھا جیسا کہ تاریخ بہادر شاہی میں ہے۔

۱۸۔ راؤ بھاؤ سنگھ

سمت ۱۷۱۵ مطابق ۱۰۶۵ھ میں اپنے باپ کی جگہ مسند نشین ہوکر پہلے سال جلوس عالمگیری
میں دربار میں حاضر ہوا بادشاہ نے علم و نقارہ اور خطاب راؤ مرحمت فرمایا اور منصب
سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار سے سرفراز کیا۔ شاہزادہ شجاع کی لڑائی میں توپخانہ شاہی کا
اہتمام اسکے سپرد کیا گیا اور اسکی شکست کے بعد شاہزادہ محمد سلطان کے ساتھ تعاقب
پر مامور ہوا اور اس مہم سے فارغ ہوکر صوبہ دکن میں متعین ہوا۔
سنہ ۳ جلوس میں امیر الامرا شایستہ خاں کے ساتھ محاصرہ قلعہ اسلام آباد

عزت چاکنہ میں جاں فشانی کا حق ادا کیا اسکے بعد مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ سیوا کی تنبیہ پر مامور ہوا۔ اور جب مہاراجہ جسونت سنگھ کی جگہ مرزا راجہ جے سنگھ اس مہم پر مقرر ہوا اُسکی ماتحتی میں خدمتیں بجالایا ۔ ۹ جلوس میں دلیرخاں کے ساتھ زمیندار چاندہ کی تنبیہ پر مامور ہوا۔ اسکے بعد اورنگ آباد میں متعین ہوا۔ اسکی بہن کی شادی مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور سے ہوئی تھی جب جسونت سنگھ نے اورنگ زیب سے بغاوت کرنی چاہی۔ اپنی اس رانی کو بلا کر اس سے بھائی پر بہت دباؤ ڈلوایا کہ وہ بھی بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے میں اُسکا ساتھ دے لیکن بھاؤ سنگھ نے کہہ دیا کہ میں بادشاہ کا نمک حلال جاں نثار ہوں نمک حرامی کا داغ لیکر دنیا سے جانا نہیں چاہتا۔

اورنگ آباد میں سمت ۱۷۳۴ مطابق ۱۶۷۸ء میں اُسکے لاولد مرجانے سے اُسکے بھائی بھیم سنگھ اور بقول دیگر بھگونت سنگھ کے پوتے انرودہ سنگھ کو راج ملا۔

۱۹۔ راؤ انرودہ سنگھ

یہ سمت ۱۷۳۴ مطابق ۱۶۷۸ء میں راج کا مالک قرار پایا لیکن اُسکے دکن میں ہونے سے ایک ماتحت سردار درجن سنگھ ہاڑا نے بوندی پر قبضہ کرلیا بادشاہ نے یہ خبر سنکر خلعت رخصت اور اسپ وفیل اور نقارہ اُسکو مرحمت فرمایا اور مغل خاں کو مع فوج کے امداد کے واسطے ساتھ کیا۔ درجن سنگھ نے اس فوج کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھاکر پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ انرودہ سنگھ بوندی پر قبضہ پانے اور درجن سنگھ کی جاگیر ضبط کرنے کے لیے۔ عالمگیر کے بڑے بادشاہ زادہ محمد معظم کے ساتھ کابل جاکر سمت ۱۷۶۲ مطابق ۱۷۰۶ء میں وہیں مرگیا۔

اور اُسکے دو بیٹوں بودھ سنگھ اور جودھ سنگھ میں سے بڑا اُسکو جو کابل کی فوج میں موجود تھا راج کا مالک ہوا۔

۲۰۔ راؤ راجہ بدھ سنگھ

یہ راج پاکر کابل میں بادشاہ زادہ محمد معظم بن عالمگیر کے پاس رہا جس سے دوسرے بادشاہ زادہ اعظم نے جو دکن میں بادشاہ کے پاس تھا موضع میدانہ کا پرگنہ بوندی سے نکلواکر

کوٹے کے راؤ رام سنگھ کو دلوا دیا اس سے ہاڑ دن میں دشمنی کا بیج بویا گیا۔

سمت ۱۷۶۳ مطابق ۱۷۰۷ء میں عالمگیر کے مرنے پر شاہزادوں میں تخت کے لئے لڑائی ہوئی تو بدھ سنگھ بادشاہ زادہ محمد معظم کے ساتھ اور کوٹہ والا رام سنگھ بادشاہ زادہ اعظم شاہ کے ہمراہ تھا۔ محمد معظم یعنی بہادر شاہ نے اعظم اور رام سنگھ وغیرہ کے لڑائی میں مارے جانے کے بعد سلطنت پاکر بدھ سنگھ کو منصب سہ ہزاری پانصدی ذات و سوار پر ممتاز کر کے کوٹہ اور موسیدانہ کی زمینداری جو رام سنگھ پسر مادھو سنگھ کے متعلق تھی اور جو شاہزادہ اعظم شاہ کی رفاقت میں مارا گیا تھا مرحمت کی اور راؤ راجہ خطاب دیا جو اسکے حق میں مبارک نہ ہوا۔ سمت ۱۷۶۷ مطابق ۱۷۱۱ء میں بہادر شاہ کے مرجانے سے کوٹے کے راؤ بھیم سنگھ نے جو سید وزیروں کا دوست تھا بدھ سنگھ پر آفت ڈھائی۔ بدھ سنگھ دلی سے نکلکر اپنی سسرال جیپور میں آیا لیکن سوائی جے سنگھ نے اس رنج کے سبب جو اسکی بہن کے ساتھ ناموافقت کے باعث تھا راؤ راجہ کو تباہ کرنے کے سوا کوئی مدد نہ دی۔ بدھ سنگھ جان بچاکر اول بوندی اور پھر میواڑ کے علاقہ بیگون میں چلا گیا جہاں اسکی دوسری سسرال تھی۔ مہاراجہ سوائی جے سنگھ نے کرور کے جاگیردار دلیل سنگھ کو بوندی کا راؤ راجہ بنا کر اپنے ماتحت کر لیا اور بدھ سنگھ بارہ برس کے بعد ناامیدی کے ساتھ سمت ۱۷۹۶ مطابق ۱۷۳۹ء میں بیگون مقام پر مرگیا اسکے دو بیٹوں امید سنگھ اور دیپ سنگھ میں سے بڑے نے ہوش سنبھال کر اپنا ملک واپس لیا اور دیپ سنگھ کو کاپرن کی جاگیر ملی۔

۲۱۔ راؤ راجہ امید سنگھ

سمت ۱۸۰۰ مطابق ۱۷۴۳ء میں سوائی جے سنگھ کے انتقال کرنے پر موقع پاکر بیگوں سے ہاڑوتی کو گیا اور کوٹے کے راؤ درجن سنگھ کی مدد سے بوندی پر قبضہ حاصل کیا لیکن مہاراجہ الشیری سنگھ نے بوندی کو دوبارہ دبالیا۔ الشیری سنگھ کے مرجانے اور مادھو سنگھ کے جیپور میں راجہ ہونے سے امید سنگھ نے چودہ برس تک جلا وطن رہنے کے بعد ہولکر کی فوجی مدد لیکر دوبارہ بوندی پر دخل پایا جس کے سبب راج میں سے پرگنہ پاٹن ہلکر کے حوالے کیا گیا۔

سمت ۱۸۱۲ مطابق ۱۷۵۶ء میں بادشاہی قلعدار نے مرہٹوں کے خوف سے قلعہ رنتھمبور جیپور والوں کو سونپ دیا اور اس سبب سے کہ باڑوتی کا علاقہ بادشاہی انتظام میں رنتھمبور کے ماتحت رہتا تھا مہاراجہ مادھو سنگھ نے کوٹہ اور بوندی پر فوج بھیجکر وہاں خراج قائم کر دیا۔ ان سب باتوں میں مرہٹوں سے مدد لینی پڑی جن کو راجپوتوں نے ٹیڑھی دل کی طرح کچھ عرصے کا مہمان سمجھ کر بلا لیا تھا لیکن جب وہ دمباک کی مثل ملک کو چمٹ گئے تو اہنی نقصان سے تمام رئیسوں کو اس وقت تک جبکہ انگریزی حکومت کے آفتاب کی تیزی نے سب کو ماند کر دیا بہت پچھتانا پڑا۔

۲۲- کنور اجیت سنگھ اور بشن سنگھ

سمت ۱۸۱۳ مطابق ۱۷۵۷ء میں راؤ راجہ امید سنگھ نے اندر گڑھ کے جاگیردار دیو سنگھ کو جو آنبیر والوں سے ملگیا تھا دھوکے سے بلوا کر مروا ڈالا اس لئے اس نے اپنے قابل نفرت کام سے پچھتا کر سمت ۱۸۲۷ مطابق ۱۷۷۱ء میں اپنے کنور اجیت سنگھ کو ریاستی کام سونپ دئیے اور آپ نقیری اختیار کر لی۔ سمت ۱۸۲۹ مطابق ۱۷۷۳ء میں اجیت سنگھ نے اودیپور کے مہارانا ارسی کو جو شکار کھیلنے کے لئے سرحد پر آیا تھا دغا کے ساتھ مار ڈالا میواڑ کے تھوڑے آدمیوں کے سوا جو مقابلے پر مارے گئے اکثر سرداروں نے مہارانا سے مخالفت کے سبب عوض لینے کی کوشش نہ کی۔ یہ حرکت اودیپور اور بوندی والوں کی درمیان آخری رنج کا سبب ہوئی ہے۔ اجیت سنگھ اس ذلیل کارروائی کے دو مہینے کے بعد کوڑھ کی بیماری سے سخت تکلیف اٹھا کر مرگیا۔ اور اسکے کم عمر بیٹے بشن سنگھ کی حفاظت کیلئے بڈھے امید سنگھ کو یاترا سے واپس بوندی آنا پڑا۔

بشن سنگھ نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے دادا امید سنگھ کا راج میں رہنا پسند نہ کیا جس سے وہ جیپور چلا گیا۔ اور جب کوٹے کے دیوان ظالم سنگھ جھالا نے بشن سنگھ کو اس باب میں نصیحت کی تو امید سنگھ دوبارہ بوندی آکر سمت ۱۸۶۱ مطابق ۱۸۰۴ء ۲۵- اگست کو زمانے کی رنج بھری ہوئی امیدوں کے ساتھ مرگیا۔ امید سنگھ کے مرنے سے ڈیڑھ مہینہ پہلے بوندی کی ریاست نے انگریزی فوج کو جو ہُلکر سے شکست

پاکر یہاں گذری رسد وغیرہ سامان کی عمدہ مدد دی جس کے سبب کچھ عرصے تک مرہٹوں نے بوندی کو بہت تباہ کیا۔

۲۳۔ مہاراؤ راجہ

یہ بہت مدت سے راج کا مختار تھا لیکن سمت ۱۸۶۱ مطابق ۱۸۰۴ء میں اپنے دادا کے مرجانے سے تیس برس کی عمر میں راؤ راجہ کہلایا۔ اس نے اپنے ہم قوم کو کھٹرہ کی جاگیردار بلونت سنگھ کو سرکشی کے سبب فوج بھیج کر مروا ڈالا۔

سمت ۱۸۷۵ مطابق ۱۸۱۸ء ۱۰ فروری کو عہدنامے کے ذریعہ سے مہاراؤ راجہ نے انگریزی سرکار کی اطاعت قبول کی جس سے انگریزی سرکار نے وہ پرگنے جو کچھ مدت پہلے ہلکر نے دبا لئے تھے لڑائی میں فتح کرکے بغیر خراج بوندی کو حوالے کئے اور کچھ علاقہ جو سیندھیا کے تحت میں باقی رہ گیا تھا وہ بھی واپس دلا کر خراج پر اپنا حق قائم کیا۔ لیکن اس موقع پر کوٹے کے نامی چالاک دیوان نے اندر گڑھ۔ بلون۔ انتردہ اور کھتولی کی جاگیریں اپنی طرف لے لیں۔ سمت ۱۸۷۸ مطابق ۱۸۲۱ء ۱۴۔ جولائی کو مہاراؤ راجہ بشن سنگھ اڑتالیس ۴۸ سال کی عمر میں ہیضے کی بیماری سے مرگیا۔ اسکے وقت میں کم آمدنی کے سبب اگر کامدار سو روپیہ روزجیب خرچ کے لئے حاضر نہ کرتا۔ تو اپاآب اندر جیت نام جوتے سے پٹوایا جاتا تھا۔

۲۴۔ مہاراؤ راجہ رام سنگھ

یہ سمت ۱۸۷۸ مطابق ۱۸۲۱ء ۲۸۔ جولائی کو اپنے والد کے بعد دس ۱۰ برس کی عمر میں نامی کرنل ٹاڈ کے سامنے مسند نشین ہوا اس نے اپنے چھوٹے بھائی گوپال سنگھ کو خراب عادتوں کے سبب قید کردیا جو اسی حالت میں مرگیا۔

اسکے دھابے بھائی کشن رام نے محنت کے ساتھ خالصے کی آمدنی تین لاکھ روپے سے پانچ لاکھ سالانہ تک پہنچائی۔ سمت ۱۸۸۱ مطابق ۱۸۲۵ء میں مہاراؤ راجہ کی شادی جودھپور کے مہاراجہ مان سنگھ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جس نے بوندی کا دو ۲ لاکھ روپیہ قرضہ اپنے پاس سے ادا کردیا۔ لیکن مہارانی راٹھوڑ کی تعظیم وتکریم کشن رام

دھائے بھائی کے بہکانے سے کم سمجھی جاکر اُسکو مارواڑ کے ایک راجپوت نے قتل کرڈالا اسپر سمت ۱۸۸۶ مطابق سنہ ۱۸۳۰ء میں بوندی والوں نے دو تین مارواڑی سرداروں کو جو وہاں موجود تھے مرواڈالا جودھپور کے ماتحت سردار پوکرن والا بھبوت سنگھ پانچسو آدمیوں کے ساتھ عوض لینے کو جودھپور سے چلا اور دوسری مدد بھی آنے کا خیال تھا اسواسطے پولٹیکل افسر نے درمیان میں پڑکر اس فساد کو روک دیا۔

سمت ۱۹۱۵ مطابق سنہ ۱۸۵۸ء میں مہاراؤ راجہ نے غارتگر مینوں کو فوج کے ذریعہ سے کامل سزا دیکر گوٹھڑہ کی جاگیر سرکشی کے سبب ضبط کرلی۔ سمت ۱۹۲۳ مطابق سنہ ۱۸۶۸ء میں دو تہائی پرگنہ پاٹن جو مہاراجہ سیندھیا کے قبضے سے کئی برس پہلے انگریزی تحت میں آچکا تھا مہاراؤ راجہ کی درخواست پر کئی تحریری شرطوں کے ساتھ بوندی میں شامل کیا گیا جسکی بابت اسّی ہزار روپیہ سالانہ خراج علاوہ چالیس ہزار پہلے خراج کے جو عہدنامہ میں درج ہے مہاراجہ سیندھیا کے عوض انگریزی سرکار کو دیا جانا قرار پایا۔ دوسرے برس مہاراؤ راجہ کا ولیعہد کنور بھیم سنگھ ستیس برس کی عمر میں گذر گیا۔ اور دس مہینے کے بعد سنہ ۱۸۶۹ء ۲۷ ستمبر کو کنور رگھوبیر سنگھ پیدا ہوا۔ مہاراؤ راجہ کے خاندان میں گوٹھڑہ اور ڈگاری کے قریب رشتہ دار جاگیردار لاولد نہ ہونیکی صورت میں رئیس کے جانشین گنے جاتے ہیں۔ سمت ۱۹۳۲ مطابق سنہ ۱۸۷۷ء کے شاہنشاہی دربار دہلی میں مہاراؤ راجہ کو اوّل درجے کا تمغا ستارہ ہند اور خطاب مشیر قیصر ہند ملا۔ دلی سے واپسی کے وقت جے پور کے مقام پر مہاراؤ راجہ کے ہم نام مہاراجہ رام سنگھ نے اُسکو خاطرداری کے ساتھ مہمان کیا جس سے دونوں ریاستوں کا قدیم رنج دور ہوا۔ سمت ۱۹۴۰ مطابق سنہ ۱۸۸۳ء میں مہاراؤ راجہ نے جودھپور جاکر اپنے کنور رگھوبیر سنگھ کا بیاہ مہاراجہ جسونت سنگھ دوم کی بہن کے ساتھ کیا۔ رئیس نے سمت ۱۹۴۵ مطابق سنہ ۱۸۸۸ء میں اپنے ہم قوم کاپرن کے زمیندار سیر سنگھ کی جاگیر اُسکی سرکشی کے سبب سے ضبط کی۔ یہ مہاراؤ راجہ انگریزی افسروں کی ملاقات اور سرکاری حکموں کی تعمیل سے پرہیز رکھنا چاہتا تھا لیکن کئی بار سخت تاکید ہونے سے اسمیں کسی قدر درستی پیدا ہوگئی وہ پرانی رسموں کا نہایت پابند

لیکن رعایا کے معاملات میں انصاف پسند سمجھا جاتا۔ مہاراؤ رام سنگھ نے ۱۸۸۹ء میں ۶۸ سال کی حکومت کے بعد انتقال کیا اُن کے بیٹے رگھبیر سنگھ نے جانشینی کی

۲۵۔ مہاراؤ رگھبیر سنگھ جی

یہ ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے تھے سنہ ۱۸۹۰ء میں اُن کو پورے اختیارات ملے سنہ ۱۸۹۹ء وسنہ ۱۹۰۰ء کی قحط سالی میں انھوں نے چار لاکھ روپیہ کار خیر میں صرف کیا اور اسی قدر رقم محاصل کی معاف کردی سنہ ۱۸۹۴ء میں مہاراؤ رگھبیر سنگھ کو کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا اعزاز ملا۔ اور سنہ ۱۸۹۷ء میں کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا اور سنہ ۱۹۰۱ء میں جی۔ سی۔ آئی۔ ای کا ۱۴۔ جنوری سنہ ۱۹۱۲ء کو ملک معظم نے اُن کو جی۔ سی۔ وی۔ او کا اعزاز عطا کیا اُن کی سلامی ۱۷ ضرب توپ ہے ۲۴ دسمبر ملکہ معظمہ نے بوندی کو شرف قدوم بخشا۔

فصل

تاریخ کوٹہ جغرافیہ

راج کوٹہ جنوبی مشرقی راجپوتانہ میں خطوط عرض بلد شمالی ۲۴ درجہ ۳۰ دقیقہ اور ۲۵ درجہ ۵۰ دقیقہ اور خطوط طول بلد شرقی ۷۵ درجہ ۳۵ دقیقہ اور ۷۶ درجہ ۵۶ دقیقہ کے درمیان واقع ہے یہ ریاست آمدنی کے لحاظ سے اودیپور۔ جے پور اور جودھپور کے بعد دوسری ریاستوں سے بڑی ہے اسکے شمال میں بوندی مغربی طرف بھینسیروڑ علاقہ میواڑ جنوب میں مکندرہ گھاٹہ سرحد ہوکر اور جھالاوار مشرق میں پرگنہ چھبڑہ متعلق ٹونک اور گوالیار کا علاقہ ہے طول مشرق سے مغرب کو نوے میل عرض اسکے خلاف اسی میل رقبہ چار ہزار تین سو چالیس میل مربع آبادی ۵۱۷۲۷۵۔ فوج سوار و پیدل پانچ ہزار کے قریب اور آمدنی خالصہ اٹھائیس لاکھ روپیہ سالانہ ہے جسمیں سے تین لاکھ پچاس ہزار کے قریب روپیہ خراج اور دیولی فوج خرچ کی بابت انگریزی سرکار کو دیا جاتا ہے۔

اس ریاست کی زمین شمال و مشرق کی پست ہے جہاں چنبل۔ کالی سندھ

ہنوچ اور کئی برساتی ندیاں بہتی ہیں۔ ایک متوسط بلند پہاڑوں کا سلسلہ جنوب و مشرق سے شمال و مغرب کو چلا گیا ہے جو پہلے راج کوٹہ کے دو برابر حصے کرتا تھا اور اب جھالاواڑ کی علیحدہ ریاست قائم ہونے سے سرحد سمجھا گیا ہے۔ یہی پہاڑ راجپوتانے کو مالوے سے جدا کرتے ہیں جنمیں مکندرہ گھاٹہ بڑی گذرگاہ ہے۔ راج کوٹہ کا اکثر علاقہ سرسبز و آباد ہے جسمیں ہر قسم کی پیداوار ہوتی ہے لیکن سخت گرمی کے بعد زیادہ بارشیں ہونے پر آب وہوا کی خرابی سے ہمیشہ بیماریوں کا زور رہتا ہے۔

شہر کوٹہ دریائے چنبل کے کنارے پر آباد ہے جسکے مشرقی طرف ایک بڑے تالاب اور درختوں کی کثرت سے رونق نظر آتی ہے۔ آبادی کی شہرپناہ جسمیں جابجا برج بنے ہوئے ہیں اور جسکے گرد خشک خندق کھدی ہوئی ہے پختہ اور مضبوط ہے شہر سے علیحدہ ایک گڑھی کے اندر محل چھتریاں اور مینار بنے ہوئے ہیں۔ جن کے شمال میں ایک برج ہے دریا کے ہر طرف علاقے کی نگرانی ہو سکتی ہے شہر کے مقابل چنبل کے اندر ایک ٹاپو میں گرم موسم کیلئے رئیس کے رہنے کا جل محل بنا ہوا ہے۔ خاص شہر بڑا ہے جس میں بہت سے مندر اور مسجدیں اچھی بنی ہوئی ہیں یہاں کے اکثر ساہوکار دولتمند اور عام پیشہ ور لوگ خوشحال ہیں لیکن آب وہوا کی خرابی سے شہر کے باشندوں کو بیماریوں کی شکایت ضرور رہتی ہے۔

شہر کوٹہ عرض بلد شمالی ۲۵ درجہ ۱۰ دقیقہ طول بلد مشرقی ۷۵ درجہ ۵۲ دقیقہ پر واقع ہے۔ بعض دستاویزوں میں ہے کہ راج کوٹہ میں چالیس لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کے کل ایک ہزار چار سو ترانوے (۱۴۹۳) گاؤں ہیں جنمیں سے ایک چہارم ماتحت جاگیرداروں اور مذہبی خیرات وغیرہ میں بٹے ہوئے ہیں اور باقی تمام خالصہ ہے۔

تاریخ

کوٹے کے رئیس ہاڑہ نسل سے بوندی والوں کی چھوٹی شاخ میں اُنکے ہم قوم ہیں۔ شاہجہان بادشاہ کے شروع عہد میں یہ ریاست قائم ہوئی اور کشن گڑھ اور رتلام وغیرہ کی طرح مغل بادشاہوں کی بخشش کا نشان ہے۔ سمت ۱۶۸۸ مطابق سنہ ۱۶۳۲ء میں جبکہ بوندی

کا راؤ رتن بادشاہی نوکری پر دکن میں مرگیا تو اُسکا ولیعہد پوتا شتر سال جس کا باپ گوپی ناتھ مر چکا تھا کم عمری کے سبب نوکری پر نہ جا سکا اِس لئے راؤ رتن کے دوسرے بیٹے اور شتر سال کے چچا مادھو سنگھ کو جو پہلے سے بادشاہی منصب دار بنکر دکن کی لڑائیوں میں عمدہ کارگذاریاں دکھلا چکا تھا شاہ جہاں کے حکم سے پرگنہ کوٹہ اور پھلانتہ علیحدہ جاگیر میں ملا جسکی پوری تفصیل بوندی کی تاریخ میں راؤ رتن کے مرنے پر لکھی گئی ہے اِس وقت سے تقریباً پورے تین سو برس پہلے یہ ریاست علیحدہ قائم ہوکر اول درجے کی ریاستوں جیپور اور جودھپور وغیرہ اور دوسرے درجے کی بیکانیر و بوندی کے بعد کشن گڑھ اور جیسلمیر وغیرہ کی طرح تیسرے درجے میں شمار کی گئی تھی۔ لیکن سو برس کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں راؤ بھیم سنگھ نے جس کے پہلے تین رئیس بادشاہی نوکری میں کام آچکے تھے اور اُسکی جان بھی اسی قسم کی خیر خواہی میں گئی

بوندی وغیرہ کے برخلاف سید وزیروں کی موافقت سے علاقہ بڑھا کر کوٹے کو دوسرے درجے پر پہنچایا اگر بھیم سنگھ وزیروں کی طرف سے نظام الملک کے مقابلے پر مارا نہ جاتا تو تمام ہاڑوتی کا ملک کوٹے میں داخل ہوکر اُسکے جیپور اور جودھپور کے برابر ہو جانے میں کوئی شبہ نہ رہتا۔ دلی کی سلطنت تباہ ہونے پر بھی چالاک و ہوشیار دیوان ظالم سنگھ جھالا نے جسکی اولاد کے واسطے جھالراپاٹن کی ریاست علیحدہ نکل گئی۔ کوٹے کو اِس طرح ترقی دیکر سنبھالا کہ اِس وقت تک ادےپور۔ جے پور اور جودھپور اور بیکانیر کے بعد باقی راجپوتانے کی سب ریاستوں سے اُسکی مالی حالت بہتر ہے۔

۱۔ راؤ مادھو سنگھ

راؤ رتن کا چھوٹا بیٹا تھا ۱ سنہ جلوس شاہجہانی میں منصب ہزاری ذات شش صد سوار پر سرفراز ہوا۔ ۲ سنہ جلوس میں خان جہاں لودھی کے تعاقب پر مامور ہوا ۳ سنہ جلوس میں شائستہ خاں کی ماتحتی میں مہم دکن میں متعین ہوا اسکے بعد سید مظفر خاں کے ساتھ خان جہاں لودی کی سرکوبی پر تعینات ہوا۔ اثنائے تعاقب میں ایک مرتبہ خان جہاں کے برابر جا پہنچا۔ اور گھوڑے سے اُتر کر اُس پر برچھے کا وار کیا دونوں

میں ایسا معرکہ ہوا کہ رستم و اسفندیار کے معرکے یاد آگئے شاہجہاں نے اس حسن خدمت کے صلے میں علم مرحمت کر کے منصب دو ہزاری دو ہزار سوار پر سرفراز کیا اسی سال باپ کے مرنے کے بعد منصب دو ہزار و پانصدی ذات دو ہزار سوار پر مفتخر ہوا اور بادشاہ نے پرگنہ کوٹہ اور پھلائتہ جاگیر میں مرحمت کیا اس نے تاراج پاکر چھوٹے جاگیرداروں اور بھیلوں کو تابع کرنے سے اپنا علاقہ بڑھایا۔ سنہ ۶ جلوس میں شاہزادہ شجاع کے ساتھ مہم دکن پر مامور ہوا اور مہابت خان کی وفات کے بعد خان دوران بہادر صوبہ دار دکن کی نیابت میں برہان پور کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ سنہ ۱۰ جلوس میں منصب سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار پر ترقی پائی۔ سنہ ۱۱ جلوس میں شاہزادہ شجاع کے ساتھ کابل میں تعینات ہوا سنہ ۱۴ جلوس میں منصب سہ ہزار و پانصدی اور سنہ ۱۶ جلوس میں منصب چہار ہزاری سے مفتخر ہوا۔ سنہ ۱۸ جلوس میں امیر الامرا صوبہ دار کابل کی کمک پر مامور ہوا اس کے بعد بلخ کی قلعہ داری پر سرفراز ہوا۔ سنہ ۲۱ جلوس میں بیمار ہو کر رخصت پر وطن گیا اور اسی سال کہ سمت ۱۷۰۴ مطابق ۱۶۴۷ء (۱۰۵۷ ہجری) تھے گذر گیا اسکے پانچ بیٹوں میں سے بڑا مکند سنگھ گدی پر بیٹھا۔ موہن سنگھ کو پھلائتہ۔ جھجار سنگھ کو کوٹرہ کنھی رام کو کوئلہ اور کشور سنگھ کو سانگود جاگیر میں ملا ان کی اولاد کوٹے کے عزت دار سردار اور مادھانی ہاڑا کہلاتی ہے۔

۲۔ راؤ مکند سنگھ

مادھو سنگھ کا بڑا بیٹا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد سنہ ۲۱ جلوس میں دربار شاہجہانی میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے منصب دو ہزاری ذات و پانصد سوار پر سرفراز کر کے کوٹہ وغیرہ بدستور جاگیر میں عطا کیا۔ اسی سال منصب ہزار و پانصدی پر ترقی ہوئی سنہ ۲۲ جلوس میں شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ مہم قندہار پر متعین ہوا سنہ ۲۵ جلوس میں علم و نقارہ مرحمت ہو کر منصب سہ ہزاری سے ممتاز ہوا۔ اور شاہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ دوبارہ مہم قندہار پر روانہ ہوا۔ سنہ ۲۶ جلوس میں شاہزادہ داراشکوہ کے ساتھ تیسری مرتبہ مہم قندہار میں شریک ہوا وہاں سے واپس آکر منصب ہزاری

ذات دو ہزار سوار پر مفتخر ہوا۔ سنہ ۲۸ جلوس میں علامی سعد اللہ خاں کے ساتھ قلعہ چتوڑ کی
مہم پر مامور ہوا۔ سنہ ۱۰۶۸ ہجری میں شاہجہاں کے بیمار پڑ جانے پر اُس کے بیٹوں نے تخت
کے لئے لڑائیاں کیں تو راؤ اپنے تین بھائیوں اور جمعیت سمیت دارا شکوہ کی طرف سے
مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ متعین ہو کر اجین کی لڑائی میں شریک ہوا۔ اس معرکے میں
اس بہادر نے اپنی جان کو جان نہیں سمجھا اور سب سے پہلے ہمت کر کے مع اپنے چھوٹے
بھائی موہن سنگھ کے اورنگ زیب کے توپخانے پر جا گرا اور حملہ ہائے مردانہ سے ہراول
کی صفوں کو تہ و بالا کرتا ہوا خاص اورنگ زیب کے ہاتھی کے پاس پہنچا اور نہایت بے
نظیر شجاعت کے ساتھ لڑ کر اپنی جان عزت پر قربان کر گیا اور کشور سنگھ کو سخت زخمی ہونے
کے سبب ہمراہی لوگ بچا لائے۔ مکند سنگھ نے انتہ وغیرہ مقام کے محل بنوائے تھے۔ اور
گھاٹہ مکندرہ جو ہاڑوتی اور مالوے کی سرحد ہے اُسی کے نام سے مشہور ہوا ہے۔

۳۔ راؤ جگت سنگھ

عالمگیر کے عہد میں مکند سنگھ کا بیٹا جگت سنگھ حضور دربار ہوا باپ کا جانشین مقرر
کیا گیا۔ دو ہزاری منصب پا کر بادشاہ کے حکم سے دکن میں نوکری دیتا رہا اور سمت ۱۷۲۶
مطابق سنہ [illegible] (سنہ ۱۰۹۲ ہجری) میں لاولد انتقال کر گیا۔

جگت سنگھ کے بعد اُس کے چچا کنیرام کا بیٹا پریم سنگھ گدی پر بٹھایا گیا لیکن
چند روز میں سرداروں نے اُسے بے وقوف جان کر کوٹلہ کی جاگیر پر واپس بھیج دیا۔ جہاں
اب تک اُسکی اولاد موجود ہے اور مکند سنگھ کے بھائی کشور سنگھ سانگود والے کو راج ملا عالمگیر بادشاہ
نے بھی اسکی مسند نشینی منظور کر لی۔

۴۔ راؤ کشور سنگھ

یہ اپنے بھتیجے کے بعد راج پر بیٹھا۔ شہزادہ اعظم شاہ کے ساتھ مہم بیجاپور میں
متعین ہوا اور اس مہم میں شجاعت کی کارنمایاں کیے جو سب دیکھا کر زخمی ہوا۔ سنہ ۳۰ جلوس
عالمگیری میں شاہزادہ محمد معظم کے ساتھ مہم حیدرآباد میں مامور ہوا اور سنہ ۳۸ جلوس
میں نقارہ مرحمت ہوا۔ اور دکن میں سمت ۱۷۴۳ مطابق سنہ ۱۶۸۶ء میں بادشاہی دشمنوں

سے مقابلہ کر کے مارا گیا۔ اسکے تین بیٹوں کشن سنگھ۔ رام سنگھ اور سرناتھ میں سے بڑا دکن کی لڑائی پر نہ جانے کے سبب راج سے محروم رہ کر انتہ کا جاگیردار بنا اور دوسرے رام سنگھ کو گدی حاصل ہوئی۔

۵۔ راؤ رام سنگھ

اپنے باپ کے مارے جانے کے وقت دکن میں متعین تھا ذوالفقار خاں کی سفارش سے ۳۵ جلوس میں کوٹے کی جاگیر پر عالمگیر نے اسکو سرفراز کیا اور اسکا منصب جو اس وقت تک ششصدی تھا ہزاری کر دیا رام سنگھ نے مرہٹوں کی لڑائیوں میں ذوالفقار خاں کے ساتھ نہایت جان نشانی اور اخلاص سے خدمتیں انجام دیں اور انکے صلے میں ۴۴ جلوس میں نقارہ مرحمت ہو کر ۴۸ جلوس میں منصب دو ہزاری و پانصدی ذات و سوار سے مفتخر ہوا اور موضع میدانہ پرگنہ بونڈی کی جاگیر جس کی اسکو بہت تمنا تھی مرحمت ہوئی۔ عالمگیر کے انتقال پر بہادر شاہ کابل سے اور اعظم شاہ دکن سے مقابلے کو چلے۔ پہلے کے ساتھ بونڈی کا راؤ بدھ سنگھ اور دوسرے کے ہمراہ رام سنگھ تھا جس کو اس نے منصب چارہزاری سے سرفراز کیا تھا۔ لڑائی میں بہادر شاہ نے فتح پا کر راؤ بدھ سنگھ کو راؤ راجہ خطاب دیا اور راؤ رام سنگھ وغیرہ اعظم شاہ کے ساتھ مارے گئے اسی وقت سے کوٹہ اور بونڈی والوں کے آپس میں رنج پیدا ہوا۔

۶۔ راؤ بھیم سنگھ

اس نے سمت ۱۷۶۴ مطابق ۱۷۰۸ء میں اپنے والد کے مارے جانے کے بعد گدی پر بیٹھ کر کوٹے کو بڑے درجے پر پہنچایا۔ بہادر شاہ اور جہاندار شاہ کے بعد راؤ راجہ بدھ سنگھ کو مصیبتوں کا سامنا ہوا اور مہاراؤ بھیم سنگھ نے سید عبداللہ خاں اور حسین علیخاں وزیروں کی معرفت بادشاہی سند سے قلعہ گاگرون۔ اہیر واڑہ شیرگڑھ۔ سنگر ول۔ بڑودا اور منوہر تھانہ وغیرہ مقامات حاصل کرنے کے بعد بونڈی پر حملہ کر کے ریاستی سامان رن سنکھ یعنی لڑائی کا نقارہ اور جھنڈا جو شاہجہاں کی طرف سے راؤ رتن کو عطا ہوا تھا چھین لیا۔ ان کو واپس لینے میں بونڈی والوں کو کئی بار فریب

کرنے پر بھی ناکامی ہوئی۔

محمد شاہ کے عہد میں سید وزیروں کا بڑا مخالف نواب آصف جاہ نظام الملک فتح جنگ تھا جسکی اولاد میں اب حیدر آباد والے ہیں اس لئے وزیروں نے اس کو مالوہ کی صوبہ داری سے معزول کر کے دلی بلایا اور اس نے لیے آبرو ئی کے خیال سے اس حکم کی تعمیل نہ کی سیدوں نے خود دلی سے دور جانا مناسب نہ جان کر اپنے رشتہ دار عالم علی خاں۔ دلاور علی خاں۔ کوٹے کے راؤ بھیم سنگھ اور نرور کے کچھواہہ راجہ گج سنگھ کو بیس ہزار عمدہ فوج دیکر نظام کی سید علی کے لئے روانہ کیا تجویز یہ تھی کہ کامیابی کے بعد دلاور علیخاں مالوے کا صوبہ دار ہو اور راؤ بھیم سنگھ کو جو اس وقت سات ہزاری منصب پر پہنچایا گیا تھا۔ مہاراجہ خطاب اور تمام ہاڑوتی جاگیر میں ملکر جودھپور والے اجیت سنگھ کے سوا دوسرے راجاؤں سے بادشاہی دربار میں اونچی نشست دلائی جائے غرضکہ یہ لوگ سمت ۱۷۷۸ مطابق سنہ ۱۷۲۱ء میں بوندی کو تباہ کرتے ہوئے مالوے میں پہنچے جہاں ان کو برہانپور کے قریب سات ہزار فوج سے نظام الملک نے تباہ کر دیا اور ان کی سب امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اس موقع پر اگرچہ راؤ بھیم سنگھ کامیاب نہ ہو سکا لیکن جو کچھ وہ چھوڑ گیا اس کے بزرگوں کی جاگیر سے زیادہ تھا اسی امید پر ساٹھ برس کے عرصے میں کوٹے کے چار رئیس مکند سنگھ۔ کشور سنگھ۔ رام سنگھ اور بھیم سنگھ کے بعد اسکے تین بیٹوں ارجن سنگھ۔ شیام سنگھ اور درجن سال میں سے بڑے نے گدی پائی۔

۷۔ راؤ ارجن سنگھ

سمت ۱۷۷۸ مطابق سنہ ۱۷۲۱ء جون میں اپنے والد کے مارے جانے کے بعد کوٹے کا مالک ہوا۔ اس نے مادھو سنگھ جھالا کی بہن کے ساتھ شادی کی جس کے رشتہ داروں میں سے کچھ عرصے کے بعد ظالم سنگھ نامور شخص پیدا ہوا۔ راؤ کے چار سال راج کر کے لاولد فوت ہو جانے پر اسکے چھوٹے بھائیوں میں سے شیام سنگھ کو مارے جانے کے بعد درجن سال نے راج پایا۔

۸ - راؤ درجن سال

اسکو سمت ۱۷۸۱ مطابق ۱۷۲۵ء میں محمد شاہ کیطرف سے راج تلک اور خلعت
ملا۔ سمت ۱۷۹۵ مطابق ۱۷۳۹ء میں مرہٹوں کو رسد وغیرہ کی مدد دینے کے عوض اسے قلعہ
ناہرگڑھ حاصل ہوا اور اسکے دوسرے سال ہمت سنگھ جھالا قلعہ دار کا بھتیجا ظالم سنگھ
پیدا ہوا جس کے نامۂ اعمال سے ہاڑوں کی پچھلی تاریخ بھری ہوئی ہے اس راؤ کو میواڑ کے
مہارانا جگت سنگھ دوم نے اپنی بیٹی بیاہ کر بائیں طرف گدی پر بیٹھنے کی عزت دی۔ اور
اسکے نام دوسرے رئیسوں کی طرح خریطہ لکھا جانا جاری کیا۔ سمت ۱۸۰۰ مطابق ۱۷۴۴ء
میں جے پور کے راجہ ایشوری سنگھ نے بوندی دبا کر کوٹے پر اپنی فوج بھیجی جسکو نقصان
اٹھا کر واپس جانا پڑا۔

سمت ۱۸۰۵ مطابق ۱۷۴۹ء میں راؤ نے ہلکر کے ہمراہ مدد دیکر امید سنگھ کو
بوندی واپس دلائی جس کے سبب کوٹے کو مرہٹوں کا خراج گذار بننا پڑا۔ دوسرے
سال راؤ نے قلعہ گوگور کے کھیچی چوہانوں کو تابع کرنا چاہا لیکن اسمیں ناکامی ہوئی سمت ۱۸۱۲
مطابق ۱۷۵۶ء میں راؤ درجن سال لاولد انتقال کر گیا اور راؤ کشور سنگھ کا پوتا اور
بشن سنگھ جاگیردار انتہ کا بیٹا اجیت سنگھ اسّی برس کی عمر میں راج کا
مالک کیا گیا۔

۹ - راؤ اجیت سنگھ

یہ گدی پر بیٹھ کر ڈھائی برس کے بعد فوت ہو گیا اور اسکے تین بیٹوں چھتر سال
(شتر سال)، گمان سنگھ۔ اور راج سنگھ میں سے بڑے کو ریاست ملی۔ اس وقت
ہمت سنگھ جھالا کے مرنے سے اسکا بھتیجا ظالم سنگھ قلعہ دار تھا۔

۱۰ - راؤ شتر سال اول

سمت ۱۸۱۶ مطابق ۱۷۶۰ء میں مسند نشین ہوا جس کے دوسرے سال جیپور
کے راجہ مادھو سنگھ نے کوٹے پر فوج بھیجی۔ لیکن وہ بٹوارہ مقام سے ظالم سنگھ کی دلیری
کے سبب جس نے کہ ہلکر کو بھی مدد کے لئے بلا لیا تھا واپس گئی۔ سمت ۱۸۲۳ مطابق

سنہ ۱۷۶۶ء میں راؤ شتر سال کے لاولد فوت ہو جانے سے اُسکا چھوٹا بھائی گمان سنگھ راج کا وارث ہوا۔

۱۱۔ راؤ گمان سنگھ

اس نے راج پاکر ظالم سنگھ کی جاگیر ضبط کر لی تھی جس سے وہ میواڑ میں چلا گیا لیکن جب اُسکی چالاکیاں وہاں کامیاب نہ ہوئیں تو وہ واپس کوٹہ کو آ گیا۔ راؤ نے کچھ عرصے تک اُس پر توجہ نہ کی مگر جب مرہٹوں نے لڑائی کر کے کوٹے کو بہت نقصان پہنچایا تو ظالم سنگھ کی معرفت چھ لاکھ روپیہ فوج خرچ دئیے جانے پر صلح ہوئی۔ اس کارگذاری کے عوض راؤ نے ظالم سنگھ کو نانتہ کی قدیم جاگیر بحال کر دی۔

سمت ۱۸۲۷ مطابق سنہ ۱۷۷۱ء میں راؤ گمان سنگھ نے اپنی سخت بیماری کے سبب زندگی سے ناامید ہو کر اپنے دس برس کے بیٹے امید سنگھ کو حفاظت کی غرض سے ظالم سنگھ کی گود میں بٹھایا جس سے راؤ کے مرنے کے بعد اُسکو کم عمر رئیس اور کم طاقت ریاست پر ہر طرح کا دخل حاصل ہو گیا۔

۱۲۔ راؤ امید سنگھ

اسکے پچاس برس عہد میں دیوان ظالم سنگھ کو سیاہ و سفید کرنے کا بالکل اختیار تھا جس کسی نے اُسکو روکنا چاہا وہ جلاوطن یا قید و قتل کیا گیا۔ اکثر سرداروں کی جاگیریں بالکل ضبط یا بہت کم باقی رہ گئیں۔ سمت ۱۸۶۰ مطابق سنہ ۱۸۰۳ء میں ظالم سنگھ نے علاقے کا دورہ کر کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ کی عوض ۵۳ لاکھ جمع قائم کی جس سے کسان غیر علاقوں میں بھاگ گئے۔ اور انکی جگہ جاگیرداروں کو زمینیں ضبط ہونے سے کھیتی کرنی پڑی۔ پانچ برس کے بعد دیوان نے مالگذاری اور راہداری کے سوا کئی قسم کے واہیات محصول جاری کئے۔ بیوہ عورتوں سے دوسری شادی کرنے کا محصول فقیر اور جوگیوں سے توشہ برار اور بھنگیوں سے جھاڑو برار لیا جانا قرار پایا۔ جو دس برس کے بعد چارنوں اور بھاٹوں کی ہجو سے تنگ آ کر اُسکے بیٹے مادھو سنگھ نے معاف کرا دیا۔ لیکن ہجو کرنیوالوں سے رنج کے سبب دیوان نے تاکیدی حکم جاری کیا کہ بھاٹ

اور برہمن وغیرہ کسی محصول سے بری نہ سمجھی جائیں۔

سنہ ۱۸۰۴ء میں کرنل مونسن کو جبکہ وہ ہلکر سے شکست پاکر کوٹے میں آیا رسد وغیرہ پہنچانے کے سوا دیوان نے کوئی مدد نہ دی جس سے سرکار کو ناراضی ہوئی دوسری طرف ہلکر نے چڑھائی کرکے دس لاکھ روپیہ طلب کیا لیکن امیر خاں وغیرہ ظالم سنگھ کے دوستوں نے ملاقات پر فیصلہ ٹھہرایا۔ ظالم سنگھ خود فریبی تھا اور فریبیوں کو خوب پہچانتا تھا اسلئے اُس نے چنبل دریا کے اندر کشتیوں کے ذریعہ سے ملاقات منظور کی دونوں فوجیں مقابل کناروں پر ٹھہری رہیں ایک طرف سے ظالم سنگھ جو بالکل اندھا ہوگیا تھا اور دوسری طرف سے ہلکر جو کانا تھا دو کشتیوں میں بیٹھ کر ملے۔ ہلکر اپنی ضرورت اور ظالم سنگھ کی مروت سے تین لاکھ روپے لیکر چلا گیا۔ ظالم سنگھ کے تحت میں بیس ہزار فوج تھی۔ انہیں فوجی عہدوں پر مسلمان پٹھان اور ملکی کاموں پر مرہٹہ پنڈت نوکر رکھے تھے دلیل خاں اور محراب خاں اسکے بڑے اعتباری مصاحب تھے جن کی تجویزوں سے کوٹے کا مضبوط قلعہ اور نیا شہر جھالراپاٹن نام بنکر تیار ہوا۔

سمت ۱۸۷۴ مطابق سنہ ۱۸۱۷ء میں دیوان ظالم سنگھ نے انگریزی پولیٹیکل افسر کو جو باڑوتی میں مقرر ہوا اور جنرل سر جان مالکم کو جو پریشانی میں دکن سے آرہا تھا عمدہ مدد دی اسلئے سرکاری طرف سے چار پرگنے دیگ۔ پنچ پہاڑ۔ اہیرہ۔ اور گنگرار جو ہلکر کیطرف سے اسکے ٹھیکے میں تھے انعام کے طور پر اُسکو دئیے گئے لیکن اُس نے ایک بڑی ریاست کا مختار رہنے کے عوض مختصر علاقے کا جاگیردار بننا پسند نہ کرکے چاروں پرگنوں کی سند راؤ امید سنگھ کے نام جو نام کے لئے راج کا مالک تھا لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل سے حاصل کی۔ اسی سال سرکاری عہدنامہ کوٹے کے ساتھ ہوا جس میں ضمیمہ کے طور پر سر چارلس مٹکاف رزیڈنٹ نے کسی سبب سے راج رانا ظالم سنگھ اور اسکی اولاد کا ہمیشہ کو عہدۂ دیوانی پر مختار رہنا درج کرادیا۔ یہی کچھ مدت کے بعد ریاست جھالراپاٹن کے علیحدہ ہونیکی بنا ہوئی۔

سمت ۱۸۷۶ مطابق سنہ ۱۸۱۹ء ماہ نومبر میں راؤ امید سنگھ کے انتقال پر اُن کے

تین بیٹوں کشور سنگھ، بشن سنگھ اور پرتھوی سنگھ میں سے بڑا کنور ۵۴ سال کی عمر میں گدی پر بیٹھا۔

۱۳۔ راؤ کشور سنگھ

سمت ۱۸۷۶ مطابق ۱۸۱۹ء میں نام کے لئے راج کا مالک ہوا۔ اس نے ظالم سنگھ کے بیجا اختیارات ضبط کرنے چاہے جسمیں اسکو ناکامی ہوئی۔ کیونکہ پولیٹیکل افسر دیوان کا مددگار تھا کئی بار صفائی اور رنجش ہونے پر راؤ سمت ۱۸۷۸ مطابق ۱۸۲۱ء میں تنگ ہو کر اول بوندی اور پھر سندرابن کو چلا گیا۔ لیکن کئی مہینے کے بعد خرچ نہ رہنے سے واپس کوٹہ میں آیا اسوقت دیوان یعنی نوکر کی سختی اور راؤ کی تنگدستی پر راجپوتانے کے تمام [illegible] رئیسوں کو افسوس تھا انگریزی سلطنت کا قیام اور عہدنامہ منسوخ ہو جاتا تو ظالم سنگھ بیشک راج ہاڑوتی کے کارا حصہ بن جاتا۔ مجبوراً اُس نے عہدنامے کے موافق اپنا عہدہ قائم رہنے کے واسطے سرکار سے مدد مانگی۔

ظالم سنگھ اپنی سفید داڑھی کو مالک کے ساتھ مقابلہ کر کے بدنامی کا داغ لگانے سے بچنے کی فکر میں تھا لیکن شوق حکومت نے سب باتیں بھلا دیں یکم اکتوبر ۱۸۲۱ء کو لڑائی کا سامان ہو گیا۔ دیوان آٹھ پلٹنیں چودہ رسالے اور بتیس توپیں لے کر تیار رہا۔ اور انگریزی فوج جسمیں دو پلٹنیں چھ رسالے اور ایک توپخانہ تھا اُسکی مدد کو داہنی طرف جمائی گئی۔ اشارہ ہوتے ہی دیوان کی فوج نے حملہ کیا جسکو راؤ صاحب کے بہادر راجپوتوں نے روکا۔ رئیس ساتھیوں سمیت [illegible] ندی پار اتر گیا جہاں دوبارہ دھاوہ کئے جانے پر اُسکے ہمراہیوں نے دو انگریزی رسالوں کو ہٹا دیا جسمیں کرنل برچ سخت زخمی ہوا۔ اور لفٹنٹ کلارک اور ریڈ جان سے مارے گئے آخر تمام فوج اور انگریزی توپخانے کی مار سے راؤ جوار کے گنجان کھیتوں میں ہو کر نکل گیا اور اُسکا چھوٹا بھائی پرتھوی سنگھ لڑ کر مارا گیا ہاڑوتی کی سرحد سے پولیٹیکل افسر نے فوج کو روک لیا کیونکہ دیوان کا عہدہ بحال رکھنے کے سوا غیر علاقوں میں فساد پھیلانے کی اجازت نہ تھی۔

راؤ ہاڑوتی سے نکلکر میواڑ میں ناتھ دوارہ دھرم کو چلا گیا۔ جہاں سے اُسکے

اکثر ساتھی علیحدہ ہوگئے اور اُس نے مذہبی اعتقاد سے کوٹے کو شری کرشن جی کے نام پر نذر کردیا۔ جس کے سبب قلعہ اکگڑھ کا پانچ ہزار روپیہ سالانہ پہلی دی ہوئی جاگیر کے سوا کرائے کے طور پر اب تک ادا کیا جاتا ہے کچھ دنوں کے بعد مہارانا بھیم سنگھ کی صلاح سے میجر ٹاڈ کی معرفت صفائی ہوکر راؤ کے کوٹہ جانے پر دیوان نے انکو خاطرداری سے رکھا۔

جیٹھ سدی ۸ سمت ۱۸۸۰ مطابق ۵ - جون سنہ ۱۸۲۴ء کو چوراسی برس کی عمر میں ظالم سنگھ کے مرنے پر اُسکا بیٹا مادھو سنگھ دیوان مقرر ہوا جس نے رئیس کو خوش رکھا سمت ۱۸۸۵ مطابق سنہ ۱۸۲۸ء میں راؤ کشور سنگھ اور تھوڑے دنوں بعد مادھو سنگھ مر گیا۔ رئیس کا کنور رام سنگھ اور دیوان کا بیٹا مدن سنگھ اپنے حق اور عہدے پر قائم ہوئے جن کے آپس میں کبھی اتفاق نہ ہونے سے کوٹے کا تہائی حصہ نکل کر دیوان کے لئے ایک علیحدہ ریاست جھالراپاٹن پیدا ہوئی۔

۱۴ - مہاراؤ رام سنگھ دوم

اس نے گدی پر بیٹھ کر دیوان مدن سنگھ سے کبھی رضامندی اور اطمینان ظاہر نہ کیا اور سمت ۱۸۹۱ مطابق سنہ ۱۸۳۴ء میں بڑے فساد کا اندیشہ پیدا ہوا۔ اس لئے سمت ۱۸۹۴ مطابق سنہ ۱۸۳۸ء میں مہاراؤ کی منظوری سے جو کسی دباؤ یا فریب سے حاصل کی گئی۔ دیوانی اور مختاری کے عہدے سے مدن سنگھ کا استعفا منظور ہوکر سرکاری حکم کے موافق راج کوٹہ کی چھتیس لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی میں سے ایک تہائی یعنی بارہ لاکھ آمدنی کے سترہ پرگنے دیوان کو علیحدہ جاگیر کے طور پر دئیے گئے اور نئی ریاست جھالراپاٹن نام قائم ہوکر وہاں کے رئیس کو میواڑ کے جھالا سرداروں کی طرح راج رانا کے عوض مہاراج رانا خطاب انگریزی سرکار سے ملا۔ اسکی بابت ایک نیا عہدنامہ ایک طرف مہاراؤ رام سنگھ دوم اور دوسری طرف کپتان لڈلو پولیٹکل اجنٹ اور کرنل آلوس رزیڈنٹ راجپوتانہ کے دستخط سے تحریر ہوکر کوٹہ کا ایک تہائی خراج یعنی اسی ہزار روپیہ سالانہ جھالراپاٹن کے ذمے قرار پایا اور ایک کنٹنجنٹ فوج بھرتی ہوکر اُسکے خرچ کو تین لاکھ روپے سالانہ کوٹے سے لیا جانا مقرر ہوا جو مہاراؤ صاحب کی ہمیشہ تکرار رہنے کے سبب سمت ۱۹۰۰ مطابق سنہ ۱۸۴۴ء

سے دو لاکھ رہگیا۔ اس موقع پر خلاف دستور ایک تہائی راج دیوان کے لئے تقسیم ہو جانے پر بھی تمام فوج خرچ تنہا کوٹے کے ذمے قائم کر کے جھالراپاٹن کو اس سے بالکل بری رکھنا غیر مناسب ہوا۔

۱۸۵۷ء کے غدر میں کنٹنجنٹ فوج نے باغی ہو کر میجر برٹن پولٹیکل ایجنٹ اور اسکے دو بیٹوں کو قتل کر ڈالا۔ مہاراؤ نے اپنے رنج و غم یا کم طاقتی کے سبب فسادیوں کو سزا دینے کی کوشش نہ کی جس پر انگریزی سرکار سے اسکی سلامی سترہ توپ کے عوض تیرہ توپ کر دی گئی لیکن کچھ عرصے کے بعد دوسرے رئیسوں کیطرح کوٹے کو بھی گود لینے کی سند ملکر کنٹنجنٹ کے عوض دیولی کی بے قواعد پلٹن بھرتی کی گئی جسکی بابت کوٹے کو دو لاکھ روپیہ سالانہ دینا پڑتا ہے۔ ۲۷ مارچ ۱۸۶۶ء کو مہاراؤ رام سنگھ دوم نے چونسٹھ برس کی عمر میں انتقال کیا پر اسکے بیٹے شتر سال دوسرے کو راج ملکر کچھ آرام نہ ملا۔

۱۵۔ مہاراؤ شتر سال دوم

سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۶ء میں اسکے مسند نشین ہونے کے بعد جناب وائسرائے بہادر نے کوٹے کی معمولی سلامی سترہ توپ بحال کر دی۔ مہاراؤ نے شروع میں کسی قدر قرضہ وغیرہ کا بندوبست کیا لیکن پھر وہ ناتجربہ کاری کے سبب زیادہ شراب پینے کا عادی ہو کر غفلت میں پڑا جس کا انجام بے دخلی تھا۔

سمت ۱۹۲۶ مطابق ۱۸۷۰ء میں پولٹیکل ایجنٹ نے بد انتظامی کی رپورٹ کی۔ کہ رشوت اور سفارش سے مقدمات طے پاتے ہیں۔ زبردست لوگ احکام کی تعمیل نہیں کرتے علاقے میں معمول سے زیادہ ہر جگہ محصول لے لیا جاتا ہے ہر ایک عہدے پر جس نے زیادہ نذرانہ دیا مقرر ہو گیا اور رعایا پر ظلم کر کے کسر نکالنی چاہی۔ سالانہ جمع کا اکثر حصہ ٹھیکے دار کھا جاتے ہیں اور طلبی پر رشوت دیکر پیچھا چھڑاتے ہیں۔ سرکاری خراج وقت پر کبھی ادا نہیں ہوتا۔ قرضہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ لوٹ مار کی واردات کثرت سے ہوتی ہیں۔ مینہ وغیرہ بدمعاشوں سے راج کے اہلکار ملے رہتے ہیں۔ کوٹڑی کے خاص سردار دن سے ۔ بیچ رہتا ہے۔ یہ کوٹڑی کی جاگیریں شروع میں بوندی سے ملی

بھئین۔ جب اکبر کے وقت میں قلعہ رن تھنبور دلی کی سلطنت میں شامل ہوا تو یہ لوگ بھی خالصہ کے جاگیردار بن گئے۔ محمد شاہ کے مرنے کے بعد قلعہ دار نے رن تھنبور حفاظت کے لئے جیپور والوں کو سونپ دیا تو انھوں نے کوٹری والوں پر اپنا خراج قائم کیا لیکن آپس میں کبھی اتفاق نہ ہوتا تھا اس لئے راج رانا ظالم سنگھ نے کوٹری والوں کو کوٹے کے متعلق کرکے سالانہ خراج ادا کرنے کا ذمہ لیا۔ اُس وقت سے برابر یہی عمل چلا آیا۔ علاقہ کوٹری کے سات سردار مہاراجہ کہلاتے ہیں جنہیں (۱) اندرگڑھ کی جاگیر تین لاکھ اور (۲) کھتولی کی ایک لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب ہے باقی (۳) گینتا (۴) پیلدہ (۵) کرور (۶) بلون اور (۷) انتردہ کی کم تعداد میں ہوان جاگیرداروں سے جیپور کی دست اندازی دور کراکر خراج کا تعلق کوٹے کے ساتھ کرایا گیا لیکن پھر بدانتظامی اور عام شکایت پیدا ہوئی جسکے باعث سرکاری طرف سے دوسرے انتظام کی ضرورت لازم آئی۔

سرکاری انتظام

کئی پشت سے کوٹے والوں کی قسمت میں یہی لکھا تھا کہ وہ نام کے لئے مالک کہلا کر راج سے بے اختیار رہیں۔ راؤ امید سنگھ اور کشور سنگھ دوم کے سامنے ظالم سنگھ کا دور دورہ رہا۔ مہاراؤ رام سنگھ نے تہائی راج بانٹ دیا اور اب مہاراؤ شتر سال دوم کو سات برس حکومت کرنے کے بعد بدانتظامی کے سبب بے اختیاری میں دن کاٹنے پڑے۔ مہاراؤ نے ریاستی مشکلوں سے تنگ آکر پولٹیکل ایجنٹ کی صلاح کے موافق سرکاری انتظام ہونیکی درخواست کردی جسپر سمت ۱۹۲۹ مطابق ۱۸۷۳ء ماہ اکتوبر میں ممتاز الدولہ نواب حاجی سر فیض علیخاں بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی جو انگریزی علاقے کے عزت دار جاگیردار ہونے کے علاوہ جے پور میں بخشی اور وزیر رہ چکے تھے کوٹے کے سپرنٹنڈنٹ مقرر کئے گئے اور ریاست کے اندر اُنکی نو توپ کی سلامی قرار پائی۔

نواب مختار نے اگلے سو پرگنوں کے عوض تمام علاقہ آٹھ نظامتوں میں تقسیم کرکے صدر میں دیوانی۔ فوجداری۔ مال اور کونسل اپیل اپنے ماتحت قائم کی۔ قرض خواہوں

نے سود درسود لگانے اور وصول رقم کا سود مجرا نہ دینے سے نوّے لاکھ کا دعوے پیش کیا جو سرکاری حکم کے موافق تحقیقات ہو کر فی روپیہ نو دس آنے کے حساب سے بیالیس لاکھ انتیس ہزار تسلیم کیا گیا۔ رئیس کے ذاتی۔ ملکی اور فوجی مصارف میں نو لاکھ سالانہ کے قریب کمی ہو کر ساڑھے اٹھارہ لاکھ کل سالانہ خرچ قائم رکھا گیا۔ تھوڑے عرصہ میں نواب مختار نے بہت سے نقص دور کئے تھے کہ بعض خوشامدی لوگوں نے رئیس کو نواب سے رنجیدہ کر دیا اور خوف دلایا کہ جھالاواڑ کی طرح نواب مختار کیلئے بھی کوئی ملکی حصہ تقسیم ہو جائیگا۔

سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۶ء ماہ ستمبر میں نواب سر فیض علیخاں نے تین سال انتظام کے بعد سرکار میں استعفا دیکر علیحدگی اختیار کی۔ جنکے بعد کپتان ایبٹ اور پھر میجر باؤر ٹ منتظم ہوئے۔ سمت ۱۹۳۶ مطابق ۱۸۸۰ء سے میجر بیلی مقرر ہوئے یہ انتظام مہاراؤ شتر سال ثانی کی وفات تک ۱۸۸۹ء تک رہا۔

۱۶۔ مہاراؤ امید سنگھ دوم

مہاراؤ شتر سال دوم کی وفات کے بعد موجودہ والی ریاست مہاراؤ امید سنگھ ثانی جو کہ مہاراج چھگن سنگھ جاگیردار کوٹڑا کے جو کوٹے کے نزدیک ایک جاگیر ہے بیٹے اور شتر سال دوم کے متبنےٰ تھے مسند نشین ہوئے اونھوں نے میو کالج اجمیر میں تعلیم پائی اور انکو کچھ اختیارات ۱۸۹۲ء میں اور کامل اختیارات ۱۸۹۶ء میں ملے۔

جب ظالم سنگھ ثانی والی جھالاواڑ معزول ہوا تو ریاست کوٹہ کو پندرہ اضلاع اُن اضلاع میں سے ملے جو ۱۸۳۸ء میں کوٹے سے ریاست جھالاواڑ قائم کرنے کو علیحدہ کئے گئے تھے اور آمدنی ریاست کی ۱۴۰۳۰۹ ۴ روپیہ سالانہ کی ہو گئی۔

مہاراؤ امید سنگھ ثانی کو ۱۹۰۰ء میں کے۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔ اور ۱۹۰۳ء میں آنریری میجر ۴۲ دیولی رجمنٹ کے بنائے گئے اور ۱۹۰۷ء میں جی۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب عطا ہوا۔ اور دہلی دربار کے موقع پر ملک معظم جارج پنجم نے اُن کو جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب دیا۔ بعد دربار دہلی ملکہ معظمہ نے پچیس ۲۵ دسمبر سے اٹھائیس ۲۸ دسمبر تک کوٹے کو شرف قدوم بخشا۔

فصل

تاریخ جھالاواڑ جغرافیہ

جھالاواڑ جسکی راجدھانی کا نام جھالراپاٹن ہے مشرقی جنوبی راجپوتانے میں سب سے پچھلی اور آمدنی کے لحاظ سے دوسرے درجے کی ریاست ہے جس کے شمال میں کوٹہ اور درہ مکندرہ مغرب میں علاقہ ہلکر جنوب میں پرگنہ ڈراوہ علاقہ ٹونک و ملک ہلکر و سیندھیا وغیرہ مشرق میں پرگنہ چھپرہ علاقہ ٹونک اور ملک گوالیار ہے رقبہ دو ہزار پانسو میل مربع کے قریب آبادی تین لاکھ چالیس ہزار پانچسو آدمی فوج سوار و پیدل چار ہزار آمدنی خالصہ انیس لاکھ روپیہ سالانہ اور صرف ایک لاکھ سالانہ کی زمین چھوٹے جاگیرداروں وغیرہ کے قبضے میں ہے یہ ریاست عرض بلد شمالی ۲۴ درجہ ۲۶ دقیقہ اور ۲۴ درجہ ۴۰ دقیقہ اور طول بلد مشرقی ۷۶ درجہ ۳۰ دقیقہ اور ۷۶ درجہ ۵۸ دقیقہ کے درمیان واقع ہے اور خاص دارالریاست کے شہر کا موقع عرض بلد شمالی ۲۴ درجہ ۳۲ دقیقہ طول بلد مشرقی ۷۶ درجہ ۱۳ دقیقہ پر ہے چونکہ اس ریاست کے راجگان قبیلہ جھالا سے تعلق رکھتے ہیں اس سبب سے یہ ریاست جھالاواڑ کہلاتی ہو لیکن ۱۸۹۶ء میں مہاراج رانا ظالم سنگھ دوم کی معزولی کے وقت بہت سا علاقہ اس ریاست کا کٹ کر کوٹے کی ریاست میں شامل ہو کر یہ ریاست چھوٹی رہ گئی جسکی تفصیل آگے آتی ہے اور کوٹے کے بیان میں گزر چکی۔

علاقے میں اکثر جگہ پہاڑ اور جھاڑی پھیلی ہوئی ہے لیکن بنائے ریاست کے وقت کوٹے میں سے سرسبز مقامات جھالا نٹ لینے کے باعث علاقہ ہاڑوتی میں جھالراپاٹن کی زمین سب سے زیادہ عمدہ اور آباد گنی جاتی ہے اسی لئے بارہ لاکھ جمع کے جو پرگنے لئے گئے تھے اُن سے بیس لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب آمدنی ہونے لگی شہر جھالراپاٹن بقول کرنل ٹاڈ رونق اور خوبصورتی میں جیپور سے دوسرے درجے پر اسی کے نقشے کے موافق راج رانا ظالم سنگھ دیوان کوٹہ کا بسایا ہوا ہے۔ وہاں ساہوکاروں کی زیادہ آبادی سے سوداگری

وغیرہ کو بہت ترقی ہے۔ جھالراپاٹن کی چھاؤنی سے تین میل کوٹے والوں کا قلعہ گاگرون ہے جسکو رئیس جھالراپاٹن اپنے قلعہ شاہ آباد سے جو زیادہ فاصلہ پر ہے بدلنے کی ہمیشہ آرزو رکھتے ہیں لیکن کوٹے والے جو ہاتھ آئی ملک نکلجانے کے رنج کو کبھی نہیں بھول سکتے یہ بات ہرگز نہیں منظور کرتے اگرچہ انتظام میں کیسی ہی مشکلیں پیش آتی ہیں۔

قوم اور تاریخ

جھالراپاٹن کے رئیس جھالا قوم کے راجپوت ہیں جس کی زیادہ تفصیل قومی بیان میں کی گئی ہے انکا قدیم وطن ہندوستان میں علاقہ کاٹھیاواڑ ہے۔ اور راجپوتانہ میں یہ لوگ میواڑ والوں کی بدولت عمدہ کارگذاری کے سبب قیام پذیر ہوئے جنمیں کے کئی سرداراب تک اودیپور کے ماتحت جاگیردار ہیں ظالم سنگھ مقام ہلود علاقہ کاٹھیاواڑ کے سردار کی اولاد میں سے تھا۔ کاٹھیاواڑ کا نام کاٹھی راجپوتوں کے زیادہ قیام کے سبب پیدا ہوا تھا جہاں اب چندر بنسی جاڑیچہ قوم کی حکومت ہے اور جھالا اُن کے ماتحتوں میں ہیں۔ ہلود والوں کی چھوٹی شاخ میں سے ایک شخص بھاؤ سنگھ نام نے عالمگیر بادشاہ کے مرنے کے بعد اس وقت سے ایک سو اسّی برس تخمیناً پہلے نوکری کی تلاش میں اپنا وطن چھوڑا تھا۔ بھاؤ سنگھ کا بیٹا مادھو سنگھ جھالا کوٹے کے راؤ بھیم سنگھ کے پاس آکر نوکر ہوا اور اسکی بہن کیساتھ راؤ کے بیٹے درجن شال کی شادی ہوئی اس رشتہ داری کے سبب ناندتہ گانوں کی جاگیر اور فوجداری کا عہدہ جسمیں فوج کی افسری اور قلعہ کی حفاظت شامل تھی اسکو ملا۔ کوٹے میں اسکا خطاب ماماں یعنی ماموں مشہور ہوا۔ مادھو سنگھ کے بعد مدن سنگھ فوجدار ہوا۔ اور اسکے مرنے کے بعد ہمت سنگھ نے باپ کی جگہ سنبھالی۔ ہمت سنگھ جھالا کے مرنے کے بعد اسکے بھتیجے ظالم سنگھ نے جو سمت ۱۷۹۶ مطابق ۱۷۳۹ء میں پیدا ہوا تھا ۱۸ سال کی عمر میں ۱۷۵۸ء میں فوجداری کا عہدہ پاکر اپنے بزرگوں کے نام کو زیادہ مشہور کیا جس کا مفصل احوال کوٹے کی تاریخ میں درج کئے جانے کے سبب یہاں پر مختصر لکھا جاتا ہے۔

ظالم سنگھ جھالا کوٹے کے آٹھویں راؤ درجن شال کے عہد میں پیدا ہوا۔ نویں راؤ

اجیت سنگھ کے وقت میں وہ کوٹے کا فوجدار مقرر ہوا۔ دسویں راؤ شتر شال کے سامنے بمقام بھٹور راجپور کی فوج پر فتح پانے کے سبب اُسکی زیادہ ناموری ہوئی لیکن گیارہویں راؤ گمان سنگھ کے وقت میں رنجش کے سبب جھالا نے کوٹہ چھوڑ کر میواڑ میں وہاں کے ماتحت جاگیردار دیلواڑہ کی معرفت نوکری کر لی اور یہاں راج رانا کا خطاب مہارانا سے حاصل کیا اور جب وہاں اُسکی تدبیریں پیش نہ گئیں تو اُس نے واپس کوٹے میں آکر موقع کا انتظار کیا آخر راؤ گمان سنگھ اور مرہٹوں کی برخلافی اُس نے صلح کے ذریعہ سے دور کرا دی جس سے رئیس کوٹہ اُس پر پھر مہربان ہوا اور مرنے سے پہلے اپنے کم عمر بیٹے اور راج کی حفاظت اُسکو سپرد کی۔ بارھویں راؤ امید سنگھ کے پچاس برس عہد میں جھالا دیوان نے بڑی قوت پا کر خودمختاری سے کام کیا اور تیرھویں راؤ کشور سنگھ کے شروع عہد میں اُس نے سرکار انگریزی کی مدد سے اپنے بے قید اختیار حکومت کو جسکی ضبطی کا واجبی ارادہ رئیس نے کیا تھا لڑائی کر کے قائم رکھا۔ پھر باہم صلح ہو چکنے بعد سمت ۱۸۸۰ مطابق ۱۸۲۴ع ۵۔ جون کو چوراسی سال کی عمر پا کر راج رانا ظالم سنگھ کا انتقال ہو گیا۔ راج رانا ظالم سنگھ کے بعد اسکا بیٹا مادھو سنگھ دیوانی کے عہدے پر مختار ہوا جس نے اپنی ہوشیاری سے رئیس کو خوش رکھ کر چار برس کے اندر سمت ۱۸۸۴ مطابق ۱۸۲۸ع میں وفات پائی۔ مادھو سنگھ کے مرنے کے بعد اُس کے بیٹے مدن سنگھ نے دیوانی پر قائم ہو کر کوٹے کے چودھویں مہاراؤ رام سنگھ سے کبھی اتفاق حاصل نہ کیا جس کے سبب کسی طرح رئیس کی رضامندی لیکر سرکار انگریزی نے رعایت کے ساتھ کوٹے کا تہائی حصہ دیوان کے لئے نکالکر سمت ۱۸۹۵ مطابق ۱۸۳۸ع میں ریاست جھالراپاٹن نام علیحدہ قائم کی یہاں کا راجہ مہاراج رانا کہلاتا ہے اور ۱۵ ضرب توپ سلامی اُسکے لئے مقرر ہیں۔ غرضکہ اس وقت سے کل چوراسی برس پہلے سرکاری عنایت کے سبب سے اس آخری ریاست کی بنا راجپوتانے میں پڑی۔ جہاں کے رئیسوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ مہاراج رانا مدن سنگھ

اسکو سمت ۱۸۹۵ مطابق ۱۸۳۸ع میں کوٹے کی دیوانی سے استعفا دینے بعد مہاراؤ

راج رانا مدن سنگھ - چھالرا پاٹن: راجپوت قبیلوں کی تاریخ

رام سنگھ کی منظوری سے ایک عہدنامہ کرکے سرکار انگریزی نے جھالرا پاٹن کا اول رئیس بنایا۔ کوٹے کے تہائی علاقے کے حساب سے تہائی قرضہ اور تہائی خراج اسّی ہزار روپیہ سالانہ جھالرا پاٹن کے ذمے قرار پاکر مہاراج رانا کے عوض جو میواڑ کے ماتحت جھالا سرداروں کا خطاب ہے

مدن سنگھ اور اسکی قائم مقام اولاد کے لئے مہاراج رانا خطاب تجویز ہوا اور دوسرے خودمختار رئیسوں کی طرح گود لینے کی سند بھی اس شرط سے کہ ریاست راج رانا ظالم سنگھ کے خاندان سے نکلنے نہ پا دے عطا ہوئی۔ سمت ۱۹۰۱ مطابق ۱۸۴۵ء میں سات برس کے قریب راج کرنے کے بعد مہاراج مدن سنگھ نے انتقال کرکے اپنے بیٹے پرتھوی سنگھ کو وارث چھوڑا۔

۲۔ مہاراج رانا پرتھوی سنگھ

اس نے اپنے والد کے بعد سمت ۱۹۰۱ مطابق ۱۸۴۵ء میں راج پاکر ۱۸۵۷ء کے غدر میں کئی یورپین افسروں کی حفاظت سے عمدہ طور پر سرکاری خیرخواہی ثابت کی کپتان برٹن نے اسکی تعریف میں لکھا کہ ہاڑوتی کے علاقے میں جس قدر رئیس بوندی کو تعصّب ہو اسکے خلاف جھالرا پاٹن سے سرکاری حکموں کی تعمیل بہت جلد ہوتی ہے لیکن یہ نسبتی مقابلہ صحیح نہ تھا کیونکہ ہاڑوتی میں ریاست بوندی سب سے زیادہ پرانی اور عزت دار ہے اور جھالرا پاٹن صرف کوٹے کے طفیل بالکل نئی انگریزی مہربانی سے قائم ہوئی ہے۔ سمت ۱۹۲۲ مطابق ۱۸۶۶ء میں مہاراج رانا آگرے کے مقام پر گورنر جنرل بہادر کے دربار میں شریک ہونے کے بعد بنارس و کلکتہ وغیرہ مقامات کی یاترا اور سیر کرکے ایک برس میں راجدھانی کو واپس آیا جب سے یہ ریاست قائم ہوئی۔ اسوقت سے راجپوتانے کے دوسرے رئیسوں کو اسکے خودمختار اور اپنی برابر ماننے میں عذر تھا اسلئے پولٹیکل افسروں نے راجپوت قوم کے بزرگ معتبر رئیس مہارانا شمبھو سنگھ والی میواڑ سے اس معاملے میں مدد چاہی جنھوں نے باوجود اپنے ماتحت سرداروں کی برخلافی کے پولٹیکل ایجنٹ کے کہنے کے موافق اپنی بلند حوصلگی اور خوش اخلاقی سے مہاراج رانا کو اپنے بائیں طرف برابر بیٹھنے کی عزت دی غدر کے وقت

میں مہاراج رانا نے خیرخواہانہ خدمات انجام دیں۔ سمت ۱۹۲۹ مطابق ۱۸۷۳ء میں مہاراج رانا آبو۔ ناتھ دوارہ اور ادیپور جاکر خوشی کے ساتھ واپس آیا۔ اسکے انتظام میں راج کی سالانہ آمدنی بیس لاکھ روپے تک پہنچی تھی لیکن فضول خرچی سے چودہ لاکھ روپیہ قرض ہو گیا تھا تاہم اس نے محل درست کرانے کے بعد چھاؤنی میں زرنقد اور بازار وغیرہ بنوایا۔ مہاراج رانا پرتھوی سنگھ سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء ۲۰ اگست کو بخار اور احتراق مثانہ کی بیماری سے چالیس برس کی عمر کے اندر تیس سال راج کر کے فوت ہو گیا۔ اسکے بعد کنور بخت سنگھ جسکا نام بعد کو ظالم سنگھ ہوا اور جو بڑی کوشش کے ساتھ سرکاری منظوری پر بیرون علاقہ کاٹھیاواڑ سے گود لیا گیا تھا راج کا وارث مانا گیا۔ لیکن ایک رانی کے حمل بیان کئے جانے سے کچھ عرصے تک مسند نشینی کی رسم ملتوی رہی۔ حمل کی بابت شک ہونے پر پولٹیکل افسر کی منشا سے سخت بندوبست کیا گیا کہ چالاکی سے کوئی فریب نہ ہونے پائے آخر معمولی میعاد گذرنے پر یہ بات غلط ثابت ہو کر متبنٰے حقدار رہا۔

۳۔ مہاراج رانا ظالم سنگھ

سمت ۱۹۳۲ مطابق ۱۸۷۵ء میں گود لئے جانے سے مدت کے بعد مسند نشین ہوا جبکہ اسکی عمر بارہ سال کی بیان کی جاتی تھی وہ میو کالج اجمیر میں تعلیم پاتا رہا اور دس برس تک راج کے انتظام پر کپتان اسیٹ پولٹیکل سپرنٹنڈنٹ رکھا گیا جس نے محل۔ باغ اور سڑکیں وغیرہ درست کرا کر قرضے کے لئے قسط بندی کر دی۔

سمت ۱۹۴۳ مطابق ۱۸۸۶ء میں مہاراج رانا کو سرکاری طرف سے پورے اختیارات ملکی احتیاط کے لئے سپرنٹنڈنٹی کے عوض جھالراپاٹن میں ایک غیرمعمولی اجنسی قائم رکھی گئی جسکا خرچ بھی راج کے ذمے رہا یہ جوان رئیس بائیس برس کی عمر میں ایک سال کے قریب خود مختاری سے حکومت کرنے پایا تھا کہ ماتحتوں کی فریاد اور انگریزی افسروں کی ناراضی کے سبب سمت ۱۹۴۴ مطابق ۱۸۸۷ء ۲ ستمبر کو میجر اسیٹ پولٹیکل اجنٹ نے سرکاری حکم سے اسکے اختیارات سلب کر کے خزانہ اور تمام ملکی نگرانی اپنے ہاتھ میں لی۔

چونکہ مہاراج رانا ظالم سنگھ کی قسمت میں ریاست کی حکومت لکھی ہی نہ تھی اس لئے اُنکی حرکات سے بدنظمی پیدا کی اور اس امر نے اُسے ۱۸۹۶ء میں معزول ہی کرادیا۔ مہاراج رانا ظالم سنگھ ثانی کی معزولی کے ساتھ راج کے پندرہ اضلاع بھی (اُن اضلاع میں سے جو کوٹے سے کٹ کر جھالاواڑ کی ریاست قائم کیگئی تھی) کوٹے کو دیدئے گئے۔ اس وجہ سے اب راج جھالاواڑ کا رقبہ ۸۱۰ میل مربع اور آبادی ۹۶۲۱۵ نفوس رہ گئی جسمیں ۴۱۲ قصبے اور گانوں ہیں اور آمدنی ۱۵۰۶۸۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ چونکہ لاولد ہے اس لئے مسند بھوانی سنگھ ولد بختاور سنگھ فتحپور والا کو جو بادھو سنگھ فوجدار کوٹہ مورث خاندان جھالا کی اولاد سے ہے دی گئی۔

۴۔ مہاراج رانا بھوانی سنگھ

یہ مہاراج رانا ۴ ستمبر ۱۸۷۴ء کو پیدا ہوئے انکی تعلیم میو کالج اجمیر میں ہوئی۔ انکو ۱۸ فروری ۱۸۹۹ء کو سر آرتھر مارٹنڈل ایجنٹ گورنر جنرل راجپوتانہ نے پورے اختیارات دئیے اپریل ۱۹۰۴ء میں وہ یورپ گئے اور نومبر میں واپس آئے مئی ۱۹۰۸ء میں اُن کو کے۔ سی ایس۔ آئی کا خطاب ملا ۱۹۱۲ء میں وہ دوبارہ انگلستان جاکر ملک معظم کے شرف باریابی سے کئی بار مفتخر ہوئے۔ مہاراج رانا ایک علم دوست شخص ہیں انکا سفرنامہ یورپ ۱۹۰۴ء میں مسیرز لونگمیس گرینڈ اینڈ کو نے چھاپا ہے انھوں نے ۱۸۹۹ء و ۱۹۰۰ء کے قحط میں رعایا کی بڑی پرورش کی کیونکہ وہ غلہ بڑی مقدار میں خرید کر بازاری نرخ سے کہیں کم نرخ پر فروخت کرتے تھے اور انھوں نے چار لاکھ روپیہ بقایائے محاصل معاف کردیا یورپ کے پہلے سفر سے واپسی کے بعد انھوں نے مذکورۂ ذیل اصلاحات کیں۔

انگریزی ڈاکخانجات کو اپنی ریاست میں مکمل طور پر ترویج دی انگریزی سکہ اوزان اپنی ریاست میں اختیار کئے۔ کئی چھوٹے چھوٹے محاصل بند کئے۔ ریاست کی کچہریوں اور دفتروں میں ناگری رسم الخط کو رواج دیا۔

دوسرے سفر انگلستان سے واپسی کے بعد انھوں نے چھ لاکھ روپیہ رعایا کو معاف کیا۔

خاتمہ

اجمیر کے متعلقہ راجپوت جاگیرداروں اور استمرارداروں کے بیان میں

اجمیر

چوہانوں کے نامور راجہ اجے پال نے اجمیر آباد کیا تھا یہ قدیم و مشہور شہر پہاڑ کے گھاٹے بلکہ حلقے کے اندر عرض بلد شمالی ۲۶ - ۲۹ طول بلد مشرقی ۷۴ - ۴۳ پر واقع ہے ہر طرف پہاڑ ہیں۔ انمیں سے ایک کے دامن پر شہر آباد ہے اسکی پختہ شہر پناہ ہے شمال اور مغرب کی سمتوں میں پانچ بڑے بڑے دروازے ہیں اس شہر کو آباد ہوئے کوئی سترہ سو چوہتر برس کا عرصہ ہوا ہے قدیم سے یہ شہر راجپوتانے کا صدر سمجھا جاتا ہے ہندوستان کی بادشاہ راجپوتانے کو اپنا تحت حکومت کرنیکے واسطے اجمیر کا لینا مقدم سمجھتے رہے ہیں اور اسی طرح راجپوتانے کے رئیسوں نے بھی علے العموم اپنا حاکم و سرپرست اسی کو سمجھا ہے جو اجمیر پر قابض ہوا کیونکہ یہ شہر وسط راجپوتانہ میں واقع ہے۔

اجمیر کی چیف کمشنری کے متعلق زمین کا کل رقبہ دو ہزار سات سو گیارہ میل مربع ہے اسلامی سلطنت کی بربادی کے بعد سے سیندھیا نے اس پر قبضہ کر لیا تھا جو صوبہ دار بابو پوراول سے اقرار نامہ ہو جانے پر سنہ ۱۸۱۸ء میں گورنمنٹ انگریزی کو ملا ہے۔

یہاں کے قابل دید مقامات ہیں اول درجہ حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ۔ اندر کوٹ میو کالج۔ تارگڑھ۔ دولت باغ۔ میگزین اور سونے کا بنا ہوا جین مندر ہیں۔ اجمیر میں آریہ سماج کے بانی مبانی سوامی دیانند کا بھی سمادھ ہے اور اسی کے نام سے ایک ہائی اسکول اور یتیم خانہ قائم ہے۔

شہر کی فصیل سے باہر تاراگڑھ کے پشت حصّہ میں جین مندروں کی کھنڈرات ہیں جس احاطے کے اندر یہ مکانات ہیں وہ اندرکوٹ اندرسین راجہ کا آباد کیا ہوا تھا اور اسی کے زمانے میں یہ مکان تیار ہوا تھا یہ عمارت زمین سے بہت بلند کرسی کی ہے کل کام نہایت عمدہ سنگین بنایا گیا ہے اور عجیب نقاشی ہوئی ہے شمس الدین التمش کے عہد میں کچھ مکانات مسمار او رایک محراب تیار کر کے مسجد بنائی۔ چونکہ شمس الدین یہاں زیادہ نہ رہا اور یہ سب کام دو ڈھائی دن کے عرصے میں تیار ہوا تھا اس واسطے ڈھائی دن کا جھونپڑا مشہور ہے ازاں بعد اُسمیں اور اسلامی تعمیرات ہوتی رہی ہیں اب کل خستہ وخراب ہے تاہم قابل دید ہے یہ تعمیر دو ہزار سال سے کم مدت کی نہیں ہے اس شہر میں دوسرا مشہور مکان حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ ہے خواجہ صاحب خراسان میں چشت کے رہنے والے تھے سنہ ۱۱۴۳ء میں ہندوستان میں آئے اور اوّل آناساگر کی گھاٹی میں دولت باغ کے قریب قیام رکھا ازاں بعد اندرکوٹ کے قریب جہاں اُنکا مزار ہے اخیر عمر بسر کی پرتھی راج اسی وقت میں تھا اور اُن کے روبرو ہی چوہانوں کے خاندان کی سلطنت جاتی رہی اور مسلمانی بادشاہت شروع ہوئی اُن کی اولاد میں ایک دیوان جی کا خاندان کہلاتا ہے لیکن اکبر بادشاہ کے عہد میں اس خیال سے کہ خواجہ صاحب ستّر برس سے زیادہ عمر میں تنہا ہندوستان کو آئے اور پیچھے کوئی اولاد دریافت نہ ہوئی اس خاندان پر کچھ شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اسی بناپر درگاہ کے خادم لوگ زور شور کے ساتھ دیوان کی مخالفت کرتے ہیں خواجہ صاحب نے ماہ رجب میں وفات پائی لیکن روز وفات معلوم نہیں۔ اسی واسطے سات روز تک حضرت کا عرس ہوا کرتا ہے۔ بعد وفات کے قبر کی زیارت ہونے لگی شمس الدین التمش کے عہد میں درگاہ کی تعمیر شروع ہوئی۔ اور پھر اسکے بعد والوں نے زیادہ وسعت دی۔ اکبر کے وقت میں اکبری مسجد اور چند مکانات تعمیر ہوئے اور شاہجہاں نے سنگ سفید کی جامع مسجد بنوائی۔ اکبر کو ابتدا میں نہایت اعتقاد تھا اوّل تو جب جہانگیر پیدا ہوا آگرے سے پیادہ پا زیارت کو آیا اور رجب سنہ ۱۵۶۷ء میں چتوڑ فتح کیا تھا۔ ۲۵ گانوں کی جاگیر لنگر خیرات کے واسطے اور ہر قسم کے اخراجات

درگاہ کے لئے مقرر کئے اور سامان شاہی فراش خانہ نوبت خانہ چوبدار باورچی وغیرہ
درگاہ میں نیاز کیا کہ اُنکی اولاد میں سے اب تک اپنی اپنی خدمات پر متعین ہیں۔ نقارہ
کلاں جو صبح وشام بلند آواز سے بجتا ہے اکبر نے چتوڑ سے فتح کرکے درگاہ میں چڑھایا تھا۔
جہانگیر کے وقت میں دو آہنی دیگیں تیار ہوئی تھیں اور مرہٹوں کے وقت میں ملاداری ساکن
گوالیار نے اُنکی مرمت کرائی ایک میں اسّی من اور دوسری میں اٹھائیس من چاول علاوہ
روغن زرد شکر کے پکتا ہے۔ بڑی دیگ جب کوئی پکانا چاہے تو اسکی بابت پچیس روپے
اور چھوٹی دیگ پر ساڑھے بارہ روپے درگاہ میں چڑھا کر دیوان سجادہ نشین۔ متولی و
خادموں کو تقسیم ہوتے ہیں اس درگاہ کے متعلق ایک تالاب معروف بہ جھالرا ہے
اُسمیں ہمیشہ بارش کا پانی جمع رہتا ہو تمام شہر کے لوگ اُسمیں سے پانی لیجاتے ہیں۔

تاراگڑھ کے نیچے پہاڑ کے دامن پر ایک مقام چلہ پیر دستگیر مشہور ہے
اصل میں یہ قلعہ کے برج کا مورچہ تھا۔ روایت ہے کہ فقیر سونڈا نامی کوئی شخص اکبر کے
عہد سے پیشتر خواجہ صاحب کی زیارت کو اجمیر میں آیا تھا اور اپنے ساتھ بغداد کی پیران
پیر کی قبر سے ایک اینٹ لایا تھا اپنی حیات میں لوگوں کو اسکی زیارت کرایا کرتا تھا اور
آخری وقت وصیت کر گیا کہ اس اینٹ کو بھی میری قبر میں دفن کر دینا چونکہ فقیر سونڈا
برج میں رہا کرتا تھا لوگوں نے اسکو اور اینٹ کو اُسی برج میں دفن کر دیا جب سے قبر
کی زیارت ہونے لگی۔ سنہ ۱۸۱۰ع میں دولت راؤ نے بالا راؤ صوبہ دار کی سفارش سے
اسکے اخراجات کے واسطے جاگیر مقرر کر دی تب سے رونق اور شہرت زیادہ ہوئی اور
کئی مکانات جدید تعمیر ہوئے اور مکان جو اصل میں فقیر سونڈا کی مع اینٹ کے قبر ہے پیر
دستگیر کا چلہ مشہور ہوا۔

تاراگڑھ میں میران صاحب کی درگاہ ہے یہ میر میران یعنی امیر الامرا حسین
نام ایک شخص شہاب الدین غوری کے رسالہ دار تھے اجمیر فتح ہوا تب اُن کو قطب الدین
ایبک نے جسکو شہاب الدین غوری نے ہندوستان کی حکومت بخشدی تھی۔
سنہ ۵۹۱ھ ہجری میں اجمیر کا صوبہ دار اور تاراگڑھ کا قلعہ دار کیا سنہ ۵۹۷ھ ہجری میں راجپوتوں نے

شب خون مارا اور اُنکو قتل کیا دوسرے روز دیگر ملازمان شاہی نے اُنکو وہیں دفن کیا اُنکو سواروں کی افسری یعنی رسالداری کے سبب خنگ سوار بھی کہتے ہیں۔ قطب الدین ایبک نے سنہ ۵۹۰ ہجری میں پھر یورش کرکے اجمیر لے لیا۔ جبار خاں نے اکبری عہد میں میران صاحب کی درگاہ بنوائی اور دیگر مکانات سیندھیا کی عملداری میں تیار ہوئے خصوصاً گمان جی راؤ نے کئی مکان تعمیر کرائے اس درگاہ کی جاگیر میں تین گاؤں ہیں دو مغلیہ سلطنت کے زمانے سے اور ایک سیندھیا کا عطیہ ہے یہاں بھی رجب کے مہینے میں عرس ہوا کرتا ہے۔

جو آبادی اب اجمیر کے نام سے مشہور ہے وہ شہر نہیں ہے جو ابتدا میں آباد ہوا تھا کہتے ہیں کہ جب راجہ اج نے اپنی راجدھانی یعنی دارالحکومت بنانیکا ارادہ کیا۔ تو اول ناگ پہاڑ اُسکو پسند آیا اور عمارت کی تیاری شروع کی تھوڑا کام تیار ہوا تھا کہ راجہ کا دل اُدھر سے ہٹ گیا اور اُسے چھوڑ کر وہ ٹیلی پر جسے اب تاراگڑھ کہتے ہیں قلعہ کی بنیاد ڈالی اُسکے نیچے شہر آباد کیا چونکہ راجہ کے خاندان کی آسا پورا دیبی معبود تھی تارا تھی اُس نے قلعہ کا نام تاراگڑھ رکھا اور آبادی کا نام اپنے نام سے اجمیر رکھا میر پہاڑ کو کہتے ہیں اور اج راجہ کا نام تھا اُسی راجہ نے اخیر میں ترک دنیا کرکے فقیری میں پال خطاب پایا۔ اور اجے پال مشہور ہوا اُسی پہاڑ میں رہتا تھا جسے اجے پال کہتے ہیں اُسکے خاندان میں بیسلدیو نامی اجمیر کا بڑا راجہ ہوا ہے جس نے دلی پر فتح پائی اور بیسلہ تالاب کھدوایا۔ یہ تالاب شہر سے شمال مشرق میں نصف میل پر واقع ہے بشکل بیضوی ڈھائی میل کا احاطہ ہے اور ہر طرف سے سنگیں دیوار سے محیط تھا اب اکثر مقامات سے شکست ہو گیا ہے اُسکے بعد غالباً گیارھویں صدی عیسوی میں آنادیو راجہ ہوا۔ اُسی نے شہر سے شمال مغرب میں ایک نالہ پر چھ سو گز طول اور سو گز عرض میں پشتہ ڈالکر تالاب بنوایا۔ اُسکا نام آنا ساگر رکھا۔ سنہ ۱۰۰۸ء میں جب محمود غزنوی نے چوتھی مرتبہ ہندوستان پر حملہ کیا تو اجمیر کے راجہ نے لاہور۔ اُجین۔ گوالیار۔ کالنجر۔ قنوج اور دلی کے راجگان سے اتفاق کرکے اُسکا مقابلہ کیا تھا مگر ان سب کی فوج نے اُس سے شکست فاش کھائی۔

سنہ ۱۱۹۱ء میں جب شہاب الدین غوری حملہ آور ہوا اُس وقت اجمیر و دلی کا راجہ

پرتھی راج بھا دہ فوج کثیر لیکر تھانیسر میں برسر مقابلہ ہوا اور بہت کشت وخون کے ساتھ اُسکو شکست دی بلکہ خود شہاب الدین مجروح ہوکر بمشکل جانبر ہوا مگر اُس نے زیادہ تجربہ کاری سے اور شائستہ تر فوج لیکر پھر حملہ کیا اور پرتھی راج نے پھر مقام تردوی قریب تھانیسر مقابلہ کیا بہت کشت وخون ہوا آخرکار ہندوؤں کی شکست ہوئی اور راجہ قید ہوکر مارا گیا۔ یہی آخری راجہ تھا جسکے بعد ہندوستان سے ہنود کی حکومت خود اختیاری جاتی رہی مسلمانوں نے بڑھکر اجمیر پر قبضہ کیا۔ اور بہ تقرر خراج گراں ملک راجہ متوفی کے ایک رشتہ دار کو سپرد کیا۔

اکبر کے عہد سے ایک مستقل صوبہ دار اجمیر میں رہنے لگا اور جو خاندانی راجپوت میواڑ اور مارواڑ سے علیحدہ ہوکر بادشاہی نوکری میں آگئے انکو اجمیر کے خالصے میں سے جاگیریں ملنی شروع ہوئیں کیونکہ غیر علاقے میں انکا قائم رہنا مشکل تھا اکبر کے عہد سے پہلے کا کوئی جاگیردار یا استمرار دار اجمیر کے علاقے میں نہیں ضلع اجمیر میں تین لاکھ روپیہ سالانہ سرکاری خالصے کے سوا پونے سات لاکھ سالانہ آمدنی کے گاؤں جاگیرداروں کے قبضے میں ہیں جنمیں سے ایک لاکھ سالانہ کے قریب خاص شہر کے معافی داروں کی آمدنی ہے اور پانچ لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کی زمین علاقے کے استمرار داروں کے تحت میں ہے۔ استمرار دار وہ لوگ ہیں جنکی مالگذاری میں بعض خاص ضرورتوں کے سوا کمی وبیشی نہیں کی جاتی۔ پانچ لاکھ سالانہ سے زیادہ کی جاگیر راٹھوڑوں کے قبضے میں ہے اور پچاس ہزار سالانہ کے قریب سیسودیوں کے تحت میں ہے اور دس ہزار آمدنی کی زمین مختلف راجپوت وچوہان مہینہ وغیرہ کے پاس ہے۔

چوہان مہینہ کی حقیقت یہ ہے کہ پرتھی راج چوہان والی اجمیر نے مینہ قوم کی ایک عورت خانہ انداز کی تھی اُسکے بطن سے چودہ اور لاکھن دو بیٹے پیدا ہوئے لاکھن کی اولاد تو سرودہی کی جانب پھیل گئی اور چودہ کی اولاد نے مگرہ میرواڑہ کو اپنا قیام گاہ بنایا مشہور ہے کہ چودہ چانگ میں رہا کرتا تھا اُسکے دو بیٹے ہوئے انہل جسکو جیتا کہتے تھے اور دوسرے انب جسکو ٹبر بولتے تھے۔ جیتا کی اولاد نے چانگ کے علاقے میں شیام گڑھ۔ جھاگ۔ ہتون

ڈوڈوا، کوکڑ اہلی، کوٹ، کرانہ دیہات آباد کئے۔ بابر کے عہد میں چیتا کی اولاد میں گوڑا اور سہراج دو
بھائی تھے اُن کو مارواڑ کے راجہ سے ملک چھین لینے کا خوف تھا اس واسطے دربار شاہی
کے کسی امیر کے ذریعہ سے مذہب اسلام قبول کر کے فرمان شاہی مشعر عطائے مگرہ و میر داڑہ حاصل
کیا اور دربار شاہی سے قانون گو و قاضی متعین کرائے اور بذریعہ صوبہ دار اجمیر اس ملک پر
قبضہ پایا۔ مگر گوڑا نے اپنا مذہب بدستور رکھا اور مذہب اسلام جو اختیار کیا تھا ترک کر دیا چنانچہ
اسکی اولاد اب تک اپنے ہی مذہب میں ہے اور سہراج مسلمان ہو گیا اُس نے اپنی اولاد میں ختنہ
وغیرہ کا رواج جاری کیا۔ سہراج کا نام کاٹھا مشہور رہا اسکی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب دہلی
میں حصول ملک کے واسطے گیا تھا تو بادشاہ کی خدمت میں اسکی پاسبانی کی نوکری تھی۔
اتفاقیہ بارش بکثرت ہوئی جہاں اسکا پہرہ تھا پانی پرنالے کا زور سے گرتا تھا اور سہراج
بدستور نوکری پر عین بارش میں حاضر رہا بادشاہ نے ایسی سخت حالت میں اسکو نوکری پر مستقد
دیکھکر مگر سے (یہاڑ) کی زبان میں فرمایا کہ بہت کاٹھا یعنی سخت آدمی ہے۔ گوڑا اور سہراج
مسلمان ہو کر اپنے ملک میں آئے تو گوڑا کی اولاد تو بدستور برادری میں شامل رہی کیونکہ اسکے
بھائی بند مدت دراز تک کوہستان میں وحشیانہ بودوباش رکھکر اپنا مذہب بھول گئے تھے اس
لئے اسکی اولاد سے اُن لوگوں نے پرہیز نہ کیا اور سہراج کی اولاد نے صرف اجرائے رسم ختنہ
سے نشان مسلمانی قائم کیا مگر کھانا پینا بیاہ شادی وغیرہ بدستور جاری رہا اس زمانے میں
البتہ اہل اسلام کی آمد و رفت و صحبت سے مسلمانی طریقہ ان لوگوں میں جاری ہوتا جاتا ہے۔ چونکہ
سہراج کاٹھا اور گوڑا دونوں کا دادا میرا تھا اُسکے نام پر دونوں کی اولاد میرات مشہور رہی مگر
اس خصوصیت سے کہ سہراج کاٹھا کی اولاد میرات کاٹھات اور گوڑا کی اولاد میرات
گوڑات کہلاتی ہے۔

چوہان مینوں کی یہ چار قومیں ہیں۔ چیتا اور برڑ یا براوت اور میرات کاٹھات اور
میرات گوڑات اور چاروں فی الجملہ مسلمان ہیں۔ صوبہ اجمیر کی حدود اربعہ یہ ہیں شمال
میں کشن گڑھ۔ مارواڑ۔ جنوب میں میواڑ۔ مشرق میں جیپور۔ کشن گڑھ۔ مغرب میں
مارواڑ۔ بناس۔ کھاری۔ ڈائی۔ سرستی اور ساگرمتی کے سوا اڑی ندی اس صوبے

ہیں کوئی نہیں ہے۔ پشکر۔ آنا ساگر اور ڈائی ساگر بڑی جھیلیں اور تالاب ہیں پہاڑ اس صوبے میں سب اراولی پہاڑ کے سلسلے ہیں جو جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں اُن میں تارا گڑھ مدار پہاڑ اور ناگ پہاڑ ہیں عمارتی پتھر کے سوا اس صوبے میں تانبا۔ سیسہ اور ابرک کی کانیں ہیں مگر کھودی کم جاتی ہیں اس کی خاص پیداوار جو ہیں کہیں گیہوں۔ چنا مکئی۔ باجرا مونگ اور تل بھی پیدا ہوتے ہیں اس ضلع کا کل رقبہ ۲۷۱۱ مربع میل ہے اور آبادی ۳۸۰۴۰۰ کے قریب ہے اور ۲۸۰۴ گاؤں و قصبے گیارہ پرگنوں میں منقسم ہیں پشکر ہندوؤں کا تیرتھ ہے تیرتھ کے نام سے گاؤں کا نام بھی پشکر مشہور ہو گیا ہے پشکر تالاب کے کنارے بہت سے نہانے کے لئے گھاٹ اور مندر زائرین کے لئے بنوائے ہوئے عجیب بہار دکھلاتے ہیں۔ کاتک سدی پورنماسی کو اشنان کا میلہ ہوتا ہے پندرہ روز تک رہتا ہے میلے میں گھوڑے اونٹ اور بیل بہت آتے ہیں۔ صوبہ اجمیر کے اول درجہ کے تعظیمی سرداروں کی تفصیل یہ ہے جن کی جاگیریں اکبر کے عہد سے عالمگیر کے عہد تک ملی ہوئی ہیں۔

بھنائے

اس خاندان کا مورث اعلیٰ چندرسین ہے جو مالدیو والی مارواڑ کا چھوٹا بیٹا تھا چندرسین دعویدار ریاست ہوا تھا اودے سنگھ پر اکبر کی مہربانی تھی اس واسطے چندرسین جودھپور سے نکالا گیا اور تا مرگ سیوانہ مقام میں رہا اسکی اولاد چندرسینوت راٹھوڑ کہلاتی ہے۔ بھنائے کے علاقے میں مادلیہ بھیل راہ زن قابض تھا اکبر بادشاہ نے کرم سین نبیرہ چندرسین کو اسکی گرفتاری کیواسطے متعین کیا چنانچہ کرم سین نے اسکو لڑکر قتل کیا تب یہ علاقہ اسکو جاگیر میں ملا۔

بھنائے کو چوراسیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اسمیں ۸۴ گاؤں ہیں۔ ان ایام میں بھائی بیٹوں کو گراس یعنی وجہ معیشت ملنے کا کوئی قاعدہ مقرر نہ تھا اسی وجہ سے کرم سین کے تین چھوٹے بیٹوں گردھر سنگھ۔ ہلدھر سنگھ اور موہن سنگھ کو واجبی وجہ معاش نہ ملی گردھر سنگھ کی اولاد تو ساتولائی کی استمراردار ہے اور ہلدھر سنگھ و موہن سنگھ کی اولاد

ڈیریلہ۔ ڈھگاریہ۔ سانپڑودہ۔ دونگوت میں بھوم سے گذارہ کرتی ہے۔ بھر ۱۶۵۹ء میں
شیام سنگھ کے کیسر اودے بھان اور اٹھی راج میں تقسیم ہوئی چوراسی ذیات میں سے
اڑتیس ۳۸ اٹھی راج کو ملے اور چھیالیس ۴۶ اودے بھان کو جو پاٹوی یعنی مسند نشین ہوا تھا
اٹھی راج کی نسل میں دیولیہ کا استمرار دار اور اسکے بھائی بیٹے ہیں۔ اودے بھان کے
تین لڑکوں کیسری سنگھ۔ سورجمل اور نرسنگھ۔ اس کو ٹانوٹی معاش میں ملی نرسنگھ اس اول
اودے بھان کا متبنےٰ ہوا تھا اور وہی راجہ بھنائے کا ہوتا مگر جب آسکے دو صلبی لڑکے پیدا
ہوگئے۔ تو نرسنگھ اس کو معاش ملی اور راجہ کے دو بیٹوں کیسری سنگھ اور سورجمل میں سے
کیسری سنگھ جانشین ہوا اور کیسری سنگھ کے دو بیٹوں جگت سنگھ اور بیٹھی سنگھ میں سے جگت سنگھ
قائم مقام ہوا اور بیٹھی سنگھ کو شولیان معاش میں ملا بعد ازاں بخت سنگھ رئیس ہوا اور اُسکے
بھائی کیرت سنگھ کو سورکھنڈ ملا مگر اب سورکھنڈ پر راجہ صاحب بھنائے نے قبضہ کر رکھا
ہے بخت سنگھ کے بعد دلیل سنگھ مسند نشین ہوا اور اُس کے بھائی ارجن سنگھ کو سرانہ
معاش میں ملا۔

بھنائے کی کل آمدنی ۱۱۱۰۵۰ کی ہے جسمیں سے خاص جاگیر کی آمدنی ۵۳۷۰۰ روپیہ ہے اور باقی ۵۷۳۵۰ روپیہ رشتہ داروں کی آمدنی ہے بھنائے والوں کا خطاب راجہ ہے۔

باندن واڑہ

اس ٹھکانے کا اول استمرار دار ٹھاکر سورجمل تھا کیسری سنگھ بڑا بھائی جو مسند نشین بھنائے تھا سورجمل و نرسنگھ اس چھوٹے بھائیوں کو کم معاش دیتا تھا۔ نرسنگھ اس نے تو بوجہ متبنےٰ ہونیکے منظور کر لی مگر سورجمل ناراض ہو کر دلی چلا گیا وہاں اورنگزیب بادشاہ تھا ایک مہم میں سورجمل سے کار نمایاں ظہور میں آیا اُسکے جلدو میں ساڑھے تین ہزاری منصب سات پارچہ کا خلعت اور ہاتھی مرحمت ہوا۔ اور بھنائے کا نصف علاقہ تقسیم کرادیا۔ اور اُسکے سوائے رام سر دسری نگر کا علاقہ بھی جاگیر میں عنایت ہوا۔

۱۶۶۷ء میں سورجمل نے باندن واڑہ میں اپنے حکومت کا مقام بنایا تھوڑی

عرصے کے بعد مہاراجہ اجیت سنگھ والی جودھپور اجمیر میں آیا تو باندن واڑے سے بھٹ کر
پیشوائی کو نہیں گیا مہاراجہ سخت ناراض ہوا اس خفگی میں رام سر دوسری نگر کا علاقہ ضبط کر لیا
باندن واڑہ اگرچہ بحال رکھا مگر لوٹ لیا اور قلعہ توڑ ڈالا یہ جاگیر چھتیس ہزار کی ہے۔

ساور

ٹھاکران علاقہ ساور سکتاوت سیسودیہ ہیں اور یہ مہارانا اودے پور کی نسل میں سے
ہیں۔ رانا اودے سنگھ کے پرتاپ سنگھ اور سکت سنگھ دو بیٹے تھے پرتاپ سنگھ کی اولاد
تو فرمان روائے ملک میواڑ ہیں اور سکت سنگھ کی اولاد میں ساور وغیرہ کے ٹھاکر ہیں رئیس
ساور کا مورث اعلیٰ گوکلداس شاہزادہ شاہجہاں کا ملازم تھا شاہجہاں نے باپ سے
جب بغاوت کی تو بادشاہی فوج کے مقابلے میں شاہزادے کی طرف سے بنارس کے
معرکے میں گوکلداس کے ۴۰ زخم آئے اور اس نے بہادری اور نمک حلالی ثابت
کی شاہزادے نے صلح کے بعد اس جاں نثاری کے صلہ میں ۱۶۰۵ء میں ساور مع
پرگنات کیکڑی وغیرہ عطا کیے کہ دیگر پرگنات قبضے سے جاتے رہے فقط ساور اب تک ہے
سپاہ نوکری کرتے تھے مرہٹوں کے عہد سے جمع مقرر ہوگئی ہے جلسۂ قیصری دہلی میں
ٹھاکر مادھو سنگھ کو راجگی کا خطاب ملا خاص جاگیر کی آمدنی ۳۲۰۰۰ روپیہ ہے اس کے
سوا رشتہ داروں کی ۱۳۰۴۰ روپیہ ہے سب ملا کر ۴۵۰۴۰ روپیہ کی آمدنی ہے۔ ساور
ایک پختہ چار دیواری سے محیط ہے دوسری پہاڑی پر پرانا گڑھ بنا ہوا ہے۔

مسعودہ

بادشاہی زمانے میں مسعودہ کا علاقہ سرکاری خالصے میں تھا اور وہاں اجمیر کے
صوبہ دار کی طرف سے تھانہ رہتا تھا ۱۵۵۶ء میں جگمال مع اپنے بیٹوں کے اکبر بادشاہ
کی خدمت میں نوکری کے واسطے گیا تھا اسی اثنا میں پنوار راجپوتوں نے مسعودے
کے تھانہ دار کو نکال کر اپنا قبضہ کر لیا بادشاہ نے ان کے نکالنے کے واسطے جگمال کو مع
فوج متعین کیا اور پنواروں نے چتوڑ کے رانا کی مدد بہم پہنچا کر مقام سرماڑہ مقابلہ کیا سخت
لڑائی ہوئی انجام میں جگمال فتحیاب ہوا اور مسعودہ پر دخل کیا بادشاہ نے مسعودہ کا

پرگنہ ہنونت سنگہ پسر جگپال کو دیا حضور شاہ سے رخصت ہوکر آیا تب ایک مقام پر
جنگل میں شیر اور سور کی لڑائی ہوئی اور سور نے شیر کو مغلوب کرکے ہٹا دیا اس واسطے وہ
سرزمین مردانگی کی متصور ہوکر موضع باگ سوری آباد کیا گیا اور قلعہ تعمیر ہوا یہاں کا ٹھاکر
امیر ستیہ راٹھور ہے اور اسکی خاص ذاتی آمدنی ستر ہزار کی ہے اور اسکے رشتہ داروں کی
چھتیس ہزار ایک سو بارہ روپیہ کی اس حساب سے کل خاندان کی آمدنی ایک لاکھ چھ ہزار
ایک سو بارہ روپیہ ہوئی مسعودے میں اٹھائیس گانوں ہیں جلسہ قیصری دہلی میں ٹھاکر
مسعودہ کو راؤ کا خطاب ملا تھا۔

جوبنیان

یہاں کے ٹھاکر جودھپور کے راجہ اودے سنگہ کے پوتے سجان سنگہ کی اولاد سے ہیں
انکا مورث اعلیٰ مادھو سنگہ مہاراجہ اودے سنگہ والی مارواڑ کا پانچواں بیٹا تھا اُس کا بیٹا
پیسانگن میں آیا تھا وہاں راجپوت پنواروں سے اسکا مقابلہ ہوا کہ وہ وہاں قابض اور
دخیل تھے یہ زمانہ شاہجہان بادشاہ کے عہد کا تھا کیسری سنگہ نے پنواروں پر فتح
پائی اور پیسانگن پر دخیل ہوا کیسری سنگہ کے بعد اُسکا بیٹا سجان سنگہ ہوا یہ شخص صاحب
داعیہ تھا گوڑ خاندان راجگڑھ کے قبضے سے جوبنیاں اور مسعودہ خاندان کے قبضے سے
مہروں بزور شمشیر لیکر اپنے تحت میں کرلئے اور سنہ ۱۶۷۰ء میں اپنے تین بیٹوں کو اس طرح تقسیم کر دئیے
کشن سنگہ کو جوبنیان کرن سنگہ کو مہروں چھوٹا سنگہ کو پیسانگن۔

پس یہ راٹھور ہیں انکی ذاتی آمدنی ۳۳ ہزار چھپن روپے کی ہے اور رشتہ داروں
کی آمدنی گیارہ ہزار چھ سو سترہ روپے کی جسکی میزان چھیالیس ہزار چھ سو تہتر روپے ہوئے
جلسہ قیصری دہلی میں ٹھاکر کلیان سنگہ جوبنیان والہ کو راؤ صاحب کا خطاب ملا تھا۔

مہروں

یہ سجان سنگہ نبیرہ اودے سنگہ راٹھور والی جودھپور کی اولاد دریم قوم ہیں کرن سنگہ
پسر سجان سنگہ ابن کیسری سنگہ خلف مادھو سنگہ ولد اودے سنگہ والی مارواڑ کو اسکے
باپ سجان سنگہ نے یہاں کا ٹھکانا دیا تھا کرن سنگہ کے بیٹے ناہر سنگہ نے اپنے ایک بیٹے

ابھے سنگھ کو مہرون دیا اور ظالم سنگھ کو کاوڑہ دیا یہ تقسیم ۱۷۵۵ء میں ہوئی تھی۔ ۱۸۱۱ء میں
لال سنگھ ولد ظالم سنگھ نے ایک شب جمعیت سواران و پیادگان لے کر مہرون پر حملہ
کر دیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ جگت سنگھ مہرون والا قلعہ کے دروازے پر نکل آیا۔ تب
لال سنگھ نے اُس سے نہ مارنے کا وعدہ کیا جگت سنگھ دھوکا کھا کر دشمن کے پاس آ گیا
لال سنگھ نے گرفتار کر کے فوراً اُسکا سر کاٹ لیا اور محلوں میں گھس کر اُسکے بیٹے بھارتھ سنگھ
کو پکڑ کر قلعہ سے گرا دیا وہ اس طرح مر گیا ٹھکرانیوں کو علیحدہ علیحدہ قید کر دیا اور خود مہرون کا
ٹھاکر ہو گیا۔ اس ظالمانہ کارروائی پر کسی راٹھوڑ نے دست اندازی نہ کی مگر شاہ پورے
کے راجہ نے کہ سیسودیہ ہے یہ وحشیانہ حرکت ناپسند کر کے مہرون پر فوج کشی کی لال سنگھ
کے پاس فوج نہ تھی خائف ہوا۔ راجہ نے اُسکی جان بخشی کی مگر ڈولہ لیا اور آئندہ کو ڈولہ
دینے کا عہد کرایا اور مہرون سے نکال کر کاوڑہ بھیج دیا اور مہرون میں راجہ بھارتھ سنگھ کی ٹھکرانی
کا قبضہ کرا دیا۔ ۱۸۴۲ء تک وہ قابض رہی ۱۸۴۳ء میں ٹھکرانی نے جواہر سنگھ اسپر الشیر سنگھ
کو متبنّٰی لیا مگر ۱۸۶۷ء میں جواہر سنگھ لاولد فوت ہوا۔ اُسکا حقیقی بھائی کالو سنگھ مسند نشین
ہوا۔ یہ علاقہ کسی زمانے میں مہر یعنی گوجروں کے قبضے میں تھا اس سبب سے مہرون
کہلاتا ہے یہاں کے ٹھاکر کی آمدنی ۱۵۰۷ روپیہ ہے اور رشتہ داروں کی آمدنی ۱۵۳۵۵
ہے اس طرح کل ۱۱۶۶۲ روپیہ ہے

پیسانگن

یہ ٹھکانا بھی سجان سنگھ نبیرہ اودے سنگھ راٹھوڑ والی جودھپور کی اولاد کے پاس ہے اُس
نے اپنے بیٹے جھوجھار سنگھ کو دیا تھا اسکی اولاد میں سے ناتھو سنگھ ٹھاکر پیسانگن ریاست
جاول میں بیاہا تھا اور سیواجی صوبہ دار اجمیر وہاں کا باشندہ تھا اور ناتھو کی ٹھکرانی سیوا
کی ہمشیرہ راکھی بند تھی ناتھو سنگھ کا بھائی کلیان سنگھ تھا یہ خواص۔ سرسری۔ اور پران
پیٹرہ کا ٹھاکر ہوا تھا۔ مادھو راؤ سینی جیا صوبہ دار اجمیر نے استمراروں کو تنگ کیا۔
انھوں نے صلاح کر کے صوبہ دار مذکور کو گلاب سنگھ ولد کلیان سنگھ کے قلعہ میں قید کر دیا
تین مہینے تک قید رہا۔ سیندھیا مرہٹوں کی فوج لے آ کر چھوڑا گیا اور اٹھارہ ہزار روپیہ جرمانہ

کرکے اُسکے عوض گلاب سنگھ کو قید کردیا بسمر سنگھ پسر گلاب سنگھ زرجرمانہ کی سبیل کرکے باپ کو رہا کرادیا اس خاندان میں قدیم سے ٹھکرائی کا خطاب تھا مان سنگھ نے ابتدائے عملداری انگریزی میں راج مارداڑمیں زرکثیر نذر کرکے خطاب راجگی کا حاصل کیا اور سرکار انگریزی سے بھی راجہ لکھوانا چاہا مگر سرکار نے مدت تک خطاب عطیہ راج جودھپور کو قبول نہ کیا آخرکار سنہ ۱۸۷۵ء میں دربار ہوکر استمراردار وں کو سندیں عطا ہوئیں تب ٹھاکران پیسانگن کو خطاب راجگی سرکار انگریزی سے عطا ہوا اور جلسہ قیصری دہلی میں ازسرنو تصدیق ہوا خاص جاگیر کی آمدنی بارہ ہزار روپیہ سالانہ ہے اور انتیس ہزار چارسو روپے کی رشتہ داروں کی آمدنی ہے جس کی میزان اکتالیس ہزار چارسو ہوئی۔ پیسانگن میں گنا کی جی کا استھان ہے۔

دیولیہ

اس خاندان کا مورث اعلیٰ اکھے راج تھا جسکو بروئے تقسیم بھائیوں سے منجملہ ۳۸۴ گانوں کے ۲۸ ملے تھے یہ تقسیم سنہ ۱۶۵۹ء میں ہوئی تھی اکھے راج کے پانچ بیٹے ہوکر اُن میں سے الشیر داس پاٹومی ہوا۔ دیو داس کو ٹرلی کا علاقہ ملا اسی طرح اوروں کو حصے ملے جلسہ قیصری دہلی میں دیولیہ کے ٹھاکر ہری سنگھ کو راؤ صاحب کا خطاب ملا اور اٹھارہ ہزار روپے سالانہ کی خاص اُنکی ذاتی آمدنی ہے اور رشتہ داروں کی آمدنی ۷۸ ہزار اور گیارہ روپے کی جسکی میزان ۹۶۰۱۱ روپیہ ہوئی۔ دیولیہ میں رام دوارہ اور ایک کنڈ نامی ہے۔

کھروہ

یہ ٹھکانا راٹھور راجہ اودے سنگھ والی جودھپور کے بڑے بیٹے سکت سنگھ کی اولاد میں ہے کھروہ والوں کا بیان ہے کہ ٹھاکر سکت سنگھ ہمارے مورث اعلیٰ نے اکبر بادشاہ کو دریا سے نکالا تھا کہ سیر کرتے ہوئے کشتی سے اتفاقیہ گر پڑے تھے۔ اور نواب بنگالہ کی گرفتاری کی بھی خدمت کی تھی اُسکے جلدو میں یہ پرگنہ عطا کیا تھا مگر اُنکی سند فرمان اکبری مورخہ سنہ ۱۵۵۶ء میں صرف اسی قدر لکھا ہے کہ پرگنہ کھروہ راؤ سکت سنگھ کو بوجہ مدد معاش نسلاً بعد نسل عطا ہوا۔

جلسہ قیصری دلی میں ٹھاکر مادھو سنگھ کو راؤ صاحب کا خطاب ملا ہے اور اسکی ذاتی آمدنی ۲۹۰۰۰ روپے سالانہ کی ہے اور رشتہ داروں کی آمدنی ۴۵۰۰ روپے کی۔ اور کل میزان ۳۳۵۰۰ ہوتی ہے۔ اس پرگنے میں ابرک اور تانبے کی کانیں برآمد ہوئی ہیں

گوبند گڑھ

اکبر کے عہد میں اودے سنگھ المخاطب بہ موٹا راجہ والی مارواڑ کا بیٹا گوبند داس چھپن سواروں سے نوکری کرتا تھا اسکے عوض یہ گانوں جاگیر میں ملا تھا اس ٹھکانے میں چار گانوں ہیں۔ اسمیں سے کسی بھائی بیٹے کو کوئی گانوں نہیں ملا اور ذاتی آمدنی آٹھ ہزار روپے سالانہ کی اور رشتہ داروں کی پندرہ سو روپے سالانہ کی جس کی میزان ۹۵۰۰ روپیہ ہوئی۔ گوبند گڑھ میں کانسی اور پیتل کے برتن اچھے بنتے ہیں۔

باگسوری

جگمال میرتیہ راٹھور جس نے مسعودہ کے مقام پر اکبر کے حکم سے پٹھانوں سے جنگ کر کے انکو شکست دی اور اکبر نے مسعودے کا پرگنہ اُسکے بیٹے جسونت سنگھ پاٹوی کو دیا۔ جگمال کے تیسرے بیٹے کی اولاد باگسوری میں استمرار دار ہے۔ ذاتی آمدنی نو ہزار روپیہ ہے اور رشتہ داروں کی آمدنی ساڑھے تین ہزار روپیہ سالانہ جسکی میزان ۱۲۵۰۰ ہوئی۔

ضلع میرواڑہ

میر بفتح اول ایک پہاڑی قوم کا نام ہے انھیں کی آبادی زیادہ ہونے سے اس ضلع کا نام میرواڑہ مشہور ہو گیا پہلے یہ قوم لوٹ مار کر کے اپنی شکم پروری کرتی تھی گورنمنٹ انگریزی کے تسلط کے بعد کاشتکاری اور نوکری کرتی ہے اور سرکار نے راجپوتانے میں ایک پیدل رجمنٹ میں اس قوم کے لوگوں کو نوکر رکھکر اس کا نام میرواڑہ پلٹن ہی رکھدیا ہے

رقبہ و آبادی میرواڑہ کا رقبہ ۱۴۱ مربع میل اور آبادی ۱۲۱۰۰۰ کے قریب ہے ۳۱۶ مواضع دو تحصیل ٹاڈ گڑھ۔ بیاور آٹھ پرگنات میں منقسم ہیں۔ بیاور۔ چانگ۔ سارڈٹہ جھانک۔ دویر۔ کوٹ کرانا۔ ٹاڈ گڑھ۔ بھانیلا۔

حدود اربعہ۔ شمال میں مارواڑ۔ جنوب میں میواڑ۔ مشرق میں ضلع اجمیر۔ مغرب میں مارواڑ

ضلع میرواڑہ کے مشہور مقامات

بیانگر۔ راجپوتانہ اسٹیٹ ریلوے کے قریب ایک پختہ فصیل سے محدود و آباد ہے یہاں غلہ اور روئی وغیرہ کی منڈی ہے سوت اور کپڑا بنانے کے علاوہ روئی کے بنڈل بنانے کی کلیں بھی ہیں۔

بیاور۔ بیانگر کے قریب بڑا گاؤں ہے اسی کی قربت کی وجہ سے بیانگر کو بھی بعض اشخاص بیاور ہی کہتے ہیں۔

ٹاڈگڑھ۔ کرنل جیمس ٹاڈ نے آباد کرکے اپنے نام سے مشہور کیا ہے۔

ٹھیکرداس کے کمبل اچھے ہوتے ہیں۔ دویر سے چار کوس پر روپ جیتر بھیج کا مندر ہے۔

تکملہ۔ ان استمرار داروں کے سوا میواڑیہ۔ ریچھ پالیان۔ سیٹھن۔ کرٹل۔ منوہرپورہ راجوسی اور کوٹڑی سات چھوٹے استمرار دار ہیں۔ ان میں سے کرٹل کے سوا کسی کی آمدنی آٹھ ہزار روپیہ ہزار کسی کی جاگیر ہزار دو ہزار روپیہ سالانہ سے زیادہ کی نہیں ہے اور کوٹڑی کے سوا جو جیتر بھیج چارن کے قبضے میں آٹھ سو روپیہ سالانہ کی جاگیر ہے۔ باقی سب استمرار دار قوم کے راٹھوڑ ہیں۔ استمرار داروں کے علاوہ گنگوانہ۔ سرسد الور اور چاندلا سے کے بھومیہ زمیندار جو کشن گڑھ سے نکلے ہیں ہزار روپیہ سالانہ سے بھی کم آمدنی کی زمین رکھتے ہیں۔

تتمہ خاتمہ

راجپوتانے کے قابل دید مشہور مقامات

راج سروہی کے مقام آبو میں جو ضلع ڈنگواڑہ کے جین مندر قابل دید ہیں جلیور اور اسکے متعلق مقامات میں عمدہ عمدہ عمارات ہیں۔ جودھپور کی عمدہ عمارات پھلودی اور رانپور کے جین مندر میرتہ میں مسجد اور ناگور میں سلطان التارکین جناب قاضی

حمید الدین صاحب کی درگاہ اودیپور میں سنگ مرمر کے محلات اور بنائے ہوئے تالاب اور انکے اندر کے محلات اور ناتھ دوارہ دکانکرولی اور اکلنگ و رکھب دیو کے مندر۔ بیکانیر کا تالاب اور لال گڑھ اور کشن گڑھ میں ریاست کے محلات اور مندر جیسلمیر کا گڑھ اور جین مندر اور اجمیر میں خواجہ صاحب کی درگاہ اور ڈھائی دن کا جھونپڑا اور سونے کا مندر کوٹہ اور بوندی میں حکمران رئیسوں کے محلات عمدہ ہیں۔

صنائع

جے پور میں سنگ مرمر و سنگ موسے کے بت۔ لاکھ کا چوڑہ۔ اور پیتل کے برتن اچھے بنتے ہیں۔ سانگانیر میں چھینٹ اچھی چھپتی ہے کشن گڑھ کا کھار و عمدہ اور پختہ رنگ کا ہوتا ہے جودھپور کے ضلع پالی میں ہاتھی دانت کے چوڑے اور اسی مقام میں کھانے کا تمباکو عمدہ ہوتا ہے ناگور میں لوہے اور پیتل کا کام اچھا بنتا ہے۔ میرتے میں عمدہ گھگی (برساتی) بنتی ہے۔ خس جو ایک خوشبو دار جڑ ہوتی ہے اس کے برتن بہت عمدہ بنتے ہیں۔ بیکانیر لوی اور مصری کے لئے مشہور ہے۔ سروہی کی تلوار اور پیش قبض ریاست بوندی کی کٹار مشہور ہے۔ مکرانہ میں سنگ مرمر جیسلمیر میں مختلف رنگ کے پتھر دن۔ ڈونگرپور میں سنگ موسے کے برتن میز کرسیاں اور سنگ مزار اور لوح بالین قبر اور چوکھٹ کواڑ بہت اچھے بنتے ہیں۔ پرتاب گڑھ میں کانچ پر سونے اور مینا کا کام عمدہ ہوتا ہے قرولی میں سنگ سرخ کے پیالے اور کونڈیاں تیار ہوتی ہیں۔ اودیپور میں سنہری ڈیہلی چھپائی پھیلواڑی میں تانبے اور پیتل کے برتنوں پر قلعی عمدہ ہوتی ہے شاہپورہ میں چمڑے کی چھاگلیں اور دیگر اشیاء اچھی بنتی ہیں۔ کوٹے میں سوتی دوپٹے محمودی اور ڈوریا باریک اور عمدہ مشہور ہیں۔ اجمیر میں چنبیلی اور بیلے کا خوشبو دار تیل اچھا تیار ہوتا ہے۔

کان یا معدن

راجپوتانہ میں کانیں بہت ہیں۔ ریاست بیکانیر میں پتھر کا کوئلہ اور ملتانی مٹی نکلتی ہے۔ ریاست جودھپور کے مقام مکرانہ میں سنگ مرمر نکلتا ہے۔ ریاست جیسلمیر میں مختلف رنگ کے پتھر نکلتے ہیں۔ ریاست کشن گڑھ اور راج محل علاقہ جے پور میں

تانبے کی کانیں ہیں۔ ڈونگرپور میں سنگ موسیٰ (کالا پتھر) کی عمدہ کان ہے۔ کھیتڑی اور سنگھانا کا علاقہ ریاست جےپور کے کئی مقامات میں نیلا تھوتھا اور پھٹکری کثرت سے نکلتی ہے۔ اجمیر میں سیسے کی کان ہے۔ قرولی۔ الور۔ جےپور۔ جودھپور اور کشن گڑھ وغیرہ مقامات میں سرخ و سفید اور سیاہ رنگ کا عمارتی پتھر بہت نکلتا ہے اور لوہا تانبا۔ جست اور رانگ کی بھی کانیں ہیں اودےپور میں سرخ ابرک کی کان ہے اور بھیلواڑہ میں تانبے کی کان ہے۔

آب و ہوا

اس قطعۂ ملک کی آب و ہوا گرم اور معتدل ہے لیکن مشرقی راجپوتانہ اور گوشۂ جنوب و مشرق کی آب و ہوا مضر صحت ہے بخار اور ہیضے کی بیماری ذرا سے مادے سے پھیل جاتی ہے میواڑ کے علاقے میں رشتہ (نارو) کی بیماری شدت و کثرت سے ہوتی ہے مغرب اور شمال و مغربی حصے میں بعض بعض جگہ پانی خراب و زہریلا ہے اور ہوا وہاں کی گرم اور آسمان پر گرد و غبار ہر وقت طاری رہتا ہے بارش کا تخمینہ سال بھر میں ٢٥ انچ ہے لیکن مغربی راجپوتانہ میں بارش بہت تھوڑی ہوتی ہے علاقہ جیسلمیر میں بارش کبھی سات آٹھ انچ سے زیادہ نہیں ہوتی برخلاف اسکے اطراف مالوہ کی سرزمین میں چالیس اور پچاس انچ تک بارش سال بھر میں ہو جاتی ہے۔ آبو پر سال میں ٦٠ سے ١٥٠ انچ تک بارش ہوتی ہے۔

ریلوے لائن

سب سے لمبی ریلوے سڑک اس صوبہ میں راجپوتانہ مالوہ ریلوے ہے یہ لائن دہلی سے احمد آباد علاقہ گجرات تک جاری ہے۔ الور۔ باندی کوئی۔ جےپور پھلیرا کشن گڑھ اجمیر۔ بیاور۔ سوجت۔ کھارچی۔ آبو روڈ بڑے اسٹیشن ہیں۔

باندی کوئی آگرہ برانچ یہ لائن باندی کوئی سے بھرت پور۔ اچھنیرہ ہوتی ہوئی آگرے تک جاری ہے اور اچھنیرہ اسٹیشن سے اسی کی ایک شاخ متھرا ہوتی ہوئی ہاتھرس (روڈ) پر ایسٹ انڈین ریلوے لائن کو کراس کرکے فرخ آباد اور قنوج ہو کر کانپور

کو چلی گئی ہے۔
اجمیر کھنڈوا برانچ اجمیر سے جاری ہو کر نصیر آباد و چتوڑ گڑھ ہوتی ہوئی مالوہ کو گئی ہے اور اسی کی ایک شاخ چتوڑ گڑھ اسٹیشن سے اودیپور کو گئی ہے یہ ٹکڑا ریاست اودیپور کا ہے۔
بیکانیر بھٹنڈہ روڈ۔ پھلیرا برانچ سے سانبھر۔ ناواں۔ میرتہ روڈ۔ ناگور۔ بیکانیر اور سورت گڑھ ہوتی ہوئی بھٹنڈہ تک چلی گئی ہے۔ اس شاخ کا آخری حصہ ۲۴۵ میل کے قریب مہاراجہ بیکانیر کی حد کے اندر انھیں کا ہے اور تمام بند و بست ریاست ہی کی طرف سے ہے۔
مارواڑ ریلوے لائن۔ راجپوتانہ اسٹیٹ ریلوے کے جنکشن کھارچی سے پالی۔ لونی جنکشن جودھپور ہوتی ہوئی میرتہ روڈ پر پھلیرا برانچ میں جا ملی ہے۔
مارواڑ سندھ ریلوے لونی جنکشن سے بالوترا اور باڑمیر ہوتی ہوئی سندھ کو جاتی ہے اسی کی دس میل لمبی ایک شاخ بالوترا سے پچبھدرا کو گئی ہے۔ یہ لائن اور مارواڑ ریلوے لائن دونوں جودھپور ریاست کی ملکیت ہیں۔
پھلیرہ ریواڑی کارڈ لائن یہ لائن پھلیرا سے بدھالا گشن گڑھ۔ رینوال۔ سری مادھوپور ہو کر ریواڑی میں راجپوتانہ مالوہ ریلوے سے ملگئی ہے۔
متھرا ناگدہ ریلوے متھرا سے بھرت پور۔ ہنڈون۔ سوائی مادھوپور۔ کوٹہ۔ اور جھالراپاٹن کے پاس ہو کر ناگدہ تک گئی ہے۔
سوائی مادھوپور برانچ یہ لائن جیپور سے شروع ہو کر سوائی مادھوپور کے پاس متھرا ناگدا ریلوے تک جا ملائی ہے۔
دگانہ حصار ریلوے یہ لائن دگانہ سے سجان گڑھ۔ رتن گڑھ اور چورو دنہیرہ میں ہوتی ہوئی حصار تک گئی ہے۔

سلسلۂ تعلیم

بنگال وغیرہ اطراف کی طرح راجپوتانے میں کوئی یونیورسٹی نہیں ہے۔ لیکن جیپور جودھپور

الور ۔بھرت پور۔ اودیپور ۔بیکانیراورکوٹے کی ریاستوں میں انگریزی سنسکرت اردو اور فارسی کی تعلیم کے لئے انتظام ہے کالج اور اسکول حکمرانوں کی طرف سے قائم ہیں بعض بعض ریاستوں میں رؤساکے لڑکوں کی تعلیم کے لئے نوبل سکول اور لڑکیوں کی تعلیم کیواسطے گرل اسکول بھی ہیں اجمیر ۔جےپور۔ جودھپور اور اودیپور میں کالج ہیں ان میں سے اودیپور کا کالج ابھی چھوٹا اور نیا ہے۔ الور ۔کوٹہ۔ بیکانیر اور قرولی وغیرہ میں صرف ہائی اسکول ہیں۔ تحصیل اور قصبوں کی علاوہ (جہاں انگریزی اور دیسی تعلیم کے واسطے اسکول ہیں) دیہات میں پنڈت اور جتنی لوگ خانگی طور پر دیسی بول چال کے مفرد و مرکب حروف و الفاظ لکھ کر لڑکوں کو پڑھاتی سکھلاتے ہیں اور زبانی حساب بھی سکھلاتے ہیں معزز رئیسوں کے لڑکوں کی تعلیم کے واسطے اجمیر میں میوکالج اور یورپین سولجروں کے بچوں کی تعلیم کے واسطے کوہ آبو پر لارنس اسکول قائم ہیں

حکومت انگریزی کے ثمرات

(۱) سلطنت انگریزی نے جمنا کو عبور کیا تو انھیں خیالات کی پیروی سے کہ راجپوتانے کو تحت حکومت کرنیکے واسطے اجمیر پر تسلط کرنا ضرور ہے اُسے بھی اجمیر پر قبضہ کرنا لازم آیا۔ اور اس وجہ سے بھی کہ اجمیر سلطنت مغلیہ کا صوبہ تھا اور سرکار انگریزی کو اُس سلطنت کی جانشینی حاصل ہوئی واجب ٹھرا کہ اجمیر ممالک برٹش انڈیا میں شامل کیا جائے۔

(الف) برٹش حکومت نے تحمل اور اعتدال اختیار کیا اور رجواڑوں کے سلامت رکھنے کا قصد کیا اور راجپوتانے میں ایسا طریقہ اختیار کیا کہ آخرکار راجپوتوں کی حکومتیں مستحکم طور پر قائم ہوجائیں کہ وہ اپنی رعایا کو فرمان بردار بناسکیں اور وہ آپس میں صلح و آشتی کے ساتھ رہ سکیں۔ انگریزوں کی اول ہی سے پالیسی ایسی تھی جو بالکل زیادتی و دراز دستی سے خالی تھی۔ اس میں کوئی شائبہ حرص و آز کا یا جاہ طلبی دیا۔ اولوالعزمی کا نہ تھا۔

(ب) راجپوتوں کی حکومتیں سیدھی سادھی ابتدائی صفت کی بغیر کسی آئین قوانین و ضابطے کے بے اصول تھیں یہ سب حکومتیں علیحدہ علیحدہ شخصی تھیں جنمیں انگریزی خیالات کے موافق خطرناک ناانصافی کے دھوئیں اٹھتے تھے مگر کسی نہ کسی طرح سے اُس سے کاربرآری چلی جاتی تھی جو ناانصافی ہوتی تھی وہ صریح الفہم و نامعقول ہوتی تھی اس میں سادگی یہ تھی کہ ایک زبردست نے کسی کمزور کو اپنی مرضی اور ہاتھ سے کچلا تو اُس سے زیادہ زبردست نے اُسکا کچلا نکالا۔ سیر کو سوا سیر موجود تھا انگریزوں نے جب اپنی سرپرستی میں رجواڑوں کو لے لیا تو انھوں نے اپنے اصول پر عمل کرانا شروع کیا۔

(ج) سڑکیں جنکو سڑکیں کہا چاہیئے بالکل نہیں تھیں کوئی تحریری قانون نہ تھا اور نہ خاص منصف تھے جو عدالت کرتے دارالشفائیں ندارد تھیں۔ زراعتی اضلاع میں بیگاریں اور رعایا کے گرفتار ہونیکے دستور مٹوائے۔ دیوانی و مالی قوانین و آئین کو رعایا کی بہبودی و آسودگی کے لئے کامیابی کے ساتھ ازسرنو تبدیل و ترمیم کرایا۔ پرمٹ و کسٹم کے محصول کے لئے قواعد بنوائے جن سے رعایا کو بہت فائدے حاصل ہوئے۔ مالگذاری اراضی بڑھانے کے جائز قاعدے بنوائے۔ اہل زراعت کی مدد کرائے جس سے مطمئن ہوکر انھوں نے کنوئیں بنائے اپنی اراضی میں آبپاشی کی اور اپنی زراعت کی پیداوار کو بڑھایا جس سے اُن کو خود بھی فائدہ پہنچا اور ملک کے مالکوں کو بھی نفع حاصل ہوا۔ رعایا کی آسودگی کے لئے تالاب اور نہریں بنوائیں۔ پہلے صرف پٹیائیں تھیں۔ جن پر راستہ چلتے تھے۔ اندرونی اور بیرونی تجارت کے لئے سڑکوں کی تکمیل کرائی۔

(د) رجواڑوں میں سپاہ ملازم کی تنخواہ ملنے کا کوئی معقول اسلوب نہ تھا انگریزوں نے اُنکو وقت پر تنخواہیں دلوانے کا انتظام کرایا اور سپاہ کو جو بے ترتیب غارتگروں کا گروہ ہوتا تھا یقین دلایا کہ غارتگری اور رعایا سے دھینگا مشتی سے جو فائدے بیقاعدہ حاصل ہوتے تھے اب اُن سے زیادہ فائدے وقت پر تنخواہ ملنے سے حاصل ہوں گے۔ باضابطہ سپاہ بنواکر ملک کی حفاظت کرائی۔ چوری سے بدتر ڈکیتی تھی جس کے دور کرنے میں انگریزوں کو بڑا اہتمام کرنا کرانا پڑا۔ مینہ۔ باوری۔ موگیہ وغیرہ ایسی قومیں تھیں جو اپنے پیشے پر تحمل

نہیں ہوتے تھے انکی رگوں میں نہایت نیلا خون بہتا تھا انگریزوں نے ڈکیتی کی انسدا
میں بڑی پیش بندیاں کیں اور مناسب سزائیں دیں ڈاکوؤں کو پھانسیوں پر
لٹکایا۔ اس طرح ڈکیتی راجپوتانے سے مسدود ہوگئی۔ وحشی اور سرکش جاگیردار جو اپنی
جبلی عادت سے اگلے بادشاہوں کے شائستہ طریقہ حکمرانی کو نقصان پہنچاتے تھے۔ وہ
اس قابل ہی نہیں چھوڑے گئے۔

ایک اور جرم ٹھگی کا تھا جو ڈکیتی سے بڑھ کر تھا اسمیں سحر و جادو کا بھی لگاؤ ہوتا
تھا اور مذہب بھی دخل رکھتا تھا صبر و تحمل کے ساتھ سازشیں بھی کی جاتی تھیں
اسمیں سخت ظلم و ستم کئے جاتے تھے ٹھگ اپنے پیشے کو ہنر سمجھکر بڑی گرم کوشش سے سیکھتے تھے
اور اسمیں کمال پیدا کرتے تھے انگریزوں نے ٹھگوں کی گرفتاری کے لئے بڑے بڑے انعام
مقرر کئے۔ اور ایک خاص افسر ٹھگی کی تحقیقات کے لئے مقرر کیا گیا۔ اور ان کا خوب علاج
کیا اور ہزاروں ٹھگوں کو سزائیں دیکر انکا بیج کھو دیا۔

(ط) ادنے اور اعلیٰ ہر راجپوت زمین کا مالک راہداری کے محصول لیتا تھا اگر کوئی
تجارتی اسباب ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتا تو سیکڑوں
جگہ محصول لیا جاتا۔ ریل کے اجرا سے یہ دقت جاتی رہی اور تجارت کے سارے موانع
دور ہوگئے اور اسکو اپنی قدرتی آزادی حاصل ہوگئی۔ ان محصولوں کے موقوف کرانے سے
آمدنی میں جو کمی ہوئی وہ دوسرے ضروری مدات کے بڑھانے سے پوری کرائی گئی۔

(ی) راجپوتانے میں وزن اور سکوں کا حال بڑا گڑبڑ تھا ہر ریاست میں ایک نئی قسم
کا سکہ چلتا تھا جسکی وجہ سے تجارت میں بڑی مشکلیں پڑتی تھیں اور لین دین میں غریبوں
کا نقصان ہوتا تھا۔ گورنمنٹ نے بتدریج ایسا انتظام کیا کہ صرف ایک آدھ ریاست
کے سوا سب سکوں کی جگہ انگریزی سکہ چلنے لگا۔

(ک) ملک میں مدرسے جاری کرائے جب انگریزی مدارس جاری ہوئے تو ان
سب میں طلبا بڑے شوق سے داخل ہوئے اور انگریزی زبان اور علوم جدید بڑے
شوق سے سیکھنے شروع کئے۔

(ط) راجپوتانے کے اچھے شہروں میں بھی صحت کے لئے احتیاطیں اور دور اندیشیاں بھی نہیں بڑے شاندار شہروں کے گلی کوچوں میں فرش نہیں تھا غلیظ ہوتے تھے پانی کا نکاس نہیں تھا جانور جہاں مرتے وہیں اُن کی لاشیں پڑی ہوتی سڑا کرتیں اس لئے ہوا میں عفونت و سمیت پھیلتی۔ پانی میں کدورت۔ اکثر وبائیں آتی رہتیں۔ انگریزوں کی کوشش سے صیغۂ حفظان صحت قائم ہوا اور اسکی تندہی سے اچھا انتظام ہوگیا اور حضرت عزرائیل کا کام کم پڑگیا۔

(ع) راجپوتوں کی دختر کشی و رسم ستی کا جو زمانۂ سلف سے رواج تھا وہ بحکم گورنمنٹ بند کیا گیا۔ بردہ فروشی کی جان نکال ڈالی۔ بلکہ صغر سنی کی شادی اور ایسی تقاریب پر استطاعت سے زیادہ روپیہ خرچ کرنے کا برباد کن دستور بھی والٹر کرت راجپوتانہ ہتکاری سبھا کے ذریعہ سے جسمیں راجپوتانے کی چودہ ریاستوں کے قائم مقام شریک ہیں بند کیا گیا۔

(ف) راجپوت انگریزوں کی علی الاتصال محنتوں کا جو وہ اُن کے تعزز کے لئے کرتے تھے معاوضہ شکر گذاری جہاں تک دیں تھوڑا ہی جب انگریزوں کا قدم انکے ملک میں پہنچا اُنکی نصفت اور انسانیت کو دیکھکر تمام ریاستیں اُن سے محبت اور اُن پر تکیہ و بھروسہ کرنے لگیں اُنکی دانشمندانہ و محبانہ اعانت سے ریاستیں تقویت پانے لگیں اُنکی خوبی رعایا اور والیان ملک سمجھنے لگے اور اُنکی فرزانگی و دانائی کے قائل ہو گئے اُنھوں نے ریاستوں پر زور ڈالکر رفاہ عام کے کام جاری کرائے رعایا کی ناتوانی کی حالت بہتر بنانے کے لئے اُنکو آمادہ کیا اور اُن سے دوسروں کے لئے بھی آسائش و آرام کے سامان تیار کرائے۔

(۴) گورنمنٹ معدلت شعار نے جو کچھ آریاؤں کے ساتھ سلوک کیا وہ مشتے نمونہ از خروارے بیان ہوا لیکن آریاؤں کا سیلاب جب وسط ایشیا کے پہاڑوں سے بلائے بے درمان کی طرح ہندوستان کے میدانوں کی طرف اُمنڈ آیا تو اُنھوں نے یہاں کے اصلی باشندوں کے ساتھ کیا سلوک کیا اُنکی حکومتوں کے تختے اُلٹ دیئے اُن کی تہذیب و تمدن کو ملیا میٹ کردیا اُن کے مردوں۔ عورتوں۔ بچوں اور بوڑھوں کو بیدریغ قتل کرادیا جو زندہ بچے وہ غلام بنائے گئے۔ بعض بچے کھچے جنگلوں اور پہاڑوں میں بھاگ گئے۔

ہندوستان کی اچھوت اور نیچ قومیں ہندوستان کے شودر۔ ہندوستان کے
بھیل۔ گونڈ۔ مینہ اور سنتھال اب تک قدیم آریاؤں کی وحشت اور سفاکی اور
جبر و تشدد کا زبان حال سے دونا رو رہے ہیں۔ آریاؤں کے ایک محکوم قوم کے ساتھ
جابرانہ اور بے رحمانہ سلوک کی یہ لوگ زندہ مثال ہیں اگر آریاؤں کی مذہبی رواداری
اور طرز حکومت کی اور مثال کی ضرورت ہو تو بدھ مذہب کے زوال کی تاریخ اٹھا کر دیکھ
لیجئے ایک زمانہ تھا کہ کوہ ہمالیہ سے لیکر راس کماری تک بدھ مذہب کے پیرو پائے جاتے
تھے ہر شہر اور گاؤں میں بدھوں کے ہزاروں نہیں تو سیکڑوں معبد اور راہب خانے
موجود تھے لیکن آج شنکر آچاریہ کی بدھ کش تلوار اور پرس رام اور اسکے راجپوت سورماؤں
کی شمشیر کی بدولت جنہیں برہمنوں کی التجا پر اگنی کنڈ سے اس غرض کے لئے
پیدا کیا تھا ہندوستان میں ایک بدھ اور بدھوں کا ایک معبد بھی نظر آتا ان مثالوں
کے ہوتے ہوئے آریہ لوگ کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہندو مذہب تلوار کے زور سے نہیں پھیلا
اور مسلمانوں کی ہندوؤں کے ساتھ نصفت شعاری اور معدلت گستری کی یہ بین دلیل
ہے کہ مسلمانوں کی ایک ہزار سال کی حکومت کے بعد بھی ہندو بائیس کروڑ کی تعداد
میں اس ملک میں موجود ہیں اپنی حکومت کی اس مدت دراز میں کبھی بھی کسی مسلمان
بادشاہ نے اشاعت اسلام کے لئے منظم کوشش نہیں کی اگر وہ اپنی زہرہ شگاف شمشیر
کو اسلام کیلئے استعمال کرتے یا اپنے اثر و قوت کو اسلام کے لئے کام میں لاتے تو ابتدائی
عہد انگریزی میں مسلمانوں کی تعداد ہندوستان میں صرف ڈھائی کروڑ نہ ہوتی اگر شریعت
اسلامی کی رو سے مفتوح قوم کی قسمت کا فیصلہ قبول اسلام یا قتل کا فر ہوتا تو خلفائے
عباسیہ و سلاطین بنی امیہ اور لگے سلاطین عثمانیہ و شہنشاہان ہندوستان کی
عظمت و شوکت کو زیر نظر رکھتے ہوئے ہم بلا خوف تردید یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ جبل طارق
کی چوٹیوں سے لیکر دریائے سندھ کی وادیوں تک کوئی مشرک متنفس نظر نہ آتا اسلام
نے قبول اسلام یا قتل کے درمیان اقرار جزیہ کا واسطہ رکھکر دنیا پر روشن کر دیا
ہے کہ ہمسایہ اقوام کے ساتھ رواداری کی جو تعلیم اسلام نے پیش کی ہے تمام عالم میں

کوئی مذہب پیش نہیں کرسکتا۔ ادائے جزیہ کے بعد ایک مشرک باللہ کی جان و مال کی حفاظت
وہی ہوگی جو کسی مسلمان کی ہونی چاہئیے۔

(۳) ہندوستان میں مختلف اقوام بستی ہیں اور وہ کئی مختلف مذاہب رکھتی ہیں ان کا
باہم لڑنا جھگڑنا اور بدامنی پیدا کرنا لازمی ہے لہذا برٹش گورنمنٹ کے اقتدار کو صدمہ پہنچنا
خطرے سے خالی نہ ہوگا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی بڑی خوش نصیبی اسمیں تھی کہ اُن کی
سلطنت مٹنے کے بعد بجائے مرہٹوں کے انگریز سرپرست مقرر ہوئے اس پاکیزہ خیال قوم
کی ذات اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ کی جامع تھی اس قوم میں بڑا کمال یہی کہ اسنے
مشرقی خصائل کو جو مغربی خصائل سے غیر ہیں اس طور سے مطابق کیا کہ وہ اُن کے کاموں
کی نیت و علت کو فوراً سمجھہ جاتی ہے۔

برٹش حکومت نے ہمیشہ اس امر پر زور دیا ہے کہ جو اقوام کہ ترقی کے اعتبار سے
درماندہ ہیں اُنکی امداد کیجائے اور برادران کو یہ بات تلخ معلوم ہوتی ہے انکو سوراج مطلوب نہیں
بلکہ ہندو راج مطلوب ہے اگر انگریز قلیل التعداد اقوام کی ترقی کی کوشش کرتے ہیں تو یہ
اُنکے حقوق پامال کرنیکی دھن میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے کے درپے ہوتے ہیں
اور وہ شور برپا کرتے ہیں کہ معاذ اللہ اپنے کو مظلوم دکھا کر ناجائز اور غلط استدلال افسران
حکام بالا کے سامنے پیش کرنا اور پبلک کو غلط اخبار سے مشتعل کرنا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے مسلمان
سوچ لیں کہ اُنکے ساتھ سوراج کے زمانے میں کیا سلوک کیا جائیگا کیونکہ برادران وطن
کی ہندوانی سرشت کا بدل جانا ناممکن ہے پس سوراج کے زمانے میں مسلمانوں کے ساتھ
ہندوؤں کے ہاتھوں کسی بہتر سلوک کی اُمید کرنا ناممکن کو ممکن سمجھنا ہے۔ مسلمانوں کو ایسا
سوراج مطلوب نہیں جس سے اُنکی حالت پہلے سے بدتر ہو جائے اگر ہر حالت میں مسلمانوں
کو غلامی ملتی ہے تو غلام قوم کا غلام ہونیکی نسبت حاکم قوم کا غلام ہونا بہتر ہے۔

ہندوستان بھر میں کوئی مقام ایسا نہیں ہے جسکی آبیاری برٹش حکومت کے
چشمہ فیض سے نہ ہوئی ہو۔ برٹش حکومت صرف ہندوستان ہی میں ہندوستانیوں
کی پشت و پناہ نہیں بلکہ ممالک غیر میں بھی اُنکی ملجا و ماوا ہے کوہ ہمالیہ سے راس کماری

تک کوئی مقام ایسا نہیں ہے جسمیں انگریزی برکات کی روشنی نہو اُس سے بڑھکر کون
بدبخت ہوگا جو اس معدلت شعار حکومت کو مطعون کرے اور اُسپر تبرے اڑائے۔ برٹش
حکومت انسانی مجموعہ ہے فرشتوں کا مجموعہ نہیں ہے بمصداق الانسان مرکب من الخطاء والنسیان
اُس سے غلطیاں ہوتی ہیں مگر کیا وہ ایسی ہیں کہ اُن سے اسکی صفات پر پردہ پڑجائے
اور وہ مورد سب و شتم ہو دوسرے ممالک ہی کو دیکھو۔ دوسرے بادشاہوں پر نظر
ڈالو کر اُن میں برائیاں نہیں کیا۔ اُن میں عیوب نہیں کیا وہاں جبر و تعدی نہیں مگر خود
یاران وطن اُنکی قصیدہ خوانی کیا کرتے ہیں اور اُن کے نظم و نسق کو سراہا کرتے ہیں
مگر معدلت شعار گورنمنٹ کی نکتہ چینیاں کیا کرتے ہیں اور بے وجہ بدگمانیوں کا طوفان
کھڑا کرتے ہیں۔ انگریزوں سے ہندوستان میں تجارت زندہ ہوگئی ہے عام تونگری و
دولتمندی پھیلنے لگی ہندوستان میں یُن بریسٹو لگا ہر انگریز افسر ایسا ذہن سلیم اور طبع
مستقیم رکھتا ہے کہ کسی کام کے کرنے اور انتظام مکمل کرنے میں بہت کم غلطی کرتے ہیں انکی
خصلت میں بڑے مستقل اور قائم مزاج ہیں اُن کی عقل اور فہم میں کبھی تذبذب کو دخل
نہیں ہوتا۔ اُن کے مزاج میں اعتدال ہے اور اپنی طبیعت و نفس پر غالب رہتے ہیں کارہائے
عظیم انھوں نے سرانجام دئے اور کبھی اُن کے سرانجام میں لغزش نہیں کھائی انھوں
نے اپنی قابلیت۔ لیاقت۔ بہادری اور شجاعت سے ملک سے فساد کا مادہ نکال ڈالا
وہ انتظام ملکی کے تمام کل پرزوں سے واقف ہیں اور اپنے سب ماتحتوں کے کام
اپنی مٹھی میں رکھتے ہیں جہاں کسی ماتحت نے غلطی کی فوراً اُسکی درستی اور اصلاح کی میدان
جنگ اور معاملات سیاسیہ دونوں میں وہ قابل ہوتے ہیں وہ صرف بادشاہی کو خدمت
گذار نہیں ہوتے بلکہ ملک کے بھی خدمت گذار ہوتے ہیں۔

انگریزی قوم جس قدر بہادر اور دلاور اور تکالیف شاقہ کی متحمل ہے اسی قدر رحم
دل بھی ہے ذرا کسی ملک میں قحط و وبا کی آفت پڑی اور انکی جان خراشی و دل فگاری
ہوئی پھر وہ نہایت خوش اسلوبی سے بند و بست کرتے ہیں وہ مخلوق کے لئے سب طرح
سامان اور ملک کی ضرورتوں اور حوائج کو دیکھتے ہیں اور بے تابانہ چاہتے ہیں کہ مخلوق

کیا اتنا آرام بھی بمقتضائے حالات مل سکتا ہے۔

(۲۴) اہل ہند کے اختلافات دیکھتے ہوئے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ تنہا اپنی آزادی کو قائم نہیں رکھ سکتے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان الیسا مذہبی اور قومی ایک قعر عمیق حائل ہے کہ انکا آپس میں ہمیشہ کے لئے حقیقی اتحاد ہونا ناممکن ہے خود ہندوؤں کے درمیان ذات کی پابندی وہ ہے کہ ان کے درمیان باطنی اتحاد کا ہونا ناممکن سے کچھ کم نہیں ہے۔

انگریزوں کا تسلط اور فرمان روا ہونا اس حالت پر موقوف ہے کہ وہ مختلف قوموں اور آبادیوں کی محافظت کرتے ہیں اور انکو آپس کی بدسلوکیوں کے سبب سے لڑنے نہیں دیتے۔ سب اعلیٰ و ادنے و زبردست و زیردست کے لئے انصاف ایک ہی قوانین کے موافق کرتے ہیں۔ دونوں کو جرم کی سزا یکساں دیتے ہیں ملک کے ہر حصے میں اپنی عدالت کا یقین دلاتے ہیں کہ کبھی اُن پر الزام عائد نہیں ہوسکتا ہر جگہ داد رسی آسانی سے ہوسکتی ہے اس لئے کہ وہ مختلف قوموں کے امور خانگی میں اور اُن کی روحانی و مذہبی دخل نہیں دیتے ظلم و ستم و زیادہ ستانی مطلق نہیں کرتے۔

اگر زمانہ سلف کے اہل ہند پھر عالم وجود میں آئیں تو انکو معلوم ہوجائے کہ پہلے فرمان رواؤں کے ہاتھ سے جو بڑے بڑے ظلم و ستم سہتے تھے وہ اب کہاں ہیں۔ رات میں ایک سوار لٹیرا غریب رعیت کے گھر میں گھس گیا اور سوتے ہوئے کے تلے سے چارپائی کو ایک طرف سے اس طرح اٹھایا کہ وہ تلے گر گیا۔ زبان سے بھی جگا کر نہ کہا کہ چارپائی خالی کردے مجھے مطلوب ہے۔

انگریزوں نے ہندوستان کے عز و جاہ کو سب طرح سنبھالا انگریزوں کی تسلط سے پہلے ہندوستان میں تجارت کی کساد بازاری اور اہل حرفہ کی کس مپرسی اور روپے کی نہایت قلت تھی۔

برادران وطن کتنا ہی تکلیف دہی کے سامان کریں لیکن انگریزوں کو اُن سے پورا پورا انتقام لینے کا دل میں خیال کبھی پیدا نہیں ہوتا۔ انگریز خود سمجھتے ہیں کہ کسی قسم کا نقص

پہنچائے بغیر ہی عملاً انصاف ہو سکتا ہے۔

(۵) یہ بھی سمجھتے ہیں کہ کسی ملک پر قبضہ رکھنا [illegible]
کا اعتبار نہ کیا جائے [illegible] پالیسی کو ان پر [illegible]

(۵) میرا خیال ہے کہ اس وقت جس قدر [illegible]
مخالفت کر رہے ہیں ان کو انگریزوں سے کوئی ذاتی [illegible]
سکتا ہیں ان کو پلیٹ فارم پر لا کر ان سے [illegible]
مخالف بھی یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس وقت [illegible]
بڑھ کر کوئی حکومت نہیں ہے اور انگریزی حکومت کی [illegible]
طرح واقف ہو سکتے ہیں جنہوں نے باہر نکل کر دوسری حکومت کی [illegible]
دیکھی ہیں۔ ان مخالفین کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ ہندوستان نے انگریزوں
کی ماتحتی میں جس قدر ترقی روز افزوں کی ہے اتنی اس سے پہلے کسی [illegible]
انگریزی حکومت کی برکات ہیں کہ ہر شخص کو اپنے حقوق [illegible]
پالیسی [illegible] پر آ کر انگریزوں سے مقابلہ کرتے ہیں اور [illegible]
امن پسند [illegible] صریح بغاوت کے [illegible] حکومت [illegible]
ناؤں کا ذں پر کوئی توجہ نہیں کرتی۔

تمت